

تفسیر مدارک (اُردو)

مدارک التّزئیل وّحقائق التّأویل

جدّاول

مؤلف

الشیخ ابوالبرکات عبدالرزاق ابن احمد بن محمد دہلوی

مترجم

استاذ التّفسیر والحديث مولانا شمس الدین ظہیر

مکتبۃ العلم

۱۸- اردو بازار لاہور، پاکستان
فون: 37231788 , 37211788

تفسیر مدارک للنسفی اردو

مدارک التزیل وحقائق التأویل

جلد اول

جزء ۱- تا ۱۰

تالیف:

ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) و محمد بن محمد قرطبی

(ت ۷۱۰ھ)

محققہ و تخریج احادیثہ

یوسف علی بدوی

مترجمہ

استاذ تفسیر و حدیث مولانا شمس الدین نیل

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قرآن کریم کے اقوال عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph: 7211788-7231788

مکتبۃ العلم

عرض ناشر

قرآن مجید و فرقان حمید سراپا معجزہ ہے، اس کے معانی کے ساتھ ساتھ اس کے الفاظ اور اس کی عبارتیں بھی معجزانہ ہیں، قرآن مجید اللہ کی آخری اور وہ عظیم المرتبت اور عالی شان کتاب ہے جسے اللہ رب العزت نے بقاء انسانی کے لیے بطور ضابطہ اور اساس نازل فرمایا۔

قرآن مجید سے پہلے کی کتب سادہ یا جو سابقہ ام کو عطا ہوئیں وہ سب تحریف کا شکار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ آج ان میں سے کوئی کتاب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔ جبکہ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے لیے خالق کائنات جل مجدہ نے فرمایا ہے۔

﴿اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اَنَا لَهُ لَ الْخٰفِضُوْنَ﴾

”بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔“

قرآن مجید عربی میں نازل ہوا تھا۔ اس وقت جو لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) موجود تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اس لئے قرآن کے معانی و مطالب معلوم کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آتی تھی۔ تاہم جہاں کہیں انہیں کوئی اشکال ہوتا تھا۔ وہ خود رسول پاک ﷺ سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دوسرے بہت سے مناصب پر فائز کیا تھا وہاں ایک منصب عالی قرآن عزیز کے مفسر و ترجمان ہونے کا بھی تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

﴿وَاَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النمل: ۴۴)

”اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر واضح کریں۔“

چنانچہ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو کہ مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔

حفاظت قرآن کے وعدہ خداوندی کی تکمیل یوں ہوئی کہ الفاظ کو تو حفاظ نے سینوں میں محفوظ کر لیا اور جہاں تک معانی قرآن کا تعلق ہے تو مفسر اعظم جناب رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک مفسرین کرام نے ان کی حفاظت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ ہر دور میں مفسرین نے اپنے ذوق اور علم کے مطابق چھوٹی بڑی تفاسیر لکھیں۔ بہت سے علوم تفسیر میں گھل مل گئے۔ جیسا کہ نحوی علماء نے تفاسیر لکھیں۔ ان میں نحوی مسائل کو سامنے رکھا مثلاً ابوحیان کی تفسیر البحر المحیط۔ علوم عقلیہ کے علماء نے جو تفاسیر

لکھیں ان میں فلسفہ کو مد نظر رکھا مثلاً امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر۔ صوفیاء نے علم تصوف پر اپنی تفاسیر لکھیں مثلاً ابن عربی کی تفسیر ابن عربی۔

زیر نظر تفسیر جناب ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسی کی عظیم المرتبت تفسیر مدارک المتزیل وحقائق التاویل المعروف بہ تفسیر مدارک النسی ہے۔ امام نسی مسلک حنفی تھے۔ حدیث نبوی ﷺ اور اصول فقہ کے امام تھے اور کتاب اللہ کے بہترین مفسر تھے۔

ملکیہ العلم لاہور کو جو عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج میں بڑی عرق ریزی سے کوشاں ہے اس سے پہلے کتب احادیث سنن ابوداؤد (مترجم)، سنن نسائی (مترجم)، سنن ابن ماجہ (مترجم)، جامع ترمذی (مترجم)، موطا امام محمد (مترجم) اور دلیل الفالحین اردو شرح ریاض الصالحین تفسیر انوار البیان اردو پہلی بار کمپیوٹر کمپوزنگ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اسی طرح الحمد للہ پہلی بار تفسیر مدارک جو کہ فقہ حنفی کی بہترین تفسیر ہے کو اردو قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس تفسیر میں درج ذیل خصوصیات ہیں

- ① الفاظ قرآنی کی لغوی اور شرعی تشریح
- ② ہر آیت کے بارے میں قراء کے اقوال
- ③ عربی ضرب الامثال کا جا بجا ذکر۔
- ④ لمحدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔
- ⑤ احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال۔

اس میں قرآنی عربی (کتابت شدہ) لگا کر مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ کا ترجمہ لگا دیا گیا ہے جو کہ عام فہم اور آسان ترجمہ ہے۔

آخر میں استدعا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ بندہ کے والدین کو جنہوں نے مجھے قرآن و حدیث کے کام کی طرف نہ صرف رغبت دلائی بلکہ قدم قدم پر رہنمائی بھی فرمائی (جو الحمد للہ ہنوز جاری ہے) ان کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کریں۔ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں داہرے درے سخیے شامل ہونے والے تمام احباب کو اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے کام کی اور زیادہ توفیق و رغبت عطا فرمائے۔

طالب دعا

خادم العلم والعلماء

خالد مقبول

فہرست

- محمد و عمر و عمر میں فرق ۵۰
 عمر و عمر کا فرق ۵۱
 رب اور عالین کا معنی ۵۲
 طریق استعمال ۵۳
 قیامت کا دن کیا ہے؟ ۵۴
 عبادت کا معنی ۵۵
 عاقب سے خطاب ۵۶
 خاص نکتہ ۵۷
 نکتہ ۵۸
 ہدایت و سراط کا مطلب ۵۹
 فائدہ تاکید ۶۰
 معروف اشکال ۶۱
 مراد غضب اللہ ۶۲
 معنی آمین قول ابن عباس رضی اللہ عنہ ۶۳
 تحقیق لفظ ۶۴

سورة الفاتحة: ۲

- حروف مقطعات کی بحث ۶۵
 جمہور علماء کا قول ۶۶
 بعض دوسروں کا قول ۶۷
 دیگر بعض کا قول ۶۸
 دلیل اعجاز کا دوسرا انداز ۶۹
 تعداد حروف ۷۰
 غرض تکرار ۷۱
 طرز میں فرق کی وجہ ۷۲



سورة الفاتحة: ۱

- اسمائے سورت اور ان کی وجوہ ۷۳
 تعداد آیات ۷۴
 اختلاف قراءہ اور ان کے دلائل ۷۵
 دلائل شوافع رحمہ اللہ ۷۶
 دلائل احناف رحمہ اللہ ۷۷
 جواب روایت ۷۸
 اصول ۷۹
 عادت مشرکین ۸۰
 ایک اعتراض اور اس کا جواب ۸۱
 لفظ اسم کی تحقیق ۸۲
 لفظ اللہ کی تحقیق ۸۳
 علماء ثنوکا اختلاف ۸۴
 اعتقاد کا معنی ۸۵
 دوسرا قول ۸۶
 اختلاف قراءت ۸۷
 لفظ الرحمن و رحیم کی تحقیق ۸۸
 رحمت کا مطلب ۸۹
 مسیلہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول ۹۰
 نحوی اختلاف رحمان نمبر ۹۱
 حمد کی تشریح ۹۲
 مرفوع کی وجہ ۹۳

۱۔ ختم وطبع کا نتیجہ	۱۔ ابتداء میں طرز
۲۔ معقولہ کا مذہب	۲۔ دوسرا قول
۳۔ سع کی مراد	۳۔ ایک اور قول
۴۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول	۴۔ اسم اشارہ کی تذکیر
۵۔ عظیم و کبیر کا فرق	۵۔ المواسم اشارہ کو ملانے کی وجہ
۶۔ نکرہ لانے کی وجہ	۶۔ ریب کا مفہوم و معنی
۷۔ تذکرہ منافقین	۷۔ الریب کی حقیقت
۸۔ قول مجاہد	۸۔ وقف کے متعلق مشہور قول
۹۔ انسان کی وجہ تسمیہ	۹۔ تعریف و ہدایت
۱۰۔ وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرہ	۱۰۔ عنوان کا فرق
۱۱۔ ایک نکتہ	۱۱۔ تراکیب
۱۲۔ رد و کرامیہ	۱۲۔ انوکھا انداز بلاغت
۱۳۔ یُخَدِّعُونَ اللہ	۱۳۔ نکتہ عظیم
۱۴۔ محادعت کا معنی	۱۴۔ الَّذِینَ یُؤْمِنُونَ کی تفسیر
۱۵۔ صاحب الوقوف کا قول	۱۵۔ اقامت کا مطلب
۱۶۔ نفس کی مراد	۱۶۔ معنی صلوٰۃ
۱۷۔ نتیجہ	۱۷۔ اتفاق سے مراد
۱۸۔ معنی شعور	۱۸۔ قاعدہ
۱۹۔ مریض	۱۹۔ نکتہ
۲۰۔ نحو یوں کا قول	۲۰۔ تذکرہ قرآن و کتب سابقہ
۲۱۔ دیگر قراء	۲۱۔ قراءت
۲۲۔ اصلاح و فساد	۲۲۔ علی کی حکمت
۲۳۔ ایک قاعدہ	۲۳۔ مقدر سوال کا جواب
۲۴۔ ایک عبرت	۲۴۔ فلاح کیا ہے؟
۲۵۔ ایک سوال	۲۵۔ عدم عطف کی وجہ
۲۶۔ الف لام	۲۶۔ قاعدہ
۲۷۔ فرق کی وجہ	۲۷۔ سبویہ رحمہ اللہ کا قول
۲۸۔ نحوی تحقیق	۲۸۔ حکمت اور انداز
۲۹۔ شیطا طین کون	۲۹۔ تفسیر ختم

- سیویہ کا قول ۸۰
- استہزاء کا مفہوم ۸۰
- الاستہزاء ۸۰
- امام زجاج ۸۱
- ایک سوال ۸۱
- مسئلہ بیع تعاطی ۸۱
- تجارت کیا ہے؟ ۸۲
- تجارت کا ریگری۔ تاجر کا فن ۸۲
- مفہوم آیت ۸۳
- مثال کی غرض اور حقیقت ۸۳
- مثل کا معنی ۸۳
- نور وضوء کا معنی ۸۳
- وجہ ذکر ۸۳
- نحوی اشارے ۸۳
- تفسیر اول ۸۵
- تفسیر دوم ۸۵
- تشبیہ بلغ ۸۵
- لوٹنے کا مطلب ۸۶
- دوسری حثیل ۸۶
- مراد ۸۶
- تشبیہ مرکب ۸۶
- اولانے کی حکمت ۸۷
- رعد و برق کی حقیقت ۸۸
- صاعقہ آسمانی ۸۹
- کھلا اور اذا کا فرق ۹۰
- سابقہ سے ربط ۹۱
- خطاب عام ۹۱
- یارب کا مطلب ۹۲
- ابن عباس رحمہما اللہ کا قول ۹۲
- تعریف خلق ۹۳
- ولیل تخلیق ۹۳
- لعل کا استعمال ۹۳
- حکمت تدبیر ۹۳
- نحوی تحقیق ۹۳
- معنی نہ ۹۳
- فائدہ عطف ۹۵
- عبد کی تعریف ۹۵
- نزلنا کی حکمت ۹۵
- مقولہ کفار ۹۵
- لفظ سورۃ کی تحقیق ۹۵
- فقہاء کی باریک بینی ۹۶
- نحوی تحقیق ۹۶
- شہداء کا مطلب ۹۶
- سابقہ آیات سے ربط ۹۸
- دو دلائل ۹۸
- کلمہ شک کی وجہ ۹۸
- فائدہ ایجاز ۹۹
- ایک سوال ۹۹
- سابقہ آیات سے ربط ۱۰۰
- بشارت ۱۰۰
- نحوی تحقیق ۱۰۱
- تعریف بشارت ۱۰۱
- ایک اعتراض ۱۰۱
- مراہ صالحات ۱۰۱
- ایک اعتراض ۱۰۱
- جنت کا معنی ۱۰۲
- تفسیر تجری ۱۰۲
- الانہار کی وجہ تعریف ۱۰۲

۱۱۵	سبب و قول	۱۰۳	ایک نکتہ
"	فائدہ و ادو حالیہ	"	من ابتدائیہ
"	تقدیس کا معنی	"	مشابہت نامہ
۱۱۶	اہم تنبیہ	"	و کا مرجع
"	تعلیم اسلام کا مطلب	۱۰۴	مانوس رزق
۱۱۷	استحکاف میں علمی فوائد	"	طہارت کا مطلب
"	نکتہ عجیبہ	۱۰۵	تردید جمیعہ
۱۱۸	سجدہ کی حقیقت	"	سابقہ آیات سے رابطہ
۱۱۹	کونسا مشقی ہے؟	۱۰۶	حیاء کی اصل تعریف
۱۲۰	جنت کی تحقیق	"	منہوم ضرب مثل
"	معزلہ کا قول	"	فوقیت کا مطلب
"	نکتہ	۱۰۷	تفسیر فَاَتَمَّا الْاٰلِیْمٰنَ
۱۲۱	غروش کی وضاحت	"	تفسیر آیات
"	زل کے لفظ کی تفسیر	"	نحوی لطائف
۱۲۲	رابطہ کس طرح؟	۱۰۸	معزلہ کا عقیدہ
"	مخاطب کون؟	"	کثرت کا معنی
۱۲۳	محبوب کلام	۱۰۹	مقصد تمثیل
۱۲۴	ایمان کی مراد	"	مؤمن و کافر کے حراج میں فرق
۱۲۵	تفسیر یعنی اسرائیل کی	"	منہوم فسق
"	انعامات کی مراد	۱۱۱	قطع کی حقیقت
"	فائدہ اضافت	"	تعریف امر
"	اہل اشارہ کا قول	"	نوعیت نقصان
۱۲۶	نحوی تحقیق	"	مقصد استفہام
"	ایک تعریف	۱۱۲	فاء اور فہر کا فرق
۱۲۷	مثنیٰ لکھل کی مراد	"	کفر انوکھا ہے
"	سکھان لہس کا معنی	"	لام کی حکمت
۱۲۸	رکوع کی مراد	۱۱۳	مراد تسویہ
"	بڑ کا مفہوم	۱۱۴	سابقہ آیات سے رابطہ
۱۲۹	وعید یا تنبیہ	"	خلیفہ کی تفسیر

صبر و استقامت	۱۳۸	سبت کی تشریح	۱۳۸
مرجع ضمیر	۱۳۹	مراد متقی	۱۳۹
اللقاء کی تفسیر	۱۴۰	ظروف کا حکم	۱۴۰
معتزلہ کا جواب	۱۴۱	حقیقت واقعہ	۱۴۱
جمع کی حکمت	۱۴۲	ایک سوال و جواب	۱۴۲
سوم کا مفہوم	۱۴۳	وجہ قارض	۱۴۳
سوم عذاب کی مراد	۱۴۴	استفہام و نحو	۱۴۴
فرقان کا معنی	۱۴۵	سرور کیا ہے؟	۱۴۵
قوم سے مراد	۱۴۶	ان شاء اللہ کی برکت	۱۴۶
قتل کا مفہوم	۱۴۷	ہیہ کا مفہوم	۱۴۷
تین فاء	۱۴۸	تفسیر و ما کا دوا	۱۴۸
دلیل معتزلہ	۱۴۹	وجود فضل سے پہلے نسخ	۱۴۹
وجود سزا	۱۵۰	مالنا کیا ہے؟	۱۵۰
آیت ۵۸	۱۵۱	صرف	۱۵۱
تفسیر طہ	۱۵۲	اضرہ کی ضمیر	۱۵۲
اضافہ کا مطلب	۱۵۳	تفسیر آیت ۷۳	۱۵۳
بدلنے کی تشریح	۱۵۴	انداز دلیل	۱۵۴
تفسیر آیت ۶۰	۱۵۵	خصوصی نکات	۱۵۵
پتھر سے مراد کونسا	۱۵۶	تنبیہ عجیب	۱۵۶
طعام واحد کا مطلب	۱۵۷	عجیب نکتہ	۱۵۷
بقول کی تفسیر	۱۵۸	تفسیر آیت ۷۴	۱۵۸
تلخو ذلت	۱۵۹	نحوی لطائف	۱۵۹
معنی آیت	۱۶۰	نسخی کا بیان	۱۶۰
النبی کی تحقیق	۱۶۱	خشیت کی حقیقت	۱۶۱
حدود سے تجاوز	۱۶۲	تفسیر آیت ۷۵	۱۶۲
نصرانی کی وجہ	۱۶۳	تحریف ان کی عادت	۱۶۳
نحوی تفسیر	۱۶۴	امانی کی تفسیر	۱۶۴
رفع طور	۱۶۵	سابقہ آیات سے ربط	۱۶۵
فضل و رحمت	۱۶۶	ام کی اقسام	۱۶۶

۱۶۳	تفسیر ابن عباس	۱۸۱	وجہ قراءت
"	رد خوارج	۱۸۳	کتاب اللہ سے مراد
۱۶۳	تفسیر آیت ۸۲	"	اعراض کی تمثیل
"	تفسیر آیت ۸۳	"	عہد سلسلانی میں شیاطین کی حرکات
"	خبر بصورت نبی	۱۸۴	عطف کہاں ہے؟
"	یتیم کا معنی	"	شیخ ماتریدی کا قول
۱۶۵	قتل و اخراج نفس کی تفسیر	"	من گھڑت حکایت کا رد
۱۶۶	تفسیر شہادۃ	۱۸۵	حموی حکایت
۱۶۷	ہو ضمیر کی وضاحت	"	اہلسنت
"	چار قول	۱۸۶	تفسیر آیت ۱۰۳
"	تفسیر آیت ۸۵	"	کنایت ثواب
۱۶۸	تفسیر آیت ۸۶	۱۸۷	راعنا کی وجہ ممانعت
۱۶۹	تفسیر آیت ۸۷	"	اقسام من
"	مراد بینات	۱۸۸	لفوی معنی
"	القدس کا معنی	"	شرعی تعریف
۱۷۰	ایک نکتہ	۱۸۹	محفل شیخ
"	غلط کی تفسیر	"	شرط شیخ
۱۷۱	قلیل کا مفہوم	"	شیخ کی صورت
۱۷۲	معنی استفہاح	"	تفسیر آیت ۱۰۷
"	اسم ظاہر کا نکتہ	۱۹۰	تفسیر آیت ۱۰۸
"	ان کا معنی	"	تفسیر آیت ۱۰۹
۱۷۳	پے در پے غضب	۱۹۱	
"	تفسیر آیت ۸۱		
۱۷۴	مقولہ یہود کا رد		
۱۷۵	صورت مطابقت		
"	پھنڑے کی محبت کا رچنا		
"	اضافت جھکم		
۱۷۶	مشاقا قان موت		
۱۷۷	تہدید کفار		

۱۹۲	تفسیر آیت ۱۱۰	۱۹۲	سنن
"	ادعاء یہود و نصاریٰ	"	سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول
۱۹۳	باطل تمنا	۲۰۶	مسلمانوں کا مقتدی کا فر نہیں ہو سکتا
"	ذمت اہل کتاب	"	معتزلہ کا قول
۱۹۴	تفسیر آیت ۱۱۳	"	باقی فی الحرم کی دلیل
"	توضیح اہل کتاب	۲۰۷	مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد
۱۹۵	نحوی تراکیب	"	طہارت کا معنی
"	ایک مسئلہ	۲۰۸	ہَلَّا اَمِنَّا کا مطلب
"	جمع کی وجہ	۲۰۹	تفسیر آیت ۱۲۹
۱۹۶	عاجز اند داخلہ کی اجازت	۲۱۰	مراد امت
۱۹۷	اشتبہ قبلہ کا حکم	"	سوال کا مدلل جواب
"	امام شافعی رحمہ اللہ اور جہت قبلہ	"	تفسیر آیت ۱۲۹
۱۹۸	کل کی نحوی تحقیق	۲۱۱	تفسیر آیت ۱۳۰
۱۹۹	تفسیر آیت ۱۱۷	۲۱۲	نحوی تراکیب
"	جلد وقوع کی تمثیل	"	مقاہمت کا مفہوم
"	قول فیصل	"	ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا حکم
۲۰۰	تفسیر آیت ۱۱۸	"	تفسیر آیت ۱۳۱
۲۰۱	تفسیر آیت ۱۱۹	۲۱۳	مرجع ضائر
"	دو تفسیریں	"	چنانچہ ہوا دین
۲۰۲	تفسیر آیت ۱۲۰	"	ثابت قدی کا حکم
"	یہود کے دخول اسلام سے مایوسی	۲۱۴	تفسیر آیت ۱۳۳
"	تفسیر آیت ۱۲۰	"	ام کی اقسام
"	تفسیر آیت ۱۲۱	"	ما کی تفصیل
۲۰۳	حق تلاوت کا مطلب	"	الہ کو دو بارہ لانے کی وجہ
"	تفسیر آیت ۱۲۲	"	نحوی لطائف
۲۰۴	تفسیر آیت ۱۲۳	۲۱۵	غیر کی کمائی کا نام نہ آئے
"	بار دیگر لانے کی وجہ	۲۱۶	حنیف کا مفہوم
"	تقیہ ابتلاء	"	تعریض بر مشرکین
۲۰۵	اکثر مفسرین کا قول	۲۱۷	سبیط کی تفسیر

۲۲۷	دیگر اقوال
۲۲۷	لکیرہ کی تفسیر
۲۲۷	ایمان سے مراد نماز ہے
۲۲۷	توقع رسول اللہ ﷺ
۲۲۸	شطر کا معنی
۲۲۸	واحدی کا قول
۲۲۸	اختلاف قراءت
۲۲۹	عنادی لوگ
۲۲۹	تمنائے یہود کا جواب
۲۳۰	ثبات پر اُبھارنا
۲۳۰	خطاب بامت
۲۳۰	تفسیر آیت تفسیر
۲۳۱	الحق کی مراد
۲۳۱	تفسیر آیت ۱۴۸
۲۳۱	مرجع ضمیر
۲۳۲	نسبت کی تفسیر میں اقوال
۲۳۲	دوسرا قول
۲۳۲	تفسیر آیت ۱۴۹
۲۳۳	تفسیر آیت ۱۵۰ وجہ تاکید
۲۳۳	ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے
۲۳۳	خالم سے مراد کون؟
۲۳۳	طعن سے مت گھبراؤ
۲۳۳	نحوی تحقیق
۲۳۳	تفسیر آیت ۱۵۱
۲۳۳	کاف کا تعلق بالمل سے ہے یا بالبعد سے
۲۳۵	تفسیر آیت ۱۵۲ ذکر کی بابت چھ اقوال
۲۳۵	تفسیر آیت ۱۵۳
۲۳۵	تفسیر آیت ۱۵۴ شہدائے بدر
۲۳۶	عدم شعور کی تفسیر

۲۳۶	تفسیر آیت ۱۳۶
۲۳۶	مثل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال
۲۳۸	انحراف کا مطلب
۲۳۸	غلبہ اہل کتاب
۲۳۸	ممانعت و وعید
۲۳۹	صبغة اللہ مراد حقیقی
۲۳۹	عطف آمنا پر
۲۳۹	بعض کا قول
۲۳۹	تفسیر آیت ۱۳۹
۲۴۱	اُد کونسا ہے؟
۲۴۱	ملجہ منشی کا چھپانے والا خالم
۲۴۱	ماکبت کا ماقصد



۲۴۲	تفسیر آیت ۱۴۲
۲۴۲	سفیہ کی مراد
۲۴۲	قبلہ کا معنی
۲۴۲	درست قبلہ؟
۲۴۲	تفسیر آیت ۱۴۳
۲۴۲	امت وسط کا معنی
۲۴۲	سب سے بہتر قبلہ
۲۴۲	وسط کی تفسیر دوم
۲۴۵	علت امت وسط
۲۴۵	لفظ علی کا راز
۲۴۵	ایک اور تفسیر
۲۴۵	قول شیخ ابومنصور رحمہ اللہ
۲۴۵	القبلہ کی مراد
۲۴۶	نظم کی تفسیر
۲۴۶	قول شیخ ابومنصور رحمہ اللہ

سود و گناہ کا فرق	معمولی مصائب سے آزمائش
تفسیر آیت ۱۷۰	میر و آلے لوگ
تفسیر کا مرجع	کم کا مخاطب
سابقہ آیات سے ربط	تفسیر آیت ۱۵۶
تفسیر آیت ۱۷۱	تفسیر آیت ۱۵۷
مفہوم آیت	رحمت و صلوة کے جمع کی حکمت
تعلق و نداء میں فرق	تفسیر آیت ۱۵۸
سابقہ آیات سے ربط تفسیر آیت ۱۷۲	لا جناح سے نفی گناہ
ما قبل سے ربط	● نکتہ فہمیدہ
میتہ کی تعریف	● نکتہ فہمیدہ
دودم حلال	تفسیر آیت ۱۵۹
نحو و قراءت	مستحقین لعنت
باغی کا معنی	کیا انسان سے مؤمن و کافر دونوں مراد ہیں
اکل بطن کی تشریح	تفسیر آیت ۱۶۲
کلام سے مراد	تفسیر آیت ۱۶۳
تفسیر آیت ۱۷۵	توحید کے دلائل عقلیہ
استفہام توغی	ہواؤں کے پھرنے کا معنی
تفسیر آیت ۱۷۶	عظیم فائدہ
شعاقی بعید کا مطلب	موجد و شرک کا انداز محبت
تفسیر آیت ۱۷۷	اختلاف قراءت
اصلی بر گیا ہے؟	تا کا تلبی بیان حسرت
اختلاف قراءت	تفسیر آیت ۱۶۶
ضمیر کے مراجع	اختلاف قراءت
مسکین کی تعریف	تعریف سبب
یہاں زکوٰۃ سے مراد	تفسیر آیت ۱۶۷
طرز جاہلیت	تفسیر آیت ۱۶۸
مفہوم قصاص	اختلاف قراءت
عقوبی تحقیق	ظاہری تضاد کا ازالہ
حضرت امام زجاج رحمہ اللہ کا بیان	تفسیر آیت ۱۶۹

اجابت کے رخ	توبل جہور
لباس سے تشبیہ کی وجہ	الارخ لانے کی حکمت
حلاش کا مطلب	دوسرا قول
دعا کے کی مشابہت	دلالت آیت
مسئلہ عجیب	تعدی کی تفسیر
آیت سے ماخوذ مسائل	تفسیر آیت ۱۷۹
ناحق فیصلے کی مذمت	قصاص بڑی زندگی ہے
چاند زریعہ وقت ہے	تفسیر آیت ۱۸۰
طریق انصار	مال کو خیر فرمایا
اختلاف قراءت	وصیت وارث
افعال الہی میں حکمت	تفسیر آیت ۱۸۱
مفہوم آیت میں چار اقوال	تفسیر آیت ۱۸۲
حد سے نہ بڑھنے کا مطلب	خوف کا مطلب
تفسیر آیت ۱۹۱	جنت و اللہ کا فرق
وعدۃ الہی	ہر تبدیلی باطل نہیں
فتنہ سے مراد	تفسیر آیت ۱۸۳
اختلاف قراءت	فریضہ روزہ
تفسیر آیت ۱۹۲	روزہ ذریعہ تقویٰ
ظالم سے مراد	حکم مریض
تفسیر آیت ۱۹۳	اختلاف قراءت
تفسیر آیت ۱۹۵	تفسیر و تفسیر
ترک اتفاق ممنوع ہے	رمضان کی وجہ تشبیہ
مخیل کا حکم	قراءت القرآن کا لفظ
احصار کا مفہوم	افطار مرض و سفر میں مباح ہے
مقام ذبح کونسا ہے؟	حکم شکر
نفع اٹھانا کیا ہے؟	عجیب ترتیب
ہدی کے بدلے دس روزے	تفسیر آیت ۱۸۶
فائدہ توقیت	مراد قرب
فسوق کی وضاحت	اختلاف قراءت

۲۹۵	تفسیر آیت ۲۱۲	ایک سوال کا جواب
"	دُنیا کا پسندیدہ بنایا جاتا	اختلاف قراءت
"	ہر توسع نعمت ہے	بہترین زادراہ
۲۹۶	تفسیر آیت ۲۱۳	حج میں تجارت ممنوع نہیں
۲۹۷	امت سے مراد دین ہے	عرفات جمع ہے
"	دوسرا قول	دلیل فرضیت عرفات
۲۹۹	بے قراری انتہاء کو	مشعر حرام کو جمع کہنے کی وجہ
"	اختلاف قراءت	ان مخففہ
۳۰۰	صراحت و مصارف میں حکمت	تفسیر آیت ۱۹۹
"	تفسیر آیت ۲۱۶	افاضہ کا معنی
"	صفت سے مقصود اظہار مبالغہ	معانی مانگو
۳۰۱	اللہ جل شانہ جو فرمائیں کر ڈالو	تفسیر آیت ۲۰۰
"	تفسیر آیت ۲۱۷	طریقہ جاہلیت
۳۰۲	سریہ عبداللہ بن جحش	طریقہ جاہلیت
"	حد بیہ میں روکنا	دُنیا کے طالب
۳۰۳	پیشینگوئی	آخرت کی بھلائی
"	آیت کا مطلب	نار سے مراد
"	کفر سے مراد ارتداد ہے	دُعائے کمائی ہے
۳۰۴	استدلال امام شافعی	سرعت حساب
"	تفسیر آیت ۲۱۸	تفسیر آیت ۲۰۳
۳۰۵	واقعہ عبدالرحمن بن عوف	مراد ذکر
۳۰۶	واقعہ عثمان بن مالک	نفی گناہ کی وجہ
"	ارشاد حضرت علی	دعویٰ محبت سے مقصود دُنیا
"	میسر کا آخذ	نحوی الطائف
"	جوعے کے تیر	فسادی منافق
۳۰۷	لین دین کے متعلق سوال	جاہلی غیرت کی مذمت
"	تفسیر آیت ۲۲۰	اختلاف قراءت
۳۰۸	مداخلت برائے احتیاج	معجزات و دلائل
۳۰۹	تفسیر آیت ۲۲۱	اسباب ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا

تیسری طلاق اور خلع	جامع العلوم
حدود اللہ کی مخالفت	ان سے رشتہ قطع کریں
نحو و قراءت	ان سے سوالات واجب ہے
تفسیر آیت ۲۳۰	اعتزال عورت کا دائرہ
خلع طلاق بدل	امام شافعیؒ کے ہاں صورت جمع
تعبیری حکمت	مقصود جماع بقائے نسل ہے
تفسیر آیت ۲۳۱	بلاغت
لفظ اجل کا معنی	تعلیم آداب
حسن معاشرت کا حکم	عجیب نکتہ
خاتہ رواج	عرضہ کی تفسیر
تاکید عمل	قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا
تفسیر آیت ۲۳۲	لام کی دو قسمیں
بلوغ کا معنی	تفسیر آیت ۲۳۵
عجیب استنباط	بین لغو
واقعہ معقل بن یسارؓ	بین غموس اور مؤاخذہ آخرت
تفسیر آیت ۲۳۳	تفسیر آیت ۲۲۶
باپ کی ذمہ داری	ایلاء کی تحقیق
مولودہ کی تعبیر میں حکمت	تفسیر آیت ۲۳۷
نحو و قراءت	قول شافعیؒ
ضرر کی صورتیں	شاندار جواب
نسبت میں حکمت	امر بصورت خبر
وارث کی تفسیر	قرہ بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل
مصنف کا ذوق سلیم	اس معنی کے تین دلائل عقلیہ
اضافت عدمی کا فائدہ	کتمان کی مراد
انتظار کا مطلب	لفظ زوج کی حکمت
تذکرہ میں لیبالی کا لحاظ	طرفین کے حقوق و جرائز
تفسیر آیت ۲۳۵	بالمعروف سے مماثلت فی الاصلاح مراد ہے
تعریف و کنایہ کا فرق	غیر آیت ۲۲۹
عزم فعل کی طرح ہے	طلاق بدعت

۳۳۸	تفسیر آیت ۲۳۸	۳۳۳	تفسیر آیت ۲۳۶
"	صندوق یکینہ	"	اختلاف آیت
"	فرشتے تابوت الہی	۳۳۵	غیر مومن کا مہر
۳۳۹	تعداد لشکر	"	مستحقین کا حق
۳۴۰	دریاہ رفدطین	۳۳۶	مہینوں میں فرق
"	جابر جالوت	"	کناج کی گرہ والا
۳۴۱	تفسیر آیت ۲۵۰	"	ایک اہم سوال
"	تفسیر آیت ۲۵۱	"	مقام غزوہ
۳۴۲	فیصلہ قضاء و قدر	۳۳۷	تفسیر آیت ۲۳۸
"	تذکرہ دوزخیین	"	نماز عصر کی عظمت
"	ملک سے مراد	"	تفسیری اقوال
"	فساد کا مطلب	۳۳۸	قوت قیام ہے
۳۴۳	آیات کا مفہوم	"	تفسیر آیت ۲۳۹
"	ویل سال	۳۳۹	تفسیر آیت ۲۴۰
		"	نحو و اختلاف قراءت
		"	منسوخ و ناسخ کا ذکر
۳۴۴	تفسیر آیت ۲۵۲	۳۴۰	تفسیر آیت ۲۴۱
"	طاغوت میں تفاوت	"	تفسیر آیت ۲۴۲
۳۴۵	بلند درجات سے مراد	۳۴۱	تفسیر آیت ۲۴۳
"	کفر کا مطلب	"	دیار سے مراد
۳۴۶	ترویج معتزلہ	"	موت موت میں فرق
"	ثبوت ارادہ	۳۴۲	آبادگی بر جہاد
"	تفسیر آیت ۲۵۳	۳۴۳	قرض کہنے کی حکمت
"	عدم تدارک کا دن	۳۴۴	تفسیر آیت ۲۳۶
۳۴۷	دوقول	"	واقعة بنی اسرائیل
"	تفسیر آیت ۲۵۵	۳۴۵	قصہ خروج بنی اسرائیل
"	نہید و انگیزہ کا فرق	۳۴۶	دنیا پرستوں کا مزاج
۳۴۸	سب تھانے والے	"	حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں
"	سے بیان بنی اسرائیل	"	بہ امام

پانچواں

فائدہ سوال	۳۵۹
علم ضروری اور استدلالی کا فرق	۳۶۰
پہاڑ کتنے؟	۳۶۱
رابط آیت	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۱	۳۶۳
انبات کی صورت	۳۶۴
جمع کی وجہ	۳۶۵
احوال پر فیصلہ	۳۶۶
تفسیر آیت ۲۶۲	۳۶۷
من و ایذا کی وضاحت	۳۶۸
خوف و غم کی نفی	۳۶۹
احسان جتانے کا نقصان	۳۷۰
شہداء ارشال	۳۷۱
تفسیر آیت ۲۶۵	۳۷۲
مؤمن کے اتفاق کی مثال	۳۷۳
مثال کے دور رخ	۳۷۴
تفسیر آیت ۲۶۶	۳۷۵
شرات کی مراد	۳۷۶
ریا کار کی مثال	۳۷۷
تفسیر آیت ۲۶۷	۳۷۸
مالی تجارت میں زکوٰۃ	۳۷۹
غمض کا مطلب	۳۸۰
روایت سیدنا ابن عباس	۳۸۱
تفسیر آیت ۲۶۸	۳۸۲
تفسیر آیت ۲۶۹	۳۸۳
فائدہ نمونہ	۳۸۴
تفسیر آیت ۲۷۰	۳۸۵
ظالم سے مراد کون؟	۳۸۶
تفسیر آیت ۲۷۱	۳۸۷
ارشاد مفسرین	۳۸۸

کری کے متعلق اقوال	۳۸۹
بلند اور عزت و جلال والا	۳۹۰
فضیلت آیت الکرسی	۳۹۱
وجہ فضیلت	۳۹۲
تفسیر آیت ۲۵۶	۳۹۳
ایک روایت	۳۹۴
شاید محسوس سے مثال	۳۹۵
تفسیر آیت ۲۵۷	۳۹۶
نور واحد اور ظلمات جمع لانے کی حکمت	۳۹۷
شبہات کی دلدل	۳۹۸
استفہام تعجب	۳۹۹
تفسیر آیت ۲۵۸	۴۰۰
رد معتزلہ	۴۰۱
تحقیق نحو و قراءت	۴۰۲
تلمیس کی قاطع دلیل	۴۰۳
ازالہ وہم	۴۰۴
تفسیر آیت ۲۵۹	۴۰۵
دوسرا قول	۴۰۶
قول حسن بیہید	۴۰۷
جمہور مفسرین بیہید کی رائے	۴۰۸
بیت المقدس کا اجڑنا	۴۰۹
جواز اجتہاد	۴۱۰
مشروب کی جنس	۴۱۱
دو طریق اشتقاق	۴۱۲
گمہ حق کی سواری کا جواز	۴۱۳
مشاقق کا مطلب	۴۱۴
ہذیان کس کی؟	۴۱۵
دلالت کی وجہ سے حذف	۴۱۶
تفسیر آیت ۲۶۰	۴۱۷

۳۹۸	ایک سوال
۳۹۹	نسبت کی تین وجوہ
۴۰۰	تفسیر آیت ۲۸۳
۴۰۱	مؤاخذہ کی حقیقت
۴۰۲	عزم کا حکم
۴۰۳	قول محققین
۴۰۴	صاحب کشف کا قول
۴۰۵	نحو و قراءت
۴۰۶	تکلیف کا مطلب کفایت ہے
۴۰۷	کسب و کسب کا فرق
۴۰۸	اختلاف معتزلہ
۴۰۹	اصر کی مراد
۴۱۰	آیت کی فضیلت

سورۃ العنکبوت

۴۱۱	تفسیر تفسیر آیت ۲۱
۴۱۲	انتقال حرکت کا مسئلہ
۴۱۳	نزل اور انزال کا فرق
۴۱۴	تفسیر آیت ۳
۴۱۵	فرقان کی مراد
۴۱۶	اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے
۴۱۷	وفد ہجران کی آمد
۴۱۸	تشابہات کی توضیح
۴۱۹	اہل بدعت کا طرز عمل
۴۲۰	تشابہ کے نزول کا فائدہ
۴۲۱	ترغیب و نہی
۴۲۲	اللہ ہونا اور وعدہ خلافی متشدد ہیں
۴۲۳	نحو و قراءت

۳۸۲	اختلاف قراءت
۳۸۳	تفسیر آیت ۲۷۲
۳۸۴	تفسیر آیت ۲۷۳
۳۸۵	اصر سوال کی مذمت
۳۸۶	تفسیر آیت ۲۷۴
۳۸۷	مجنون و خطی کی مثال
۳۸۸	نحو نکات
۳۸۹	ربا سے محبت کا حال
۳۹۰	باطل قیاس کا رد
۳۹۱	حرام کو حلال ماننا کفر ہے
۳۹۲	تفسیر آیت ۲۷۶
۳۹۳	تفسیر آیت ۲۷۷
۳۹۴	ایک سوال
۳۹۵	تفسیر آیت ۲۸۰
۳۹۶	تفسیر آیت ۲۸۱
۳۹۷	آخری آیت
۳۹۸	تفسیر آیت دین
۳۹۹	دو وجوہ
۴۰۰	استنباطی مسائل
۴۰۱	امین کا تب کی تعریف
۴۰۲	مدیون کی امداد اقرار ہے
۴۰۳	شروط گواہی
۴۰۴	اختلاف قراءت
۴۰۵	تفسیر
۴۰۶	قراءت و نحو
۴۰۷	نقد میں گواہی
۴۰۸	دو قراءتیں اور مراد نہیں
۴۰۹	تفسیر آیت ۲۸۳
۴۱۰	ارشادی حکم

۴۳۲	بے وقت بھل کی تمنا
۴۳۳	مصدق کلمۃ اللہ
۴۳۴	انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا
۴۳۵	منفرد فضیلت
"	مرتبہ جماعت
۴۳۶	اقلام کی مراد
۴۳۷	مسک ایک عظیم لقب
۴۳۸	کلام مہمد و سہولت
۴۳۹	قرأت و نحو تحقیق
"	معجزات عیسوی
۴۴۰	بعض حلال کردہ اشیاء
"	تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل
۴۴۱	کمر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم
"	متوفیک کی تفسیر
۴۴۲	پیر و کار کی مراد مسلمان
۴۴۳	غیب کی عجیب تر سے تشبیہ
۴۴۴	عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ
"	ایک نحو تحقیق
"	دعوت مہابلہ
۴۴۵	اہم سوالات کے جوابات
۴۴۶	ارباب کا معنی
۴۴۷	روانکاری کا دیگر انداز
۴۴۸	نحو تحقیق
"	ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین
۴۴۹	یہود کے طرز عمل کی مذمت
"	مکسرین نبوت کو خطاب
۴۵۰	تفسیر آیت ۱۷
"	یہود دینہ چال
۴۵۱	یہود کا جھوٹا زعم کہ تو رات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی

"	سوال مقدر کا جواب
۴۵۲	ذریعہ شہادت و شہادت کہا
"	لطیف نکتہ
۴۵۳	وجہ تخصیص
"	صفات صالحین
"	تخصیص محرک وجہ
۴۵۴	سب سے بڑی شہادت
۴۵۵	نحو تحقیق
"	نحو تحقیق
"	آیت کی فسیت
۴۵۶	اسل سبب اختلاف
"	مجاہدین خاص و عام
۴۵۷	استنبہام توہنجی
۴۵۸	قل انبیاء و رزاد
۴۵۹	کتاب یا نبی فیصلہ کرے
"	تفسیر آیت ۲۳
۴۶۰	اسم جلالی کی خصوصیت
۴۶۱	یہود کے تعجب کا جواب
"	لطیف تفسیر
"	دلایل قدرت
۴۶۲	موالات کفار کی ممانعت
۴۶۳	یوم کا فائدہ
"	ہرؤف کی رافقت
۴۶۴	محبت کی حقیقت
۴۶۵	آل عمران کی مراد
"	خندہ کا تذکرہ
۴۶۶	حسرت پر تسلی
"	اعلیٰ قبولیت کا راز
۴۶۷	خراب سے مراد

- تفسیر پہلا مطلب ۳۵۱
- دوسرا معنی ۳۵۲
- تفسیر معنی و مطلب ۳۵۳
- شاہی اعلان ۳۵۴
- یہود میں امین اور خائن طبقہ ۳۵۵
- دعویٰ ہے گناہی کی تردید ۳۵۶
- تاریکین خیانت اللہ کو پسند ہیں ۳۵۷
- ایک اور یہودی چال ۳۵۸
- محبوبیت مسیح کا رد ۳۵۹
- ربانی کون ہیں؟ ۳۶۰
- علم والے ہو تو عمل والے بنو ۳۶۱
- تفسیر کوئی میں تاکید کے لئے لائے ۳۶۲
- قراءت رفع کا معنی ۳۶۳
- تذکرہ یشاق الختین اور دو تفسیریں ۳۶۴
- تاکید برائے احتیاط مزید ۳۶۵
- دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طب نہیں ہو سکتی ۳۶۶
- نحو و قراءت ۳۶۷
- لطیف نکتہ ۳۶۸
- ایک محل نظر قول ۳۶۹
- مرتدین کا حکم ۳۷۰
- بے ڈھنگے بدایت سے محروم رہتے ہیں ۳۷۱
- توبہ کا فائدہ ۳۷۲
- کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں ۳۷۳
- کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے ۳۷۴
- محبوب ترین چیز کا صدقہ ۳۷۵
- یہود کے اعتراض کا جواب ۳۷۶
- حق ناشناس ظالم ہے ۳۷۷
- کذب یہود پر تعریض ۳۷۸
- پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے ۳۷۹
- مکہ کا نام مکہ ہے ۳۸۰
- کعبہ خود نشانات میں سے برا نشان ہے ۳۸۱
- نشان قدم مبارک ۳۸۲
- حرم امن کی مراد ۳۸۳
- ملت مسلمہ کا اقرار ۳۸۴
- لطیف نکتہ ۳۸۵
- تارکب حج پر اللہ غضبناک ہے ۳۸۶
- اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید ۳۸۷
- شاس بن قیس یہودی کی شرارت ۳۸۸
- استغفار تمجی ہے ۳۸۹
- حق تقویٰ کامل اطاعت ہے ۳۹۰
- اعتصام بحبل اللہ کا حکم ۳۹۱
- اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو ۳۹۲
- گرنے والے ٹڑھے کا کنارہ جہنم ۳۹۳
- امر بالمعروف اور نہی منکر کی اہمیت ۳۹۴
- تفرقہ تو یہود و نصاریٰ کی خصلت ہے ۳۹۵
- ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد منافق و اہل کتاب ۳۹۶
- اللہ جل شانہ بلا جرم گرفت نہیں کرتے ۳۹۷
- اہم تنبیہ ۳۹۸
- بہترین امت کا لقب ۳۹۹
- اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے ۴۰۰
- کفار کی معمولی ایذا میں تورا نہیں گی ۴۰۱
- اہل کتاب کی عدل والی جماعت ۴۰۲
- مزید اعلیٰ خصائص کا تذکرہ ۴۰۳
- مخصوص صفات کی وجہ ۴۰۴
- خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں ۴۰۵
- کفار کو مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے ۴۰۶

پانچواں

- دنیوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال ----- ۳۸۷
- منافع کی دوستی سے ممانعت ----- ۳۸۸
- الغبال ----- ۳۸۹
- منافقین کے بغض کی شدت ----- ۳۸۹
- توبخ مؤمنین ----- ۳۹۰
- منافقین سے موالیات کی غلطی ----- ۳۹۱
- کلمہ بدوعا ----- ۳۹۲
- اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال و اقوال سے واقف ہے ----- ۳۹۳
- بشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کا دامن تھام لو ----- ۳۹۴
- غزوہ احد کو روانگی بدھ کے روز ----- ۳۹۵
- بنو حارثہ و بنو سلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت ----- ۳۹۶
- بدر کی یاد دہانی ----- ۳۹۷
- قلعت کی کیفیت ----- ۳۹۸
- دوسرا بدل ----- ۳۹۹
- استفہام انکاری ----- ۴۰۰
- فوری و کافی مدد ----- ۴۰۱
- نشان دار گھوڑے ----- ۴۰۲
- فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے ----- ۴۰۳
- قتل کفار کی بشارت ----- ۴۰۴
- تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ----- ۴۰۵
- اللہ تعالیٰ کی مغفرت عامہ ----- ۴۰۶
- سود کی مذمت ----- ۴۰۷
- سب سے زیادہ خوف والی آیت ----- ۴۰۸
- اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے ----- ۴۰۹
- مفسرین بیہیدہ کا ارشاد ----- ۴۱۰
- مسارعت مغفرت و جنت ----- ۴۱۱
- روایات جنت کی عمدہ تظہیر ----- ۴۱۲
- قرأت و نحو ----- ۴۱۳
- ایک سوال کا جواب ----- ۴۱۴
- غصہ پینے والے کا مرتبہ ----- ۴۱۵
- معافی کی فضیلت ----- ۴۱۶
- تائب پر شیطان کا نالہ ----- ۴۱۷
- عدم اصرار کا فائدہ ----- ۴۱۸
- بخشش کے مستحقین ----- ۴۱۹
- سنن کی مراد و قائل ----- ۴۲۰
- تکالیف احد پر تسلی ----- ۴۲۱
- علوی تفسیر ----- ۴۲۲
- تسلی مؤمنین ----- ۴۲۳
- تبادلہ کی حکمت اول ----- ۴۲۴
- تبادلہ کی حکمت دوم ----- ۴۲۵
- جنت میں داخلہ بلا جہاد و مجاہدہ نہیں ----- ۴۲۶
- تمنائے موت پر توبخ ----- ۴۲۷
- خبر شہادت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تاثرات کا ازالہ ----- ۴۲۸
- برایک کی موت مشیت سے ہے ----- ۴۲۹
- جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے و داور نہ ہی سستی کرو ----- ۴۳۰
- میدان جنگ میں دُعا مستقل ہتھیار ہے ----- ۴۳۱
- طالبین آخرت محسنین ہیں ----- ۴۳۲
- کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے ----- ۴۳۳
- القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے ----- ۴۳۴
- واقعہ احد اور روایات ----- ۴۳۵
- مسلمان کیلئے ابتلاء و نصرت دونوں رحمت ہیں ----- ۴۳۶
- غم بالائے غم دیا ----- ۴۳۷
- مؤمنوں پر اونگھ کا نزول ----- ۴۳۸
- مؤمن و منافق کے طرز عمل میں فرق ----- ۴۳۹
- ولی روگ کا چالچی سے اظہار ----- ۴۴۰
- بہر حال فیصلہ تقدیر نافذ العمل ہے ----- ۴۴۱
- تذکرہ لغزش اور لطف و قرب میں اضافہ ----- ۴۴۲

BestUrduBooks.wordpress.com

۵۶۷	تفسیر آیت ۸
"	دستور کی بات
"	تفسیر آیت ۹
۵۶۸	اوصیاء کو نصیحت
"	آگ کھانے کا مطلب
۵۶۹	تفسیر آیت ۱۱
"	لڑکے لڑکی کا حصہ
۵۷۰	دولڑکیوں کا حصہ
"	دو ٹکٹ سے کم نہ ہوگا
۵۷۱	فائدہ بدل
"	بطور فرض حصہ
"	ماں باپ کا حصہ
"	ایک صورت
"	ایک اور صورت
۵۷۲	فرض و وصیت مقدم
"	تقدیم دین کی حکمت
"	آیت کا مطلب
۵۷۳	جملہ معترضہ
"	تفسیر آیت ۱۲
"	میاں بیوی کی وراثت
۵۷۴	کالہ کی میراث
"	ضمیر مفرد کی وجہ
	ورثاء کی اقسام
۵۷۵	نمبر ۱۔ اصحاب فرائض
"	ماں کے بیٹے
۵۷۶	دادا
"	ماں
"	دادی
"	قاعدہ

"	تین تراکیب
۵۵۴	نحوی تحقیق
"	صبر و تقویٰ کا میابی کا راز ہے
۵۵۵	فضیلتِ سورت
	سُورَةُ النِّسَاءِ ۴
۵۵۶	صورتِ تخلیق
۵۵۷	ایک سوال کا جواب
"	کامل نعت کا شکریہ
۵۵۸	نحوی تحقیق
"	تفسیر آیت ۲
"	یتیم کا معنی
"	آیت کا مطلب
"	حبش کی مراد
۵۵۹	نحو و صرف
"	تفسیر آیت ۳
"	طاب کا معنی طلال
۵۶۰	ایک سوال نکاح میں اعداء کے تکرار کی حکمت
"	ایک تفسیر عجیب
۵۶۱	حسن ادا یعنی مہر
"	طیب نفس لازم
۵۶۲	اباحت میں مبالغہ
۵۶۳	اموال کی حفاظت کرو
۵۶۴	معروف و منکر کا فرق
"	تفسیر آیت ۶
"	عاقل مجاز تجارت ہے
۵۶۵	آیت کا مطلب
"	حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو
۵۶۶	تفسیر آیت ۷
"	واقعہ ام ٹک

زواج	تفسیر آیت ۲۳ بیان محرمات
زوجہ	عمات سے مراد
العصبات	حرم رضاعت
ذوی الارحام	عقد کی محرمات
تفسیر آیت نمبر ۱۳	حجہ کی قید کا مطلب
تفسیر آیت ۱۴	اصلاح کی قید سے متنبی کو خارج کیا
لفظ ومعنی کا لحاظ	رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے
تردید غوارج	امام محمد بیسے کا قول
تفسیر آیت ۱۵	
سبیل کی وضاحت	
تفسیر آیت ۱۶	
اولی حد زنا	
تین اقسام حد	
اعتراف ابن حجر بیسے	
تفسیر آیت ۱۷	
جہالت کی قید کا فائدہ	
ترغیب توبہ	
تفسیر آیت ۱۸	
طریق جاہلیت کا خاتمہ	
فائدہ مہمہ	
بدسلوکی میں اجازت خلع	
مفہوم و مطلب	
تفسیر آیت ۲۰ ایک جاہلانہ روش	
تحریف بہتان	
تفسیر آیت ۲۱	
احناف کی دلیل	
پختہ وعدہ کی مراد	
باپ کی موطوءہ حرام ہے	
اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی	

فہرست

تفسیر آیت ۲۴	لوٹیوں کی حلت
لطیف استدلال	
تفسیر آیت ۲۵	
روایت ابن عباس	
بلا مال مثول مبرا ادا کرو	
یہاں محسنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں	
اللعن کا معنی	
تفسیر آیت ۲۶	
تفسیر آیت ۲۷	
شہوت پرستوں کا مقصد	
تخصیص تجارت کی وجہ	
قتل نفس کیا ہے؟	
کہا رتین ہیں	
سورۃ نساء کی آٹھ آیات ساری دنیا سے بہتر	
معتزلہ کا استدلال	
شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے	
بیجا تمنا کی ممانعت	
تقسیم ربانی پر راضی رہو	

- ۶۱۲۔ شرط میں چار اشیاء۔
- ۶۱۳۔ معنی صید۔
- ۶۱۴۔ تفسیر کے معنی کی وضاحت۔
- ۶۱۵۔ تفسیر آیت ۲۵۔
- ۶۱۶۔ تحریف مواضع کی مثال۔
- ۶۱۷۔ کلمہ مدح و قدح۔
- ۶۱۸۔ مراد راغنا۔
- ۶۱۹۔ حق کو باطل کی طرف موڑنا۔
- ۶۲۰۔ طمس وجود کا معنی۔
- ۶۲۱۔ دو میں سے ایک عذاب۔
- ۶۲۲۔ شرک مغفور بالتوبہ۔
- ۶۲۳۔ محبوب ترین آیت۔
- ۶۲۴۔ معتزلہ کا قول اور اس کا جواب۔
- ۶۲۵۔ اللہ کا تزیہ معتبر ہے۔
- ۶۲۶۔ یہود کی شدت بخل۔
- ۶۲۷۔ یہود کو الزامی جواب۔
- ۶۲۸۔ دوسری تفسیر۔
- ۶۲۹۔ تفسیر آیت ۵۶۔
- ۶۳۰۔ خوبصورت سایہ میں داخلہ۔
- ۶۳۱۔ تمام فرائض امانتیں۔
- ۶۳۲۔ عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے۔
- ۶۳۳۔ نحو و قراءت۔
- ۶۳۴۔ آیت ربط۔
- ۶۳۵۔ بشر منافق اور یہودی کا قصہ۔
- ۶۳۶۔ طاغوت سے مراد کون ہے؟
- ۶۳۷۔ ضلال بعید کیا ہے۔
- ۶۳۸۔ تفسیر آیت ۶۱۔
- ۶۳۹۔ منافقین کو وعید۔
- ۶۴۰۔ اعراض کا مفہوم۔
- ۶۴۱۔ حسد و رشک میں فرق۔
- ۶۴۲۔ درجہ بمطابق عمل۔
- ۶۴۳۔ اللہ سے سوال میں بخل۔
- ۶۴۴۔ اہل عقد کو وصیت سے حصہ ملے گا۔
- ۶۴۵۔ اسباب فضیلت۔
- ۶۴۶۔ عورتوں کی تقسیم۔
- ۶۴۷۔ کنایہ ترک جماع۔
- ۶۴۸۔ اللہ کی عظمت کا خیال کرو۔
- ۶۴۹۔ تفسیر آیت ۳۵۔
- ۶۵۰۔ ضمیر کا مرجع۔
- ۶۵۱۔ ضما کر کے مراجع اور اصلاح ذات البین۔
- ۶۵۲۔ خلاصہ عبودیت اور احکام شرعیہ۔
- ۶۵۳۔ ہم مجلس کی مراد۔
- ۶۵۴۔ تفسیر آیت ۳۷۔
- ۶۵۵۔ نحو و قراءت۔
- ۶۵۶۔ مفہوم آیت۔
- ۶۵۷۔ الفاظ کا یا ہی فرق۔
- ۶۵۸۔ اظہار نعت۔
- ۶۵۹۔ واقعہ عجیبہ۔
- ۶۶۰۔ تفسیر آیت ۳۹۔
- ۶۶۱۔ ذرہ کی تحقیق۔
- ۶۶۲۔ نحو و قراءت۔
- ۶۶۳۔ رد معتزلہ۔
- ۶۶۴۔ قیامت کی گواہی۔
- ۶۶۵۔ قراءت و نحو۔
- ۶۶۶۔ نشہ میں کلمہ کفر کا حکم۔
- ۶۶۷۔ حبس کی تفصیل۔
- ۶۶۸۔ مسجد اور جنابت۔
- ۶۶۹۔ پانی نہ پانے کی حدود۔

۶۳۳	استنباط والے صحابہ مجرم	۶۳۸	شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ
"	سابقہ آیات سے ربط	۶۳۹	تفسیر آیت ۶۵
۶۳۳	تہجد جہاد کا امر	۶۴۰	تسلیم کا معنی
"	شفاعتِ حسنہ اور سینات	"	تفسیر آیت ۶۶
۶۳۵	سلام کی انتہاء و برکات	"	قتلِ افس کا مطلب
"	سلام کے مسائل	"	جواب سوال مقدر
۶۳۶	یہود کے سلام کا حکم	۶۳۱	خوب رفاقت والے
"	ایک اشکال اور اس کا حل	"	فضل کیا ہے
۶۳۷	اللہ سب سے زیادہ سچے	۶۳۲	صرف لغت
"	منافقین کے لئے فیصلہ کن قول	۶۳۳	اکٹھے لکنا
۶۳۸	گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو	"	تفسیر آیت ۷۲
"	اشاعرہ کی دلیل	"	جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں
"	اسلام سے پہلے سوالات نہیں	۶۳۳	مخلصین کو جہاد لازم ہے
۶۳۹	معاہدہ والوں کا قتل جائز نہیں	"	دوسری تفسیر
۶۵۰	تفسیر آیت ۹۱	"	مقبول کوشش برائے اعزازِ دین
۶۵۲	کافر کا خون مباح، مومن کا حرام	۶۳۵	مستضعفین کون لوگ ہیں؟
"	حکمت تحریر	۶۳۶	کمزوروں کی ذمہ داری
"	آزادی میں زندگی	"	معاون کی مراد
۶۵۳	دیت ترکہ کی طرح ہے	۶۳۸	کید شیطانی
"	دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم	۶۳۹	تفسیر آیت ۷۸
۶۵۴	خلود سے طول قیام مراد	"	اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں
۶۵۵	معاملہ کی تحقیق کرو	۶۴۰	تردید معترکہ
۶۵۶	واقعہ مرداس بن نبیک جوتھ	"	تفسیر آیت ۸۰
"	تفسیر کا مفہوم	۶۴۱	ملح ساز منافق
۶۵۷	قاعدہ و مجاہد برابر نہیں	"	اللہ خود انتقام لے گا
"	ایک سوال کا جواب	"	تقلید جامد کی تردید
۶۵۸	آیت کا مطلب	"	اختلاف کا مطلب
"	تفسیر آیت ۹۷	۶۴۲	تردید ملحدین
۶۵۹	تفسیر آیت ۹۸	"	تا تجربہ کار لوگ

[illegible]

معنی الرفع ۶۶۰

ہجرت الی اللہ ۶۶۱

نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی ۶۶۲

قصر صدق ہے ۶۶۳

وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ ۶۶۴

صلوۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں ۶۶۵

سجدہ نماز مراد ہے ۶۶۶

دشمن سے محتاط رہو ۶۶۷

تین طرح کی تفسیر ۶۶۸

تلقین صبر ۶۶۹

طہ بن ابرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہما کا واقعہ ۶۷۰

معصیت خیانت ہے ۶۷۱

گناہ سے گناہ ملتا ہے ۶۷۲

حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عز و جل ہے ۶۷۳

کلام دل کا قصد ہے ۶۷۴

ظلم کی مراد ۶۷۵

تعریف بہتان ۶۷۶

بنی ظفر کا طرز عمل ۶۷۷

نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے ۶۷۸

ایک اشکال کا جواب ۶۷۹

اجماع حجت ہے ۶۸۰

شرک کی معافی نہیں ۶۸۱

اصنام کو اناث کہنے کی وجہ ۶۸۲

شیطان چالیس ۶۸۳

استفہام بمعنی نفی ۶۸۴

جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے ۶۸۵

ایمان دخول جنت کا اصل سبب ہے ۶۸۶

لفظ طہیل کی تحقیق و تخریف ۶۸۷

جملہ کافرانہ ۶۸۸

- ۷۲۷۔ شکار کے متعلق ہدایات۔
- ۷۲۸۔ یہ قید احتمالی ہے۔
- ۷۳۰۔ ارادہ فعل فعل ہے۔
- ۷۳۱۔ جمہور کا قول۔
- ۷۳۲۔ مقتدر مرح کا مسئلہ۔
- ۷۳۳۔ رازی کا قول۔
- ۷۳۴۔ میثاق سے مراد۔
- ۷۳۵۔ کفار سے بھی عدل کرو۔
- ۷۳۶۔ بنو قریظہ کی غداری۔
- ۷۳۷۔ نیک اعمال پر کفارہ سیئات کا وعدہ۔
- ۷۳۸۔ ولوں کی قساوت۔
- ۷۳۹۔ گناہ سے علم بھولتا ہے۔
- ۷۴۰۔ تفسیر آیت ۱۴۔
- ۷۴۱۔ نور کی مراد۔
- ۷۴۲۔ سبل سلام کیا ہے؟
- ۷۴۳۔ مذہب نصاریٰ۔
- ۷۴۴۔ حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں۔
- ۷۴۵۔ فطرت رسل کا زمانہ۔
- ۷۴۶۔ خوشحالی کی نعت۔
- ۷۴۷۔ ندس، شام کی سرزمین میں داخلے کا حکم۔
- ۷۴۸۔ بزدلی کی انتہاء۔
- ۷۴۹۔ غلبے کا وعدہ۔
- ۷۵۰۔ جہاد سے پس و پیش۔
- ۷۵۱۔ غم و شکوہ کا اظہار۔
- ۷۵۲۔ ایک اعتراض۔
- ۷۵۳۔ فاسق قابل افسوس نہیں۔
- ۷۵۴۔ منائیل و قاتیل کا واقعہ۔
- ۷۵۵۔ ایک لطیفہ۔
- ۷۵۶۔ ہاتل کو سب خبری میں قتل کیا گیا۔
- ۷۵۷۔ بے وقت شرمندگی۔
- ۷۵۸۔ مرثیہ آدم علیہ السلام کی روایت من گھڑت ہے۔
- ۷۵۹۔ بنی اسرائیل کیلئے قانون قصاص۔
- ۷۶۰۔ ایک کی زندگی سبکی کی زندگی۔
- ۷۶۱۔ محاربین کی اقسام اربعہ۔
- ۷۶۲۔ قرب الہی کا ذریعہ۔
- ۷۶۳۔ قیامت کے دن فدیہ کی نفی۔
- ۷۶۴۔ چوری کی سزا۔
- ۷۶۵۔ تائین کا ذکر۔
- ۷۶۶۔ بخشش مطیع۔
- ۷۶۷۔ منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں۔
- ۷۶۸۔ مقصد پرست یہود کا طرز عمل۔
- ۷۶۹۔ تردید مغزلہ۔
- ۷۷۰۔ فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم۔
- ۷۷۱۔ آپ کی حکیم پران کی رضامندی قابل تعجب ہے۔
- ۷۷۲۔ تورات ہدایت و نور ہے۔
- ۷۷۳۔ اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے۔
- ۷۷۴۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
- ۷۷۵۔ یہود میں قصاص کی اصل نوعیت۔
- ۷۷۶۔ انجیل میں بھی ہدایت و روشنی اتاری۔
- ۷۷۷۔ عالم فاسق کا فری و ضاحت۔
- ۷۷۸۔ بین ید کا استعمال۔
- ۷۷۹۔ قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتح کا فائدہ۔
- ۷۸۰۔ شرائع فاسق کا حکم۔
- ۷۸۱۔ جلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ۔
- ۷۸۲۔ فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں۔
- ۷۸۳۔ بعض گناہ شدید مہلک۔
- ۷۸۴۔ تمام کفر ایک ملت ہے۔
- ۷۸۵۔ قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے۔

۷۸۷ ----- ج

قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آ جائیں گی۔ ۸۲۳
 نبوتِ انوار سے جبریتِ کبر و ان کی بلائیتِ تکذیب کی وجہ سے
 ہوئی۔ ۸۲۴
 عدمِ مہلت زیادہ شدہ ہے۔ ۸۲۵
 فرشتہ لباسِ انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے۔ ۸۲۶
 تسلیہ رسول اللہ ﷺ
 نکلتے اور شر نے کافروں۔ ۸۲۷
 رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی۔ ۸۲۸
 دو تراکیب۔ ۸۲۹
 جب وہ مدبرِ کائنات سے توہر حرکت و سکون کا۔ ۸۳۰
 ہے۔ ۸۳۱
 نحو و قراءت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار۔ ۸۳۲
 اگر میں بھی نہ فرمائی کروں تو عذاب کا خطرہ تم سے۔ ۸۳۳
 نفع و نہر پر اختیار اسی کو ہے۔ ۸۳۴
 نحوی ترکیب۔ ۸۳۵
 قرآن کے وحی ہونے پر اللہ کی شہادت کافی ہے۔ ۸۳۶
 اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں۔ ۸۳۷
 یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں۔ ۸۳۸
 تمام کا حشر۔ ۸۳۹
 کفر کا بے وقت انکار۔ ۸۴۰
 اپنے منہ اپنی تکذیب۔ ۸۴۱
 قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دلوں پر پردے
 ہیں۔ ۸۴۲
 دہرے گناہ کے مرکب۔ ۸۴۳
 تکذیب پر قیامت میں افسوس۔ ۸۴۴
 دنیا کی رسوائیاں سامنے آئیں۔ ۸۴۵
 بحث کے منکر اقراری بن جائیں گے۔ ۸۴۶
 منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔ ۸۴۷
 متقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا سب کھیل تماشا ہیں۔ ۸۴۸

ایک امتِ ارض اور اس کا جواب۔ ۸۴۹
 سمندری شکار کی حلت۔ ۸۵۰
 کعبہ لوگوں کی بقا کا سبب ہے۔ ۸۵۱
 تفسیر آیت ۹۸۔ ۸۵۲
 رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے۔ ۸۵۳
 اللہ نے حبیب کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ ۸۵۴
 بیجا سوالات کی ممانعت۔ ۸۵۵
 ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں۔ ۸۵۶
 محرمات جاہلیت کی تہذیب۔ ۸۵۷
 آپ کی تہذیب میں ان سے انکار۔ ۸۵۸
 ان حد کے متعلق خود و عطا نے (تمکین ہونے) کی ضرورت نہیں
 واقعہ تحیم وعدی۔ ۸۵۹
 قسمہ حالیہ پر فیصلہ۔ ۸۶۰
 ایک سوال کا جواب۔ ۸۶۱
 تفسیرین کی توحیح سیکھ انبیاء علیہ السلام سے۔ ۸۶۲
 تہذیب و اخلاق۔ ۸۶۳
 حواریوں کا مطالبہ۔ ۸۶۴
 مشاہدہ معجزہ اضافہ علم کیلئے۔ ۸۶۵
 نزولِ مانعہ کی دعا اور قبولیت۔ ۸۶۶
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال۔ ۸۶۷
 جواب عیسوی۔ ۸۶۸
 مغفرت و سزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں۔ ۸۶۹
 سچائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے۔ ۸۷۰
 ملکیت عامہ سے ثبوتِ قدرت۔ ۸۷۱
 تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے۔ ۸۷۲
 سہادت کے جمع اور ارش کے منفرد لانے کی وجہ۔ ۸۷۳
 نبوی تحقیق نمبر ۱۔ ۸۷۴
 خالق وہی چہرہ جس شک میں پڑے ہیں۔ ۸۷۵
 تہذیب و اخلاق میں سوچ نہ ہونے سے ہے۔ ۸۷۶

۸۵۰۔۔۔۔۔ میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا، وہ تو گمراہی ہے۔
 ۸۵۱۔۔۔۔۔ میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے۔
 ۸۵۲۔۔۔۔۔ وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے۔
 ۸۵۳۔۔۔۔۔ تم ہر وقت اس کے احاطہ علم و قدرت میں ہو۔
 ۸۵۴۔۔۔۔۔ قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا۔
 ۸۵۵۔۔۔۔۔ صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے۔
 ۸۵۶۔۔۔۔۔ تمام معاملات سچے مولا کے پاس۔
 ۸۵۷۔۔۔۔۔ اندھیروں میں پھٹتے ہو تو اسی کو بلاتے ہو۔
 ۸۵۸۔۔۔۔۔ نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ تعجب ہے۔
 ۸۵۹۔۔۔۔۔ ہر طرح کی پکڑ پھراسے ہر وقت کامل قدرت ہے۔
 ۸۶۰۔۔۔۔۔ سچے قرآن کو جھٹلایا عذاب کا انتظار کرو۔
 ۸۶۱۔۔۔۔۔ وہ اپنے وقت پر آئے گا، پھر خیر ہوگی۔
 ۸۶۲۔۔۔۔۔ قرآن پر طعن والوں کے پاس مت بیٹھو۔
 ۸۶۳۔۔۔۔۔ ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا۔
 ۸۶۴۔۔۔۔۔ دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے۔
 ۸۶۵۔۔۔۔۔ گمراہ کو غول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی۔
 ۸۶۶۔۔۔۔۔ ہدایت صرف اسلام باقی سب گمراہی۔
 ۸۶۷۔۔۔۔۔ فرمانبرداروں کے طرق۔
 ۸۶۸۔۔۔۔۔ اللہ خالق اور کامل علم و قدرت والا ہے۔
 ۸۶۹۔۔۔۔۔ ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ و نصیحت کرنا۔
 ۸۷۰۔۔۔۔۔ بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی۔
 ۸۷۱۔۔۔۔۔ نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی۔
 ۸۷۲۔۔۔۔۔ غروب سے تعمیر پذیر پریشاندار استدلال۔
 ۸۷۳۔۔۔۔۔ مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تاکہ اعتراض دلیل بن جائے۔
 ۸۷۴۔۔۔۔۔ مثبت انداز میں تذکرہ توحید۔
 ۸۷۵۔۔۔۔۔ میرا رب نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا۔

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے
 ۸۳۹۔۔۔۔۔ تسمی کا دوسرا انداز۔
 ۸۴۰۔۔۔۔۔ آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر
 ۸۴۱۔۔۔۔۔ ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے۔
 ۸۴۲۔۔۔۔۔ منہ مانگی نشانی کا مطالبہ۔
 ۸۴۳۔۔۔۔۔ عظمت قدرت کے کھلے دلائل۔
 ۸۴۴۔۔۔۔۔ قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں۔
 ۸۴۵۔۔۔۔۔ کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے۔
 ۸۴۶۔۔۔۔۔ اس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو۔
 ۸۴۷۔۔۔۔۔ سختیاں جھکانے کے لئے اترتی ہیں۔
 ۸۴۸۔۔۔۔۔ ترک تضرع میں بھی عناد آ گیا۔
 ۸۴۹۔۔۔۔۔ اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں
 ۸۵۰۔۔۔۔۔ کی طرف بھاگو گے۔
 ۸۵۱۔۔۔۔۔ اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی
 ۸۵۲۔۔۔۔۔ بنو گے۔
 ۸۵۳۔۔۔۔۔ انبیاء مبشر و منذر ہیں منہ مانگی آیات کے لئے نہیں۔
 ۸۵۴۔۔۔۔۔ فسق و کفر سبب عذاب ہے۔
 ۸۵۵۔۔۔۔۔ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور
 ۸۵۶۔۔۔۔۔ وہ نبوت ہے۔
 ۸۵۷۔۔۔۔۔ میں تو آخر بلا ڈرو والوں کے لئے منذر ہوں۔
 ۸۵۸۔۔۔۔۔ فقر و بچاہ جہنم کو اپنے پاس سے ہٹانے کی ممانعت۔
 ۸۵۹۔۔۔۔۔ یہ جواب نفی ہے۔
 ۸۶۰۔۔۔۔۔ کثرت دنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے۔
 ۸۶۱۔۔۔۔۔ شان فقراء اول ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی
 ۸۶۲۔۔۔۔۔ قراءت و نحو۔
 ۸۶۳۔۔۔۔۔ تجرموں کے راستہ کی وضاحت تاکہ ہر ایک دیکھ کر چلے۔

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقام خوف

میں ہو ۸۶۳-----

شرک سے بچنے والا مومن ہے ۸۶۴-----

ابراہیم علیہ السلام کے دلائل قاہرہ ہم نے دیئے ۸۶۵-----

ایک استدلال ۸۶۶-----

نذمت شرک کیا انوکھا انداز ۸۶۷-----

ہولاء کی مراد ۸۶۸-----

تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول دین ایک ہیں ۸۶۹-----

یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار ۸۷۰-----

اتم القرنی کا لقب ۸۷۱-----

تمام افتراء والے شامل ہیں مدعیان نبوت ہوں یا اور ۸۷۲-----

روح کو بلا مہلت نکالنے کی تعبیر ۸۷۳-----

منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل ۸۷۴-----

مزید دلائل ۸۷۵-----

مزید دلائل سورج و چاند زریعہ حساب ۸۷۶-----

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملاہست

ہے ۸۷۷-----

مستقر و مستورع کی تفسیر ۸۷۸-----

آسمان سے پانی بھی اتارا اور اس سے نباتات بے شمار

اُگائیں ۸۷۹-----

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہ کا شریک بنایا حالانکہ وہ

شرکت سے منزہ ہے ۸۸۰-----

اجسام کو بلا نمود نہ وجود دینے والا ۸۸۱-----

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے ۸۸۲-----

معتزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رویت برحق

ہے ۸۸۳-----

بصائر سے بصیرت والے کو نبی قائمہ ہے ۸۸۴-----

آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ

اکتواہل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے ۸۸۵-----

وحی پر چلتے رہیں ۸۸۶-----

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر ۸۸۷-----

جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا ۸۸۸-----

معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے ۸۸۹-----

یہ قبول حق سے عاری ہیں ۸۹۰-----

پانچواں باب

ایمان والوں کے شاید کے جواب ۸۹۱-----

وہ شیطانی کورک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے ۸۹۲-----

وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر اور جھکیں ۸۹۳-----

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے ۸۹۴-----

قرآن صدق و عدل میں کامل ہے ۸۹۵-----

کفار گمان کے پیرو ہیں ۸۹۶-----

اللہ سچے مومن اور کافرو جانتا ہے ۸۹۷-----

حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے ۸۹۸-----

جو خواہشات سے حلال و حرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی

تعلق نہیں ۸۹۹-----

خلائیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو ۹۰۰-----

حرمت متروک التسمیہ عمدا ۹۰۱-----

مؤمن تو نور ایمان و حکمت سے تفسیر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا

ہوا ہے ۹۰۲-----

اقدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں ۹۰۳-----

احتجاج کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے ۹۰۴-----

ہر دل نور ایمان و نبوت کے قابل نہیں ۹۰۵-----

قرأت و نحو ۹۰۶-----

یہ سیدھی راہ ہے شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے ۹۰۷-----

ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں ۹۰۸-----

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعتراض مجرمین ۹۰۹-----

کنہ ہم جنس با ہم جنس پرواز ۹۱۰-----

تا خواندگی کے عذر کا خاتمہ ۸۹۳
 ک آثار کر حجت تمام کردی ۹۱۲
 واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں ۹۱۳
 فرقہ بندی میں صحیح راہ ۹۱۴
 نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا
 میں ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوں آؤ مان لو ۹۱۵
 خلاصہ ملت عبادت باری اور شرک سے بیزاری
 میں تو حقیقی رب کو ماننے والا ہوں ۹۱۶
 زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے آنے والے حساب کو آیا
 ہوا سمجھو

سُورَةُ الْاَنْجَمِ

تسلیم رسول اللہ کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں ۹۱۷
 ایک سوال کا جواب ۹۱۹
 ایک اور سوال
 مقدّمات عذاب کے وقت اعتراف جرم
 قیامت کی مسئولیت برائے تو بیخ ۹۲۰
 وزن اعمال اطہار انصاف اور قطع معذرت کیلئے ہے
 خفت وزن ۹۲۱
 انعامات معیشت کا تذکرہ ۹۲۳
 تخلیق انسانی کا ذکر
 سوال تو بیخ
 شیطانی قیاس اور اس کی غلطی
 ذلت لازمہ تکبر ہے ۹۲۴
 مطالبہ مہلت
 مہلت کا ملنا
 مہلت کے بعد بڑا بول
 آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش ۹۲۵
 شیطان کی دوسرا اندازی
 طریق دوسرہ

رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی ۸۹۳
 خبردار کئے بغیر عذاب نہیں آتا
 انہما کا استدلال
 وہ بے نیاز رحیم ہے
 بعث ہوگا مگر کرچھوٹ نہیں سکتے
 انہما کا لطیف انداز ۸۹۵
 کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت
 مشرکین کے قباح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ ۸۹۸
 افتراء پر دانی کے مزید نمونے
 ایجاد کردہ مصنوعی شرائط
 یہ تمام حماقت کے چکر ہیں ۸۹۹
 حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دواور اسراف سے بچو
 پالتو جانوروں کی اقسام ثنائیہ اور رکی تحریمات کی تردید ۹۰۱
 چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید ۹۰۲
 تحریم صرف وحی سے ہے ۹۰۳
 فسق کہنے کی وجہ ۹۰۴
 یہودی کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب
 ان کو تکذیب کی سزاؤں کا اظہار کر ملے گی ۹۰۵
 جواز شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے ۹۰۶
 یہ جواب دیا کہ یہ عذر لنگ ہے
 مشیت کا معنی
 اللہ کی دلیل کامل ہے
 کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ
 نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا
 مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳ ۹۰۹
 ایک حکمت ۹۱۰
 لطیف نکتہ ۹۱۱
 حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق
 کے مزید تصدیق

۹۴۵	اہل اعراف کا کفار سے کلام
۹۴۶	اہل جنت و اہل نار کا مکالمہ
	بڑے اسباب دوزخ دین کا مذاق اڑانا اور طول بقاء کا
۹۴۷	دھوکا
	موجودین کی طرف روئے سخن
	یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں
۹۴۸	اہل نار کی بیکار تمنا کیں
	تحلیق ارض و سماء
۹۴۹	استواء کے متعلق فرمان اتم
۹۵۰	پکارنے کا حکم مگر حد سے تجاوز کی ممانعت
	شرک و معصیت فساد ہے
۹۵۱	قدرت کے دلائل عقلیہ
۹۵۲	مؤمن و کافر کی تمیز
۹۵۳	دعوت نوح علیہ السلام کا تذکرہ
۹۵۴	نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب
	نوح علیہ السلام کی تقریر اول
	تقریر دوم
	تقریر سوم
۹۵۵	مکذیب اور نتیجہ
۹۵۶	دعوت ہود علیہ السلام
۹۵۷	سرداروں کا جواب
	ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱
۹۵۸	تقریر نمبر ۲
	قوم کا اعتراض
۹۵۹	جواب ہود علیہ السلام
	نتیجہ کفار کی جزا کا تذکرہ
۹۶۰	علاقہ قوم عاد اور مختصر حالات
۹۶۱	قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ
۹۶۲	تقریر صالح علیہ السلام انعامات کی یاد دہانی

۹۴۸	اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا
	اعضائے مستورہ کا ظہور
	عتاب باری تعالیٰ
۹۴۹	دعائے آدم علیہ السلام
۹۵۰	سبب لباس پانی آسمان سے اُتارنا
	نحو و قراءت
۹۵۱	تحلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے
	شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے
	مقولہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ
۹۵۲	بے حیائی کے کام اشارہ شیطانی سے ہیں
۹۵۳	مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا
	ہدایت و اضلال اللہ کے پاس ہے
۹۵۴	زینت میں اسراف و تکبر سے بچو
۹۵۵	تمام حلال زینت مسلمان کیلئے ہے کافر کو حرام ملتی ہے
	نحوی تراکیب
۹۵۶	تمام محرمات کی جزا شرک و فواحش
۹۵۷	کفار مکہ کو وعید
	متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں
	مکذیب و تکبر کا انجام
۹۵۸	مفسری و مکذیب دوزخ کا اندھن بنے گا
۹۵۹	داخلہ جہنم کا ایک منظر
	کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے
	ناکے سے اذن کا گزرتا ناممکن ہے
۹۶۱	جہنم کا حال
	ایمان والوں کا صلہ
۹۶۲	شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان
۹۶۳	اہل جنت و اہل نار کی گفتگو
	اسباب لعنت کا تذکرہ کر دیا
۹۶۴	اہل اعراف کمزور مؤمن

- BestUrduBooks.wordpress.com

- عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ ۹۹۰
- مہلت سے غلط فائدہ ۹۹۱
- کفر و تکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا ۹۹۱
- غلامی سے آزادی اور ایفائے عہد ۹۹۲
- بنی اسرائیل کے حالات پر نظر ۹۹۲
- بنی اسرائیل میدان صحرائے سیناء میں ۹۹۳
- بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت ۹۹۳
- بت پرستی بے بنیاد چیز ہے ۹۹۴
- انعامات سے تذکیر ۹۹۴
- کتاب ملنے کا وعدہ ۹۹۴
- حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت ۹۹۵
- موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہموکاری سے مشرف ہونا ۹۹۵
- غلبہ شوق میں خواہش دیدار ۹۹۶
- امکان رؤیت پر دلایل ۹۹۶
- اعتراض اور جواب ۹۹۷
- موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی ۹۹۷
- مشرف ہموکاری اور تورات کی الواح ۹۹۸
- تورات بنی اسرائیل کا قانون ۹۹۸
- متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے ۹۹۹
- آخرت کے منکروں کا حیطہ اعمال ۱۰۰۰
- بنی اسرائیل کی دوسری حماقت ۱۰۰۰
- عبادت عمل پر شرمندگی ۱۰۰۱
- موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی ۱۰۰۲
- غضب شد میں جلال موسیٰ علیہ السلام ۱۰۰۲
- ہارون علیہ السلام کا جواب ۱۰۰۳
- دعائے موسیٰ علیہ السلام ۱۰۰۳
- ارشاد موسیٰ علیہ السلام ۱۰۰۳
- زوال غصہ کے بعد حالات ۱۰۰۳
- بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے شکا سوال ۱۰۰۵
- عرض موسوی ۱۰۰۶
- دوسری دعا ۱۰۰۶
- جواب باری تعالیٰ ۱۰۰۷
- زور بخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالت مآب ﷺ کی ۱۰۰۷
- تعریف ۱۰۰۷
- بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ ۱۰۱۰
- بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور ان پر انعامات ۱۰۱۱
- بیت المقدس میں داغ کا حکم ۱۰۱۲
- ظالموں نے اُلت بات بنائی ۱۰۱۲
- بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات ۱۰۱۳
- ثابت قدم لوگوں کی قبائش ۱۰۱۴
- ترک نصیحت پر عذاب ۱۰۱۵
- حد توڑنے پر سزائے مسخ ۱۰۱۵
- سزایافت یہود ۱۰۱۶
- زمین میں منتشر کر دیا ۱۰۱۶
- مالائقوں کی آمد ۱۰۱۷
- حالیین کتاب قابل بدلہ ہیں ۱۰۱۸
- بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا ۱۰۱۸
- یثاق بنی آدم اور عہد الست ۱۰۱۹
- انقطاع اعذار ۱۰۲۰
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۰۲۰
- بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ ۱۰۲۱
- خواہش پرستی میں کتے کی مثال ۱۰۲۲
- جھٹلانے والوں کا برا انجام ۱۰۲۲
- طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے ۱۰۲۲
- دوزخی لوگوں کا مزاج 'دل' آنکھ' کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے ۱۰۲۳
- انسان کی چار اقسام ۱۰۲۴
- واعیان حق ۱۰۲۵

تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ ۱۰۳۹
 مومن کے سامنے ذکر اللہ سے اسکے ایمان میں اضافہ۔ ۱۰۴۰
 علامات مومنین۔ ۱۰۴۱
 پختہ مومن۔ ۱۰۴۲
 اقوال ائمہ۔ ۱۰۴۳
 مسلمانوں کا مدینہ سے خروج۔ ۱۰۴۴
 صحابہ کرام کے بیانات۔ ۱۰۴۵
 گھبراہٹ کی کیفیت۔ ۱۰۴۶
 وعدہ الہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش۔ ۱۰۴۷
 اللہ کی رضا۔ ۱۰۴۸
 اثبات اسلام اور ابطال باطل۔ ۱۰۴۹
 اللہ سے استغاثہ۔ ۱۰۵۰
 نصرت ملائکہ تو اطمینان قلبی کے لئے ہے۔ ۱۰۵۱
 کیا فرشتے براہ راست لڑے؟۔ ۱۰۵۲
 غلبہ ادگھ۔ ۱۰۵۳
 نزول کی مطر۔ ۱۰۵۴
 فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا۔ ۱۰۵۵
 کفار کی گردنیں اڑادو۔ ۱۰۵۶
 یہ سزا اللہ اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی۔ ۱۰۵۷
 دودھ و جنگ کے احکامات۔ ۱۰۵۸
 بھاگنے والے کے جرم کی شدت۔ ۱۰۵۹
 ایک مشت خاک کا اعجاز۔ ۱۰۶۰
 کافروں کی تدبیر کمزور کردی۔ ۱۰۶۱
 اطاعت رسول (ﷺ) کا دامن تھامے رکھو۔ ۱۰۶۲
 منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ۔ ۱۰۶۳
 کافر بدترین جانور۔ ۱۰۶۴
 وہ خوبی سے خالی ہیں۔ ۱۰۶۵
 رسول اللہ (ﷺ) کے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ ۱۰۶۶
 اللہ کے حائل ہونے کا مطلب۔ ۱۰۶۷

حجیت اجماع۔ ۱۰۶۸
 مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے۔ ۱۰۶۹
 امہال مجرمین۔ ۱۰۷۰
 کفار کے اعتراض جنوں کا جواب۔ ۱۰۷۱
 غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے۔ ۱۰۷۲
 گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا۔ ۱۰۷۳
 وقوع قیامت کا سوال۔ ۱۰۷۴
 وقوع قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے۔ ۱۰۷۵
 علم و اختیار کی نفی کا اعلان۔ ۱۰۷۶
 آدم علیہ السلام کو حکم اللہ کی پیدائش۔ ۱۰۷۷
 فرد سے جنس کی طرف التفات۔ ۱۰۷۸
 خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کر لیا۔ ۱۰۷۹
 اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ ۱۰۸۰
 اگر بتوں کو پکارو وہ اُس پکار تک نہ پہنچ سکیں۔ ۱۰۸۱
 جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں۔ ۱۰۸۲
 بے بسوں کی عبادت کیوں؟۔ ۱۰۸۳
 میرے خلاف زور لگا لو۔ ۱۰۸۴
 میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے۔ ۱۰۸۵
 جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا۔ ۱۰۸۶
 عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مُد نہ لگائیں۔ ۱۰۸۷
 وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری۔ ۱۰۸۸
 متقین کا وسوسہ میں طریق۔ ۱۰۸۹
 اخوان شیطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں۔ ۱۰۹۰
 مُد مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب۔ ۱۰۹۱
 قراءت قرآن کے وقت استماع و انصات۔ ۱۰۹۲
 پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم۔ ۱۰۹۳
 مقربین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں۔ ۱۰۹۴

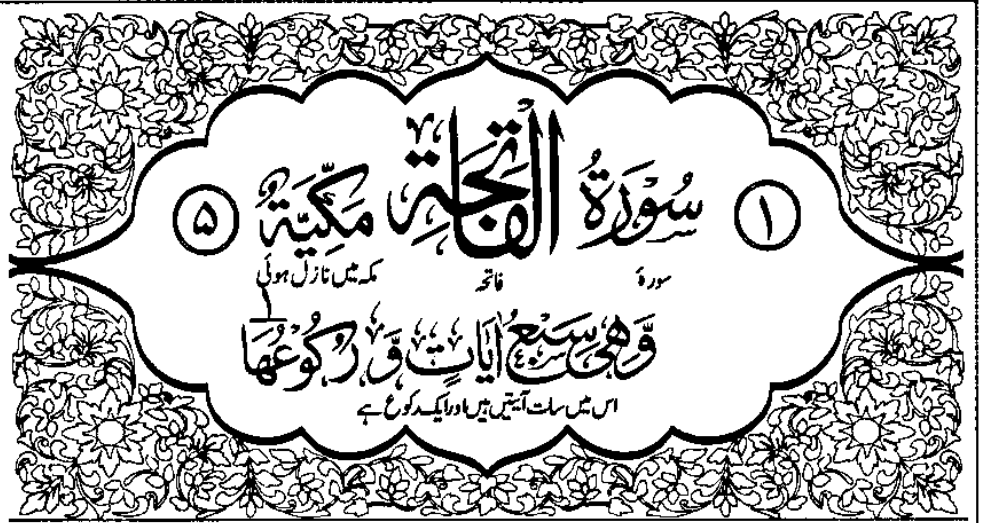
فتنے کا وہابی عام ہے -----
 ۱۰۵۵۔ سابقہ حالت کو یاد رکھو تا کہ شکر یہ کی توفیق ہو -----
 ۱۰۵۶۔ اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو -----
 " مال و اولاد باعث آزمائش -----
 " تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی -----
 ۱۰۵۷۔ کفار قریش کی تدابیر -----
 " دارالندوہ کا اجلاس -----
 ۱۰۵۸۔ قرآن کے متعلق کفار کا تاثر -----
 ۱۰۵۹۔ جو مانگا وہ مل گیا -----
 " ہجرت تک عذاب رکھا رہا -----
 ۱۰۶۰۔ قریش مستحق عذاب ہو چکے -----
 " شرکین کی نماز -----
 ۱۰۶۱۔ صنادید قریش کی شہ خرچی اور اس پر ندامت -----
 ۱۰۶۲۔ مؤمن و کافر میں امتیاز ہوگا -----
 " کفار کو عداوت رسول ترک کرنے کی دعوت -----
 ۱۰۶۳۔ فساد اعتقاد تک لڑو -----
 " اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کار سازی پر اعتماد کرو -----

تقسیم غنائم
۱۰۶۳.....
اللہ ورسول کا مطلب
غزوہ بدر کا ذکر
۱۰۶۶.....
اعزاز دین کا فیصلہ
خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی گئی
۱۰۶۷.....
کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھائے
۱۰۶۸.....
مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم
اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھڑانہ کرو
۱۰۶۹.....
الشکر ابو جہل کا حال
ترہین شیطانی
۱۰۷۰.....

- چار ماہ کی مہلت ----- ۱۱۰۳
- نزولِ آیت ----- ۱۰۸۹
- مندرجاتِ اعلان ----- ۱۰۹۰
- مسکبِ جمہور ----- ۱۰۹۱
- اعلان کا تعلق تمام سے ----- ۱۰۹۲
- اہمیتِ تعلیم ----- ۱۰۹۳
- استثناء معاندین ----- ۱۰۹۴
- عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم ----- ۱۰۹۵
- پناہ کی اجازت ----- ۱۰۹۶
- مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا ----- ۱۰۹۷
- کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں ----- ۱۰۹۸
- کسی مؤمن سے تورشتہ کا بھی پاس نہیں ----- ۱۰۹۹
- توبہ اور اس کی علامات ----- ۱۱۰۰
- اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابلِ گردن زنی ہیں ----- ۱۱۰۱
- لڑائی پر آمادگی ----- ۱۱۰۲
- کفار سے لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے ----- ۱۱۰۳
- مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ ----- ۱۱۰۴
- مجاہدین کی پہچان کی جائیگی ----- ۱۱۰۵
- مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟ ----- ۱۱۰۶
- مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے ----- ۱۱۰۷
- کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد سقاہ جہاد بے وزن اعمال ہیں ----- ۱۱۰۸
- ایمان، ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں ----- ۱۱۰۹
- کافر غیر ہے خواہ باپ ہو ----- ۱۱۱۰
- برشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہیں ----- ۱۱۱۱
- واقعِ نصرت ----- ۱۱۱۲
- غزوہٴ حنین ----- ۱۱۱۳
- آپ کی ثابت قدمی ----- ۱۱۱۴
- کثرت نے فائدہ نہ دیا ----- ۱۱۱۵
- نزولِ سکینہ ----- ۱۱۱۶
- مشرکین، نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے ----- ۱۱۱۷
- خطرۃٴ افلاس کی ممانعت ----- ۱۱۱۸
- اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال ----- ۱۱۱۹
- یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں ----- ۱۱۲۰
- انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ہے ----- ۱۱۲۱
- پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا ----- ۱۱۲۲
- اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے ----- ۱۱۲۳
- حرام خوراک بارور بہان ----- ۱۱۲۴
- جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے ----- ۱۱۲۵
- قیامت کے دن یہی مال آلہٴ سزا ہوگا ----- ۱۱۲۶
- تخلیقِ ارض و سماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں ----- ۱۱۲۷
- رسمِ نسی کی تردید ----- ۱۱۲۸
- ترغیبِ جہاد ----- ۱۱۲۹
- بوجھل پن پر اظہارِ ناراضی ----- ۱۱۳۰
- نصرتِ دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں ----- ۱۱۳۱
- واقعہٴ ہجرت ----- ۱۱۳۲
- علماء کا قول ----- ۱۱۳۳
- نزولِ سکینہ ----- ۱۱۳۴
- سامان (اسلحہٴ اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو ----- ۱۱۳۵
- تذکرۃٴ تہوک اور بہانہ باز منافقین ----- ۱۱۳۶
- لطیفِ عتاب ----- ۱۱۳۷
- آپ ان کو اجازت نہ دیتے تاکہ ان کا حج جھوٹ سامنے آتا ----- ۱۱۳۸

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دنیا کے مزے لوٹ کر
عذاب کا شکار بنے، تم بھی بنو گے۔ ۱۱۳۴
پہلی اقوام کی انکو خبریں میں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و
نکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے۔ ۱۱۳۵
مؤمن مردوں عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی۔ ۱۱۳۶
ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ۔ ۱۱۳۷
کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں۔ ۱۱۳۸
منافقین کا کلمہ کفر۔ ۱۱۳۹
جلاں کی توبہ۔ ۱۱۴۰
کیا یہ احسان کا بدلہ ہے۔ ۱۱۴۱
دعوت توبہ۔ ۱۱۴۲
مال ملا تو بخل کرنے لگے۔ ۱۱۴۳
پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا۔ ۱۱۴۴
اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے۔ ۱۱۴۵
نظمی صدقات والوں پر طعنہ زنی۔ ۱۱۴۶
عبداللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت۔ ۱۱۴۷
تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی۔ ۱۱۴۸
استہزائی جملے۔ ۱۱۴۹
عادت طیبہ۔ ۱۱۵۰
ان کا مال و اولاد ان کے حق میں سو باہن روح ہیں۔ ۱۱۵۱
جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں۔ ۱۱۵۲
وہ خائفہ نشینی کے خواباں ہیں۔ ۱۱۵۳
رسول اور مؤمن جہاد کرنے والے ہیں۔ ۱۱۵۴
جنت کے حقدار۔ ۱۱۵۵
بہانہ باز و بیہائی۔ ۱۱۵۶
ضعفاء و معذورین کا استثناء۔ ۱۱۵۷
زاد سفر سے معذور لوگ۔ ۱۱۵۸
مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں۔ ۱۱۵۹

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے۔ ۱۱۶۰
طابین اجازت منکر آخرت ہیں۔ ۱۱۶۱
اُتر بول چے ہیں تو کچھ تیاری کرتے۔ ۱۱۶۲
منافقین کے ٹکٹے میں نقصان ہے فتنہ پرداز کا۔ ۱۱۶۳
منافقین کی ایک بڑی سازش۔ ۱۱۶۴
بعض منافقین کا عذر ہر تر از گناہ۔ ۱۱۶۵
منافقین بیدار مغزی کے چیمپین۔ ۱۱۶۶
دود و باتوں کے منتظر مؤمن مدد الہی و شہادت کے اور کافر عذاب
اور کفر پر قتل کے۔ ۱۱۶۷
تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں۔ ۱۱۶۸
صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے۔ ۱۱۶۹
منافقین کے لئے ان کے اموال باعث عذاب ہیں۔ ۱۱۷۰
منافقین کا دعویٰ مسلمانوں کی وجہ سے۔ ۱۱۷۱
وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں۔ ۱۱۷۲
صدقات میں طعنہ زنی۔ ۱۱۷۳
ان کو تقسیم رسول دل سے پسند کرنی چاہئے۔ ۱۱۷۴
مواقع صدقات کی تفصیل۔ ۱۱۷۵
پیغمبر ﷺ کو ایذا دینے والے کو یہ ”کان“ ہے۔ ۱۱۷۶
مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا حالانکہ اللہ اور رسول
کو راضی کرنا چاہئے۔ ۱۱۷۷
اللہ و رسول کا مخالف جنمی ہے۔ ۱۱۷۸
منافقین کو اپنے متعلق سورت اُترنے کا خطرہ۔ ۱۱۷۹
امر قہدیدی۔ ۱۱۸۰
استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا۔ ۱۱۸۱
کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ و رسول ہی ملا ہے۔ ۱۱۸۲
جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو تو یہ کرو۔ ۱۱۸۳
منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں۔ ۱۱۸۴
کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں۔ ۱۱۸۵



انتزل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یہ سورت مکی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مدنی ہے۔ مگر صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ مکی اور مدنی ہے۔ یہ مکہ شریف میں اس وقت اتاری گئی جبکہ نماز کا فریضہ لاگو ہوا۔ پھر دوبارہ نزول مدینہ میں اس وقت ہوا جب تحویل قبلہ کا معاملہ پیش آیا۔ اس لئے سورت اور انکی وجوہ:

نمبر ۱۔ ام القرآن: (۱) حدیث میں اس کا یہ نام وارد ہوا ہے۔ لا صلاة لمن لم يقرأ بام القرآن (مسلم) اس کی نماز کامل نہیں جس نے ام القرآن نہ پڑھی۔ (ب): یہ قرآن مجید کے مقاصد پر مشتمل ہے۔

نمبر ۲۔ وافیہ، کافیہ: یہ سورت مقاصد قرآن کو اپنے اندر سمیٹنے والی ہے۔

نمبر ۳۔ الكنز: حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ فاتحۃ الكتاب كنز من كنوز عرشي (ابن راہویہ) فاتحۃ الكتاب میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

نمبر ۴۔ الشفاء: الشافیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے فاتحۃ الكتاب شفاء من كل داء الا السام (فیض القدر) فاتحۃ موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج، (شفاء) ہے۔

نمبر ۵۔ المثنائی: کیونکہ یہ نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے۔

نمبر ۶۔ سورۃ الصلاة: (۱) اس روایت کی بناء پر (لا صلاة لمن لم يقرأ بام القرآن) کہ نماز کی تکمیل کا دارومدار اس پر ہے۔ (ب): اس لئے بھی کہ یہ نماز میں فرض ہے یا واجب (فقہاء کے اختلاف کے مطابق)

نمبر ۱ سورۃ الحمد والاساس: یہ قرآن کی اساس و بنیاد ہے۔ جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا اذا اعتللت او اشتکیت فعلیک بالاساس: کہ جب تو بیمار پڑ جائے تو فاتحہ کو لازم پکڑ۔“
تعداد آیات:

اس سورت میں بالاتفاق سات آیات ہیں۔ واللہ اعلم
اختلاف قراء اور انکے دلائل:

نمبر ۱: قراء مدینہ، بصرہ اور شام رحمہم اللہ کا کہنا یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فاتحہ کی آیت نہیں اور نہ ہی یہ کسی دوسری سورت کی ابتدائی آیت ہے (البتہ سورت نمل کی آیت کا حصہ ہے انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الایۃ)
ابتداء میں اس کو تبرک کے طور پر اور دوسورتوں کے مابین فاصلہ ظاہر کرنے کیلئے لایا جاتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا یہی مسلک ہے۔ اسی بناء پر ان کے ہاں فاتحہ کے ساتھ اس کو جہر انہیں پڑھا جاتا۔

نمبر ۲: دوسرا مسلک قراء مکہ اور کوفہ رحمہم اللہ کا ہے۔ کہ یہ نہ صرف سورت فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ بلکہ ہر سورت کی (ابتدائی) آیت ہے۔ اس قول کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے احباب نے اختیار فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو فاتحہ کے ساتھ جہر پڑھتے ہیں۔

دلائل شوافع رحمہم اللہ:

سلف صالحین رحمہم اللہ اس کو قرآن مجید میں لکھتے چلے آ رہے ہیں حالانکہ غیر قرآن کو قرآن میں لکھنے کی شدت سے ممانعت تھی (پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ سورت فاتحہ کی آیت ہے)

نمبر ۳ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ جس نے بسم اللہ کو چھوڑ دیا۔ اس نے گویا کتاب اللہ کی ایک سوچوڑہ ۱۱۳ آیات کو چھوڑ دیا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ یہ ہر سورت کی آیت ہے)

دلائل احناف رحمہم اللہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے صلاۃ یعنی فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ میرے بندے کیلئے وہ ہے۔ جو اس نے سوال کیا۔

جب بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔

جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی۔

جب بندہ کہتا ہے مالک يوم الدين۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ میرے بندے نے جو طلب کیا میں نے اس کو دے دیا۔

جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کیلئے خاص ہے اور میرے صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب بندے نے جو مجھ سے سوال کیا وہ میں نے اسے دے دیا۔ علیہم ولا الضالین۔ (مسلم ترمذی)

(پس اگر بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہو تو الحمد کی بجائے اولاً بسم اللہ کہا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ فاتحہ بسم اللہ کا جزو نہیں۔) پس، الحمد لله رب العالمین سے سورت فاتحہ کی ابتداء کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے۔ جب فاتحہ کا جزو نہ بنا تو دوسری سورتوں کا جزو نہ ہونا تو بالافتاق خود ثابت ہو گیا۔ اور یہ روایت تو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

جواب روایت:

ان کی پیش کردہ روایت ہمارے مخالف نہیں کیونکہ بسم اللہ ہمارے نزدیک بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ دوسورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے اور سورتوں کے ابتداء میں تبرک حاصل کرنے کی غرض سے اتاری گئی۔ علامہ فخر الاسلام بریلوی نے یہ بات ”المسوط“ میں ذکر کی ہے۔ ہم پر اعتراض اس روایت سے تب آتا جب اس کو ہم قرآن مجید کی آیت تسلیم نہ کرتے۔ ”الکافی“ میں اسکی تفصیل موجود ہے من شاء فلیراجع۔ ہا۔ کا تعلق محذوف سے ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ بسم اللہ اقروا و اتلوا کیونکہ جو شخص بسم اللہ کی تلاوت کرتا ہے۔ تو وہ اس کا قاری ہے۔ جیسا کہ مسافر جب کسی جگہ خیمہ زن ہو یا وہاں سے کوچ کرے تو کہتا ہے۔ بسم اللہ والبرکات یعنی (بسم اللہ احل و بسم اللہ ارتحل) کہ میں اللہ کے نام کی برکت سے اترتا اور اللہ کے نام کی برکت سے کوچ کرتا ہوں۔ اسی طرح ذبح کرنے والا (کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرتا ہوں)۔

اصول:

یہ فاعل جو بسم اللہ سے اپنے فعل کو شروع کرے گا تو وہی فعل مضمر ہوگا جس کی ابتداء بسم اللہ سے کی گئی ہے۔ البتہ: فعل محذوف آخر میں مانا جائے گا۔ کیونکہ فعل اور مفعول بہ سے زیادہ اہم مفعول ہے (کیونکہ مقصود وہی ہوتا ہے)

عادت مشرکین:

مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ابتداء کرتے ہوئے کہتے باسم اللات و باسم العزی۔ (اسلام نے شرک کی جڑ کو کھینچا ہے) اس لئے مؤمن موحد کیلئے ضروری ٹھہرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو ابتداء میں لائے تاکہ ہر چیز کی ابتداء کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کا خاص ہونا ثابت ہو سکے اور یہ مقصد صرف اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ متعلق پہ کو پہلے لایا جائے اور فعل کو آخر میں ذکر کیا جائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

سوال: اقرأ باسم ربک: علق: ۱۔ میں فعل کو مقدم کیوں کیا گیا۔

جواب: ایک قول کے مطابق یہ سب سے پہلے اترنے والی سورت ہے۔ اس وقت قراءت کا حکم زیادہ اہمیت والا تھا۔ اسی لئے

فعل قراءت کو مقدم کر دیا گیا تاکہ حکم قراءت دلوں میں خوب پختہ و جاگزین ہو جائے۔

جواب: نمبر ۲ یہ بھی درست ہے کہ قراءت کو افعال القراءۃ و حقیقہا (کہ تم قراءت کرو اور خوب اچھی طرح کرو) کے معنی میں مان لیا جائے اور یہ اس محاورہ عرب کے مطابق ہوگا۔ فلان يعطی و يمنع پھر اس کا فعل الگ محذوف ہوگا۔ جس پر بسم اللہ پڑھا جائے گا۔ اسکی طرف متعدی نہ ہوگا۔

جواب نمبر ۳: یہ بھی ممکن ہے کہ بسم ربک "اس اقرأ کا مفعول ہو جو بعد میں محذوف ہے۔ اور "اسم اللہ" کا تعلق قراءت سے اسی طرح کا مانا جائے جو اس آیت میں "تنبت بالدھن (المؤمنون: ۲۰) میں دھن (تیل) کا انبات (اگنے) سے ہے۔ پس معنی یہ ہوگا۔ تبرکاً بسم اللہ اقرء میں اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرتے ہوئے پڑھتا ہوں۔

نکتہ: اکسیر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اس کے نام سے کس طرح تبرک حاصل کریں اور اسکی کس طرح تعظیم بجالائیں۔

بسم اللہ کی باکسرہ پڑنی ہے کیونکہ وہ کسرہ حریت اور جر کا لازمہ ہے۔ اسی لئے باکو کسور رکھا تاکہ اسکی حرکت اس کے عمل کے مشابہ ہو۔

لفظ اسم کی تحقیق:

اسم: یہ لفظ ان اسماء میں سے ہے۔ جنکا حرف اول یعنی باسکون ہے۔ جیسا کہ ابن اور ابنۃ وغیرہ۔ جب ان سے ابتداء کر کے پڑھنا چاہیں تو ہمزہ لگا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ساکن سے ابتداء نہیں کی جاسکتی۔ البتہ درمیان کلام میں جب یہ الفاظ آجائیں گے تو پھر ہمزہ کی ضرورت سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔

بعض علماء: ہمزہ کا اضافہ نہیں کرتے بلکہ صرف ساکن کو حرکت دینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس کو یسم اور سُم پڑھتے ہیں۔

یہ ان اسماء میں سے ہے۔ جس کا آخری حرف حذف کر دیا گیا جس طرح کہ یذ اصل میں یدئی اور دم اصل میں دمو ہے۔ اسی طرح اسکی اصل یسمو ہے۔ جس کی دلیل وہ تبدیلی ہے جو اسماء سمی، سُمیت میں نظر آ رہی ہے۔ یہ یسمو بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔ کیونکہ نام مُسمی کی تعریف کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے تذکرے کو پھیلانے والا ہے۔

بسم اللہ: میں الف کتابت سے حذف کر دیا گیا۔ اور اقرأ بسم ربک: (اعلق: ۱) میں ذکر کر دیا کیونکہ اکسیر بھی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ مگر بسم اللہ میں تو کثرت استعمال کی وجہ سے تلفظ سے ساقط کر دیا گیا۔ (اور اقرأ بسم میں کثرت استعمال نہیں اس لئے کتابتہ حذف نہیں کیا گیا) بسم اللہ کی باکو حذف کے بدلے میں لبھا لکھا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کا تب کو حکم دیا کہ تب کو لبھا لکھو۔ س، کو ظاہر کرو اور دم کو گول لکھا کرو۔ (اس میں کتاب اللہ کی تعظیم ہے)

لفظ اللہ کی تحقیق:

اللہ: اسکی اصل اللہ ہے اسکی نظیر الناس کا لفظ ہے جس کی اصل اناس ہے حمزہ کو حذف کر کے ابتداء میں الف لام کا اضافہ کر دیا۔ اللہ کا لفظ اسماء جنس میں سے ہے۔ برحق و باطل معبود پر بولا جاتا ہے۔ پھر معبود حقیقی کیلئے اس کا استعمال غالب آ گیا۔ جیسا کہ انجم کا لفظ ہر ستارے پر بولا جاتا ہے۔ پھر ثریا (کھکشاش) کیلئے اس کا استعمال غالب ہو گیا۔ اللہ کا لفظ حذف حمزہ کے ساتھ فقط معبود برحق پر ہی بولا جاتا ہے۔ غیر پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم ہے۔ صفت نہیں۔

دلیل نمبر ۱: کیونکہ اس کو بطور موصوف لاتے ہیں، خود اس کو بطور صفت استعمال نہیں کرتے۔ اس طرح یہ نہیں کہا جاتا شئیء اللہ۔ جس طرح کہ شئیء راجل نہیں کہتے۔ بلکہ کہتے ہیں اللہ واحد صمد۔ اللہ جو اکیلا بے نیاز ہے۔
دلیل نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کی صفت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا موصوف ہو جس پر وہ صفات بولی جائیں۔ پھر اگر تمام کو صفات قرار دیا جائے تو کہنا پڑے گا۔ کہ یہ صفات تو ہیں مگر ان کا موصوف کوئی نہیں۔ اور یہ بات درست نہیں۔

علماء نحو کا اختلاف:

جلیل القدر علماء نحو خلیل، زجاج، محمد بن الحسن، حسین بن الفضل رحمہم اللہ نے اس کو مشتق نہیں مانا بلکہ اشتقاق کا انکار کیا۔

اشتقاق کا معنی:

بعض نے کہا اشتقاق کا معنی یہ ہے کہ ترکیب اور معنی میں دو یا زیادہ لفظ مشترک ہو جائیں۔ اس اسم کا لفظ آلہ یا لہ (حیران ہوتا) ہو۔ یہ لفظ حیرانی اور دہشت کو اپنے اندر شامل کرنے والے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معبود کی پہچان میں وہم و گمان حیران ہیں۔ اور بڑے تیز عقل والے دہشت زدہ ہیں۔ اسی وجہ سے گمراہی کثرت سے ہے۔ اور باطل پھیل رہا ہے۔ اور صحیح سوچ و فکر کی کمی ہے۔

دوسرا قول:

بعض نے کہا یہ آلہ یا لہ الاہا۔ اس نے عبادت کی۔ سے ماخوذ ہے یہ مصدر ہے جو ما لود بمعنی معبود کے مستعمل ہے۔ جیسا کہ آیت: ”ہذا خلقی اللہ“ لقمان (۱) میں خلق کا لفظ بمعنی مخلوق استعمال ہوا ہے۔

اختلاف قراءت:

جب اس کے لام سے قیل ضمہ یافتہ ہو تو لام کو تنخم سے پڑھا جائے گا۔ اور اگر لام سے پہلے کسرہ ہو تو ترقیق ہوگی۔ بعض قراء نے ہر حال میں ترقیق کی ہے جبکہ دوسروں نے ہر حال میں تنخم مگر جمہور کا قول وہی ہے جو ہم نے پہلے نقل کر دیا۔

لفظ رحمٰن و رحیم کی تحقیق:

الرحمن: یہ رحم سے بروزن فعلان ہے۔ اس ذات کو کہتے ہیں جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہو۔ اسکی نظیر غضبان کا لفظ ہے جو غضب سے ہے۔ غضبان اس شخص کو کہتے ہیں جو غصے سے بھرا ہوا ہو۔ اسی طرح الرحیم: رحم سے فعلیل کا وزن ہے جیسا مرض سے مریض۔ لفظ رحمان میں مبالغہ رحیم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

وجہ اول: کیونکہ رحیم میں ایک لفظ زائد ہے۔ اور رحمان میں دو لفظ ہیں اور الفاظ کا اضافہ معنی کے اضافہ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے دعا میں یا رحمان الدنیا کے الفاظ آئے ہیں۔ کیونکہ رحمان کی رحمت سے مومن و کافر ہر دو فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ”رحیم“ الآخرۃ کے لفظ آئے ہیں۔ کیونکہ وہ رحمت ایمان والوں کیلئے مخصوص ہے۔

وجہ دوم: علماء نے فرمایا رحمان اللہ تعالیٰ کا نام ہونے کی وجہ سے خاص ہے اس سے غیر اللہ کی صفت نہیں کی جاسکتی۔ اور معنی کے اعتبار سے عام ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ الرحیم اس کے برعکس غیر کی صفت بن سکتا ہے اور اسکی رحمت ایمان والوں کیلئے خاص ہوگی۔ اسی لئے رحمان کو مقدم کیا گیا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مُلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ اِيَّاكَ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا جو سب سے بڑا مہربان بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے ناک ہے روز جزا کا ہم تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ۝ چلاؤ ہم کو سیدھے راستے پر

سوال: اگرچہ زیادہ مبلغ رحمان کا مقدم کرنا ہے۔ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہو جیسے کہا جاتا ہے۔ ”فلان عالم نحویر“ فلاں زبردست عالم ہے۔

اجواب: یہ غیر اللہ کی صفت نہیں بنتا اس لئے یہ بمنزلہ علم کے ہوا۔ (اور علم صفت سے مقدم لایا جاتا ہے)

رحمت کا مطلب:

اللہ کی رحمت سے مراد بندوں پر اس کا انعام و احسان کرنا ہے۔ اصل میں رحمت کا معنی شفقت ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں مبادی کا لحاظ نہیں بلکہ غایات کا لحاظ ہے۔ انسانوں کیلئے بعض صفات کا استعمال مبادی کے لحاظ سے ہے۔ فافہم و تدبر: مترجم)

مسئلہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول:

وہنت غیث الوردی لا زلت رحمانا۔ اس میں مسئلہ کیلئے رحمان کا لفظ استعمال کیا گیا۔ درحقیقت یہ کفر پر محض ضد بازی کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ (حالانکہ محاورہ عرب اس کا ساتھ نہیں دیتا کیونکہ ان کے ہاں یہ لفظ استعمال میں ہی نہ تھا قالوا وما الرحمان)۔

نحوی اختلاف: رحمان: نمبر ۱:

غیر منصرف ہے ان علماء کے ہاں جو فعلا نة مؤنث کا وزن نہ آنے کی وجہ سے فعلا ن کو غیر منصرف مانتے ہیں۔

نمبر ۲: یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اسکی مؤنث فعلی کے وزن پر نہیں جتنی ان دونوں میں اول قول رائج ہے۔

حمد کی تشریح:

الْحَمْدُ: فضیلت کے انداز سے کسی خوبی پر تعریف کرنا۔ یہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اصل میں یہ منصوب ہے۔ فعل مضمر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اسکی تفصیل اس طرح ہے۔ فعل مضمر جو خبر کے معنی میں ہو اس کا منصوب مصدر اس کو مانا گیا۔ جیسا کہ عرب کا قول شکروا و کفروا ای شکرت شکراً۔

مرفوع کی وجہ:

منصوب سے مرفوع کی طرف عدول کرنے کی وجہ معنی میں پہچانگی و ثبوت ظاہر کرتا ہے۔

للہ: یہ مبتداء کی خبر ہے۔ لام کا تعلق محذوف واجب یا ثابت سے ہے۔

حمد و مدح و شکر میں فرق:

کسی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنا خواہ مقابلہ میں نعمت ہو یا نہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد و مدح دونوں ہم معنی ہیں۔ مثلاً تم کہو گے۔ حمدت الرجل علی انعامہ، حمدتہ علی شجاعته و حسبه۔ پہلی مثال میں مقابلے میں نعمت ہے اور دوسری مثال میں نعمت وغیرہ کچھ نہیں۔ شکر خاص طور پر نعمت پر کیا جاتا ہے۔ البتہ شکر دل، زبان، اعضاء تمام سے ہی کیا جاتا ہے۔ جیسا شاعر کا یہ قول: افادتکم النعماء منی ثلاثة۔ یدی و لسانی و الضمیر المحتجب۔

نعمتوں کا فائدہ تمہیں میری طرف سے تین طرح پہنچا۔ میرے، ہاتھ، زبان اور مخفی ضمیر سے۔ (یہاں شکر کے بالمقابل زبان، ہاتھ اور ضمیر تینوں کا ذکر کیا)

حمد: صرف زبان سے ہوتی ہے۔ وہ شکر کا ایک شعبہ ہے۔ اور اس حدیث میں یہی معنی ہے: الحمد رأس الشکر ما شکر اللہ عبد لم یحمدہ: (حمد شکر کی چوٹی ہے۔ اور اس بندے نے شکر ادا نہیں کیا جس نے اللہ کی تعریف نہیں کی) اس ارشاد میں حمد کو شکر کی چوٹی قرار دیا گیا۔ کیونکہ زبان سے نعمت کا تذکرہ کرنے سے زیادہ پھیلتا ہے۔ یہ نسبت اعتقاد اور اعمال جوارح کے۔ کیونکہ دل کا عمل مخفی ہے اور اعضاء کے عمل میں احتمال ہے۔ حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر کی نقیض کفران ہے۔

شکر و مدح کا فرق:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدح: اوصاف کمال پر کسی کی تعریف کرنا مثلاً باقی رہنا، قادر، عالم، ابدی، ازلی ہونا۔

شکر: جس کی طرف سے قسم قسم کی مہربانیاں ہوں ان پر اسکی تعریف کرنا۔ اور حمد کا لفظ شکر و مدح دونوں کو شامل ہے۔

الحمد کا الف لام ہمارے نزدیک استغراق کیلئے ہے بخلاف معترکہ کے۔ اسی لئے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملایا جو اسم ذات ہے۔ اور تمام صفات کمال کو جامع ہے۔ اور یہی بنیاد ہے مسئلہ خلق افعال کی جس کی تحقیق کئی مقام پر میں نے کر دی ہے۔

رب اور عالمین کا معنی:

رب العالمین: الرب۔ مالک، حضرت یوسفیان کو صفوان نے جو بات کہی لان یوتنی رجل من قریش احب الی من ان یوتنی رجل من هوازن، اگر میرا مالک قریش کا کوئی آدمی ہو وہ بہتر ہے اس بات سے کہ ہوازن کا کوئی آدمی میرا مالک ہو۔

اس طرح بولتے ہیں ذَبْ يَوْمَ يَرْثُ فَهُوَ رَبٌّ۔ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔
دوسرا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ مصدر ہو جو مبالغہ کیلئے لایا گیا ہو، جیسا کہ کسی عادل کو نڈل کہتے ہیں۔
طریق استعمال:

مطلقاً لفظ رب اللہ وحدہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور بندوں کیلئے اس کا استعمال قید و نسبت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا ان آیات میں: اِنَّ رَبِّيْ اَحْسَنُ مِّنْ ذٰلِكَ: ۲۳۔ اَرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ يٰوَسْفٰ ۵۰۔

واسطی نے کہا وہ ابتداء کرنے والا ہونے کے لحاظ سے خالق ہے اور غذاء دینے کے لحاظ سے مربی اور انتہاء کے لحاظ سے غافر ہے۔ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔

العالم: نمبر ۱: جس چیز سے خالق کا علم ہو خواہ جواہر کی قسم سے ہو یا اعراض یا اجسام میں سے ہو۔ نمبر ۲۔ ہر موجود ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ اس کے وجود کی علامت ہے۔

سوال: انکی جمع واؤنوں کے ساتھ لائی گئی ہے۔ حالانکہ واؤنوں والی جمع تو عقلاء کے ساتھ خاص ہے یا ان اعلام میں آتی ہے جو جمع عاقل کے حکم میں ہیں۔

جواب: اس میں وصفیت کے معنی ہیں جو کہ علم کے معنی کیلئے دلالت ہے (پس جمع لانا درست ثابت ہو گیا)
الرحمان الرحیم: انکی تفصیل بسم اللہ کے بیان میں گزری۔ انکا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ تسمیہ فاتحہ کا حصہ نہیں۔ کیونکہ اعادہ فائدہ سے خالی ہوتا ہے۔

مَلِک: عاصم علی (رحمہما اللہ) ان دونوں کے علاوہ ملک پڑھتے ہیں۔ بعض نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ اس میں اضافت کی ضرورت نہیں اور قرآن مجید میں لمن المَلِک: لیوم۔ غافر: ۱۶ میں اس طرح ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملک مالک ہوتا ہے مگر ہر مالک ملک نہیں ہوتا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ ملک کا حکم مالک پر نافذ ہوتا ہے اس کا عکس نہیں۔
بعض نے کہا مالک کا ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ انیس حروف زیادہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام حسن رحمہما اللہ نے ملک پڑھا ہے۔

قیامت کا دن کیا ہے؟

یَوْمَ الدِّیْن: بدلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کما تدین تدان۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہاں اسم فاعل کو بطور توسع ظرف کی طرف مضاف کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں یا سارق اللیلة اهل الدار۔ (اے رات کو گھر میں چوری کرنے والے) اب معنی یہ ہوگا قیامت کے دن تمام اختیارات کا مالک۔

سوال: قیامت کے دن کے ساتھ ملکیت کی تخصیص کیوں کی گئی۔

جواب: کیونکہ اختیار اس دن فقط اللہ ہی کیلئے ہوگا۔

سوال: قیامت کے واقع ہونے کو معرفہ کی صفت کے طور پر ذکر کیا حالانکہ اسم فاعل کی اضافت تو غیر حقیقی ہے۔

جواب: کیونکہ اس سے مقصود استمرار ہے پس اضافت حقیقی بن گئی۔ اور اس کو اس طرح اسلئے لائے تاکہ معرفہ کی صفت بن سکے۔

سوال: یہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے استعمال کی گئی ہیں۔ مثلاً رب ہونا یعنی تمام جہانوں کا مالک ہونا اور تمام انعامات دینے والا ہونا۔ اور ثواب و عذاب کے دن تمام اختیارات کا مالک ہونا وغیرہ حالانکہ الحمد للہ سے ہی ثابت ہو چکا کہ حمد کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی ذات خاص ہے۔ کیا وجہ ہے؟

جواب: درحقیقت یہ بات ثابت کرنے کیلئے کہ جس ذات کی یہ صفات ہوں اس سے بڑھکر حمد و ثناء کا کوئی مستحق نہیں۔
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ:

ایّا: غلیل اور سیبویہ رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اسم ضمیر ہے پھر سیبویہ کہتے ہیں کاف حرف خطاب ہے اور اس کا محل اعراب کوئی نہیں۔ مگر غلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کاف اسم ضمیر ہے۔ جس کی طرف ”ایّا“ کے لفظ کو مضاف کر دیا۔ کیونکہ فعل و فاعل سے مقدم آنے کی وجہ سے یہ اسم ظاہر کے مشابہ ہے۔

کو فی علماء: (رحمہم اللہ) ایک ایک مکمل اسم ہے۔
آیت میں فعل سے پہلے مفعول کو اس لئے لائے تاکہ تخصیص ہو جائے۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ہم تجھے ہی عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

عبادت کا معنی:

عبادت: خضوع و عاجزی کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ (إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) ہم امداد کی طلب میں تجھے ہی خاص کرتے ہیں۔

غائب سے خطاب:

صنعت التفات کی وجہ سے غائب سے مخاطب کی طرف رجوع کیا۔ یہ التفات کبھی غائب سے خطاب، کبھی خطاب سے غائب اور کبھی غائب سے شکم کی طرف ہوتا ہے جیسا قرآن مجید کی اس آیت میں حتیٰ اذا كنتم في الفلك وجرين بهم بريح طيبة۔ یونس: ۲۲ خطاب سے غائب کی طرف ہے اور آیت اللہ الذی یُرسل الریاح فتنیر سحابا ففسقنہ: فاطر ۹۰ میں غائب سے شکم کی طرف ہے۔

اسی طرح امرء القیس کے ان اشعار میں تناول لیلك بالاثمد۔ ونام الخلیٰ و لم ترقد۔ بات و باتت له لیلہ۔ کليلة ذی العائر الارمد۔ و ذلك من نبا جاء نى۔ و خیرته عن أبی الاسود۔
ان اشعار میں لیلی۔ بت۔ جاء لك۔ نہیں کہا بلکہ اسکی بجائے لیلک، بات، جاء نى کہا۔

کلام عرب میں صنعت التفات عام استعمال ہوتی ہے۔ اسکی وجہ ان کے خیال میں یہ ہے کہ جب کلام کا اسلوب بدل جائے تو سامع کے دل کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ اور یہ اسلوب مخاطب کیلئے نشاط طبع کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ اور اسکی توجہ کو اور زیادہ مائل و مبذول کرتا ہے۔

اگرچہ بعض اوقات اس سے مزید خصوصی فوائد و لطائف بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ایسی باتیں مخصوص ماہرین کلام اور بڑے علماء کے سامنے ذکر کرنا مناسب ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد اقل قلیل ہے۔

خاص نکتہ:

مگر اس جگہ مخصوص بات یہ ہے کہ جب حمد و ثناء کے لائق ذات کا تذکرہ کیا اور اس پر ان عظیم صفات کو جاری کیا۔ تو اب ہم ایک عظیم الشان ذات سے متعلق ہوا جو کہ تعریف کے لائق اور مہمات و مشکلات میں مدد کے قابل اور اس لائق ہے کہ اپنی انتہائی عاجزی اس کے سامنے پیش کی جائے۔ پس اسی معلوم اور جانی پہچانی ذات کو خطاب کر کے کہا جو ان صفات سے ممتاز ہے۔ اے وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا اور کسی سے نہیں۔

نکتہ:

عبادت کو استعانت پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا۔ کیونکہ طلب حاجت سے پہلے ذریعہ طلب کو لانا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ یا نظم عبارت کا لحاظ کرتے ہوئے عبادت کو استعانت پر اسی طرح مقدم کر دیا جیسا رحمان کو رحیم پر اگرچہ بلوغ تربیع میں لایا جاتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ⑤

جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا جن پر غصہ نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہیں۔

استعانت کو بلا کسی قید کے ذکر کیا تاکہ ہر چیز جس میں استعانت کی ضرورت ہے ان سب کو شامل ہو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ ادائے عبادت میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق مانگی گئی ہے۔ (اس طرح) اہدانا مطلوبہ معونت کا بیان بن جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا (اے میرے بندو) میں کیسے تمہاری امداد کروں؟ تو بندوں نے عرض کیا (تو ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم فرما)

ہدایت و صراط کا مطلب:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ: نمبر: یعنی ہمیں واضح راستے پر قائم فرما۔ جیسا کھڑے کو کہا جاتا ہے۔ قم حتی اعود الیک یعنی اپنی اسی حالت پر میرے لوٹنے تک ثابت و قائم رہو۔

نمبر ۲: تو ہمیں مستقبل میں بھی اسی طرح ہدایت دے جس طرح حال میں ہدایت دے رکھی ہے۔

ہدی: ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ دو مفعول کی طرف اس کا متعدی ہونا بھی بغیر صلہ کے اس آیت میں آیا ہے۔ اور الٰہی اور لام کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی ہونا قرآن مجید کی ان آیات (هَذَا نَفْلٌ لِّكَ) الاعراف: ۳۳۔ هَذَا نَفْلٌ لِّكَ رَّبِّیْ الٰہی صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ: الانعام: ۱۶ میں وارد ہے۔

الصراط: راستہ۔ یہ شرط الشیء سے لیا گیا۔ اس نے اس چیز کو نگل لیا۔ گویا چلنے والا اپنے پاؤں کو چلتے ہوئے نگلتا جاتا ہے۔ اختلاف قراءت: الصراط کی سین کو صا د سے بدل دیا گیا۔ کیونکہ حروف الطباق ہونے میں یہ طاکا ہم جنس ہے۔ ص، ض، ط، ظ یہ حروف الطباق میں سے ہیں۔

کبھی ص کو ز کی آواز کا اشہام دیکر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ ز، ط کے قریب تر ہے۔ کیونکہ وہ دونوں حروف مجبورہ میں سے ہیں۔ یہ

امام حمزہ کی قراءت ہے۔

امام ابن کثیر تمام قرآن میں س پڑھتے ہیں۔ اور کلمہ کی اصل یہی ہے۔

باقی قراء خالص ”ص“ پڑھتے ہیں اور لغت قریش یہی ہے اور مصحف امام میں ص ہی ثابت ہے۔

صراط کا لفظ مذکور مؤنث استعمال ہوتا ہے جب۔۔۔ رریق اور سبیل کا لفظ۔ صراط مستقیم سے مراد حق کا راستہ ہے اور وہ ملت اسلام ہے۔

فائدہ تاکید:

صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ: یہ صراط کا لفظ پہلے صراط سے بدل ہے۔ اور اس کو دوبارہ لانے کا حکم وہی ہے جو عامل کو دوبارہ لانے کا ہے۔ دوبارہ لانے میں تاکید کا فائدہ حاصل ہوا اور یہ بھی بتلادیا کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط السبلین (مسلمانوں کا راستہ) ہے۔ تاکہ مسلمانوں کے راستہ پر استقامت اختیار کرنے کی انتہائی تبلیغ و دلیل بن جائے۔ اور مؤکد شہادت ثابت ہو۔ (انعمت علیہم) وہ مؤمن ہیں یا انبیاء علیہم السلام یا تبدیلی سے پہلے بنی اسرائیل جو قوم موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ:

تفسیر اول: یہ الذین انعمت علیہم سے بدل ہے۔ یعنی انعام یافتہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر دوم: الذین کی صفت ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے عمومی نعمت یعنی ایمان اور غضب الہی اور گمراہی میں سے سلامتی والی نعمتوں کو جمع کر لیا ہے۔

معروف اشکال:

اشکال: یہ الذین کی صفت کیسے بن سکتی ہے جبکہ وہ معرفہ ہے۔

جواب اول: یہ الذین کی صفت بن سکتی ہے۔ اگرچہ وہ معرفہ ہے اور غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بھی نہیں بنتا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں وہ دو متضاد معرفوں کے درمیان واقع ہے۔ پس غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بن گیا۔ جیسا اس مثال میں عجب من الحركة غیر السكون (الحركة والسكون تو متضاد معرفے ہیں پس غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن کر الحر کة کی صفت ہوا) اسی طرح آیت میں منعم علیہم اور مغضوب علیہم دو متضاد معرفے ہیں۔ (اس لئے غیر المغضوب معرفہ ہو کر صفت بن گیا)

جواب دوم: الذین کمرہ کے قریب ہے۔ اور اس سے مراد کوئی معین و مخصوص قوم نہیں اور غیر المغضوب علیہم یہ معرفہ کے قریب ہے۔ اس تخصیص کی وجہ سے جو اضافت کی وجہ سے اس کو حاصل ہوئی۔

پس حاصل یہ ہے کہ ایک ایک لحاظ سے دونوں میں ابہام ہے۔ اور ایک ایک وجہ سے تخصیص ہے۔ پس دونوں حیثیت میں برابر ہوئے (صفت بننے میں اشکال نہ رہا)

اول علیہم: یہ مفعولیت کی وجہ سے محذوٰ منصوب ہے۔ دوسرا علیہم: فاعلیت کی وجہ سے محذوٰ مرفوع ہے۔

مراد غضب اللہ:

غضب اللہ: سے مراد جھلانے والوں سے انتقام کا ارادہ کرنا اور ان پر سزا کا اتارنا اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو بادشاہ اپنے ماتحتوں سے کرتے ہیں جبکہ وہ ان پر غضبناک ہوں۔

بعض علماء نے کہا مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من لعنہ اللہ و غضب علیہ۔

المائدہ: ۶۰۔ اور الضالون سے مراد نصرانی ہیں کیونکہ ارشاد الہی ہے۔ قد ضلوا من قبل۔ المائدہ: ۷۷۔

لا: بصریٰ کے ہاں لا: زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا۔ کوفین کے نزدیک یہ غیر کے معنی میں ہے۔

آمین: یہ اسم صوت ہے جو فعل استجب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح کہ روید اسم ہے: امہل: فعل کے معنی میں آتا ہے۔

معنی آمین..... قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ افعّل۔ (ایسا کر دے)

تحقیق لفظ:

یہی ہے۔ آمین دو لغتیں ہیں مد اور قصر۔ قصر اصل ہے۔ جبکہ مد اشباع حمزہ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ویوحم اللہ عبدًا قال آمینا۔

دوسرے شاعر کا قول: آمین، فزاد اللہ ما بیننا بعدا۔

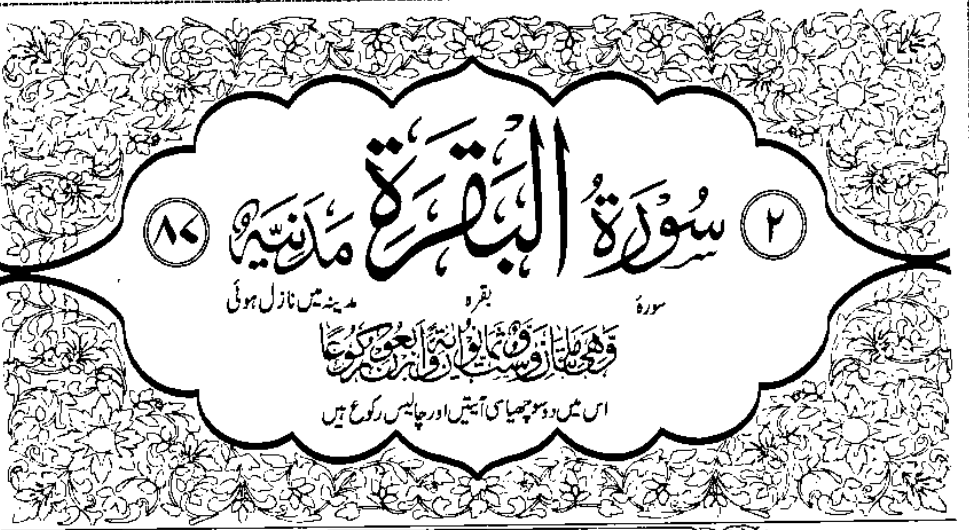
پہلے شعر میں مد ہے جبکہ دوسرے میں قصر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل امین علیہ السلام نے مجھے قراءت فاتحہ کے وقت آمین کی تلقین فرمائی۔ اور کہا کہ یہ خط کے آخر میں مہر کی طرح ہے۔“

البتہ آمین قرآن میں سے نہیں اسی لئے اس کو مصاحف میں لکھا نہیں جاتا۔

۲۰۰۱-۱۱-۸

جمرات ۲۱ شعبان المعظم



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ ۙ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ هُدًى

آلہ: یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس میں ہدایت ہے

لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

متقیوں کے لئے۔ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز کو

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

اور ہماری نعمتوں میں سے خرچ کرتے ہیں،

حروف مقطعات کی بحث:

آلہ: اور اسکے ہم مثل حروف مقطعات حقیقت میں ایسے اسماء ہیں جن کے مصداق وہ حروف تہجی ہیں جن سے مل کر کلمات بنتے ہیں۔ پس الف قال کے درمیان والے حرف پر دلالت کرتا ہے۔ اور لام انکے آخری حرف پر دلالت کر رہا ہے اور ان کے مشابہ حروف کا یہی حال ہے۔

اسمیت کے دلائل: پہلی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ امالہ، تفخیم، تعریف و تنکیر (معرفہ و کمرہ ہونا) اسی طرح جمع اور تصغیر سے ان میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ نحوی حیثیت میں یہ محرب ہیں، البتہ ان میں سکون زید و غیرہ اسماء کی طرح ہے۔ کہ اعراب کا مقتضی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اعراب نہیں آ سکتا۔ بعض نے ان کو مبنی کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ اصوات کی طرح ہیں۔ مثلاً غاق۔ یہ کوئے کی آواز کی حکایت ہے۔

جمہور علماء کا قول:

یہ ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان حروف سے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں۔ بعض کا قول: یہ ان تشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کو معجم ان کے ابہام و اخفاء کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔

بعض دوسروں کا قول:

یہ اسماء ہیں جن کو شروع میں بطور تعہید کے لایا گیا ہے۔ گویا کہ قرآن مجید نے جن کو پہنچ کیا تھا ان کو قرآن بیدار کر رہا ہے۔ اور آمادہ کر رہا ہے کہ وہ اس نازل شدہ وحی پر غور کریں جس کا مقابلہ کرنے سے وہ اول سے آخر تک عاجز آ چکے۔ جبکہ اس کلام کے موتی ان کلمات سے ہی پروئے گئے ہیں جن سے انکا اپنا کلام بنتا ہے۔ تاکہ یہ غور و فکر ان کو اس پر یقین لانے کی طرف آمادہ کرے۔ اگر اب تک انہوں نے اپنا سرا اسکے سامنے سرنگوں نہیں کیا۔ اور بار بار رجوع کے باوجود ان کو اپنی عاجزی ظاہر نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں۔ (تاکہ اب بھی جاگ کر اپنی عاجزی مان لیں) کیونکہ یہ تمام باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ خالق اور قادر مطلق کا کلام ہے۔

نصیب والوں کے لئے تو یہ بات بڑا مقام رکھتی ہے۔ (آؤ اور اپنا نصیب آزمائو)

دیگر بعض کا قول:

یہ ہے کہ ان سے سورتوں کو اس لئے شروع کیا گیا۔ تاکہ سب سے پہلے جو چیز سامع کے کانوں کو کھٹکھٹائے وہ ایک انوکھا انداز کلام ہو۔ جو دلائل اعجاز کیلئے ایک مقدمے کا کام دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف کے ذریعہ عمدہ اور نفیس کلام کرنے میں تمام عرب برابر تھے۔ خواہ ان پڑھ طبقہ ہو یا پڑھا لکھا طبقہ ہو۔

البتہ: حروف کے اسماء کو وہ لوگ استعمال کرتے تھے۔ جنہوں نے خود پڑھنا لکھنا سیکھا یا اہل کتاب سے انکا میل جول تھا اور ان سے انہوں نے سیکھ لیا تھا۔ کسی امی کا ان اسماء حروف سے کلام کرنا اس طرح بعید تر تھا جس طرح کسی امی کا بغیر پڑھے لکھنا اور

تلاوت کرنا۔

پس آپ ﷺ کا ان اسماء کو اپنے کلام میں استعمال کرنا۔ باوجودیکہ یہ بات مشہور و معروف تھی کہ آپ ﷺ نے اہل کتاب کے کسی بھی فرد سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں کی۔ (یہ استعمال) وہی حکم رکھتا ہے جو ان واقعات و قصص کے بیان کرنے کا تھا جن سے قریش وغیرہ پہلے سے ناواقف تھے۔ اس سے تو یہ بات خود ثابت ہوگئی کہ یہ سب آپ کو وحی الہی سے حاصل ہوا۔ جو آپ کی نبوت کی واضح شہادت ہے۔

دلیل اعجاز کا دوسرا انداز:

یہ بات معلوم ہے۔ کہ ابتداء میں جو حروف وارد ہوئے ہیں۔ ان میں نصف تو حروف معجمہ کے اسماء ہیں جو درج ذیل ہیں۔
الالف، اللام، المیم، الصاد، الرءاء، الکاف، الہاء، الباء، العین، الطاء، السین، الحاء، القاف، النون۔

تعداد حروف:

حروف معجمہ کی تعداد اسی ہے، اور مذکورہ بالا حروف اسی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہے کہ ان پائے جانے والے حروف میں حروف کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبر ۱۔ مہموسہ: میں سے، الصاد، الکاف، الہاء، السین، الحاء نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۲۔ مجہورہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الرءاء، العین، الطاء، القاف، الباء، النون، نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۳۔ شمدیدہ میں سے: الالف، الکاف، الطاء، القاف، نصف تعداد میں موجود ہیں۔

نمبر ۴۔ رخوہ میں سے: اللام، المیم، الرءاء، الصاد، الہاء، العین، السین، الحاء، الباء، النون نصف موجود ہیں

نمبر ۵۔ مطبقہ میں سے: الصاد، الطاء، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۶۔ مفتوحہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الرءاء، الکاف، الہاء، العین، السین، الحاء، القاف، الباء، النون، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۷۔ مستعلیہ میں سے: القاف، الصاد، الطاء، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۸۔ منخفصہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الرءاء، الکاف، الہاء، الباء، العین، السین، الحاء، النون، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۹۔ قلقلہ میں سے: القاف، الطاء، نصف تعداد موجود ہے۔

ان اجناس کی بقیہ اقسام میں ان حروف کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کا اکثر اسکے کل کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اہل عرب پر ان حروف کو شمار کر دیا جن پر ان کا کلام مشتمل تھا (اور ان کو مقابلے کا چیلنج دیا مگر پھر بھی وہ مقابلے میں نہ آئے بلکہ عاجز ہو گئے) اور ان کو اس طرح لا جواب و مبہوت کر دیا اور ان پر حجت قائم کر دی (فہل من مبارز)

غرض تکرار:

طرز میں فرق کی وجہ:

ابتداء میں طرز:

دوسرا قول:

BestUrduBooks.wordpress.com

ایک اور قول:

جنہوں نے ان کو سورتوں کے نام قرار نہیں دیا ان کے ہاں انکا کوئی محل اعراب نہیں۔ جیسا کہ جملہ ابتدائیہ اور مفردات عددیہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

اسم اشارہ کی تذکیر:

ذَلِكَ الْكِتَابُ: نمبر ۱: یعنی یہ وہی کتاب ہے جس کا وعدہ ان سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے کیا گیا، یا ذلک کا مشارالیه الہم ہے۔

سوال: اسم اشارہ مذکر اور مشارالیه مؤنث ہے اور وہ سورت ہے۔

جواب: کتاب: اگرچہ خبر ہے مگر یہ اسی کے معنی میں ہے۔ اور دونوں کی مراد ایک ہے۔ اس لئے مذکر ہونے میں لفظ کتاب کا حکم سورت کے لفظ پر لگادیا، اور اگر یہ صفت ہے تو پھر اس سے صراحت کتاب کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ اسم اشارہ سے ایسی جنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس کی صفت ہے۔ محاورہ میں اس طرح کہتے ہیں۔

هذ ذلک الانسان او ذلک الشخص فعل کذا

کہ ہندوہ انسان ہے ذلک کی صفت سے مراد انسان ہے اور ذلک کا اشارہ ہند کی طرف ہے۔ حالانکہ ہند مؤنث ہے۔

الہم واسم اشارہ کو ملانے کی وجہ:

وجہ نمبر ۱: ذلک الکتاب کو الہم کے ساتھ ملانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر الہم کو سورت کا نام قرار دیں تو الہم مبتدا ہوگا۔ اور ذلک مبتدا دوم ہوگا۔ اور الکتاب اس کی خبر بنے گی، پھر جملہ مبتداء اول کی خبر ہوگی اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہی کتاب کامل ہے۔ گویا اس کے مقابلہ میں دوسری کتابیں ناقص ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ ہوالرجل یعنی رجولیت میں کامل وہی ہے۔ مردوں میں جتنی پسندیدہ خصلتیں ہوتی ہیں وہ سب اس میں جمع ہیں۔

نمبر ۲: الہم مبتدا و مخذوف کی خبر ہو یعنی: الہم ایک جملہ ہے اور ذلک الکتاب دوسرا جملہ ہے۔

نمبر ۳: اگر تم الہم کو بمجزلہ اسم صوت کے قرار دو۔ تو پھر الہم مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہوگی۔ یعنی وہ اتاری ہوئی کتاب وہی کتاب کامل ہے۔

ریب کا مفہوم ومعنی:

لَا رَيْبَ: (اس میں شک نہیں) مخجوف: یہ مصدر ہے راب کا جب کسی چیز میں شک ہو۔

الریب کی حقیقت:

نفس کا قلق و اضطراب۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ ”دع ما یریبک الی ما لا یریبک“ جو چیز تمہیں اضطراب میں ڈالے اس کو ایسی چیز کے لیے چھوڑ دے جو تمہیں اضطراب میں نہ ڈالے، پس شک اضطراب ہے۔ سچائی

اطمینان ہے۔ (احمد، ترمذی) کسی کام کا مشکوک ہونا یہی ہے کہ جس کے لیے نفس میں قلق ہو اور دل میں قرار نہ آئے۔

اور کسی کام کا سچا ہونا یہی ہے کہ اس میں دل مطمئن ہوتا اور سکون اختیار کرتا ہے۔ ”ریب زمان“ کا لفظ اسی سے ہے، اور اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو نفس کو قلق میں مبتلا کر دیں۔ اور ان کے مصائب کی تشخیص دلوں سے ہو۔ اب آیت میں ریب کی نفی بطور استغراق کے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس میں شک کیا۔

قرآن کے متعلق اس بات کی نفی کی گئی ہے، کہ اس کا شک سے تعلق نہیں۔ اور نہ یہ شک کا مقام ہے۔ کیونکہ اس کی دلائل اور براہین اس طرح روشن ہیں کہ شک کرنے والے کو اس میں پڑنا مناسب نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی آدمی اس میں شک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے لایف ریب، ”نہیں فرمایا، جیسا کہ فرمان“۔ لایفہا غول الصافات آیت نمبر ۴ لفظ ریب کے ساتھ حرف نفی لایا گیا کہ ریب کی قرآن سے نفی کی اور یہ ثابت کیا کہ قرآن برحق ہے باطل نہیں۔ جیسا کہ کفار گمان کرتے تھے۔

اگر ظرف کے قریب لایا جاتا تو اس مقصد سے وہ دور ہو جاتا وہ اس طرح کہ کوئی اور کتاب ہے جس میں شک ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ”لا فیہا غول“ الصافات آیت نمبر ۴ جنت کی شراب دنیا کی شرابوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس طرح کہ وہ عقول کو خراب نہیں کرے گی، جس طرح کہ دنیا کی شراب خراب کرتی ہے۔

وقف کے متعلق مشہور قول:

یہ ہے حضرت نافع وعاصم رحمہما اللہ نے لایف پر وقف کیا۔ اس صورت میں وقف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خبر کی نیت کرے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ”لَا رَيْبَ فِيْهِ“ اس میں شک نہیں“

فِيْهِ هُدًى: فیہ میں ابن کثیر کی بیسیہ کے نزدیک ہر شاخ کی ہے۔

حفص بیسیہ نے اس آیت فیہ مہانا (الفرقان آیت نمبر ۶۹) میں ان کی موافقت کی ہے اور یہی اصل ہے۔ جیسا کہ کہیں۔ ”مردت به ومن عنده وفي داره“

سیرا: جس طرح فی دارہ اور من عندہ نہیں کہا جاتا اس طرح ضروری ہے کہ ”فیہ“ بھی نہ کہا جائے۔

جبریل: سیبویہ بیسیہ نے فرمایا۔ جو انہوں نے کہا ہے (اگر اس کو مان لیں تو) تو تین حروف ساکنہ کا جمع کرنا لازم آتا ہے۔ حاسے قبل یا اور خود ہاء۔ کیونکہ اہل عرب کے ہاں ہا متحرک بھی بمنزلہ ساکن کے ہے۔ کیونکہ ہا حروف خفیہ میں سے ہے اور حرف خفی ساکن کے قریب ہے۔ اور یا اس کے بعد (دوسرے نمبر پر ہے) تو اشباع ساقط ہو جائیگا۔

ہدی: یہ فعل کا مصدر ہے جیسا کہ بکنی کا لفظ۔

تعریف ہدایت:

مقصد تک پہنچانے والی دلالت۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں ضلالت کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں اُولَئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى (البقرہ آیت نمبر ۱۶) فرمایا گیا، ”ہدی“ لمتقین“ متقی“ ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں عزیر کو العزیر المکرم یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے اور مکرم بنائے۔ اصل مقصود اس سے جو چیز اس

میں پائی جاتی ہے یعنی عزت اس میں اس کا برقرار رہنا اور نیچگی طلب کی گئی ہے۔ جیسا کہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ (الفاتحہ آیت نمبر ۶) میں ہے۔ (کہ تو ہمیں ہدایت سے ہمیشہ وابستہ رکھ) اللہ تعالیٰ نے عنقریب متقی بننے والے کو متقین کا لباس زیب تن کرنے کی وجہ سے متقی فرمادیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قتل قتیلًا فله سبیلہ (بخاری و مسلم) اس ارشاد میں عنقریب قتل ہونے والے کو قتل فرمادیا بوجہ لباس قتل کے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے اذا اراد احدکم الحج فلیعجل فانہ یمرض المریض عنقریب قتل ہونے والے کو اور بیمار ہونے والے کو قتل اور مریض فرمایا۔

عنوان کا فرق:

یہاں ہدی للضالین نہیں فرمایا۔ کیونکہ ان کے دو گروہ ہیں۔

نمبر ۱: جن کا گمراہی پر قائم رہنا معلوم ہے۔

نمبر ۲: جن کا انجام بالآخر ہدایت ہے۔

اور قرآن مجید اسی فریق ثانی کے لیے ہادی ہے۔ پس یہ عبارت کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ تفصیلی عبارت لائی جاتی تو یوں فرماتے، یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو گمراہی کے بعد ہدایت کی طرف جانے والے ہیں، پس کلام کو اس طریق سے مختصر لائے، جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا۔ (عنقریب متقی بننے والے کو متقی کہہ دیا)

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ ہدی للمتقین لائے حالانکہ یہ اس سورت کی ابتداء ہے۔ جو ہر اودین میں سے ایک ہے۔ اور قرآن مجید کی چوٹی اور کوہان سے۔ گویا ابتداء سورت اپنے اولیاء متقی بندوں کے ذکر سے فرمائی۔

انتمی۔ نَحْوُ: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور عرب کا قول ہے وقاہ فاتی۔ اس کا فاکلمہ واؤ ہے اور لام کلمہ یا ہے۔ جب اس سے باب الاعتعال بنایا تو واؤ کو تا کر کے تا میں ادغام کر دیا۔ اتقی بن گیا۔ الوقایہ۔ پیش بندی۔ حفاظت کرنا۔ شریعت میں اس کا معنی کسی ایسے کام میں اپنے آپ کو مبتلا کرنے سے بچانا۔ جس کے کرنے یا چھوڑنے سے سزا کا مستحق ہو۔

تراکیب:

ترکیب ۱: ہدی کا لفظ محذوف مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

ترکیب ۲: ذلک کی خبر ہے لاریب فیہ کے ساتھ مل کر

ترکیب ۳: فیہ کی حاذواً والحال اور ہدی حال ہے۔

ترکیب ۴: بلاغت کے اعتبار سے زیادہ پختہ بات یہ ہے کہ الہم بذات خود مکمل جملہ ہے یا حروف معجمہ کا مجموعہ ہے جو مستقل بنفسہ ہے۔ ذلک الکتاب یہ دوسرا جملہ ہے لاریب فیہ تیسرا جملہ ہے۔ اور ہدی للمتقین چوتھا جملہ ہے۔

انوکھا اندازِ بلاغت:

پھر اپنی ترتیب میں اس نے بلاغت کا انوکھا انداز پیدا کیا کہ حروف عطف کے بغیر ان کو اس شاندار ترتیب سے لایا گیا کہ ایک کی گردن گویا دوسرے سے ملی ہوئی ہے، دوسرا پہلے کے ساتھ معانفہ کرتے ہوئے مل رہا ہے اسی طرح تیسرا اور چوتھا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے: اولاً متنبہ کیا کہ یہ وہ کلام ہے جس سے چیلنج دیا گیا پھر اشارہ فرمایا کہ یہ انتہائی کمال والی قابل تعریف کتاب ہے تو اس سے چیلنج والی جانب کو پختہ کر دیا۔ پھر نفی کی کہ شک کی کسی جانب بھی اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ پس یہ بات اس کے کمال کی شہادت و دستاویز بن گئی کیونکہ حق و یقین والا کمال سب سے بالاتر اور کامل ہے۔ جس طرح باطل و اشتباہ سے بڑھ کر کوئی نقص و عیب نہیں۔

ایک عالم کو کہا گیا کہ۔ تیری لذت کس بات میں ہے؟ اس نے کہا ایسی دلیل میں جو وضاحت میں نزاکت کی چال چلے۔ اور ایسے اشتباہ میں جو رسوائی سے نڈھال کر دے۔ پھر خبر دی کہ یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔ پھر اس کا یقین ہونا اس طرح پختہ کر دیا کہ شک اس کی گردن کو بھی نہیں پاسکتا۔ اور وہ ایسا حق ہے کہ باطل اس کے سامنے اور پیچھے کسی طرف سے نہیں آسکتا۔ پھر اس گہری ترتیب اور عمدہ تسنیق کے ساتھ ساتھ چاروں میں سے کوئی ایک جملہ بھی ایک عظیم الشان نکتہ سے خالی نہیں۔

نکتہ عظیمہ:

اول جملہ میں حذف اور مطلوب کی طرف لطیف انداز سے اشارہ ہے۔ جبکہ دوسرے جملہ کے معرفہ میں قابل دید عظمت ہے۔ اور تیسرے جملہ میں رب کے لفظ کو ظرف پر مقدم کیا گیا ٹھاٹھ ہے (پیچھے ذکر ہوا) اور چوتھے جملہ میں حذف ہے۔ اور ہڈی مصدر کو اسم فاعل کے مقام پر لایا گیا۔ گویا ہادی نفس نفس ہدایت ہے۔ پھر اس کو کمرہ لائے۔ اس میں یہ بتلادیا کہ یہ ایسی ہدایت ہے جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جاسکتا۔ اور متقین کا تذکرہ مختصر انداز میں کر لیا جیسے پہلے گزرا۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ کی تفسیر:

الذین۔ **مختصر:** نمبر ۱: یہ محلا مرفوع ہے۔

نمبر ۲: صفت کی صورت میں محل نصب میں ہے یعنی هُمُ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ۔ وہی جو ایمان رکھتے ہیں یا میری مراد الذین یؤمنون وہ ایمان والے ہیں۔

نمبر ۳: الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ مبتداء اور اس کی خبر اُولَٰئِكَ عَلٰی هٰذٰی۔

نمبر ۴: یہ مجرور ہے اس طرح کہ متقین کی صفت ہے۔ یہ صفت متقین کی صفت کو کھولنے اور واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ زید الفقیہ المحقق۔ کیونکہ یہ اس چیز پر مشتمل ہے جس پر نیکیوں کی جڑ ہے۔ اور وہ نماز اور صدقہ ہے یہ دونوں بنیادی عبادات مالیہ اور بدنیہ کی جزء ہیں۔ (الصلوة عماد الدین) نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔ (اور دوسری روایت

میں) کفر و اسلام کے درمیان فاصل نماز کا چھوڑ دینا قرار دیا گیا۔ اور زکوٰۃ کو اسلام کا پل فرمایا۔ (الزکوٰۃ فنظرۃ الاسلام) گویا ان کا مقام و مرتبہ ایسا ہے کہ تمام عبادات ان کے تابع ہیں۔ اسی لیے تو کلام کو مختصر فرمایا اور طاعات کے تذکرہ میں فقط عنوان پر اکتفا کیا اور اسکے ساتھ ساتھ ان دونوں عبادتوں کی فضیلت کو کھول دیا۔

نمبر ۵: یا یہ صفت ہے جو متقین کے ساتھ لائی گئی جو مزید فائدہ کے لیے لائی گئی ہے مثلاً زید الفقیہ المتکلم الطیب۔ اس صورت میں متقین سے مراد وہ لوگ ہونگے جو برائیوں سے گریزاں ہیں۔
یَوْمُنَّوْنُ: (تصدیق کرتے ہیں)

نَحْوُ: یہ اس مصدر سے باب افعال ہے۔ اور محاورہ ہے۔ امنت ”یعنی اس کی تصدیق کی اس کی حقیقت تکذیب و مخالفت سے اس میں ہونا ہے۔ باء سے یہ متعدی ہے۔ اس لیے کہ یہ اقرار و اعتراف کے معنی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔

بِالْغَيْبِ: (جو ان سے پوشیدہ ہیں) ان چیزوں میں سے جن کی خبر ان کو نبی اکرم ﷺ نے دی۔
نمبر ۱: مثلاً بعث و نشر اور حساب وغیرہ کے معاملات (جو کہ غائب کے مفہوم میں ہیں) پس مصدر بمعنی اسم فاعل (غائب) لائے۔
جیسا کہ بتے ہیں۔ غاب اشیاء غیباً۔ یہ اس صورت میں ہے جب تم اس کو یَوْمُنَّوْنُ کا صلہ بناؤ۔

نمبر ۲: اور اگر تم اس کو حال قرار دو۔ تو پھر یہ پوشیدگی اور خفاء کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ ایمان لاتے ہیں۔ اس حال میں کہ جس چیز پر ایمان لانا ہے۔ وہ ان سے غائب ہے۔ (مثلاً رسول اللہ و بعث و نشر کو دیکھا نہیں مگر ایمان لاتے ہیں) حقیقی طور پر یہ عبارت اس طرح ہے۔ متلبسین بالغیب یعنی غیب سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں۔

صحیح ایمان یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ عمل (حقیقت) ایمان میں داخل نہیں (البتہ ایمان کی علامت و ثمرہ ضرور ہے)

اقامت کا مطلب:

وَيُؤْمِنُونَ الصَّلٰوةَ: (یعنی اس کو ادا کرتے ہیں)

نمبر ۱: ادائیگی کو اقامت سے تعبیر کیا۔ حالانکہ قیام تو اس کا ایک رکن ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ نماز کو قنوت سے تعبیر کیا۔ اور قنوت قیام ہی کو کہتے ہیں۔ رکوع اور سجود اور تسبیح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں نماز میں پائی جاتی ہیں۔
نمبر ۲: یا اقامت صلوٰۃ سے مراد تعدیل ارکان ہے۔ یہ ”اقام العود“ سے ہے جب لکڑی کو سیدھا کر دیں۔

نمبر ۳: یا نماز پر مداومت اور محافظت مراد ہے۔ پھر یہ ”قامت السوق“ سے بنا ہے۔ جب بازار پر رونق ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے تو پھر وہ چالو مال کی طرح بن جاتی ہے۔ جس کی طرف رغبتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ اور جب کسی چیز کو ضائع کیا جائے تو وہ اس کھوئی اور ٹنکی چیز کی طرح ہے جس کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی۔

معنی صلوٰۃ:

الصَّلٰوةَ۔ نَحْوُ: الصَّلٰوةَ کا لفظ فعلیہ کے وزن پر صلتی سے بنا ہے جیسا کہ الزکوٰۃ کا لفظ ذکی سے۔ اور واؤ کیساتھ اس

کی کتابت بطور تفخیم کے ہے۔ صلی کا حقیقی معنی چوتروں کو حرکت دینا ہے۔ کیونکہ نمازی رکوع وجود میں ان کو حرکت دیتا ہے۔ داعی (دعوت دینے والا) کو بھی مصل (بلانے والا) کہا جاتا ہے رکوع و سجدہ کرنے والے کے ساتھ خشوع میں مشابہت کی وجہ سے اس کو ”مصل“ کہا جاتا ہے۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ: (جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے) یہاں ما بمعنی الذی ہے۔

انفاق سے مراد:

يُنْفِقُونَ: (وہ اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔ من تبغیہ داخل کر کے ممنوع فضول خرچی سے محفوظ کر دیا۔ مفعول کو اس کی اہمیت پر دلالت کرنے کیلئے مقدم کیا۔

نمبر ۱: مراد یہاں زکوٰۃ ہے، کیونکہ یہ اس صدقہ سے ملی ہوئی ہے جو کہ زکوٰۃ کی ہدم ہے۔

نمبر ۲: یا۔ زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ اور اسی طرح کے خرچہ جات ہوں جو بھلائی کے راستہ میں کئے ہیں کیونکہ یہاں زکوٰۃ کا لفظ بلا کسی قید کے آیا ہے۔ اور انفق الشیء اور انفقہ یہ دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جیسا کہ نفق الشیء اور نفقہ۔ چیز کا خرچ ہونا ختم ہونا کے معنی میں آتے ہیں۔

قاعدہ:

ہر وہ لفظ جس کا فاء کلمہ نون ہو اور عین کلمہ فاء ہو وہ نکلنے اور چلے جانے کے معنی میں آتا ہے۔

نکتہ:

اس آیت سے بطور دلالت یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں وہ اس لیے کہ یہاں صلوة و زکوٰۃ کو ایمان پر عطف کر کے ذکر کیا گیا۔ اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝

اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے احباب اور ان جیسے دوسرے لوگ جو ہر اس وحی پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ایمان لائے۔ اور آخرت پر ایسے یقین کا اظہار کیا جس سے یہ بات زائل ہوگئی کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور ان کو دوزخ کی آگ چند گنتی کے دنوں کے علاوہ نہیں چھوئے گی۔ نمبر ۱: پھر اگر تم اس کا عطف الذین یؤمنون بالغیب پر کرو تو یہ من جملہ متقین میں داخل ہو جائیں گے۔ نمبر ۲: اور اگر اس کا عطف متقین پر کرو تو پھر داخل نہ ہو گئے۔ پس کلام اس طرح بنے گا۔

هدی للمتقین وهدی للذین یؤمنون بما انزل الیک

نمبر ۳: یا اس سے پہلے لوگوں کی صفت کرنا مقصود ہے۔ اور درمیان میں عاطف کو اسی طرح لایا گیا۔ جیسا کہ صفت کے درمیان لاتے ہیں۔ جیسا اس محاورہ میں۔

هو الشجاع والحواد وہ بہادر اور شجی ہے۔

اور شاعر کا قول:

الی المملک القرم وابن الهمام ☆ لیث الکئیة فی المزدحم

میں اس بادشاہ کی طرف جو توڑنے والا اور تلوار کے نیچے پلنے والا۔ لڑائی کے میدان میں لشکر کے دستے کا شیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام ان صفات کے جامع ہیں۔

تذکرۃ قرآن کی کتاب و کتب سابقہ:

بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ: یعنی قرآن مراد اس سے مکمل قرآن ہے۔ فقط وہ مقدار مراد نہیں جو ان کے ایمان لانے تک اتاری جا چکی تھی کیونکہ ایمان تو سارے قرآن پر لانا ضروری ہے۔

سوال: یہاں انزل کو لفظ ماضی سے تعبیر کیا اگرچہ ابھی بعض کے نزول کا انتظار ہے۔

جواب: موجود کو غیر موجود پر تغلیب دے کر ذکر کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بعض نازل شدہ اور بعض کے نزول کا ابھی انتظار ہے تو تمام کو گویا نازل شدہ شمار کر لیا گیا۔ (کیونکہ اس کا اتارا جانا یقینی تھا)

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدٰی مِّنْ رَبِّهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

یہ لوگ بڑی ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہ لوگ ہی کامیاب ہیں۔

وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ : یعنی انبیاء علیہ السلام پر اتاری جانے والی تمام کتابیں

وَبِالْآخِرَةِ خَيَّرْنَا : یہ آخر کی مومن ہے جو کہ الاول کی ضد ہے۔ یہ صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ لفظ دار ہے اس کی دلیل قصص آیت نمبر ۸۳ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ ہے اور یہ صفت غالبہ ہے۔ اسی طرح دنیا کا لفظ بھی (کہ اس کا موصوف محذوف ہے اور یہ صفت غالبہ ہے کیونکہ قریب تر ہے)

قرأت:

حضرت نافع پیسہ فرماتے ہیں کہ ہمزہ کو حذف کر کے اس میں تخفیف کر دی۔ اور اس کی حرکت لام کو دے دی۔

هُمْ يَوْمَئِذٍ : ايقان اصل میں شک و شبہ دور ہو کر کسی چیز کے متعلق پختہ علم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدٰی۔ (یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں) خَيْرٌ : اَلَّذِينَ يَوْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کو مبتدأ بنائیں تو جملہ محل رفع میں واقع ہے اور اگر اس کو مبتدأ نہ بنائیں تو پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ (اسم اشارہ کو صفات کے بعد لانا گویا موصوف کا صفات سمیت اعادہ ہے)

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے کہ پہلا موصول متعین پر جاری ہو اور دوسرا موصول ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہو۔ اور اولئك اس کی خبر ہو۔

تَفْسِيْرٌ : ہدایت و فلاح کے ساتھ ان کو خاص کرنے کی وجہ اہل کتاب پر تعریض کرنا ہے۔ جن کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہدایت پر ہونے کے دعویدار تھے۔ اور یہ طبع رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح پانے والے ہیں۔

علیٰ کی حکمت:

علیٰ ہُدٰی : میں، استعلاء کا مفہوم ایک تمثیل ہے جو ہدایت پر ان کے پورے قابو کو ظاہر کرنے اور اس پر چنگلی سے قائم رہنے کو ظاہر کرتا ہے اور ہدایت کو اس طرح انہوں نے تمام رکھا ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز پر غالب اور سوار ہو۔ اس کی مثال ہو علی الحق و علی الباطل ہے اور اہل عرب نے اپنے اس قول میں اس استعلاء کی وضاحت کر دی ہے۔ جعل الغوایہ مرکبا (اس نے گمراہی کو سواری بنایا) امتطی الجھل (اس نے جہالت کو سواری بنایا) اقتعد غارب الھنوی (وہ خواہشات کی کوہان پر بیٹھا)۔

ہُدٰی مِّنْ رَبِّهِمْ : (یعنی ان کو ہدایت ان کے رب کی طرف سے ملی ہے) محمدی کا لفظ مکرہ لائے۔ تاکہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو کہ ان کو ہدایت کی ایسی قسم حاصل ہے کہ جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جاسکتا۔

مقدّر سوال کا جواب:

گویا کلام اس طرح تھا۔ کہ وہ کوئی ہدایت پر ہیں۔ تو جواب دیا گیا۔ هٰذِيْ مِنْ رِّبِّهٖمْ کہ وہ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں) اس کی مثال ہے لقد وقعت علی لحم۔ یعنی عظیم گوشت پر واقع ہوا۔
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ: (یہی لوگ آخرت کے گھر میں من مانی مراد پائیں گے) اور جس سے وہ خوف زدہ ہیں اس سے وہ نجات پانے والے ہیں۔

فلاح کیا ہے؟

فلاح: تمنا کو پالینا المفلح تمنا کو پانے میں کامیاب۔ گویا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے لیے کامیابی کے راستے کھل گئے ہیں۔ یہ مرکب خود شق اور فتح کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ الفاظ جن کا فاء اور تین کلمہ اسی طرح ہو مثلاً۔ فلق، فلد، فل (پھٹنا، بکلا، کند) ان میں پھٹنے کا مفہوم موجود ہوتا ہے۔

سوال: یہاں عطف کے ساتھ لایا گیا مگر دوسری آیت نمبر ۷۹ سورۃ اعراف میں اُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ اُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰلِقُونَ۔ میں بغیر عطف ذکر کیا۔ دونوں جملے مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

جواب: خبروں کا مختلف ہونا خود عطف کا مقتضی ہے اور اعراف والی آیت میں غفلت اور بہائم سے مشابہت ایک چیز ہے۔ پس دوسرا جملہ گویا پہلے کی تقریر و پختگی کے لیے لایا گیا ہے اور اگر عطف لایا جاتا تو یہ مقصد پورا نہ ہو سکتا۔
ہُمْ: یہ فصل کے لیے لائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد خبر ہے۔ صفت نہیں۔
نمبر ۲: ہم تاکید ہے اور اس بات کو لازم کر رہی ہے کہ مسند کا فائدہ مسند الیہ کے لیے ثابت ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔
نمبر ۳: یہ مبتدا ہے اور المفلحون اس کی خبر ہے۔

نکتہ: غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے متقین کا ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہونا بار بار ظاہر کیا۔ جس کو مختلف راستوں والے نہیں پاسکتے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اسم اشارہ لائے۔ اور اسم اشارہ دو بار لایا گیا۔ اس میں متنبہ کر دیا کہ جس طرح انہوں نے ہدایت کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح وہ ہدایت انکی فلاح کی ضامن ہے۔ المفلحون کو معرفہ لا کر یہ بتلایا کہ متقین وہی لوگ ہیں، جن کے متعلق تمہیں اطلاع ملی ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہونگے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے کہ تمہیں اطلاع ملے کہ تیرے شہر کے کسی انسان نے توبہ کی۔ تو تم سے کسی نے پوچھا وہ توبہ کرنے والا کون ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا گیا۔ کہ وہ زید تا تب ہے یعنی وہ وہی ہے جس کی توبہ کی تم کو خبر دی گئی ہے۔ درمیان میں فاصلہ کیا تا کہ تم پر ان کے مراتب ظاہر کر دیئے جائیں۔ اور تمہیں اس چیز کی طلب کے لیے رغبت دلائی جائے جس چیز کی طرف انہوں نے رغبت کی۔ اور جس کی طرف انہوں نے قدم اٹھایا۔ تا کہ تو بھی پورے نشاط سے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ اے اللہ لباس تقویٰ سے زینت عنایت فرما۔ اور ان لوگوں کے گروہ میں ہمارا حشر فرما جن کے تذکرہ سے تو نے سورۃ بقرہ شروع فرمائی۔ آمین

BestUrduBooks.wordpress.com

قاعدہ:

فعل کو مبتدا بنانا درست ہے باوجود اس بات کے کہ فعل ہمیشہ خبر بنتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کلام کی جنس میں سے ہے۔ جس میں معنی کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ کا لحاظ چھوڑا گیا ہے۔ (یعنی مصدر کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبتدا بن گیا، مجازاً) ہمزہ اور اُمّ دونوں معنی استواء کو خالص کر رہے ہیں، اور استفہام کے معنی سے بالکل خالی ہیں۔

سبب یہ سبب کا قول:

اس حرف استفہام کو اسی طرح لایا گیا ہے (یعنی تاکید و تقریر کے لیے) جیسا کہ اس قول میں حرف نداء لایا گیا۔ اللّٰهُمَّ اغفر لنا ايها العاصية۔ یعنی یہ صورت میں استفہام ہے مگر حقیقت میں استفہام نہیں۔ جیسا کہ صورت میں تو نداء ہے مگر واقعہ میں نداء نہیں۔

الانذار: گناہوں پر ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔

لَا يُؤْمِنُونَ: نمبر ۱: یہ جملہ اقبل جملے کی تاکید ہے۔

نمبر ۲: ان کی خبر ہے۔ اور اس سے قبل جملہ معترضہ ہے یا دوسری خبر ہے۔

حکمت اور انداز:

کفار کے اصرار کا علم ہونے کے باوجود انداز میں حکمت یہ ہے کہ ان پر رحمت قائم ہو جائے اور رسالت کا پیغام عام ہو اور رسول اللہ ﷺ کو ثواب ملے۔

تفسیر ختم:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوْبِهِمْ: (ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے) از جاج سبب نے فرمایا۔ الختم۔ ڈھانچے کو کہتے ہیں کیونکہ کسی چیز پر پختگی طلب کرنے کے لیے مہر لگا کر اس چیز کو ڈھانچا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی کسی کو اطلاع نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں پر مہر لگا کر ان کو اس طرح کا بنا دیا کہ ان میں جو کفر گھسا ہوا ہے۔ وہ نکل نہیں سکتا۔ اور جو ایمان ان میں نہیں ہے وہ ان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ختم طبع کا نتیجہ:

مہر کا مقصد اہل حق کے نزدیک دل میں ظلمت اور تنگی کا پیدا کرنا ہے جب تک وہ ظلمت اس کے دل میں رہتی ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتا۔

معتر لہ کا مذہب:

دلوں کے متعلق فرشتوں کو اطلاع دینا ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کفار ہیں، تاکہ وہ ان کے لیے خیر کی دعا نہ کریں،

بلکہ ان پر لعنت بھیجیں۔ بعض نے کہا۔ کہ ختم کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے۔ اور خاتم حقیقت میں کافر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس کو قدرت اور اختیار دیا۔ تو اس کی طرف ختم کا اسناد جس طرح فعل کی نسبت کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”بنی الامیر الممدینہ“ امیر نے شہر بنایا۔ کیونکہ فعل کی کئی ملازمات ہیں۔

نمبر ۱: فاعل سے ملابت، مفعول بہ سے مصدر، مکان، زمان اور مسبب لہ سے ملابت بس فعل کی نسبت فاعل کی طرف تو حقیقی ہے اور دوسروں کی طرف مجازی ہے۔ کیونکہ فعل کے ساتھ فاعل کی ملابت میں مشابہت رکھتے ہیں، جیسا کہ آدمی شیر کے ساتھ جرأت میں مشابہت رکھتا ہے پس بطور استعارہ اس کو شیر کہہ دیتے ہیں یہ مسئلہ خلق افعال کی فرع ہے۔

سمیع کی مراد:

وَعَلَىٰ سَمِيعِهِمْ: (اور ان کے کانوں پر) سَمِعَ کو واحد لایا گیا۔ جس طرح عرب کے ہاں اس قول میں یطن واحد ہے۔ کَلُوا فِي بَعْضِ بَطْنِكُمْ تعفوا: کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔ سمع کا لفظ اصل کے لحاظ سے مصدر ہے کہا جاتا ہے کہ سمعت الشيء وسمعا وسماعا۔ مصدر کی جمع نہیں آتی۔ کیونکہ وہ اسم جنس ہوتا ہے۔ تو قلیل وکثیر سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس میں تشبیہ جمع کی جتنی نہیں پس اصل کی جھلک رہتی ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ اس کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی ان کے سننے کے مقامات پر۔

قراءت: ایک قراءت وَعَلَىٰ أَسْمَاعِهِمْ ہے۔

وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ: (اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے) غِشَاوَةٌ: رفع کے ساتھ خبر اور مبتدا ہے۔ البصر: آنکھ کی روشنی۔ وہ چیز جس سے دیکھنے والا دیکھتا ہے جس طرح کہ بصیرت نور قلب کو کہتے ہیں اور وہ چیز ہے جس سے غور و فکر کی جاتی ہے۔ الغشاوہ۔ ڈھکنا، یہ غشاہ یعنی اس کو غشی کے لفظ کی ترتیب کسی چیز پر مشتمل ہونے کیلئے آتی ہے جیسے العصاۃ (پٹی) العمامہ (چڑی) القلاوہ (ہار) اسماع بھی مہر کے معنی میں داخل ہے۔ تغشیہ (ڈھانپنے کے حکم میں داخل نہیں ہے اسکی دلیل سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۳۔ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِمْ غِشَاوَةٌ ہے۔ کہ سمع پر ختم کا لفظ لایا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سمعہم پر وقف ہے قلوبہم پر نہیں۔ جعل کو ضمیر مان کر صرف غشاوہ اکیلے ہی کو نصب دیا ہے۔ علی سمعہم میں جار کو دوبارہ لائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں جگہوں پر مضبوط مہر ہے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

شیخ ابو منصورؒ نے کہا، جب کافر نے حق کی بات نہیں سنی۔ اور اپنی طرف اور دیگر مخلوق کی طرف بھی نگاہ نہیں ڈالی کہ اس مخلوق کے حادث ہونے کے آثار کو دیکھ کر وہ معلوم کر لیتا۔ کہ اس کا کوئی بنانا والا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح قرار دیا۔ گویا اس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسماع ان کے ہاں تشبیہ کے حکم میں داخل ہے۔ آیت ہمارے حق میں اور معتزلہ کے خلاف حجت ہے کہ اللہ تعالیٰ اصح کو بندوں کے لیے اختیار فرمانے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اور اس میں شک نہیں کہ مہر کا چھوڑنا ان کے لیے زیادہ اصح ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝۸

اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں

يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: (اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہونے والا ہے) عذاب کا لفظ نکال کی طرح ہے بناوٹ و مافی ہر دو لحاظ سے کیونکہ تم کہو گے۔ اعذب عن الشیء یعنی جب وہ کسی چیز سے رک جائے جیسا کہتے ہیں نکل عنہ وہ اس سے باز آیا۔ عظیم و کبیر کا فرق:

یہ ہے کہ عظیم حقیر کے بالمقابل آتا ہے۔ کبیر صغیر کے مقابل آتا ہے گویا عظیم کبیر سے بڑھ کر ہے جیسا حقیر صغیر سے کمتر ہے۔ یہ دونوں اجسام و احداث کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کہو گے رجل عظیم و کبیر۔ مراد یہ ہوگی کہ اس کا جسم بڑا ہے یا رعب بڑا ہے۔

نکمرہ لانے کی وجہ:

غشاة کو نکمرہ لائے کہ ان کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ہے یہ وہ پردہ نہیں جس کو لوگ پردہ کہتے ہیں اور ان کے لیے بڑے دکھوں میں سے ایک بڑی قسم سے عذاب دیا جائے گا۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

تذکرہ منافقین:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ: (اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے)۔

نکسب: اللہ تعالیٰ نے سورت کو شروع فرمایا۔ ان لوگوں کے تذکرہ سے جو دین میں اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔ اور ان کی زبانیں اور دل حق کی موافقت کرنے والے ہیں پھر دوسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر کیا جو دل و زبان سے کافر ہیں تیسرے نمبر پر منافقین کا ذکر کیا جو منہ سے ایمان لائے مگر دل ان کے مؤمن نہیں۔ یہ کفار کی خبیث ترین قسم ہے کیونکہ انہوں نے ایمان کے ساتھ کفر کو تمنا و استہزاء کی بناء پر ملا لیا۔ اس لیے ان کے بارے میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۴۵: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ اتری۔

قول مجاہد:

مجاہد رحمہ فرماتے ہیں سورہ بقرہ کی شروع کی چار آیات میں ایمان والوں کی تعریف اور دو آیات میں کفار کا تذکرہ اور تیرہ

آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے ان میں ان کے مکر خباثت۔ حماقت۔ بتلائی اور ان کی جہالت کا پردہ چاک کیا اور مثال کے طور پر ان کی مجنونانہ حرکات ظاہر کیں اور ان کی سرکشی اور اندھے پن پر مہر لگا دی اور ان کو بہرہ گو کا اندھا قرار دیا اور ان کیلئے بدترین مثالیں بیان فرمائیں منافقین کے واقعہ کو اول سے آخر تک کفر و ا کے واقعہ پر عطف فرمایا۔ جیسا کہ جملہ کا عطف جملہ پر ہوتا ہے۔

اناس کا اصل آنا ہے ہمزہ کو بطور تخفیف کے حذف کر لیا۔ اور ہمزہ کا حذف لام تعریف کی صورت میں لازم کی طرح ہے۔ کیونکہ الاناس نہیں بولا جاسکتا اور اس کا اصل انسان 'واناسی، انس' اس پر استشہاد کے لیے کافی ہے۔

انسان کی وجہ تسمیہ:

انسان کو انسان کہنے کی وجہ ان کا ظاہر ہونا اور اس لیے بھی کہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھتے ہیں۔ جبکہ جن کو جن ان کے چھپنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ناس کا وزن فعال ہے، کیونکہ وزن کی بنیاد اصل پر ہوتی ہے یہ اسم جمع ہے لام تعریف اس میں جنس کے لیے آیا ہے۔ مَنْ موصوفہ ہے یَقُولُ۔ اس کی صفت ہے گویا عبارت اس طرح ہے ناس یقولون کذا (لوگوں میں سے بعض لوگ اس طرح کہتے ہیں)

وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرۃ:

یہاں ایمان باللہ اور یوم آخرت کو انہوں نے خاص طور پر ذکر کیا۔ حالانکہ وہ ایسا وقت ہے جو آکر رہے گا۔ اور وہ ایسا ہمیش ہے جس میں انتظار نہیں اس کو یوم آخرت اس لیے فرمایا کیونکہ وہ ختم ہونے والے اوقات سے پیچھے آنے والا ہے۔
نمبر ۲: نشر کے اس محد و وقت کے بعد ہے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ کیونکہ منافقین کو ہم پیدا ہوا کہ انہوں نے ایمان کی دونوں جانبیں اول و آخر کا احاطہ کر لیا، اور یہ اس لئے کہ مسائل اعتقاد یہ کا مرجع مبداء ہے اور مبداء کی حقیقت صانع کا علم اور اس کی صفات و اسماء کا معلوم کرنا ہے اور معاد کے اٹھائے جانے کا علم، قبور سے اٹھانا، پل صراط، میزان اور آخرت کے دیگر تمام احوال ہیں۔ باء کی وجہ: باء کو دو بارہ لا کر اشارہ کر دیا انہوں نے دونوں پر اپنے ایمان کے صحیح اور مستحکم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ اس ارشاد الہی کے مطابق ہے۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ، (حالانکہ وہ مؤمن نہیں) گویا باء کو لا کر ان کے دعویٰ کی مکمل تردید کر دی)

نَحْوَ: وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ میں فاعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فعل کی اَمَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ میں فعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فاعل کی۔ کیونکہ مقصود ان کے دعوے کا انکار ہے اور انتہائی بلیغ و مؤکد انداز سے اس کی نفی ہے کہ ان کا گروہ مؤمنوں کی جماعت سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد المائدہ آیت نمبر: سیریدون ان یخروا من النار وما هم بخارجین منها۔ میں اس طرح ہے۔ اور یہ انداز کلام۔ "ما یخرجون منها" کہنے کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

ایک نکتہ:

ایمان کو دوسری آیت میں مطلقاً ذکر کیا۔ جبکہ پہلی میں متقید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں احتمال ہیں۔

نمبر ۱: تہقید مراد لیں اور اس پر دلالت آنے کی وجہ سے تہقید کو چھوڑ دیں۔
نمبر ۲: یہ بھی احتمال ہے کہ اصل ایمان کی نفی مراد لیں اور اس کے ضمن میں وہ نفی آجائے جو پہلے مذکور ہوئی ہے۔

رد کرامیہ:

آیت میں فرقہ کرامیہ (کے باطل عقیدہ) کی تردید ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار کو کہتے ہیں کیونکہ آیت میں منافقین کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ اقرار تو ان کا موجود تھا۔ یہ آیت اہل سنت کے قول کی تائید کرتی ہے۔ کہ ایمان اقرار زبانی اور تصدیق جتنی کا نام ہے۔ مہاجونی کی تاکید کے لئے لایا گیا اس کی خبر پر باء داخل ہے تاکہ سامع جب اول کلام سے غافل ہو تو شدت انکار پر اسی سے استدلال کر سکے۔

مَنْ لَفْظًا وَاحِدٌ هِيَ اِذَا يَقُولُ كَافُلٌ وَاحِدٌ لَّائِے اور معنی کا لفظ ذکر کے لائے۔

تَفْسِيْرٌ يُّخْدِعُوْنَ اللّٰهَ:

(اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکے کا معاملہ کرتے ہیں)

نمبر ۱: یعنی رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں اس مضاف کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا فرمان خداوندی سورۃ یوسف آیت نمبر ۸ وَنَسِیَ الْقُرْآنَ (اے اہل قریہ) ابوعلی وغیرہ نے اسی طرح کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ ایسی چیز ظاہر کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

مخادعت کا معنی:

الخداع: نفس کے اندر جو کچھ ہواس کے الٹ ظاہر کرنا۔

نکتہ نمبر ۱: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے مرتبہ کو معظم و بلند کیا۔ کہ آپ کے دھوکہ دیئے جانے کو اپنا خداع قرار دیا جیسا کہ سورۃ فتح آیت نمبر ۱۰ ”مِنْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ“ حضور ﷺ کے دست اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا وہ اپنے دُعم کے مطابق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ذات ان میں سے ہے۔ جن کو دھوکہ دینا صحیح ہے یہ تمثیل اکثر دوسرے زیادہ کے لیے استعمال ہوتی ہے مثلاً تم کہو گے۔ عاقبت اللص۔ میں نے چور کو سزا دی۔ یہ یخدعون بھی پڑھا گیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نمبر ۱: یہ بقول کا بیان ہے۔ نمبر ۲ یا جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کہا گیا کہ وہ جھوٹے ایمان کا کیوں دعویٰ کرتے ہیں اس میں

ان کا کیا فائدہ ہے۔

جواباً کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے ہیں اور اس میں ان کی منفعت یہ ہے۔ کہ کفار کی طرح ان سے لڑائی نہیں کی جاتی۔ اور مؤمنین کے احکامات ان پر لاگو ہیں۔ اور وہ غنائم سے حصہ پاتے ہیں۔ وغیرہ

صاحب الوقوف کا قول:

صاحب الوقوف نامی کتاب کے مصنف نے کہا کہ ”مؤمنین“ پر وقف لازم ہے کیونکہ وصل کرنے میں تقدیر عبارت یہ بن جائے گی۔ و ما ہم بمؤمنین مخادعین خداع کے وصف کی نفی ہو جائے گی جیسے کہ تم کہو۔ ماہو برجل کا ذب وہ جھوٹا آدمی نہیں۔ حالانکہ یہاں مقصود ان کے ایمان کی نفی اور خداع کا ان کے لیے ثابت کرنا ہے۔

نمبر ۲: جنہوں نے یخادعون کو یقول کی خبر سے حال قرار دیا اور یقول کو اس میں عامل قرار دیا تو ان کے مطابق تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ یقول انا با للہ مخادعین۔ وہ کہتے ہیں ہم تو اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ دھوکہ دینے والے ہیں۔

نمبر ۳: بمؤمنین: یہ یقول کی ضمیر سے عال ہے اور اس کا عامل اسم فاعل ہے اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ و ما ہم بمؤمنین فی حال خداعهم: (وہ اپنے دھوکہ کی حالت میں مؤمن نہیں ہو سکتے) اس صورت میں مؤمنین پر وقف بھی نہ ہوگا۔ پہلی ترکیب سب سے بہتر ہے۔

”وَالَّذِينَ آمَنُوا“ (اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں) وہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو ایمان ظاہر کر کے اور کفر چھپا کر دھوکہ دیتے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ (حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو) وہ یہ دھوکہ بازوں کے ساتھ ملا جلا معاملہ اپنی جانوں کے ساتھ کرتے تھے۔ کیونکہ اس کا نقصان انہی کو پہنچے گا۔ اور ان کے دھوکے کا نچوڑ آخرت کا عذاب ہے جو ان کی طرف لوٹ آیا۔ پس گویا انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ دیا۔ ابو عمرو۔ نافع اور ابن کثیر کی نے۔ مطابقت کے لیے۔ ”ما یخادعون“ پڑھا ہے مگر پہلے لوگوں کو عذر یہ ہے کہ خدع اور خادع۔ اس جگہ ایک معنی دیتے ہیں (اس لیے اسی طرح پڑ ہیں گے)۔

نفس کی مراد:

النفس: کسی چیز کی ذات و حقیقت کو کہتے ہیں۔ پھر یہ دل اور روح کے لیے بھی کہا جانے لگا۔ کیونکہ نفس کا قیام انہی دو پر ہے۔ اسی طرح خون کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ نفس کا قوام خون سے ہے۔ اور پانی کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ نفس کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ”نفس“ سے یہاں مراد ان کی ذاتیں ہیں۔ معنی یہ ہوگا۔ اپنی ذاتوں کو دھوکہ دینے کے سبب دھوکہ ان کو چھیننے والا ہے۔ ان سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ لِّمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝

ان کے دلوں میں بڑا روگ ہے سو اللہ نے ان کا روگ بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

وَلَاذَاقِيْلَ لَهُمْ لَا نَفْسٍ دُوًّا فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت کرو تو کہتے ہیں۔ کہ ہم تو صرف اصلاح ہی کرنے والے ہیں

إِنَّمَا أَنَّهُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

خبردار بلا شبہ یہی لوگ مفسد ہیں لیکن نہیں سمجھتے ہیں۔

وَمَا يَشْعُرُونَ: (اور وہ محسوس نہیں کرتے)۔

نتیجہ:

ان کے دھوکہ کا نتیجہ دوسروں کی طرف سے ان کی طرف ہی لوٹنے والا ہے۔

معنی شعور:

الشعور: کسی چیز کا حس سے معلوم کرنا۔ یہ شعار سے لیا گیا ہے۔ شعار وہ کپڑا ہے جو جسم کے قریب ہوتا ہے (بلیان وغیرہ) مشاعر الانسان: انسانی حواس کو کہتے ہیں کیونکہ شعور کے آلات یہی ہیں۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ان کو اس کا ضرر حسی چیز کی طرح پہنچ رہا ہے۔ اور وہ اپنی طویل غفلت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گئے ہیں جس میں حس ہی نہ ہو۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ: (ان کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک و نفاق، شک، دو معاملوں میں تردد کو کہتے ہیں۔ اور منافق متردد ہوتا ہے۔

حدیث میں فرمایا: مثل المنافق كمثل الشاة العائرة بين الغنمين۔ (احمد، مسلم، نسائی) منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو دونوں گلوں سے الگ ہو۔

مریض:

موت و زندگی کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ کیونکہ مرض صحت کی ضد ہے۔ اور فساد صحت کے مقابل ہے۔ اسی وجہ سے ہر گناہ کا نام مرض بن گیا۔ شک و نفاق یہ دل کے فساد ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا: (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھا دی) یعنی غلبہ سے کمزوری اور اقتدار سے عاجزی اور بڑھ گئی یہ بھی کہا گیا۔ کہ اس سے مراد نفاق کا پیدا کرنا ہے جبکہ اس جیسا نفاق ان کے دلوں میں پہلے ہی تھا جیسا کہ زیادتی ایمان میں معلوم ہو چکا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ: (اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

نحو یوں کا قول:

نَحْوُ: الیم فعل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے یعنی مولم (دردناک)

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ: (اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) یعنی اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر کے قول میں جھوٹ کے سبب۔ مافصل کے ساتھ مل کر مصدر کا معنی دے رہا ہے۔ کسی چیز میں پائی جانے والی حقیقت کے خلاف اس چیز کے متعلق خبر دینا۔ دیگر قراء:

يَكْذِبُونَ پڑھتے ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی تکذیب کر کے جن کو آپ لے کر آئے ہیں۔ بعض نے کہا۔ یہ کذب میں مبالغہ کے لیے لایا گیا۔ شدید سے لائے، جیسا کہ صدق میں مبالغہ کے لیے کہتے ہیں۔ صدق۔ ان دونوں کی نظیر بان اور بین کا لفظ ہے۔ وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ: (جب ان سے کہا گیا) اس کا عطف بقول اٰمنا پر ہے کیونکہ جب تم اس طرح کہو گے۔ کہ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے۔ (لَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ) (کہ زمین میں فساد مت مچاؤ) تو یہ تعبیر صحیح ہے۔

اصلاح و فساد:

الفساد: کسی چیز کا اس کی درست حالت اور فائدہ مند حالت سے نکل جانا اس کی ضد الصلاح ہے۔

الصلاح: صلاح کسی چیز کو اس کی درست و نفع بخش حالت میں پالینا۔

فساد فی الارض: سے مراد لڑائی اور فتنے کا بھڑکانا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے زمین میں جو چیزیں ہیں۔ ان کو بگاڑنا۔ اور لوگوں کے حالات اور کھیتوں اور منافع دینی و دنیوی کو میانہ روی سے بھٹاتا ہے۔ منافقین کا زمین میں فساد یہ تھا۔ کہ وہ کفار کو مائل کرتے اور مسلمانوں کے راز کھول کر کفار کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ بر شرارت کرتے اور ابھارتے۔ اور یہ امر فتنوں کے بھڑکانے کا باعث بنتا تھا۔

قَالُوا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ: (وہ کہتے ہیں بے شک ہم اصلاح کرنے والے ہیں) ہم مومنوں اور کافروں میں حسن سلوک سے درستی و اصلاح کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اصلاح کی صفت خاص ہم میں پائی جاتی ہے اور ہمارے ساتھ مخصوص ہے اس میں ممانعت کا کوئی شائبہ اور فساد کی کوئی صورت ملی ہوئی نہیں ہے۔

فَاَنذَرْنَاكَ: اِنما کا کلمہ کسی چیز میں حکم کو بند کرنے کے لیے آتا ہے۔ یا کسی چیز کو حکم میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ اِنما یَنطَلِقُ زَیْدٌ۔ بے شک زید جانے والا ہے اور کوئی نہیں بے شک زید ہی کا تب ہے اور کچھ نہیں۔ مابہ کافہ ہے کیونکہ یہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے۔

اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ: (سنو یہی لوگ فسادی ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں) بے شک وہی فسادی ہیں۔ مفعول کے معلوم ہونے پر حذف کر دیا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ اِلَّا اَنَّهُمْ هُمُ

اور جب کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لے آئے خبردار بلاشبہ یہی

السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ وَإِذَا قَالُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِ

بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب یہ لوگ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے

وَإِذَا اَخْلَوْا اِلَىٰ شَيْطٰنِهِمْ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَءُوْنَ ۝۱۴

اور جب تنہائیوں میں اپنے شیطانوں کے پاس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف مذاق بنانے والے ہیں

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهٖمْ وَيَمْدُھُمْ فِی طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۵

اللہ ان کا مذاق بناتا ہے اور ان کو ذلیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو کر بہتہ رہے ہیں

حُفّ: ۱۱-۱۰۔ یہ ہمزہ استفہام اور حرف نفی سے مرکب ہے۔ تاکہ مابعد کے ثبوت پر تنبیہ ہو جائے۔

ایک قاعدہ:

استفہام جب نفی پر آجائے۔ تو ثبوت کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورہ قیامہ آیت نمبر ۴۰ میں ہے اَلَيْسَ اٰلَٰذَا بِقٰیْدٍ (یقیناً وہ قادر ہے) تحقیق کے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے اس کے بعد آنے والا جملہ اسی انداز سے شروع ہوگا۔ جس سے قسم ملی ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے مصلمین کی صف میں شامل ہونے کے دعویٰ کو بلیغ انداز سے رد کر دیا۔

نمبر ۱: سخت ناراضگی کے مقام پر رکھا۔

نمبر ۲: جملہ متانفہ لاکر اس میں مبالغہ کر دیا۔

نمبر ۳: پھر تاکید کے لیے آلا اور ان لائے۔

نمبر ۴: خبر معروف لائے۔

نمبر ۵: لا یشعرون اور اس کے درمیان میں ضمیر فصل لائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ۔ (جب ان سے کہا جاتا ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے لوگ تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے ایمان لائے بے وقوف) ان کو دو طریقوں سے نصیحت کی گئی۔ نمبر ۱۔

اس چیز کی قباحت بیان فرمائی۔ جس پر چل رہے تھے۔ کیونکہ وہ چیز صواب سے دور اور فساد سے قریب تھی۔

نمبر ۲: عقل مندوں کی اتباع سے جو رستہ رکاوٹ تھا۔ وہ ان کو واضح دکھا دیا۔ ان کا جواب یہی تھا کہ وہ اپنی طویل جہالت کی وجہ

سے ان کو بے وقوف قرار دیتے تھے۔

ایک عبرت:

اس میں اس عالم کے لیے تسلی ہے کہ جس کو جہلاء کی طرف سے اس قسم کی باتیں پہنچتی ہیں۔

ایک سوال:

سوال: قیل: کی اسناد لاتفسدہ واورا منوادونوں کی طرف درست ہے باوجودیکہ فعل کی اسناد فعل کی طرف صحیح نہیں ہوتی۔

جواب: یہاں فعل کی فعل کی طرف اسناد ہے جو کہ جائز ہے۔ اور فعل کی اسناد معنی فعل کی طرف ممنوع ہے گویا کہ اس طرح کہا گیا۔ جب ان کو یہ بات کہی گئی۔ تو اسی سے یعنی دماغ پر جھوٹا گمان سوار کر لیا۔

کما: **يُخَيِّمُ:** کما میں ما کا فہ ہے جیسا کہ رہما میں ما مصدر یہ ہے جیسا کہ: **يَمَّا رَحُبْتُ** سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۵ میں۔
الناس۔ نمبر ۱۔ الناس میں لام عہد خارجی کا ہے یعنی جس طرح ایمان لائے رسول اللہ اور جو ان کے ساتھ ہیں۔ اور وہ معین لوگ ہیں۔ عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھ والی جماعت یعنی جس طرح ایمان لائے تمہارے ساتھی اور بھائی

الف لام:

نمبر ۲: (ا) لام جنس کا ہو یعنی جس طرح انسانیت میں کامل لوگ ایمان لائے۔

(ب) ایمان والوں کو گویا حقیقی انسان قرار دیا اور ان کے علاوہ لوگوں کو حیوان کہا۔

كَمَا أَقْن: میں کاف محل نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی (ایمانا مثل ایمان الناس)۔ یعنی ایسا ایمان جو لوگوں کے ایمان کی طرح ہو۔ اور کما امن السفہاء بھی اسی طرح ہے۔ انؤمن میں استفہام انکاری ہے (یعنی ہم ایمان نہیں لائے) السفہاء میں لام سے الناس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن کو انہوں نے بے وقوف قرار دیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ عقل مند اور حلیم ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جہل سے یہ اعتقاد کر لیا کہ جس راستے پر وہ ہیں۔ وہ برحق ہے اور اس کے علاوہ سب باطل ہے۔ جو آدمی باطل پرست بن جائے تو بے وقوف ہے۔

السفہاء کم عقلی، بے حوصلہ ہونا

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ: (بے شک وہ وہی بے وقوف ہیں)

فرق کی وجہ:

یہاں لا يعلمون فرمایا۔ اور پہلے لا يشعرون کہا گیا۔

نمبر ۱: کیونکہ یہاں السفہاء کا ذکر کیا اور وہ جہالت کو کہتے ہیں۔ پس اس کے ساتھ علم کا تذکرہ بہترین مطابقت رکھتا ہے

نمبر ۲: ایمان میں غور و فکر اور دلیل کی ضرورت ہے تاکہ دیکھنے والا معرفت حاصل کرے۔ باقی فساد فی الارض ایک ایسا معاملہ ہے جس کی بنیاد عادات پر ہے پس وہ حسی معاملے کی طرح بن گیا۔ (اس لیے وہاں شعور حسی کی نفی کی ہے)

نحوی تحقیق :

نَحْوُ: السَّعْبَاءِ یہ ان کی خبر ہے۔ ہم ضمیر فصل ہے یا مبتدا ہے لہذا السَّعْبَاءِ اس کی خبر ہے۔ اور یہ مل کر ان کی خبر ہے۔
وَإِذَا الْقَوْمُ الْيَاقِينُ اَمَنُوا قَالُوا اَمَنَّا: (جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے)
قرأت: ابوصیفہؓ نے اذا لاقوا پڑھا ہے۔ اہل عرب لقیہ، لاقیہ، دونوں بولتے ہیں۔ جبکہ قریب سے اس کا سامنا ہو۔
زبط: پہلی آیت میں منافقین کے طریقے اور ان کے نفاق کی ترجمانی کی۔ اور اس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ جو ان کا سلوک تھا۔ یعنی استہزاء اور چٹوں کے روپ میں ملنا۔ اور ان کو وہم دلانا کہ وہ ان کے ساتھ ہیں۔ وغیرہ کا ذکر کیا گیا۔
وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُيَاطِينِهِمْ: (اور جب وہ تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں) خلوت بفلان والیہ بولتے ہیں جب اس کے ساتھ علیحدگی اختیار کرے۔ الٰہی کے صلہ سے استعمال زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ اس میں ابتدا وانہا کی دلالت پائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ایمان والوں سے الگ ہو کر اپنے شیاطین کے ہاں علیحدگی میں جاتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ خلا۔ ”مضیٰ“ کے معنی میں ہو۔

شیاطین کون:

شیاطین: سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرکشی میں شیاطین کے مماثل ہیں۔ اور وہ یہودی ہیں۔

سیبویہ کا قول:

نمبر ۱: شیاطین کا نون اصلی ہے اس کی دلیل تشیطن ہے۔

نمبر ۲: یہ نون زائدہ ہے یہ شطن سے نکلا ہے جو بعد کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ شیطان بھلائی اور خیر سے دور ہے۔ یا شاط سے ہے یعنی جب باطل و بیکار ہوا۔ شیطان کا نام الباطل ہے۔

قَالُوا اِنَّا مَعَكُمْ: (تو ان کو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں) ہم تمہارے ساتھی اور دین میں موافقت کرنے والے ہیں۔ منافقین نے مسلمانوں کو جملہ فعلیہ بول کر خطاب کیا۔ اور شیاطین کو ان تحقیقہ والے جملہ اسمیہ سے مخاطب کیا۔ کیونکہ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے منافقین کا دعویٰ یہ تھا۔ کہ ایمان ایک نو ساختہ چیز ہے۔ اس بات کے دعوے دار نہ تھے۔ کہ وہ ایمان میں منفرد ہیں۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔

نمبر ۳: کہ ان کے اپنے نفس اس پر ان کی معاونت کرنے والے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے عقائد اس کا باعث اور محرک نہیں تھے۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ اگر وہ اپنی بات مبالغے اور تاکید سے کرتے تو چل نہ سکتی۔ البتہ اپنے ہم جنسوں سے خطاب رغبت سے تھا۔ اور مقبول اور مروج بھی تھا۔ اس لیے وہ تحقیق و تاکید کے موقعہ محل میں تھا۔ تاکہ کافروں کو ان کے کفر پر قائم رہنے کا یقین ہو جائے۔

استہزاء کا مفہوم:

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ۔ (ہم ان کے ساتھ استہزاء کرنے والے ہیں) یہ اتنا معکم کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد یہودیت پر ثابت قدمی ہے۔ اور اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ کہہ کر اسلام کی تردید کی ہے۔ اور اپنے سے اسلام کا دور کرنا مقصود ہے کیونکہ کسی چیز کا استہزاء کرنے والا اور اس کی تحقیر کرنے والا اس کا منکر ہوتا ہے۔

قاعدہ: کسی چیز کی نفیض کا دور کرنا اس کے ثبوت کی تاکید ہوتی ہے۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے پھر کلام اس طرح بنے گا۔ کہ جب منافقین نے اپنے شیاطین کو اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ کہا۔ تو جواب میں شیاطین الانس نے کہا۔ اگر تم ہمارے ساتھ ہو تو پھر مؤمنین کی موافقت کیوں کرتے ہو؟ تو منافقین نے جواباً کہا۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ (کہ تم شک میں مت رہو ہم تو ان سے موافقت ان کا مذاق اڑانے کے لیے کرتے ہیں)

الاستہزاء:

مذاق اڑانا، مسخری کرنا، حقیر قرار دینا۔ اصل باب کا معنی خفت یعنی ہلکا سمجھنا استہزاء یہ ہزء سے بنا ہے جس کا معنی ہے جو جلدی قتل کرتا ہے۔ اور ہزاً بیہزاً کا معنی موقع پر ہلاک ہونا مر جانا ہے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهٖمُ: (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کرے گا)۔ یعنی ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا۔ جزاء استہزاء کا نام استہزاء رکھ لیا گیا۔ جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۴۵ میں وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اور سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ اَقْصَىٰ اَعْتَدَیٰ عَلَیْكُمْ فَاَعْتَدُوْا عَلَیْہِ۔ میں جزاء سینہ کو سینہ اور جزاء اعتداء کو اعتداء قرار دیا گیا۔ اگرچہ جزاء سینہ و اعتداء سینہ اور اعتداء نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استہزاء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق و مناسب نہیں۔ کیونکہ عیب اور عیب ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

امام زجاج:

کہتے ہیں۔ پسندیدہ قول یہ ہے۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهٖمُ۔ کو بغیر عطف کے جملہ مستانفہ لانا بڑی شان عظمت رکھتا ہے۔ اس میں یہ بات بتائی کہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے انتہائی شدید استہزاء فرمانے والے ہیں۔ جس کے مقابلے میں ان کا استہزاء کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان پر اس کی وجہ سے ذلت، عذاب اور رسوائی اترے گی اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سزائیں اور بلائیں لمحہ بہ لمحہ اترتی رہیں گی۔

سوال: اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهٖمُ فرمایا۔ اللہ مستہزئ بہم نہیں فرمایا۔ ایسا کیوں؟

جواب: تاکہ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ کے ساتھ لفظاً مطابق ہو جائے اور تو اتر سزا پر بھی دلالت ہو۔

وَيَمْدُھُمْ: (اور انہیں مہلت دے گا) یعنی ان کو مہلت دے گا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔

فِیْ طَعْنٍ بِهٖمُ: (ان کی سرکشی میں) کفر میں حد سے بڑھنا یَعْمَهُوْنَ (وہ حیران ہیں) یہ حال واقع ہے یعنی حیران اور متردد ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ۖ فَمَا رَبَحَتِ تِجَارَتُهُمْ وَمَا

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی۔ سو ان کو تجارت نفع مند نہ ہوئی۔ اور نہ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۱﴾

وہ ہدایت پر چلنے والے بنے۔

یہ اصل للعبد کے سلسلہ میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔

عَمَّة: بصیرت و دانائی کے ضائع ہونے کہتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ: (یہ لوگ) نَجَسٌ: یہ مبتدا ہے اس کی خبر اَلَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ یعنی اس کے بدلہ میں لے لیا اور ہدایت پر اس کو ترجیح دی۔

ایک سوال:

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ) خرید لیا گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں۔ کہ انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو لے لیا۔ حالانکہ وہ تو ہدایت پر نہیں تھے۔

جواب: اس لیے کہ منافقین ایسی قوم میں سے تھے جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے (پس اشتراء ضلالت کا مصداق بن گئے) لفظ تجارت ربح کے فاعل سے متصل ہے یا تجارت ربح کا سبب ہے۔

نمبر ۲: ان کو ہدایت پر قدرت دی گئی تھی۔ گویا ہدایت ان میں قائم تھی پس اس کو قدرت کے باوجود اختیار نہ کیا تو گویا ہدایت کو ضلالت کے بدلے ترک کر دیا۔

مسئلہ بیع تعاظمی:

بیع تعاظمی جائز ہے کیونکہ منافقین نے لفظ اشتراء کا نہیں بولا۔ لیکن ہدایت کو گمراہی کے بدلے میں اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے شراء کا نام دیا ہے۔ پس یہ ہمارے لیے ثبوت بن گیا۔ کہ جس نے کسی دوسرے سے چیزی اور اس کا عوض اس کے لیے اس کی رضا مندی سے چھوڑ دیا تو گویا اس نے اس چیز کو خرید لیا خواہ لفظ شراء کا استعمال نہیں کیا۔ یہی بیع تعاظمی کہلاتی ہے۔

الضَّلَالَةُ: میانہ روی سے مائل ہونا۔ ہٹنا اور راہ کو گم پانا کہا جاتا ہے۔

ضل منزلہ: وہ اپنا مرتبہ بھول گیا۔ یہ دین میں سیدھے راستے سے ہٹ جانے کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس شخص کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ يُنَوِّرُهُمْ وَيُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ قُلُوبٌ غُلُومٌ ۖ صُمُّوا بِكُمْ عُمَىٰ ۖ فَهُمْ لَا يَرُجِعُونَ ﴿۱۸﴾

ان کی روشنی کو ختم کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔ یہ لوگ بہرے میں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ لوگ رجوع نہ ہوں گے

تجارت کیا ہے؟

فَمَا رِبْحُ تِجَارَتِهِمْ: (پس ان کی تجارت نے انہیں نفع نہ دیا)

تعریف و ربح: اصل مال میں اضافہ کو کہا جاتا ہے۔

تجارت: کاریگری۔ تاجر کافن:

تاجر: نفع کی خاطر خرید و فروخت کرنے والا۔ نفع کی نسبت تجارت کی طرف اسناد مجازی ہے اس کا معنی انہیں اپنی اصل تجارت میں نفع نہ ہوا اور ضائع کر دی۔ جب تجارت فائدہ مند نہ رہی اور مجازاً گمراہی کا ہدایت کے بدلے خریدنا ثابت ہو گیا۔ تو اس کے بعد بطور استعارہ تشریح کے ربح اور تجارت کا ذکر کر دیا جیسا کہ شاعر نے اپنے اس شعر میں۔

لما دایت النَّسْرُ عِزَّابْنِ ذَابَةَ- وَعَشَّشَ فِي وَكْرِهِ جَاشَ لَهُ صُدْرِي ۖ
میں بڑھاپے کو نسر اور سیاہ بالوں کو کوکے سے تشبیہ دی۔ اس کے بعد گھونسلہ بنانے اور گھونسلے کا ذکر کر دیا۔

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ: (اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے) وہ طریق تجارت کی طرف راہ پانے والے نہیں۔ جس طرح تجارت اپنی مرضی استعمال کرنے والے اور اپنے نفع و نقصان کی اشیاء کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب یہ ہوا کہ تجارت کا مقصد اصل مال اور نفع کا محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں نے ان دونوں چیزوں کو ضائع کر دیا۔ پس ان کا اصل مال ہدایت تھی۔ اور وہ گمراہی کے ہوتے ہوئے باقی نہیں رہی۔ جب فقط گمراہی رہ گئی تو اسی لیے ان کو نفع سے محروم ہونے والے فرمایا۔ اگرچہ دنیاوی اغراض ان کو میسر آ گئیں۔ (اور وہ ہدایت کے مقابلہ میں بیچ در بیچ ہیں)

کیونکہ گمراہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس آدمی کا اس المال سلامت نہ رہے۔ اس کو نفع پانے والا نہیں کہا جاتا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا: (ان کی مثال اس جیسی ہے جس نے آگ جلائی) جب منافقین کی صفت حقیقت ذکر کر دی

تو اس کے بعد مزید انکشاف حقیقت اور تکمیل بیان کے لیے مثالیں بیان فرمائیں۔

مثال کی غرض اور حقیقت:

مخفی معانی اور حقائق سے پردہ اٹھانے کے لیے مثال بیان کرنا بڑا اثر رکھتا ہے گذشتہ آسمانی کتابوں میں کثرت سے مثالیں ذکر کی گئیں۔ انجیل کی سورتوں میں ایک سورت کا نام سورۃ الامثال ہے۔

مثال کا معنی:

کلام عرب میں مثل کو کہتے ہیں نظیر کا یہی معنی ہے کہا جاتا ہے مثل۔ مثل، مثل جیسے شبہ، شبہ اور شبہ۔ پھر مشہور قول کے لیے بولا جانے لگا۔ جس سے موقعہ کی مثال بیان کی جائے مثل کہنے لگے اور مثال اسی بات کی بیان کی جاتی ہے جس میں انوکھا پن ہو۔ اسی لیے اس کی حفاظت کی جاتی ہے پس وہ بدلتی نہیں۔ کبھی استعارہ کے طور پر مثل کو حال یا صفت یا قصہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ اس کی کوئی حالت اور انوکھی بات ہو۔ گویا یہاں کہا گیا۔ ”حالہم العجیبۃ الشان“ ان کی عجیب حالت اس آدمی کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔ اور یہی معنی مُثَلُّ الْحَنَیۃِ النَّبِیِّ وَعِدَ الْمُتَّقُونَ۔ سورۃ رعد آیت نمبر ۳۵ میں ہے کہ جو عجائب ہم نے بیان کیے۔ ان میں جنت کا عجیب حالت والا واقعہ ہے۔ پھر اس کے عجائبات بیان فرمائے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۶۰ میں یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ہیں جن کا عظمت و جلال میں بڑا مقام ہے۔ یا الذی کوالذین کی جگہ لائے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ و خضتم کالذی خاضوا۔ میں ہے کیونکہ جماعت کی تمثیل اکیلے کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ یا آگ جلانے والوں کی جنس بیان کرنا مقصود ہے یا وہ گروہ مراد ہے جس نے آگ جلائی۔ اس طرح کہ منافقین کی ذاتوں کو آگ روشن کرنے والے سے تشبیہ نہیں دی ہے۔ کہ جس سے جماعت کی واحد سے تشبیہ والا اعتراض آئے۔ بلکہ ان کے واقعہ کو آگ جلانے والے کے واقعہ سے تشبیہ دی ہے۔ استوقدہ کا معنی اوقد (جلانا) ہے۔ وقود النار۔ آگ کی چمک۔ النار (آگ) ایک لطیف روشنی کرنے والا گرمی دینے والا جلانے والا جوہر ہے یہ نار، بنار سے مشتق ہے جب وہ بھاگے اور کوچ کرے۔ کیونکہ اس میں حرکت و اضطراب پایا جاتا ہے۔

نور و ضوء کا معنی:

فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَاحُوْلَةٌ: (جب اس آگ نے اس کا ماحول روشن کر دیا) اضاءت۔ خوب روشن کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا مصداق سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً آیت میں اضاءت کا لفظ متعدی ہے اور ماحولہ کی طرف اس کی نسبت ہے۔ اور غیر متعدی بھی ہو سکتا ہے، مؤنث معنی کے لحاظ سے لائی گئی۔ کیونکہ آگ جلانے والے کے ارد گرد جگہیں اور اشیاء ہیں۔ اور فَلَمَّا اَضَاءَتْ کا جواب۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ ہے۔

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: لَمَّا ظرف زمان ہے اور اس میں اس کا جواب اذا کی طرح عامل بن رہا ہے اور ماحولہ کا ماحولہ ہے اور حَوْلَہ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا کمرہ موصوفہ ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ فلما اضاءت شیئاً ثابتاً حوله: جب اس

روشن ثابت ہونے والی چیز نے اپنے ارد گرد۔

نُورُهُمْ میں ہم ضمیر کو جمع لائے اور حوالہ میں ضمیر واحد لائی گئی۔ کیونکہ کبھی تو اس کو لفظ پر محمول کیا اور کبھی معنی پر (اور دونوں کا لحاظ کر کے ضمیریں لائی گئیں)

النور: آگ کی روشنی کو کہتے ہیں۔ اور ہر روشن چیز کی روشنی کو کہتے ہیں۔

ذہب: کا معنی اذہب ہے یعنی اس کو زائل کر دیا۔ اور اس کو زائل ہونے والا بنادیا۔ ذہب بہ۔ کا معنی ساتھ لے جانا اور لے جانا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی لے لی۔ اور اس کو روک دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ روک دے۔ اس کو کوئی چھوڑا سکتا نہیں۔ فَلَا مُرْسَل لَّهُ سُوْرَةُ فَاطِرِ آیت نمبر ۲ یہ اذہاب کے لفظ سے زیادہ بلیغ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہب اللہ بضوء ہم نہیں فرمایا۔

وجہ ذکر:

فَلَمَّا أَضَاءَتْ کالفاظ کر کے۔ اس لیے کہ نور کا تذکرہ زیادہ بلیغ ہے بضوء میں اضافہ پر دلالت موجود ہے اور مقصود یہاں روشنی کا ان سے مکمل طور پر دور کرنا ہے۔ اگر ذہب اللہ بضوء ہم کہا جاتا۔ تو زائد روشنی کے چلے جانے کا اور جن کو نور کہا جاتا ہے ان کے باقی رہنے کا وہم رہتا۔ کیا تم سیاق کلام پر غور نہیں کرتے۔ کہ اس کے بعد وَتَوَكَّلْهُمْ فِی ظُلُمَاتٍ لَّایَا گیا۔ الظلمہ: وہ عرض ہے جو نور کے منافی ہے۔ اس کو جمع اور نکرہ لائے۔ اور اس کے بعد وہ چیز لائے جو دلالت کرتی ہے کہ وہ اندھیرا ہے جس میں کوئی کڑی نظر نہیں آتی۔ اور وہ ارشاد الہی: لَا یُبْصِرُوْنَ ہے (کہ وہ اس میں کچھ نہیں دیکھتے)۔

نحوی اشارے:

تو کہہ: **مَجْعُوْلٌ**: ترک بمعنی طرح اور غلطی (پھینکنا اور چھوڑنا) کے معنی میں ہوتا ہے۔ جب ایک چیز سے معلق ہو۔ اور اگر دو چیزوں سے معلق کریں۔ تو صیر کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس وقت یہ افعال قلوب کی جگہ آ جاتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے۔

اصل اس طرح بنے گا۔ هُمْ فِی ظُلُمَاتٍ۔ پھر تَوَكَّلْ کو داخل کر کے دونوں جڑوں کو منصوب کر دیا۔ لَا یُبْصِرُوْنَ کے مفعول کو ساقط کرنا اس قسم میں سے ہے جس کو متروک مطروح کہتے ہیں۔ (جس کو پھینکنے کے لیے چھوڑا) یہ تَوَكَّلْ مفعول مقدر منوی کی قسم سے نہیں۔ گویا فعل اصل کے لحاظ سے غیر متعدی ہے (یعنی متروک مطروح) ان کی حالت کو آگ جلانے والے کی حالت سے مشابہت دی۔ کیونکہ آگ روشن کرنے کے نتیجہ میں وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گئے ہاں منافق تو ہمیشہ کفر کے اندھیروں میں ٹانک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔

تفسیر اول:

لیکن مراد یہاں یہ ہے کہ وہ کلمہ جو ان کی زبان پر جاری ہے اس سے انہوں نے فائدہ کی ذرا سی روشنی حاصل کی حالانکہ اس

کلمہ کی روشنی کے پیچھے تو منافقت کا اندھیرا پایا جاتا ہے جو ان کو اندھیرے کی سردی سزا تک پہنچانے والا ہے۔

تفسیر دوم:

آیت کی ایک اور بھی تفسیر ہے کہ جب ان کے متعلق بتلایا گیا۔ کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خرید لیا ہے پھر یہ تمثیل ذکر کی تاکہ ان کی اس ہدایت کو جس کو انہوں نے فروخت کیا۔ اس آگ سے تشبیہ دی جس نے اپنے جلانے کے ماحول کو روشن کر رکھا ہے۔ اور اس گمراہی کو جس کو انہوں نے خرید لیا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو دور کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا ہے سے تشبیہ دی۔ تاکہ تمثیل سامنے آجائے استوقد نار میں نار کو کمرہ تعظیم کے لیے لائے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ: (وہ گوئے بہرے اندھے ہیں) وہ بہرے ہیں حالانکہ ان کے حواس صحیح سالم تھے مگر جب انہوں نے حق کی طرف کان لگانے سے اپنے آپ کو روک دیا۔ اور زبانوں پر حق لانے سے انکار کر دیا اور آنکھوں سے طریق حق کو دیکھنے سے انکار کر دیا تو ان کو اس طرح قرار دیا گیا ان کے حواس آفت زدہ ہو گئے اور علماء بیان کے ہاں یہ اسی طرح ہے جیسے ہم لیوٹ للشجعان و بحور للاسخياء کہ وہ ایسے بہادروں کے لیے شیر اور خلیوں کے لیے سمندر ہیں۔ مگر یہ طریق صفات میں ہے۔ اور آیت میں وہ اساء ہیں اور ان میں جاری ہے۔

تشبیہ بلیغ:

آیت میں صحیح بات یہ ہے کہ تشبیہ بلیغ ہے۔ استعارہ نہیں کیونکہ جب مستعار لفظ کا تذکرہ سمیٹ لیا گیا ہو اور کلام کو اس سے خالی رکھا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے منقول عندہ اور منقول الیہ مراد لیا جائے۔ اگر دلالت حال یا انداز کلام نہ پایا جائے۔

لوٹنے کا مطلب:

فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ: (پس وہ نہ لوٹیں گے) نمبر ۱: وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ اس کے بعد کہ انہوں نے ہدایت کو چھوڑا۔

نمبر ۲: وہ گمراہی سے باز نہیں آئے اس کے بعد کہ انہوں نے گمراہی کو خرید لیا۔ کیونکہ کسی چیز کی طرف لوٹنا اور یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

نمبر ۳: مراد یہ ہے کہ وہ حیران و پریشان اپنی جگہ پر جے بیٹھے ہیں۔ نہ وہ لوٹتے ہیں اور نہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے آگے بڑھنا ہے یا پیچھے ہٹنا ہے۔

اَوْ كَصِيبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّ يَّبْرِقُ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ

یا ان کی ایسی مثال ہے جیسے آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہو اس میں اندھیراں ہوں اور گرج ہو اور بجلی ہو یہ لوگ موت کے اندیشے کے سبب

فِيْٓ اِذَا هُمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ۙ (۱۹)

اپنے کانوں میں انگلیاں دے رہے ہیں کڑک کی وجہ سے، اور اللہ تعالیٰ احاطہ کئے ہوئے سب کافروں کو،

دوسری تمثیل:

اَوْ كَصِيبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّ يَّبْرِقُ : (یا جیسے بادل آسمان میں اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے) ان کے متعلق بات کو اور زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک دوسری تمثیل ذکر کی پہلی تمثیل میں منافقین کو آگ جلانے والے سے اور اظہار ایمان کو آگ روشن کرنے سے اور اس سے فائدہ کے منقطع ہونے کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دی۔ اور اس تمثیل دین کو بادل سے تشبیہ دی۔ کیونکہ دل دین سے اسی طرح زندہ ہوتے ہیں جیسے بارش سے زمین۔ اور کفار کو دین کے سلسلہ میں شبہات و ظلمات سے تشبیہ دی۔ اور قرآن میں جو وعدے اور وعیدیں ہیں۔ ان کو وعدہ و برق سے تشبیہ دی اور منافقین کو گھبراہٹیں اور مصائب اہل اسلام کی طرف سے پہنچتے ہیں ان کو صواعق (گرج) سے تشبیہ دی پس معنی اس طرح ہوگا۔ یا ان کی مثال بادل والے جیسی ہے۔ مثل کا لفظ حذف کر دیا۔ کیونکہ عطف کی دلالت اس کے لیے موجود ہے اور ذوی کا لفظ حذف کیا کیونکہ يجعلون اس پر دلالت کرتا ہے۔

مراد:

یہ کہ ان کی مثال اس قوم جیسی ہے جن کو اس طرح کی بارش نے گھیر لیا ہو۔ پھر ان کو اس بارش سے وہ پہنچا ہو جو ان کو پہنچا۔ یہ تشبیہ اشیاء کی اشیاء کے ساتھ ہے البتہ صراحت کے ساتھ مشبہات کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورہ عافرا آیت نمبر ۵۸ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُنٰسِيْءُ میں ہے۔ اور امرء القیس کے اس قول میں بھی اسی طرح ہے۔

كَانَ قُلُوْبُ الطَّيْرِ رَطْبًا وَّ يَابَسًا لَدٰى وَكْرَهَا الْعُنَابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِي (ردی کھجور)

(گویا پرندوں کے دل گھونسلوں کے قریب اس طرح رطب و یابس ہیں جیسے عناب اور ردی کھجور)

بلکہ آیت میں استعارہ کے انداز میں تذکرہ کو سمیٹ دیا۔

تشبیہ مرکب:

قول فیصل: صحیح بات یہ ہے کہ دونوں تمثیلیں ان تمثیلات میں سے ہیں۔ جو مرکب ہوتی ہیں، مفرق نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس میں

اولا نے کی حکمت:

السماء (ساتھان) نمبر: حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ رکی ہوئی موج ہے سماء کے تذکرہ کا فائدہ یہ ہے کہ بادل آسمان میں ہی رہتا ہے السماء معرفہ لائے اس نے یہ فائدہ دیا کہ وہ بادل ہے جس نے آسمان کے اطراف کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور سماء کے حصہ

ہونے کی نفی کر دی۔ یعنی یہ کہ اس کے اطراف میں سے ایک افق کو اس لیے آسمان کے ہر افق کو آسان ہی کہتے ہیں۔ پس معرفہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے جیسا کہ صیب کو نکرہ لانے اور اس کی ترکیب و بناء میں (مبالغہ مقصود ہے) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بادل آسمان سے اترتا اور اسی سے اپنا پانی لیتا ہے۔

نمبر ۲: اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سمندر سے پانی لے کر اوپر چڑھتا ہے۔

تجوید: ظلمات مرفوع ہے جار مجرور کے ساتھ کیونکہ وہ صیب کی صفت بن کر قوی ہو گیا۔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر تم کہو فیہ ظلمت مبتدا ہے تو اس میں انخس و سبویہ کا اختلاف ہے۔

رعد و برق کی حقیقت:

الرعد: بادلوں سے سنی جانے والی آواز جو بادلوں کے آپس میں رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یا رعد فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔

البرق: بادلوں سے پیدا ہونے والی چمک۔ یہ برق الٹنی بریقا۔ جب وہ چمکے اس سے بنا ہے۔ اور اس کی ضمیر صیب کی طرف لوٹنے والی ہے۔ صیب کو ظلمات کا مکان قرار دیا گیا۔ اگر اس سے مراد بادل لیا جائے تو اس کے اندھیرے سے مراد اس کا تہ بہ تہ اور سیاہ ہو جانا ہے۔ ظلمات گویا بادل کی سیاہی اور ایسا تہ بہ تہ ہونا جس کے ساتھ رات کا اندھیرا مل جائے۔ البتہ بارش کے اندھیروں سے مراد پے در پے قطرات سے اس کے کثیف ہونے کا اندھیرا اور بارش کے بادلوں کا سیاہی جس میں رات کا اندھیرا مل جائے۔ مراد ہے۔

رعد و برق کی جگہ الصیب کا لفظ لا کر اس کی مراد سحاب ظاہر کر دی۔ اسی طرح اگر مطر مراد ہو تو تب بھی کیونکہ وہ دونوں فی الجملہ آپس میں ملے جلتے ہیں۔

رعد و برق: کو جمع نہیں لائے۔ کیونکہ وہ دونوں اصل میں مصدر ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ رعدت السماء رعدا وبرقت برقاً۔ آسمان گر جا اور چمکا۔ پس اصل کی رعایت کرتے ہوئے دونوں کی جمع چھوڑ دی گئی۔

ان کو نکرہ لا کر اس کی انواع و اقسام کی طرف اشارہ کر دیا۔ گویا کہ فیہ ظلمت داجیہ۔ گویا اس میں چھا جانے والے اندھیرے ہیں۔ اور رعد قاصف ہلاک کن گرج اور ایک لینے والی بجلی ہے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ الْاَذَانِہُمْ: (وہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھتے ہیں)

تجوید: اس میں ضمیر بادل والوں کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ وہ محذوف ہے جیسا کہ سورت اعراف آیت: ۴۔ اوہم قائلون میں ہے کیونکہ محذوف کا معنی باقی ہے خواہ وہ لفظوں میں ساقط ہو چکا ہو یا جعلون جملہ مستأنف ہے اس لیے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اس لئے دلیل یہ ہے کہ جب رعد برق کا ذکر ہوا جو شدت ہولناکی کا اعلان کر رہے تھے۔ تو کہنے والا گویا کہہ رہا تھا کہ ایسی گرج میں ان کا کیا حال ہوگا؟ تو جواب دیا۔ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ الْاَذَانِہُمْ۔ پھر کہا اس بجلی میں انکی حالت کیا ہوگی۔ تو فرمایا يَنْكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۰۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ

قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی کو اچک لے جب بھی ان کے لئے روشنی ہوتی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب اندھرا ہو گیا

عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ

تو کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتوں کو ختم فرما دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال: اصابعہم فرمایا انا مل نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ پورے ہی کانوں میں رکھے جاتے ہیں۔

جواب: مبالغہ کے لیے بطور وسعت فرمادیا۔ جیسا کہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۸ فَاَقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمْ۔ میں یذ بولا گیا اگرچہ مراد پنجہ ہے گئے تک۔ اصابع فرمانے میں جو مبالغہ ہے وہ انا مل کہنے میں نہیں اور دو انگلیوں کا بھی ذکر نہیں کیا۔ جن سے عموماً کان بند کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ السبابہ یہ السب سے فعالة کا وزن ہے (جس کا معنی گالی والی) تو آداب قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ اور مستحبہ نہیں فرمایا کیونکہ یہ نواہیجا غیر مشہور لفظ ہے۔

يَمِّنُ الصَّوْاعِقُ: (کڑک کے سبب) یہ متعلون کے متعلق ہے یعنی صواعق کی وجہ سے وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھتے ہیں۔
صاعقه آسانی:

الصاعقه: گرج کا وہ حصہ جس کے ساتھ آگ کا ٹکڑا بھی ہو۔

علماء نے کہا کہ یہ بادلوں سے نوتا ہے۔ جب بادلوں کے اجسام آپس میں ٹکراتے ہیں۔ وہ لطیف تیز آگ ہے۔ جس چیز پر اس کا گزر ہو اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ مگر تیزی کے باوجود بہت جلد وہ بجھنے والی ہے حکایت ہے کہ وہ کھجور پر گری تو کھجور کا آدھا حصہ جل گیا۔ پھر وہ بجھ گئی۔ اور محاورہ میں کہا جاتا ہے صعقته الصاعقه۔ جب وہ اس کو ہلاک کر دے۔ جس سے وہ مر جائے۔ خواہ شدت آواز کی وجہ سے یا جلنے کی وجہ سے۔

حَذَرَ الْمَوْتِ: (موت کے ڈر سے) **يَخْشَوْنَ**: یہ مفعول لاء ہے۔ موت: تعمیر انسانی کا بگڑنا یا ایک ایسی عارض جس سے زندگی کے پیچھے پھر آنے والا کوئی احساس درست نہ رہے۔

وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ: (اور اللہ کافروں کا احاطہ کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے جس طرح احاطہ میں آیا ہوا محیط بہ سے نکل نہیں سکتا۔ یہ مجاز ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ: (قریب ہے کہ بجلی اچک لے ان کی آنکھوں کو)

الخطف: اُچکنا۔ جلدی سے کسی چیز کو لے لینا۔

نَحْنُ: نَحْنُ کا لفظ فعل کے بہت قریب کرنے کے لیے آتا ہے۔ بخطف موضع نصب میں ہے کیونکہ مکادی خبر ہے۔
كُلَّمَا أَصَاءَ لَهُمْ: (جب بھی روشنی ہوتی ان کے لیے)

نَحْنُ: کُلِّ یہ ظرف ہے مانکرہ موصوفہ ہے اس کا معنی وقت ہے اور ضمیر محذوف ہے یعنی جس وقت بھی ان کے لیے روشنی ہوتی ہے اس میں عامل اس کا جواب ہے اور وہ مَشَوْا فِیْہِ ہے فی یعنی فی ضوء اس کی روشنی میں یہ تیسرا جملہ مستأنفہ سے گویا یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہ وہ بجلی کی چمک اور بجھنے کے دوران کیا کرتے ہیں؟ اور یہ منافقین کے معاملے کی شدت کی تمثیل بیان کی۔ بادل والوں کی شدت کو ذکر کر کے اور اس تنہائی حیرانی اور نادانی کو ذکر کر کے جو کچھ وہ کرتے اور چھوڑتے ہیں۔ جبکہ ان کا سامنا بجلی کی چمک سے ہوتا ہے۔ اس حالت میں کہ ان کو اپنی آنکھوں کے اچک لئے جانے کا خدشہ ہو۔ تو وہ اس چمک کو فرصت شمار کرتے ہیں۔ پس چند قدم چلتے ہیں۔ جب وہ چمک چھپ جاتی ہے اور دھیمی پڑ جاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

اصاء: اصاء کا لفظ متعدی ہے جب بھی راستہ اور چلنے کی جگہ روشن ہوتی ہے تو وہ اس پر چلتے ہیں اور مفعول محذوف ہے یا غیر متعدی ہے جب بھی بجلی ان کے لیے چمکتی ہے تو اس کے ڈالے ہوئے نور میں چلتے ہیں لہٰذا۔ خاص حرکت کی ایک ضل ہے اگر وہ حرکت تیز ہو جائے تو سعی اور بڑھ جائے یعنی تیزی سے دوڑنا کہلاتا ہے۔

وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ: (جب اس پر اندھیرا چھا جاتا ہے) اظلم غیر متعدی ہے

کلما اور اذا کا فرق:

سوال: اصاء کے ساتھ تو کلما لائے اور اظلم کے ساتھ اذا لایا گیا؟

جواب: جس چیز سے ان کا مقصد منسلک ہے یعنی امکان مشی۔ اس کے لیے وہ انتہائی حریص ہیں۔ جب بھی فرصت پاتے ہیں۔ تو چند قدم اٹھا لیتے ہیں۔ مگر کھڑا ہونا ایسا نہیں (کہ اس کے خواہش مند ہوں۔ بلکہ وہ تو مجبوری کا کھڑا ہوتا ہے۔ پس لفظ اذا لائے) قَامُوا: (وہ کھڑے ہو جاتے ہیں) قَامُوا۔ کھڑے اور اپنے مقام میں رک جاتے ہیں۔ اسی سے قام الماء کہتے ہیں جبکہ وہ پانی جم جائے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ: (اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو ضائع کر دے) اگر اللہ چاہیں تو ان کے کانوں کو لے جائیں۔ بجلی کی کڑک سے۔

وَأَبْصَارِهِمْ: اور آنکھوں کو بجلی کی چمک سے۔

نَحْنُ: شاء کا مفعول محذوف ہے۔ کیونکہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں۔ ان کے کانوں اور آنکھوں کو لے جاتا تو لے جائیں۔

قاعدہ: شاء کے لفظ میں حذف مفعول کثرت سے آیا ہے۔ مگر کسی انوکھے مقام پر مفعول کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا اس شعر

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا فرمایا اور ان لوگوں کو بھی پیدا فرمایا جو تم سے پہلے تھے تاکہ

تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ

تم پر بیزگار بن جاؤ، جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھوتا اور آسمان کو چھت، اور اتارا

السَّمَاءَ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا

آسمان سے پانی، پھر نکال دیا اس کے ذریعہ پھلوں سے تمہارے لئے رزق، لہذا مت بناؤ اللہ کے لئے مقابل،

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

حالانکہ تم جانتے ہو۔

میں ہے۔

فلوشت ان ابکی دما لیکیتہ ☆ علیہ ولكن ساحة الصبر اوسع

ترجمہ: (اگر میں اس پر خون کے آنسو رونا چاہتا تو روتا۔ لیکن صبر کا میدان وسیع ہے) اسی طرح اس ارشاد میں جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۷۷ میں لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهَوًا میں اور سورۃ الزمر لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا میں (لہو اور ولد ظاہر فرمائے گئے ہیں) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: (اللہ تعالیٰ بے شک ہر چیز پر قادر ہے)

سابقہ سے ربط:

زبط: جب اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی تین جماعتوں مؤمن، کفار اور منافقین کا ذکر اور ان کی صفات حالات خصوصیات جن سے وہ سعادت مند و بد بخت اور مردود، مقبول ہوتے ہیں بیان کر دیں۔ تو یہاں سے ان کو مخاطب فرمایا۔ یہ ایققات کی قسم میں ہے۔ پس فرمایا۔

خطاب عام:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ: (اے لوگو) حضرت علقمہ نے فرمایا قرآن میں یا ایہا الناس سے خطاب اہل مکہ کو ہے اور یا ایہا الذین امنوا سے اہل مدینہ کو خطاب کیا۔ یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔

نحو: یا حرف ندا بعید ہے اسی اور ہمزہ قریب کے لئے۔ پھر بھولنے والے اور غافل کو آواز دینے کے لیے استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ بالکل قریب ہو۔ اس کو دور شمار کر کے۔ جب اس سے قریب رہنے والوں کو خطاب کریں۔ تو تاکید کے لئے ہوگا۔ اور

اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ کہ یہ خطاب بہت قابل توجہ ہے۔

یارب کا مطلب:

سوال: دعا کرنے والے کا کہنا۔ یارب حالانکہ وہ تو شہ رگ سے قریب تر ہے۔

جواب: یہ کسر نفسی ہے اور نفس مقام قرب سے بہت دور ہے نفس کو مٹاتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اقرار ہے اس کے ساتھ ساتھ، اس کی دعا کو قبول کر لینے میں بہت جلدی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اتی: الف لام والے منادی کے ساتھ لگاتے ہیں۔ جیسا کہ ذو اور الذی کو اسم جنس کی صفت بنانے کے لیے لایا جاتا ہے اور معرفہ کی صفت کیلئے جبکہ اس کو جملہ لائیں۔ یہ اسم مبہم ہے۔ اس کے ابہام کو دور کرنا ضروری ہے اس لیے اس کے بعد اسم جنس لانا پڑے گا۔ یا جو صفت کیلئے اس کے قائم مقام بن سکے۔ تاکہ اس نداء کا مقصود واضح ہو جو کہ یا کا معمول ہے۔ صفت منادی کے تابع ہوتی ہے۔ البتہ اتی کا لفظ بذات خود مستقل نہیں جیسا اس مثال میں زید یا زید الظریف۔ اس لیے اتی اپنی صفت سے الگ نہیں رہا۔ صفت موصوف کے درمیان کلمہ تنبیہ لایا گیا۔ تاکہ نداء کا معنی مؤکد ہو جائے اور اضافت کا بدل بن جائے۔

قرآن مجید میں اضافت کا طریقہ بہت استعمال ہوا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کو نداء دی یعنی اوامرو نواہی وعدے، وعیدیں، عظیم کام بڑے مصائب بتلائے، ضروری تھا بندے ان کی طرف دلوں سے مائل اور متوجہ ہوں۔ جبکہ بندے اس سے غفلت کا شکار ہیں۔ تو پھر مؤکد تبلیغ سے ان کو خطاب کرنا چاہئے تھا۔ اس لیے اس طرح خطاب کیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

اعْبُدُوا رَبَّكُمْ: (اس کو اکیلا جانو) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عبادت کا لفظ جہاں بھی قرآن میں ہے اس سے مراد توحید ہے۔

الَّذِي خَلَقَكُمْ: یہ وضاحت و امتیاز کرنے والی صفت ہے۔ کیونکہ کفار کہہ اپنے اللہ کو رب کہتے تھے۔

تعریفِ خلق:

الخلق۔ معدوم کو ایک اندازے اور درنگی سے ایجاد کرنا۔ معتزلہ کے نزدیک کسی چیز کو اندازے اور درنگی سے بنانا۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ معدوم کو شئی مانتے ہیں۔

شئی کی تعریف ان کے ہاں جس کو جانا جائے اور اس کے متعلق خبر دی جائے۔

اہلسنت کے نزدیک شئی موجود کو کہتے ہیں۔

خلقکم: ابو عمرو کے ہاں ادغام کے ساتھ

دلیل تخلیق:

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ: (اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے) اس سے دلیل بیان فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے اور ان سے پہلوں کا بھی خالق ہے۔ سو اس لیے کہ وہ اس کے اقراری تھے۔ پس انہیں کہا گیا۔ کہ اگر تم اس کو خالق مانتے ہو تو اسی ہی کی عبادت کرو۔ اور بتوں کی عبادت نہ کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ: (تا کہ تم متقی بن جاؤ) یعنی اس امید پر عبادت کرو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ تا کہ اس کے سبب تم عذاب سے نجات پا جاؤ۔

لعل کا استعمال:

لعل: کا لفظ ترجی اور طبع کیلئے ہے لیکن سب سے بڑی نئی ذات کی طرف سے طبع دلائی گئی۔ جو کہ حتمی وعدے کی طرح ہو گئی۔ یہ سیو بیہ کا قول ہے۔ قطر بٹھوی کہتے ہیں کہ لعل یہاں نکی کے ہم معنی ہے یعنی تا کہ تم متقی بن جاؤ۔
الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ: (وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو)

جَعَلَ: صیغہ کے معنی میں ہے اور الذی صفت کی بناء پر محلاً منصوب ہے یا ہو کو مبتداء مانیں تو مرفوع ہے۔
فِرَاشًا (بچھونا) قالین کی طرح کہ اس پر بیٹھتے اور سوتے، آتے جاتے ہو، یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے۔ اس میں کوئی دلیل نہیں کہ زمین مسطح یا کروی ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں بوریہ کی طرح ہونا ممکن ہے۔
وَالسَّمَاءَ بَنَاءً: (اور آسمان کو چھت) چھت جیسا سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۲ میں وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا۔ بناء جو مصدر ہے مگر مراد اس سے عمارت ہے۔

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً: (اور اس نے اتارا آسمان سے پانی) ماء سے مراد بارش ہے۔

حکمت تدریج:

فَأَخْرَجَ بِهِ: (پس اس نے نکالا) یعنی بالماء پانی کے ذریعہ۔ پھلوں کا نکلنا۔ اگرچہ قدرت الہی سے ہے مگر پانی کو اس کے نکلنے کا ظاہری سبب بنایا۔ جس طرح (ماء النحل فی خلق الولد) نر کا پانی بچے کی پیدائش میں سبب ہے باقی قدرت باری تعالیٰ بلا سبب پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اسباب، مواد کی ذاتیں (محض قدرت الہی کا نتیجہ ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی پیدائش میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تدریج رکھی ہے۔ اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف انتقال رکھا۔ تا کہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں کے لیے عبرت و حکمت کا باعث ہو۔

مِنَ الثَّمَرَاتِ: (پھلوں سے رزق) مِنَ الثَّمَرَاتِ میں من کا لفظ تبعیض یا بیان کے لیے ہے۔ (یعنی بعض پھل یا پھل نکالے)

نحوی تحقیق:

رِزْقًا لَّكُمْ: (تمہارے لیے) نَحْفُو: اگر من جمعیض کے لیے ہو تو یہ مفعول لڑ ہے اور اگر من بیانیہ ہو تو مفعول یہ ہے الثمرات فرمایا الثمر اور الثمار نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ پانی سے نکالے جانے والے پھل بے شمار ہیں کیونکہ مراد پھلوں کی جماعت ہے کیونکہ جمع بعض کی جگہ بعض اکیلی آتی ہے کیونکہ جمعیت میں جا کر تمام مل جاتی ہیں۔

نَحْفُو: لکم اگر اس سے مراد معین ہو تو پھر یہ جار مجرور رزق کی صفت ہے اور اگر اس کو معنی کے لحاظ سے اسم مانا جائے تو پھر یہ مفعول بہ ہے گویا اس طرح فرمایا رزقا ایاکم رزق دینا تمہیں کو رزق خاص تمہارا۔

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا: (پس تم نہ بناؤ شریک اللہ کے لیے) یہ امر سے متعلق ہے یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور اس کا شریک مت بناؤ۔ کیونکہ عبادت کی جزا اور بنیاد تو حید ہے۔ اور یہ کہ اس کا کسی کو ساتھی و شریک نہ بنایا جائے۔

نَحْفُو: الذی مبتداء فلا تجعلوا خبر ہے فلا تجعلوا پر فاء اس لیے لائے کہ کلام میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے یعنی وہ ذات جس کی بڑی بڑی نشانیاں تمہارے ارد گرد ہیں اور روشن دلائل اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں پس تم اس کے شریک مت تجویز کرو۔

معنی ند:

الند: ایسا مثل جو مخالف و منافی ہو البتہ اس مشہور قول لیس للہ ند ولا مند اصل میں یہ جملہ جن کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے یا جو اس کے منافی مانے جاتے ہیں ان سب کی نفی مراد ہے۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی رزق دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہیں یا تعلمون کا مفعول چھوڑ دیا گیا۔ یعنی تم اہل علم ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا انتہائی جہالت ہے۔

نَحْفُو: جملہ انتم تعلمون۔ فلا تجعلوا کی ضمیر سے حال ہے۔

الذی: وحدانیت کے ثبوت اور ابطال شرک پر حجت قائم کر دی۔ کہ اس کو ان کے خلق و احیاء پر قدرت ہے اس نے زمین کو ان کی رہائش گاہ اور مستقر بنایا۔ اور آسمان کو لگے ہوئے خیمے اور تہ کی طرح مضبوط بنایا۔ اور اس طرح کر دیا۔ کہ جیسے زمین و آسمان میں پانی اتارنے سے مناہک کا رشتہ ہوزمین کے پیٹ سے نسل کی طرح بنی آدم کے لیے پھل پیدا کر دیئے۔ یہ سارے دلائل تو حید کی طرف رہنمائی کرتے اور شرک کو باطل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مخلوقات کی کوئی چیز اپنے میں سے کسی چیز کے ایجاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهٖ مَّا وَدَّعُوْا

اور اگر تم اس کتاب کی طرف سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بند پر نازل کی تو لے آؤ کوئی سورت جو اس جیسی ہو اور بلا لو

شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۱

اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

فائدہ عطف:

اب اس پر عطف کیلئے وہ چیز لائے جو نبوت محمد ﷺ پر دلیل و حجت بن سکے اور انجاز قرآن کو بھی پختہ کر دیا جائے۔ پس فرمایا:
وَاِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا (الایہ) (اور اگر تم شک میں ہو اس چیز کے متعلق جو ہم نے اتاری)
نَحْنُ: ممّا میں ماکرہ موصوفہ یا الذی کے معنی میں ہے

عبد کی تعریف:

عَلٰی عَبْدِنَا: (اپنے بندے پر) العبد! عقلاء کی جنس میں مملوک کو کہا جاتا ہے۔
المملوك: ایسا موجود جس کو غلبہ سے تابع کیا جائے۔

نزلنا کی حکمت:

نزلنا: فرمایا۔ انزلنا کی بجائے۔ کیونکہ تدریج و تخیم سے اتارنا مراد ہے۔ اور تحدی و چیلنج کے موقع پر یہی مقابل بنتا ہے۔

مقولہ کفار:

اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو سورۃ سورۃ اور تھوڑا تھوڑا، آیت کے بعد آیات اور حوادث کے مطابق نہ اترتا۔ بلکہ ایک مرتبہ اتاراجاتا جیسا سورۃ فرقان آیت ۳۲ سَقَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نَزْلُ عَلٰیهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔

جواب: قرآن مجید میں وہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ جو خطباء اور اہل شعر کا ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا موقعہ بموقعہ اپنا کلام لاتے ہیں کبھی نظم کرنے والا اچانک دیوان یک بارگی پیش نہیں کرتا۔ اور نہ نثر گو اپنا خطبہ ایک بار کہہ ڈالتا ہے۔

اس پر کفار کو کہا گیا کہ اگر تمہیں اس میں شبہ ہے کہ اس کا اتارنا اس تدریج سے کیوں ہے؟ تو فَاْتُوا بِسُوْرَةٍ (تولاؤ ایک سورت) تو تم ایک بار کے مقابلہ میں ایک بار بنالاء اور ایک ٹکڑا کے مقابلہ میں ٹکڑا لاؤ۔ اور اس کی سورتوں میں سے کوئی اجتہادی چھوٹی سورت بنالاء۔

لفظ سورۃ کی تحقیق:

جب سورۃ کا عین واؤ ہو۔ السورۃ نمبر۔ قرآن کا ایک حصہ جس کی ترجمانی کم سے کم تین آیات سے کی گئی ہے۔ اس لفظ

میں اگر اوّٰ اصل ہے تو یہ سُورہ مدینہ سے ہے۔ سورہ یٰٰ اور حیطہ کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ بھی قرآن مجید کا اپنے انداز میں ایک محدود مجموعہ ہے جیسا کہ وہ شہر جس کے ارد گرد یٰٰ اور ہو۔

نمبر ۲: اس لیے کہ علم کے مختلف فنون کو یہ سینیٹہ والی ہے اور کئی قسم کے فوائد اس میں ہیں جیسا کہ شہر کی دیوار۔ شہر کے اندر جو کچھ بھی ہے اس کو سینیٹہ والی ہوتی ہے۔

نمبر ۳: سورہ بمعنی مرتبہ کیونکہ قرآن کی سورتیں مقامات و مراتب کی طرح ہیں جن پر پڑھنے والا فائز ہوتا ہے۔ یہ سورتیں ذاتی اعتبار سے طویل، اواسط، قصار کے مراتب رکھتی ہیں۔

نمبر ۴: سورہ کو سورہ شان کی بلندی کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور دین میں اس کے مقام کے بڑے ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے۔

سورہ کا عین ہمزہ ہو: قرآن مجید کے ایک قطعہ یا مجموعہ کو کہتے ہیں۔ تو یہ بچی ہوئی چیز کی طرح بقایا ہے سورہ کا معنی جوٹھا

فوائد السور: قرآن مجید کی جدا جدا آیات ہونے اور سورہ کی صورت میں قطعات کا فائدہ بہت ہے

نمبر ۵: تمام کتب مکتولہ تورات انجیل، زبور، اور تمام صحف سورہ کی صورت میں اتریں مصنفین علماء نے ہر فن میں کتابیں لکھ کر ان میں تراجم کی ترتین سے باب قائم کئے ہیں۔

نمبر ۶: جب ایک جنس کے ماتحت کئی انواع ہوں اور ہر نوع کئی اصناف پر مشتمل ہو۔ تو یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ مسلسل ایک ہی بیان ہو۔

نمبر ۷: پڑھنے والا جب کتاب کا ایک باب یا سورہ ختم کر لیتا ہے، پھر دوسرا شروع کرتا ہے تو اس کے نشاط میں ترقی ہو جاتی ہے اور یہ چیز کو مزید پڑھنے کے لیے کام دیتی ہے۔ اور حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر وہ کتاب کو غلی الطول پڑھتا جائے تو اتنی نشاط پیدا نہیں ہوتی۔

اسی بات کے پیش نظر قراء نے قرآن مجید کو سات منازل میں تقسیم کیا۔ اور تیس ۱۳۰ اجزاء میں اور دس حصوں میں اور پانچ حصوں میں۔

نمبر ۸: جب حافظ ایک سورہ میں مہارت حاصل کر لیتا ہے (پالیتا ہے) تو اس کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اس نے کتاب اللہ کا ایک مستقل حصہ حاصل کر لیا ہے اور اس کی ایک ابتداء ہے ایک انتہا ہے تو جو حصہ اس نے حفظ کیا ہوا ہوتا ہے اس کے ہاں اس کا ایک عظیم مقام بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو بلند قرار دیتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہی بات فرمائی گئی۔ ”کہ جب ہم میں کوئی سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا“

فقہاء کی باریک بینی:

اس سے فقہاء نے فرمایا نماز میں مکمل سورہ کی قراءت مختلف جگہوں سے پڑھنے سے افضل ہے۔

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: مَن مِثْلِهِ (اس کی مثل) سورۃ کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے۔

نمبر ۱: اور ضمیر نزلا کی طرف لوثی ہے، یعنی بسورۃ کائنۃ بمثلہ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم ایک ایسی سورۃ بنا لاؤ۔ جو عجیب و غریب بیان میں اور حسن نظم کے بلند ہونے میں اس جیسی ہو۔

نمبر ۲: ضمیر عبدنا کی طرف لوئے تو مطلب یہ ہوگا۔ تم ایسا شخص لاؤ جو اسی طرح کا امی ہو اور اس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو۔ اور نہ ہی پڑھے لکھوں سے علم حاصل کیا ہو۔ اور نہ ہی مثل مثل ہونے کا قصد کیا ہو۔

نمبر ۳: ضمیر کو پہلے نازل شدہ حصہ قرآن کی طرف لوٹا تا سب سے بہتر ہے۔ اس کی تاکید سورۃ یونس آیت نمبر ۳۸ فَاَتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ اور سورۃ ہود آیت نمبر ۱۳ فَاَتُوا بَعْشَرَ سُوْرٍ مِثْلِهِ۔ اور سورۃ اسراء آیت۔ نمبر ۸۸ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهِ۔ آیات سے ہوتی ہے منزل کی طرف ضمیر لوٹانے سے کلام کی ترتیب زیادہ خوش نما ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کلام تو منزل کے متعلق ہے منزل علیہ کے متعلق نہیں اور سیاق کا تقاضا یہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اگر تم کو شک ہے قرآن کے منزل من عند اللہ ہونے میں تو تم تھوڑا سا اس کے مماثل بنا کر لاؤ۔

اگر ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا یا جائے تو مطلب یہ بنے گا اگر تمہیں محمد ﷺ پر قرآن کے اتارے جانے میں شک ہے تو ان جیسا قرآن لے آؤ۔

وَاذْعُوْا شَہَدَآءَ کُمْ: (اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو) یہ تفسیر و اذْعُوْا شَہَدَآءَ کُمْ کے ساتھ زیادہ موافقت کرنے والی ہے

شہداء کا مطلب:

شہداء جمع شہید ہے۔ اس کا معنی حاضر ہے یا گواہی دینے والا۔ مَن دُوْنِ اللّٰہِ (اللہ کے سوا) یعنی غیر اللہ یہ شہداء کم کے متعلق ہے یعنی تم ان کو پکارو۔ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا ہے اور جن کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ تم حق پر ہو یا ان کو بلا لاؤ جو تمہارے حق میں گواہی دیں کہ وہ قرآن کی مثل ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ: (اگر تم سچے ہو) اگر تم سچے ہو کہ یہ من گھڑت ہے اور محمد ﷺ کا بنایا ہوا ہے۔

نَحْوُ: شرط کا جواب محذوف ہے ماقبل اس پر دلالت کر رہا ہے یعنی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم اس کی مثل بنا لاؤ۔ اور اس پر اپنے معبودوں سے امداد طلب کرو۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ

سو اگر تم نہ کرو اور ہرگز نہیں کر سکو گے، سو ڈرو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں

اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ (۲۱)

وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا: (اگر تم نہ کر سکو اور تم ہرگز نہ کر سکو گے)

سابقہ آیات سے ربط:

ترجمہ: جب ان کی رہنمائی اس جہت کی طرف کر دی، جس سے نبی اکرم ﷺ کی سچائی پہچان سکیں تو انہیں فرمایا، اگر تم مقابلہ نہ کر سکو، اور تمہاری عاجزی ظاہر ہو جائے تو پھر (اصولاً) اس کی تصدیق واجب ہو گئی۔ پس تم ایمان لاؤ۔ اور اس عذاب سے ڈر جاؤ۔ جو اس کے مکذبین اور معاندین کے لیے تیار کھڑا ہے۔

دو دلائل:

۱۔ اس میں اثبات نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔

نمبر ۱: جس سے چیلنج دیا جا رہا ہے وہ معجزہ ہے۔

نمبر ۲: یہ خبر دے دینا کہ وہ مقابلے کی تاب نہیں لا سکتے۔ یہ غیب ہے جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

کلمہ شک کی وجہ:

جب ان کا معجزہ تامل سے قبل ہی مشکوک کی طرح تھا اس لیے کہ ان کو اپنی فصاحت پر بھروسہ اور بلاغت پر اعتماد تھا۔ تو کلام ان کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق کیا گیا۔ اور ”اِنْ“ لائے جو شک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ”اِذَا“ نہیں لائے جو وجوب کے لیے آتا ہے اور الاتیان کو فعل سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ من جملہ افعال میں سے ایک فعل ہے اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کنایہ کے قائم مقام ہے جس سے عبارت میں اختصار حاصل ہوتا ہے اگر الاتیان کی بجائے فعل نہ لاتے تو کلام یوں طویل ہوتا۔ فان لم تا تو ابسورة من مغلہ ولن تا تو ابسورة من مغلہ۔ (دونوں کلاموں میں جو فرق ہے وہ صاحب عقل سے مخفی نہیں)۔

نحوی تحقیق:

نحو: لن تفعلا کا کوئی محل اعراب نہیں اس لیے کہ یہ معترضہ جملہ ہے اور جملہ معترضہ بھی خوب ہے کہ ان حرف تردید تھا تو اس جملے سے لن تفعلا کہہ کر تر دو کو ہباء منثورا کر دیا۔

تحقیق نحوی: لا، ان مستقبل میں، ہم مثل ہیں البتہ ان میں تاکید زیادہ ہے۔

خلیل نحوی: کے ہاں اس کی اصل لا، ان ہے اور فراء کے ہاں لا کے الف کو فون سے بدل دیا۔

سیبویہ: کے ہاں یہ حرف نفی مستقبل کی تاکید کیلئے اپنی اصل وضع کے ساتھ ہی ہے۔ حاصل کلام: اخبار غیب سے ہے اس ساری حقیقت کے ساتھ پھر یہ معجزہ بھی بن گیا۔ کیونکہ اگر انہوں نے اس کا کچھ بھی مقابلہ کیا ہوتا تو ضرور مشہور ہوتا۔ اور کیوں نہ مشہور ہوتا جبکہ مکرین اور طعنہ زنی کرنے والوں کی کثرت تھی۔

آیت میں آگ سے بچنے کے لیے اس جیسی سورۃ کے لانے کی نفی کرنا شرط قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ نہ لائے تو معارضہ سے انکی عاجزی خوب ظاہر ہوگئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی ثابت ہوگئی۔ پھر انہوں نے عناد کو لازم کر کے آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

فائدہ ایجاز:

جس کی بناء پر انہوں نے آگ کو اپنے لیے واجب کر لیا۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہاری عاجزی ظاہر ہوگئی ہے تو عناد کو ترک کرو۔ اس کی بجائے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي: (پس تم بچو اس آگ سے) کہہ دیا۔ اسلئے کہ آگ سے بچنا عناد کو ترک کر دینے کے سبب ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات کنایہ میں سے ہے جو بلاغت کا حصہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ایجاز حاصل ہوا جو قرآن کا زیور ہے۔
الوقود: (انیدھن) جس سے آگ بھڑکتی ہے یعنی لکڑیاں۔ جب یہ مصدر ہو تو مضموم و مفتوح دونوں طرح آتا ہے۔

ایک سوال:

سوال: الذی، التی کا صلہ ضروری ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو۔

جواب: ممکن ہے کہ انہوں نے اہل کتاب سے سنا ہو یا رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو۔ یا اس سے پہلے یہ آیت: نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ انہوں نے سنی ہو۔

نکتہ: تحریم میں نار کو نکرہ لائے اور فاتقوا النار میں معرفہ لائے کیونکہ پہلی آیت مکہ میں اتری پھر یہ آیت مدینہ منورہ میں اتری۔ اس سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا۔ جس کو وہ پہلے پہچان چکے تھے۔

اب آیت: الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ دوسری آگوں سے ممتاز ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگوں اور پتھروں سے جلتی ہے اور وہ پتھر گندہک کے جن کی آگ بہت تیز جلتے والی اور دیر سے بجھنے والی ہے اور شدید بدبودی اور بدن کو زیادہ لپٹنے والی ہے یا پوجے ہوئے بت وہ حسرت کو بڑھانے کے لیے (ان سے آگ جلائی جائے گی) لوگوں کو پتھروں سے ملایا کیونکہ انہوں نے ان پتھروں سے دنیا میں اپنے آپ کو ملایا۔ اس طرح کہ انکی عبادت کی۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ اور اس کی مثل ہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ خَصْبٌ جَهَنَّمَ میں

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا

اور بشارت دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ بلاشبہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری

الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا

ہوں گی جب کبھی بھی ان کو ان باغوں میں سے کوئی پھل بطور غذا کے دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہمیں اس سے

مِنْ قَبْلُ ۚ وَاتُّوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ

پہلے دیا گیا، اور ان کو ہم شکل پھل دیئے جائیں گے اور ان کے لئے ان باغوں میں بیویاں ہوں گی جو پاکیزہ بنائی ہوئی ہیں۔ اور وہ

فِيهَا خَالِدُونَ ⑤

ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہے۔ یعنی اس کی لکڑی ان کو اس کے ساتھ ملایا۔ جہنم میں گرم کرنے کے لیے اور ان کے دکھ میں مبالغہ کے لیے۔
أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ: (وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اس میں دلیل ہے کہ آگ مخلوق ہے
اس کے برخلاف فرقہ جہمیہ کہتے ہیں (یہ جہنم بن صفوان گمراہ آدمی تھا اس کو نصر بن سیار نے ۱۲۸ھ میں جہنم رسید کیا)
سابقہ آیات سے رابطہ:

رُحِمَ: اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ ترغیب کو ترہیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ جو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ خوش اسلوبی سے حاصل
ہو اور جو چیز ہلاک کرنے والی ہے اس کے ارتکاب سے بچا جائے۔
جب کفار اور ان کے اعمال کا ذکر کیا۔ اور ان کو عقاب سے ڈرایا۔ تو اس کے بعد اہل ایمان اور ان کے اعمال کا ذکر کیا اور ان
کو اپنے اس ارشاد سے خوش خبری دی۔

بشارت:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ: (اور خوش خبری دیں ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو) بَشِّرُ کا حکم
رسول اللہ ﷺ کو دیا۔ یا پھر ہر ایک کو اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ یہ معاملہ اپنی عظمت و بڑائی کی وجہ
سے اس لائق ہے کہ اس کی بشارت ہر ایک کو دی جائے جو بشارت کے قابل ہو۔

نحوی تحقیق:

نحو: اس کا عطف فائقوا پر ہے۔

نمبر ۱: بنی تمیم احذروا عقوبۃ ما جنتم وبشر یا فلان بنی اسد باحسانى الیہم

۱۔ بنی تمیم جو تم نے حرکت کی اس کی سزا کے لیے خبردار ہو جاؤ اور اے فلاں بنی اسد کو میرے احسانات کی خوش خبری دے۔

نمبر ۲: یا یہ جملہ ہے جس میں ایمان والوں کے ثواب کو بیان کیا ہے اس کا عطف اس جملے پر ہے جس میں کفار کا انجام بیان کیا گیا۔

جیسے زید یعاقب بالقید والا زہاق وبشر عمرو ابا لعفو والا طلاق۔ زید کو قید اور دم گھٹنے کی سزا دی جائے اور عمرو کو معافی اور آزادی کی خوش خبری سنا دو۔

تعریف بشارت:

البشارات: ایسی خبر جو تجربہ کے سرور کو ظاہر کرے اور اس بات کے پیش نظر علماء اصول نے کہا اگر ایک آدمی نے اپنے غلاموں کو کہا کہ جس نے تم میں سے مجھے فلاں کے آنے کی بشارت دی پس وہ آزاد ہے پس انہوں نے الگ الگ خوشخبری دی۔ تو ان میں اول آزاد ہوگا۔ کیونکہ اس نے ہی اپنی خبر سے آقا کی خوشی کو ظاہر کیا باقی نے نہیں۔ اور اگر اس نے بشری کی جگہ خبرنی کہا تو پھر تمام آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ خبر تو تمام نے دی۔

البشورہ: کا لفظ اسی سے ہے ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔ طباشیر الصبح۔ صبح کی اولین روشنیاں۔

ایک اعتراض:

اعتراض: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیمٍ، آل عمران آیت نمبر ۲۱ سے تو بات غلط ہو جاتی ہے۔

جواب: وہ اس کلام کی قسم میں سے ہے جس میں مخاطب کے استہزاء میں زائد سختی ظاہر کرنا مقصود ہو جیسا کہ دشمن کو کہا جاتا ہے ابشر بقتل ذریعتک ونهب مالک۔ گویا یہ حکمانہ کلام ہے۔

الصالحہ: کا لفظ اسم کی جگہ استعمال میں الحسنہ کی طرح ہے۔

مراد صالحات:

الصالحات: دلیل عقل و کتاب و سنت سے درست ثابت ہونے والے اعمال۔ اس میں لام جنس کا ہے اس آیت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جنہوں نے اعمال کو ایمان میں داخل مانا ہے اس لیے کہ اعمال صالحہ کو ایمان پر عطف کیا گیا۔

معطوف معطوف علیہ دونوں غیر غیر ہوتے ہیں۔

ایک اعتراض:

تم کہتے ہو کہ مومن جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خوش خبری ان کو دی جو ایمان

اور اعمال صالحہ والے ہیں۔

جواب: مطلق جنت کی بشارت کے لیے شرط یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ ملے ہوئے ہوں۔ کبیرہ گناہ والے کے لیے ہم بشارت کو مطلق قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بشارت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متقید کرتے ہیں۔ خواہ وہ بخش دے خواہ گناہوں کی مقدار عذاب دے کر پھر جنت میں داخل کر دے۔

أَن لَّهُمْ جَنَّاتٌ: (بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں) یعنی بان لہم (اس لیے کہ ان کے لیے)۔

تحقیق: سیبویہ کے نزدیک یسٹرو سے اُن اور اس کا معمول منصوب ہے۔ خلیل کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ قرآن مجید میں کثرت سے ہے۔

جنت کا معنی:

الْجَنَّةُ: کھجور اور گنے درختوں کا باغ جن کی ترکیب میں ستر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی سے جن، جنون، جنین، جنت، جان، جنان ہے ثواب کے مقام کو جنت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں باغات ہیں جنت پیدا کی جا چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے البقرہ آیت نمبر ۱۳۵ اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ بعض معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے جنت کو جمع اور نکرہ لانے کا مقصد یہ ہے کہ جنت تمام ہی دار الثواب کا نام ہے اور اس میں بے شمار باغات ہیں۔ جو اعمال کرنے والے لوگوں کے مراتب کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ہر طبقہ کے لیے ان باغات میں سے باغات ہونگے۔

تفسیر تحری:

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ: یہ جملہ جنات کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اور مراد من تحت اشجارہا۔ یعنی اس کے درختوں کے نیچے جیسا کہ تم جاری رہنے والی نہروں کے کناروں پر درخت اگے ہوئے دیکھتے ہو۔ البتہ جنت کی نہریں گہری جگہوں میں چلنے والی نہ ہونگی۔ (بلکہ سطح زمین پر چلنے والی ہونگی) باغوں میں سب سے شاندار وہی ہوتا ہے جس کے درخت سایہ دار ہوں۔ اور اس کے درمیان پانی کی نالیاں پھیلی ہوئی ہوں۔

البحری: پھسلنا، جاری ہونا۔

النهو: جو جدول سے بڑی پانی پہنے کی جگہ ہو۔ مگر سمندر سے کم ہو۔ دریائے نیل کو نہر نیل کہا جاتا ہے۔ لغت غالبہ کے لحاظ سے۔ نہر کی ترکیب وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ جری کی نسبت نہر کی طرف مجازی ہے۔

الانہار کی وجہ تعریف:

الانہار: کو معرف لایا گیا۔

نمبر ۱: اس لیے کہ ممکن ہے کہ انہار جنت کی نہریں مراد لی جائیں۔ اضافت کی جگہ لام تعریف لائے۔ جیسا کہ سورۃ مریم آیت نمبر ۸ اَشْتَعَلُ الرَّأْسُ شَيْبًا میں الرأس میں الف لام مضاف الیہ کی جگہ لایا گیا۔

نمبر ۲: الف لام لا کران نہروں کی طرف اشارہ مقصود ہو جو سورۃ محمد آیت نمبر ۵ اِنْهِيَآ اَنْهَلُوْا مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ اَيْسَنِ میں مذکور ہے۔

ایک نکتہ:

جاری پانی بڑی نعمت اور بڑی لذیذ چیز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ انہار جاریہ کا ذکر فرمایا اور تمام صفات سے اس صفت کو مقدم کیا۔

مَلَمَّا رَزَقُوْا: (جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ) **نَحْوُ**: یہ جنات کی دوسری صفت ہے۔

نمبر ۲: یا جملہ مستانہ ہے۔ اس لیے کہ جب یہ کہا گیا۔ اَنْ لَّهُمْ جَنَّاتُ سَامِعٍ کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ ان باغات کے پھل دنیا کے باغات کے پھلوں کی طرح ہونگے یا دوسری اجناس کے ہونگے۔ جو ان اجناس سے مشابہت نہ رکھیں تو جواب دیا۔ کہ ان کے پھل دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہونگے۔ یعنی ان کی جنس ایک ہوگی۔ اگرچہ فرق ہوگا۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ: (یعنی جب بھی ان کو باغات سے رزق دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ وہی ہے)۔

من ابتدا سیہ:

من: پہلا اور دوسرا ابتداء غایت کے لیے ہے کیونکہ ابتداء رزق جنات سے ہوگی۔ اور رزق باغات کے پھلوں سے ہوگا۔ اس کی نظیر یہ ہے رزق فی فلان۔ مجھے فلاں نے رزق دیا۔ تو تمہیں کہا جائے۔ من اَیْن کہاں سے؟ پس تم کہو من بستانہ۔ اس کے باغ سے پھر کہا جائے من اِی ثمرۃ رزق من بستانہ اس کے باغ کے کون سے پھل سے تو تم کہو۔ من الرقمان۔ انار سے ثمرہ سے مراد ایک سیب نہیں یا الگ سیب مراد نہیں بلکہ مراد پھلوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔
رُزُقْنَا: (جو ہمیں دیا گیا) ضمیر حذف کر دی گئی۔

من قَبْلُ: (اس سے پہلے) یعنی اس سے قَبْلُ کا مضاف الیہ منوی ہونے کی وجہ سے منی بالضم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی مثل ہے جو ہمیں اس سے پہلے رزق دیا گیا۔ اور اس کے مشابہ ہے جیسا اس آیت میں

مشابہت تامہ:

وَأَتُوْا بِہِ مُتَشَابِهًا: اور ان کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے (میوے) دیئے جائیں گے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے ابو یوسف، ابو حنیفہ، ابو یوسف تو ابو حنیفہ ہے۔ مراد مشابہت کو مضبوط کرنا ہے گویا دونوں کی ذات ایک ہے

ہ کا مرجع:

نَحْوُ: یہ میں ضمیر دنیا اور آخرت میں دیئے جانے والے سارے رزق کی طرف ہے۔ کیونکہ ارشاد الہی: هٰذَا الَّذِیْ۔
رزقنا من قبل۔ کے ماتحت دارین میں دیا جانے والا رزق سمیٹ دیا۔

مانوس رزق:

جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح ہونگے۔ ان کی جنس الگ نہ ہوگی۔ اس لیے کہ انسان دیکھی بھالی چیز سے مانوس ہوتا ہے۔ اور جانی ہوئی چیز کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے جب غیر مانوس کو دیکھتا ہے تو اس کی طبیعت نفرت کرتی اور برا سمجھتی ہے اس لیے کہ جب وہ دیکھی ہوئی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اس میں ظاہری مرتبہ اور واضح فرق دیکھتا ہے تو اس کو تعجب و حیرانی زیادہ ہوتی ہے۔ (منسبت اس چیز کے کہ جس سے ناواقفیت ہو)۔ جنت والے یہ بات ہر پھل دیئے جانے پر کہیں گے۔ یہ دلیل ہے کہ امر کی انتہا ہے اور اس حالت کا برقرار رہنا مرتبے کے اظہار کے لیے اور یہ بتلانے کیلئے ہے کہ یہ عظیم فرق ہی تو ہر گھڑی ان کو تعجب سے پر رکھے گا۔

نمبر ۲: بہ کی ضمیر رزق کی طرف ہے گویا یہ اس کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو جو جنت کے پھلوں سے رزق دیا جائے گا۔ وہ ذاتی لحاظ سے ان کے پاس ایک جیسا ان کو ملے گا۔

جیسا کہ حضرت حسن بیہدہ سے مروی ہے کہ جنتی کے پاس پیالہ لایا جائے گا اور وہ اس میں سے کھائے گا پھر دوسرا لایا جائے گا تو جنتی کہے گا۔ یہ تو ہمیں پہلے دیا گیا۔ فرشتہ کہے گا۔ کھالو۔ رنگ تو ایک ہے ذائقہ مختلف ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ والذی نفس محمد بیدہ (الحديث) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ جنتی جب پھل کھانے کے لیے لے گا۔ ابھی وہ اس کے منہ تک نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور بدل دے گا۔ (طبرانی فی الکبیر، البرار) جب جنتی اس کو دیکھیں گے جبکہ بیت پہلے والی ہوگی تو کہیں گے۔
وَأَتُوا بِهِمْ مَّتَابَعًا: (اور ان کو ان کے مشابہ دیا جائے گا) یہ جملہ معترضہ ہے۔ چنگی ظاہر کرنے کے لیے لائے جیسے کہو۔

فلاں احسن بفلان۔ ونعم مافعل۔ وراى من الراى كذا و كان صواباً۔ فلاں نے فلاں سے احسان کیا اور اس نے بہت خوب کیا۔ اس نے یہ رائے اختیار کی۔ اور یہ درست تھی۔ اور ارشاد الہی میں

وَجَعَلُوا أَعِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ (سورة النمل آیت نمبر ۳۴) كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ تاکید کے لیے لائے۔

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ: (ان کیلئے اس میں بیویاں ہوں گی) نَحْوُ: ازواج مبتدا اور لہم خبر ہے فیہا ظرف مستقر ہے۔

طہارت کا مطلب:

نمبر ۱: مُطَهَّرَةٌ: پاک ہوں گی برے اخلاق سے۔ نہ خاوندوں سے نفص رکھنے والی ہوں گی اور نہ غیروں کی طرف دیکھنے والی ہوں گی۔ نہ اکڑنے والی ہوں گی۔

نمبر ۲: حیض و استاحاضہ سے پاک ہوں گی اور بول براز تمام گندگیاں جو ان کے ساتھ خاص ہیں ان سے پاک ہوں گی۔ موصوف جمع ہے صفت واحد ہے کیونکہ دونوں فصیح لغتیں ہیں۔ طاہرہ نہیں کہا اس لیے کہ مطہرہ زیادہ بلیغ ہے اور تکثیر کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں یہ بتلایا کہ کسی پاک کرنے والے نے ان کو پاک کیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) الخلد ایسی دائمی بقاء جسمیں انقطاع نہ ہو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيَ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ

ہے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان فرمائے۔ مچھر ہو یا اس سے بھی بڑی ہوئی کوئی چیز ہو، سو جو لوگ

أَمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنََّّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ

ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا

اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۖ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۖ لَا يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۖ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿۳۶﴾

اللہ نے اس کے ذریعہ مثال دینے کا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت سوں کو ہدایت دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ کثرت سے گمراہ کرنا ہر راہ دہی سے نکل جانے والوں کو

تروید جمہیہ :

اس میں جمہیہ فرقہ کی تردید ہے کیونکہ وہ جنت اور اہل جنت کے فناء کے قائل ہیں۔ دلیل جمہیہ۔ اللہ تعالیٰ ہی اول اور آخر ہیں اور اولیت کی حقیقت مخلوق سے پہلے ہونا تو بالائے نقاد ہے پس ضروری ہے کہ آخریت کے وصف میں بھی وہ تمام سے آخر ہو اور یہ تبھی درست ہے جب سب کے سب فناء ہو جائیں پس ضرورتاً فناء کو ماننا پڑا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں اور اسکی صفات بھی باقی ہیں اگر جنت بھی اپنے رہنے والوں کے ساتھ باقی رہنے والی ہو تو خالق و مخلوق میں مشابہت لازم آتی ہے اور یہ محال ہے

حیاب: اولیت اللہ تعالیٰ کے حق میں اس طرح کہ اس کے وجود کی ابتداء نہیں اور آخریت اس کے حق میں اس طرح کہ اس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور مخلوق کے حق میں اول کا مطلب فرد سابق (پہلے والا فرد) ہے اور آخر فرد لاحق (پچھلا فرد) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا ہونا صفت کمال کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس کی ذات سے نقص و زوال کی نفی کرنے کے لیے ہے اور یہ جنت اور اہل جنت کے متعلق بقاء مٹنے اور فناء ہونے کے احتمال سے ہونے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے نہ وہ جو معتزل کہتے ہیں۔ پھر کہاں سے انشابه فی البقاء لازم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو ذاتی لحاظ سے باقی رہنے والے ہیں۔ اور اس کی بقاء واجب الوجود ہونا ہے اور مخلوق کا بقاء اس کے باقی رکھنے سے ہے۔ اور وہ جائز الوجود ہے (بینہما یون بعید فلیتصر)

سابقہ آیات سے ربط :

نقطہ: قرآن مجید نے جب ذباب و عنکبوت کا ذکر فرمایا۔ اور ان کی مثال بیان کی تو یہود نے ہنسنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے یہ کلام اللہ تو نہیں لگتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار دیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيَ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً ۚ (تحقیق اللہ نہیں حیا کرتا کہ مثال بیان کرے مچھر کی)

یعنی اللہ تعالیٰ مچھر سے مثال بیان کرنا ترک نہیں فرماتے اسکی طرح جو حقارت کی وجہ سے ان سے مثال بیان کرنا چھوڑ دے۔

حیاء کی اصل تعریف:

وہ تبدیلی اور شرمندگی جو انسان کو عیب و مذمت کے خوف سے پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو قدیم ہے وہ تغیر و خوف و مذمت سے پاک ہے لیکن ترک حیاء کے لوازم میں سے ہے اس لیے ترک کو حیاء سے تعبیر کیا گیا۔

دوسرا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ عبارت کفار کے کلام میں پائی جاتی تھی۔ کہ انہوں نے کہا ما یستحی رب محمد ان یضرب مثلاً بالذباب والعنکبوت: محمد کا رب حیاء نہیں کرتا کہ ٹکسی و مکڑی کی مثال بیان کرے۔ تو مقابلے اور سوال کے مطابق (ترکی بر ترکی) جواب دینے کے لیے اس طرح فرمایا اور یہ کلام بدیع میں سے ہے۔

اس میں دو لغات ہیں۔ متعدی بنفسہ اور متعدی بحرف الجار کہا جاتا ہے استحیتہ واستحیت منه یہاں دونوں کا احتمال ہے۔

مفہوم ضرب مثل:

یہ ضرب المثلین اور ضرب الخاتم سے بنا ہے (اینٹ لگانا یا مہر لگانا) بیان کرنا۔

نحوی تحقیق:

نحوی: نما نمبر ۱: یہ ابہامیہ ہے جب یہ نکرہ کے ساتھ آئے تو اس میں ابہام پیدا کر کے اس کے عموم میں اضافہ کرتا ہے مثلاً کہیں اعطنی کتنا باماء۔ مراد کوئی سی کتاب۔

نمبر ۲: یہ تاکید کے لیے لایا گیا۔ جیسا سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۵۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ میں ہے اب معنی اس طرح ہے کسی بھی مثال کا بیان کرنا نہیں چھوڑتا۔

نحوی نمبر ۱: مَا يَبْعُو ضَةً یہ مثلاً کا عطف بیان ہے اور اس نکرہ سے حال ہے جو اس سے مقدم ہے

نمبر ۲: ضرب بمعنی جعل ہے اور یہ دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

لغت بعوضۃ: یہ بعض سے بنا ہے اور وہ کانٹے کو کہتے ہیں جیسے البضع والعضب (کانٹا) کہا جاتا ہے بعضہ البعوض۔ اس کو چھرنے کا ٹا۔ اور بعض اشی کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کا حصہ و ٹکڑا ہوتا ہے بعوض فاعول کے وزن پر قطوع (کانٹا) کی طرح صفت ہی ہے۔ پھر اسمیت غالب آگئی۔

فوقیت کا مطلب:

فَمَا فَوْقَهَا: (یا اس سے بڑھ کر) نمبر ۱: جو اس سے متجاوز ہے اور اس معنی میں بڑھ کر ہے جس میں وہ مثال بیان کی گئی ہے اور وہ معنی قلت و حقارت ہے۔

نمبر ۲: جو جم میں اس سے بڑھ کر ہے گویا اس سے اس بات کی تردید کر دی کہ جس چیز کو تم نے عجیب قرار دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی

کتاب اور کبھی اور کمزری کی مثال یہ کیسے ہو سکتا ہے تو جواب دیا کہ کبھی کمزری در کنار اللہ تعالیٰ تو مجھم کی مثال بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا حالانکہ یہ ان سے چھوٹا ہے۔

اعتراض: مجھم سے کم کی مثال کیسے بیان کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ انتہائی چھوٹا ہے۔

جواب: مجھم کا پر اس سے کئی درجہ قلیل اور چھوٹا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو دنیا کی حقارت کے لیے بطور مثال بیان فرمایا۔ (لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى منها كافرا شربة ماء) (ترمذی) اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھم کے پر کے برابر مہر تیر کھتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتے۔

تفسیر فَاَمَّا الَّذِينَ:

فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا فَيَعْلَمُونَ اَنَّهُ الْحَقُّ: (پس وہ لوگ جو ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے) **تَحْقِيقًا:** کی ضمیر مثل کی طرف ہے یا لان بضر کی طرف ہے۔

الحق: وہ ثابت شدہ چیز جس کا انکار نہ کیا جاسکے۔ کہا جاتا ہے حق الامر: جب کہ وہ معاملہ ثابت و واجب ہو جائے۔ **مِنْ رَبِّهِمْ:** (ان کے رب کی طرف سے) **تَحْقِيقًا:** یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا عامل حق کا معنی ہے اور ذوالحال اس کی مشترک ضمیر ہے۔

تفسیر آیت:

وَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا اَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا: (اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض تھی) اس پر وقف لازم ہے۔ اگر وقف نہ کریں۔ تو ما بعد اس کی صفت بن جائیگا۔ اور اس طرح ہو نہیں سکتا۔ (مَاذَا اَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا) میں استحقار ہے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یا عجب ابنا بن عمرو! ہذا ایہ بات ابن عمرو سے انتہائی قابل تعجب ہے (بطور تحقیر فرمایا)

نحوی لطائف:

تَحْقِيقًا: مَثَلًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے یا حال کی وجہ سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۷ ھِذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ میں آیت کا لفظ آیت۔ یہ حرف ہے جس میں شرط کا معنی ہے اسی لیے جواب میں فالائے ہیں۔ اور کلام میں اس کا فائدہ زائد تاکید ہے۔ مثلاً تم کہو زید ذاہب۔ جب اس کی تاکید کرنا چاہو تو کہو گے۔ اما زید ذاہب اس لیے سیبویہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا۔ مہما یکن من شیء فزید ذاہب۔ جو کچھ بھی ہو زید جانے والا ہے یہ وضاحت اس کی تاکید ہونے کے لیے فائدہ مند ہے اور یہ شرط کے معنی میں ہے دونوں جملوں کے شروع میں لائے۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ فَاَلَّذِينَ اٰمَنُوا يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَقُولُونَ بلکہ آٹا کے ساتھ شروع کیا۔ اس طرز میں ایمان والوں کیلئے بڑی تعریف ہے کہ ان کے علم کو برحق شمار کیا۔ اور کافروں کے بارے میں اپنے نصیب سے غفلت کی خبر دی اور ان پر حقاہ کا کلمہ لا کر طفر کیا۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ ۖ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

جو اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اس کی مضبوطی کے بعد، اور کاٹتے ہیں ان چیزوں کو جن کو جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے

يُؤْصَلُ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٧٧﴾

حکم دیا اور فساد کرتے ہیں زمین میں، یہ لوگ پورے خسارہ والے ہیں۔

مخبر: ماذا اس کی دو صورتیں ہیں۔ نمبر ۱: ذال اسم موصول ہو اور الذی کے معنی میں ہو

نمبر ۲: ما استفہامیہ ہو۔ پس دونوں کلمے مل کر اسم استفہام بن گئے اور ایک کلمہ ہوئے۔

پہلی صورت میں ما مبتدا اور ذال اس کی خبر ہے۔ اپنے جملہ صلہ یعنی اراد کے ساتھ مل کر اور ضمیر محذوف ہے۔ جب اسم استفہام مان لیں تو اراد کی وجہ سے محلاً منصوب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اشیء اراد اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا ارادہ کیا۔

الارادة۔ یہ مصدر ہے ارادت الشی کہتے ہیں جب تیرا نفس اس کو طلب کرے اور اس کی طرف مائل ہو۔ متکلمین کے نزدیک ایک وجہ سے خاص کرتا ہے دوسری کی بجائے۔

معزلہ کا عقیدہ:

البتہ معزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ کے ساتھ حقیقہ نہیں کی جاسکتی جب اراد اللہ کذا کہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو ارادہ بمعنی فعل ہوگا کیونکہ وہ نہ بھولنے والا اور نہ مجبور ہے اور اگر غیر کا فعل ہے تو اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔

کثرت کا معنی:

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا: (وہ گمراہ کرتا ہے اس مثال سے بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہت کو) اما سے شروع ہونے والے دونوں جملوں کی تفسیر اور بیان کے قائم مقام ہے کہ جاننے والا فریق تو اس کو برحق کہتا ہے اور جہلاء استہزاء کرنے والے ہیں۔ اور یہ دونوں کثرت سے موصوف ہیں۔ اور اس کے حق ہونے کا علم باب ہدایت سے ہے اور اسکے اچھے مورد سے ناواقفیت باب گمراہی سے ہے اور اہل ہدایت خواہ بذات خود کہتے ہوں گمراں کو اہل ضلال کے بالمقابل بظاہر اقلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لیے بھی کہ تھوڑے سے ہدایت والے بھی حقیقت میں کثیر ہیں اگرچہ صورۃً وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ شاعر کے قول میں۔

ان الکرام کثیر فی البلاد وان ☆ قلو اکما غیر ہم قل وان کثروا

شرقاء شہروں میں بہت ہیں۔ اگرچہ صورۃ وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ ان کے علاوہ قلیل ہیں۔ حقیقت میں اگرچہ صورۃ کنتی میں کثیر ہیں۔

والاضلال: بندے میں ضلال کے فعل کا پیدا کرنا۔

الہدایہ: ہدایت پانے کے فعل کو بندے میں پیدا کرنا۔

مقصود تمثیل:

الہنت کے نزدیک یہ حقیقت ہے۔ آیت کا سیاق اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ جس چیز کو جاہل کفار انوکھا اور عجیب خیال کرتے ہیں۔ کہ حقیر چیزوں کیساتھ مثال بیان کرنا اچھے کی بات ہے۔ حالانکہ یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ تمثیل کا مقصد معنی کو واضح کرنا اور وہم والے کو مشاہدے کے قریب کرنا ہوتا ہے۔ پس اگر تمثیل لہ عظیم ہو تو تمثیل بہ بھی عظیم اور اگر وہ حقیر ہو تو تمثیل بہ بھی حقیر ہوگا۔ ذرا غور تو کرو۔ جبکہ حق واضح اور جلی ہے تو اس کی مثال ضیاء اور نور سے دی۔ اور باطل غیر واضح ہے تو اس کو ظلمت اور اندھیرے سے تشبیہ دی۔ بس اسی طرح اس آیت میں وہ آلہہ جن کو کفار نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ذلیل ترین اور حقیر ترین ہیں۔ اسی لیے مٹری کے جانے کو ان کی کمزوری اور بودے پن کے لیے بطور تمثیل لائے۔ اور ان کو مکھی سے کم درجہ قرار دیا۔ اور پھر کی مثال ان کے لیے بیان کی جو مثال میں مکھی سے بھی کم تر ہے یہ تو کوئی اوپری اور نواہیاد بات نہیں۔ اس تمثیل بیان کرنے والے کو نہ کہا جائے گا۔ کہ پھر کے ساتھ ان کی تمثیل بیان کرنے سے باز ہو۔ اس لیے کہ وہ اپنی تمثیل میں سچا ہے اور بات میں حقیقت پر چلنے والا ہے اور تمثیل کو اس کے مقام پر فٹ کر رکھا ہے۔

مؤمن و کافر کے مزاج میں فرق:

سیاق اور آیت میں یہ بات بھی بیان کر دی۔ کہ وہ مؤمن جن کی عادت انصاف اور امور میں صحیح عقل سے غور فکر کرنا ہے وہ جب اس تمثیل کو سنیں گے تو جان لیں گے۔ کہ یہ برحق ہے۔ کافر لوگ جن کی عقلوں پر جہل غالب ہے وہ سن کر بڑے بنیں گے۔ اور عناد و ضد پر اتر آئیں گے۔ اور اس کے باطل قرار دینے کی سوچیں گے اور انکار کر کے مقابلہ کریں گے اور یہ چیز مؤمنوں کی ہدایت کا سبب بن جائے گی۔ اور فاسقوں کی گمراہی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

ان کفار (کہ) پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح انکار کر دیا حالانکہ لوگ مکھی، پرندوں اور حشرات الارض کی مثالیں بیان کرتے چلے آ رہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

اجمع من ذرۃ (چو بیٹیوں سے زیادہ اکٹھے) اجر امن الذباب (مکھی سے زیادہ جرأت مند) اسمع من قواد (چھڑی سے زیادہ کانوں والا) اضعف من فراشۃ (پروانے سے زیادہ کمزور) اکل من السوس (دبیک سے زیادہ کھانے والا) اضعف من البعوض (پھر سے زیادہ کمزور) اعز من مع البعوض (پھر کے مغز سے زیادہ عزت والا) لیکن حجت باز اور مہبوت کے مزاج کا تقاضا ہے کہ زیادہ حسرت کی وجہ سے واضح کو مسترد کرے اور چپکتے ہوئے روشن حق کا انکار کر دے۔

وَمَا يُضِلُّهُ إِلَّا الْفَاسِقِينَ: (اور وہ ہرگز گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر فاسقوں کو)

نحوی تحقیق:

تجوید: الفاسقین، ما یضِلُّ کا مفعول ہے استثناء کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ یضِلُّ کا مفعول پورا نہیں ہوا۔

مفہوم نسق:

الفسق: میانہ روی سے ٹکنا۔ شرع میں کبیرہ کا ارتکاب کر کے حکم شرع سے ٹکنا یہ دو مرتبوں کے درمیان ہے یعنی مؤمن و کافر کے درمیان (نہ وہ مؤمن رہتا ہے اور نہ وہ کافر ہوتا ہے) یہ معتزلہ کے نزدیک ہے۔ غریب ہم اس کی تردید کریں گے۔ انشاء اللہ

الَّذِينَ يَقْضُونَ عَهْدَ اللَّهِ: (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں)

النقض: ترکیب کھولنا اور فسخ کرنا العہد۔ پکا وعدہ۔ ان ناقضین سے ضدی قسم کے احبار یہود یا ان میں سے جو منافقین یا تمام کفار مراد ہیں۔ عہد اللہ: عہد سے مراد۔

نمبر ۱: توحید کے دلائل جو ان کی عقلوں میں موجود تھے۔ گویا وہ وصیت شدہ بات تھی۔ اور وثیقہ تھا۔ جو ان سے لیا گیا تھا۔

نمبر ۲: ان سے پختہ عہد لیا گیا۔ کہ جب رسول ان کی طرف بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ معجزات سے اس کی تصدیق فرمادیں گے۔ تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ اور اس کی اتباع کریں گے۔ اور اس کا تذکرہ نہ چھپائیں گے۔

نمبر ۳: اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ خون نہ بہائیں گے۔ اور ایک دوسرے پر سرکشی نہ کریں گے۔ اور قطع رحمی نہ کریں گے۔

نمبر ۴: (تین عہد) یہ بھی کہا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے تین وعدے لئے۔ عہد اول جو تمام ذریت آدم سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا۔ جو سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۱۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنْكَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ يَمِينِ اٰدَمَ میں مذکور ہے دوسرا عہد جو خاص انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ کہ وہ رسالت کو پہنچائیں گے اور دین کو قائم کریں گے وہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۱۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِثْقَاهُمْ میں ذکر فرمایا ہے۔

اور تیسرا عہد جو علماء سے لیا گیا۔ جس کو سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۷۔ وَاِذْ اَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ اٰوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْفُرُوْنَ میں ذکر کیا گیا گویا یہ تینوں مراد ہیں۔

مِنْ مَّبْعَدٍ مِّثْقَاهُ: (اس کو پختہ کر دینے کے بعد) ميثاق، الوثاقہ سے لیا گیا۔ یہ کسی چیز کو مضبوط کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ہ کی ضمیر عہد کی طرف ہے وہ جس کو قبول کرنے کے لیے انہوں نے مضبوط باندھا۔ اور اپنے نفسوں پر لازم کیا نمبر ۱: جائز ہے کہ ميثاق توفیقہ (وعدے کی توثیق کرنے کے بعد) کے معنی میں ہو جیسا میعاد بمعنی الوعد آتا ہے ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لئے تو معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ان پر پختہ کر دینے کے بعد میں یا ابتداء غایت کے لیے ہے

وَيَقْطَعُونَ مَا اَمَرَ اللَّهُ بِهِ اَنْ يُوْصَلَ: (اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو جس کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا)

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَانًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

کیسے کفر کرتے ہو اللہ کے ساتھ، حالانکہ تم بے جان تھے سو اس نے تم کو زندگی دی۔ پھر تم کو موت دے گا، پھر زندہ فرمائے گا، پھر اس کی طرف

تُرْجَعُونَ ﴿۲۸﴾

لوٹائے جاؤ گے۔

قطع کی حقیقت:

نمبر ۱: قطع رحمی کرنا اور مسلمانوں سے دوستی منقطع کرنا۔

نمبر ۲: انبیاء علیہم السلام میں سے بعض پر ایمان اور بعض کا انکار کر کے ان کی اجتماعیت علی الحق کو ختم کیا۔ گویا ان یوصل سے مراد اجتماعیت علی الحق اور قطع سے مراد بعض کی تصدیق اور بعض کی تکذیب ہے۔

تعریف امر:

الامر۔ کسی چیز پر استعلاء کے طور پر مخصوص قول سے فعل کا مطالبہ کرنا۔

تَحْكَوْ: ناکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے ان یوصل نمبر ۱: موضع جرم میں ہے حاسے بدل ہے یعنی یوصلہ نمبر ۲: موضع ربح میں ہے ای ہوان یوصل

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ: (وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) ذاکہ ڈال کر

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ: (اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) ایمان لانے پر تگ کر کے۔

تَحْكَوْ: أُولَٰئِكَ مبتدأ ضمیر فصل اور الخاسرون خبر ہے یعنی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

نوعیت نقصان:

اس طرح کہ انہوں نے وفا کے بدلہ میں وعدہ توڑا اور وصل کو قطع سے اور اصلاح کو فساد سے ثواب کو عقاب سے بدل ڈالا۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ: (تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو) ہمزہ کا وہ معنی جو کیف میں ہے اس کی مثال یہ قول ہے اتكفرون باللہ ومعكم ما يصرف عن الكفر ویدعو الی الایمان کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے پاس وہ چیز ہے جو کفر سے پھیرنے اور ایمان کی طرف راغب کرنے والی ہے۔

مقصد استفہام:

یہ استفہام انکار و تعجب کے لیے ہے۔ اس کی مثال اس قول میں ہے

اتطیر بغیر جناح و کیف تطیر بغیر پروں؟ کیا تو بغیر پروں کے اڑتا ہے اور تو بغیر پروں کے کیسے اڑے گا۔ یعنی تو

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے پیدا فرمایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ پھر قصد فرمایا آسمان کی طرف سو ٹھیک طرح بنا دیا،

سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۹﴾

ان کو سات آسمان، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

بغیر پروں کے ہے اس لیے تو اڑ نہیں سکتا۔

وَكُنْتُمْ أََمْوَآتًا: (حالانکہ تم مردہ تھے) واؤ حالہ ہے یعنی تم اپنے باپوں کی اصلاب میں نطفہ کی صورت میں تھے اور قد مضمر ہے الاموات جمع میت ہے جیسے اقوال جمع قیل۔ اسی لیے جنہیں زندگی نہ ہو اس کو بھی میت کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۹ میں ہے بَلَدَةٌ مَيِّتًا۔

فَآخِیَاكُمْ: (پس اس نے تمہیں زندہ کیا) پس اس نے ماں کے رحموں میں زندہ کر دیا۔

ثُمَّ يُمِیْتُكُمْ: (پھر وہ تمہیں موت دیں گے) وہ تمہیں موت دیں گے جب تمہاری مدت زندگی پوری ہو جائے گی۔

ثُمَّ يُحْیِیْكُمْ: (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) پھر وہ بعث کے لیے زندہ کریں گے۔

ثُمَّ إِلَیْهِ تُرْجَعُونَ: (پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) پھر تم جزا کی طرف لوٹو گے۔ یا پھر وہ قبور میں تمہیں زندہ کریں گے۔ پھر اس کی طرف نشور کے لیے لوٹائے جاؤ گے۔

فاء اور ثم کا فرق:

یہاں پہلا عطف فاء کے ساتھ ہے اور باقی ثم کے ساتھ ہے کیونکہ احیاء اول بلا تاخیر موت اول کے بعد ہوا۔ باقی موت وہ تو زندگی سے مؤخر ہے اور حیات ثانیہ بھی اسی طرح موت سے متاخر ہے اگر نشور مراد ہو اور اگر قبر کی زندگی مراد ہو تو اس کی تاخیر کا بھی اسی سے علم ہوتا ہے اور جزاء کی طرف لوٹنا وہ نشور سے متاخر ہے۔

کفر انوکھا ہے:

اس موت و حیات کے واقعہ کے ساتھ ساتھ ان کا کفر انوکھی چیز ہے کیونکہ اس واقعہ میں واضح دلائل ہیں جو کفر سے ان کو پھیر سکتے ہیں۔ اور اس لیے بھی ان کا انکار عجیب ہے کہ یہ واقعہ بڑی بڑی نعمتوں پر مشتمل ہے جن کا حق شکریہ ہے نہ کہ ناشکری کرنا۔

لام کی حکمت:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْأَرْضِ: (وہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ بنایا)

نمبر ۱: لکم کی لام اجلیہ ہے تمہاری خاطر۔

نمبر ۲: اور تمہارے دین دنیا میں فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا۔ اول تو ظاہر ہے اور دوسرے قول میں غور کرو۔ اس میں جو عجائبات ہیں وہ صالح قادر حکیم عظیم کی ہستی پر دلالت کرنے والے ہیں اور اس میں آخرت کی یاد ہے۔ کیونکہ زمین کی پناہ گاہ اس کے ثواب کو یاد دلانے والی ہے اور اس کی ناپسندیدہ چیزیں اس کے عقاب کو یاد دلانے والی ہیں۔ علامہ کرنی۔ ابوبکر رازی اور معتزلہ کا استدلال ہے کہ خلق کلم بتلار ہا ہے کہ تمام اشیاء صحیحہ مباح الاصل ہیں۔

جَمِيعًا (سب کچھ) : یہ ماسے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَآءِ : (پھر آسمان کا قصد کیا) الاستواء۔ اعتدال و درستگی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے استوی العود یعنی قائم و اعتدل۔ سیدھی لکڑی درست کھڑی ہوئی۔ پھر کہا گیا استوی الیہ کالسہم المرسل چھوڑے ہوئے تیر کی طرح سیدھا ہوا جبکہ وہ ٹھیک نشانے پر لگے۔ اور کسی طرف نہ مڑے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَآءِ۔ یعنی وہ متوجہ ہوا۔ اور آسمان کو بنانے کی طرف توجہ کی زمین کی تمام اشیاء بنانے کے بعد بغیر اس کے کہ اس دوران کسی اور چیز کے پیدا کرنے کی طرف توجہ کرے۔

فَسَوَّيْنٰ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ : (انہیں سات آسمان ہموار بنا دیا) یہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سموات ہے جیسا کہ ان کے قول رَبُّہٗ رَجَلًا (بہت سے آدمیوں کو میں ملا ہوں) یہ بھی کہا گیا۔ کہ ضمیر السماء کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ لفظ واحد ہے مگر معنی جمع کا ہے کیونکہ یہ جنس کے معنی میں ہے۔

مراد تسویہ:

تسویہن: نمبر ۱: ان کا پیدائش میں برابر اور چنگی اور ٹیڑھ اور پھٹنے سے محفوظ ہونا

دوسرا قول: ان کی خلقت کی تکمیل۔ ثم سے یہاں آسمان کی پیدائش کی فضیلت زمین کی پیدائش پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ والارض بعد ذلك دھما۔ سورۃ النازعات آیت نمبر ۳۰ کے مخالف نہیں کیونکہ زمین کا وجود آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچانا وہ زمین کی پیدائش سے متاخر ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے زمین کی پیدائش موضع بیت المقدس میں مہر (پتھر) کی طرح تھی اس پر چمنا ہوا دھواں تھا پھر دھواں اٹھایا اور اس سے آسمانوں کو بنا دیا۔ اور سب کو اپنی جگہ رہنے دیا۔ اس سے زمین کو پھیلا دیا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۰ اُولَکُمۡ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوۡنَ کا یہی مطلب ہے وہ چمنا جس کو رتق فرمایا۔

وَهُوَ یُکَلِّ شَیْءٌ عَلَیْہِمْ : (وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے) پس اسی لیے ان کو برابر مضبوط بلا تفاوت و فرق کے بنایا۔ اور زمین میں جو کچھ بنایا وہ زمین والوں کی ضروریات و فوائد کے مطابق بنایا۔

قراءت: وَهُوَ اور اس کے ہم مثلوں کو ابو عمرو ورش عینیہ کے علاوہ مدنی اور دوسرے قراء نے اس طرح پڑھا ہے۔ ورش اور ابو عمرو اور علی رحمہم اللہ نے وَهُوَ پڑھا۔ گویا و کو نفس کلمہ سے قرار دیا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں زمین میں خلیفہ فرشتوں نے عرض کیا۔ کیا آپ پیدا فرمائیں گے زمین میں

مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ؕ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ

جو اس میں فساد کرے گا اور خونوں کو بہائے گا اور ہم آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہوئی ہے۔ اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں

قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

پس یہ عَصُد کی طرح ہوا اور دیگر قراء کے ہاں عَصُد کی طرح ہوا۔

سابقہ آیات سے ربط:

ترجیماً: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اس میں جنات کو بسا دیا۔ اور آسمان میں فرشتوں کو بھرا دیا جنات نے زمین میں فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت بھیج کر ان کو سمندروں کے جزائر اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھگا دیا۔ ان فرشتوں نے جنات کی جگہ اقامت اختیار کی، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو انکا واقعہ ذکر فرمانے کا حکم دیا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: (اور جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو) اِذْ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے الملائکۃ۔ جمع ملائک

شکل جمع شمال تا ثانیث جمع کے لیے ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ: (بے شک میں بنانے والا ہوں) بنانے والا ہوں یہ جعل سے ہے جس کے دو مفعول ہیں۔

خلیفہ کی تفسیر:

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً: (زمین میں خلیفہ) خلیفہ وہ ہے جو غیر کے بعد آئے یہ فعلیہ بمعنی فاعلہ ہے۔ حال اس میں مبالغہ کی بڑھائی گئی ہے۔ اب معنی خلیفہ منکم تم میں سے نائب کیونکہ فرشتے زمین کے رہائشی تھے پس اس زمین میں ان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو نائب بنایا۔ خلافت اور خلفاء نہیں کہا کیونکہ خلیفہ سے آدم مراد لئے گئے۔ اور اولاد کے ذکر کی بجائے فقط آدم ﷺ کے تذکرہ پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ اس قول میں مضمر، ہاشم میں قبیلہ کے بڑے کو ذکر کر دیا۔

یا مراد وہ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ یا وہ مخلوق جو تمہارے بعد آئے گی اسی لیے واحد لائے۔

یا خلیفہ منی۔ میرا نائب کیونکہ آدم ﷺ اللہ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ تھے۔ اسی طرح ہر پیغمبر ﷺ اللہ کا خلیفہ ہے جیسا کہ سورۃ ص آیت نمبر ۲۶ یا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ میں ہے۔

فرشتوں کو خبر دی کہ وہ سوال کریں اور ان کو وہ جواب دیا جائے جو دیا گیا۔ تاکہ آدم کے وجود سے پہلے وہ ان کے اختلاف کی

حکمت پہچان لیں۔

نمبر ۲: تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امور میں اقدام سے پہلے مشاورت سکھائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل اور حکمت بالغہ کی وجہ سے مشاورت سے بے نیاز ہے۔

سبب قول:

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا: (انہوں نے کہا کہ آپ زمین میں اس کو نائب بناتے ہیں جو فساد کریگا) فرشتوں نے یہ تعجب سے کہا کہ اہل اطاعت کے نائب اہل معصیت کو بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور جہل سے پاک ہے یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے معلوم کی۔ یا لوج محفوظ سے معلوم کی۔ یا جنات پر قیاس کر لیا۔
وَيُسْفِكُ الدِّمَاءَ: (اور وہ خون بہائے گا) وہ بہائے گا۔

فائدہ واو حالیہ:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ: (ہم تیری تسبیح کرتے ہیں) ونحن نسبح میں واو حالیہ ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔
أَتَحْسَنُ إِلَىٰ فَلَانٍ وَأَنَا أَحَقُّ مِنْهُ بِالْإِحْسَانِ؟ کیا تو فلاں پر احسان کرتا ہے حالانکہ احسان کا میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔

بِحَمْدِكَ: (تیری حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی ہم تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے ہیں۔ اور تیری حمد سے تلبیس حاصل کرنے والے ہیں جیسا کہ اس سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۶ وقد دخلوا بالكفر كما دخلوا كفرين ہے کہ وہ کفر ہی کی حالت میں داخل ہوئے۔

تقدیس کا معنی:

وَنَقَّصُ لَكَ: (اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) ہم اپنے آپ کو آپ کے لیے پاک کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ تسبیح وتقدیس۔ اللہ کو برائی سے دور قرار دینا۔ یہ سبب فی الارض و قدس فیہا سے ہے جب وہ زمین میں سفر کرے اور بہت دور جائے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھا دیئے سارے نام، پھر ان کو فرشتوں پر پیش فرمایا پھر فرمایا کہ مجھے بتا دو ان چیزوں کے نام

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳﴾

اگر تم سچے ہو۔

قَالَ إِنِّي أَنَا أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ: (کہا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں اس کی وہ حکمتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں۔ یعنی ان میں انبیاء اولیاء علماء ہو گئے۔

خُفِيَ: ما، الذی کے معنی میں ہے یہ علم کا مفعول ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے اسی مالا تعلمونہ وہ چیز جس کو تم نہیں جانتے ہو۔

قراءت: انبیاء اور ابو عمرو نے پڑھا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ: (اور سکھائے آدم علیہ السلام کو) نمبر: ۱: عجی نام ہے قریب ترین بات یہ ہے کہ فاعل ازر کی طرح ہے۔

نمبر: ۲: آدم کو آدم الارض سے مشتق مانا جائے۔ یا آدَمَہ جیسے کہ یعقوب العقب اور ادریس۔ درس سے اور انیس ابلاس سے مشتق ہے۔

الْأَسْمَاءُ كُلُّهَا: (نام تمام) یعنی مسمیات کے نام۔ مضاف الیہ کے معلوم ہونے اور اسماء کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ کیونکہ اسم کسی پر دلالت کرتا ہے اور مضاف الف لام کے عوض میں لائے۔ جیسے اشتعل الرأس شیباً۔ سورۃ مریم آیت نمبر ۴ میں الرأس ہے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ: (پھر ان کو فرشتوں کے روبرو پیش فرمایا)۔

اہم تنبیہ:

یہ درست نہیں کہ مقدر مانا جائے اور کہا جائے علم آدم مسمیات الاسماء کہ مضاف کو حذف کیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنادیا۔ اس لیے کہ تعلیم کا تعلق اسماء سے ہے مسمیات سے نہیں جیسا دوسری آیت انبؤنی باسماء ہؤلآء (تو ان کو بتلا ان کے نام) اور انبہم باسماء ہم میں واضح طور پر اسماء موجود ہیں۔

انبؤنی بِہؤلآء، انبہم بہم نہیں فرمایا۔

تعلیم اسماء کا مطلب:

اسائے مسمیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ اجناس دکھائیں جن کو اس نے پیدا کیا۔ اور ان کا نام اس کو سکھایا۔ کہ اس کا نام فرس ہے اس کا بعیر اور اس کا فلاں نام ہے اور اس کا نام یہ ہے۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ہمیں اس کے سوا کچھ علم نہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا، بے شک آپ جاننے والے ہیں حکمت والے ہیں

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ ؕ فَلَمَّ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! ان کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ سو جب انہوں نے ان کو ان چیزوں کے نام بتا دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا

لَكُمْ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

کہ بے شک میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی غیب کی چیزوں کو اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۸﴾

چھپاتے ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر چیز کا نام ان کو سکھایا حتیٰ کہ پیالہ اور کفگیر بھی۔

سوال: ان سے سوال کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کا بجز معلوم تھا۔

جواب: تکبیرت ولا جواب کرنے کے لیے۔

فَقَالَ الْيٰۤوْسٰى (تم مجھے خبر دو؟) بِاَسْمَاءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (ان چیزوں کے ناموں کی اگر تم اپنے گمان میں

سچے ہو)۔ کہ میں زمین میں مفسدین سفّائین دماء کو غلیفہ بنانے والا ہوں۔

استخلاف میں علمی فوائد:

اس میں فرشتوں کی تردید ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ جس کو میں نے استخلاف دینا ہے اسمیں علمی فوائد ہیں۔ جو تمام

فوائد کی جز اور بنیاد ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ استخلاف کے اہل ہیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ: (انہوں نے کہا تو پاک ہے) نمبر ۱: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ سے کوئی چیز مخفی رہے۔

نمبر ۲: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی تدبیر پر اعتراض کیا جائے۔

نکتہ عجیبہ:

اسماء کا علم حاصل کرنا عبادت کے لیے غلوت میں بیٹھنے سے بڑھ کر ہے۔ تو پھر علم شریعت کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

سبحنک یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی سبحت اللہ تسبیحاً۔

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا: (نہیں ہے ہمیں علم اس کے سوا جو تو نے ہمیں بتا دیا)۔ اور ہمیں کوئی علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں دیا۔ اور

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو، سو انہوں نے سجدہ کر لیا، لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ

مِنَ الْكَافِرِينَ ۝۱۵

کافروں میں سے تھا۔

اس میں اسماء کا علم نہیں ہے۔

مَا بِمَعْنَى الذِّی ہے اور العلم بمعنی معلوم ہے یعنی ہمیں معلوم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ: (بے شک تو ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ بغیر سکھانے کے جاننے والے ہیں۔

الْحَكِيمُ: (حکمت والے ہیں) حکمت والے ہیں ان میں جن کا آپ نے فیصلہ کیا۔ اور اندازہ فرمایا۔

نمونہ: یہ ان کا اسم ہے۔ انت مبتداء مابعد خبر ہے۔ تمام ان کی خبر ہے۔

نمبر ۲: انت ضمیر فصل اور العلم خبر اول اور حکیم خبر دوم ہے۔

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢسِبْهُمۡ بِاَسْمَآءِہِمۡ فَلَمَّا اَنْۢبَاہُمۡ بِاَسْمَآءِہِمۡ: (فرمایا اے آدم تو ان کو خبر دے ان کے ناموں کی تو آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام لیکر بتا دیا)۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعْلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا کہ میں جانتا ہوں جو آسمانوں و زمین میں تم سے چھپا ہوا ہے) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا۔

وَاَعْلَمُ مَا تَبْدُوۡنَ: (اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو)

وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوۡنَ: (اور جو تم چھپاتے تھے)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ: (اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم کیلئے سجدہ کرو) یعنی اس کے سامنے جھک جاؤ اور اس کی فضیلت کا اقرار کرو۔

سجدہ کی حقیقت:

حضرت ابی ابن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسے جھکنا تھا۔ یہ ٹھوڑیوں کے بل گرنا نہ تھا۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ان کو زمین پر چہرہ رکھنے کا حکم تھا۔ اور یہ سجدہ آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے تھا۔ صحیح کی روایت میں ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تو ابلیس اس سے باز نہ رہتا۔ اور یہ سجدہ تعظیم پہلی شرائع میں جائز تھا۔ پھر یہ منسوخ ہوا۔

آپ کے اس ارشاد سے جو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جبکہ انہوں نے آپ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا۔

لَا یَبۡغِیۡ لِلْمَخۡلُوۡقِ اَنْ یَّسۡجُدَ لِاِلٰہٍۭ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ (ترمذی) من ابی ہریرۃ واحمد من انس وعائشۃ

ومعاذ رضی اللہ عنہم۔

کونسا مستثنیٰ ہے؟

فَسَجِدُوا ۝ اِلَّا اِبْنِيسَ : (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابنیس) یہ استثناء متصل ہے کیونکہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ اسی طرح حضرت علی و ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ اور اس لیے بھی کہ استثناء مستثنیٰ کی جنس سے ہونا چاہیے تھا۔ اسی لیے فرمایا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذَا اُمِرْتُكَ۔

رہا سورۃ کہف آیت نمبر ۵۰ کَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ یہ کان، صار کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ سورۃ ہود آیت نمبر ۴۳ میں فَكَانَ مِنَ الْمَغْمُورِينَ۔ کہ وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

یہ بھی کہا گیا کہ یہ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا۔

دلیل نمبر ۱: بلکہ نص کے مطابق وہ جنات میں سے تھا۔ اور یہی حضرت حسن و قداہ کا قول ہے۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا۔ اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے۔

نمبر ۳: اور اس لیے بھی کہ اس نے انکار کیا اور نافرمانی اور تکبر کیا۔ اور ملائکہ اللہ تعالیٰ جو حکم دیں اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

نمبر ۴: اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَتَسْجُدُوْنَهُ وَ ذُرِّيَّتَهُ اَوَّلِيَاءَ مِنْ دُونِيْ۔ (کہف: ۵۰)

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا کارساز بناتے ہو۔ حالانکہ وہ فرشتوں کی نسل نہیں۔

جاہل معترلی کہتے ہیں۔ کہ جن اور ملائکہ ایک جنس ہے جو ان میں پاکیزہ ہیں وہ فرشتے اور جو خبیث و ناپاک ہیں وہ شیطان۔

اور جو بین بین ہیں وہ جن (مگر جاہل کا یہ قول بلا ثبوت ہے)

ابنی: (اس نے انکار کیا) باز رہا اس سے جو اس کو حکم ملا تھا۔

وَامْسُكِبُوْ: (اور اس نے بڑائی اختیار کی)

وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ: (اور کافروں میں سے ہو گیا)

نمبر ۱: اپنے انکار اور تکبر اور امر الہی کو رد کرنے کے سبب کافروں میں سے ہو گیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ حکم پر عمل کرنا اس نے ترک کر

دیا۔ اس لیے کہ ترک سجود ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اس سے اہل سنت کے ہاں کافر بنتا ہے۔

البتہ معترکہ اور خوارج (کے ہاں ایمان سے خارج ہو جاتا ہے)

نمبر ۲: کافروں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا۔ اس طرح نہیں کہ وہ علم الہی میں ہمیشہ کافر تھا۔ یہ مسئلہ موافق ہے۔

وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اَسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہا کرو اور اس میں سے خوب اچھی طرح کھاؤ، جہاں سے چاہو۔ اور نہ

تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝

قریب جانا اس درخت کے ورنہ تم دونوں ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

وَقُلْنَا يَا اٰدَمُ اَسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ: (اور ہم نے کہا اے آدم رہو اور تیری بیوی جنت میں)

تفصیل: یہ سکون الدار یسکنا سکلی سے امر ہے۔ جب وہ مکان میں اقامت اختیار کرے۔ کہا جاتا ہے سکون المتحرك سکونا حرکت والے نے سکون و ٹھہراؤ اختیار کیا۔ انت اسکن کی ضمیر سے تاکید ہے اس لیے لائے تاکہ عطف فعل کا وزوجک پر صحیح ہو جائے۔

جنت کی تحقیق:

الجنة: وہ جنت خلدی تھی جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔ جیسا نقل مشہور میں ہے۔ الف لام تعریف کا ہے۔

معزلہ کا قول:

یہ بمن کا ایک بارغ تھا۔ کیونکہ جنت میں تکلیف نہیں اور نہ اس سے ٹکنا ہے۔

جواب معزلہ: جنت سے وہ نہیں نکلے گا جو جزاء کے طور پر داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں داخل ہوئے اور پھر نکلے اور اہل جنت کو معرفت الہی اور توحید کی تکلیف دی جائے گی۔

وَكُلَا مِنْهَا: (اور تم دونوں اس سے کھاؤ)۔ یعنی اس کے پھلوں میں سے کھاؤ مضاف محذوف ہے۔

رَغَدًا: با فراغت۔ رغدا مصدر کی صفت ہے ای اکلًا رَغَدًا واسعالًا با فراغت وسیع کھانا

حَيْثُ شِئْتُمَا: (جہاں سے تم دونوں چاہو) (شِئْتُمَا) اس کا باب بغیر ہمزہ سے ہے ابو عمرو کے نزدیک

حیث: یہ مکان مبہم کے لیے ہے یعنی جنت کے جس مکان میں تم دونوں چاہو۔

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ: (اور تم دونوں قریب نہ جاؤ اس درخت کے) شجرہ یعنی گندم یا انگور کی بیل یا انجیر۔

نکتہ:

(کیف لا یعصی الانسان وقوته من شجرة العصیان) انسان نافرمانی کیوں نہ کرے جبکہ اس کی خوراک شجرہ

عصیان سے ہے۔ انگور بھی ہر نفع کی اصل ہے (اس سے شراب بنتی ہے)

فَتَكُونَا: (پس تم ہو جاؤ گے) لا تقربا پر عطف ہونے کی وجہ سے جزم ہے یا جواب نبی کی وجہ سے ان مقدرہ کے ساتھ

فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اِهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

سو شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کے ذریعہ سے لغزش دی، سوان دونوں کو اس سے نکال دیا جس میں دو تھے، اور ہم نے کہا کہ اتر جاؤ۔ تم میں سے

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ۝۱۱

بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور ایک زمانہ تک نفع حاصل کرنا ہے۔

منصوب ہے۔

مِنَ الظَّالِمِيْنَ: (اپنا نقصان کرنے والوں سے) نمبر ۱: تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

نمبر ۲: یا ان میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔

فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا: (پس ان دونوں کو پھسلا یا شیطان نے اس درخت کے متعلق)

لغزش کی وضاحت:

ہاضمیر شجرہ کی طرف جارہی ہے یعنی اس درخت کے سبب ان دونوں کو شیطان نے لغزش پر آمادہ کیا۔

نمبر ۱: اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ شیطان نے درخت کی وجہ سے ان سے لغزش صادر کروائی۔

نمبر ۲: ان دونوں کو جنت سے پھسلا دیا۔ بمعنی نکلوا دیا۔ اور دور کر دیا۔

قراءت: حمزہ نے فاز لہما پڑھا۔ تاویل میں آدم علیہ السلام کی لغزش خطا تھی۔ خواہ نبی کو تنزیہ پر محمول کرو۔ یا لام کو عہد خارجی

کا مانو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جنس آدم کا ارادہ فرمایا۔

مَنْ يَنْتَكِلْهُ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ لغزش کے لفظ کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے لیے درست ہے جیسا کہ مشائخ بخاری نے کہا۔

زلہ کے لفظ کی تفسیر:

زلہ کا لفظ اسم فعل ہے مخالفت کا قصد کرنے کے بغیر کسی حکم کے خلاف کرنا۔ جیسے زلۃ الماشی فی الطین چلنے والے کا پاؤں کچھڑ

میں بلا قصد پڑتا ہے۔

سمرقند کے مشائخ نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کے افعال پر زلہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ معصیت کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔

پس اس طرح کہا جائے گا۔ انہوں نے فاضل کو کیا اور افضل کو چھوڑا اس لیے ان پر عتاب کیا گیا۔

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ: (پس وہ ان کو نکلوا کر رہا۔ اس جنت سے جس میں وہ دونوں تھے) یعنی جن نعمتوں اور تکریموں میں

وہ تھے۔ یا اگر عنہا کی ضمیر اشجرۃ کی طرف ہو تو مراد جنت سے نکلوانا ہے۔

رابطہ کس طرح؟

سوال: شیطان نے ان دونوں سے رابطہ کر لیا حالانکہ اس کو سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۴ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ کا حکم مل چکا یہ کس طرح؟

جواب: کیونکہ اس کا داخلہ احترام کے طور پر جیسے فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ منع ہو چکا تھا۔ دوسرے ابتلاء آدم و حوا کے لیے داخلہ ممنوع نہ ہوا تھا۔ روایت کیا گیا۔ کہ اس نے داخل ہونا چاہا۔ تو اس کو داروغہ جنت نے منع کیا۔ وہ سانپ کے منہ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ دروازہ جنت کے پاس کھڑے ہو کر اس نے آواز دی۔

مخاطب کون؟

وَقُلْنَا اهْبِطُوا: (ہم نے کہا تم اترو) الہبوط کا معنی زمین کی طرف اترنا ہے۔ خطاب آدم، حواء اور ابلیس سب کو ہے بعض نے کہا سانپ کو بھی۔ صحیح یہ ہے کہ آدم و حواء کو۔ مراد یہ دونوں اور ان کی اولاد کیونکہ وہ دونوں کل انسان تھے۔ تو گویا وہ ساری جنس انسان تھی۔ اس کی دلیل سورۃ طہ آیت نمبر ۲۳ اِنَّ اهْبِطًا مِنْهَا جَمِيعًا میں ہے۔

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ: (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو) اس سے مراد لوگوں میں جو بغض و عداوت ہے اور ایک دوسرے کا گمراہ قرار دینا ہے پورا جملہ اہبوط کی واؤ سے حال کی جگہ میں ہے۔ تم اترو اس حال میں کہ ایک دوسرے پر تعدی کرنے والے ہو۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ: (اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے) استقرار اور چھپنے کی جگہ کو مستقر کہتے ہیں۔ وَمَتَاعٌ: (نفع اٹھانا) زندگی سے نفع اٹھانا۔

إِلَىٰ حِينٍ: (ایک وقت تک) قیامت تک۔ یا موت تک۔ ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں اس ایک لقمے نے ہمیں طویل غم دیا۔

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ③

اس کے بعد آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لئے۔ واللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے بڑا مہربان ہے

قُلْنَا اهْبِطْ وَمِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا

ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ④ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

تو ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کو جھٹلایا، یہ لوگ دوزخ

النَّارُ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ⑤

والے ہیں یا اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ: (آدم علیہ السلام نے سیکھ لیے اپنے رب سے چند کلمے) ان کلمات کو قبول کیا حزن جان بنایا۔ اور ان پر عمل کیا۔

مَحْجُوم: آدم منصوب کلمات مرفوع عند الکی، یعنی ان کلمات نے آدم علیہ السلام کا استقبال کیا۔ یعنی اس تک پہنچ گئے۔ اور اس سے مل گئے اور وہ کلمات سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاَنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ اس میں ان کی اولاد کو نصیحت کر دی کہ انہوں نے گناہوں سے بچنے کا راستہ معلوم کر لیا۔

محبوب کلام:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب کلام وہ ہے جو ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے کہا۔ جب غلطی کا ارتکاب کیا۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا رب الم تخلقنني بيدك قال بلى قال يا رب الم تنفخ في روحى من روحك۔ الم تسبق رحمتك غضبك؟ الم تسكني جنتك وهو تعالى يقول بلى بلى، قال فلم اخر جنتي من الجنة قال بشؤم معصيتك۔ قال فلو تبت۔ أراجعني انت اليها؟ قال نعم اے میرے رب کیا؟ آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔

پھر عرض کیا اے میرے رب کیا آپ نے مجھ میں اپنی طرف سے روح نہیں پھونکی۔ کیا آپ کی رحمت غضب سے سبقت

کرنے والی نہیں؟ کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟ پھر عرض کیا اے میرے اللہ تو نے مجھے جنت سے کیوں نکالا۔ تو فرمایا تیری معصیت کی نحوست سے۔ عرض کیا اگر میں توبہ کر لوں تو مجھے اس کی طرف واپس کر دے گا؟ فرمایا ہاں۔

قَتَابَ عَلَيْهِ: (تو اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت و قبولیت سے ان کی طرف رجوع فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی توبہ کا نطق ذکر کیا۔

کیونکہ حواء تو ان کے تابع تھیں۔ عموماً قرآن و سنت میں عورتوں کا تذکرہ مردوں کے تذکرہ کے ضمن میں سمودیا گیا ہے۔ اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ: (وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے)

الرَّٰحِمُ: (نہایت مہربان ہے) اپنے بندوں پر قُلْنَا اِهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا: (ہم نے کہا تم سب کے سب یہاں سے اترو) جمیعاً حال ہے یعنی اکٹھے نمبر ۱: اترنے کا حکم دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

نمبر ۲: پہلا ہبوط جنت سے آسمان پر تھا اور دوسرا آسمان سے زمین پر
نمبر ۳: اس لیے اہبطوا دوبارہ لائے کیونکہ دوسرے اہبطوا کے ساتھ اَمَّا يٰٓاٰتِيْنَكُمْ..... ملا ہوا تھا۔

ایتیان کی مراد:

فَاَمَّا يٰٓاٰتِيْنَكُمْ مِّنِّيْ هٰذٰی: (پس جب بھی آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت)۔ ایتیان ہدایت سے مراد رسول جس کو تمہاری طرف بھیجوں گا۔ یا کتاب تمہاری طرف اتاروں گا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآٰیٰتِنَا كُوْفَرٌ مِّمَّنْ هٰذٰی كُوْفَرٌ مِّمَّنْ تَبِعَ هٰذٰی کے مقابلے میں لائے یعنی اتباع ہدایت سے مراد قبول ہدایت اور اس پر ایمان لاتا ہے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ: (پس نہ خوف ہوگا ان پر) ان پر مستقبل میں خوف نہ ہوگا۔
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ: (وہ غمگین نہ ہوں گے) اس پر جو انہوں نے پیچھے چھوڑا۔ نَحْنُ: دوسری شرط اپنے جواب سمیت اول کا جواب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان جتنی فائز قدرت احسن الیٰ۔ اگر تو میرے پاس آئے پس اگر تو ایسا کر سکا تو تو نے مجھ پر احسان کیا۔

قراءت: یعقوب کہتے ہیں تمام قرآن میں خَوْف کا لفظ فتح کے ساتھ پڑھا جائے گا۔
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآٰیٰتِنَا اُولٰٓئِكَ: (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ)
نَحْنُ: یہ مبتدا ہے اور اَصْحٰبُ النَّارِ (آگ والے) یہ خبر ہے اور اس کے حق دار یہ جملہ موضع رفع میں مبتداء کی خبر ہے میری مراد الذین کفروا ہے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ: (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِیْلُ اذْكُرْ وَاِنْعِمْتِیْ اَلَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِیْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور پورا کرو میرے عہد کو میں پورا کروں گا اپنے عہد کو

وَاٰیٰتِیْ فَاَرْهَبُوْنَ ۝۱۰

اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

تَفْسِیْرُ یٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِیْلُ كِی:

یٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِیْلُ: (اے بنی اسرائیل) اسرائیل یعقوب علیہ السلام ان کا لقب ہے ان کی زبان میں اس کا معنی صفوة اللہ یا عبد اللہ ہے۔ اسراء کا معنی بندہ یا چٹا ہوا۔ ایل۔ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ غیر منحرف ہے کیونکہ عجمہ اور علم ہے۔

الانعامات کی مراد:

اَذْكُرْ وَاِنْعِمْتِیْ اَلَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ: (تم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کیں) ان کو نعمتیں یاد دلائیں تاکہ وہ ان کے شکریہ سے خالی نہ رہیں۔ اور دینے والے کی اطاعت کریں۔ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو ان کے آباء اجداد پر کیں۔ جن کو شمار کیا وہ یہ ہیں۔ فرعون اور اس کے عذاب سے نجات دلانا۔ فرعون کا غرق۔ چھڑا بنانا پر معافی۔ توبہ قبول کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو پالنے کا انعام جن کی بشارت تورات و انجیل میں دی گئی ہے۔

وَاَوْفُوا: (اور تم میرا عہد پورا کرو) پورا پورا ادا کرو کہا جاتا ہے۔ وفیت لہ بالعہد، فانا واپہ بہ و افیت لہ بالعہد فانا موفی بہ و افیت۔ کو اختیار کیا اور اسی کے مطابق قرآن اترا۔

بِعَهْدِیْ: (میرا وعدہ) جو تم نے مجھ پر ایمان لانے کا عہد کیا اور میری اطاعت کا۔ یا تم نے نبی رحمت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا عہد کیا۔

اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ: (میں پورا کروں گا تمہارا وعدہ) جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کر رکھا ہے۔ کہ تمہاری نیکیوں پر اچھا بدلہ دوں گا۔

فائدہ اضافت:

عہد کی اضافت معاہدہ کرنے والے اور جس سے معاہدہ کیا جائے ہر دو کی طرف ہوتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں عہد لکن اقمتم اور لا کفرن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

اہل اشارہ کا قول:

تم میرے مشقت کے گھر میں وعدہ پورا کرو۔ میری خدمت کی قالین پر بیٹھ کر اور میری حرمت کی حفاظت کر کے۔ میں اپنی نعمتوں کے گھر میں اپنے اکرام کے قالین پر تمہیں پورا پورا دوں گا۔ اس حالت میں کہ میرے دیدار کا سرو بھی حاصل ہوگا۔

وَامِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كَاْفِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی، حال یہ ہے کہ یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کتاب کے کھانڈ کرنے والوں میں پہلے کرنے والے مت بنو۔ اور میری

باینتی ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّ اَيَّايَ فَاتَّقُوْنَ ﴿۱﴾

آیات کے عوض بغیر معاوضہ مت حاصل کرو۔ اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

وَّ اَيَّايَ فَارْهَبُوْنَ: (اور خاص مجھ ہی سے ڈرو) تم میرے وعدے کو نہ توڑو۔ جیسے تم کہو۔ زید اُرہبتہ۔ یہ خصوصیت کا فائدہ دینے میں آیا کہ نعبہ سورۃ الفاتحہ سے بڑھ کر ہے

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: ایسی فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اس کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فارہبو ایای فارہبون۔ اول کو حذف کر لیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ فارہبون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اس نے تو اپنا مفعول لے لیا ہے اور وہ ایاء محذوفہ ہے نون کا مکسور ہونا یہ ایاء کی دلیل ہے جس طرح کہ زید کا نصب اس مثال میں زید افا ضرب۔ زید ا ضرب جو ظاہر ہے اس کی وجہ سے منصوب نہیں ہے بلکہ محذوف کی بناء پر منصوب ہے۔

وَامِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ: (اور تم ایمان لاؤ جو میں نے اتارا) یعنی قرآن

مُصَدِّقًا: (تصدیق کرنے والا) حاح محذوفہ سے حال مؤکد ہے گویا عبارت اس طرح ہوئی انزلہ مصدقًا لِّمَا مَعَكُمْ: (اس چیز کے لیے جو تمہارے پاس ہے) یعنی تورات جو کہ عبادت اور توحید اور نبوت اور محمد ﷺ کے معاملے میں صدق ہے۔

ایک تعریض:

وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كَاْفِرٍ بِهٖ: (اور مت بنو اس کے پہلے منکر) یعنی پہلے انکاری اس کے یا پہلا گروہ اس کا انکار کرنے والا یا پہلی جماعت اس کا انکار کرنے والی یا تم میں سے ہر ایک اس کا پہلا منکر نہ بنے۔ اس میں ان پر تعریض کی گئی کہ ان پر تو لازم تھا کہ وہ اس پر تو پہلے ایمان لانے والے بننے کیونکہ وہ آپ کو آپ کی صفات کے ساتھ پہچاننے والے تھے۔ بہ میں ضمیر قرآن کی طرف لوتی ہے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا: (اور نہ بدلے میں لو)

بِاَيِّی: (میری آیات کے) یعنی میری آیات میں تبدیلی و تحریف کر کے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۷۷﴾ وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ

اور مت ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو اور نماز قائم کرو

وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۱۷۸﴾

اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ

شرن قلیل کی مراد:

نَمَنَّا قَلِيلًا: (تھوڑی قیمت)

نمبر ۱: حضرت حسن بیہید کہتے ہیں۔ وہ اپنے سامان سمیت پوری دنیا ہے۔ نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا وہ سرداری مراد ہے جو انہیں اپنی قوم میں حاصل تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے جس کے چلے جانے کا ان کو خطرہ ہوا۔

وَأَيَّاهُ فَاتَّقُوا: (مجھ ہی سے ڈرو)

قراءت: تمام قراء کے ہاں پس خافونی، فارہونی، فاتفونی ہر دو حالتوں میں یاہ کے ساتھ ہیں قاری یعقوب بیہید کے نزدیک یہی حکم بریاء کا ہے۔ جو لکھنے میں حذف ہو۔

کتمان و لبس کا معنی:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ: (اور نہ لاحق کرو حق کو باطل کے ساتھ) لبس الحق بالباطل کا مطلب ان کا آپس میں ملانا ہے۔

نمبر ۱: اگر باء صلی کی مائیں تو اس قول کی طرح ہے لبست الشيء بالشيء۔ میں نے دونوں چیزوں کو ملایا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تورات میں وہ چیزیں مت لکھو۔ جو اسمیں نہیں اسی طرح اتارا ہوا حق اس باطل سے مل جل جائے گا۔ جو تم نے لکھا ہے یہاں تک کہ اس کے حق و باطل میں تمہارے لیے تمیز نہ رہے گی۔

نمبر ۲: اگر یہ باء استعانت ہو تو اس قول کی طرح ہوگا۔ کتبت بالقلم۔ اب معنی یہ بنے گا ولا تجعلوا الحق ملتبسا مشتبها بباطلکم الذی تکتبونہ۔ حق کو ملتبس اور مشتبہ مت کرو اپنے اس باطل کی مدد سے جو تم لکھتے ہو۔

نحوی تحقیق:

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ: (اور نہ چھپاؤ حق کو) یہ مجرم ہے حکم نبی کے تحت داخل ہے ولا تکتُموا۔ یا ان کو مضرمان کر منصوب ہے۔ واؤ جمع کا معنی دے رہی ہے یعنی حق کو باطل کے التباس اور کتمان حق کو جمع نہ کرو۔ جیسے کہتے ہو۔ لا تاکل السمک وتشرب اللبن مچھلی کھانے کو دودھ پینے کے ساتھ جمع نہ کرو۔ یہ دونوں الگ معاملے ہیں لبس باطل یہ ہے کہ تورات میں وہ چیز لکھ دی جو اس میں نہ تھی اور حق کا کتمان یہ تھا۔ کہ وہ کہتے ہم تورات میں محمد ﷺ کی تعریف نہیں پاتے۔ یا تورات میں یہ حکم نہیں پاتے۔

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو، اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

اور مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ، اور بلاشبہ نماز ضرور دشوار سے مگر خشوع والوں پر جو

یقین رکھتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنا والے ہیں اور یہ کہ وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ: (اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) یعنی مسلمانوں والی نماز و زکوٰۃ

برکات کا مفہوم:

یہ بھی کہا گیا کہ وہ صدقہ کا حکم دیتے مگر صدقہ نہ کرتے :- جب ان کو صدقات تقسیم کے لیے دیئے جاتے وہ ان میں خیانت کرتے۔

وَتَنَسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ: (اور تم اپنے آپ کو بھلاتے ہو) تم اپنے نفوس سے نیکی چھوڑتے ہو جیسے کوئی بھولی بری چیزیں ہوتی ہیں۔

وعید یا تنبیہ:

وَأَنْتُمْ تَكُونُونَ الْكُذِبَ: (حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو) نمبر ۱: یہ ان کو بطور تنبیہ کہا کہ تم تو رات پڑھتے ہو حالانکہ اس میں محمد ﷺ کی تعریف موجود ہے۔

نمبر ۲: اس میں خیانت پر وعید موجود ہے۔ اور ترکِ بڑ اور قول و عمل کے تضاد پر وعید پائی جاتی ہے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ: (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) کیا تم اس کی قباحت نہیں سمجھتے جس کا تم اقدام کرتے ہو۔ تاکہ اس کی قباحت کی اپنے ہاتھوں تصدیق کرو۔ یہ بہت بڑی توبخ ہے
وَاسْتَعِينُوا: (اور تم مدد لو) تم مدد طلب کرو اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ سے۔

صبر و استعانت:

بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ: (صبر و نماز کے ساتھ) ان دونوں کو جمع کر کے اور نماز کی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے تم نماز پڑھو۔ اس طرح کہ اس کی مشقتیں برداشت کرنے والے ہو۔ اور جو چیزیں اس میں ضروری ہیں۔ جیسے اخلاصِ قلب۔ دفعِ وساوسِ شیطانیہ: و ہوا جس نفسانیہ اور مراعاتِ آداب۔ خشوع اور اس بات کا احتضار کہ تم جبار السموات والارض کے سامنے کھڑے ہو۔

یا مصائب و آفات میں صبر کر کے مدد طلب کرو۔ اور ان مصائب کے وقوع کے وقت نماز کی طرف جھکو۔ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی گھبراہٹ والا معاملہ پیش آتا۔ تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔ (رواہ الطبری فی تفسیرہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قُتُمُ بنی سُلَیْمَہ کی موت کی خبر دورانِ سفر ملی تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ واستعینوا بالصبر والصلوة۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ الصبر روزے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ روزہ مفطرات سے اپنے آپ کو روک رکھنے کا نام ہے اور اسی طرح رمضان المبارک کو شہرِ الصبر فرمایا گیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الصلوٰۃ سے دعا مراد ہے یعنی مصائب پر صبر اور دعا کی التجا سے اور اللہ کی بارگاہ میں گزرا کر اس کے دور کرنے میں مدد حاصل کرو۔

مرجع ضمیر:

وَأَنَّهُمَا: (اور بے شک وہ) نحو نمبر ۱: ضمیر نماز کی طرف لوٹ رہی ہے۔

نمبر ۲: استعانت کی طرف لوٹ رہی ہے۔

لَکِبْرَةٌ: (البتہ بھاری ہے) شاق اور بھاری ہے جیسا کہ کہتے ہیں کبر علیٰ هذا الامر۔ یہ معاملہ مجھ پر گراں گذرا

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِيْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے۔ اور اس بات کو کہ میں نے تم کو فضیلت دی

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۷ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا

جہانوں پر، اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی بھی شخص کسی کی طرف سے بھی کچھ ادائیگی نہیں کریگا

وَلَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةً ۚ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ ۚ وَلَا هُمْ

اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ ان لوگوں کی

يُنْصَرُوْنَ ۝۷۸

مدد کی جائے گی۔

اَلَا عَلٰی الْخٰطِیْعِيْنَ: (مگر خالصین پر) کیونکہ وہ توقع رکھتے ہیں اس اجر کی جو صابرین کے لیے ان کی تھکاؤوں پر ملے گا۔ پس جنت ان پر آسان ہو جائے گی۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نگاہ نہیں ڈالتے؟

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلتَقُوْا رَبِّهٖمْ: (وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اپنے رب کی ملاقات کا) اپنے ثواب کو پانے کی توقع رکھتے ہیں۔ اور اس چیز کے پانے کی جو اللہ کے ہاں ہوگی۔

یظنون کی تفسیر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی وجہ سے معلوم ہے یعنی وہ جانتے ہیں جزاء کا ملنا یقینی ہے پس ان کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ باقی جن کو جزاء کا یقین نہیں۔ اور جزاء پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ثواب کے امیدوار ہیں۔ ان پر یہ خالص مشقت ہے۔

الخشوع اخبات۔ التطامن۔ فروتنی و عاجزی۔ الخضوع نرمی۔ انقیاد۔ اطاعت

اللقاء کی تفسیر:

رویت و دیدار یعنی وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو اس کا بلا کیف دیدار ہوگا۔

وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ: (اور بے شک وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں) ان کے معاملات کا آخرت میں اس کے سوا اور کوئی بھی مختار نہ ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِيْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ: (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں) دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

وَأَنبِئُ قُضُلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ: (اور میں نے تمہیں فضیلت دی لوگوں کے جم غفیر پر) یعنی نعمتوں اور فضیلت عنایت کرنے کو یاد کرو۔ عالم یعنی لوگوں کے جم غفیر پر۔ کہا جاتا ہے۔

رایت عالما من الناس۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا۔ مراد کثرت ہے۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا: (اور تم اس دن سے ڈرو) قیامت کے دن سے ڈرو۔

يَوْمًا مَفْعُول بہ ہے ظرف نہیں۔

لَا تَجْزِي نَفْسٌ: (نہ کام آئے گا کوئی نفس) مومن نفس۔

عَنْ نَفْسٍ: (کسی نفس کے) کافر نفس کے لیے۔

شَيْئًا: (کچھ بھی) یعنی کچھ بھی ادا نیکی نہیں کرے گا۔ ان حقوق کی جو اس پر لازم ہیں۔

يَوْمًا مَفْعُول بہ ہے یعنی تھوڑا سا بدلہ اور جملہ محلاً منسوب ہے۔ اور یومنا کی صفت ہے۔ اور ضمیر اس میں، موصوف

مخدوف کی طرف جارہی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تجزی فیہ۔ اس میں کام نہیں آئے گا۔

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ: (اور اس سے کوئی شفاعت قبول نہ کی جائے گی)

کی و بصری قراءت میں تاء کے ساتھ ہے۔ اور ضمیر منہا میں نفس مومنہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ﴿مطلب یہ ہوا کہ کسی

نفس مومنہ کی کوئی شفاعت نفس کافرہ کے لیے مقبول نہ ہوگی۔ ﴿کہا گیا ہے کہ یہود کو یہ زعم تھا کہ ان کے آباء انبیاء علیہم السلام تھے وہ

شفاعت کریں گے۔ تو ان کو مایوس کر دیا گیا۔ وہ اس ارشاد الہی کی طرح ہے جو سورۃ المدثر آیت نمبر ۴۸ قَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

الشَّافِعِينَ ہے۔

معترکہ کا جواب:

قول معترکہ: معترکہ نے اس آیت سے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کی نفی ثابت کی۔

جواب: ان کا قول مردود ہے کیونکہ نفی شفاعت کفار کی کی گئی۔

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا۔ شفاعتی لا هل الکبائر من ایتی من کذب بها لم یفلها (احمد، ابو داؤد، ترمذی)

دوسرا جملہ صرف احمد نے نقل کیا۔

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَذْلٌ: (نہ لیا جائے گا اس سے بدلہ) عدل، قدیہ، کیونکہ یہ قدیہ دینے والے کا معادل ہے۔

جمع کی حکمت:

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ: (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) ان کی معاونت نہ کی جائے گی۔ ینصرون کو جمع لایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے

کہ نفس جو کمرہ آیا ہے اس سے مراد نفوس کثیرہ ہیں۔ (عباد، اناسی) معنی کا لحاظ کر کے مذکر لائے۔

وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُم سُوءَ الْعَذَابِ

اور جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی وہ تم کو سخت ترین تکلیفیں پہنچاتے تھے

يَذَّبِحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی

مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝۹

طرف سے بڑا امتحان تھا۔

وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ: (جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی) آل کا اصل اہل ہے اس لیے کہ تصغیر اہل آتی ہے ہا کالف سے بدل دیا۔ اس کا استعمال بڑے لوگوں کے لیے آتا ہے مثلاً بادشاہ اور ان کے ہم مثل۔ اور آل حجام نہیں کہتے۔ فرعون۔ عمالقہ کے ہر بادشاہ کا لقب تھا۔ جیسا قیصر، رومی بادشاہوں کا۔ کسرلی، فارس کے بادشاہوں کا۔

سوم کا مفہوم:

يَسُومُونَكُم: (وہ تمہیں تکالیف دیتے) یسومونکم یہ آل سے حال ہے۔ تمہیں تکالیف دیتے یہ سامہ خسفا سے ہے جبکہ ظلم سے اس کا والی بنے۔ اور اس کا اصل سام السلعة سے ہے۔ جب اس کو طلب کرے۔ گویا یہ بیغونکم کے معنی ہیں یعنی تمہارے لیے طلب کرتے۔

سوء عذاب کی مراد:

سُوءَ الْعَذَابِ: (سخت عذاب) وہ برے عذاب کا تمہارے خلاف ارادہ رکھتے۔

مساومة البیع: زائد کرنا یا بڑھانا یا ایک دوسرے سے مطالبہ کرنا۔

يَذَّبِحُونَ: سوء مفعول ثانی ہے برا عذاب تاکہ تمہیں سزا دیں۔ یہ سنی کا مصدر ہے کہا جاتا ہے۔ اعوذ باللہ من سوء الخلق وسوء الفعل۔ میں برے اخلاق اور برے فعل سے پناہ چاہتا ہوں۔ مراد اخلاق و فعل کی برائی ہے۔ اور معنی سوء العذاب۔ سخت رسوا کن عذاب ہے۔ کیونکہ عذاب تو سب ہی برے ہیں۔

يَذَّبِحُونَ أَبْنَاءَكُمْ: (وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے) یہ یسومونکم کا بیان ہے۔ اسی لیے حرف عطف نہیں لائے۔

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ: (وہ تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے) تمہاری بیٹیوں کو خدمت کے لیے زندہ چھوڑتے۔

انہوں نے یہ اس لیے کیا کیونکہ کانہوں نے فرعون کو ڈرایا۔ کہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے سبب تیرا ملک چلا جائیگا جیسا کہ نمرود کو انہوں نے ڈرایا۔ مگر ان کی تحفظ کی کوشش ناکام رہی۔ اور وہ ہو کر رہا۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَافًا نَجِّينَكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ

اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو بھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو نجات دے دی، اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا اس حال میں کہ

تَنْظُرُونَ ۵۰

تم دیکھ رہے تھے۔

وَلَقَدْ ذَلِكُمْ لَكُمْ آيَةً: (اور اس میں آزمائش تھی) مشقت۔ جبکہ مشارالہ فرعون کی حرکت ہو۔ اور مشارالہ انجاء ہو۔ تو بلاء کا معنی نعت ہے۔

مِنْ رَبِّكُمْ: (تمہارے رب کی طرف سے) یہ بلاء کی صفت اول ہے۔

عَظِيمٌ! (بڑی) یہ صفت دوم ہے۔

وَإِذْ فَرَقْنَا: (جب ہم نے پھاڑ دیا تمہارے لئے سمندر کو) بعض کو بعض سے جدا کر دیا۔ یہاں تک کہ راستے بن گئے۔ فَرَقْنَا: یہ شد کے ساتھ پڑھا گیا۔ ہم نے جدا کیا کہا جاتا ہے اس نے دو چیزوں میں جدائی کر دی اور چیزوں میں تفریق کر دی۔ کیونکہ راستے بارہ تھے۔ جتنی قبائل بنی اسرائیل کی تعداد تھی۔

بِكُمُ الْبَحْرَافًا: (تم پر سمندر کو) وہ ان پر چل رہے تھے۔ اور تمہارے چلتے ہوئے پانی الگ الگ تھا۔ گویا ان کے ساتھ پھاڑا یا ہم نے تمہارے سبب سے پھاڑا۔ یا ہم نے پھاڑا اس حال میں کہ وہ تمہارے ساتھ مجلس تھا۔ اس صورت میں یہ حال بنے گا۔

روایت میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ ہمارے ساتھی کہاں ہیں؟ ہم جب تک ان کو دیکھ نہ لیں۔ راضی نہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ کہ اپنی لاشی کو اسی طرح کہو۔ آپ نے دیواروں پر مار کر یہ کہا۔ پس اس میں روشن دان بن گئے۔ پس وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے کی باتیں سنتے جا رہے تھے۔

فَأَنْجَيْنَكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ: (پس ہم نے تمہیں نجات دی اور ذوبودیا آل فرعون کو اس حال میں کہ تم دیکھ رہے تھے) اور مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کرتے تھے۔

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ

اور جب وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے ان کے بعد بھڑے کو معبود

بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ

بنا لیا اور تم ظلم کرنا لے تھے، پھر ہم نے اس کے بعد تم سے درگزر کر دیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۲﴾ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۵۳﴾

تا کہ تم شکر ادا کرو۔ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کرنے والی چیز دی۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ: (جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا) کیونکہ وہ وعدہ وحی سے تھا۔ اور وہ طور پر آنے کا تھا۔
وَعَدْنَا: جہاں تک میری تحقیق ہے۔ بنی اسرائیل مصر میں ہلاکت فرعون کے بعد داخل نہ ہوئے اور اس وقت ان کے پاس کوئی
کتاب نہ تھی۔ جس کی طرف رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا۔ وہ ان پر تورات اتاریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے
وقت مقرر کیا۔ ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اور فرمایا۔ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً: کیونکہ مہینہ کی ابتداء راتوں سے ہوتی ہے۔ اور چالیس
راتیں۔

نَحْنُ: اَرْبَعِينَ یہ وعدنا کا مفعول ثانی ہے طرف نہیں ہے۔ اس لیے اس کا معنی چالیس راتوں میں نہیں ہے (فی اربعین
لئے)

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ: (پھر بنا لیا تم نے بھڑے کو) اتَّخَذْتُمْ کا مفعول ثانی حذف کر دیا۔ اس کے باب میں کی اور حقیص کے
نزدیک اظہار ہے۔

مِنْ بَعْدِهِ: (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) طور پر جانے کے بعد
وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ: (اور تم ظالم تھے) اور تم ظالم تھے اس لیے کہ تم نے عبادت کا مستحق اسکے سوا دوسرے کو قرار دیا۔

نَحْنُ: یہ جملہ حال ہے یعنی تم نے اس کی عبادت کی اس حال میں کہ تم ظلم کرنے والے تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ: (پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا) ہم نے تمہارے گناہ تم سے مناد کیے۔

مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ: (اس کے بعد) یعنی تمہارے بھڑا بنانے کے بعد

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ: (تا کہ تم نعت کا شکر یہ ادا کرو) یعنی معاف کرنے کی نعت کا شکر یہ ادا کرو۔

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ: (اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور معجزات دیئے)

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ أَنْظَرْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بے شک تم نے مجھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَتَوَبُّوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۖ

لہذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سو اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۵۱﴾

پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے، اور نہایت رحم کرنے والا ہے

فرقان کا معنی :

نمبر ۱: یعنی وہ کتاب منزل اور فرقان ہونے میں جامع تھی۔ وہی تورات حق و باطل میں فرق کرنے والی تھی۔ اس کی نظیر یہ جملہ ہے
رأیت الغیث واللیث یعنی میں نے ایسے آدمی کو دیکھا جو سخاوت و جرأت کا جامع تھا۔

نمبر ۲: تورات اور دلیل مراد ہے جو کفر و ایمان میں فرق کرنے والی تھی عصا۔ یہ بیضا و دیگر آیات۔

نمبر ۳: شریعت جو حلال و حرام میں فرق کرنے والی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ الفرقان سمندر سمیٹنے کو یا وہ مد جس نے ان کے اور ان کے
دشمنوں میں جدائی کر دی۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ : (تا کہ تم ہدایت پاؤ) یہاں لعل کئی کے معنی میں ہے۔

قوم سے مراد:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) قوم سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھڑے کی عبادت کی۔

يَقُولُ إِنَّكُمْ أَنْظَرْتُمْ أَنْفُسَكُمْ : (اے میری قوم بے شک تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا)

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ : (بسبب تمہارے بنا لینے مجھڑے کو) معبود۔

فَتَوَبُّوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ : (پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو)

البارئ : وہ ذات جس نے مخلوق کو فرق سے بری بنایا۔ جو ان کو مجھڑے کی عبادت کی طرف لے جاتے جو غیبت و بلادوت میں
ضرب الثقل ہے۔

(فیہ لعبادة العابدین للعجل)

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ بِكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاخَذَتْكُمْ الصّٰعِقَةُ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے، جب تک کہ ہم اللہ کو علانیہ طور پر نہ دیکھ لیں، سو پکڑ لیا تم کو کڑک نے

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاكَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾

اور حال یہ تھا کہ تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، پھر ہم نے تم کو زندہ اٹھادیا تمہاری موت کے بعد، تاکہ تم شکر ادا کرو

وَضَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوٰی طُ كَلَّمَا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور ہم نے تم پر ہادلوں کا سایہ کیا، اور ہم نے تمہارے اوپر من اور سلوی نازل کیا، جو کچھ تم نے تم کو دیا اس میں سے پاکیزہ

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا اپنی ہی جانوں کا نقصان کیا کرتے تھے

قتل کا مفہوم:

فَقَاتِلُوْا اَنْفُسَكُمْ: (تم اپنے نفسوں کو قتل کرو)

نمبر ۱: کہا گیا کہ یہ ظاہر پر ہے اور وہ غصہ اور غم سے قتل کرنا ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا۔ جنہوں نے چھڑے کی عبادت نہ کی تھی۔ ان کو حکم دیا۔ کہ چھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کریں۔ پس ستر ہزار قتل ہوئے۔

ذٰلِكُمْ: (یہ) یعنی توبہ اور قتل

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ: (تمہارے رب کے ہاں بہت بہتر ہے) گناہ پر اصرار کرنے سے

فَقَاتَبَ عَلٰیكُمْ اِنَّهُ هُوَ التَّوَابُ: (پس اس نے تم پر توجہ کی پس بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا) وہ قبول توبہ سے فضل فرمانے والا ہے خواہ یہ کثرت سے بار بار ہی ہو۔

الرَّحِيْمُ: (وہ نہایت مہربان ہے) گناہ معاف کرتا ہے خواہ کتنا بڑا ہو۔

تین فاء:

پہلا فاء سبب کے لیے ہے کیونکہ ظلم توبہ کا سبب ہے۔

اور دوسرا فاء تعقیب کے لیے ہے۔ اس لیے معنی یہ ہوگا۔ توبہ کا عزم کرو۔ پس اپنے نفسوں کو قتل کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قتل انفس مقرر فرمائی۔

اور تیسرا فاء شرط محذوف سے متعلق ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ فان فعلتم اگر تم نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً: (جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ دیکھ لیں سامنے) جہرۃ: آنکھوں سے دیکھیں۔ نمبر ۱: یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا قرصا کا لفظ جلوس کے فعل سے ای جلس قرصا۔

نمبر ۲: یا نوری سے حال ہے یعنی ذوی جہرۃ۔ ایسا دیکھنا جو کہ ظہور والا ہو۔ فَآخَذْتُمْ الصُّعِقَةَ: (پس تمہیں کڑک نے پکڑ لیا) نمبر ۱: یعنی موت

نمبر ۲: یہ کہا گیا کہ آگ آسمان کی طرف سے آئی اس نے ان کو جلایا۔ روایت کیا گیا کہ جبل طور کی طرف جاتے ہوئے جن ستر ۷۰ افراد نے یہ مطالبہ کیا اور ان کو کہنے لگے ہم نے ان کی طرح معجزے کی عبادت نہیں کی پس آپ اللہ کی ذات ہمیں آنکھوں سے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے خود یہ سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر نہ دیکھ لیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر صاعقہ بھیج دیا۔ جس نے ان کو جلادیا۔ دلیل معقولہ:

معقولہ نے اس آیت سے نفی روایت باری تعالیٰ ثابت کرنے کی کوشش کی دلیل یہ دی کہ اگر یہ جائز ہوتی تو جائز الثبوت پر ان کو سزا دی جاتی؟

وجوہ سزا:

جواب نمبر ۱: ان کو سزا تو انکار کے سبب ملی۔ اس لیے کہ ان کا قول انک رایت اللہ فلن نؤمن لك حتیٰ نری اللہ جہرۃ۔ ان کی طرف سے کفر و انکار تھا۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ظہور معجزات کے بعد ایمان سے لوٹ رہے تھے۔ جب تک وہ اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان ظہور معجزات کے بعد لازم ہے ان سے نئی نشانیاں طلب کرنا جائز نہیں۔

نمبر ۳: اور اس لیے بھی کہ انہوں نے رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سوال نہ کیا تھا۔ بلکہ محض تعنت و عناد کی خاطر سوال کیا تھا۔ (جس پر سزا ملنی ضروری تھی)

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ: (اور تم اس صاعقہ کو دیکھ رہے تھے) جب وہ اتری۔

ثُمَّ بَعَثْنَاكَ: (پھر ہم نے تمہیں اٹھایا) ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ اس کا اصل اثار بغير اثارۃ سے ہے (اٹھانا)

مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ: (تمہاری موت کے بعد کہ تم احسان مانو) موت کے بعد اٹھائے جانے کے انعام کا۔

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

اور جب ہم نے کہا داخل ہو جاؤ اس بستی میں سو کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو خوب اچھی طرح، اور داخل ہو جاؤ

الْبَابِ سَجْدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ ۖ وَسَازِدِ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾

دروازہ میں سجدہ ہوئے، اور یوں کہو کہ ہم گناہوں کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور نیکو کاروں کو اور زیادہ دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

سو بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو اس بات کے علاوہ جو ان سے کہی گئی تھی سو ہم نے نازل کر دیا ان لوگوں پر آسمان سے عذاب

رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾

جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَعَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ: (ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کر دیا) ہم نے بادلوں کو تمہیں سایہ کرنے والا بنا دیا یہ میدان تیرا واقعہ ہے بادل کو ان کے کام میں لگا دیا۔ کہ ان کے چلنے پر ساتھ چلیں۔ اور دھوپ سے ان پر سایہ کریں۔ اور رات کو روشنی کے ستون اترتے جن کی روشنی میں چلتے۔ ان کے کپڑے میلے نہ ہوتے۔ اور نہ پرانے ہوتے۔

وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَى: (اور اتار تم پر من و سلوی) ترنجبین وہ طلوع شمس کے وقت برف کی طرح ان پر اترتا۔ ہر انسان کے لیے ایک جیسا ہوتا۔

السلوی: جنوبی ہوا سے اللہ تعالیٰ ان پر سلوی پرندے بھیجتا۔ وہ شیر ہے پھر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق ذبح کر لیتا۔ اور ہم نے کہا۔

كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ: (تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ)۔ تم لذت یا حلال چیزیں کھاؤ۔

مَا رَزَقْنَكُمْ: (جو ہم نے تمہیں دیں)

وَمَا ظَلَمُونَا: (انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا)۔ پس ظلم کیا اس طرح کہ ان نعمتوں کی ناشکری کی۔

وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ: (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے)

يَحْكُمُونَ: أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ کا مفعول ہے اور وہ کان کی خبر ہے۔

تَفْسِيرُ آيَتِ: ۵۸:

وَإِذْ قُلْنَا: (اور جب ہم نے کہا) ہم نے میدان تیرے سے نکلنے کے بعد کہا۔

اَدْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ۔ (تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ) یعنی تم بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ۔ یا اریحا میں۔

القریہ۔ اس بات پر اتفاق ہے یہ قریہ سے ہے اس لیے کہ بستی لوگوں کو جمع کرتی ہے یہ کہ بعد ان کو داخلے کا حکم ملا۔

فَكُلُوا مِنْهَا: (تم اس میں سے کھاؤ) تم بستی کے غلہ جات اور پھل کھاؤ۔

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا: (جہاں سے چاہو بافراغت)

وَاَدْخُلُوا الْبَابَ: (اور دروازے میں داخل ہو) باب القریہ: الباب سے مراد بستی کا دروازہ یا باب قدیم مراد ہے جس کی طرف وہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے۔ البتہ باب قریہ میں ان کی زندگی میں داخل ہوئے۔

سُجَّدًا: (سر جھکائے) یہ حال ہے اور ساجد کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کا حکم شکر یہ کے طور پر دروازے تک پہنچنے کے وقت ہوا یعنی اس کی بارگاہ میں تواضع کرتے ہوئے۔

تَفْتِيحُ حِطَّةٍ:

وَقُولُوا حِطَّةً: (تم حطہ کہو) تَفْتِيحُ: حطہ یہ فعلتہ کا وزن ہے الخط سے جیسا جلتہ۔

نمبر ۱: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی مسئلہ حطہ یا امرک حطہ۔ ہمارا سوال گناہ مٹانے کا ہے یا
نمبر ۲: آپ کا حکم بخشش کرنا ہے۔

اصل نصب ہے اور اس کو اس طرح بھی پڑھا گیا۔ حط عنا ذنوبنا حطہ۔ ہمارے گناہ ہم سے منادے منانا یہ مرفوع اس لیے لائے تاکہ اثبات کا معنی دے۔ یہ بھی کہا گیا۔ اس کا معنی امرنا حطہ ہے یعنی یہ کہ ہم اس بستی میں اتریں اور اس میں قرار اختیار کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حطہ یَسْتَسْخِرُ اللہُ بِحُجَّتِهِ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ لا الہ الا اللہ ہے۔ تَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ: (ہم تمہاری غلطیاں بخش دیں گے) خطایا کم جمع خطیئہ وہ گناہ کو کہتے ہیں۔ (مدنی نے یَغْفِرُ) اور شامی نے (تَغْفِرُ) پڑھا۔

اضافہ کا مطلب:

وَمَسْرُودُ الْمُحْسِنِينَ: (عنقریب زیادہ دیں گے مخلصوں کو) یعنی جو تم میں سے مخلص ہو تو یہ کہ اس کے ثواب میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ اور جو گناہ گار ہو گا اس کے لیے تو بد بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

بدلنے کی تشریح:

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ: (پس بدل دیا ظالموں نے بات کو اور بات سے جو ان کو کہی گئی تھی) اس میں حذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا بِالَّذِي قِيلَ لَهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ پس بدل دیا ظالموں نے اس کہی ہوئی بات کو اور بات سے جو کہی گئی تھی ان کو۔

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو سو اس میں سے بارہ چشمے نچوٹ

عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتَوُوا فِي

نکے۔ ہر جماعت نے اپنے اپنے پینے کی جگہ جان لی، کھاؤ اور پیو، اللہ کے رزق سے اور مت خرابی کرو

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ①

زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

پس بدل یہ ایک مفعول کی طرف متعدی بنفسہ ہے اور دوسرے مفعول کی طرف باء سے متعدی ہوگا جو باء کے ساتھ ہے وہ مترک ہے۔ اور جو باء کے بغیر ہے وہ موجود ہے یعنی حطۃ کی جگہ اور بات کو رکھا یعنی ان کو حکم تو اس بات کا تھا جس سے توبہ واستغفار ہو۔ مگر انہوں نے اس کی مخالفت ایسی بات سے کی جس کا معنی وہ نہ تھا جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ حطۃ کی بجائے حنطۃ کہا۔

اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ انہوں نے قبلی زبان میں کہا۔ طاسمقا یعنی سرخ گندم۔ انہوں نے اس ارشاد الہی کا مذاق اڑایا۔ جو ان سے کہا گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس سے منہ موڑ کر اپنا پسندیدہ سامان دنیا طلب کیا

فَأَنزَلْنَا عَلَى الدِّينِ ظَلَمُوا ۖ جُزْءًا (پس ہم نے ظالموں پر عذاب اتارا)۔ رجز یعنی عذاب۔ الذین ظلموا کا کلمہ دوبارہ لا کر ان کے معاملے کی شدید قباحت کا اظہار مقصود ہے۔ اور اسی بات کا اعلان ہے کہ ان پر عذاب ان کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے اترا۔

مِنَ السَّمَاءِ: (آسمان سے) یہ رجز کی صفت ہے (رجز نازل من السماء) بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ: (بسبب اس کے کہ وہ فسق کرتے تھے) یعنی ان کے فسق کے سبب روایت میں ہے۔ کہ ایک گھڑی میں ۲۳ ہزار آدمی طاعون کا شکار ہو گئے۔ بعض نے ستر ہزار کہا ہے۔

تَفْصِيلُ آيَةِ ۶۰:

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ: (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا) واذ موضع نصب میں ہے گویا اصل اس طرح ہے واذ کروا اذا استسقى یعنی انہوں نے استدعا کی کہ ان کی قوم کو میرا پانی کیا جائے۔

پتھر سے مراد کونسا:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ: (پس ہم نے کہا تم اپنا عصا پتھر پر مارو) ان کو تیرہ میں پیاس لگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی کی درخواست کی۔ جس پر انہیں حکم ملا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی ماریں۔ اس میں لام عہد کا ہے اس سے مقررہ پتھر مراد ہے۔ روایت

میں آیا یہ طور کا پتھر تھا۔ جس کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور مرتب پتھر تھا۔ جس کی چار طرفیں تھیں۔ ہر طرف سے تین چشے چلتے تھے ہر قبیلے کیلئے ایک چشمہ تھا۔ ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور لشکر گاہ کی وسعت بارہ میل تھی یا الف لام جنس کا ہے۔ یعنی اس شئی کو مارو جس کو پتھر کہتے ہیں۔ یہ دلیل میں ظاہر اور قدرت میں واضح تر ہے۔

فَأَنْفَجَرْتُمْ: (پس پھوٹ پڑے بارہ چشے) یہ محذوف سے متعلق ہے یعنی فضوب فانفجرت یعنی کثرت سے بنے لگا۔ یا فان ضربت فقد انفجرت۔ پس اگر تو مارے گا۔ پس اس سے جاری ہو جائیں گے۔ اس صورت میں فاء فصیحہ ہے جو کلام بلخ میں ہوتی ہے۔

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا: (اس سے بارہ چشے) قبیلوں کی تعداد کے مطابق۔ عَشْرَةُ کی شین پر کسرہ اور فتح پڑھا گیا ہے۔ یہ دو لغتیں ہیں۔ عیناً یہ تیز ہے۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ: (تحقیق جان لیا ہر قبیلے نے) اناس سے مراد قبیلہ ہے۔

مَشْرَبَهُمْ: (اپنا اپنا گھاٹ) انکا وہ چشمہ جس سے وہ پیتے ہیں۔

كُلُّوا: (کھاؤ) اور ہم نے ان کو کہا تم من و سلوئی کھاؤ۔

وَأَشْرَبُوا: (اور پیو)۔ چشموں کا پانی پیو۔

مِنْ رِزْقِ اللَّهِ: (اللہ تعالیٰ کے رزق سے) یعنی وہ تمام رزق جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔

وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ: (اور تم زمین میں فساد مت مچاؤ) یعنی تم اس میں فساد نہ کرو۔ العیض: سخت فساد۔

مُفْسِدِينَ: (فساد کرنے والے) یہ مؤکد حال ہے یعنی تم اپنے فساد میں درازی مت اختیار کرو۔ وہ اپنے فساد میں درازی اختیار کرنے والے تھے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر لہذا ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے وہ ہمارے لئے ان چیزوں میں سے نکال

لَنَا مِمَّا تَنْتَبِهُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصِلِهَا

دے جن کو زمین اگاتی ہے۔ اس کی بیزی اور کھیرا اور بیجوں اور مسور اور پیاز۔

قَالَ اَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرَ اِنَّ لَكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ تم بدلے ہو اس چیز کو جو گھٹیا ہے اس چیز کے بدلے میں جو خیر ہے؟ اتر جاؤ کسی شہر میں،

مَا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُ وُغِضِبَ مِنْ اللّٰهِ ذٰلِكَ

سو بے شک تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے سوال کیا۔ اور مار دی گئی ان لوگوں پر ذلت اور مسکنت اور سختی ہو گئے غصہ کے

بَاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِآیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الذِّیْنَ یَغَیِّرُ الْحَقَّ ذٰلِكَ بِمَا

جو اللہ کی طرف سے تھا، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

عَصَوْا وَكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وعدے آگے بڑھتے تھے۔

طعام واحد کا مطلب:

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ: (اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے) تیرے میں ان کو من و سلویٰ کا رزق دیا گیا۔ مگر انہوں نے کہا طعام واحد ایک کھانے پر حالانکہ وہ دو کھانے تھے۔ کیونکہ انہوں نے واحد سے مراد ایسا کھانا لیا۔ جو نہ بدلے بلکہ ایک ہی رہے۔ اگر کسی آدمی کے دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے ہوں اور ہر روز ان پر وہ مداومت کرے۔ تو کہا جاتا ہے۔ لا یا کل فلان الاطعماء واحداً۔ فلاں تو ایک ہی کھانا کھاتا ہے واحد سے مراد وحدت ہے کہ ایک جیسا کھانا مختلف اور تبدیل نہیں کرتا۔ یا مراد ایک قسم کے مانوس کھانے یعنی ساگ والیں وغیرہ تھیں۔

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ: (تو دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے) یعنی تم اس سے سوال کرو۔ اور کہو وہ ہمارے لئے نکال دے۔

یُخْرِجْ لَنَا: (وہ نکال دے ہمارے لئے) یعنی ہمارے لئے ظاہر کر دے۔ ایجاد کر دے۔

بقول کی تفسیر:

مِمَّا تَنْتَبِهُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا: (ان چیزوں سے جن کو زمین اگاتی ہے جیسے بزیں یاں) وہ بزیں یاں جو زمین سے اگتی تھیں۔ مراد

اس سے عمدہ ساگ، پودینہ، مکڑی پیاز وغیرہ ہیں۔ ایسی چیزیں جو عموماً لوگ کھاتے ہیں۔
وَفَقَّاهُ: (کھیرا) یعنی کھیرا۔

وَقَوْمُهَا: (گندم) وہ گندم یا بہن ہے۔ قراءت عبد اللہ بن مسعود میں ٹوٹا ہوا ہے۔

وَعَدَسُهَا وَبَصَلُهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ: (اور دالیں اور پیاز کہا کیا تم بدلے میں وہ مانگتے ہو جو کہ حقیر ہے) جو مرتبہ میں نزدیک تر اور مقدار میں حقیر تر ہے۔ دنو اور قرب کے الفاظ سے قلت مقدار کی تعبیر کی جاتی ہے۔

بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ: (اس کے بدلے جو کہ بہت بلند ہے) اعلیٰ مرتبے والی۔

أَهْبِطُوا مِصْرًا: (کسی بھی شہر میں اتر جاؤ) تیرے اتر جاؤ۔ تیرے علاقہ بیت المقدس سے قسریں تک ہے اور یہ $۸۶۴ = ۲۴ \times ۳۶$ مربع میل کا علاقہ ہے۔

نمبر ۲: فرعون کے مصر میں چلے جاؤ۔

مِصْرًا: مصر کا لفظ منصرف لائے حالانکہ دو سبب موجود ہیں۔ یعنی تائید و علمیت اس لیے کہ مراد شہر ہے یا درمیانہ حرف نوح لوط کی طرح ساکن ہے حالانکہ ان دونوں میں بھی علم عجیت پائی جاتی ہے۔

فَإِنَّ لَكُمْ: (پس بے شک تمہارے لیے) یعنی اس میں۔

مَا سَأَلْتُمْ: (جو تم نے مانگا) پس جو تم نے مانگا وہ تو شہروں میں پایا جاتا ہے۔ تیرے میں نہیں۔

تسلط ذلت:

وَصَرَّيْتُ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةَ وَالْمُسْكِنَةَ: (ان پر ذلت و مسکنت ثابت کر دی گئی) ذلت و فقر یعنی ذلت کو۔ نمبر ۱: ان پر طاری کیا گیا۔ وہ ذلت کے تحت اسی طرح ہو گئے جیسے کوئی لگے ہوئے خیمے کے نیچے ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا چٹا دی گئی ان پر ذلت یہاں تک کہ اس نے ان کو لازم پکڑ لیا جیسے چپکنے والی چیز ہوتی ہے۔ جیسے دیوار پر مٹی ماریں تو چٹ جاتی ہے، چپک جاتی ہے۔ یہود ذلیل، خوار اور مسکینی اور فقر والے ہیں۔ خواہ حقیقتہً ہوں یا وہ جنگلف فقر اور حقارت ظاہر کرنے والے ہیں۔ کہ کہیں ان پر جزیہ دو گنا نہ کر دیا جائے۔

قراءت: عَلَيْهِمُ الذَّلَّةَ۔ نمبر ۱: حمزہ و علی نے اسی طرح دونوں پر ضمہ پڑھا ہے۔ اور ہر وہ لفظ جس میں ھا سے قبل یا ساکنہ ہو وہ اسی طرح پڑھا جائے گا۔

نمبر ۲: ابومرو نے ھا اور میم کے کسرہ سے پڑھا عَلَيْهِمُ الذَّلَّةَ۔

نمبر ۳: بقیہ قراء نے ھا کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا۔ عَلَيْهِمُ

وَبَاءٌ وَيُقَضَّبُ يَنْ اللّٰهَ: (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا غضب کما یا) نمبر ۱: باء کا لفظ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں باء فلان بفلان جبکہ وہ اس لائق ہو کہ اس کو اس کے برابر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّبِيَّانَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

ہے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے یہودیت اختیار کی، اور نصاریٰ اور صابین، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَلَىٰ صَالِحَاتِهِمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے سو ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٣٧﴾

رنجیدہ ہوں گے۔

معنی آیت:

اب معنی آیت یہ ہوا۔ وہ اس کے غضب کے حق دار بن گئے۔

نمبر ۲: کسائی کہتے ہیں باء کا معنی رجوع ہے وہ اس کا غصہ لیکر لوٹے۔

ذَلِكَ: (یہ) اس کا مشارالیه۔ ضرب، ذلت مسکنت اور غضب کا حقدار ہونا۔

بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ: (یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے اور انبیاء کو قتل کرتے رہے) قراءت۔ نافع نے النبیین کو، ہمزہ سے پڑھا۔ اسی طرح اس کے تمام باب میں پڑھا جائے گا یعنی یہ نتائج بسبب کفر اور قتل انبیاء علیہم السلام کے تھے۔ یہود نے حضرت عیسا، زکریا، یحییٰ صلوٰۃ اللہ علیہم کو قتل کیا۔

النبی کی تحقیق:

النبی کا لفظ النبأ سے ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعیل یا مفعل ہے یا نابا یعنی بلند النبوة بلند مکان کو کہتے ہیں۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ: (ناحق) یعنی یہ ناحق تھا ان کے ہاں بھی اس لیے کہ اگر وہ انصاف کرتے تو وہ کوئی ایسی چیز ذکر کر سکتے تھے۔ جس سے ان کو قتل کا حقدار قرار دے سکیں۔

يَقْتُلُونَ: یہ یقتلون کی ضمیر فاعلی سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی یقتلونہم مبطلین وہ ان کو قتل کرتے اس حال میں کہ وہ باطل حرکت کرنے والے تھے۔

نمبر ۱۔ ذَلِكَ: (اس میں) اشارہ تکرار سے لائے۔

حدود سے تجاوز:

بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ: (اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ تھے حد سے بڑھنے والے) اس سبب سے کہ وہ قسم

قسم کے گناہوں میں مبتلا تھے۔ اور ہر چیز میں حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے اور انبیاء کو قتل کرنے والے تھے۔

دوسرا قول: یہ بھی کہا گیا کہ مراد اس سے بفتح کے بارے میں ان کا حد سے گزرناف تھا۔

تیسرا قول: اور یہ بھی درست ہے کہ ذلک کا مشار الیہ کفر، قتل انبیاء کو قرار دیا جائے۔ اس طرح کہ یہ جرأت ان میں نافرمانی اور حد سے گزرنے کی بناء پر پیدا ہوئی۔ اس لیے کہ وہ ان دونوں باتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے ان میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کے دل سخت ہو گئے جس پر انہوں نے انکار آیات اور قتل انبیاء کی جسارت کی۔

چوتھا قول: ذلک کا مشار الیہ کفر اور قتل ہے جن کے ساتھ مسلسل نافرمانی ان میں پائی جاتی تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا: (بے شک جو لوگ ایمان لائے) یعنی دلوں کی موافقت کے بغیر صرف زبانوں سے ایمان لائے اور وہ منافقین ہیں۔

وَالَّذِينَ هَادُوا: (اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے) یعنی یہودیت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے ہاد، یہود، تہود، ہائد جب کوئی یہودیت میں داخل ہو جائے۔ ہائد کی جمع ہود ہے۔

نصرانی کی وجہ:

وَالنَّصَارَى: (اور نصاریٰ ہوئے) نصاریٰ جمع نصران جیسے عدنان وندائی کہا جاتا ہے رجل نصران وامرأة نصرانة۔ نصرانی مرد، نصرانی عورت۔ نصرانی میں یا مبالغہ کے لیے ہے۔ جیسے احمری میں ان کو نصاریٰ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی مدد کی۔

وَالصَّابِئِينَ: (اور صابی ہوئے) جو کسی مشہور دین سے نکل کر کسی غیر معروف دین میں چلے جائیں۔ جب کوئی دین سے نکلے تو کہتے صابقلان۔

نمبر ۱: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہودیت و نصرانیت سے رخ سوزا اور فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔

نمبر ۲: یہ کہا گیا کہ یہ زبور پڑھتے تھے۔

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ: (جو ان میں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لایا) ان کفار میں سے جو خالص ایمان لایا۔

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ: (اور اس نے نیک عمل کیا پس ان کا بدلہ) اجرہم کا معنی ان کا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ: (ان کے رب کے ہاں) یعنی آخرت میں

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ: (اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

نحوی اطلاق:

نمبر ۱: اگر من امن کو مبتداء اور فلہم اجر ہم خبر بناؤ تو من امن محل رفع میں ہوگا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا

اور جب ہم نے لے لیا تمہارا عہد اور اٹھا دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو قوت کے ساتھ جو کچھ ہم نے تم کو دیا اور یاد کرو

مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ پھر اس کے بعد تم نے روگردانی کی، سو اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤﴾

اور اس کی رحمت تو ضرور تم تباہ کاروں میں سے ہو جاتے۔

نمبر ۲: اور اگر اس کو اسم ان و معطوف علیہ کا بدل مانیں تو منصوب ہے۔ پہلی صورت میں ان کی خبر اسی طرح جملہ ہوگا۔ دوسری صورت میں فلہم اس کی خبر ہے اور فاء اس لیے لائی گئی کیونکہ من شرط کے معنی کو شامل ہے۔
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ: (جب ہم نے تم سے ميثاق لیا) یعنی تورات کی تمام باتیں قبول کرنا۔
رفع طور:

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ: (اور طور کو تم پر بلند کیا) جبل طور۔ یہاں تک کہ تم نے قبول کر کے پختہ وعدہ دے دیا۔

واقعہ: اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام الواح لیکر آئے تو اس میں بنی اسرائیل نے پابندیاں اور مشکل اعمال پائے۔ جو ان پر گراں گزرے۔ پس انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے طور کو جڑ سے اکھاڑا اور اٹھا کر ان کے اوپر سائبان کی طرح کر دیا۔ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اگر تم قبول کرتے ہو (تو ٹھیک) ورنہ طور کو تم پر پھینکا جائے گا۔ پس انہوں نے قبول کر لیا۔ تو ہم نے انہیں حکم دیا۔

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ: (جو ہم نے دیا اس کو مضبوط پکڑو) یعنی کتاب تورات۔

بِقُوَّةٍ: (مضبوطی کے ساتھ) کوشش و پختہ ارادے سے

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ: (اور یاد کرو جو اس میں ہے) یعنی یاد کرو جو کچھ کتاب میں ہے اور کتاب کو پڑھو اور نہ بھلاؤ اور نہ غفلت اختیار کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ: (تاکہ تم متقی ہو جاؤ) اس امید سے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ: (پھر تم نے منہ موڑا) یعنی پھر تم نے ميثاق اور وفاداری سے منہ موڑا۔

مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ: (اس کے بعد) قبول کر لینے کے بعد

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

اور البتہ تحقیق تم نے ان لوگوں کو جان لیا جنہوں نے سبچ کے دن میں زیادتی کی، سو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر

خَسِيفَ ۝۱۶ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً

ذلیل! پھر ہم نے اس کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے۔ اور جو بعد میں آیا لے تھے۔ اور نصیحت بنا دیا

لِّلْمُتَّقِينَ ۝۱۷

ڈرنے والوں کے لئے۔

فضل و رحمت:

قُلُوا لَا فَضْلَ لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ: (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) نمبر ۱۔ یعنی عذاب کو موقوف کر کے نمبر ۲: یا تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتا۔

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ: (تو تم نقصان میں پڑ جاتے) یعنی تم عذاب سے ہلاک ہو جاتے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ: (تحقیق تم نے جانا) یعنی تم نے پہچانا۔ عَلِمَ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے۔

الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ: (ان کو جنہوں نے ہفتے کے سلسلہ میں حد سے زیادتی کی)

سبت کی تشریح:

السبت یہ مصدر ہے سبت الیہود کا جبکہ وہ ہفتے کی تعظیم کریں۔ یہود اس میں حد سے گزر گئے اور تجاوز کر گئے وہ اس طرح کہ ان کو عبادت کے لیے ہفتے کو خالی رکھنے کا حکم کیا۔ اور اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس دن شکار میں مشغول ہو گئے حالانکہ ان کو اس دن شکار سے منع کیا گیا تھا۔ پھر ان کی آزمائش مزید اس طرح کی کہ سمندر میں کوئی ایسی مچھلی نہ تھی جو ہفتے کے دن اپنا منہ پانی سے نہ نکالتی ہو۔ جب ہفتہ گزر جاتا تو منتشر ہو جاتیں۔ انہوں نے سمندر کے کنارے حوض بنا لیے اور ان کی طرف نالیاں چلا دیں۔ مچھلیاں ہفتے والے دن ان میں داخل ہوتیں کیونکہ وہ شکار سے محفوظ تھیں۔ پس وہ سمندر سے نکلنے والی نالیوں میں بند لگا دیتے اور اتوار کو شکار کر لیتے۔ یہ حوضوں میں روکنا ہی ان کا حد سے گزرتا تھا۔

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خٰسِیْنَ: (پس ہم نے انہیں کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ) پس ہو جاؤ یعنی ہماری نگوین سے

نَحْوُ: قردہ خاسنین۔ یہ کان کی خبر ہے یعنی تم بندر اور ذلت برد کو جمع کرنے والے بنو۔

فَجَعَلْنَاهَا: (پس ہم نے کر دیا اس واقعہ کو عبرت) مسخ کو

نَكَالًا: (عبرت) اس کے لیے جو عبرت حاصل کرے۔ اس کو روکے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو۔ وہ کہنے لگے کیا تو ہمارا

هُزُؤًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۖ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

مذاق بناتا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں، وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان

لَنَا مَا هِيَ ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِصٌ وَلَا يَكَرُّ ۖ عَوَّانٌ بَيْنَ

کر دے کہ وہ بیل کیا ہو، موسیٰ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو بوز خانہ ہو اور بالکل جوان بھی نہ ہو۔ ان دونوں کے

ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿۶۸﴾

وہ بیان ہو، سو تم اس پر عمل کرو جس کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے

لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيَّهَا: (موجودہ لوگوں کے لیے) پہلوں کے لیے

وَمَا خَلَفَهَا: (اور آئندہ لوگوں کے لیے) بعد والی امتوں اور رستیوں کے لیے کیونکہ ان کا مسخ پہلی کتابوں میں ذکر کر دیا گیا۔ پس انہوں نے اس سے عبرت حاصل کی اور جن پچھلوں کو یہ پہنچی انہوں نے عبرت حاصل کی۔

مراد متقی:

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ: (اور متقین کے لیے نصیحت) متقین سے مراد قوم کے وہ صالح لوگ جنہوں نے حد توڑنے سے روکا۔ یا ہر متقی کے لیے جو ان کو سنے۔

ظروف کا حکم:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ: (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) یعنی تم یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یہ نعمتی پر معطوف ہے۔ (اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ) [سورۃ البقرہ آیت: ۳۰] گویا اس طرح ہو گا۔ ان ظروف میں جو گزرے۔ اذکروا نعمتی، اذکروا وقت انجینا ایاکم، اذکروا وقت فرقنا، اذکروا نعمتی، اذکروا وقت استسقاء موسیٰ ربہ لقومہ اور یہی حکم ان ظروف کا بھی ہے جو یہاں سے لیکر اذابتلیٰ ابرہیم ربہ (البقرہ آیت نمبر ۱۲۳) تک آئیں گے کہ ان تمام میں اذکروا حمد و ثناء ہو گا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ: (بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں یہ کہ)

تَذْبَحُوا بَقَرَةً: (کہ تم گائے ذبح کرو۔) تم ذبح کرو کوئی گائے۔

قَالُوا اِنَّا نَرٰ رَبَّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا لَوْ هُنَا قَالِ اِنَّهُ يَقُولُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِمْ لَوْ هُنَا سُرَّ النَّظِيرَيْنِ ۝ قَالُوا

اے کہنے والے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان فرما دے کہ اس تل کا رنگ کیا ہو موسیٰ نے کہا کہ چنگ دو فرماتا ہے کہ وہ تیر رنگ کا پیلا تل ہو جو ہر چہ دیکھنے والوں کو خوش مرزہ ہو گئے تھے

اِنَّا نَرٰ رَبَّكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا هِيَ ۚ اِنَّ الْبَقْرَتَشَبَهَ عَلَيْنَا ۚ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان فرما دے کہ اس تل کی پھٹی کیا حقیقت ہے؟ چنگ بیلوں کے بارے میں ہم کا شبہا ہر بابہ ہر مقد نے چاہا تو ہم ضرور ملے

لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ اِنَّهُ يَقُولُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي

پالیں گے موسیٰ نے کہا چنگ دو فرماتا ہے کہ وہ ایسا تل ہو جو صحیح سالم نکلا نہ ہو گیا ہو۔ وہ نہ زمین کو پھاڑتا ہو اور نہ کھیتی کو سیراب

الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْاِنَّ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا

کرتا ہو اس میں ذرا کوئی وجہ نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ اب تم نے ٹھیک طرح بیان کیا ہے۔ لہذا انہوں نے وہ تل ذبح کر دیا

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور حال یہ ہے کہ وہ ایسا کر نیوا لے نہ تھے۔

علماء مفسرین نے فرمایا۔ قصہ کا اول حصہ تلاوت میں مؤخر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ وَ اِذْ قُلْتُمْ نَفْسًا فَاِذَا دَرُءُتُمْ فِيْهَا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۷۲۔

حقیقت واقعہ:

واقعہ اس طرح تھا کہ ایک خوش حال آدمی جس کا نام عامیل تھا۔ اس کو اس کے چچا زاد بھائیوں نے جاندا کی خاطر قتل کر دیا تھا۔ اور شہر کے دروازے پر اس کی لاش پھینک دی۔ پھر اس کے خون کا مطالبہ لیکر آگئے اللہ تعالیٰ نے ان کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور میت کو گائے کے گوشت کا کوئی حصہ لگانے کا حکم دیا۔ اس سے وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دے گا۔ قَالُوا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا (انہوں نے کہا کیا تو ہم سے مذاق کر رہا ہے؟) یعنی کیا تو ہمیں مذاق کی جگہ سمجھتا ہے یا مذاق والے سمجھتا ہے۔ یا تو ہمیں زیادہ استہزاء کی وجہ سے مجسمہ مذاق سمجھتا ہے۔

قرآءت: ہُزُءٌ ہمزہ اور زاء کے سکون کے ساتھ۔ حمزہ کے ہاں اور دونوں ضمہ اور واؤ کے ساتھ حفص کے ہاں هُزُوءٌ الباقیہ قراء نے تنقیل اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ: (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں نادان بنوں) عیاذ اور لیاؤ کے لفظ ہم معنی ہیں۔ ان اکون من الجاہلین۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر مذاق یہ جہالت و حماقت ہے۔ اس میں ان پر تعریض کی کہ تم نے میری

طرف استہزاء کی نسبت کر کے جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔
قَالُوا اِذْ عُلِّمْنَا رَبُّكَ بَيْنِ لَنَا مَا هِيَ: (انہوں نے کہا تو پوچھ ہمارے لیے اپنے رب سے کہ وہ بیان فرمادے کہ وہ کیسی ہو) اس میں گائے کی حالت اور صفت کے متعلق سوال ہے۔

ایک سوال و جواب:

سوال: ما سے سوال تو جنس کے متعلق ہوتا ہے پھر اس سے وصف کے متعلق سوال کیونکر؟

جواب: کبھی کبھی ما کیف کی جگہ آتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انہوں نے مردہ گائے کے بارے میں تعجب کیا کہ جس کا بعض حصہ مردہ کو لگانے سے مردہ زندہ ہو جائے گا۔ پس انہوں نے اس عجیب حالت والی گائے کے متعلق سوال کیا۔ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ نام گائے کا ہوگا جنس کوئی اور ہوگی اس لیے ماہی سے سوال کیا۔
 ترکیب: بھی مبتداء ملاں کی خبر ہے۔

وجہ فارض:

قَالَ اِنَّهُ يَقُولُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا فَارِضٌ: (حضرت موسیٰ نے کہا وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی) فارض کا معنی بوڑھی۔ اس کو فارض کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے عمر کو کاٹا ہے۔ اور اس کی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔

خَفِو: فارض مرفوع ہے اس لیے کہ یہ بقرہ کی صفت ہے۔

وَلَا يَكُوْر: (نہ بن بیاہی) جوان۔ اس پر عطف ہے

عَوَانٌ: (درمیان کی)۔ نصف عمر والی۔

بَيْنَ ذَلِكَ: (ان کے درمیان) جوان اور بوڑھی کے درمیان۔

سوال: اِلا فارض ولا بکر فرمایا بین ذیک نہیں فرمایا اس کے باوجود کہ بین دو یا دو سے زیادہ کا تقاضا کرتا ہے۔

جواب: کیونکہ مراد بین هذا المذکور ہے۔ اور وہ اسی عنوان سے یعنی ذلک کا مشار الیہ فارض و بکر ہے عمرین متعدد کا تقاضا کرتا ہے۔

قاعدہ: کبھی ضمیر اس میں اسم اشارہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے رو بہ شاعر سے اس قول کے متعلق پوچھا۔

فِیْهَا خَطُوْطٌ مِنْ سَوَادٍ وَبَلَقَ ☆ کَانَ فِی الْجِلْدِ تَوْلِیْعُ الْبَهَقِ

اس میں سیاہ و سفید خطوط ہیں۔ گویا کہ چمڑے پر برص کے داغ ہیں۔

ضمیر سے مراد خطوط ہو تو کانہا اور اگر سواد بلیق ہو تو کانہما۔ تو اس نے کہا میں نے کان نہ سے کان ذاک مراد لیا۔

فَاَفْعَلُوْا مَا تَوْمَرُوْنَ: (پس تم کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا) یہ اصل میں تو مروں تھا۔ یا مرکب بمعنی مامور ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا۔ جیسے ضرب الامر۔ اے مضمربہ

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يَسِّرْ لَنَا مَا لَوْنُهَا: (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح سمجھا دے اس کا رنگ)

استفہام ونحو:

ما فروغ ہے کیونکہ اس کا معنی استفہام کا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ادع لنا ربك یسیر لنا ای شیء لونها تو ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح بتا دے کہ کیا حقیقت ہے اس کے رنگ کی۔

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءٌ فَاقِعٌ لَوْنُهَا: (حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ فرماتے ہیں بے شک وہ گہرے زرد رنگ کی ہو) الفقور۔ انتہائی زرد۔ فاقع کا لفظ صفراء کی تاکید ہے یہ لونہا کی خبر نہیں۔ مگر اس میں رنگ اتنا ہی بلند ہوا جتنا فاعل بلند ہوا۔ یعنی خوب زرد گئے۔ البتہ اس میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں۔ صفراء فاقعہ اور صفراء فاقع دونوں درست ہیں۔ لونہا کا لفظ لا کرتا کید کا فائدہ مقصود ہے کیونکہ لون ایک عارضی ہیئت کا نام ہے اور وہ زردی ہے گویا اس طرح فرمایا شدید الصفرة صفرتھا کہ بہت زیادہ زرد ہے اس کی زردی اور یہ اس قول کی طرح ہے۔ جد جذہ اس نے خوب درخوب کو شش کی۔

سرور کیا ہے؟

تَسْرُّ النَّظِيرِينَ: (دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہو) اپنے رنگ کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ السرور۔ نفع یا اس کی توقع کے موقعہ پر دل میں حاصل ہونے والی لذت کو کہتے ہیں۔

نکستہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ من لبس نعلاً صفراء قل همتك

جس نے زرد جوتا پہنا اس کا غم کم ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تسر الناظرین وہ دیکھنے والے کو خوش کر دے۔ گویا یہ سرور کی علامت ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يَسِّرْ لَنَا مَا هِيَ: (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے پوچھو کہ ہمیں اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ کس قسم میں ہے) یہ پہلے سوال کا تکرار ہے جو گائے کی حالت اور صفت کے متعلق مزید انکشاف کیلئے کیا گیا تاکہ اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر وہ کسی بھی گائے کو لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کے لیے کافی ہو جاتی۔ لیکن انہوں نے سختی کی پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی۔ (رواہ البراء، وابن ابی حاتم) اور کسی چیز کے پیچھے پڑ جانا غصہ ہے۔

إِنَّ الْبَقَرَةَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا: (بے شک گائے ہم پر مل جل گئی ہے) بلاشبہ درمیانی عمر اور زرد رنگ گائیں تو بہت ہیں پس ہمیں شبہ پڑ گیا ہے۔ (کہ کوئی گائے سے ہمارا مقصد پورا ہوگا)

وَأَنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ: (اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پانے والے ہو گئے) اللہ نے چاہا تو ہم گائے ذبح کرنے کی طرف راہ پانے والے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم قاتل کے سلسلہ میں راہنمائی پالیں گے

مخبر: ان شاء اللہ جملہ معترضہ ہے۔ جو ان کے اسم و خبر کے درمیان واقع ہے

ان شاء اللہ کی برکت:

حدیث میں ہے اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے ابدال آباد تک اس گائے کا پتہ نہ پاتے۔ (ابن جریر سند معطل)
 قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولَ تُطِيرُ الْأَرْضَ: (کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ایک گائے ہے نہ محنت والی نہ زمین) ذلول یہ
 بقرہ کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ بقرہ غیر ذلول یعنی محنت اور زمین میں جوتنے کا اسے عادی نہ بنایا ہو۔
 وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ: (اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو) اور نہ وہ ان پانی کھینچنے والیوں میں سے ہو۔ جن سے کھیتوں کو پانی پلانے کا
 کام لیا جاتا ہے۔

پہلا لانا فہ اور دوسرا پہلے کی تاکید کے لیے لایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہ اس سے زراعت کا کام لیا جاتا ہو اور نہ
 کھیتی کو پانی پلایا جاتا ہو۔ اس طرح دونوں فعل ذلول کی صفت ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا وہ ہل چلانے اور پانی پلانے کی عادی نہ ہو۔
 مُسَلَّمَةٌ: (بے عیب ہو) وہ عمل کے اثرات اور عیوب سے پاک ہو۔

شیتہ کا مفہوم:

لَا شِيَةَ فِيهَا: (نہ ہوداغ اس میں) دوسرے رنگ کا۔ یعنی اس کے رنگ میں زردی کے سواء دوسرے رنگ کا ایک دھبہ بھی نہ ہو
 وہ مکمل زرد ہو یہاں تک کہ اس کے سینک اور کھر بھی۔

یہ اصل میں وشاہ و شیتا و وشیتہ کہتے ہیں۔ جب اس کے رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ ملا ہو۔
 قَالُوا النَّنْ جَنَّتْ بِالْحَقِّ: (وہ بولے ہاں اب تو لایا ٹھیک بات) وہ کہنے لگے اب نم نے گائے کی پوری تعریف بیان کر دی۔ اور
 اس کے سلسلہ میں کوئی اشکال نہیں رہا۔

قرأت: ابو عمرو کہتے ہیں۔ جنت اور اس کا باب بلا ہمزہ ہے۔
 فَذَبَحُوهَا: (پس انہوں نے اس کو ذبح کیا) پھر انہوں نے ایسی گائے حاصل کر لی جو ان تمام اوصاف کی جامع تھی۔ پھر اس کو
 ذبح کیا۔

تفسیر وما کا دوا:

وَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ: (اور وہ ایسا کرنے والے نہ تھے) نہ لگتے تھے کہ ایسا کریں گے۔ اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے یا
 قاتل کے ظاہر ہونے پر رسوائی کے خوف سے۔ روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک نیک آدمی کے ہاں ایک بچھڑی تھی۔ وہ
 اس کو درختوں کے جھنڈ میں لایا۔ اور چھوڑ کر کہنے لگا۔ اے اللہ اس کو میں تیری امان میں دیتا ہوں۔ اپنے بیٹے کے بڑا ہونے تک وہ
 اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے والا تھا۔ پس گائے سلامت رہی۔ وہ سب سے بہترین موٹی گائے تھی۔ پس انہوں نے اس
 یتیم اور بیوہ کے ساتھ سودا کیا۔ یہاں تک کہ اس کی کھال میں سونا بھر کر دینے کے بدلے میں خریدا۔ حالانکہ اس وقت گائے کی
 قیمت تین دینار ہوتی تھی۔ انہوں نے ان صفات والی گائے کو چالیس سال ڈھونڈا۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٧﴾

اور جب تم نے ایک جان کو قتل کر دیا پھر اس کے بارے میں ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کو ظاہر فرمائے جس کو تم چھپا رہے ہو،

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بَعْضُهَا ۖ كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۚ وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ

ہیں ہم نے حکم دیا کہ اس کا ایک حصہ اس میں مارو، ایسا ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے مردوں کو، اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ﴿٧٨﴾

عقل سے کام لو۔

وجود فعل سے پہلے نسخ:

اصل یہ وضاحت مطلق کو مقید کرنے کی قسم سے ہے۔ پس نسخ ہوا اور فعل کے وجود سے قبل نسخ جائز ہے بلکہ اس پر اختیار سے قبل بھی ہمارے ہاں جائز ہے البتہ معتزل کا اس میں اختلاف ہے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا : (جب تم نے ایک نفس کو قتل کیا) یہاں بھی اذکروا مقتدر ہے۔ جماعت کو مخاطب کیا۔ کیونکہ واقعہ قتل ان میں پیش آیا تھا۔

نالنا کیا ہے؟

فَادَّارَءْتُمْ فِيهَا : (پھر ایک دوسرے پر ڈالنے لگے) پس تم نے اختلاف کیا۔ اور اس کے معاملے میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ اس لیے کہ دونوں جھگڑنے والے اپنے سے بات کو ہٹا کر دوسرے پر دھرتے ہیں۔ یا تم نے اس کا قتل ایک دوسرے پر ڈالا پس جس پر ڈالا جاتا وہ ڈالنے والے پر ڈالتا یا پھینکتا بذات خود دھکیلتا ہے۔

صرف:

اور اس کا اصل تدارا تم ہے پھر تخفیف کے لیے تاء کو دال سے بدل کر اس کی جنس سے کر دیا۔ جو کہ فاعل کلمہ ہے تاکہ ادغام ہو سکے۔ دال کو ساکن کیا۔ اس لیے کہ شرط ادغام پہلے کا ساکن ہونا ہے۔ پھر ہمزہ وصل بڑھایا۔ اس لیے کہ ساکن سے ابتداء ممکن نہیں۔

قراءت: ابو عمرو نے فَاذَّارَءْتُمْ بغیر ہمزہ پڑھا ہے

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ : (اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والے تھے جو تم چھپاتے تھے)

یعنی ہر صورت ظاہر کرنے والے تھے۔ جو تم قتل کے معاملے میں چھپاتے تھے۔ کہ وہ اس کو چھپانہ رہنے دیں گے۔

مُخْرِجٌ : صیغہ اسم فاعل مخرج بمعنی مستقبل ہے۔ کیونکہ کلام کے وقت زمانہ مستقبل کی حکایت کر رہا ہے۔ اس لیے اسے عمل دیا

گیا۔ یہ جملہ مقترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور وہ فلا دار اثم اور فقلنا ہے۔

اضر بوہ کی ضمیر:

فَقُلْنَا اَضْرَبُوهُ: (ہم نے کہا تم مارو اس کو) اضر بوہ میں ضمیر نفس کی طرف لوثی ہے اور مذکر لائی گئی ہے بتاویل شخص و انسان یا مقتول کی طرف لوثی ہے اس لیے کہ آیت ما کنتم نکتمون اسی پر دلالت کرتی ہے۔

بِبَعْضِهَا: (اس کے کسی حصے کے ساتھ) گائے کے ایک ٹکڑے سے اور وہ اس کی زبان تھی یا دائیں ران یا دم کی ہڈی اور مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے لیکر لگایا تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰی: (اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے)

تفسیر آیت ۷۳:

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰی کی اس پر دلالت ہونے کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا۔ روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اس کا ٹکڑا مردہ کو لگایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ مجھے میرے فلاں فلاں چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مردہ ہو کر گر پڑا۔ پس اس کے قاتل کو پکڑ لیا گیا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔ (اور اس کا قاتل میراث سے محروم رہا) اور اس کے بعد کوئی قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوا (كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰی۔ نمبر ۱۔ خواہ یہ ان لوگوں کو خطاب ہو جو منکرین زمانہ نبوت محمد ﷺ میں تھے۔

نمبر ۲: یا ان لوگوں کو خطاب ہو جو اس مقتول کے زندہ ہونے کے وقت موجود تھے۔

اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے قیامت کے دن۔

وَيُؤَيِّدُكُمْ بِالْیَمِّ: (اور تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے) آیات سے مراد قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ہیں۔

اندازِ دلیل:

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: (شاید کہ تم سمجھ جاؤ) پھر اپنی عقلوں کے مطابق عمل کرو۔ اور وہ یہ ہے جو ایک نفس کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اسی طرح تمام مردوں کو بھی زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

خصوصی نکات:

گائے کو ذبح کر کے مقتول کے جسم سے لگانے میں حکمت۔ نمبر ۱: یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اس سبب کے بھی زندہ کر سکتے ہیں۔ مگر بتلایا کہ طلب کرنے پر عبادت کو عمدہ طریق سے پیش کرنا چاہیے۔

نمبر ۲: اور بندوں کو تعلیم دی کہ معاملات میں شدت نہ اختیار کریں۔ اور

نمبر ۳: جلدی سے بلا تفتیش اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کریں۔

نمبر ۴: کثرت سوال سے گریز کریں وغیرہ۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دوسرے جانوروں کی بجائے خصوصیت سے گائے کے ذبح کرنے

کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔

نمبر ۱: اس لیے کہ وہ ان کے ہاں اونچی قسم کی قربانی شمار ہوتی ہے۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ انہوں نے چمڑے کی پوجا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان کے معبود کی ان کے ہاتھوں ہی تزیل ہو جائے

تنبیہ عجیب:

اسرائیل: مناسب یہ تھا کہ مقتول کا تذکرہ اور اس کو گائے کا ٹکڑا لگانے کا حکم ذبح کے حکم سے مقدم ہوتا اور اس طرح کہا گیا (وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَآذَرْتُمْ فِيهَا) فَقُلْنَا اذْبَحُوا بِقَرَّةٍ وَاصْرِبْهُ بِبَعْضِهَا۔ کہ جب تم نے ایک نفس کو قتل کر کے اس کے معاملے کو ایک دوسرے پر ٹالا ہے۔ تو ہم نے کہا تم ایک گائے ذبح کرو۔ اور اس مقتول کو گائے کا کوئی ٹکڑا لگاؤ۔

جواب: لیکن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے واقعات کو بیان کیا۔ اور ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کو شمار کر کر موجودہ لوگوں کو ان پر خبردار کیا۔ یہ دونوں واقعات اگرچہ مستقل ہیں مگر ان میں سے ہر ایک ایک قسم کی تنبیہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس پہلا واقعہ استہزاء پر تنبیہ کے لیے ہے اور اطاعت حکم میں فوری اطاعت نہ کرنے اور اس کے متعلقات پر تنبیہ ہے جبکہ دوسرا واقعہ حرمت والے نفس کو قتل کرنے اور اس کے پیچھے جو بڑی نشانی ظاہر ہوئی اس پر خبردار کرنے کے لیے ہے گائے کو ذبح کرنے والے واقعہ کو مقتول کے تذکرہ سے مقدم کیا کیونکہ اگر اس کا الٹ ہوتا۔ تو پھر یہ ایک ہی واقعہ بن جاتا۔ اور بار بار تنبیہ والا مقصد فوت ہو جاتا۔

عجیب نکتہ:

میرے دل میں دوسرے پورے واقعہ کو دیکھنے اور شروع سے قصہ دہرانے کے بعد ایک عجیب نکتہ پیدا ہوا کہ پہلے واقعہ کے ساتھ دوسرے واقعہ کو ضمیر سے ملایا۔ جو گائے کی طرف لوٹ رہی ہے گائے کا نام نہیں لیا۔ اس آیت میں فرمایا: اصْرِبْهُ بِبَعْضِهَا تا کہ دونوں کا الگ واقعہ ہونا معلوم ہو کر تنبیہ کا مقصد حاصل ہو۔ اور ادھر ضمیر گائے کی طرف لوٹتی ہے۔ اس لیے ایک ہی واقعہ ہونا معلوم ہوا۔

نکتہ: اس واقعہ سے اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہو۔ کہ وہ اپنے دل کو مشاہدات الہیہ سے زندہ کرے وہ اپنے نفس کو مختلف قسم کے مجاہدات سے مارے۔ پھر یہ مقصد حاصل ہوگا۔

تَمَرَقَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فِیْهِ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسُوَةً وَاِنَّ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوئے ، وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر ہوں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بلاشبہ

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَّا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَشَقُّ فَيَخْرُجُ

بعض پتھر ایسے ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر

مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہیں جن کو

تَعْمَلُوْنَ ۝۶

تم کرتے ہو۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۷۴:

تَمَرَقَسَتْ قُلُوْبُكُمْ: (پھر سخت ہو گئے تمہارے دل) اُنْمَ یہاں استبعاد قسوت کیلئے ہے یعنی نرمی کے اتنے اسباب دیکھنے پر تمہاری قساوت بڑی بعید ہے۔

مِنْ بَعْدِ: (اس کے بعد) ان مذکورہ اسباب کے بعد جو دلوں میں نرمی و رقت پیدا کرنے والے ہیں اور دلوں کی صفت قسوت سے کرنا درحقیقت وعظ و عبرت سے ان کے انکار کی تمثیل ہے

ذٰلِكَ: (اس) اس احیاء مقتول کے بعد ذٰلِكَ کا مشار الیہ احیاء مقتول ہے۔ یا وہ تمام مقررہ نشانیاں جو پہلے گزریں۔

نَحْوِ لَطَافِ:

فِیْهِ كَالْحِجَارَةِ: (پس وہ پتھر کی طرح) وہ اپنی سختی میں پتھر کی طرح ہیں۔

اَوْ اَشَدُّ قَسُوَةً: (یا اس سے زیادہ سخت) یا اس سے سختی میں زیادہ بڑھ کر ہیں۔ اشد کا عطف کاف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

او مثلاً اشد قسوة۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ یا وہ بذات خود اس سے زیادہ سخت ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ جو ان دلوں کا حال پہچانے تو وہ ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا کسی اور جوہر سے جو پتھر سے زیادہ سخت ہو اور وہ ہوا ہے۔

یا پہچاننے والا ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا وہ کہے کہ یہ پتھروں سے زیادہ سخت ہیں۔ اشد کے لفظ میں جو مبالغہ ہے وہ اُنسی کے لفظ میں

نہیں اور مفضل علیہ یعنی حجارہ کے لیے ضمیر نہیں لائی گئی کیونکہ وہ ظاہر تھا۔ اور اس میں کوئی التباس نہیں مثلاً کہتے ہیں زید کریم

و عمرو اکرم۔

خُتّی کا بیان:

وَرَأَى مِنَ الْجَارَةِ لِمَا يَنْفَعُ رُءُوسَهُ مِنَ الْاَنْهَارِ: (اور بے شک بعض پتھروں سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں) یہ پتھروں سے ان کے دلوں کی خُتّی کے زیادہ ہونے کا بیان ہے۔

صرف: مآیہ الذی کے معنی میں ہے۔ موضع نصب میں اِنَّ کا اسم ہے اور لام تاکید کا ہے۔
التفجّر: کسی چیز کا زیادہ اور کثرت سے کھلنا۔

وَرَأَى مِنْهَا لِمَا يَشْقَى: (اور بعض ان میں پھٹ جاتے ہیں) اس کا اصل یشقق ہے غمش نے اس طرح پڑھا ہے تاء کو شین سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ: (پس ان سے پانی نکلتا ہے) یعنی پتھروں میں ایسے پتھر بھی ہیں۔ جن میں بڑے بڑے سوراخ ہوتے ہیں۔ جن سے کثیر پانی ٹھاٹھیں مار کر ابلتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں جو لہبائی یا چوڑائی میں پھٹ جاتے ہیں۔ پھر ان سے بھی پانی اُگلنے لگتا ہے۔ مگر ان کے دلوں میں تری بھی نہیں۔ (یعنی منفعت کا نام بھی نہیں)

وَرَأَى مِنْهَا لِمَا يَهْبِطُ: (اور بعض ان میں سے گر پڑتے ہیں) پہاڑ کی بلندی سے گر پڑتے ہیں۔

خشیت کی حقیقت:

مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ: (اللہ کے خوف سے) نمبر ۱: بعض نے کہا کہ یہ مجاز ہے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کا مطیع ہونا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ان میں ارادہ کرتے ہیں۔ اس سے باز نہیں رہتے مگر ان کفار کے دل نہ اطاعت اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ خشیت کا حقیقی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان میں زندگی و تمیز پیدا کر دیتے ہیں۔ اور کسی جسم میں زندگی اور تمیز کے لیے کسی خاص معصیت کا ہونا ضروری نہیں۔ عند اهل السنة۔ اور قرآن مجید میں سورۃ شریٰ آیت نمبر ۲۱۔
لَوْ اَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ کی تفسیر بھی اسی طرح ہے۔ یعنی ان کے دل نہیں ڈرتے۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ: (اور اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو) یہ کفار کو دھمکی ہے ابن کثیر مکی نے تعملون کو بے عملوں سے تعبیر کیا ہے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلِمَ اللّٰهِ ثُمَّ

کیا تم لوگ یہ امید رکھتے ہو کہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور حال یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو اللہ کا کلام سنتے رہے ہیں۔ پھر

يُحَرِّفُوْنَهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اس میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد کہ وہ اس کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۷۵:

اَفَتَطْمَعُوْنَ: (کیا تم توقع رکھتے ہو) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو فرمایا۔

اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ: (کہ وہ تم پر اعتماد کریں) کہ تمہاری دعوت کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے۔ اور تمہاری بات قبول کر لیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا فَاَمِنْ لَّهٗ لَوْط (ان کی دعوت پر لوط ایمان لائے)۔ یعنی یہ یہود۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ: (حالانکہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے) یعنی ان میں سے جو گزرے ایک گروہ ہے یَسْمَعُوْنَ كَلِمَ اللّٰهِ: (جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں) یعنی تورات

ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهُ: (پھر اس کو بدل دیتے ہیں) جس طرح انہوں نے صفات رسول اللہ ﷺ اور آیت رجم کو بدل ڈالا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ: (اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو سمجھا) اور عقول میں منضبط کر لیا۔ بٹھالیا

تحریف ان کی عادت:

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ: (اور وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے مفتری ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفر اور تحریف ان کی پرانی عادت ہے۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بِعَضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوا

اور جب ملاقات کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس تہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں

أَتَّخَذَ تَوْنُهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاوُواكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۷﴾

کیا تم ان کو وہ چیزیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ یہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے پاس حجت میں تم کو مغلوب کر دیں۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۸﴾

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

وَإِذَا لَقُوا: (جب وہ ملتے ہیں) یعنی منافقین یا یہود

الَّذِينَ آمَنُوا: (ایمان والوں سے) یعنی اصحاب محمد ﷺ میں سے مخلص لوگوں سے۔

قَالُوا: (کہتے ہیں) منافقین۔

آمَنَّا: (ہم ایمان لائے) کہ تم حق پر ہو اور محمد ﷺ کو ہی رسول ہیں جن کے متعلق بشارت دی گئی ہے۔

وَإِذَا خَلَا بِعَضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ: (جب وہ ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہیں) وہ لوگ جو منافق نہیں ان لوگوں کے پاس جو منافق ہیں۔

قَالُوا: (وہ کہتے ہیں) ان کو عتاب کرتے ہوئے۔

أَتَّخَذَ تَوْنُهُمْ: (کیا تم کہتے ہو ان کو) یعنی کیا تم اصحاب محمد ﷺ کو اطلاع دیتے ہو۔

بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ: (جو اللہ تعالیٰ نے تم پر ظاہر کیا) جو اللہ تعالیٰ نے تم پر تورات میں محمد ﷺ کی حالت بیان کی ہے۔

لِيُحَاوُواكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ: (تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اس کے ذریعے تمہارے رب کے پاس)۔ تاکہ وہ تمہارے خلاف دلیل بنائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے اوپر اتاری ہے۔ انہوں نے اپنے خلاف تورات سے حجت کو اور ان کی اس بات کو کہ یہ تمہاری کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حجت قرار دیا۔ جیسے کہتے ہیں (ہو فی کتاب اللہ تعالیٰ ہا کذا) وہ مضمون اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس طرح ہے وہم عند اللہ ہکذا، اور وہ اللہ کے ہاں بھی اس طرح ہے۔ ان دونوں باتوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف مضمّر ہے یعنی عند کتاب ربکم۔ تاکہ تمہارے رب کی کتاب میں جھگڑا کریں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تاکہ وہ تم سے مجادلہ اور اس کے ذریعہ مخاصمہ کریں۔ تمہارے رب کے ہاں جو تم نے ان کو کہا۔ وہ مسلمان کہیں گے کہ تم نے نفرت کیا اس کی سچائی کی اطلاع پانے کے باوجود۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِي وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝۷۸

اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو ان پڑھ ہیں کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ سوائے آرزوؤں کے اور وہ لوگ صرف گمانوں میں پڑے ہوئے ہیں

قَوْلٍ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو کتاب کو لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا قَوْلٍ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ

تاکہ اس کے ذریعہ خرید لیں تھوڑی سی قیمت، سو بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے جو اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے۔ اور بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے

مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝۷۹

اس کی وجہ سے جسے وہ کسب کرتے ہیں۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ: (کیا تم سمجھتے نہیں) کہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہے۔ اس طرح کہ تم اس کا اعتراف کرتے ہو پھر اس کی پیروی نہیں کرتے ہو۔

أَوْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ: (کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) تمام باتیں۔

مَا يُسْرُونَ وَمَا يَعْلَمُونَ: (جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں) ایک ان میں سے ان کا کفر چھپانا اور ایمان ظاہر کرنا بھی تھا۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُونَ: (اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں) یعنی یہود میں سے وہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے کہ تورات کا مطالعہ کر لیتے اور ان کو یقین سے اس کے مضامین معلوم ہو جاتے۔

لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ: (وہ کتاب کو نہیں جانتے) کتاب سے مراد تورات ہے۔

امانی کی تفسیر:

إِلَّا أَمَانِي: (مگر تمنا نہیں) نمبر ۱: مگر وہ تمنا نہیں جن میں وہ مبتلا تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور ان کو چند دنوں آگ میں جانا پڑے گا۔

نمبر ۲: دوسرا قول یہ ہے مگر وہ من گھڑت جھوٹی باتیں جو انہوں نے اپنے علماء سے سن کر ان کو تقلیدی طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس قول میں تحشی کا یہی معنی ہے۔ ما تمنیت مند اسلمت۔ کہ میں نے اسلام لانے کے بعد آج تک جھوٹ نہیں بولا۔

تیسرا قول یہ ہے مگر وہ جو پڑھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں معنی کا یہی معنی ہے۔

تمنی کتاب اللہ اول لیلیٰ و آخر ہا لاقی حمام المقادر

رات کے پہلے حصہ اور پچھلے میں وہ اللہ کی کتاب پڑھتا۔ اور اس کی مقدر موت اسی حالت میں آئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ یہود کتاب منزل کی حقیقت کو نہیں پہچانتے البتہ یہ ایسی چیزیں پڑھتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے احبار سے حاصل کی ہیں۔ اس صورت میں استثناء منقطع ہے۔

وَأَنَّ هُمْ : (نہیں ہیں وہ)

إِلَّا يَظُنُّونَ : (یہ ان کا خیال ہی خیال ہے) یعنی وہ نہیں جانتے اس میں کیا ہے؟ پس آپ کی نبوت کا انکار محض گمان سے کرتے ہیں۔

سابقہ آیات سے ربط :

لَمُحْضٍ : ان آیات میں ان علماء کا ذکر کیا۔ جنہوں نے علم کے باوجود محض عناد سے تحریف کی۔ پھر ان کے عوام کا ذکر کیا۔ جنہوں نے ان کی اندھا دھند تقلید کی۔

قَوْلٌ : (ہلاکت ہے) حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (رواہ ابن المبارک فی الزوائد عن ابی سعید الخدری)

لَلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ : (ان پر جو لکھتے ہیں کتاب) تحریف شدہ

بِأَيْدِيهِمْ : (اپنے ہاتھوں سے) اپنی طرف سے بغیر اس کے کہ ان پر اتاری گئی۔ یہاں ہاتھوں کا تذکرہ تاکید کے لیے ہے۔ اور یہ مجازی تاکید ہے۔

ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَيْسَ شَرُّوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا : (پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اس کے ذریعے سے تھوڑا سا مال لیں) ثمنًا قلیلاً کا معنی معمولی عوض

قَوْلٌ لَهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَبَّلْ لَهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ : (پس ان پر ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ہلاکت ہے ان کی کمائی سے)۔ یعنی رشوت

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۖ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ

اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر چند دن گنتی کے، آپ فرمائیے کیا تم نے

عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا

اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے، سو اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا یا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں

تَعْلَمُونَ ﴿۸۰﴾

علم نہیں ہے۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً: (وہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں چھوئے گی آگ مگر گنتی کے دن) چالیس دن جتنے دنوں پچھڑے کی عبادت کی تھی۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ دنیا کی عمر کل چھ ہزار سال ہے اور ہمیں ایک ہزار سال کے بدلے ایک دن عذاب دیا جائے گا۔ (اس طرح گویا چھ دن عذاب ہو کر ساتویں دن چھٹی)

قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا: (کہہ دیں کیا تم نے کوئی وعدہ) یعنی اس نے تم سے عہد کیا کہ وہ تمہیں اتنی ہی مقدار میں عذاب دے گا۔

فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ: (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ خلاف نہ کرے گا اپنے عہد کے) یہ محذوف سے تعلق رکھتا ہے اصل کلام اس طرح ہوا۔ ان اتخذتم عند اللہ عہدا فلن یخلف اللہ عہدہ۔ اگر تم نے اللہ سے عہد لیا ہے پھر تو ہرگز اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ: (یا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر جو نہیں جانتے)

ام کی اقسام:

تفسیر اول: اَمّ معادلہ کے لیے ہے۔ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہو یا تم اس کے بارے میں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے۔

دوسری تفسیر: اَمّ منقطع۔ ہل کے معنی میں ہے بلکہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَاطِبَةُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨١﴾

ہاں جس نے گناہ کیا اور اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا تو ایسے لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨٢﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَبِمَا لَوْلَا الَّذِينَ إِيحْسَانًا

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو گے اور والدین کے ساتھ اور

وَزِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ

قربات واروں اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے اور عام لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم کرنا

وَأَتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٨٣﴾

اور زکوٰۃ دینا، پھر تم نے روگردانی کی مگر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں نے، اور تم اعراض کرنے والے ہو

بلی: (کیوں نہیں) نفی کے بعد اثبات کے لیے ہے وہ نفی یہ ہے کہ تَمَسَّنَا النَّارُ یعنی کیوں نہیں تمہیں آگ ہمیشہ کے لیے چھوئے گی۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً: (جس نے برائی کی) سیئۃ سے مراد شرک ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کی یہی تفسیر ہے۔

وَأَحَاطَتْ بِهِ خَاطِبَةُ: (اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہوں نے) یعنی اس پر نجات کے راستے بند ہو گئے اس طرح کہ اس کی موت اس پر واقع ہوئی۔ پھر اگر ایمان کی حالت میں موت آئی تو سب سے بڑی طاعت یعنی ایمان اس کے پاس ہے اس لیے گناہ اس کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔

ردِ خوارج:

گویا یہ نص اس کو شامل ہی نہیں۔ اس تعبیر سے معتزلہ اور خوارج کا اعتراف باطل ہو جاتا ہے احاطہ کی تفسیر ایک یہ بھی ہے کہ گناہ اس پر حاوی ہو گئے اور مسلط ہو گئے جیسا کہ دشمن حاوی ہو جاتا ہے اور اس نے توبہ کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل نہیں کیا۔

قرأت: مدنی رحمہ اللہ نے خطباتہ، یا سے پڑھا ہے۔

قَالُوا لَيْكَ أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (وہ آگ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تَفْسِيرُ آیت ۸۲:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تَفْسِيرُ آیت ۸۳:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ قُلْ: (اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا)
مِيثَاقَ: انتہائی پختہ و مؤکد عہد کو کہتے ہیں۔

خبر بصورتِ نبی:

لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ: (تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا) یہ نبی کے انداز میں خبر ہے جیسا تم کہو۔ تذهب الی فلان تقول لہ کذا سے مقصود حکم دینا ہے کہ فلاں کے پاس جا اور اس کو اس طرح کہہ۔ یہ صراحتہ امر و نبی سے زیادہ مبلغ ہے کیونکہ یہ اسی طرح ہے گویا کہ بات ماننے اور انتہاء تک پہنچنے میں جلدی کی گئی اور وہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ اور اس معنی کی معاونت حضرت ابی بن کثیرؓ کی قراءت لا تعبدوا اور ان کا قول و قولوا کر رہا ہے یہاں قول مضمر ہے۔

قراءت: مکی و حمزہ علی نے لا یعبدون پڑھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اسم ظاہر ہے۔ اور تمام اسماء ظاہرہ غیب ہیں۔ اب معنی یہ ہے کہ وہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی جب اُن حذف ہوا تو آخر میں رفع آگیا۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا: (اور والدین کے ساتھ احسان کرنا) یعنی تم احسان کرو۔ یہ امر مقدر مانا تا کہ امر پر عطف صحیح ہو جائے۔ اور وہ قولوا ہے۔

وَذِي الْقُرْبَى: (اور رشتہ داروں کے) رشتہ داری۔

یتیم کا معنی:

وَالْيَتَامَى: (اور یتیموں) جمع یتیم جس کا باپ بلوغت سے قبل یا بلوغت تک فوت ہو جائے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لا یتم بعد البلوغ۔ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں (ابوداؤد)

وَالْمَسَاكِينِ: (اور مساکین کے ساتھ) جمع مسکین۔ وہ جس کو حاجت نے ٹھہرا دیا ہو۔

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا: (اور تم کہو لوگوں کو اچھی بات) قول حسن اچھی بات جو فی نفسہ خوبی والی ہو۔

قراءت: حمزہ علی نے حَسَنًا پڑھا ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ: (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم نے منہ موڑا) ميثاق سے پھر گئے اور اس کا انکار کر دیا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٥﴾

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے

نہ نکالو گے پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو، پھر تم دو لوگ ہو جو قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو

وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظْهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ

اور نکالتے ہو انہوں میں سے ایک جماعت کو ان کے گھروں سے، ان کے مقابلہ میں مدد کرتے ہو گناہ اور زیادتی کے ساتھ،

وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسْرَىٰ تُوَفُّوهُمْ وَهُمْ مُوَحَّرَمٌ عَلَيْكُمْ ۚ إِخْرَاجُهُمْ أَفْئُومُونَ

اور اگر وہ آ جائیں تمہارے پاس قیدی ہونے کی حالت میں تو تم ان کی جان کا بدلہ نہ کر پھر ایسے ہو مالا لکان کا نکالنا تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان

بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ

لائے ہو اور بعض کے منکر ہوتے ہو۔ سو کیا جزا ہے اس کی جو تم میں سے ایسا کام کرے سوائے اس کے کہ دنیاوی زندگی میں

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يُرْذَلُونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۖ وَمَا اللَّهُ

رسوا ہو، اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾

غافل نہیں ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ: (مگر تھوڑے تم میں سے) یہ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے

وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ: (اور تم اعراض کرنے والے تھے) تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت اعراض کرنا اور وعدوں سے پھرتا ہے۔

قتل و اخراج نفس کی تفسیر:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ: (جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا

کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ نکالنا ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے)

تفسیر نمبر ۱: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ ایسا نہ کرو۔ دوسرے آدمی کو خود اس کا نفس قرار دیا۔ کیونکہ تمام اصل کے ایک ہونے کی

وجہ سے یا دین کے ایک ہونے کی وجہ سے متصل ہیں۔

تفسیر نمبر ۲: جب اس نے دوسرے کو قتل کر دیا تو گویا اس نے اپنے آپ کو قتل کیا اس لیے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

ثُمَّ أَقْرَدْتُمْ: (پھر تم نے اقرار کیا) یعنی میثاق کے ذریعہ اقرار کیا اور اس کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اعتراف کیا

تفسیر شہادۃ:

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ: (اور تم گواہ ہو) نمبر ۱۔ گواہ ہو تم اس پر۔ جیسا کہ تم ہیں فُلَانٌ مُّقْرِئٌ عَلَى نَفْسِهِ بِكَذِّا، شاہد علیہا۔ جبکہ وہ اس کا پختہ وعدہ کرنے والا ہو۔

تفسیر نمبر ۲: اور تم آج بھی گواہی دیتے ہو کہ تمہارے اسلاف نے اس میثاق کا اقرار کیا تھا۔

ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ: (پھر تم وہی ہو) یہ ان کی طرف قتل و جلا وطنی دشمنی میں حد سے نکلنے کی نسبت سے کہا گیا۔ کہ میثاق لیے جانے اور اقرار و شہادت کے بعد یہ بات تم سے بہت ہی بعید ہے۔

حُكْمٌ: انتم، مبتداء اور هَؤُلَاءِ بمعنی الذین ہے۔

تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ: (قتل کرتے ہو ایک دوسرے کو) یہ هَؤُلَاءِ کا صلہ ہے۔ اور یہ صلہ موصول مل کر خبر ہے

وَتُخْرِجُونَ فِرْيَقًا مِنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ: (اور نکالتے ہو ایک جماعت کو ان کے گھروں سے) اللہ تعالیٰ کے میثاق کا لحاظ و پاس کیے بغیر۔

تَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ: (ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو ان کے مقابلے میں)

قراءت: کوئی کے ہاں تخفیف کے ساتھ ہے دیگر قراءت شدید سے پڑھتے ہیں۔ جنہوں نے تخفیف کی تو انہوں نے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ پھر ایک قول میں وہ دوسری تاء ہے اس لیے کہ قتل کا باعث وہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی تاء ہے جن قراء نے تشدید پڑھی۔ انہوں نے تائے دوم کو طاء سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

تَفْسِيْرٌ: تم تعاون کرتے ہو۔

بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ: (گناہ اور دشمنی کے ساتھ) معصیت اور ظلم کے ساتھ۔

وَأَنْ تَأْتَوْكُمْ أُسْرَىٰ تَفْدُوهُمْ: (اگر وہی لوگ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو)

قراءت: نمبر ۱: ابو عمرو نے اساری تَفْدُوْهُمْ

نمبر ۲: سبکی و شامی قراء تَفْدُوْهُمْ

نمبر ۳: حمزہ اساری تَفْدُوْهُمْ

نمبر ۴: علی اساری تَفْدُوْهُمْ

لغت میں فدی فداوی کا ایک ہی معنی ہے۔

تَحْکُومٌ: اسلاری جمع اسیر ہے اسی طرح اُسری بھی جمع اسیر ہے یہ حال ہے۔

ہو ضمیر کی وضاحت:

وَهُوَ مُحْرَمٌ عَلَيْكُمْ: (حالانکہ وہ حرام ہے تم پر)

نمبر ۱: یہ ضمیر شان ہے۔

نمبر ۲: یہ ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر اخراجہم ہے۔

اِخْرَاجُهُمْ: (ان کا نکالنا)

اَفْتَوْا مَنْ يَبْغِضُ الْكِتَابَ: (کیا ماننے ہو کتاب کی بعض باتیں) بعض کتاب سے مراد قیدیوں کا فدیہ ادا کرنا۔

وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ: (اور نہیں ماننے بعض باتیں) قتال اور جلاوطن کر کے۔

چار قول:

سدی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے چار عہد لیے۔

نمبر ۱: قتل نہ کرو۔ نمبر ۲: جلاوطن نہ کرو۔ نمبر ۳: برائی میں معاونت نہ کرو۔ نمبر ۴: قیدیوں کا فدیہ دو۔

انہوں نے قیدیوں کے فدیہ والے حکم کے علاوہ باقی تمام حکم چھوڑ دیئے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۸۵:

فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ: (پس کچھ سزا نہیں اس کی جو تم میں سے ایسا کرے مگر رسوائی) خزی کا معنی رسوائی و ذلت ہے۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْذَلُوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ: (دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) نمبر ۱: عذاب وہ جس میں نہ آرام ہو اور نہ خوشی۔

نمبر ۲: دنیا کے عذاب سے سخت تر عذاب کی طرف ان کو لوٹایا جائے گا)

وَمَا لِلّٰهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں اس سے جو تم کر رہے ہو)

قرأت: نافع، ابو بکر، یحییٰ نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے مول لے لیا ، سو نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٨٩﴾

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ٨٩:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ :

(یہی لوگ ہیں جنہوں نے مول لے لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے) یعنی انہوں نے اس کو آخرت پر ترجیح دی۔

جیسا کہ خریدار بعض اشیاء کو چنتا ہے۔

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ :

(پس ان سے کم نہ کیا جائے گا عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) عذاب دور کرنے میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ز وَآتَيْنَا عِيسَى

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ط أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ

کو واضح دلائل، اور ان کی تائید کی ہم نے روح القدس کے ذریعہ، کیا جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لایا جو

بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾

تمہارے نفسوں کو گوارا نہ تھے تو تم نے تکبر کیا، سو ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کرتے رہے ہو۔

تفسیر آیت ۸۷:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ: (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) الکتاب سے مراد تورات ہے جو انھیں اتاری گئی
وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ: (اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے) عرب کہتے ہیں قفاه جب کوئی گردن کے پیچھے سے
آئے۔ جیسے ذنب یہ ذنب سے ہے۔ اور قفاه یہ پیچھے چلنا چلنا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے پیچھے بہت سے رسول بھیجے۔ اور وہ
یوشع، اشمویل، شمعون، داؤد، سلیمان، شعیا، واریاء، عزیز، حزقیل، الیاس، الیسع، یونس، زکریا،
یحییٰ وغیرہم۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ: (اور عیسیٰ بن مریم کو کھلے معجزات دیئے) مریم کا معنی خادم ہے اس کا وزن علماء نحو کے ہاں
مفعول ہے کیونکہ فعلیلاً کا وزن ثابت نہیں۔

مراد بینات:

الْبَيِّنَاتِ: واضح معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو درست کرنا مغیبات کی خبریں دینا۔
وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ: (اور قوت دی جبرائیل امین سے) القدس کا معنی طہارت ہے

القدس کا معنی:

قراءت: الْقُدُس ابن کثیر معنی کے نزدیک جہاں بھی آئے گا دال کے سکون سے پڑھا جائے گا۔ روح القدس کا معنی پاکیزہ
روح۔ جیسا کہتے ہیں حاتم الجود۔ مخی حاتم۔ عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے تعریف بیان کی جاتی ہے۔

نمبر ۱: ان کے ساتھ خصوصیت و قرب کی وجہ سے۔

نمبر ۲: جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی چیز آسمانوں سے لاتے ہیں جس میں دلوں کی زندگی ہے اور خصوصاً تائید اس وقت
فرمائی جب یہود نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۸﴾

اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کو اللہ نے ملعون قرار دیدیا سو بہت کم ایمان لاتے ہیں

یا انجیل دے کر ان کی خصوصی تائید کی۔ جسا کہ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ روحاً من امر نامیں فرمایا یا اسم اعظم مراد ہے۔ جس سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ : (کیا جب کبھی لائے تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم جو ناپسند کرتے تھے) تھوہی کا معنی پسند کرنا۔

اَنفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ : (تمہارے نفس تم نے تکبر کیا) تم نے اس کو قبول کرنے سے اپنے آپ کو بڑا قرار دیا

فَقَرِبْنَا كَذَبْتُمْ : (پس ایک جماعت کو جھٹلایا) جیسے عیسیٰ اور محمد ﷺ

وَقَرِبْنَا تَقْتُلُونَ : (اور ایک جماعت کو قتل کیا) جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام۔

ایک نکتہ:

فواصل کی موافقت کے لیے قتل کی بجائے تقتلون فرمایا۔ یا مراد یہ ہے کہ ان کی ایک جماعت کو قتل کرنے کے اب بھی درپے ہو۔ کیونکہ تم قتل محمد ﷺ کے لیے گردش کرتے ہو۔ اگر میں نے ان کی حفاظت نہ کی ہوتی۔ (تو تم قتل کر ڈالتے) اور اس لیے تم نے ان کو حیر کیا۔ اور ان کے لیے بکری کے گوشت کو زہر آلود کیا۔

تَقْسِيْرٌ : اب مطلب یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے انبیاء کو دیا جو کچھ دیا۔ پس جب بھی تمہارے پاس ان میں سے کوئی رسول حق لے کر آیا۔ تو تم نے اس پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔ فاور جو اس سے متعلق تھا۔ ان کے درمیان ہمزہ تو بیخ یا تعجب کے لئے لایا گیا۔ تاکہ ان کی حالت پر تعجب کا اظہار ہو۔

غلف کی تفسیر:

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ : (اور کہا ہمارے دل غلافوں میں ہیں) غلف جمع غلاف ہے وہ دل ایسے انداز سے پیدا کیے گئے ہیں کہ جن کو کئی پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ جو محمد ﷺ لے کر آئے۔ وہ ان تک نہیں پہنچتا ہے۔ اور نہ اس کو وہ سمجھتے ہیں یہ لفظ غلف سے استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے غلف بے خندہ کو کہتے ہیں۔

بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ : (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب) اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ ان کے دل اس طرح نہیں بنے جس طرح وہ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو فطرت پر پیدا کیے گئے۔ اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ بے شک ان کو تو ان کے کفر و زندقہ کی وجہ سے مسترد کیا گیا۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ لَا وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پہنچی وہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے اور حال یہ تھا کہ اس سے پہلے

يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِمْ فَلَعْنَهُ اللَّهُ

وہ کافروں کے مقابلہ میں فتح پابی طلب کرتے تھے پس جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جس کو پہچان لیا تو اس کے منکر ہو گئے۔ سو اللہ کی لعنت ہے

عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ يَسْمَا شَرُّوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

کافروں پر، بری چیز ہے وہ جس کو اختیار کر کے اپنی جانوں کو خرید لیا یہ کہ کفر کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے اتارا

بَعِيًّا أَنْ يُنَزَّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُ وَبِغَضَبٍ عَلَى

مسند کرتے ہوئے اس بات پر کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرمائے، سو وہ لوگ غضب پر غضب کے

غَضَبٌ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

سحق ہو گئے اور کافروں کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

قلیل کا مفہوم:

فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ: (بہت تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں) نَحْوُ: قَلِيلًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی ایمان قلیل

یؤمنون۔ وہ تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔ مازائدہ ہے۔

نمبر ۱: اور قلیل ایمان سے مراد کتاب کے بعض حصے پر ایمان ہے۔

نمبر ۲: قلیل سے ان کے ایمان کی کمی مراد ہے۔

قراءت: غُلْفٌ یہ غُلْف کی تخفیف ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ جمع خلاف ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارے دل علوم کے

برتن ہیں۔ اس لیے ہم دوسروں کے علم سے بے نیاز ہیں۔

نمبر ۳: اگر تمہارا لایا ہوا صحیح ہوتا تو اسے ہم قبول کر لیتے۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ: (جب پہنچی ان کے پاس) هُمْ سے یہود مراد ہیں۔

كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ: (کتاب اللہ کی طرف سے) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ: (جو تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے) معہم سے مراد ان کی کتاب جو اس کے مخالف نہیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ: (وہ اس سے پہلے)۔ یعنی قرآن (سے پہلے)

معنی استفتاح:

يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا: (فتح مانگتے تھے کافروں پر) مشرکین سے لڑائی کے وقت اس طرح دعاء نہرت مانگتے تھے۔
اللَّهُم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد نفعه في التوراة۔ اے اللہ تو ہماری مدد فرما۔ اس آخر الزمان
نبی کے مبعوث ہونے کی برکت سے جس کی تعریف تورات میں ہم پاتے ہیں اور وہ اپنے مشرک دشمنوں کو کہا کرتے تھے۔ اس نبی کا
زمانہ قریب آنے لگا ہے۔ جس کی بشارت ہماری بات کی تصدیق بنے گی۔ ہم انکے ساتھ ہو کر تمہیں عار و شرم کی طرح قتل کریں گے۔
فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا: (پس جب وہ آگئے جس کو انہوں نے پہچانا) جب وہ پیغمبران کے پاس آئے جن کو انہوں نے پہچانا۔
يَخْفَوْنَ: ماموصولہ ہے اور عرفوا اس کا صلہ ہے یہ جاء کا فاعل ہے۔

كَفَرُوا بِهِ: (تو ان کا انکار کر دیا) خدا اور حسد کی وجہ سے اور سرداری کی حرص میں انکار کر دیا۔
فَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ: (پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر) یعنی ان کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسم ظاہر کا نکتہ:

یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ اس بات کو بتلانے کے لیے کہ کفر کی وجہ سے وہ لعنت کے مستحق بن چکے۔

الکافرین پر الف لام عہد کا ہے یا جنس کا ہے اور وہ لوگ اس میں سب سے پہلے داخل ہیں۔

پہلے لما کا جواب مضمر ہے، اور وہ اس طرح ہے کذب و ابہ۔ یا

نمبر ۲: انکو وہ یا نمبر ۳: کفر واپہلے دوسرے دونوں لما کا جواب ہے۔

اس لیے کہ دونوں کا مقتضی ایک ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب ان کے پاس وہ پیغمبر آگئے جن کو انہوں نے پہچانا تو ان کو

اوپر اقرار دے کر انکار کر دیا۔ مان کا انکار کر دیا۔

يَسْتَفْتِحُونَ: (بری ہے وہ چیز)۔ تاکہ موصوفہ ہے اور یس کے فاعل کی تفسیر کر رہا ہے۔

قراءت: ابو عمرو اس کو یسٹما غیر مبوز پڑھتے ہیں تمام باب میں۔ مطلب یہ ہے بہت بری ہے وہ چیز۔

اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ: (جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنی جانوں کو) یعنی فروخت کر دیا یہ یس کا مخصوص بالذم ہے۔

أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ: (کہ انکار کرنے لگے اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) انزل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔

بَغْيًا: (خدا کی وجہ سے) یہ مفعول ہے یعنی حسد اور اس چیز کی طلب میں جو انکے مناسب نہیں۔ یہ اشتروا کی علت ہے بیچنے کا

سبب تھا۔

ان کا معنی:

أَنْ يُنْزَلَ اللَّهُ: (کہ اتارا اللہ نے) نمبر: لام کے معنی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا یا علی کے معنی میں اس بناء پر کہ اللہ

تعالیٰ نے اتارا۔ انہوں نے حسد کیا اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُوْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَنَكْفُرُوْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو اتارا گیا ہم پر، اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے

بِمَا وَّرَاۤءَهُۥ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ

وہ اس کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے، آپ فرما دیجئے سو تم کیوں اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے قتل

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ ⑨ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ

کرتے رہے ہو اگر تم مومن ہو، اور بلاشبہ موسیٰ تمہارے پاس مکمل ہوئی باتیں لے کر آئے پھر تم نے ان کے بعد چمگزے ہو

الْعِجْلُ مِنَۢ بَعْدِهِۦ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۙ ⑩

مجبور بنالیا، حالانکہ تم ظالم تھے۔

قراءت: یُنْزِلُ مکی و بصری تخفیف سے پڑھتے ہیں۔

مِنْ فَضْلِهِ: (اپنے فضل سے) فضل سے مراد وحی ہے

عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ: (اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے) من عبادہ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

پے درپے غضب:

قَبَآءٌ وَبَغْضٍ عَلٰی غَضَبٍ: (پس کمایا انہوں نے غصہ پر غصہ) پس وہ دہرے غضب کے حق دار بن گئے اس لیے کہ انہوں نے ایک برحق پیغمبر کا انکار کر دیا۔ اور اس کے خلاف سرکشی کی۔ یا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد ﷺ کا انکار کیا۔ یا اس قول کے بعد عزیر اللہ کا بیٹا ہے جو سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۰ عزیر بن ابن اللہ اور اس قول کے بعد جو آیت نمبر ۶۴ سورۃ المائدہ میں ہے ید اللہ مغلولہ۔ کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ وغیرہ اقوال کے بعد وہ پے درپے غضب کے مستحق ہوئے۔

وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِينٌ: (اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے) مہین کا معنی ذلت آمیز۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۸:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ: (جب ان سے کہا جاتا ہے) یعنی ان یہود کو۔

اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ: (تم ایمان لے آؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) نمبر ۱: اس سے مراد قرآن مجید ہے نمبر ۲: ما انزل اللہ سے مراد جو بھی اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس طرح ہر کتاب کو شامل ہے۔

قَالُوْا نُوْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا: (وہ کہتے ہیں ہم تو ایمان لائیں گے اسی پر جو اتارا ہم پر) یعنی تورات

وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَّاءَهُ: (اور وہ کفر کرتے ہیں اس کے ساتھ جو اس کے بعد ہے) یعنی وہ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تورات پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ تورات کے بعد اترنے والی کتاب کا انکار کرتے ہیں۔

مقولہ یہود کا رد:

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ: (حالانکہ وہ برحق ہے تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے) اس تورات کے مخالف نہیں۔ اس میں ان کے اسی مقولہ (کہ ہم اس تورات پر ایمان رکھتے ہیں) کی تردید ہے اس لیے کہ جب انہوں نے اس وحی کا انکار کر دیا جو تورات کے موافق ہے تو گویا انہوں نے تورات کا انکار کر دیا۔ خواہ زبان سے ایسا نہیں کہا۔

حَقِّقْ: مصدقاً یہ حال ہے جو تاکید کے لیے لایا گیا۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ: (کہہ دیں پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو) یعنی تم نے کیوں (ان کو) قتل کیا۔ آیت میں یہ واقعہ ماضی کا ہے۔ اور مضارع اس کی جگہ لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ: (اس سے پہلے اگر تم مؤمن ہو) قبل سے مراد حضرت محمد ﷺ سے پہلے اس میں ان پر اعتراض کیا گیا۔ کہ تورات پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور ادھر انبیاء علیہم السلام کو قتل بھی کرتے ہو حالانکہ تورات تو قتل انبیاء علیہم السلام کی گنجائش نہیں دیتی۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دن میں تین سو انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا۔

۹۱: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ: (تحقیق آچکے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ) بیانات سے نو آیات مراد ہیں۔ قراءت: دال کو جیم میں ہمیشہ ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جہاں بھی آئے یہ ابو عمرو، حمزہ اور علی کا قول ہے لَقَدْ جَاءَ میں اسی طرح

ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ: (پھر تم نے بنا لیا چھڑا) یعنی معبود

مِنْ بَعْدِهِ: (ان کے بعد) موسیٰ علیہ السلام کے طور کی طرف جانے کے بعد

وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ: (اور تم ظالم تھے) حَقِّقْ: یہ حال ہے یعنی تم نے چھڑے کی عبادت کی اس حال میں کہ تم عبادت کو اس کے مقام سے ہٹانے والے تھے۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے یعنی تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت ظلم کرنا ہے۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا

اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور بلند کر دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو جو کچھ ہم نے تم کو دیا قوت کے ساتھ اور سن لو،

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ طَقُلْ

وہ کہنے لگے ہم نے سن لیا اور مانیں گے نہیں۔ اور پلا دیا تمہارا ان کے دلوں میں عجز ان کے کفر کے سبب، آپ فرما دیجئے

يَسْمَا يَا مُرْكُمُ بِاِيْمَانِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۳﴾

کہ بری ہیں یہ باتیں جن کا تمہیں حکم دیتا ہے تمہارا ایمان اگر تم مؤمن ہو۔

۹۳: وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ: (اور جب لیا ہم نے تم سے پختہ وعدہ اور تمہارے اوپر طور کو اٹھایا۔ پکڑو جو کچھ دیا ہم نے تم کو مضبوطی کے ساتھ) طور کے اٹھانے کا دوبارہ تذکرہ کیا۔ اس میں یہ اضافہ بھی ملا دیا۔ جو پہلے مقام کے تذکرے میں موجود نہیں۔

وَاسْمَعُوا: (اور سنو) جو حکم تمہیں تورات میں ملا۔

قَالُوا سَمِعْنَا: (انہوں نے کہا ہم نے سنا) تمہارا قول۔

وَعَصَيْنَا: (اور نافرمانی کی ہم نے) تیرے حکم کی

صورتِ مطابقت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان کے جواب کے ساتھ اس طرح مطابقت رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ اسمعوا۔ تم سنو۔ اور تمہارا سننا قبولیت اور اطاعت والا ہونا چاہیے۔ انہوں نے جواب میں کہا ہم نے سنا لیکن اطاعت والا سننا نہیں۔

پچھڑے کی محبت کا رچنا:

وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ: (رچ گیا انکے دلوں میں پچھڑا) یعنی اسکی محبت ان کے دلوں میں داخل ہو گئی اور اس کی عبادت کی حرص ان میں رچ بس گئی۔ جیسا کہ کپڑے پر رنگ چڑھتا ہے۔ اور فی قلوبہم میں پائے جانے کی جگہ کا ذکر ہے۔ اور مضاف جو کہ محبت ہے وہ محذوف ہے ای اشرب حب العجل فی قلوبہم۔ پچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی۔ بِكُفْرِهِمْ: (ان کے کفر کی وجہ سے) ان کے کفر کے سبب اور اعتقادِ تشبیہ کے سبب۔

اضافتِ تھکم:

قُلْ يَسْمَا يَا مُرْكُمُ بِاِيْمَانِكُمْ: (کہہ دیں بہت بری بات سکھا۔ ہے تم کو تمہارا ایمان) یعنی تورات کے متعلق یہ بہت برا ہے۔ اس لیے کہ توراۃ میں گاؤ سالہ پرستی نہیں ہے۔ امر کی اضافت ان کے ایمان کی طرف یہ تھکم کے لیے ہے اسی طرح ایمان

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ

آپ فرما دیجئے اگر آخرت والا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں

فَتَمْنُوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ① وَلَنْ يَتَمَنَّوهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ

تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے جبکہ ان اعمال کے جو انہوں نے آگے

أَيَّدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ② وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَرَصَ النَّاسِ عَلَى

بیچے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور یہ واقعی بات ہے کہ تم ان کو زندہ رہنے پر سب لوگوں سے زیادہ حریص

حَيَوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ

پاؤں کے اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جنہوں نے شرک کیا، ان کا ایک ایک فرد یہ آرزو رکھتا ہے کہ اس کو ہزار سال کی عمر دے دی جائے، اور حال یہ ہے

بِمَزْحَرِجِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ③

کہ اسے یہ چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو جائے اور اللہ دیکھنے والا ہے ان کاموں کو جن کو وہ کرتے ہیں

کی اضافت بھی ان کی طرف اسی لیے ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ: (اگر تم سچے مومن ہو) ان کے ایمان میں تشکیک کا اظہار اور ان کے دعویٰ کی صحت کا انکار و مذمت ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ: (کہہ دیں اگر تمہارے لیے آخرت کا گھر ہے) دار آخرت سے مراد جنت ہے۔

عِنْدَ اللَّهِ: (اللہ تعالیٰ کے ہاں) نَحْنُ: یہ ظرف ہے اور لکم کان کی خبر ہے۔

خَالِصَةً: (خالص) یہ الدار الاخرہ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے ہے۔

اور تمہارے سوا اور کسی کا اس میں حق نہیں۔ یعنی اگر تمہارے قول لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ الْآمِنُونَ کاں ہودا سورۃ بقرہ آیت

نمبر ۱۱۱ (کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی داخل نہ ہوگا) صحیح ہے۔

مِنْ دُونِ النَّاسِ: (لوگوں کی بجائے) الناس میں الف لام جنس کا ہے۔

مشتا قان موت:

فَتَمْنُوا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ: (تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) اس بات میں جو تم کہتے ہو کیونکہ جس کو یقین ہو کہ وہ

اہل جنت میں سے ہے تو وہ اس کے لیے مشتاق ہوگا۔ ایسے گھر سے چھٹکارہ پانے کے لیے جو مصائب سے پر ہے جیسا کہ عشرہ

مبشرہ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے ہر ایک موت کو پسند کرتا اور اس کا شوق مند تھا۔

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا: (وہ ہرگز تمنا نہ کریں گے) ابداً کو ظرفیت کی وجہ سے نصب دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ہرگز (موت کی) تمنا نہ کریں گے۔ جب تک وہ زندہ ہیں۔

بِمَا قَدَّمْتُمْ آلِ يٰدٰہُمْ: (بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی جو انہوں نے محمد ﷺ کے ساتھ گزشتہ زمانہ میں کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تحریف وغیرہ کی۔ یہ معجزات نبوت میں سے ہے کہ گزشتہ زمانے کی خبر بتلائی۔ اور جیسا آپ نے خبر دی۔ یہ اسی طرح واقع ہوا۔ جیسا کہ وَلَنْ تَفْعَلُوْا البقرہ آیت نمبر ۲۴ میں (مستقبل میں نہ کر سکنے کی پیش گوئی ہے) اگر یہود موت کی تمنا کرتے۔ تو ضرور قرآن مجید نقل کر دیتا جس طرح دیگر حوادث نقل کیے۔

تہدید کفار:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ: (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جاننے والے ہیں) میں ان کو تہدید کی گئی (دھمکی دی گئی ہے) وَلَتَجْذِبَهُمْ اٰخِرَ صَ النَّاسِ: (اور تم ضرور پاؤ گے ان لوگوں کو سب سے زیادہ حریص) حِجْوٰۃ: ہم اور احوص الناس۔ یہ دونوں وجہ کے مفعول ہیں۔

عَلٰی حَيٰوٰۃ: (زندگی پر) حیات کی تئوین تکمیل پر دلالت کرتی ہے اور مراد مخصوص قسم کی زندگی ہے اور وہ مہلت والی زندگی ہے اسی وجہ سے تئوین والی قراءت زیادہ بہتر ہے۔ (علی الحیاء) الف لام والی قراءت سے۔ جو حضرت ابی بن کثیر کی قراءت ہے۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا: (اور ان لوگوں سے بھی زیادہ مشرک ہیں) یہ معنی پر محمول ہے کیونکہ احوص الناس کا معنی احوص من الناس۔ لوگوں میں زیادہ حریص۔

الگ تذکرہ کی وجہ:

سوال: مشرک جب الناس میں داخل ہیں تو ان کا الگ تذکرہ کیوں کیا؟

جواب: مشرکین کی حرص سب سے زیادہ ہے جیسا کہ الملائکہ کہیں تو تمام فرشتے داخل ہیں۔ مگر جبرائیل و میکائیل کو خصوصاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ان کی خصوصیت کی وجہ سے اسی طرح یہ حرص میں نمبر اول ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ یہود مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ سابقہ کلام کی دلالت کی وجہ سے۔

”احرص“ کو حذف کر دیا۔ اس میں یہود کو سخت ڈانٹ پلائی گئی اس لیے کہ مشرکوں کو تو آخرت پر بھی ایمان نہیں اور وہ فقط دنیا ہی کی زندگی جانتے ہیں۔ اگر وہ دنیا کے بارے میں حرص کریں تو بعید نہیں۔ کیونکہ یہی ان کی جنت ہے۔ پس اگر کوئی اہل کتاب ہوتے ہوئے زیادہ حرص کرے۔ جبکہ اس کو جزاء و سزا کا اقرار بھی ہے۔ تو وہ عظیم توبخ کا مستحق ہے۔ مشرکین سے ان کی حرص بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ آگ میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو اپنی حالت معلوم ہے (جس کی سزا جہنم ہی ہے) اور مشرکین کو اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔

شدت حرص:

يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرَ أَلْفَ سَنَةٍ: (ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کاش اسے عمر دی جائے ایک ہزار برس) جملہ متانفہ لاکران کی شدت حرص ذکر کی۔ دوسرا قول یہ ہے۔ الَّذِينَ أَشْرَكُوا سے مجوس مراد ہیں کیونکہ وہ اپنے بادشاہوں کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ عَشْرَ أَلْفِ نِيرُوزٍ! تو چھ ہزار سال۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ عجمیوں کا قول ہے۔ ہزار سال جیو۔

تیسرا قول: وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ یہ ابتدائی کلام ہے یعنی ومنہم ناس یودا حدہم اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے گویا موصوف محذوف ہے، اس صورت میں والذین اشركوا سے مراد یہود ہونگے۔ کیونکہ انہوں نے کہا۔ عزیر ابن اللہ کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمَرْحُومٍ مِّنَ الْعَذَابِ: (حالانکہ اس قدر جینا ان کو عذاب سے نجات دینے والا نہیں)

ضمیمہ کا مرجع:

نحو نمبر ۱: کی ضمیر احدہم کی طرف لوثی ہے اور ان یعمرو یہ بمعز حزحہ کا فاعل ہے۔

أَنْ يُعَمَّرَ: (یہ کہ اس کو عمر دی جائے) یہ بمعز حزحہ کا فاعل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی عمر آگ سے بچا لے۔

نمبر ۲: ضمیر مبہم اور ان یعمرو اس کی توثیح۔ مطلب یہ ہوا وہ عمر دیا جانا ان میں سے کسی کو بھی آگ سے نہ بچا سکے گا۔

المرحومة: دور ہونا۔ ایک جانب ہونا۔ کتاب جامع العلوم وغیرہ میں لکھا ہے کہ لو یعمرو کا معنی أَنْ یُعَمَّرَ ہے۔ یعنی عمر دیا جانا۔ یہاں لو۔ اُن کا قائم مقام ہے۔ اور اَنْ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اور یہ یوڈ کا مفعول ہے ای یودا حدہم تعمیر الف سنۃ۔ ان میں سے ہر ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے۔

وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ: (اور اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں) یعنی ان کفار کا عمل (جانتا ہے) پس وہ اس پر ان کو سزا دے گا۔

قرأت: یعقوب بن یوسف نے عملون پڑھا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا

آپ فرمادیجئے کہ جو شخص دشمن ہو جبریل کا سو اس نے اتارا ہے قرآن تمہارے قلب پر اللہ کے حکم سے جو تصدیق کرنا والا ہے اس کتاب کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ

اس سے پہلے ہے اور ہدایت ہے اور بشارت ہے ایمان والوں کے لئے۔ جو شخص دشمن ہو اللہ کا اس کے فرشتوں کا

وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ۝

اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

تفسیر آیت ۹۷:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ: (اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں جو کوئی دشمن ہو جبرائیل کا) قراءت۔ نمبر: ۱۔ کسی نے جبریل بغیر ہمزہ پڑھا۔

نمبر: ۲۔ حفص کے علاوہ باقی کوئی قراء نے جبرائیل۔ اشباع ہمزہ سے پڑھا۔

نمبر: ۳۔ بقیہ تمام قراء نے، جبریل۔ بلا ہمزہ پڑھا۔

تجوید: جبریل۔ معرفہ و مجملہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اس کا معنی عبد اللہ ہے۔ کیونکہ سریانی میں جبر۔ عبد کو کہتے ہیں۔ اور ایل اللہ کا نام ہے۔

حجت بازیہودی:

روایت میں ہے کہ ابن صوریہ یہودی عالم نے نبی اکرم ﷺ سے حجت بازی کی۔ اور آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ پر کون وحی لاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جبریل۔ ابن صوریہ نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اگر اور کوئی فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آتے۔ اس نے بارہا ہم سے دشمنی کی۔ ان میں سب سے شدید تر یہ تھی۔ کہ ہمارے پیغمبر پر یہ حکم اتارا۔ عنقریب بیت المقدس کو بخت نصرتاہ کر دے گا۔ پس ہم نے اس کو قتل کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ اس نے بخت نصرت کو بائبل میں ایک مسکین لڑکے کی صورت میں پایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دفاع کر کے قاتل سے بچالیا۔ اور کہا جبرائیل علیہ السلام نے۔ اگر تمہارے رب نے اس کو تمہارے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو تمہیں اس پر غلبہ نہ دیں گے۔ اور اگر اس کے ہلاک کا حکم نہیں دیا۔ تو پھر کس گناہ کی وجہ سے اسے تم قتل کرتے ہو۔ (الواحدی فی اسباب النزول)

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ: (اس نے تو اتارا ہے یہ کلام) پس جبرائیل علیہ السلام نے قرآن اتارا۔

اصول: ایسا اضرار جس کا پہلے تذکرہ نہ ہو۔ اس کو کثرت شہرت کی وجہ سے بطور عظمت شان کے ضمیر کی صورت میں لاتے ہیں۔ گویا وہ اپنی ذات پر خود دلالت کرتا ہے۔ اور اس لیے اس کے صریح نام کی بجائے اس کی کسی صفت کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

خصوصیت قلب کی وجہ:

عَلَى قَلْبِكَ : (آپ کے دل پر) یعنی آپ کو یاد کرایا۔ اور دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حفظ کا مقام ہے جیسے سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۹۳، ۱۹۴ میں فرمایا۔ نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۔ عَلَى قَلْبِكَ کلام کا تقاضا یہ تھا کہ علی قلبی کہا جاتا۔ مگر کلام اللہ کی حکایت کے طور جس طرح آپ سے کلام کیا گیا تھا۔ اسی طرح ذکر کر دیا گیا۔ (یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے)

جواب شرط بنائیں:

مکمل: اس طرح بھی درست ہے کہ فائدہ نزلہ کو شرط کی جزا بنائیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔

ان عادى جبويل احد من اهل الكتب فلا وجه لمعاداته حيث نزل كتابا مصدقا للكتب بين يديه فلو انصفوا لاجبوه واشكروا له صنيعه في انزاله ما ينفعهم ويصيح المنزل عليهم اگر کوئی اہل کتاب میں سے جبرائیل سے دشمنی کرتا ہے تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے کہ اس نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ اس سے محبت کرتے اور اس کے شکر گزار ہوتے۔ ان کے اس احسان پر کہ اس نے ان کیلئے فائدہ مند کتاب اتاری۔ اور انکی کتاب منزل (جس کی انہوں نے تحریف کر دی) کی وہ تصحیح کرنے والی ہے۔

نمبر ۲: جواب شرط کو محذوف مان کر تقدیر عبارت اس طرح ہو۔ من كان عدو الجبويل فليمت غيضا فانه نزل الوحي على قلبك۔ جو جبرائیل کا دشمن ہے پس اسے غصے سے ڈوب مرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس نے آپ کے دل پر وحی کو اتارا ہے۔

يَا ذُنَ اللّٰهِ : (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہاں اذن کا معنی حکم ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ : (جو تصدیق کرتا ہے اس کلام کی جو اس سے پہلے ہے اور ہدایت و خوش خبری ہے ایمان والوں کے لیے) اس میں یہود کے اس قول کی تردید ہے کہ جبرائیل تو سختی اور لڑائی لے کر آتا ہے۔ تو ان کو جوابا کہا گیا۔ کہ وہ تو ہدایت و بشارت بھی لاتا ہے۔

مختصر: يا ذن الله : نزل کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ اس کو اجازت دی جاتی ہے۔ مصدقا یہ نزلہ کی ضمیر سے حال ہے۔ اسی طرح ہدی و بشوی بھی اسی ضمیر سے احوال ہیں۔ یعنی ہادی اور مبشر۔

فرقہ شیعہ باطنیہ کا ہدیہ:

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر ان حروف میں نہیں اترا جن میں ہم پڑھتے ہیں بلکہ یہ الھام کے طور پر آپ کے دل پر اترا۔ آپ نے عربی الفاظ میں اس کو تعبیر کر دیا۔ ان حروف سے جن میں ہم پڑھتے ہیں۔ پس قرآن وہ باطنی معنی ہے یہ الفاظ قرآن نہیں اس کی دلیل نزلہ علی قلبک ہے۔

جواب: مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ان کی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نظم عجیب کو مجرہ بنایا۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا۔ قُلْتُمْ اَسْـُٔرَةٌ مِّنْ قَبْلِهِ۔ اور سورۃ یوسف آیت نمبر ۲ میں فرمایا۔ قُرْآنًا عَرَبِيًّا (اور ظاہر ہے کہ سورۃ اور عربی زبان دونوں مجموعہ الفاظ سے بننے والی چیزیں ہیں محض معنی کو عربی نہیں کہا جاتا۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿۹۸﴾ أَوْ كَلَّمَآ عَاهِدُوا

اور یہ آیتیں آپ کی طرف واضح و بلیغ نازل کی ہیں۔ اور ان کا انکار ہی لوگ کرتے ہیں جو عہد دہی کرنے والے ہیں۔ کیا جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد کیا

عَهْدًا اتَّبَعُوهُ فَرِيقٌ مِنْهُمْ طَبَعُوا بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۹۹﴾

اس عہد کو ان میں سے ایک جماعت نے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

۹۸: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ: (جو دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا۔)

وجوہ قراءت:

نمبر ۱: بصری اور قصص نے میکال۔ نمبر ۲: مدنی نے میکال اختلاس ہمزہ کے ساتھ۔

نمبر ۳: بقیہ قراء نے میکائیل ہمزہ اور مد مشبہ کو کسرہ دے کر۔

وجہ تخصیص: خصوصاً فرشتوں کو افضل ہونے کی وجہ سے نام کے ساتھ ذکر کر دیا۔ گویا کہ وہ اور جنس سے ہیں۔ اس لیے کہ وصف میں تعابیر یہ ذات کے تغایر کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ: (بے شک اللہ تعالیٰ کا فروں کا دشمن ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر ذکر کیا گیا۔ تاکہ ظاہر کر دیا جائے کہ ان سے عداوت کی وجہ انکا کفر ہے اور فرشتوں کی عداوت بھی انبیاء علیہم السلام کی عداوت کی طرح کفر ہے۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے

تَقْنِيْنُ آيَاتٍ: ۹۹: وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ: (یقیناً ہم نے اتار دیں آپ کی طرف کھلی نشانیاں اور نہیں انکار کرتے مگر تا فرمان) فاسق سے مراد کفر میں آگے بڑھنے والے۔ الف لام جنس کا ہے بہتر یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب کی طرف اشارہ مراد لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابن صوری نے آپ کو کہا ہمارے پاس آپ کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور آپ پر کوئی نشانیاں نہیں اتری۔ جس کی وجہ سے ہم آپ کی اتباع کریں۔ پس یہ آیت اتری۔ (طبری فی تفسیرہ) ۱۰۰: أَوْ كَلَّمَآ: (کیا جب بھی) اَوْ اس میں قَاؤُ محذوف پر عطف کے لیے آیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اَكْفُرُوا بِالْآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ وَكَلَّمَآ: کیا انہوں نے واضح آیات کا انکار کیا اور جب بھی۔

عَاهِدُوا عَاهِدًا نَبَّهَ: (وہ کوئی عہد کرتے ہیں توڑ دیا) اس عہد کو نبذ کا معنی اس کو توڑ دیا۔ اور اس کا انکار کر دیا۔

فَرِيقٌ مِنْهُمْ: (ایک گروہ نے ان میں سے) فرمایا کیونکہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے نہیں توڑا۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ: (بلکہ اکثریت ان کی تو ایمان ہی نہیں رکھتی) یعنی تورات کے ساتھ۔ پس وہ دین میں کسی چیز پر نہیں اس لیے وعدہ توڑنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ اور نہ اس کی پرواہ کرتے ہیں۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا جو تصدیق کرنے والا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو جن کو کتاب دی گئی تھی

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۖ كَتَبَ اللَّهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَاتِبُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۰

ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمٍ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٌ وَلَٰكِنَ

اور انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیطان پڑھتے تھے۔ اور نہیں کفر کیا سلیمان نے لیکن

الشَّيْطَانُ كَفَرُوا ۖ يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرَةَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

شیطان نے کفر اختیار کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور انہوں نے اس کا بھی اتباع کیا جو نازل ہوا دو فرشتوں پر بابل میں

هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يَعْلَمُ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

یہ دو فرشتے ہاروت اور ماروت تھے اور یہ دونوں نہیں سکھاتے تھے کسی کو جب تک یوں نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود ایک فتنہ ہے

فَلَا تَكْفُرْ ۚ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا

لہذا تو کفر اختیار نہ کر، پس یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر دیتے تھے۔ اور وہ لوگ

هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ

اس کے ذریعہ کسی کو کچھ بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے، اور وہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر دینے والی ہے اور نفع دینے والی نہیں

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ ۚ وَلَبِئْسَ

اور البتہ تحقیق انہوں نے یہ بات جان لی کہ جس نے اس کو خریدا ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بے شک وہ بری چیز ہے

مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝۱۱ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقُوا لَمَثُوبَةٌ

جس کے ذریعہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ اگر وہ جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کی

مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْكَانُوا يَعْلَمُونَ ۝۱۲

طرف سے اس کا ثواب بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے۔

۱۰۱: وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ: (جب آیا ان کے پاس اللہ کا رسول) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ: (جو ان کی تصدیق کرنے والا ہے تو پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے جن کو کتاب دی گئی)۔ الکتاب سے مراد تورات۔ اوتوا الکتاب سے مراد یہود ہیں۔

کتاب اللہ سے مراد:

کِتَابُ اللَّهِ: (اللہ تعالیٰ کی کتاب کو) نمبر ۱: کتاب اللہ سے مراد تورات۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے انکار کی وجہ سے جو کہ تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ درحقیقت تورات کا انکار کرنے والے اور اس کو چھوڑنے والے شمار ہوتے تھے۔ نمبر ۲: یا کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد کہ اس کا قبول کرنا ان پر لازم تھا۔

اعراض کی تمثیل:

وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ: (پس پشت ڈال دیا) یہ ان کے چھوڑ دینے اور اعراض کرنے کی تمثیل ہے ان کے اعراض کو اس چیز سے تمثیل دی۔ جس کو بے پروائی اور بے توجہی کی وجہ سے اور اعراض کرنے سے پیٹھ پیچھے پھینک دیا جاتا ہے۔ كَانَتْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ: (گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں) کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔

۱۰۲: وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ: (اور پیچھے پڑ گئے ان چیزوں کے جو پڑھتے تھے شیاطین) یعنی یہود نے کتاب اللہ کو پھینک دیا۔ اور سحر و منتر کی کتابوں کی اتباع کرنے لگے۔ جن کو وہ پڑھا کرتے تھے۔

عہد سلیمانی میں شیاطین کی حرکات:

عَلَىٰ مُلْكٍ مُّسْلَمٍ: (سلطنت سلیمان علیہ السلام میں) سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں اور وہ اس طرح کہ شیاطین فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سن لیتے پھر اس کے ساتھ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر ملاتے۔ پھر وہ کاهنوں کے دلوں میں لا ڈالتے۔ کاهنوں نے ان کو کتابوں کی صورت میں مرتب کر لیا تھا۔ جس کو وہ خود پڑھتے اور لوگوں کو سکھاتے تھے۔ یہ چیزیں سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پھیل گئیں۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگے جنات غیب جانتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت بھی اس علم سے مکمل ہوئی۔ اور اسی کے ذریعہ انہوں نے جنات کو تابع کیا اور انسانوں اور ہوا کو ماتحت بنایا ہے۔

وَمَا كَفَرَ مُلْكُمَا: (اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے) اس میں شیاطین کی تردید ہے اور سحر کے اعتقاد و عمل جس کا انہوں نے سلیمان علیہ السلام پر بہتان باندھا تھا اس کی تردید ہے

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ: (لیکن شیاطین نے) وہی ہیں۔

كَفَرُوا: (کفر کیا) یعنی سحر کو استعمال کر کے اور اس کو مدد نہ کر کے۔

قرأت: وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ: لیکن تخفیف کے ساتھ ہے اور مزہ، شامی اور علی نے شیاطین کو رفع کے ساتھ پڑھا۔

يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرُ: (وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے)

نَحْوُ: یہ جملہ حال کے مقام پر ہے یعنی انہوں نے کفر کیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو سحر سکھانے والے تھے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے ان کی گمراہی و اغواء کا قصد کرنے والے تھے۔

وَمَا أَنْزَلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ: (اس کی اتباع کی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر)

عطف کہاں ہے؟

نمبر ۱: جمہور کہتے ہیں کہ مَا یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ اور السحر پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی وہ ان کو تعلیم دیتے اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

نمبر ۲: اس کا عطف ماتحتوا پر ہے یعنی انہوں نے اتباع کی اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

بَيِّنَاتٍ هَٰؤُلَاءِ وَمَا تُورَثُ: (ہاروت ماروت پر بائبل میں)۔ یہ دونوں ان کے نام ہیں۔

نَحْوُ: یہ ملکین کا عطف بیان ہے: ان فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا۔ وہ علم سحر تھا جو انسانوں کی آزمائش کیلئے اتارا گیا تھا۔ جس نے ان سے سیکھ کر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اگر اس میں کوئی ایسی بات ہو جس سے ایمان کی تردید ہوتی تھی۔

اور جس شخص نے اس سے پرہیز کیا یا اس کو سیکھا تا کہ اس سے بچے اور اس کے دھوکے سے محفوظ رہ سکے۔ عمل کی خاطر نہیں سیکھا۔ تو ایسا شخص مؤمن ہے۔

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابونصور ماتریدی پیچیدہ فرماتے ہیں کہ سحر کے متعلق مطلقاً یہ کہہ دینا کہ یہ کفر ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اس کی حقیقت کو جانچنا ضروری ہے۔ اگر اس میں کسی شرط ایمان کی تردید ہوتی ہو۔ تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ وہ سحر جو کفر ہے اس کے قائل و عامل کو قتل کیا جائے گا۔

البتہ اگر عورت ہوگی تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اور جو قسم سحر کی کفر نہیں مگر اس سے نفس کو ہلاک کرنا لازم آتا ہے اس کا حکم ذاکوؤں والا ہے۔

(اَنْ يَّقْتُلُوْا اَوْ يَصْلُوْا اَوْ يَنْقَطِعَ اَيْدِيْهِمْ) (الایہ) اس میں مؤنث و مذکر کا حکم ایک ہے اگر توبہ کر لیں تو توبہ قبول کی جائے گی۔ جنہوں نے توبہ کے قبول نہ کرنے کا قول کیا ہے انہوں نے غلط کہا۔ اس لیے کہ ساحرین فرعون کی توبہ قبول کر لی گئی۔

نمبر ۳: انزل کا معنی قذف فی قلوبہما مع النهی عن العمل۔ ان کے دلوں میں سحر ڈالا اس پر عمل کی ممانعت سمیت۔

من گھڑت حکایت کا رد:

نمبر ۴: یہ بھی کہا گیا کہ یہ دونوں فرشتے وہ تھے جن کا ملائکہ نے انتخاب کیا کہ ان میں شہوت پیدا کی جائے جب انہوں نے بنی آدم کو عار دلانی۔ یہ دن کو زمین میں فیصلہ کرتے اور رات کو آسمانوں پر چڑھ جاتے۔ دونوں نے زہرہ کی خواہش کی اس نے ان کو شراب پینے پر آمادہ کیا۔ پھر اس کے ساتھ وہ زنانیں مبتلا ہو گئے۔ ان کو ایک آدمی نے دیکھ لیا۔ ان دونوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر دونوں

نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کے عذاب کو ترجیح دی۔ اور وہ دونوں بائبل کے کنوئیں میں اوندھے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ من گھڑت کہانی ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ معتبر مفسرین نے اس کی تردید کی ہے۔

وجہ تسمیہ: بائبل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زبانیں اس میں وہاں مخلوط ہو جاتی تھیں۔

وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ آخِرِهِ: (وہ فرشتے کسی کو نہیں سکھاتے تھے)

حَتَّى يَقُولَ: (یہاں تک کہ وہ کہتے) یہاں تک کہ اس کو تنبیہ کرتے اور اس کو نصیحت کرتے اور اس کو کہہ دیتے۔

إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ: (بے شک ہم آزمائش ہیں) فتنہ کا معنی ابتلاء ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے

فَلَا تَكْفُرُوا: (تو کفر نہ کرو) یعنی اس کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے اس انداز میں کہ جو کفر بن جائے۔

نحوی حکایت:

فَيَعْلَمُونَ مِنْهُمَا: (پس وہ ان دونوں سے سیکھتے) نمبر ۱: فاء کا عطف يعلمون الناس السحر پر ہے۔ یعنی وہ ان کو سکھاتے

پس وہ جادو اور کفر ان سے سیکھتے۔ جادو اور کفر سیکھنے پر کفر و اور يعلمون الناس السحر دلالت کرتے ہیں۔

نمبر ۲: فاء کا عطف مضمر پر ہے پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ فیاتون فیتعلمون۔ پس وہ ان کے پاس آتے اور ان سے سیکھتے۔ اور

ضمیر اس کی طرف جاتی ہے جس پر من احد دلالت کرتا ہے۔ یعنی فیتعلم الناس من الملکین۔ پس لوگ ان دونوں فرشتوں

سے سیکھتے۔

مَا يَقْرَءُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ: (وہ باتیں جو جدائی ڈال دیں مرد و عورت کے درمیان) یعنی وہ علم سحر جو زوجین کے

درمیان تفریق کا سبب بنتا۔ اللہ تعالیٰ ابتلاء کے طور پر عورت میں نافرمانی اور مخالفت پیدا فرما دیتے

اہلسنت:

کے نزدیک سحر کی ایک حقیقت ہے اور معتزلہ کے ہاں یہ محض تخیل ہے اور طبع سازی ہے۔

وَمَا هُمْ بِضَآئِرٍ بِهِ: (حالانکہ وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے) ہ سے مراد سحر ہے۔

مِنْ آخِرِهِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ: (اس سے کسی کو بغیر حکم الہی کے) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم و مشیت کے ساتھ۔

وَيَعْلَمُونَ مَا يَصْرِفُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ: (اور وہ سیکھتے تھے جو ان کو نقصان نہ پہنچا وے اور نہ نفع) یعنی آخرت میں۔

مَنْ يَنْتَكِلُهُ: اس میں بتلادیا کہ سحر سے بچنا ضروری ہے جیسا وہ فلسفہ جو گمراہی کی طرف لے جائے۔ اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا: (تحقیق وہ جان چکے) یعنی یہود۔

لَمَنِ اشْتَرَاهُ: (جس نے اس کو خریدا) کتاب اللہ کے بدلہ میں اس کو لیا جو شیاطین پڑھتے تھے۔

مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ: (اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) خلاق کا معنی حصہ ہے۔

وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ: (بہت بری چیز کے بدلے انہوں نے اپنے نفسوں کو بیچا) یعنی اپنے نفسوں کو بیچا۔

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ: (کاش وہ جان لیتے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ

اے ایمان والو! تم لفظ راعنا نہ کہو اور لفظ انظرنا کہو اور سنو! اور کافروں کے لئے

عَذَابُ الْيَمْرِ ۱۵

وردناک عذاب ہے۔

سوال: لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ سے علم کی نفی کی۔ اور ولقد علموا سے ان کے لیے علم کا اثبات و تاکید قسم کے ساتھ کیا۔

جواب: کاش لو کَانُوا يَعْلَمُونَ کا معنی ہے وہ اپنے علم سے جان لیتے جب انہوں نے اپنے علم کو نہ جانا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۰۳:

۱۰۳: وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا: (اگر وہ ایمان لے آئے) امنوا سے مراد رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانا ہے۔

وَاتَّقُوا: (اور تقویٰ اختیار کرتے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو کتاب اللہ کا پیچھے پیچھے پھینکنا اور شیاطین کی کتابوں کی اتباع چھوڑ دیتے۔

لَمَنْبُوءٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ: (تو ضرور ثواب ہوتا اللہ تعالیٰ کے پاس سے بہتر اگر وہ جان لیتے) بے شک اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت بہتر ہے ان غلط چیزوں سے جن میں وہ مبتلا تھے۔ اور وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن جب انہوں نے اپنے علم پر عمل ترک کیا۔ تو ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بہتر بدلہ ملتا (اگر اپنے صیغہ پر قائم رہتے)

کنایت ثواب:

سوال: لَوْ کے جواب میں جملہ فعلیہ کی بجائے اسمیہ لائے؟

جواب: کیونکہ اس میں ثواب کے ثابت کرنے اور پختہ کرنے کی زیادہ دلالت ہے۔

سوال: لَمَنْبُوءٍ مِنَ اللَّهِ خَيْرٌ نہیں کہا بلکہ لَمَنْبُوءٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ کہا گیا۔

جواب: اس لیے کہ لَمَنْبُوءٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ کا مطلب یہ ہے کہ تحوڑا سا ثواب بھی ان کے لیے کافی تھا۔ لَوْ کو یہاں تمنیٰ کے لیے بھی قرار دیا گیا۔ گویا انہیں یہ کہا گیا۔ کاش کہ وہ ایمان لاتے پھر نیا کلام شروع کر کے کہا لَمَنْبُوءٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ۔

۱۰۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا: (اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو) جب مسلمانوں کو آپ کوئی بات فرماتے تو مسلمان کہتے راعنا یا رسول اللہ۔ یعنی ہمارا خیال و انتظار فرمائیں۔ یہاں تک کہ ہم اس کو سمجھ کر یاد کر لیں۔

مَا يَوْدُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے کہ نازل کی جائے تمہارے اوپر تمہارے رب کی

خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ط وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

طرف سے کوئی خیر۔ اور اللہ تعالیٰ مخصوص فرمائے اپنی رحمت سے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑا

الْعَظِيمُ ﴿۱۰۵﴾

فضل والا ہے۔

رَاعِنَا کی وجہ ممانعت:

اور اصرہ یہود کے ہاں عبرانی یا سریانی زبان میں، راعینا ”کاکلمہ تھا جس سے وہ ایک دوسرے کو کچل مچل کر رہتے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں سے راعنا کا لفظ سنا تو انہوں نے فرصت کو غنیمت جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہی کلمہ کہنا شروع کر دیا۔ اور مراد اس سے وہ اپنا گالی والا کلمہ لینے لگے۔ پس مسلمانوں کو اس کلمہ سے روک دیا گیا۔ اور اس کا ہم معنی کلمہ انظرنا کہنے کا حکم دیا۔ یہ انظر نظر سے انتظار کے معنی میں ہے۔

وَأَسْمَعُوا: (اور غور سے سنو) نمبر ۱: غور سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور فرامین کو سنو۔ کہ تمہارے کان ان کو محفوظ کرنے والے اور دماغ حاضر ہوں۔ تاکہ اعادہ اور رعایت کرنے والے کے مطالبہ کی حاجت پیش نہ آئے۔

نمبر ۲: قبولیت و اطاعت کی غرض سے سنو۔ تمہارا سننا یہود کی طرح نہ ہونا چاہئے کہ انہوں نے کہا۔

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی)

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ: (اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے) یہود کے لیے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۵: مَا يَوْدُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ۔ (اہل کتاب میں سے کافر اور مشرک یہ نہیں چاہتے کہ اتاری جائے تم پر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

قراءت: يُنَزَّلُ کو ابو عمر و اور کی نے يُنَزَّلُ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

اقسام من:

مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ: (کوئی بھلائی تمہارے رب کی طرف سے)

نمبر ۱: پہلا من بیان یہ ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ۚ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

ہم جس کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر

شَيْءٌ قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ کے لئے آسمان اور زمین کا ملک ہے اور تمہارے لئے اللہ کے

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔

نمبر ۲: اور دوسرا زائدہ ہے جو خیر میں استغراق کا معنی پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ یعنی کسی قسم کی کوئی بھلائی۔

نمبر ۳: تیسرا میں ابتداء غایت کے لیے ہے۔ الخیر سے وحی اور اسی طرح رحمت مراد ہے۔

وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ: (اور اللہ تعالیٰ خاص کرتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں) یعنی وہ اپنے بارے میں خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ وحی اتارے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس اسے مسلمانوں۔ وہ تم سے حسد کرتے ہیں۔ اور پسند نہیں کرتے کہ تم پر کوئی چیز وحی میں سے اتاری جائے، اللہ تعالیٰ تو نبوت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ: (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) اس میں بتلایا کہ نبوت کا ملنا بہت بڑا فضل ہے۔
شَآئِنَ الْبُزُرِ: کفار نے کتب کے سلسلہ میں یہ اعتراض اٹھایا کہ محمد ﷺ کو دیکھو۔ کہ اپنے اصحاب کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر ان کو منع کر کے اس کے الٹ حکم دیتے ہیں آج ایک بات کہتا ہے اور کل اس سے رجوع کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔

۱۰۶: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا: (جو کوئی آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں)

لغوی معنی:

لغت میں نسخ تبدیل کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعی تعریف:

کسی ایسے مطلق شرعی حکم کی انتہا کو متاخر بیان کرنا کہ جس کا ہمیشہ رہنا ہمارے دماغوں میں پختہ ہو چکا ہو۔ یہ ہمارے حق میں تو بظاہر تبدیلی ہے مگر صاحب شرع کے لیے یہ بیان محض ہے۔

ہم نے ان لوگوں کا جواب یہ کہہ کر۔ ”یہ صاحب شرع کے حق میں محض بیان ہے“ ”دے دیا جو نسخ کے منکرین ہیں“ اور نسخ کو بداء قرار دیتے ہیں۔ میری مراد اس سے یہود ہیں۔ (یا اس طرح کے دیگر گروہ بھی)

محل نسخ:

ایسا حکم جس میں وجود و عدم کا ذاتی طور پر احتمال ہو۔ اور اس حکم کے ساتھ ایسی چیزیں جو نسخ کے خلاف ہوں وہ نہ پائی جائیں۔ مثلاً توقیت، تابید خواہ وہ توقیت وغیرہ نص سے ثابت ہو یا دلالت نص سے۔

شرط نسخ:

دل کے ارادے سے قدرت کافی ہے ممکن فعل سے قدرت ضروری نہیں۔ عندنا۔ البتہ معتزلہ فعل سے قدرت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

نسخ کی صورت:

نمبر ۱: تلاوت اور حکم سے نسخ بھی جائز ہے اور

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے۔ کہ حکم منسوخ ہو۔ اور تلاوت منسوخ نہ ہو۔

نمبر ۳: اور اس کا عکس ہو کہ تلاوت منسوخ ہو مگر حکم منسوخ نہ ہو۔

نمبر ۴: اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم کا کوئی وصف منسوخ ہو جیسے نص پر اضافہ قید یہ ہمارے نزدیک نسخ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں۔

الانساء: دلوں سے اس کی یادداشت کا مٹ جانا۔

قرأت: ابوعمر اور سبکی نے نَسَاھا ہمزہ سے پڑھا ہے۔ نَسَا کا معنی موخر کرنا ہے یہ نَسَات سے لیا گیا ہے جس کا معنی اخوت ہے۔ میں نے مؤخر کیا۔

نَاَتٍ بِخَيْرٍ مِّنْهَا: (تو نازل کر دیتے ہیں اس سے بہتر) یعنی ہم کوئی آیت لے آتے ہیں جو بندہ کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ عمل میں ثواب کے لحاظ سے

اَوْ مِّنْهَا: (یا اس جیسی) اس میں اس کی مثل ہوتی ہے اس لیے کہ بعض آیات کو بعض پر (بحیثیت آیت کے) کوئی فضیلت نہیں۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی وہ قادر ہے پس خیر اور اس کی مثل پر یکساں قدرت رکھتا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۰۷:

۱۰۷: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی سلطنت اسی اللہ کی ہے)۔ (وہ تمہارے معاملات کا مالک اور مدبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ نسخ منسوخ میں سے کس کے ساتھ تم سے عبادت کروانی ہے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَلٰيٍّ: (اور تمہارے لیے اللہ کے مقابل کوئی مددگار دوست نہیں) ایسا جو تمہارے معاملے کا مددگار ہو۔ وَلَا نَصِيْرٌ: (اور نہ مددگار) اور نہ کوئی مددگار جو تمہیں عذاب سے بچائے۔

اَمْ تُرِيدُوْنَ اَنْ تَسْأَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سَئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے اور جو شخص ایمان کے بدلہ کفر کو

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ ۝۱۰۸

اختیار کرے۔ سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۰۸..... بیجا سوالات کی ممانعت:

اَمْ تُرِيدُوْنَ: (کیا تم یہ چاہتے ہو کہ) یہ اُمّ مقطوعہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اُتو یدون کیا تم ارادہ رکھتے ہو؟
اَنْ تَسْأَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سَئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ: (سوال کرو جس طرح سوال کئے گئے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے قبل) روایت میں آیا ہے کہ قریش نے کہا۔ اے محمد ﷺ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونا بنا دے۔ اور مکہ کی زمین سے پہاڑ ہٹا کر اس کو کھلا میدان کر دے۔ پس اس آیت میں ان کو نشانیاں مانگنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا۔

اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۸

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ: (جو بدل لے کفر کو ایمان سے) جس نے آیات منزلہ پر یقین کو چھوڑ دیا۔ اور ان میں شک کیا اور اپنی طرف سے اور کو ایجاد کیا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ: (پس وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا) سواء کا معنی سیدھا اور درمیانہ راستہ۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفٰرًا ۝۱۰۹

اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ دلتے ہیں کہ کاش تم کو تمہارے ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا لیں

حَسَدًا اٰمِنٌ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۝۱۰۹ فَاعْفُوا

اپنے دلوں کے حسد کے باعث، بعد اس کے کہ ان کے لئے حق ظاہر ہو گیا ہے، سو تم معاف کرو

وَاصْفَحُوا حَتّٰى يٰٓاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۝۱۰۹ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰۹

اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تَقْدِمُوْا اِلٰى اَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو کچھ پہلے سے بھیج دو گے اپنی جانوں کے لئے کوئی خیر

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۝۱۰۹ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۰۹

اے اللہ کے پاس پالو گے، بے شک اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۰۹:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُوْنَكُمْ: (اہل کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ تم کو پھیر دیں) یہ کہ وہ تم کو لوٹا دیں۔
مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفٰرًا: (ایمان کے بعد کفر کی حالت میں) یہ تم کو ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا۔ یعنی تم کو تمہارے دین سے کفر کی حالت کی طرف لوٹا دیں۔

نَشَانُ بُرُوْا: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے واقعہ احد کے بعد کہا۔ کیا تم نے غور نہیں کیا۔ کہ جو تکلیف تمہیں پہنچی۔ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں شکست نہ ہوتی۔ تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ۔ وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔
حَسَدًا: (حسد کی وجہ سے) یہ مفعول لہ ہے یعنی حسد کی وجہ سے۔ حسد دوسرے کے پاس نعمت کے ہونے پر افسوس کرنا (جلنا اور اس کے زوال کی تمنا کرنا)۔

مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ: (جوان کے دلوں میں ہے) یہ دوز کے متعلق ہے یعنی وہ اپنے دلوں سے چاہتے ہیں کہ اپنی ثبوت کی بناء پر۔
دین داری اور حق کی طرف میلان کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔

مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ: (اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکا حق) کہ ان کو معلوم ہے کہ تم حق پر ہو۔ یا حسد کی بناء پر یعنی ایسا حسد شدید جو ان کے دلوں کی گہرائی سے پھوٹنے والا ہے۔

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا: (تم معاف کرو اور درگزر کرو) پس تم ان کے ساتھ درگزر اور معافی کا راستہ اختیار کرو اگر ان سے جہالت

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ الْإِمْنُ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا ۚ تِلْكَ أَمَاتُهُمْ قُلْ

اور انہوں نے کہا کہ ہرگز کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سوائے اس کے جو یہودی ہو یا نصرانی ہو، یہ ان کی آرزوئیں ہیں، آپ فرمادیتے

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۱۱﴾ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

کہ لے آؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو ہاں جس نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمائندگی کے لئے جھکا دیا اور وہ محسن ہو

فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۱۲﴾

تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اس کے رب کے پاس، اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں، اور نہ یہ لوگ رنجیدہ ہوں گے

وہی ظاہر ہو۔

حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ: (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لے آئے اپنا حکم) یعنی لڑائی والا حکم۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان سے انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۱۰:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ: (اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ بھیج دو آگے اپنے لیے بھلائی) خیر سے مراد کوئی نیکی، نماز یا ان کے علاوہ دیگر عبادات۔

تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ: (وہ پاؤ گے اللہ تعالیٰ کے پاس) اس کا ثواب اس کے ہاں پالو گے۔

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے) اس سے ہاں کسی عامل کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا۔

ادعاء یہود و نصاریٰ:

۱۱۱: وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ الْإِمْنُ كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا: (وہ کہتے ہیں ہرگز نہ جائیں گے جنت میں مگر جو یہودی یا

عیسائی ہو) قالوا کی ضمیر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی یہود نے کہا جنت میں فقط یہودی جائیں

گے۔ نصاریٰ نے کہا جنت صرف نصاریٰ کیلئے ہے ان دونوں قولوں میں صنعت لف کا لحاظ رکھا گیا۔ کہ ہر فریق دوسرے کی تھلیل

کر رہا ہے۔ اور دوسرے کو یقینی طور پر گمراہ قرار دے رہا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۳۔ قَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ

شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ۔ ایں یہ بات مذکور ہے ہود جمع حائد کی جس طرح عائد جمع عوذ کی۔ من

کے لفظ کا لحاظ کر کے کان کا اسم واحد لائے۔ اور معنی کی طرف نظر کر کے خبر جمع لائے۔

باطل تمنّا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تِلْكَ اَمَّا نَبُوءَتُھُمْ: (یہ ان کی تمنائیں ہیں) اس سے ان کی مذکورہ تمنّاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ یہ کہ ایمان والوں پر رب کی طرف سے خیر نہ اترے گی، اور ایک تمنّا یہ تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹا دیں۔ اور ایک تمنّا یہ تھی کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں نہ جائے گا اس قسم کی باطل تمنائیں ان کی تمنائیں تھیں۔ الامنیۃ۔ یہ تمنی سے انفعولہ کا وزن ہے۔ جیسے اضحوکہ۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْہَانُکُمْ: (کہہ دیں اے محمد ﷺ تم اپنی دلیل لاؤ) تم اپنے جنت میں داخلے کی دلیل لاؤ۔ ہات کا لفظ بمنزلہ ہاء کے ہے۔ جس کا معنی اُخْصُرُ ہے یہ ان کے قول لَنْ یَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ هُوْدًا اَوْ نَصْرٰی سے متصل ہے اور تِلْكَ اَمَّا نَبُوءَتُھُمْ کا جملہ معترضہ ہے

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ: (اگر تم سچے ہو) اپنے دعویٰ میں۔

مذمت اہل کتاب:

۱۱۲: بَلٰی: (کیوں نہیں) دوسروں کے جنت میں داخلے کی یہود و نصاریٰ نے جو نفی کی۔ یہ اس کا اثبات ہے۔

مَنْ اٰسَلَمَ وَجْہُہٗ لِلّٰہِ: (جس نے حوالے کیا اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے) جس نے اپنے آپ کو اس کے لیے خالص کر لیا۔ اور وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ: (اور وہ نیکو کار بھی ہے) وہ قرآن کی تصدیق کرنے والا ہے۔

فَلَهُ اَجْرُہٗ: (اس کے لیے اس کا ثواب ہے) یہ من اسلم کا جواب ہے۔ من اسلم یہ ایسا کلام ہے جو معنی شرط کو محضمن ہے۔ اور بلی سے ان کی تردید ہے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا۔

عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ: (اس کے پروردگار کے ہاں نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ

اور کہا یہود نے کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کسی

عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ

چیز پر نہیں، حالانکہ وہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں۔ ایسا ہی کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے انہی کی

قَوْلِهِمْ ۚ فَاِنَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۳﴾

کی بات، پس اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں جس میں وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۱۱۳:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ: (یہود نے کہا کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں) کسی صحیح شئی پر جو شراکی جاسکے۔

وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ: (اور نصاریٰ نے کہا یہود کسی راہ پر نہیں)

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ: (حالانکہ وہ سب کتاب الہی پڑھتے ہیں) وہم يتلون الكتاب میں واؤ حال یہ ہے اور الكتاب کا الف لام جنس کا ہے۔ یعنی انہوں نے ایسی بات کہی حالانکہ وہ اہل علم اور کتابیں پڑھنے والے ہیں۔ اور جو تورات و انجیل کو اٹھانے والا اور ان پر ایمان لانے والا ہے اسے باقی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کی مصدق ہیں۔

كَذٰلِكَ: (اسی طرح) اس جیسی بات جو تو سن چکا۔

تَوْخِیْخِ اہل کتاب:

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ: (کہی ان لوگوں نے جو بے علم ہیں ان جیسی بات) یعنی وہ جاہل جن کو نہ کچھ علم ہے اور نہ ان کے پاس کتاب ہے۔ جیسے بت پرست۔ دہریے وہ ہر دین والے کو کہتے ہیں۔ کہ وہ کسی ایسی چیز پر نہیں جو کسی شمار و قطار میں آئے۔ اس آیت میں اہل کتاب کو سخت توبخ کی گئی کہ انہوں نے علم کے باوجود اپنے آپ کو جاہلوں کی لڑی میں پرودیا ہے۔

فَاِنَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ: (پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا۔ جس میں یہ جھگڑتے تھے) یعنی یہود و نصاریٰ کے درمیان اس سزا کا جو ہر فریق کے لیے اس کے مناسب تجویز کی جائیگی۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اس بات سے روکے کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔

أُولَٰئِكَ مَا كَانُوا لَكُمْ أَنْ يَدْخُلُوها إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ

ان لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے

فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۹﴾

آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۱۷۹: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ: (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو منع کرے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے) قراءت: من ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے اور یہ استفہامیہ ہے۔ اظلم یہ اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے۔

نحوی تراکیب:

نمبر ۱: ان یدکر یہ منع کا مفعول دوم ہے کیونکہ محاورہ ہے منعتہ کذا۔ اس کی مثال سورۃ اسراء کی آیت وما منعنا ان نرسل بالایات میں منع کا مفعول اول نا اور دوم ان نرسل بالایات ہے۔ اور اسی سورت کی آیت نمبر ۹۴ وما منع الناس ان يؤمنوا۔ میں الناس اور ان يؤمنوا دو مفعول ہیں۔

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے کہ ان کے ساتھ حرف جر کو حذف کر دیں۔ اصل اس طرح ہے۔ من ان یدکر اور تم اس کو نصب دو بطور مفعول لہ کے۔ نصب کا مطلب یہ ہے۔ منعہا کراہۃ ان یدکر (ان مساجد سے روکے ذکر سے نفرت کی بناء پر)

ایک مسئلہ:

اللہ تعالیٰ کی تمام مساجد کے لیے یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ان میں روکنے والا ظلم میں حد سے نکلنے والا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عیسائیوں نے بیت المقدس میں گندگی ڈال دی۔ لوگوں نے ان کو اس میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ یا مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ کے سال مسجد حرام میں داخلے سے منع کیا۔

جمع کی وجہ:

سوال: یہاں مساجد اللہ فرمایا گیا۔ حالانکہ روکا تو ایک مسجد سے تھا۔ مسجد بیت المقدس یا مسجد حرام سے۔

جواب: حکم عام ہے اگرچہ سبب خاص ہے اس کی مثال سورۃ ہمزہ کی آیت نمبر اول لکل ہمزہ ہے۔ جو اخنس بن شریق کے بارے میں اتری۔ حالانکہ مراد عام ہر طعنہ زن ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيِنَّمَا تُؤَلُّوْا فَاَشْمَوْا ۚ وَجْهَ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵﴾

اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب، سو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر اللہ کا رخ ہے، بیشک اللہ واسع ہے، علیم ہے

وَسَعَىٰ فِي خَوَابِهَا: (اور کوشش کرے ان کے اجازت کی) اللہ کی یاد کو منقطع کر کے۔ مَن سے عام مراد ہے جیسا کہ مسجد اللہ سے مراد عام ہے یعنی ہر ایک مسجد مراد ہے۔

أُولَٰئِكَ: (یہ لوگ) اولئک کا مشارالیه وہ رکاوٹ ڈالنے والے ہیں۔

مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوْهَا: (اس لائق نہیں کہ ان میں داخل ہوں) یعنی ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں داخل ہوں۔

عاجز اندہ داخلہ کی اجازت:

إِلَّا خَافِيْنٌ: (مگر ڈرتے ڈرتے) یہ یہ دخلو ہا کی ضمیر سے حال ہے۔ نمبر ۱: یعنی مومنوں سے ڈرنے کی اور پکی کی حالت میں کہ کہیں پکڑنے لیے جائیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ناجائز تسلط جمائیں اور منہ موڑیں۔ اور ایمان والوں کو اس سے روکیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کا یہی حق تھا۔ اگر کفار کا ظلم و سرکشی وغرور نہ ہو۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا۔ کہ ماکان لہم فی حکم اللہ یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اور لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ وہ مومنوں کی مدد فرمائے گا۔ اور ان کو مضبوط کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ انہیں داخل نہیں ہونگے۔ مگر اس حال میں کہ وہ ڈرنے والے ہونگے۔ روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں کوئی عیسائی داخل نہیں ہوتا۔ مگر تاوقتیکہ اس خطرہ کے پیش نظر کہ قتل نہ کر دیا جائے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بیت المقدس میں جو عیسائی پایا جاتا ہے اس کی خوب پٹائی کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا۔ الا لا یحجن بعد هذا العام مشرک (بخاری و مسلم) خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج بیت اللہ کو نہ آئے۔

بعض نے اس ارشاد کا معنی یہ کیا ہے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کو بطور صاحب اقتدار کے وہاں غالب نہ ہونے دو۔ کہ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے دو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے جو سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۳ میں ہے۔ وماکان لکم ان تؤذوا رسول اللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا مت دو۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ: (ان کے لیے دنیا میں رسوائی) خزی سے مراد جبری کافر کا قتل و قید کرنا ہے اور ذمی کا جزیہ کی ذلت اٹھانا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: (اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے) عذاب سے مراد یہاں آگ ہے۔ ۱۵: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ: (مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) یعنی مشرق و مغرب کے سارے ملک اس کے ہیں۔ اور وہی ان کا مالک ہے اور متولی ہے۔

فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا: (جدھر تم اپنا منہ کر لو گے) یہ شرط ہے تو لو ایہ جزاء فعل اس کی وجہ سے مجزوم ہے یعنی جس جگہ میں ہو تم چروں کا رخ قبلہ کی طرف پھیرو۔ اس مطلب کی دلیل سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴۔ قَوْلِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَخَيْتُ مَا كُنْتُمْ تَوَلَّوْا وَجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ کہ تم اے پیغمبر پھیرو اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ بھی تم ہو (تم) (مسلمانو) پھیرو اپنے چروں کو اسی کی طرف۔

فَقَمَّ وَجْهَ اللَّهِ: (پس ادھر ہی اللہ کا سامنا ہے) یہ جواب شرط ہے۔ یعنی وہ جہت جس پر وہ راضی ہے اور جس کا اس نے حکم دے رکھا ہے۔ پس مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس میں نماز سے روک دیا گیا۔ تو تمہارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ پس تم زمین کے جس ٹکڑے پر چاہو نماز ادا کرو۔ اور اس میں بیت اللہ کی طرف منہ کر لو کیونکہ جہت کی طرف منہ تو ہر جگہ ممکن ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ: (بے شک اللہ وسعت والے علم والے ہیں) یعنی وہ وسیع رحمت والے ہیں وہ بندوں پر اپنی رحمتوں کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور وہ بندوں کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسافر کی نماز کے سلسلہ میں یہ آیت اتری۔ کہ جب وہ اپنی سواری پر ہو تو جدھر اس کی سواری رخ کر لے ادھر ہی مسافر منہ کر کے نماز پڑھ لے۔
اشتباہ قبلہ کا حکم:

یہ بھی کہا گیا۔ کہ کچھ لوگوں پر قبلہ مشتبہ ہو گیا۔ انہوں نے مختلف اطراف کی طرف رخ کر کے (اپنے اجتہاد کے مطابق) نماز پڑھ لی۔ جب صبح ہوئی تو ان کو اپنی خطا کا علم ہوا۔ پس ان کا عذر قبول کر لیا گیا۔ یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔
امام شافعی رحمہ اللہ اور جہت قبلہ:

کیونکہ وہ قبلہ کے مشتبہ ہو جانے والوں میں سے قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز درست قرار نہیں دیتے۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسا تو لو ایہ ذکر و دعا کیلئے ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ سُبْحٰنَهُ ۚ بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلُّ

اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے، بلکہ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، سب

لَّهُ فَنُتِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ ۚ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِذَا قُضِيَ اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

اسی کے لئے فرما دیتا ہوں۔ وہ بلا مثال کے پیدا فرمانے والا ہے، آسمانوں اور زمین کو اور جب فیصلہ فرمائے کسی امر کا تو بس یوں فرما دیتا

لَّهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۸﴾

ہے کہ ہو جائے پس ہو جاتا ہے۔

۱۱۶: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا: (وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا) ان کے قول سے مراد سچ ابن اللہ اور عزیر ابن اللہ ہے۔

قرأت: شامی نے قالوا پڑھا ہے پس واؤ کو ثابت ماننے کی صورت میں یہ واقعہ ماقبل پر معطوف ہوگا اور اگر واؤ کا حذف مانیں تو یہ جملہ متانفہ اور الگ واقعہ ہے۔

سُبْحٰنَهُ: (وہ سبحان ہے)۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور منزہ ہے۔

بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے) یعنی وہ اس کا خالق و مالک ہے۔ اور سچ عزیر اس کے مملوک و مخلوق ہیں۔ اور ولادت بذات خود مالکیت کے منافی ہے۔

کل کی نحوی تحقیق:

كُلُّ لَّهُ فَنُتِنُوْنَ: (سب اسی کے تابعدار ہیں) مطیع ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی اس کی نگوین و تقدیر سے نکل نہیں سکتی۔ كُلُّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی کل ما فی السموات والارض۔ (آسمان و زمین کی ہر چیز) یا تقدیر عبارت یہ ہے۔

کل من جعلوه لله ولداً لہ فانتون مطیعون عابدون مقرون بالربوبیۃ منکرون لما اضافوا الیہم۔ کہ ہر وہ جس کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے سامنے عاجزی کرنے والے عبادت کرنے والے اور اس کی ربوبیت کے اقراری ہیں۔ اور جس چیز کی نسبت لوگوں نے ان کی طرف کی ہے اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

سوال: یہاں ما کا لفظ لایا گیا جو غیر ذوی العقول کے لیے ہے جبکہ فانتون جمع سالم عقلاء کے لیے ہے۔

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا کہ جاتا ہے سُبْحٰنَ مَا سَخَرْنَا۔ اے معنی مَنْ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو ہمارے کام میں لگایا۔

تفسیر آیت ۱۱۷:

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (وہ آسمان و زمین کا موجد ہے) ان کا مخترع اور بغیر مثال کے ان کو بنانے والا ہے۔ عرب ہر اس آدمی کو جو ایسا کام کرے جو اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو کہتے ہیں۔ ابدعت اس لیے اہل سنت و الجماعت کی مخالفت کرنے والوں کو مبتدع کہا جاتا ہے۔

اس لیے کہ وہ دین اسلام میں ایسی چیز رواج دے رہا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ نے نہیں کی۔
وَ اِذَا قُضِيَ اَمْرًا: (جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی کام کا) قضی کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔
فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ: (تو بس فرما دیتا ہے کہ ہو وہ ہو جاتا ہے)

جلد وقوع کی تمثیل:

کن فیکون۔ یہ کان تامہ ہے یعنی وہ کہتا ہے پیدا ہو جاوہ وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ حقیقتاً تو جلدی وقوع پذیر ہونے کو محاذو تمثیل سے ذکر کیا گیا۔ ورنہ وہاں قول ہے نہ حاجت قول مطلب یہ ہوا کہ جن معاملات کا وہ فیصلہ اور ارادہ کرتا ہے تو وہ بلا روک ٹوک وجود میں آ جاتے ہیں۔ جس طرح کہ فرمانبردار نوکراطاعت کرتے ہوئے ذرا توقف نہیں کرتا۔ اور نہ اس سے انکار بن پڑتا ہے ولایت کے استبعاد کو اس سے اور مؤکد و پختہ طور پر ثابت کر دیا۔ اس لیے کہ جو قدرت کی ایسی صفات کا ملکہ رکھتا ہو۔ جس کی یہ صفات جسمیت کے منافی ہیں پھر تو الہ کا تصور کیوں کر ممکن ہو؟
قراءت: فیکون میں رفع ہی سب سے بہتر ہے اور عام قراءت کی قراءت یہی ہے۔ وہ اسے جملہ مستانفہ جانتے ہیں۔ ای فہو یكون۔

یا بقول پر عطف کی وجہ سے ضمہ آئے گا۔

ابن عامر رحمہ اللہ نے اس کو کن کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے کیونکہ اس صورت میں امر ہے اور امر کا جواب فاء کی صورت میں منصوب ہوتا ہے۔ (ان مقدرہ کی وجہ سے)

قول فیصل:

کن حقیقت میں امر نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کہا جائے اِذَا قُضِيَ اَمْرًا فَاِنَّمَا یَكُوْنُ فیکون یا اس طرح کہا جائے فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہُ کُنْ فیکون۔ تو یہ دونوں برابر ہیں۔

جب اس کا امر ہونا ثابت نہ ہوا تو نصب کا کوئی مطلب نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اگر وہ امر ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس سے موجود کو خطاب ہوگا۔ تو موجود کن سے مخاطب کیا نہیں جاتا۔ یا معدوم کو مخاطب کریں۔ تو معدوم قابل خطاب ہی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَنْزِيلًا يَهُ كَذَلِكَ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے، کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ، یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی دلیل، ایسا ہی

قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ

کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے انہی جیسی بات، ان کے دل آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے۔ بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کے لئے دلیلیں بیان

لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۱۱۸﴾

کروں ہیں جو یقین لاتے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۱۸:

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ: (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں جانتے) مشرکین میں سے یا اہل کتاب میں سے۔ ان سے علم کی نفی کی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو گویا ان کو علم ہی نہ تھا۔

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ: (کیوں نہیں باتیں کرتا ہم سے اللہ تعالیٰ) وہ ہم سے ہمکلامی کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ ملائکہ سے کرتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا یہ بات وہ تکبر و سرکشی کی بناء پر کہتے ہیں۔

أَوْ تَنْزِيلًا يَهُ كَذَلِكَ: (یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گذرے) شدید انکار کی وجہ سے۔ کیونکہ ان کو دی جانے والی آیات وہ آیات ہی تو تھیں۔ ان آیات کی تحقیر کرتے ہوئے (وہ

انکار کرتے تھے)

مِثْلَ قَوْلِهِمْ: (ان جیسی بات)

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ: (مٹے جلے ہیں ان کے دل) ان کے دل اور ان سے پہلے والوں کے دل اندھے ہیں۔ گویا اندھے ہونے میں مشابہ ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ: (بے شک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں) یعنی اس قوم کے لیے جو انصاف پسند ہیں پس وہ ان آیات پر یقین کرتے ہیں۔ کہ یہ آیات ہیں جن پر یقین لانا اور اعتراف کرنا ضروری ہے۔

اور انہی پر وہ اکتفا کرتے ہیں۔ مزید کے متلاشی نہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ۝

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور دوزخ والوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۖ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ

اور ہرگز راضی نہ ہوں گے آپ سے یہود اور نصاریٰ یہاں تک کہ آپ ان کے دین کا اتباع کر لیں۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ

اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَلَئِنَّ آتِیَّتَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ مَا لَكَ

کی ہدایت جو ہے وہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے تو نہ ہو گا

مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيِّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

آپ کے لئے کوئی ولی اور مددگار جو اللہ سے بچا دے۔

تَفْسِيرُ آیت ۱۱۹:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا: (بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا) یعنی
مؤمنوں کو ثواب کی خوش خبری اور کفار کو عقاب سے ڈرانے والے۔

وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ: (تجھ سے پوچھ نہ ہوگی دوزخ والوں کے متعلق) ہم ان کے متعلق آپ سے پوچھ کچھ نہ
کر س گے کہ وہ آپ کے پیغام پہنچانے اور دعوت میں پوری کوشش کرنے کے باوجود کیوں ایمان نہیں لائے۔

خُفِّفَ: بِالْحَقِّ یہ بَشِيرًا وَنَذِيرًا کی طرح حال ہے۔ یعنی غیر مؤول ہے یہ جملہ مستافہ ہے
قرأت: نافع یسید نے لَا تُسْأَلُ نہی کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دو تفسیریں:

مطلب یہ ہے کہ کفار جس چیز میں مبتلا ہیں اس کا عذاب بہت ہی بڑا ہے اس کا کیا پوچھنا ہے جیسے کہتے ہیں۔ کیف فلان جبکہ
وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو جو اتنا ہی کہا جاتا ہے۔

لا قال اس کے بارے میں مت پوچھو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کفار کے احوال کے بارے میں سوال سے روک دیا۔ جب کہ کسی صحابی
پرسنہ نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا لَكُنَّ يَتْلُونَهُ حَتَّىٰ تَلَاوَتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَمَنْ

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور جو شخص

يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۱۲۱﴾

اس پر ایمان نہ لائے سو یہ لوگ پوری طرح خسارہ میں ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۲۰:

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ: (ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہونگے جب تک کہ تم اختیار نہ کرو ان کا دین) گویا انہوں نے اس طرح کہا۔ کہ ہم ہرگز تم سے راضی نہ ہونگے اگرچہ تم ہماری رضا مندیوں کی طلب میں انتہا کر دو۔

یہود کے دخول اسلام سے مایوسی:

یہاں تک کہ تو ہماری ملت کی اتباع کرے۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کا یہود و نصاریٰ کے دخول اسلام سے مایوس ہونا ظاہر کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا کلام ذکر کیا۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۲۰:

قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ: (کہہ دیں کہ اللہ ہی کی ہدایت) وہی ہدایت جس کو وہ اپنے بندوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔
هُوَ الْهُدَىٰ: (ہدایت ہے) یعنی اسلام جو کہ خالص ہدایت ہے اس سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں اور جس کی طرف تم (اے یہود و نصاریٰ) دعوت دیتے ہو وہ ہدایت نہیں بلکہ ضلالت ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔
وَلَكِنْ أَتَّبَعْتُ أَهْوَاءَهُمْ: (اگر آپ چلے ان کی خواہشات پر) یعنی ان کے ان اقوال پر جو کہ خواہشات، بدعات پر مبنی ہیں۔
بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ: (اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آچکا) یعنی العلم سے مراد یہ کہ جان لینا کہ وہ، وہ دین اسلام ہے یا جانا پہچانا جو دین۔ کہ جس کے دلائل واضح اور ثبوت روشن ہیں۔ وہ مراد ہے۔
مَّا لَكَ مِنَ اللَّهِ: (آپ کے لیے کوئی حجتی) یعنی اللہ کے عذاب سے
مِنْ وَلِيِّيَ وَلَا تَصِيرُ: (مددگار نہ ہوگا) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) کے معنی میں ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۲۱:

الَّذِينَ: (وہ لوگ) مُحَمَّدٌ: (الذین اسم موصول مبتدا)
آمَنُوا لَكُنَّ يَتْلُونَهُ: (جن کو ہم نے کتاب دی) مُحَمَّدٌ: (یہ صلہ ہے۔ نمبر: اہم سے مراد اہل کتاب کے مؤمن۔ الکتاب سے مراد تورات و انجیل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرْوا نِعْمَتِی الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ فُضَّلْتُكُمْ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۲﴾

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر انعام کیا اور اس بات کو بھی کہ میں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی،

وَاتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا

اور وہ اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی جان کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہ کرے گا اور نہ کسی کی طرف سے جان کا کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی

شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ یُنصَرُونَ ﴿۲۳﴾

شفاعت نہ دے گی، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

نمبر ۲: یا اصحاب محمد ﷺ کتاب سے مراد قرآن مجید۔

یَتْلُوْنَهُ: (وہ اس کو پڑھتے ہیں) یہ ہم سے حال مقدور ہے کیونکہ کتاب دیئے جانے کے وقت وہ اس کی تلاوت کرنے والے نہ تھے۔ اور

حق تلاوت کا مطلب:

حَقُّ تِلَاوَتِهِ: (جیسے تلاوت کا حق ہے) مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

ای یقرؤونه حق قراءتہ فی الترتیل۔ یعنی وہ اس کو پڑھتے تھے۔ جیسے پڑھنے کا حق ہے۔ یعنی ترتیل اور ادائیگی حروف تدبر و تفکر کے ساتھ۔

یا اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے مضمون پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس میں پیغمبر ﷺ کی تعریف کو نہیں بدلتے۔

اُولٰٓئِكَ: (ایسی لوگ) خَجُوفٌ: یہ مبتدا ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِہ: یہ اس کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یَتْلُوْنَهُ کو خبر مانیں۔ اور یہ جملہ دوسری خبر ہے

وَمَنْ یَّكْفُرْ بِہْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: (اور جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں) اس لیے وہ خسارہ پانے والے ہیں کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لے لیا۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۲۲:

۱۲۲: یٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرْوا نِعْمَتِی الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ: (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کیں) یعنی انعمتها علیکم۔ تم پر میں نے انعام کیا۔

وَاِنِّیْ فُضَّلْتُكُمْ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ: (اور میں نے تمہیں فضیلت دی جہاں کے لوگوں پر) میں نے تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی۔

وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ

اور جب آزمایا ابراہیمؑ ان کے رب نے چند کلمات کے ذریعہ تو انہوں نے ان کو پورا کیا۔ ان کے رب نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿١٢٢﴾

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے، ان کے رب نے فرمایا کہ میرا عہد ظلم کرنے والوں کو نہ ملے گا

تفسیر آیت ۱۲۳:

۱۲۳: وَأَتَقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے معاوضہ قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کی سفارش اسے فائدہ دے گی اور نہ ان لوگوں کی مدد کی جائے گی)

ترجمہ: ہم مبتدا اور ينصرون خبر ہے۔ اور چاروں جملے یوماً کی صفت ہیں۔ یعنی واتقوا یوماً لا تجزی فیہ۔ ولا یقبل فیہ۔ ولا تنفعها فیہ، ولا ہم ینصرون فیہ۔

بار دیگر لانے کی وجہ:

سوال: ان دونوں آیات کو دوبارہ کیوں لایا گیا؟

جواب: ان سے گناہ بار بار ہوئے گویا ہر دفعہ نیا گناہ ہوا۔ بنی اسرائیل کے واقعہ کو جس سے شروع فرمایا اسی پر ختم کیا۔

۱۲۴: وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ: (جب آزمایا ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند کلمات کے ساتھ) واذا۔ اذکر محذوف ہے۔ ابتلاء کا معنی ادا اور نواہی سے امتحان کرنا ہے اور بندوں کے اختبار کا مطلب اس چیز کا ظہور جس کو ہم نہیں جانتے۔ اللہ کی طرف سے اختبار کا مطلب جس کو اپنے علم سے جانتا ہے اس کا ظاہر فرمانا۔

نتیجہ ابتلاء:

شاہد و غائب میں کسی خفی امر کا ظاہر ہونا۔ اسی وجہ سے تو ابتلاء کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاسکتی ہے۔

دوسرا قول: یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کا امتحان کرنا یہ مجاز ہے۔ اس سے کہ بندے کو دو کاموں میں ایک کے کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور بندہ چاہتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے رہے ہیں۔ اس کام میں جو بندے سے سرزد ہوگا۔ تاکہ اس کے مطابق وہ بدلہ عنایت فرمائے۔

قرأت: ابو حنیفہؒ نے ابو ابراہیمؑ کو رفق دیا ہے۔ ابن عباسؓ کا یہی قول ہے یعنی دعا کے کلمات سے ابراہیمؑ نے اپنے رب کو پکارا۔ جیسے امتحان لینے والا کرتا ہے۔ کہ آیا مخاطب اس کو جواب دے گا یا نہیں۔

وَاذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّیٰ

اور جب ہم نے بنایا خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن، اور بنا لو مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک کر دو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے

السُّجُودِ (۱۲۵)

والوں کے لئے۔

اکثر مفسرین کا قول:

اکثر مفسرین نے کلمات کو عشر خصال قرار دیا۔ جن میں پانچ سراور پانچ جسم میں ہیں۔ مضمضہ، سواک، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کٹوانا۔ مانگ نکالنا۔ استنجاء۔ زیر ناف بال لینا۔ بغل کے بال نوچنا، ناخن کاٹنا، ختنہ کرنا۔

فَاتَمَّهُنَّ: (پس انہوں نے ان کو پورا کر دیا) یعنی ان کو صحیح طور پر ادا کر دیا۔ بغیر کسی سستی اور اضافے کے جیسا کہ سورۃ غنم آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا۔ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى۔

قرأت: ابو حنیفہؒ بیہید کے مطابق مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے وہ دے دیا۔ جو ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا۔ اور ان چیزوں میں کمی نہ کی۔ اب اس کے مطابق کلمات سے مراد وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی نمبر: اَرْبَ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۶) نمبر ۲۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۷) نمبر ۳) وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ (بقرہ آیت نمبر ۱۲۸)

سنن:

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ (البقرہ آیت نمبر ۱۲۹) اور قرأت مشہورہ کے مطابق کلمات پانچ سر میں ہیں۔ مانگ نکالنا۔ مونچھیں لینا۔ سواک کرنا۔ مضمضہ، استنجا پانچ بقیہ جسم میں ہیں۔ ختنہ۔ ناخن کاٹنا۔ بغل کے بال اکھاڑنا۔ زیر ناف بال۔ استنجاء۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شرائع کے تیس احکام ہیں جن میں سے دس سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۲۔ الثَّالِثُونَ، دس احزاب کی آیت ۳۵ میں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اور دس سورت مؤمنون کی آیت نمبر ۹ اور معارج کی آیت نمبر ۳۴ یخافون۔ تک میں مذکور ہیں۔

قول آخر: یہ ہے کہ یہ حج کے احکامات ہیں۔

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا: (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں) امام اس کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے۔ یعنی وہ اپنے دین میں تیری اقتداء کریں گے۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي: (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور میری اولاد میں سے) یعنی تو میری اولاد میں سے مقتدا بنا جس کی لوگ اقتداء کریں، ذریۃ الرجل۔ مذکر و مؤنث ہر دو اولاد کے لیے آتا ہے۔ یہ ذرء سے فعلیۃ کا وزن ہے۔ ذرء کا معنی پیدا کرنا۔ ہمزہ کو یاء سے بدل دیا۔

مسلمانوں کا مقتدی کا فر نہیں ہو سکتا:

قَالَ لَا يَنْتَظِرُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ: (کہا ہمارے اس عہد میں وہ داخل نہیں جو ظالم ہیں)

قرأت: الظالمین، جزہ اور شخص کے نزدیک سکون یاء کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امامت تیری اولاد میں سے اہل ظلم کو نہ ملے گی۔ اہل ظلم سے اہل کفر مراد ہیں۔ اس سے بتلادیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی امامت اہل کفر کے لیے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ان کی اولاد میں مسلمان و کافر دونوں ہونگے۔ جیسا سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۱۳ میں بارگشا علیہ تامحسن و ظالم لنفسہ مبین۔ محسن سے مراد مؤمن اور الظالم سے کافر مراد ہیں۔

معتزلہ کا قول:

فاسق امامت کا حقدار نہیں۔ ظالم کا امامت کے منصب پر مقرر کرنا جائز نہیں اس لیے کہ امام تو دفع ظلم کے لیے ہوتا ہے جب ظالم کو مقرر کر دیا جائیگا۔ تو وہ مشہور مثال کے مطابق بن جائے گا۔ من استرعی الذنب ظلم۔ جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا۔

جواب معتزلہ: یہ ظالم سے مطلق یعنی کافر مراد ہے کیونکہ مطلق ظالم وہی ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ ان کا بیٹا نبی ہو۔ جس طرح ان کو نبوت ملی تو ارشاد ہوا کہ ظالم نبی نہیں ہوگا۔

۱۲۵: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ: (اور جب ٹھہرایا ہم نے گھر کو) بیت سے مراد کعبہ ہے یہ نام اس پر غالب آگیا جیسا کہ ثریا کو نجم کہا جاتا ہے۔

مجتبیٰ فی الحرم کی دلیل:

مَنَابَةُ لِلنَّاسِ: (لوگوں کے لیے اجتماع کی جگہ) حجاج و عمار کے لیے مرجع ہے۔ کہ وہاں سے جدا ہو کر پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں۔

وَأَمْنَا: (اور امن کا مقام) امن کی جگہ جنابت کرنے والا وہاں پناہ لے تو اس پر تعرض نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ خود نکل جائے اور یہ ہمارے لیے مسئلہ مجتبیٰ فی الحرم کے متعلق دلیل ہے۔

مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى: (اور بنا لو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز) ہم نے کہا وہاں نماز کی جگہ مقرر کر لو۔ جہاں نماز ادا کیا کرو۔ آپ ﷺ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے عمر بنیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ مقام ابراہیم ہے تو عمر نے کہا۔ اس کو نماز کی جگہ نہ بنالیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں ہوا۔ ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا کہ یہ آیت اتری۔ (ابو نعیم، ابن ابی داؤد فی المصاحف بحوالہ کنز العمال ج ۲۸/۷)

دوسرا قول: یہ ہے کہ مصلى سے مراد مدعی اور وہ پتھر جس پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا اثر موجود ہے یہ مقام ابراہیم ہے۔ تیسرا قول: سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔

قراءت: شامی و تافع نے وَاَتَّخِذُوا۔ ماضی پڑھا۔ اور جعلنا پر عطف کیا۔ یعنی اتَّخِذُوا النَّاسَ مِنْ مَّكَانِ إِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَاسَمَ بِهِ لَا هَتَمًا مَعَهُ وَامَّا مَكَانُ ذَرِيَّتِهِ عِنْدَهُ قِبْلَةً يَصْلُحُونَ إِلَيْهَا یعنی لوگوں نے ابراہیم کے اس نشان زدہ کھڑے ہونے کی جگہ کو ہتَم بالشان سمجھ کر اور ان کی اولاد کے وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے قبلہ قرار دیا۔ کہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ: (اور ہم نے کہہ دیا ابراہیم و اسماعیل کو) ان دونوں کو ہم نے حکم دیا۔

طہارت کا معنی:

أَنْ طَهَّرَ آبَتِي: (کہ صاف رکھو میرے گھر کو) قراءت: بَنِي۔ یاء کے فتح کے ساتھ مدنی اور حفص نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں پاک کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ بتوں سے اس کو پاک رکھو۔ اور تمام قسم کی انجاس و خبائث سے صاف رکھو لِلطَّائِفِينَ: (طواف کرنے والوں) اس کے گرد طواف کرنے والوں کے لیے۔

وَالْعَاكِفِينَ: (اور اعکاف کرنے والوں) نمبر ۱: جو اس کے پاس اعکاف کرنے والے ہیں۔

نمبر ۲: وہ مجاور جو اس کے پاس اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ کہ اس کے پاس سے جدا نہیں ہوتے

دوسرا قول: طائفین کے متعلق یہ ہے کہ اپنے شہروں سے وہاں کھینچ کر آنے والے ہیں۔ اور عاکفین سے مراد اہل مکہ۔

۱۲۵۔ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ: (اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے) نماز ادا کرنے والے۔ الرُّكَّعِ یہ راکع کی جمع ہے اور السجود جمع ساجد ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الشَّمْرِ مَنْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بد دے اس شہر کو امن والا، اور رزق دے یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں سے جو

اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَّتُّعْهُ قَلِيْلًا ثُمَّ

ان میں سے ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت پر، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو شخص کفر اختیار کرے گا سو میں اسے تھوڑا سا طمع پہنچاؤں گا۔ پھر

اَضْطَرُّهُ اِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَيُبْئِسُ الْمَصِيْرُ ﴿۱۳﴾

اسے دوزخ کے عذاب کی طرف جبراً پہنچاؤں گا۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا: (جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب بنا اس شہر کو امن والا) یعنی نمبرا: اس شہر کو کر دے۔ نمبر ۲: اس مکان کو کر دے۔

بَلَدًا اٰمِنًا کا مطلب:

بَلَدًا اٰمِنًا: (امن والا شہر) نمبرا۔ امن والا۔ یہ اس طرح ہے جیسے عیشۃ راضیہ۔

نمبر ۲۔ ان کے لئے امن والا بنا جو اس میں رہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ لیلِ نائم۔ گہری نیند والی رات۔

نحو: اھذا۔ یہ مفعولِ اول ہے اور بلدِ مفعولِ دوم ہے اور امن اس کی صفت ہے۔

وَارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الشَّمْرِ: (اور عطا کر اس کے رہنے والوں کو پھل) کیونکہ اہل مکہ کے ہاں پھل نہ تھے۔ پھر اس کا بدل دے۔

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ: (ان لوگوں کو جو ان میں ایمان لائیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر) اس کے رہنے والوں

میں سے۔ یہ بدل اکل سے بدل البعض ہے۔ یعنی رزق المؤمنین من ابلہ خاصہ۔ خاص کر اس کے رہنے والے مؤمنین کو رزق

عنایت فرما۔ رزق کو اپنی امامت پر قیاس کر کے ایمان والوں کے ساتھ خاص کر دیا۔

قَالَ: (فرمایا) اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

وَمَنْ كَفَرَ: (جو کفر کرے) یعنی میں ان کو بھی رزق دوں گا۔ جنہوں نے کفر کیا۔

فَاُمَّتُّعْهُ قَلِيْلًا: (پس اس کو فائدہ اٹھانے دوں گا تھوڑا)

نمبر ۱۔ تھوڑا فائدہ۔ نمبر ۲۔ تھوڑا زمانہ جو اس کی زندگی کا ہے۔

قراءت: شامی۔ فَاُمَّتُّعْهُ

ثُمَّ اَضْطَرُّهُ: (پھر اس کو مجبور کروں گا) مجبور کروں گا۔

اِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَيُبْئِسُ الْمَصِيْرُ: (آگ کے عذاب کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

مصیر کا معنی وہ لوٹنے کی جگہ جس کی طرف پہنچتے ہیں وہ آگ ہے پس مخصوص بالذم یہاں محذوف ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اور اسماعیل بھی، اے ہمارے رب قبول فرما لے ہم سے

إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۱۲۷ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً

بے شک تو ہی سب سے سنے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بنادے ہم کو تو اپنا فرمانبردار اور بنادے ہماری اولاد میں سے ایک امت

مُسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَآرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۱۲۸

جو تیری فرمانبردار ہو، اور ہمیں بتا دے ہمارے حج کے احکام، اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول فرما نے والا مہربان ہے۔

۱۲۷۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ: (جب ابراہیم بلند کر رہے تھے) یہ زمانہ ماضی کی حکایت بیان کی۔

الْقَوَاعِدَ: (خانہ کعبہ کی بنیادیں) القواعد جمع قاعدہ کی ہے اور قاعدہ کہتے ہیں جو اوپر کے لئے بنیاد و جز کا کام دے۔ یہ صفت غالبہ ہے ورنہ اس کا معنی قائم ہونے والی اور رفع الاساس اس پر تعمیر کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جب اس پر تعمیر کی جائے گی۔ تو وہ پستی سے بلندی میں منتقل ہو جائے گی اور قصر ہونے کے بعد طویل ہو جائے گی۔

مِنَ الْبَيْتِ: (بیت اللہ کی) بیت سے مراد بیت اللہ وہ کعبہ شریف ہے۔

وَإِسْمَاعِيلُ: (اور اسماعیل) اس کا عطف ابراہیم پر ہے ابراہیم علیہ السلام معمار کی کر رہے تھے اور اسماعیل ان کو پتھر پکڑا رہے تھے۔

رَبَّنَا: (اے ہمارے رب) وہ دونوں رہنا کہتے تھے۔ یہ فعل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور عبد اللہ نے اپنی قراءت میں اس کو ظاہر بھی کیا ہے اور اب اس کا معنی یہ ہے وہ دونوں دیواروں کو رہنا کہتے ہوئے بلند کر رہے تھے۔

تَقَبَّلْ مِنَّا: (تو ہم سے قبول کر) اس گھر کی تعمیر کے سبب ہمارا قرب اپنی بارگاہ میں قبول کر۔

إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ: (بے شک تو ہر بات سنے والا ہے) ہماری دعاؤں کو سنے والے۔

الْعَلِيمُ: (اور ہر بات جاننے والا ہے) ہمارے بواطن اور نیات کو جاننے والے ہیں۔ آیت میں تو اعد کو پہلے مبہم رکھا اور پھر اس ابہام کے بعد واضح کر دیا اس میں یسین کی عظمت شان کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تَفْسِيرُ آیت ۱۲۹:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ: (اے ہمارے رب تو بنا ہمیں اپنا فرمانبردار)

نمبر ۱۔ مسلمین کا معنی ہم اپنے چہروں کو تیرے لئے خالص کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسا البقرہ آیت نمبر ۱۱۲ میں من اسلم وجہہ للہ۔

دوسرا قول: عاجز و فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہیں اسلم لہ واستسلم۔ یعنی عاجزی کی اور یقین کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے اخلاص اور اپنے اوپر یقین میں اضافہ فرما۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

اے ہمارے رب اور بھیج دے ان میں ایک رسول ان میں سے، جو تلاوت کرے ان پر تیری آیات، اور سکھائے ان کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۲۹)

اور حکمت، اور ان کا تزکیہ کرے، (بے شک توی عزیز ہے، حکیم ہے۔)

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا: (اور ہماری اولاد میں سے) یہ جعل کے متعلق ہے تو ہماری اولاد میں سے کر دے۔
اُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ: (ایک فرمانبردار جماعت) نمبر ۱۔ من تبعیضہ ہے نمبر ۲۔ یا نیہ ہے۔

مراد امت:

امت سے مراد ایک قول کے مطابق امت محمدیہؐ ہے۔

سوال: اپنی اولاد کو دعائیں کیوں خاص کیا؟

سوال کا مدلل جواب:

جواب: اولاد شفقت کی سب سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ میں قوا انفسکم واهلیکم نارا فرمایا ہے۔
(کہ تم اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ)

وَاَرْزَاْنَا مَنَّا سِجِّتًا: (اور ہماری عبادت کے طریقے ہمیں بتا) اَرْكَالُ فَرْزِی سے بنا ہے اس کا معنی دکھانا یا بتانا ہے۔ اس لئے اس کو
دو مفعولوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ یعنی تو ہمیں حج میں عبادت کے مقامات دکھا۔ یا بتلا۔ مناسک کا واحد منسلک ہے۔ سین
(س) کی زیر و زبر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی عبادت کے مقامات ہیں۔ اس لئے عبادت کرنے والے کو
ناسک کہتے ہیں۔

قراءت: (مکی نے اَرَزْنَا پڑھا۔ اس کو فِخْذُ کے لفظ پر قیاس کیا۔ ابو عمرو نے رُکُوسْرہ کا اِشَام دے کر پڑھا۔
وَتَبَّ عَلَيْنَا: (اور تو بہ قبول کر) نمبر ۱۔ جو ہم سے کوتاہی پیش آگئی ہو۔

نمبر ۲۔ اپنی اولاد کے لئے دونوں نے توبہ طلب کی۔ یعنی ہماری اولاد کو معاف فرما۔
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ: (بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۲۹:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ: (اے ہمارے رب تو بھیج ان میں سے) مراد امت مسلمہ ہے۔

وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنٰهٗ

اور ملت ابراہیم سے وہی درمردانی کرتے گا جس نے اپنے نفس کو حق بنایا، اور بے شک ہم نے ان کو منتخب کر لیا

فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ

دنیا میں، اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں، جب فرمایا ان کے رب نے کہ

اَسْلِمَ ۖ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

فرمایا وہ ارسلا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ: (رسول انہی میں سے) انہی میں سے پس اللہ تعالیٰ نے ان میں محمد ﷺ کو بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ انا دعوة اہی ابراہیم و بشری عیسیٰ و رؤیا اُمی۔ (رواہ احمد۔ الحاکم، المزار) میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں) خواب یہ تھا۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ نے ولادت سے قبل ایک روشنی اپنے سے نکلتی ہوئی دیکھی جس نے مکہ کو بھر دیا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِكَ: (جوان پرتیری آیات پڑھے) ان پر پڑھتا ہے اور ان کو پہنچاتا ہے۔ جو اس کی طرف وحی کے ذریعہ تیری وحدانیت کے دلائل اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کی صداقت کے دلائل بھیجے جاتے ہیں۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ: (اور ان کو تعلیم دے کتاب) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ وَالْحِكْمَةَ: (وحکمت کی) سنت اور فہم قرآن مراد ہے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ: (اور ان کو پاک و صاف بنائے) وہ ان کو شرک اور تمام نجاستوں سے پاک کرتا ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ: (بے شک تو زبردست) وہ غالب جو مغلوب نہ ہو۔ الْعٰلَمِيْنَ: (مدبر والا ہے) اس چیز میں جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۴:

وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهٖمَ: (نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے) یہ استفہام انکاری ہے اور اس بات کا شدت سے انکار کیا گیا۔ کہ واضح حق سے بے رغبتی اختیار کرنے والا عقل مند نہیں ہے۔ اور واضح حق ملت ابراہیم ہے۔ الملۃ۔ طریقہ، سنت۔ زجاج پیر نے اسی طرح کہا ہے۔

الْاٰمَنُ: (مگروہ)

نحوی تراکیب:

یہ یوغب کی ضمیر سے بدل ہے اور کل رفع میں واقع ہے اور بدل ہی صحیح ہے۔ کیونکہ جو منہ موڑنے والا ہے وہ لازم کرنے والا نہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ هل جاءك احد الا زيد تیرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا۔ اب آیت کا معنی یہ بنے گا۔ نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے مگر وہ۔

مفاہمت کا مفہوم:

سَفَهَ نَفْسَهُ: (بے وقوف ہے جس کا نفس) یعنی جس کا نفس جاہل ہے۔
نمبر ۱۔ اے جھل نفسہ (یعنی وہ اپنے دل میں سوچتا نہیں)۔ یہاں سفہ کو جھل کی جگہ لائے اور اس کو اس کی طرح شمار کر لیا۔
نمبر ۲۔ دوسرا قول۔ یہ ہے کہ جس کے نفس میں حماقت ہے۔ پس فی کو حذف کر دیا جس طرح من کو اعراف آیت نمبر ۱۵۵ سے واختار موسیٰ قومہ۔ اور علی کو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ ولا تعزموا عقدۃ النکاح ای علی عقدۃ النکاح۔ یہ دو صورتیں زجاج کے نزدیک ہیں مگر فراء نے کہا کہ یہ تیز کی وجہ سے منسوب ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ وہ معروف ہے۔
ملت ابراہیم (عَلَيْهِ السَّلَام) کا حکم:

وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ: اس میں اُس آدمی کی رائے کی غلطی بتلائی جو ملت ابراہیم سے منہ موڑنے والا ہے کیونکہ جو شخص دونوں جہاں کی عظمت کا جامع ہو تو اس کے طریقے کی طرف رغبت کرنے سے بڑھ کر کسی کا طریقہ نہیں۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۳۱:

اِذْ قَالَ: (جب کہا) نحو۔ نمبر ۱۔ یہ اصطیفناہ کا ظرف ہے۔
نمبر ۲۔ یا اذ کر مضمکر کی وجہ سے منسوب ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس وقت کو یاد کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے وہی منتخب و صالح ہیں۔ کہ جن کی ملت قابل اعراض نہیں۔
لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمُ: (ان کو ان کے رب نے تو فرمانبردار ہو جا) یقین کر یا اطاعت کر یا اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر۔
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ: (کہا میں نے اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا۔ میں خالص ہوا میں نے خالص کیا۔ یا میں مطیع ہوا۔

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ لِبَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ

اور ملت ابراہیم کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی، اے میرے بیٹے شک اللہ نے منتخب فرمایا ہے تمہارے لئے اس دین کو،

فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

سو بزرگ مت مرنے کو اس حالت میں کہ تم دین اسلام پر ہو۔ کیا تم حاضر تھے جس وقت آنے لگی یعقوب کو

الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَ

موت، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم کی عبادت کرو گے میرے بعد، انہوں نے کہا ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی اور

إِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۳﴾

آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمعیل اور اسحاق کے معبود کی، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

مرجع ضار:

وَوَصَّىٰ بِهَا: (اور اس کی وصیت کی) قراءات مدنی و شامی نے اَوْ وصیٰ پڑھا۔

نمبر۔ ھا کی ضمیر سے مراد ملت ہے یا نمبر ۲۔ کلمہ اسلمت لوب العالمین ہے۔

إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ: (ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہا) یعقوب یہ ابراہیم پر معطوف ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے اور مطلب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھی وصیت کی۔

لِبَنِيَّ: (اے میرے بیٹے) قال مضر ہے۔

چنا ہوا دین:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ: (بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن کر دین دیا) یعنی تمہیں وہ دین دیا جو دینوں میں منتخب شدہ ہے۔ وہ دین اسلام ہے اس کو تھا سننے کی تمہیں توفیق دی۔

ثابت قدمی کا حکم:

فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ: (پس تم مسلمان ہو کر ہی مرنے) تمہاری موت اسلام پر ثابت قدمی کی حالت میں ہونی چاہیے۔ حقیقت میں اس بات کی ممانعت کی گئی کہ موت کے وقت ان کی حالت اسلام کے خلاف نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہتے ہیں۔ لاتصل الا وانت خاشع یعنی تمہیں نماز شروع کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ اس میں نماز کی ممانعت نہیں بلکہ نماز میں خشوع کے ترک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

تَفْصِيْلُ آيَةِ ۱۳۳:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ: (کیا تم موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا)

ام کی اقسام:

نمبر ۱۔ ”اَمْ“ منقطع ہے۔ ہمزہ انکار کے لئے ہے شہداء جمع شہید اس کا معنی حاضر ہے۔ یعنی یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت تم حاضر نہ تھے۔ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا۔ اب مطلب یہ ہوا۔ کہ تم اس وقت موجود نہ تھے۔ تمہیں ان کے متعلق وحی سے علم ہوا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول۔ ”اَمْ“ متصل ہے اس سے قبل مقدر محذوف ہے اور اس وقت خطاب یہود کو ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ جو پیغمبر بھی فوت ہوا۔ وہ یہودیت پر فوت ہوا۔ تو ان کو مخاطب کر کے گویا فرمایا کہ تم انبیاء علیہم السلام پر یہودیت کے دعویدار ہو؟ کیا تم حاضر تھے جبکہ یعقوب علیہ السلام کو موت آئی؟

اِذْ قَالَ: (جب انہوں نے اپنے) نمبر ۱۔ یہ پہلے اذ سے بدل ہے اور ان دونوں میں شہداء کا لفظ عامل ہے۔

یا نمبر ۲۔ حَضَرَ کا ظرف ہے۔

لِيَسْبِقَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِي: (بیٹوں کو کہتا ہوں لوگ میرے بعد کس کی پوجا کرو گے)

ما کی تفصیل:

نَحْوُ: ما استفہامیہ ہے اور تعبدون کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے مطلب یہ ہے۔ کس چیز کی تم عبادت کرتے ہو؟ ما عام ہے ہر چیز کے لئے آتا ہے یا ما معبود کی صفت کے متعلق سوال کے لئے ہے۔ جیسا تم کہو۔ مازید ترید اَفْقِیْہ ام طیب زید کے متعلق تم کیا جانتے ہو کہ وہ فقیہ ہے یا طیب من بعدی۔ میری موت کے بعد

الہ کو دوبارہ لانے کی وجہ:

قَالُوا نَعْبُدُ الْهٰکَ وَالْهٰ اَبَائِنَا: (انہوں نے کہا ہم اس کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے آباء کا ہے)۔ اللہ کا ذکر دوبارہ کیا گیا تاکہ ضمیر مجرور پر عطف بغیر اعادۂ حرف جار کے لازم نہ آئے۔

اِبْرٰهٖمَ وَاسْمٰعِیْلَ وَاسْحٰقَ: (ابراہیم اسماعیل اسحاق کا معبود ہے) یہ آباء اللہ سے عطف بیان ہے۔

سوال: آباء میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیا حالانکہ وہ ان کے چچا ہیں۔

جواب: چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے عباس علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ہذا بقیۃ آبائی (ابن ابی شیبہ)

نحوی لطائف:

اِلٰہًا وَّاحِدًا: (یعنی ایک معبود ہے) نمبر ۱۔ یہ اللہ ابائک سے بدل ہے جس طرح اعلق کی آیت ۱۵-۱۶ میں ناصیہ۔ بالناسیۃ ناصیۃ کا ذبہ۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تَسْأَلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا

عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

جو وہ کیا کرتے تھے۔

نمبر ۲ دوسرا قول: اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ہم تیرے آباء کے معبود سے ایک ہی معبود مراد لیتے ہیں۔ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں) نحو نمبر ۱: یہ نعبد کے فاعل سے حال ہے ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

نمبر ۲ دوسرا قول: یہ نعبد پر جملے کا عطف ہے گویا یہ مقولہ ثانی ہے۔

تیسرا قول: جملہ معترضہ ہے جو تاکید کے لئے لایا گیا۔

۱۳۳۔ تِلْكَ: (وہ) یہ امت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ابراہیم اسماعیل و یعقوب اور ان کی موحدا و اولاد

اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ: (ایک جماعت تھی جو گزری) گزر چکی

غیر کی کمائی کام نہ آئے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ: (ان کے لئے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا) یعنی کسی کو غیر کی کمائی کام نہ دے گی۔ خواہ کان کو مقدم مانیں یا موخر۔ کہ ان کو وہ چیز فائدہ دے گی جو انہوں نے کمائی۔ پس اسی طرح تمہیں وہ چیز کام آئے گی جو تم نے کمائی۔ یہ بات فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپوں پر فخر کر کے (برائیوں پر ڈھٹائی اختیار کرنے والے تھے) اور اعمال کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔

وَلَا تَسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ: (اور تم سے ان کے عملوں کی باز پرس نہ ہوگی) انکی برائیوں کا تمہیں مواخذہ بھگتنا نہ پڑے گا۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرَىٰ تَهْتَدُوا ۖ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

اور انہوں نے کہا کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تم ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرمائیے بلکہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جو پوری طرح

حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ

حق کی ہی طرف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، تم لوگ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر بھی جو اس نے نازل کیا

إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ

ہماری طرف، اور اس ر جو نازل کیا گیا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب مر، اور ان کی اولاد مر،

وَمَا أَوْتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور اس پر بھی جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو کچھ عطا کیا گیا دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے

بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَبَيْنَ آخَرٍ ۚ وَكُنْ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾

کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

۱۳۵۔ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرَىٰ (اور کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ) یعنی یہود نے کہا تم یہودی بن جاؤ۔ نصاریٰ نے کہا تم نصرانی بن جاؤ۔

تَهْتَدُوا: (تو ہدایت پا جاؤ گے) یہ مجزوم ہے کیونکہ یہ امر کا جواب ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ: (کہہ دیں بلکہ ہم تو ملت ابراہیم پر ہیں گے) بلکہ ہم تو ملت ابراہیم کی اتباع کریں گے۔

حنیف کا مفہوم:

حَنِيفًا: (جو تمام سے یکسو تھے) حنیف ابراہیم سے حال ہے جیسا کہ کہتے ہیں راایت وجہ ہند قانمہ میں نے ہندہ کا چہرہ دیکھا اس حال میں کہ وہ کھڑی ہے۔ الحنیف ہر دین باطل سے دین حق کی طرف جھکنے والا۔

تعریض بر مشرکین:

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ: (اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے) یہ اہل کتاب پر تعریض ہے کیونکہ وہ سب ملت ابراہیم کی اتباع کے دعویدار تھے حالانکہ وہ مشرک پر تھے۔

۱۳۶۔ قُولُوا: (تم کہو) نمبر ۱۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے۔

نمبر ۲۔ یہ کفار کو خطاب ہے یعنی تم ان کو کہو کہ تم حق قبول کر لو ورنہ تم باطل پر ہو۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي

سواء اگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو بس وہ مخالفت ہی میں

شَقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۳۷﴾

گئے ہوتے ہیں۔ پس غریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہوگا اور وہ سمیع ہے علم ہے

آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا: (ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف اتارا گیا) انزل الینا سے مراد قرآن مجید ہے۔

سبط کی تفسیر:

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا إِلَّا ابْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْكَافُورَ: (اور جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کی طرف بھیجا گیا) السبط کا معنی پوتے، نواسے، حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ ای الاسباط حفدة یعقوب کے پوتے اور ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد مراد ہے۔

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: انزل کا لفظ الی اور علی دونوں کے ساتھ متعدی بنتا ہے اس لئے یہاں الی کے ساتھ ہے۔ اور آل عمران میں عَلٰی کے ساتھ ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۳۶:

وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ إِلَّا نَفَقَ بَيْنَ أَخِيهِمْ: (اور اس پر جو دیئے گئے موسیٰ، عیسیٰ اور جو انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم ان میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔ احد۔ کا معنی یہاں جماعت ہے اس لئے بین کا لفظ اس پر داخل ہو سکتا ہے۔

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ: (اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔

مشل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال:

۱۳۷۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا: (پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو بے شک وہ ہدایت پا جائیں گے) آیت کا ظاہر مشکل ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مثل ہو حالانکہ وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

نمبر ۱۔ پس کہا گیا ہے کہ بازاء اور مثل یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اصل عبارت یہ ہے۔

فان امنوا ایمانا مثل ایمانکم۔ پس اگر وہ ایمان لائیں ایسا ایمان جو تمہارے ایمان کی طرح ہو ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوثی

ہے۔ اور بآء کا اضافہ غنی چیز نہیں ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس آیت نمبر ۲۷ والذین کسبوا السینات جزاء سینۃ بمثلھا۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ جزاء سینۃ مغلھا۔ برائی کی جزا اس کی مثل سے ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے جزاء سینۃ سینۃ مغلھا۔ الشوریٰ آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔ برائی کی جزا اس کی مثل برائی سے ہے۔
دوسرا قول: مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر عبارت یہ ہے فان امنوا ما امنتم به (اگر وہ ایمان لائیں جس ذات پر تم ایمان لائے ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بما آمنتم به۔ اس کی تائید کرتی ہے۔

ما الذی کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت بالذی آمنتم به ہے۔

تیسرا قول: بآء استعانت کے لئے ہے جیسا کہتے ہیں۔ کتبت بالقلم۔ اب مطلب یہ ہو افان دخلوا فی الایمان بشہادۃ مثل شہادتکم الھی امنتم بها۔ پس اگر وہ داخل ہوں ایمان میں شہادت کے ساتھ جو تمہاری اس شہادت جیسی ہو جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو۔

انحراف کا مطلب:

وَأَن تَوَلَّوْا: (اور اگر وہ انحراف کریں) نمبر ۱۔ اس میں سے جو تم انہیں کہتے ہو تو انہوں نے انصاف نہ کیا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: اگر تم شہادت اور ایمان میں شہادت کے ساتھ داخلے سے منہ موڑو۔

فَأَن تَمَّاهُمْ فِی شِقَاقٍ: (تو پس وہ ضد پر ہیں) یعنی پس وہ مخالفت اور دشمنی میں مبتلا ہیں۔ وہ طلب حق میں کسی چیز پر نہیں۔

غلبہ اہل کتاب:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ: (پس کافی ہے تمہاری طرف سے ان کو اللہ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب پر غلبہ کی ضمانت دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان یہود میں سے بعض کے قتل اور بعض کی جلاوطنی سے پورا ہوا۔ سین کا معنی یہ ہے کہ وہ وعدہ ہر صورت میں پورا ہونے والا ہے۔ اگرچہ کچھ دیر سہی۔

وَهُوَ السَّمِيعُ: (اور وہ ہر بات کو سننے) جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

ممانعت و وعید:

الْعَلِيمُ: (اور جاننے والا ہے) جو وہ حسد اور کینہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو خود سزا دیں گے۔ نمبر ۱۔ یہود کے لئے وعید ہے۔

نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وعدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔ جو آپ دعائیں کرتے ہیں۔ اور وہ آپ کی نیت سے واقف ہے اور آپ کے غلبہ دین کے ارادے کو جانتا ہے۔ وہ ان دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور آپ کو منزل مقصود پر پہنچائے گا۔

صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ ﴿۱۳۸﴾

ہم کو اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور وہ کون ہے جس کا رنگ دینا اللہ تعالیٰ کے رنگ دینے سے اچھا ہو اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں

صِبْغَةَ اللَّهِ کی مراد حقیقی:

۱۳۸۔ صِبْغَةَ اللَّهِ: (ہم نے اللہ تعالیٰ کا رنگ لے لیا) نحو۔ صِبْغَةُ اللَّهِ سے مراد اللہ کا دین یہ مصدر مودعہ ہے اور اَمَّنَا بِاللَّهِ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۔ منصوب ہے۔ یہ فعلۃ کا وزن ہے جو صیغ سے ہے جیسے جِلْسَةُ جَلَسَ۔ صِبْغَةُ دراصل اس حالت کو کہتے ہیں۔ جس پر رنگنا واقع ہوتا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کا پاک کرنا ہے کیونکہ ایمان دلوں کو پاک کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نصاریٰ اپنے بچوں کو زرد پانی میں ڈبو تے اور اس کو معبود یہ کہتے اور کہتے یہ بچوں کی تطہیر ہے جب ان میں سے کوئی یہ فعل کر لیتا تو کہتا اب وہ واقعہ نصرانی بن گیا اس پر مسلمانوں کو حکم ملا کہ وہ ان کو کہیں۔

اَمَّنَا بِاللَّهِ وَصَبَّغْنَا اللَّهُ بِالْإِيمَانِ صِبْغَةً وَلَمْ نَصْبِغْ صِبْغَتَكُمْ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اللہ نے ہمیں ایمان سے خوب رنگ دیا۔ ہم تمہارے رنگ میں اپنے آپ کو نہیں رنگتے آیت میں لفظ صِبْغہ مشاکلت کے لئے لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں جو درخت لگائے۔ اغرس کما یغرس فلان۔ مراد اس سے وہ آدمی ہے جو نیکی کا کام کر رہا ہو۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً: (اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے) یہ صِبْغَةُ تمیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لا صِبْغَةَ احسن من صِبْغَتہ۔ کہ کوئی رنگ اس کے رنگ سے زیادہ خوب نہیں۔ مراد اس سے دین یا تطہیر ہے۔

عطف آمنا پر:

وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ: (اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں) یہ آمنا باللہ پر عطف ہے۔ یہ عطف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ صِبْغَةُ اللہ کا قول یہ قولوا آمنا کے مفعول میں داخل ہے۔ ان قولوا اھذا وھذا ونحن لہ عابدون۔ کہ تم یہ کہو اور یہ بھی کہو کہ ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

بعض کا قول:

یہ ترکیب ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے جو صِبْغَةُ اللہ ملتہ ابراہیم کا بدل مانتے ہیں۔ یا اغراء کی بناء پر منصوب قرار دیتے ہیں۔ یعنی علیکم صِبْغَةُ اللہ تم صِبْغَةُ اللہ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اس سے نظم قرآن ٹوٹتا ہے اور کلام کا اپنے باہمی جوڑ ربط سے نکالنا لازم آتا ہے۔ (جو مناسب نہیں) اور مصدر مودعہ کہہ کر منصوب قرار دینا یہ سیو یہ کا قول ہے اور بہتر قول وہی ہے جو حزام نے کہا اور ہم نے اولاً نقل کیا۔

آپ فرمائیے یا تم ہم سے اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہو یا انکے روزگار بارے میں؟ اور کیا اللہ کے لئے یہ عمل نیک ہے اور تمہارے لئے یہ عمل نیک ہے؟ اور تمہارے لئے یہ عمل نیک ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ

کے لئے اخلاص والے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم و اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد

یہودی تھے یا نصرانی تھے۔ آپ فرما دیجئے کیا قرآن زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ زیادہ جاننے والا ہے، اور اس سے بڑھ کر ان لوگوں کو کون جس نے عیسائی

اس گواہی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جنہیں تم کرتے ہو۔

وہ ایک جماعت تھی جو کمرہ گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے مل کر کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے مل کر کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال ہے جو

— 2 —

وَنَحْنُ لَكَ مُخْلِصُونَ : (اور ہم اسی کو خالص ماننے والے ہیں) کہ ہم اس کی وحدانیت کو ماننے والے ہیں اس کو ایمان میں خالص کرتے ہیں اور تم شریک ٹھہراتے ہو اور مخلص عظمت کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور وہ دوسروں کی بہ نسبت

نبوت کا بھی حقدار ہے۔

۱۴۰۔ اَمْ تَقُولُوْنَ: (کیا تم کہتے ہو) قراءت۔ یہ شامی اور کوئی نے ابوبکر کے علاوہ تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

اَمْ کونسا ہے؟

نمبر ۱۔ اس صورت میں اَمْ ہمزہ کے معادل ہے جو اَتْحَاجُوْنَ تَنَا میں ہے یعنی کونسا کام تم کرو گے؟ اللہ کے حکم میں حجت بازی یا دعویٰ یہودیت اور نصرا نیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق؟

نمبر ۲ دوسرا قول: اَمْ منقطعہ ہے یعنی بلکہ کیا تم کہتے ہو؟

یَقُولُوْنَ دوسروں نے یا ء سے پڑھا ہے اس صورت میں ہمزہ منقطعہ ہی ہو سکتا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِیْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاٰلَہٗمَ سَبَّحُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصْرٰی: (کہ ابراہیم، اسماعیل، احاق و یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے) پھر اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا۔ کہ ان کو بطور استفہام کہے انہی کی بات کو ان پر لوٹاتے ہوئے۔

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمَ اللّٰہُ: (کہہ دیں کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ) یعنی بے شک اللہ نے ان کے لئے (مسلمانوں کیلئے) تو ملت اسلام کی گواہی دی ہے۔ اپنے اس قول میں۔ ما کان ابراہیم یہودی یا ولا نصرانی و لکن کان حنیفا مسلما۔ سورۃ آل

عمران آیت نمبر ۶۷

ملت حنیفی کا چھپانے والا ظالم:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ سَمَّٰتُ شَہَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ: (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس ہو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے) جس نے اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کو چھپایا جو اس کے پاس ہے۔ وہ شہادت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حنفیت کی

ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس گواہی کو چھپا دیا۔ حالانکہ اس کو جانتے ہیں۔ یا اگر

ہم اس گواہی کو چھپاتے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوتا۔ پس ہم تو اس کو نہیں چھپاتے۔ اس میں ان پر تعریض کی۔ کہ وہ حضرت محمد

ﷺ کے متعلق نبوت کی گواہی کو جو ان کی کتابوں میں موجود ہے چھپا رہے ہیں۔ مِنَ اللّٰہِ میں من اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں

ھذہ شہادۃ منی لفلان اذا شہدت لہ گویا یہ اس کی صفت ہے

وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان عملوں سے جو تم کرتے ہو) یعنی تکذیب رسل اور کتمان شہادت۔

مَا کَسَبَتْ کا مقصد:

بَلٰکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَہَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: (یہ ایک جماعت تھی جو گزر

چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے کام آئے گا جو تم کرتے ہو۔ تم سے ان کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

نمبر ۱۔ یہ تاکید کے لئے لائے۔

نمبر ۲۔ پہلی مرتبہ لا کر انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اور دوسری مرتبہ لا کر اسلاف یہود و نصاریٰ مراد لیے ہیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِي

عنقریب کہیں گے بیوقوف لوگ کس چیز نے پھیر دیا ان کو ان کے اس قبلہ سے

كَانُوا عَلَيْهَا ۖ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۖ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى

بہس پر وہ تھے۔ آپ فرما دیجئے اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہے۔ وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے

صَرَاطُ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۸۲﴾

سیدھے راستے کی طرف۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۸۲:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۖ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صَرَاطُ مُسْتَقِيمٍ: (عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان کو کس بات نے پھیر دیا ہے ان کے اس قبلہ سے جس پر یہ تھے کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے)

سفییہ کی مراد:

السُّفَهَاءُ۔ کم عقل اصل سفہ کی ہلکا پن ہے۔ اس سے مراد۔ نمبر ۱۔ یہودی ہیں کیونکہ وہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ناپسند کرتے تھے اور شریعت کے منسوخ ہونے کے قائل نہ تھے۔

نمبر ۲۔ منافقین ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و استہزاء کے بہت دلدادہ تھے۔

نمبر ۳۔ مشرکین ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ نے اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ سے اعراض کیا پھر اب اس کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ قسم بخدا وہ اپنی قوم کے دین کی طرف بھی ضرور لوٹ آئیں گے۔

نکتہ: معاملے کے پیش آنے سے پہلے بتلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس عظیم انقلاب کا نفس عادی بن جائے دفعۃً خلاف طبع چیز سے زیادہ گرائی ہوتی ہے نیز مخالف کے اعتراض کا جواب دینے کے لئے طبیعت مستعد ہو جائے۔ جیسا کہ تیر اندازی سے پہلے تیر کو پر لگائے جاتے ہیں۔

قبلہ کا معنی:

مَا وَلَّهُمْ۔ کس چیز نے ان کو پھیر دیا۔ عن قِبَلِهِمُ الَّذِي کَانُوا عَلَيْهَا۔ اس سے مراد بیت المقدس لیتے تھے۔ القبلة وہ جہت جس کا نماز میں انسان رخ کرتا ہے کیونکہ نمازی اسی کا سامنا کرتا ہے۔ (اصل میں بیت قبلہ کو کہتے ہیں) قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں۔ یعنی مشرق و مغرب کے علاقے اور تمام زمین اسی کی ملکیت ہے۔ یہودی من یَشَاءُ اِلٰى صَرَاطُ مُسْتَقِيمٍ۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا جو متدال والی ہے تاکہ تم ہو جاؤ لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر

شَهِدًا أَوْ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ

گواہ اور جس قبلہ پر آپ تھے اسے ہم نے مقرر نہیں کیا مگر اس لئے کہ ہم جان میں کون اپنا کرتا ہے رسول کا اس سے ممتاز ہو کر جو

يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۖ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ

پہنچے پلٹ جاتا ہے اپنے الٹے پاؤں، اور بے شک یہ قبلہ بدلنا بھاری بات ہے مگر ان لوگوں پر جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ضائع کرے تمہارے ایمان کو بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بڑا مہفتل مہربان ہے۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا آسمان کی طرف بار بار منہ اٹھانا پس ہم آپ کو ضرور ضرور متوجہ کریں گے ایسے قبلہ کی طرف جس سے آپ راضی ہوں گے سو آپ پیچہ دیجئے

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہیں بھی تم لوگ ہو سو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف متوجہ کیا کرو

شَطْرَهُ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ

اور بلاشبہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حکم حق ہے۔ ان کے رب کی طرف سے ہے۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾

اور اللہ غافل نہیں ہے ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں

درست قبلہ؟

مستقیم۔ برابر درست یعنی جس کو چاہتا ہے اس کی راہنمائی درست قبلہ کی طرف کر دیتا ہے۔

نمبر ۱۔ اور وہ کعبہ ہے جس کی طرف ہمیں رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یا نمبر ۲۔ تمام مکان اللہ ہی کے ہیں۔ پس وہ جدھر چاہتا ہے ادھر رخ کرنے کا حکم دیتا ہے کبھی کعبہ کی طرف اور کبھی بیت المقدس کی طرف (اس میں خصوصیت مکانی کو دخل نہیں) اور نہ کسی کو اعتراض کا حق ہے۔ کیونکہ حقیقی اکیلا بادشاہ وہی ہے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۴۳:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا: (اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا) كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا: اس عجیب بنانے کی طرح ہم نے تمہیں بنایا۔

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: كَذٰلِكَ میں کاف تشبیہ کے لئے ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے جو کاف کا مجرور ہے لام اشارہ قریب (ذا) اور اشارہ بعید کے درمیان فرق کے لئے لایا گیا۔ لہٰذا ضمیر خطاب ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

امت وسط کا معنی:

اُمَّة وسطا نمبر ۱۔ افضل و بہتر۔ بہتر کو وسط بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ خرابی اطراف میں جلد اثر پذیر ہوتی ہے اور درمیان محفوظ رہتا ہے۔

سب سے بہتر قبلہ:

مطلب یہ ہے جس طرح میں نے تمہارا قبلہ سب قبلوں سے بہتر بنایا۔ اسی طرح میں نے تمہیں سب سے افضل امت بنایا اور بنانے کی وجہ یہ ہے تاکہ تم غور سے وہ دلائل جان لو جو تمہارے لئے مقرر کیے گئے۔ اور تم پر کتاب اتاری گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پر بھی نیک نہیں کیا اور نہ ظلم بلکہ راستے واضح کر دیئے اور رسولوں کو روانہ فرمایا۔ جنہوں نے اس کے پینامات کو پہنچا دیا اور امتوں کی کامل خیر خواہی کی مگر پھر بھی کفار کو ان کی بد بختی نے شہوات کی پیروی اور دلائل سے اعراض کی طرف موڑ دیا۔ پس اے امت محمدیہ تم اس بات کی گواہی اپنے ہم عصروں اور اپنے سے ماقبل اور مابعد کے متعلق دو گے۔

وسط کی تفسیر دوم:

وسط کا معنی معتدل۔ کیونکہ وسط اطراف کے درمیان میں ہوتا ہے وہ کسی بھی طرف کے قریب تر یا بعید نہیں ہوتا۔ معنی یہ ہوگا۔ جس طرح ہم نے تمہارے قبلہ کو مشرق و مغرب کے درمیان معتدل بنایا۔ اسی طرح تمہیں معتدل امت بنایا۔ جو علو اور تفصیر کے درمیان ہے۔ پس تم نہ تو نصاریٰ جیسا غلو کرتے ہو کہ مسیح علیہ السلام کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا اور نہ کوتاہی کرنے والے ہو جس طرح یہود نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر تہمت زنا لگائی اور عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ولد الزنا قرار دیا۔

علت امت وسط:

لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ (تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو) **بَيِّنَاتٌ**: شہدائے غیر منصرف ہے اس میں الف ممدودہ برائے تانیث ہے۔
عَلَى النَّاسِ: یہ شہداء کا صلہ ہے یہ کون الرسول علیکم شہید اور رسول تم پر گواہ ہوں یہ لَتَكُونُوا پر عطف ہے (لام تعلیلیہ لا کرامت وسط کی علت بیان کر دی)

روایت میں ہے کہ امتیں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کر دیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے ان کے پیغام پہنچانے کے گواہ طلب کرے گا۔ حالانکہ وہ تو خوب جانتا ہے پس امت محمد بنی علیہم السلام کو گواہی کے لئے لایا جائے گا۔ وہ گواہی دیں گے تو اس وقت امتیں کہیں گی۔ تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے پیغام پہنچایا۔ پس امت محمدیہ جو اب جواب دے گی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطلاع دینے سے معلوم کیا جو اس نے اپنے پیغمبر صادق کی زبان پر اتاری۔ اس وقت محمد بنی علیہم السلام کو بلایا جائے گا اور امت کا حال دریافت کیا جائے گا۔ پس آپ اپنی امت کی عدالت کی گواہی دیں گے اور تزکیہ کا شوق فیکٹ عنایت کریں گے۔ باقی شہادت کبھی بلا مشاہدہ بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشہور اشیاء کے بارے میں سن کر شہادت۔

لفظ علی کا راز:

یہ حرف استعلاء ہے اور شہادت نگرانی کی طرح ہے اور شہید نگران کی طرح ہے اسی لئے کلمہ استعلاء لائے۔ جیسا ارشاد الہی ہے۔
كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ مَانِدَةً آیت نمبر ۱۱

ایک اور تفسیر:

یہ ہے تا کہ تم لوگوں پر دنیا میں گواہی دینے والے بنو یہ شہادت عدول و اخیار کی معتبر ہے۔
وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا: (اور رسول اللہ تم پر گواہ ہوں) یعنی رسول تمہارا تزکیہ کریں اور عدالت بیان کریں گے۔

قول شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ:

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی صفت عدل سے بیان کی اور عادل ہی مستحق شہادت ہے اور اسی کی شہادت قابل قبول ہے۔ پس جب امت کے لوگ کسی بات پر جمع ہو جائیں اور اس کی گواہی دے دیں۔ تو اس بات کا قبول کرنا ضروری ہے۔

نکتہ: شہادت کے لفظ کا صلہ پہلی مرتبہ تو بعد میں لائے اور دوسری مرتبہ پہلے لائے۔ کیونکہ پہلی دفعہ میں امتوں کے خلاف ان کی شہادت کو ثابت کرنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں رسول اللہ کی شہادت کا خاص امت کے حق میں گواہی دینا مذکور ہے۔ (علیکم کی تقدیم کیا لطف دے رہی ہے)

القبلہ کی مراد:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا: (اور ہمیں بنایا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ پہلے تھے) یعنی ہم نے اس قبلہ والی

جہت کو جس پر آپ تھے۔ اور وہ کعبہ ہے پس النبی کنت علیہا یہ القبلہ کی صفت نہیں بلکہ یہ جعل کا مفعول دوم ہے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے پھر ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم ہوا۔ تاکہ یہود مانوس ہوں۔ (آپ کا نبی قبیلین ہونا تورات میں ہے اس لئے صخرہ کی طرف نماز کا حکم ہوا۔)

اصول: اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز ہے۔ (امام شافعی ہیسیہ کا اس میں اختلاف ہے) کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا وحی غیر مقلو سے ثابت ہے اور اس کا نسخ قرآن مجید کی آیت سے ہوا۔

نعلم کی تفسیر:

إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَيَّ عَقْبَيْهِ: (مگر اس لئے کہ ہم ظاہر کر دیں ان لوگوں کو جو پیروی کریں رسول کی ان لوگوں سے جو پھر جائیں اٹے پاؤں) نمبر ۱۔ یعنی تبدیلی کعبہ والی جہت جو آپ کو پسند ہے۔ اس غرض سے ہوئی۔ تاکہ ہم اس شخص کو جان لیں جو اسلام پر جنگی سے قائم رہنے والا ہے اور کون اضطراب کی وجہ سے اٹے پاؤں پھرنے والا ہے۔ اس سے یہ بتلایا کہ تحویل قبلہ کے وقت کئی لوگ اسلام سے پھر جائیں گے۔

قول شیخ ابو منصور برہانیہ:

شیخ ابو منصور برہانیہ نے فرمایا: لنعلم کا معنی یہ ہے کہ جس شخص یا چیز کا ہم پہلے ہونا جانتے تھے۔ اس کا موجود ہونا جان لیں۔ یعنی ہمارا علم اس کے وجود سے متعلق ہو جائے کہ وہ پائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ازل سے اس شئی کو جانتا ہے جس کے وجود کا وہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ چیز اس وقت پائی جائے گی جس میں وہ اس کا وجود چاہے گا اور ازل میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی فلاں شئی کو جواب تک موجود نہیں ہوئی۔ ازل میں موجود جانتا ہے۔ کیونکہ جوشی موجود نہیں ہوئی اس کو موجود کس طرح جان سکتا ہے۔ پس جب وہ وجود میں آجائے گی تو وہ علم ازل کے تحت داخل ہو جائے گا۔ پس وہ چیز اس کو معلوم ہو جائے گی اور وہ موجود ہو جائے گی۔ تو اس اعتبار سے تبدیلی معلوم میں آئی۔ علم میں تبدیلی لازم نہیں آئی۔

دیگر اقوال:

یاد دہر قول یہ ہے تاکہ ہم جدا کر دیں تابع کو نا فرمان سے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَيَمِيزُ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (الانفال: ۳۷) پس اس قول میں علم کی جگہ تمیز کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ تمیز علم سے حاصل ہوتی ہے۔ یا تیسرا قول: تاکہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمن جان لیں گویا ان کے علم کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

یا چوتھا قول: یہ ہے کہ جو نہیں جانتے ان کو ملاطفت کے طور پر خطاب کیا جس طرح کہتے ہیں۔ اس آدمی کو جو سونے کے پھٹنے کا منکر ہو۔ فلنلقہ فی النار لنعلم ایدوب۔ کہ ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ تاکہ ہم جان لیں کہ آیا وہ پھٹتا ہے۔ (تو یہاں منکر کو سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو اس کے ساتھ شامل کر کے اس پر فعل کو ثابت کرنا مقصود ہے) آیت میں بھی نعلم کا سینہ خطاب ان سے ملاطفت کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے۔

لکیرہ کی تفسیر:

وَإِنْ كُنْتُمْ لَكِبِيرَةً: (بے شک یہ گراں گزرا ہے) یعنی تحویل یا جعل یعنی کرنا، بنانا یا قبلہ۔ نحو۔ کانت کی ضمیر ان تین میں سے کسی ایک کی طرف ہے۔

لکیرہ بھاری اور گراں۔ یہ ان دراصل ان ہے اور لکیرہ، کان کی خبر ہے اور لام ان شرطیہ اور مخففہ میں فرق کیلئے لایا گیا ہے۔
إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ: (مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو ہدایت و اتباع رسول پر صادق و ثابت قدم فرمایا۔

ایمان سے مراد نماز ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ: (اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کر دے تمہارے ایمان) ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف پڑھی جانے والی نمازیں ہیں۔ نماز کو یہاں ایمان فرمایا۔ کیونکہ نماز اہل ایمان پر ہی واجب ہے اور وہی اس کو قبول کرنے والے ہیں اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی علامت ایمان ہے۔

شأن نزول: جب رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا تو صحابہ کرام جو بیٹھے تھے نے کہا۔ ان لوگوں کا کیا بنے گا؟ جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ (بخاری و مسلم)

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَكَرُّهُ وَفَرَحُهُمْ: (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت رکھنے والے بڑے مہربان ہیں) یہ ماقبل کی تعلیل ہے۔ (یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی کی ہوئی عبادات جو اس کے حکم کے مطابق تھیں ضائع کر دے)

اختلاف قراءت: حجازی شامی، حفص رحمہم اللہ نے لَوْ وَفَّ کو فاعل کے وزن پر ضمہ کو خوب ظاہر کر کے پڑھا اور دیگر قراء نے فَعَلَّ کے وزن پر اختلاف حرکت کے ساتھ پڑھا ہے یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ الرأفة بہت زیادہ رحمت و شفقت۔ رحیم مہربان جو ان کے اجر کو ضائع نہ کرے گا۔

نکتہ: (دونوں کو اسی طرح جمع کر دیا جیسا بسم اللہ میں الرحمن الرحیم کو) بہت زیادہ رحمت کو مقدم اور خصوصی کو مؤخر لایا گیا۔ نیز مقطع آیات کا بھی لحاظ ہو گیا)

توقع رسول اللہ ﷺ:

۱۴۴: قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ: (ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے منہ کا آسمان کی طرف بار بار پھرنا) تقَلُّب کا معنی بار بار چرے کا لوٹنا۔ اور نگاہ کا آسمان کی طرف پھیرنا۔

رسول اللہ اپنے رب سے توقع رکھتے تھے۔ کہ وہ آپ کا رخ کعبہ کی طرف ابراہیم کی موافقت اور یہود کی مخالفت میں پھیر دیں گے۔ اسلئے کہ آپ اہل عرب کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور کعبہ اہل عرب کیلئے باعث فخر زیارت گاہ اور طواف کا مقام تھا۔
فَلَنُؤْتِيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا: (بس ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں)

فلنولينك كما معنی۔ نمبر ۱۔ ضرور ہم آپ کو اس کے استقبال پر قدرت عطا کر دیں گے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ ولینک کذا۔ جب تم اس کو اس چیز کا والی بنادو۔

نمبر ۲۔ ہم آپ کو بیت المقدس کی سمت کی بجائے بیت اللہ کی سمت کے قریب کر دیں گے۔
توضیحا۔ تو پسند کرتا ہے اور اس کی طرف صحیح اغراض کے پیش نظر میلان رکھتا ہے۔ مگر ان اغراض کو دل میں رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت کی موافقت کرنے والا ہے۔

قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: (تم اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف)

شطر کا معنی:

اصل میں ”الگ“ ہے پھر طرف کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہ ظرف ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ یعنی اجعل تولیۃ الوجه تعلقاً المسجد۔ یعنی اس کی طرف اس کی سمت میں۔

عین قبلہ کا استقبال دُور والے کے لئے مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی بجائے مسجد حرام کا ذکر کر کے ثابت کر دیا۔ کہ جہت قبلہ کی رعایت ضروری ہے۔ عین کعبہ کی نہیں۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ قدم رنجہ فرمانے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ پھر کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

(تحویل صحیح قول کے مطابق ۱۵ رجب ۲ھ بدر سے دو ماہ قبل بوقت زوال ہوئی جبکہ ہجرت ۵ ربیع الاول بروز سوموار اور مدینہ میں ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار تشریف آوری ہوئی اس سے سولہ ماہ اور چند دن بنتے ہیں)

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ: (اور تم جہاں کہیں ہو) یعنی جس زمین میں ہو اور نماز کا ارادہ کرو تو۔

قُولُوا وَجْوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ: (تم اپنے منہ اس کی طرف کر لیا کرو اور وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ برحق ہے ان کے رب کی طرف سے) یعنی تحویل قبلہ برحق ہے کیونکہ بشارات انبیاء میں موجود تھا کہ وہ رسول دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔

واحدی کا قول:

(بقول واحدی آپ نے مسجد بنی سلعہ میں ظہر کی نماز پڑھائی تو اسی میں تحویل ہوئی یہ مسجد قبلتین ہے۔ بخاری میں ہے کہ پہلی نماز کعبہ کی طرف پڑھی جانے والی عصر ہے قباء والوں نے دوسرے دن فجر میں تحویل کی خبر پر عمل کیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ کعبہ کے اندر آپ نے دو ستون بائیں ایک دائیں کے درمیان بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ: (اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں)

اختلاف قراءت:

مکی۔ ابو عمر و نافع و عاصم رحمہم اللہ نے یعملون پڑھا ہے اور دیگر قراء نے تاء کے ساتھ پہلی قراءت کے مطابق یہ کفار کے

وَلِئِنْ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَتَّبِعُوا قِبَلَتَكَ ۖ وَمَا

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی اگر آپ ان کے پاس تمام دلیلیں لے آئیں جب بھی آپ کے قبلہ کا اتباع نہ کریں گے۔ اور نہ

أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبَلَتَهُمْ ۖ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلِئِنْ اتَّبَعْتَ

آپ ان کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں، اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں۔ اور البتہ اگر آپ نے اس کے بعد کہ آپ کے پاس

أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝۱۴۵

علم آچکا ہے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا تو بے شک آپ اس وقت یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے

لئے وعید ہے ان کے انکار پر سزا سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ضرور تمہیں سزا دے گا۔

اور دوسری قرأت کے مطابق ایمان والوں سے قبول واداء کا ثواب دینے کا وعدہ ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں وہ ضرور ثواب دیں گے۔

تَفْسِيرُ آیت ۱۴۵: وَلِئِنْ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَتَّبِعُوا قِبَلَتَكَ: (اگر آپ نے آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی تو وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے)

عنادی لوگ:

اوتوا الکتاب۔ وہ لوگ مراد ہیں جو حسد و عناد رکھتے ہیں آیت سے مراد قطعی دلیل کہ کعبہ کی طرف رخ نہ کرنا ہی برحق ہے۔

مَاتَبِعُوا قِبَلَتَكَ وہ آپ کے قبلہ کی اتباع نہیں کریں گے کیونکہ انکا آپ کی اتباع نہ کرنا۔ کسی شبہ کی وجہ سے نہیں کہ جس کو دلیل سے زائل کر دیا جائے۔ تو وہ ماننے لگیں بلکہ ترک اتباع محض حسد و عناد اور ضد کی وجہ سے ہے اسلئے کہ وہ آپ کی صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ جس سے آپ کا حق پر ہونا ان کو خوب معلوم ہے۔ ماتبعوا یہ جواب قسم ہے جو کہ جواب شرط کے قائم مقام آیا ہے۔

تمنائے یہود کا جواب:

وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبَلَتَهُمْ: (اور آپ بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں) اس میں اہل کتاب کی رسول اللہ کے متعلق رجوع الی القبلہ کی تمنا کو ختم کرنا مقصود ہے۔ اسلئے کہ اس سلسلہ میں وہ بڑے بے تاب تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر یہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ممکن ہے ہم ان کو نبی منتظر مان لیتے اور یہ بات صرف اسی خاطر کہتے کہ آپ دوبارہ ان کے قبلہ کی طرف لوٹ جائیں اور قبلہ آپ کا اور انکا ایک ہو جائے حالانکہ یہود و نصاریٰ کا خود الگ الگ قبلہ ہے۔ مگر باطل پر اور حق کے خلاف ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔ (اسلئے قبلہ ہم کو واحد لایا گیا) جب انکے قبلے موافق نہیں تو آپ سے قبلہ میں موافقت کا مطالبہ بیجا ہے۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ (اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں)۔

وَلِئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ: (اگر آپ ان کی خواہشات کا اتباع کریں اس علم کے حاصل

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول کو پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق

مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ

ایسا ہے جو ضرور حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ بڑا شک کرنے والوں میں سے

مِنَ الْمُتَرِینَ ﴿۱۵﴾

منہوج میں۔

ہو جانے کے بعد) نمبر ۱۔ یعنی کعبہ کے قبلہ ہونے کے روشن دلائل آ جانے اور اسلام کے دین برحق ہونے کا علم ہو جانے پر۔

ثبات پر ابھارنا:

إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ: (تو بے شک ایسی حالت میں آپ بھی نافرمانوں میں سے ہوں گے) یعنی ظلم صریح کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس آیت میں سامعین کے ساتھ مہربانی کی گئی ہے اور حق پر ثبات کے لئے ان کو آمادہ کیا گیا ہے اور ایسے آدمی کو خبردار کیا گیا جو روشن دلیل کے بعد خواہشات کی اتباع کرنے لگے۔

خطاب بامت:

دوسرا قول: کہ ظاہر اخطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے۔ الظالمین پر وقف لازم ہے ورنہ معنی بگڑ جاتا ہے۔ (یہ آیت مخالف عصمت نہیں کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے طرفین کا صدق لازم نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے دوسری آیت

إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلْدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ)

تَفْسِيرُ آيَةِ: يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ:

۱۴۶: الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ: (جن کو ہم نے کتاب دی وہ محمد کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) انھو۔ الذین یہ کلام مبتدا اور یعرفونہ اس کی خبر ہے کی ضمیر سے مراد محمد ہیں۔ یہی راجح ہے۔ بعض نے قرآن اور تحویل قبلہ بھی کہا مگر وہ مرجوح ہے۔ کیونکہ کما یعرفونہ ابناء ہم فرمایا۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف لوقی تو ابناء کی بجائے تورات لاتے۔ عبداللہ بن سلام نے فرمایا میں آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں۔ عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے محمدؐ کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ باقی میرا بیٹا (تو اس کے متعلق گمان ہے) شاید اسکی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اس پر عمرؓ نے اسکے سر کو چوما۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ: (کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں) فریق سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام نہیں لائے اور ان کی حق پوشی کی بنیاد حسد و عناد ہے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی کتاب میں واضح کر دیا۔

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ

اور ہر جماعت کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا رخ کرنے والے ہیں۔ لہذا قرآنیک کاموں کی طرف آگے بڑھو، جہاں کہیں بھی تم ہوئے اللہ تعالیٰ تمہیں سب کو لے

جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۳۷﴾

بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آئے گا۔

الحق کی مراد:

۱۳۷۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) الحق۔ نمبر ۱۔ الف لام جنس کا ہے یعنی حق وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نہ کہ کسی غیر کی طرف سے۔

مطلب یہ ہے کہ حق وہی ہے جس کا برحق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو۔ جیسا کہ وہ جس پر آپ ہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہونا ثابت نہ ہو وہ باطل ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب جس کو لیے پھرتے ہیں۔

نمبر ۲: یا الف لام عہد کا ہے اس سے خاص وہ حق مراد ہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نظر تھے۔

مَحْجُوظٌ: الحق مبتداء من ربك خبر ہے۔ یا مبتداء محذوف ہو اور یہ خبر اور من ربك دوسری خبر یا حال۔ الممتون کا معنی رب تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں شک کرنے والے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۳۸:

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے پس تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو۔ تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا لائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) یعنی ادیان مختلفہ میں سے ہر گروہ کا ایک قبلہ ہے۔

مرجع ضمیر:

حضرت ابی جہزؓ کی قراءت میں وجہ کو وجہ پڑھا۔ ہو۔ یہ کل کی طرف اونٹنے والی ضمیر ہے۔ مولیہا۔ نمبر ۱۔ ہا ضمیر وجہ کی طرف لوثی ہے۔ یعنی ہو مولیہا وجہ۔ وہ پھیرنے والا ہے اس کی طرف اپنا منہ۔ پس ایک مفعول حذف کر دیا۔

دوسرا قول: ہو ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ خاص اس کو اس کی طرف پھیرنے والے ہیں۔

قراءت: شامی بیہود نے مولا ہا پڑھا یعنی وہ حقیقی مولیٰ ہے اس جہت کا جس کا یہ والی بنایا گیا۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہر امت خواہ تم میں سے ہو یا تمہارے غیروں میں سے اس کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہوتی ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ اور بلاشبہ یہ ضرور حق ہے

مِنْ رَبِّكَ ۖ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ

آپ کے رب کی طرف سے، اور اللہ غافل نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ

طرف پھیر دیجئے اور جہاں کہیں بھی تم ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو،

لَعَلَّكُمْ يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۖ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۖ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔ سوائے ان کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔ لہذا تم ان سے نہ ڈرو

وَاخْشَوْنِي ۚ وَلَا تَمْرِنَ عُنْتِي عَلَيْكُمْ وَعَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۵۰﴾

اور مجھ سے ڈرو تاکہ میں پوری کر دوں تم پر اپنی نعمت اور تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

سبقت کی تفسیر میں اقوال:

فاستبقوا الخیرات۔ تم بھلائیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھو۔ خواہ وہ قبلہ کا معاملہ ہو یا دیگر این ماتکونوا۔ یعنی جہاں بھی تم ہو اور تمہارے دشمن ہوں گے۔ یا تہکم اللہ جمیعاً۔ اللہ عزوجل تم کو لے آئے گا قیامت کے دن پس حق پرست اور باطل پرست کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

دوسرا قول:

(اے امت محمد! تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک طرف ہے جنوبی یا شمالی یا شرقی یا غربی جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتا ہے۔ تم اطراف کے فاصلوں کی طرف سبقت کرو۔ وہی اطراف کعبہ کی چوکھٹ ہے۔ اگرچہ وہ مختلف ہیں۔ این ماتکونوا۔ تم مختلف جہات میں سے جس طرف ہو گے۔ یا تہکم اللہ یعنی اللہ تم کو جمع کر دیں گے اور تمہاری نماز کو اس طرح قرار دیں گے۔ گویا وہ ایک طرف ہی پڑھی گئی اور گویا تم سب مسجد حرام میں حاضر ہو کر نماز پڑھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (جس جگہ سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیں اور وہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٌ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ

وانہ۔ بے شک یہ حکم تیرے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تعالیٰ بے غیر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔
قرأت: (ابو عمرو نے یاء کے ساتھ پڑھا۔ یعملون۔

تفسیر آیت ۱۵۰..... وجہ تاکید:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوِّتْ وَجْهَكَ لِمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ: (اور اے محمد ﷺ جہاں کہیں سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے۔ اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو تو اپنا منہ اس طرف کر لیا کرو۔) ومن حیث سے حکم کو دوبارہ بیان کر کے تاکید کر دی اور حکم کو پختہ کر دیا۔ کیونکہ نسخ کا حکم محل فتنہ اور شبہ کا باعث ہے پس مناسب ہوا کہ مسئلہ دوبارہ لائے تاکہ وہ ثابت قدم ہو جائیں اور ہر ایک موقعہ سے وہ چیزیں معلق کیں جو دوسرے مقام میں معلق نہ کیں۔ جس سے دوبارہ لانے سے فوائد مختلف ہو گئے۔ پہلی مرتبہ شرف نبوی کو اول مرتبہ ذکر کیا۔ پھر علت ذکر کی۔ کہ ہر نبی کا قبلہ الگ ہوتا ہے اس آیت میں شرف نبوی اور علت دونوں کو ذکر کر دیا۔

لِنَلَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَىكُمْ حُجَّةً: (تاکہ لوگوں کو تم پر الزام نہ رہے) یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے سلسلہ میں حجت کا طریقہ بتلایا۔ جو کہ ولکل وجہۃ میں ذکر کیا گیا۔ الناس سے مراد یہود ہیں۔ علیکم حجة تورات میں جو قبو قبلہ مذکور ہے اس کے خلاف کوئی دلیل نہ رہے۔ یہاں معاندین کی بات کو حجت کہا۔ کیونکہ وہ اپنی بات بطور حجت ہی کرتے تھے۔

ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے:

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ: (سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہیں) نمبر ۱۔ یہ الناس سے استثناء ہے یعنی تاکہ لوگوں کے پاس کوئی حجت جس سے وہ تم پر اعتراض کر سکیں نہ رہے۔ مگر ظالم کہ ان کے پاس تو سرے سے حجت ہوتی ہی نہیں۔ یہود اس طرح کہتے ہیں۔ کہ اس نے بیت المقدس کا قبلہ اپنی قوم کی رعایت کی خاطر ترک کیا ہے اور اپنے وطن کی محبت کی خاطر چھوڑا ہے۔ اگر حق پر ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے قبلہ کو لازم پکڑتے۔

ظالم سے مراد کون؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: یہ ہے تاکہ عرب کے پاس تمہارے خلاف الزام اعتراض نہ رہے۔ کہ تم نے کعبہ کی طرف منہ کرنا ترک کر دیا۔ جو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا قبلہ ہے جو کہ تمام عرب کے جدا امجد ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں اور وہ اہل مکہ ہیں کہ جواب اس طرح کہنے لگے ہیں کہ اب اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ کی طرف لوٹنا شروع ہوئے ہیں۔ عنقریب انکے دین کی طرف بھی لوٹ آئیگی۔

طعن سے مت گھبراؤ:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلَا يَمِ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ: (پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔ تاکہ میں اپنا فضل تم پر پورا کروں اور تم ہدایت پاؤ) فلا تَخْشَوْهُمْ یہ جملہ مستانہ بطور تنبیہ لایا گیا۔ کہ تم اے مسلمانو! کفار کے قبلہ کے سلسلہ میں طعن و تشنیع سے مت گھبراؤ۔ انکے طعن تمہارا کچھ بھی نقصان نہ کر سکیں گے اور مجھ سے ڈرو اور میرے حکموں کی مخالفت نہ کرو۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ

جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے اندر ایک رسول جو تم میں سے ہے وہ تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیات اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي

تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ چیزیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد آؤں گا، اور میرا شکر کرو۔

وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۶﴾

اور میری ناشکری نہ کرو۔

نحوی تحقیق:

ولا تم۔ نمبر ۱۔ یہ لنلا پر عطف ہے یعنی عرفتکم لنلا یكون حجة ولا تم نعمتی علیکم بھدایتی ایا کم الی الکعبہ۔ میں نے تمہیں بتلادیا تاکہ تمہارے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہ رہے اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں تمہاری کعبہ کی طرف راہنمائی کروں تاکہ تم قبلہ ابراہیم کی طرف راہ پاؤ۔

تفسیر آیت ۱۵:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔

(جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے جو پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیات اور تم کو پاک و صاف کرتے ہیں اور کتاب و حکمت تم کو سکھاتے ہیں اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے وہ تم کو بتاتے ہیں)

کاف کا تعلق ما قبل سے ہے یا ما بعد سے:

قول اول: (کما ارسلا۔ کاف کا تعلق ما قبل سے مانیں تو عبارت اس طرح ہوگی۔ ولا تم نعمتی علیکم فی الاخرة بالثواب کما اتممتها علیکم فی الدنيا بارسال الرسول۔

اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر آخرت میں ثواب دے کر پوری کروں کہ جس طرح کہ میں نے اس نعمت کو دنیا میں رسول بھیج کر پورا کیا۔ اس صورت میں تہتدون پر وقف نہیں۔

دوسرا قول: (کاف کا تعلق ما بعد سے ہو۔ ای کما ذکرتمکم بارسال الرسول فاذکرونی بالطاعة اذکرکم بالثواب یعنی جس طرح میں نے تمہیں رسول بھیج کر یاد رکھا۔ تو تم اطاعت سے مجھے یاد رکھو۔ میں ثواب سے تمہیں یاد رکھوں گا۔ اس صورت میں تہتدون پر وقف لازم ہے۔ منکم سے عرب مراد ہیں۔ یتلوا کا معنی پڑھتا ہے۔ ایاتنا سے قرآن مجید اور الکتاب سے بھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٥٣﴾

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو، بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا ادراک

تَشْعُرُونَ ﴿٥٤﴾

نہیں کرتے۔

قرآن مجید مراد ہے الحکمة سے سنت وفقہ عالم تکونوا تعلمون سے مراد وہ باتیں ہیں کہ جن کی پہچان کا سوا بے وحی کے کوئی راستہ نہ تھا۔

تَفْسِيرُ آيَتِ ١٥٢..... ذکر کی بابت چھ اقوال:

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (تم مجھے یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔ اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری نہ کرو) نمبر ۱۔ فاذکرونی پس تم مجھے مقدور پھر یاد کرو۔ اذکروکم میں تمہیں مغفرت سے یاد کروں گا۔

دوسرا قول: تم مجھے ثناء سے یاد کرو۔ میں عطاء سے یاد کروں گا۔

تیسرا قول: تم سوال سے یاد کرو۔ میں نوال سے یاد کروں گا۔

چوتھا قول: تم توبہ سے یاد کرو۔ میں معافی سے یاد کروں گا۔

پانچواں قول: تم اخلاص سے یاد کرو۔ میں چھٹکارے سے یاد کروں گا۔

چھٹا قول: تم مناجات سے یاد کرو۔ میں نجات سے یاد کروں گا۔

واشکروالی۔ تم میرا ان نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔ جو میں نے تمہیں دیں۔ ولا تکفرون۔ تم میری نعمتوں کا انکار نہ کرو۔

تَفْسِيرُ آيَتِ ١٥٣:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) صبر سے بر فضیلت حاصل کی جاتی ہے۔ الصلوة، نماز ہر ذیلہ سے روکنے والی ہے۔

مع الصابرين۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور قبول دعا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تَفْسِيرُ آيَتِ ١٥٢: شہدائے بدر:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (اور تم نہ کہو ان کو جو لوگ بارے جائیں اللہ

وَلَنْبَلُوْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ

اور ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں میں اور جانوں اور پھلوں

وَالشَّمْرِاتِ ۚ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۝۵۹ الَّذِيْنَ اِذَاْ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا

میں کی تر کے، اور خوشخبری سنا دیجئے مہر کرنے والوں کو جن کی منت یہ ہے کہ جب پہنچے ان کو کوئی مصیبت تو وہ کہتے ہیں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۶۰ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلٰوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَ

کہے جنت ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عام رحمتیں ہیں اور خاص رحمت بھی ہے اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝۶۱

یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں سکتے) ولا تقولوا یہ شہدائے بدر کے متعلق نازل ہوئی ان کی تعداد چودہ تھی۔ اموات یہ مبتدا محذوف ہم کی خبر ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ بل احياء یعنی وہ زندہ ہیں۔

عدم شعور کی تفسیر:

لا تشعرون۔ یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ کیونکہ شہید کی زندگی حیا معلوم نہیں ہو سکتی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کا رزق ان کی ارواح کو پہنچایا جاتا ہے پس ان کو راحت و خوش پہنچتی ہے جیسا کہ آگ ال فرعون کی ارواح پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے۔ پس ان کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کو جنت کے پھلوں سے رزق ملتا ہے اور اس کی ہوائیں ان کو پہنچتی ہیں۔ مگر وہ جنت میں نہیں۔

معمولی مصائب سے آزمائش:

۱۵۵۔ وَلَنْبَلُوْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالشَّمْرِاتِ ۚ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ (اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر ڈر اور بھوک اور اموال و انفس اور پھلوں کی کمی سے اور اے محمد ﷺ خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو) ولنبلونکم یعنی ہم کسی قدر مصائب پہنچا کر برکات سماویہ سے مستفید کریں گے جیسے کوئی کسی قوم کو آزمائے آیا وہ بلاء پر صبر کرتے ہیں یا نہیں اور اطاعت پر باقی رہتے ہیں یا نہیں۔ بشیء۔ یعنی تھوڑے سے ان مصائب میں سے اور معمولی سے۔ تنوین تکمیلی ہے پر لا کر انتہائی قلت بیان کر دی۔ تاکہ بتلادیا جائے کہ ہر مصیبت جو انسان کو پہنچتی ہے خواہ وہ کتنی بڑی ہو مگر وہ ان مصائب کے مقابلہ میں قلیل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہوا ہے۔ تاکہ ان بندوں کو دکھلادیا جائے کہ اللہ کی رحمت کسی حال میں بھی بندے سے جدا نہیں اور مصیبت کے وقوع سے پہلے یہ پیشینگوئی اس لئے دی تاکہ نزول مصائب کے وقت نفس مطمئن رہے

اور وہ پریشانی کے وقت اس کو برداشت کرنے کا خورگ بنالے۔ من الخوف۔ خوف سے دشمن کا خوف یا اللہ کا خوف مراد ہے۔ والجوع سے قحط یا بقول امام شافعیؒ صوم رمضان مراد ہے۔ ونقص من الاموال والانفس۔ کبھی موشیوں کی موت یا زکوٰۃ سے (ظاہر ہوگی)

تحقیق: اس کا عطف شیء پر یا خوف پر ہے یعنی شیء من نقص الاموال۔ تھوڑی سی اموال کی کمی سے والا نفس۔ نفوس کی کمی قتل یا موت یا مرض یا بڑھاپے سے۔ والنفورات۔ ثمرات کی کمی سے۔ کھیتی کے ثمرات (غلہ پھل) یا اولاد کی موت (بمزلہ ثمرہ ہے) اولاد بمزلہ ثمرہ قلب ہے۔

صبر والے لوگ:

بشر الصابرين۔ تم انکو خوش خبری دو۔ جو ان مصائب پر صبر کرنے والے ہیں۔ یا مصائب کے وقت انا للہ کہنے والے ہیں۔ کیونکہ استرجاع اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور انکے حکموں پر یقین کرنا ہے حدیث میں آتا ہے جس نے مصیبت کے وقت استرجاع کیا اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو درست کر دیتے ہیں اور اسکا انجام اچھا کر دیتے ہیں اور اچھا پسندیدہ بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔ (تہذیبی۔ طبرانی) روایت ابوداؤد میں ہے کہ آپ ﷺ کا چراغ بجھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے انا للہ پڑھا تو صحابی جہنم نے عرض کیا یہ مصیبت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جی ہاں! ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو ایذا پہنچے۔ (ابوداؤد)

کم کا مخاطب:

کم نمبرا۔ کا خطاب رسول اللہ ﷺ کو کیا گیا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: ہر وہ شخص مراد ہے جو بشارت کے لائق ہو۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۵۶:

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

نمبر ۱۔ الذین۔ صابرین کی صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہے اس صورت میں اس پر وقف نہیں۔ بلکہ راجعون پر وقف ہے۔
نمبر ۲۔ صابرين پر وقف کریں تو الذین مبتدا ہے اور اولئک خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ الذین اور اس کا صلہ وغیرہ صبر کا بیان ہے۔ اذا اصابتهم مصيبة سے مراد نا پسندیدہ بات یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اصابت کا معنی لحقت بمعنی پہنچنا۔ ملنا ہے۔ مصيبة پر وقف نہیں کیونکہ قالوا یہ اذا کا جواب ہے اور یہ شرط جزاء مل کر الذین کا صلہ ہے۔ انا للہ۔ یہ اللہ کی مالکیت کا اقرار و اعتراف ہے اور انا الیہ راجعون اپنے نفوس کے متعلق فناء کا اقرار ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ

اس پر اس بات میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان آنا جانا کرے اور جو شخص خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ

شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۵۸﴾

قدردان ہے جاننے والا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۵۷:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ: (یہ وہی لوگ ہیں جن پر رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں)

رحمت و صلوة کے جمع کی حکمت:

الصلوات جمع صلوة شفقت و مہربانی۔ اس کو رافۃ بمعنی مہربانی کی جگہ لائے اور رحمت اور صلوة کو جمع کر دیا۔ جیسا سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۱ میں رؤف رحیم۔ اور سورۃ الحدید میں رافۃ و رحمة۔ اب مطلب یہ ہوا ان پر مہربانی کے بعد مہربانی اور رحمت کے بعد رحمت ہے۔ (صلوات کو جمع لانے میں انواع کی طرف اشارہ ہے) و اولئک ہم المہتدون۔ وہ وہی راہ پانے والے ہیں۔ سیدھے راستے کی طرف اس لئے کہ انہوں نے استرجاع کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ دو چیزیں بہترین ساتھی ہیں اور ان پر ایک شاندار اضافہ ہے اور وہ صلوة اور رحمت ہیں اور اضافہ زیادتی ہدایت ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۵۸:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ: (بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے اور جو شوق سے کوئی نیکی کرے۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدردان و واقف کار ہیں)

ان الصفا و المروۃ۔ صفا و مروہ مکہ میں دو پہاڑ ہیں۔ من شعائر اللہ۔ شعائر جمع شعيرة علامت کو کہتے ہیں۔ شعائر اللہ سے مراد عبادت کے مقام اور حج کے مقامات ہیں حج البیت کا معنی کعبہ کا قصد کرنا۔ اعتمر زیارت کعبہ کرنا حج لغت میں قصد کرنے اور اعتما زیارت کرنے کو کہتے ہیں پھر شرعی معنی غالب آگیا۔ اب دو عبادتوں کے نام ہیں۔ اس کی مثال اعیان میں النعم البیت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں جو واضح چیزیں ہیں اور ہدایت کی باتیں ہیں بعد اس کے

مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۚ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۝۵۹

کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کیا یہ چھپانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں لعنت کرنے والے،

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّوْا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ قبول کروں گا۔ اور میں

التَّوْبَةُ الرَّحِيمُ ۝۶۰

توبہ قبول کرنے والا ہوں رحیم ہوں۔

لا جناح سے نفی گناہ:

فلا جناح علیہ یعنی اس پر گناہ نہیں۔ جنحو: ان يطوف بهما تاء کو طام میں ادغام کیا بتطوف سے يطوف بن گیا۔ الطوف: کسی چیز کے گرد چلنا۔ یہاں مراد دونوں کے درمیان سعی کرنا ہے جاہلیت میں صفا پر اساف اور مروہ پر ناکلد و بیت نصب کیے گئے تھے۔ روایت میں ہے کہ یہ دومر دعورت تھے جنہوں نے کعبہ میں زنا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ عبرت کے لئے ان کو پہاڑوں پر رکھ دیا گیا۔ جب طویل عرصہ گزر گیا۔ تو ان کی پوجا شروع ہو گئی۔ اہل جاہلیت سعی میں ان کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اسلام نے آکر بت ترواد دیئے۔ مسلمانوں نے جاہلیت کا فعل سمجھ کر ان کے درمیان طواف کو ناپسند کیا۔ لا جناح کہہ کر گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

۱ نکتہ فقہیہ:

معلوم ہوا کہ ان کے درمیان سعی رکن نہیں جیسا کہ امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ومن تطوع خیرا۔ جو کوئی شوق سے کوئی نیکی ان کا طواف کر کے کرے۔

۲ نکتہ فقہیہ:

یہاں بھی تطوع کا لفظ رکن نہ ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے بطوع یا سے پڑھا اصل میں يتطوع ہے تاء کو طام میں ادغام کیا۔ فان اللہ شاکر علیم۔ بے شک اللہ قدردان ہیں قلیل پر کثیر بدلہ دیتے ہیں۔ علیم۔ جاننے والے ہیں اشیاء کو خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔

تفسیر آیت ۱۵۹:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۚ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے سو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے

وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۰﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ

اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۱۶۱﴾ وَاللَّهُ كُفَرًا أَحَدًا ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۲﴾

اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمن ہے رحیم ہے۔

وَيُلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ: (بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں وہ کھلی نشانیاں جو ہم نے فیصلہ اور ہدایت کی اتاریں۔ اسکے بعد کہ ہم نے ان کو کتاب میں لوگوں کیلئے بیان کر دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں) الذین یکفرون یہ چھپانے والے علمائے یہود ہیں۔ ما انزلنا جو اتاری یعنی تورات۔ البینات سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو حضرت محمدؐ کے متعلق شاہد عدل تھیں۔ الہدیٰ۔ ہدایت سے مراد آپؐ کے وصف کے سبب اسلام کی طرف راہ پاتا ہے بیناہ جس کو ہم نے واضح کر دیا۔

للناس فی الکتاب۔ لوگوں کے لئے تورات میں کہ اس میں کوئی اشکال کی جگہ نہیں چھوڑی مگر انہوں نے اس واضح کا قصد کر کے اس کو چھپا دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور ان پر ملائکہ اور مومن لعنت کرتے ہیں۔

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۱۶۰:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّا فَاوْلَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ: (مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف صاف بیان کر دیا۔ پس یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ کا بڑا قبول کرنے والا مہربان ہوں) کتابوا مگر جن لوگوں نے کتمان حق اور ترک ایمان سے توبہ کی۔ اور اصلحو اور اصلاح کر لی اس خرابی کی جو کہ بیٹھے تھے اور جو زپادتی ہوئی تھی اس کا تدارک کر لیا۔ اُولَٰئِكَ اتوب علیہم۔ ان کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

مستحقین لعنت:

۱۶۱: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ: (بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مر گئے انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام آدمیوں کی پیکار ہے) ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار۔ یعنی ان جن چھپانے والوں میں سے جو مر گئے اور توبہ نہ کی۔

کیا الناس سے مومن و کافر دونوں مراد ہیں:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ ان پر اللہ ملائکہ و تمام لوگوں کی زندگی اور موت کے بعد لعنت

ہوگی۔ الناس سے مؤمن مراد ہیں۔ یا مؤمن و کافر دونوں مراد ہیں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۸ میں فرمایا: کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اُخْتَهَا کہ جب ان میں سے ایک جماعت جہنم میں داخل ہو چکے گی۔ تو اپنے بعد میں آنے والی جماعت کو لعنت کرے گی۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۱۶۲..... يَنْظُرُوْنَ کا معنی:

خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ: (ان سے عذاب کو ہلکانہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ملے گی) خالدین یہ علیہم کی ہم ضمیر سے حال ہے فیہا اس لعنت میں یا آگ میں ضمیر لائی گئی اس چیز کی بڑائی بیان کرنے اور ڈرانے کے لئے۔ ان سے عذاب کو ہلکانہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ نمبرا۔ ينظرون۔ انظار سے ہے جس کا معنی مہلت دینا ہے۔ یعنی معذرت کرنے کے لئے مہلت نہ دی جائے گی۔

یا دوسرا قول: یہ ہے کہ یہ نظر سے ہے کہ ان کو نظر رحمت سے نہ دیکھا جائے گا۔ جیسا فرمایا۔ وَلَا يَنْظُرُوا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (الایۃ)

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۱۶۳:

وَاللّٰهُمَّ اِلٰهَ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ: (تمہارا معبود وہ ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے)۔

اللہ واحد۔ الوہیت میں یکتا ہے۔ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ دوسرے کو اللہ کا نام دینا درست ہے۔ لا الہ الا ہو۔ اس میں وحدانیت کی تقریر اور غیر کی نفی اور اس کے لئے اثبات ہے۔

نحوی تحقیق:

هو مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ موضع لا الہ کا بدل ہے یہاں نصب جائز نہیں۔ کیونکہ بدل دلالت کرتا ہے کہ اعتماد دوسرے پر ہے اور آیت میں مقصود یہی ہے۔ اگر نصب مانیں تو اس میں اول پر اعتماد ماننا پڑتا ہے (جو کہ درست نہیں) **نَحْوُ**: الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ مرفوع ہے یہ مبتدا کی خبر ہے یعنی وہ تمام نعمتیں۔ وہ اصول ہوں یا فروغ ان کا والی ہے۔ کوئی چیز اس کے سواء یہ صفت نہیں رکھتی۔ جو اس کے سواء ہے وہ یا تو خود نعمت ہے بلکہ بدل ہیں کیونکہ ضمیر کی صفت نہیں آتی۔ اب مطلب یہ ہوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی یعنی بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ

بلاشبہ آسمان اور زمین کے پیدا فرمانے میں اور رات و دن کے الٹ پھیر میں اور

الْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ

کشتیوں میں جو کہ چلتی ہیں سمندر میں وہ سامان لے کر جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور جو کچھ نازل فرمایا اللہ نے

السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ

آسمان سے یعنی پانی پھر زندہ فرمایا اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اور پھیلا دیئے زمین میں ہر قسم کے

دَابَّةٍ ۖ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

چلتے پھرنے والے جانور اور ہواؤں کے گردش کرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں

لَا يَتْلُوهُمْ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾

ضرورتاً یہاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

توحید کے دلائل عقلیہ:

۱۶۴۔ شَٰنِ نَزُولِ: مشرکین کو اکیلے معبود پر تعجب ہوا تو انہوں نے اس پر نشانی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الدَّابَّةِ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَتْلُوهُمْ يَعْقِلُونَ: (بے شک زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور دن رات کی آمد و رفت میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں وہ چیزیں لے کر جس سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس سے زمین کو زندہ کر دیا۔ اس کی موت کے بعد اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان تابع کیے ہوئے ہیں۔ ان سب میں سمجھدار لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں) اختلاف الیل والنہار۔ دن و رات۔ رنگ میں۔ طول و قصر میں اور آنے جانے میں ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں مختلف ہیں۔ ینفع الناس۔ کشتی میں جو چیزیں لا کر لائی جاتی ہیں۔ اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یا کشتیاں لوگوں کے نفع کے ساتھ چلتی ہیں۔ یعنی چلتے ہیں فائدہ ہے۔ من السماء۔ یہ من ابتدائیہ ہے من ماء سے بارش مراد ہے یہ من بیانیہ ہے کیونکہ آسمان سے اترنے والی بارش اور دوسری چیزیں ہیں۔ فاحیابہ۔ اس کو انزال پر عطف کیا۔ بہ یعنی پانی کے ساتھ۔ الارض بعد موتھا۔ موت سے

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے علاوہ اس کے شریک تجویز کر رکھے ہیں وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت ہونی واجب ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ

اور جو لوگ ایمان لائے ان کا اللہ سے محبت کرنا بہت ہی زیادہ قوی ہے، اور اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا جس وقت دیکھیں عذاب کو

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝

کہ بلاشبہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

مرا خشک ہوتا ہے وٹ کو فاحیا پر عطف کیا۔ بٹ کا معنی بکھرتا ہے فیہا یعنی زمین میں من کل دآبہ۔ دآبہ وہ ہے جو رنگ کر چلے۔

ہواؤں کے پھرنے کا معنی:

و تصریف الرياح۔ نمبر ۱۔ ہواؤں کا پھیرنا ان کا مشرق و مغرب اور جنوب و شمال سے چلنا اور گرم و ٹھنڈا اور تند، ہلکا اور فائدہ مند اور مضر ہونا ہے۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول بھی رحمت کی اور بھی عذاب کی۔ السحاب المسخر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطیع ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں برستے ہیں۔ بین السماء والارض آسمان و زمین کے درمیان یعنی فضا میں لقوم یعقلون۔ عقل مندوں کے لئے جو عقل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

پس ان اشیاء سے ان کے ایجاد کرنے والے کی عظیم قدرت اور نو ایجاد کرنے والے کی حکمت اور پیدا کرنے والے کی وحدانیت پر استدلال کرنے والے ہیں۔

عظیم فائدہ:

حدیث شریف میں فرمایا جس نے یہ آیت پڑھی اور اس میں سوچ و بچار کر کے اس سے عبرت حاصل نہ کی اس کے لئے ہلاکت ہے (دیلمی)

موحد و مشرک کا انداز محبت:

۱۶۵۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرُونَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ (بعض لوگ اللہ کے سوا اوروں کو شریک بناتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو ان سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اگر کوئی ان ظالموں کو دیکھے جبکہ یہ عذاب دیکھیں گے تو یہ بڑے

خوف کا وقت ہوگا) اس لئے کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (ومن الناس - یعنی اس واضح دلیل کے بعد بھی لوگ من دون اللہ انداد)۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک بناتے ہیں۔ یحییٰ وہم۔ یعنی بتوں کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے اور ان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں یعنی بتوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کی محبت میں برابری کرتے ہیں کیونکہ وہ ذات باری تعالیٰ کا اقرار کرتے اور اس کا قرب ان کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا قول: ان سے وہ محبت کرتے ہیں جس طرح مؤمن اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للہ۔ اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے۔ مشرکین کی اس محبت کے مقابلے میں جو ان کو اپنے معبودوں سے ہے۔ کیونکہ مؤمن کسی حال میں بھی اپنے رب سے منہ موڑنے والا نہیں۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ سخت مصائب میں اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے سامنے گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے ہیں۔

اختلاف قراءت:

ولو یوی۔ کو نافع اور شامی نے قرآنی پڑھا ہے اس صورت میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا۔ یا ہر مخاطب کو۔ مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب اگر تو وہ منظر دیکھے تو بہت سخت معاملہ دیکھے گا۔ الذین ظلموا۔ سے مراد شریک بنانے والے لوگ ہیں۔ اذ یروُن کو یا کے ضمہ کے ساتھ یروُن شامی نے پڑھا ہے اول صورت میں جب وہ دیکھیں گے اور دوسری صورت میں جب وہ دکھائے جائیں گے۔

نا قابل بیان حسرت:

العذاب ان القوة للہ جمیعاً۔ جمیعاً یہ حال ہے۔ وان اللہ شدید العذاب۔ یعنی سخت ہے اس کا عذاب۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا۔ اگر یہ لوگ جو اپنے شرک کے سبب ظلم عظیم کا ارتکاب کرنے والے ہیں جان لیں کہ ہر چیز پر ثواب۔ عقاب کی قدرت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ان کے معبودوں کو نہیں اور وہ ظالموں کو دیئے جانے والے سخت عذاب کو بھی جان لیں۔ جبکہ قیامت کے دن اس عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ تو ان کو نا قابل بیان حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تو کا جواب حذف کیا گیا ہے کیونکہ تو جب کسی شوق مند چیز یا خطرناک چیز پر داخل کریں۔ تو اس کا جواب بہت کم ساتھ لایا جاتا ہے۔ تاکہ دل اس میں ہر رستہ پر جائے۔ جبکہ یہ ماضی پر داخل ہو۔ اسی طرح اذ کی وضع بھی ماضی پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔

سوال: مگر یہاں دونوں۔ لو اور اذ مضارع پر داخل ہوئے ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں مستقبل بھی ماضی کی طرح قطعی اور سچا ہے۔

اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا رَاوَا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

جب کہ ہزار ہو جائیں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی۔ اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور کٹ جائیں گے

بِهِمُ السَّبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَّبَرَّا مَنِمْ كَمَا

ان کے آپس کے تعلقات اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی کاش ہم کو واپس جانا نصیب ہو جاتا تو ہم ان سے ہزار ہو جاتے، جیسا کہ

تَبَرَّعُوا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَا هُمْ

وہ ہم سے ہزار ہو گئے۔ اللہ اسی طرح دکھائے گا ان کو ان کے اعمال حسرتیں بنا کر اور وہ

مُخْرَجِينَ مِنَ النَّارِ ۝

آگ سے نکلنے والے نہ ہوں گے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۶۶:

اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا رَاوَا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ السَّبَابُ۔ (یا کر وہ اس وقت کو جب الگ ہو جائیں گے وہ مردار جتنی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے) اختلاف قراءت:

اِذْ تَبَرَّأَ۔ عاصم کے علاوہ قرآن عراق نے سارے قرآن میں جہاں ذال اور تاء جمع ہوں تو وہاں ادغام کر کے پڑھا ہے۔ نحوی تحقیق:

یہ اذ بیرون سے بدل ہے الذین اتبعوا سے مراد وہ سب ہیں جن کی پیروی کی گئی۔

من الذین اتبعوا سے مراد جمع و پیروکار۔ رَاوَا الْعَذَابَ۔ وادھالیہ ہے ای تبرّٰۃ والی حال رؤ یتھم العذاب۔ یعنی وہ عذاب دیکھنے کی حالت میں بیزاری کا اظہار کریں گے۔ و تقطعت۔ اس کا عطف تبرّٰۃ پر ہے ای تبرّٰۃ و تقطعت۔

تعریف سبب:

بہم الاسباب۔ اسباب سبب کی جمع ہے وہ تعلق مراد ہے جو ایک دین پر ہونے کی وجہ سے ان کے مابین تھا۔ اسی طرح سبب و محبت کا تعلق بھی اس میں شامل ہے اصل سبب ملانے والے ذریعہ کو کہتے ہیں۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۶۷..... اعمال پر حسرتیں:

وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَّبَرَّا مَنِمْ كَمَا تَبَرَّعُوا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ

اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَىٰ

بے شک وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تم کو صرف برائی کا اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ

اللَّهُ مَا لَا تَعْمُونَ ۝

جن کو تم نہیں جانتے۔

وَمَا هُمْ بِخَوَّعِينَ مِنَ النَّارِ (جنہوں نے اتباع کیا تھا وہ کہیں گے ہائے کاش، ہمیں ایک بار لوٹ جانا میسر ہو تو ہم بھی ان سے الگ ہو جائیں جیسے یہ ہم سے آج الگ ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ افسوس کرنے والوں کے لئے ان کے عمل ان کو دکھائے گا۔ اور انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں)۔

وقال الذين اتبعوا اے مراد قہقین ہیں۔ مکر واپس لوٹنا دنیا کی طرف فتنہ آ۔ تو جو جتنی کیلئے ہے یہ اس کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہوگا کاش ہمارے لئے واپسی ہو تو ہم ان سے بیزار ہو جائیں۔ کما تبرء وامننا جیسا یہ اب ہم سے بیزار ہو گئے۔ كذلك سے مراد اس رسوا کن دکھلاوے کی طرح۔ اعمالہم یعنی بت پرستی۔ حسرات علیہم۔ حسرات یہ حسرت کی جمع ہے اس کا معنی شرمندہ گیاں۔ یرہم۔ یہ افعال قلوب سے ہے اور حسرات اس کا تیسرا مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال ان پر حسرتوں میں بدل جائیں گے۔ اور وہ اپنے اعمال کی جگہ حسرتوں کے سوا کچھ نہ دیکھیں گے۔ وما ہم بخارجین من النار۔ انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں۔ بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۶۸:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (اے لوگو۔ کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال اور ستھری اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) شَتَانُ: شَرُّ: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جنہوں نے بحیرہ و سائبہ وغیرہ تحریکات بنا رکھی تھیں بایہا الناس کلوا۔ کلوا کا امر اباحت کے لئے ہے۔ ان لوگوں کو مخاطب کیا جنہوں نے بحیرہ وغیرہ بنا رکھے تھے۔

نحوی تحقیق:

مما فی الارض میں من تبعضیہ ہے یعنی زمین کی بعض اشیاء کیونکہ تمام اشیاء زمین سے کھانے والی نہیں۔ حلالاً۔ نمبرا۔ یہ کلوا کا مفعول ہے یعنی تم جلال چیزیں کھاؤ۔

دوسرا قول: یہ معافی الارض سے حال ہے یعنی تم کھاؤ زمین کی چیزیں اس حال میں کہ وہ حلال ہوں۔ طیباً۔ سہری یعنی ہر شبہ سے پاک۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ۔ خطوات سے وہ راستے مراد ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ یہ خطوۃ کی جمع ہے قدموں کی درمیانی مسافت کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں اتبع خطوتہ یعنی اس نے اقتداء کی یا اس کے طریقے پر چلا۔

اختلاف قراءت:

خطوات کو ابو عمرو نے طاء کے سکون سے خُطُوَات پڑھا ہے۔ عیاش، نافع و حمزہ ابو بکر نے طاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا خُطُوَات۔

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ بے شک وہ تمہارا ایسا دشمن ہے جس کی عداوت ظاہر ہے اس میں ذرہ بھرا خفاء نہیں۔ مبین کا لفظ ابان سے ہے یہ متعدی و لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

ظاہری تضاد کا ازالہ:

سُورَةُ الْبَقَرَةِ آیت نمبر ۱۲۵ اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب: وہ آیت اس کے خلاف نہیں کیونکہ طاغوت سے مراد شیطان ہے اور اس کی دوستی فقط ظاہر میں ہوتی ہے اس ظاہری دوستی جتانے کی وجہ سے اولیاءوہم الطاغوت فرمایا گیا۔ ورنہ باطن میں تو وہ دشمن ہے۔ وہ دوستی اعمال کو مزین کرنے کے لئے کرتا ہے ورنہ دشمن کی بات کون مانتا ہے اور اس کا اصل مقصد ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

تَفْسِيْرُ آیت ۱۲۹:

اِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (بے شک وہ تمہیں بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ پر تم وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے) انصایا مرمک۔ اس میں بیان کیا کہ اس کی اتباع سے باز آنا ضروری ہے اور اس سے ظاہر میں عداوت رکھنی چاہیے۔ یعنی شیطان کبھی بھی بھلائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ بلاشبہ وہ تو تمہیں حکم دے گا۔

سوء و فحشاء کا فرق:

نمبر ۱۔ بالسوء۔ برائی کا۔ والفحشاء اور بے حیائی کا۔ فحشاء وہ برا کام جو قباحت میں حد سے بڑھ جائے۔

دوسرا قول: سوء جس گناہ میں حد نہیں آتی۔ فحشاء۔ جس میں حد لازم ہو جاتی ہے۔

نَحْفُوْا: بالسوء پر عطف کی وجہ سے ان تقولوا مثل جر میں ہے ای بان تقولوا۔ مالا تعلمون جو تم نہیں جانتے بغیر علم کے۔ جیسے تمہارا کہنا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

مَنْ يَّسْتَكْبِرْ: اس میں ہر بات شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کہنی درست نہیں مگر وہ اس کی طرف منسوب کر دی گئی ہو۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کا اتباع کرو، جو اللہ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿٧﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ

کیا وہ اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں، اور ہدایت پر نہ ہوں۔ اور مثال ان لوگوں کی

كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمُّ بَكُمْ مَعَىٰ

جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال ہے جو آواز دے ایسی چیز کو جو نہ سنے سوائے پکار کے اور بلاوے کے، بہرے ہیں، گونگے ہیں،

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٨﴾

انہی میں ہیں سو وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

تفسیر آیت ۷: ا:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر چلو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا۔ اگر ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں۔ تو پھر بھی ان کے راستے پر چلیں گے)

ہم کا مرجع:

نمبر ۱۔ وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا۔ ضمیر جمع کی الناس کی طرف لوثی ہے اور التفات کے طور پر ان سے رخ پھیرا گیا گویا اس طرح کہا۔ عقل مندوں کی طرف توجہ کر کے کہ ان احمقوں کو دیکھو۔ کہ ٹھیک بات بتلائی تو کیا جواب دیا؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: ہُمْ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوثی ہے۔

نمبر ۳۔ تیسرا قول: یہ یہود کا ایک گروہ تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان و قرآن کی طرف بلایا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا۔ الفینا کا معنی وجدنا ہے علیہ الہاء نا جس پر ہم نے آباء کو پایا وہ ہم سے بہتر تھے اور زیادہ علم والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولو کان 'اباؤہم۔ سے ان کی تردید کی۔ وَاوْا اس میں حالیہ ہے ہمزہ تعجب اور تردید کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا یہ ان کی اتباع کریں گے اگر ان کے آباء دین کی کوئی بات نہ سمجھتے ہوں اور نہ ہی درست راستے کی طرف راہ پانے والے ہوں۔

سابقہ آیات سے ربط:

پہلے ان کی تردید کی پھر ان کے متعلق مثال بیان فرمائی۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۷:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءٌ وَنِدَاءٌ صُمْ بِكُمْ عَنْهُمْ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ (کافروں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو چلا چلا کر ایسی چیز کو پکار رہا ہو جو سوائے چلانے اور پکارنے کے کچھ نہیں سنتا۔ بہرے گوئے اندھے ہیں پس وہ کچھ نہیں سمجھتے) مثل الذين كفروا۔ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای داعی الدین كفروا كمثل الذي ينعق۔ ينعق کا معنی چیختا ہے۔ بما لا يسمع الا دعاء و نداء سے مراد بہائم ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کافروں کو دعوت دینے والے کی مثال جیسے کوئی حیوانات کو آواز دے جو کہ آواز میں سے کھنٹی کی سراور آواز کی گونج سنتے ہیں۔ بغیر ذہنوں میں ڈالنے اور سمجھنے کے۔ جیسا کہ بہائم کو آواز دینے والا جو پکارنے والے کی پکار و نداء ہی سنتا ہے جس سے ان کو آواز دیتا۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے وہ جانور اور کچھ نہیں سمجھتے جیسے عقل مند سمجھتے ہیں۔

نعق و نداء میں فرق:

النَّعِيقُ آواز دینے کو کہتے ہیں جیسے نعق المؤذن نعق الراعي بالضأن۔ چرواہے نے بھیڑوں کو آواز دی۔ النداء۔ جو سنی جائے۔

الدعاء جو آواز کبھی سنی جائے اور کبھی نہ سنی جائے۔ صُمْ۔ یہ ہم ضمیر کی خبر ہے ای ہم صم حکم یہ اسی مبتداء کی دوسری خبر ہے عمی یہ خبر ثالث ہے یعنی وہ حق سے اندھے ہیں۔ فہم لا یعقلون۔ پس وہ فصاحت کو نہیں سمجھتے۔

يَآٰيَهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم

اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا

اس کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جن کے ذبح کرتے وقت

اِهْلٌ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ط

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باقی نہ ہو، اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

سابقہ آیات سے ربط: تَفْصِيْلُ آيَتِ ۱۷۲:

اس میں بتلایا کہ جن چیزوں کو مشرکین حرام قرار دینے والے ہیں وہ حلال ہیں چنانچہ فرمایا۔

يَآٰيَهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ: (اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو

رزق دیا ہے اس سے حلال اور ستھری چیزیں کھاؤ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو) یا ایہا الذین آمنوا کلاوا من

طیبات ما رزقناکم۔ (۱) طیبات سے مراد لذیذ چیزیں (۲) حلال چیزیں و اشکروا للہ: اور تم اس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

جس نے تمہیں رزق دیا۔ ان کنتم ایہا تعبدون۔ اگر یہ واقعی صحیح ہے کہ تم عبادت کے ساتھ اس کو خاص کرنے والے ہو اور اس

بات کے اقراری ہو کہ تمام نعمتیں فرمانے والے وہی ہیں۔

ما قبل سے ربط: تَفْصِيْلُ آيَتِ ۱۷۳:

اب حرام چیزوں کو بیان کیا۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اِهْلٌ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ

عَلَيْهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (بے شک اس نے حرام کیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے

غیر کا نام پھر جو کوئی مجبور ہو جائے نہ ہو خلاف کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان

ہے۔)

میتہ کی تعریف:

انما حرم علیکم المیتۃ میتہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جس کی روح ذبح سے پاک کرنے کے بغیر نکل جائے۔ انما حرمت میتہ کو ثابت کرنے اور مساویٰ کی نفی کے لئے ہے اسی ماحرم علیکم الا المیتۃ۔ نہیں حرام کیا تم پر مگر مردار۔ والدم۔ بنے والا خون۔ کیونکہ دوسری آیت سورۃ انعام نمبر ۱۴۵ میں او دمًا مسفوحًا ہے۔

دو دم حلال:

اور دو میتہ اور دو دم حدیث سے ان کی حلت ثابت ہے احلت لنا میتتان و دمان السمک و الجراد و الکبد و الطحال (احمد ابن ماجہ) ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ مچھلی۔ مکاری۔ جگر اور تلی۔

ولحم الخنزیر۔ یعنی خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ۔ گوشت کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ کھانے میں وہ اصل ہے۔ وما اهل به لغير الله۔ یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے۔ الہلال۔ آواز بلند کرنا یعنی بت کے لئے اس پر آواز بلند کی گئی ہو اور اہل جاہلیت کہتے تھے: باسم اللات والعزی۔ فمن اضطر جو مجبور ہو جائے۔

نحو و قراءت:

نون کو کسرہ دیا دوساکن آنے کی وجہ سے یعنی نون اور ضادیہ بصری حمزہ اور عاصم کے نزدیک ہے دیگر قراء طاء کے ضمہ کی وجہ سے نون کو ضمہ دیتے ہیں فَمَنْ اضْطُرَّ۔ غیر یہ حال ہے اسی فاکل غیر اس نے کھا یا اس حال میں کہ وہ بغاوت کرنے والا نہ تھا۔

باغی کا معنی:

نمبر ۱۔ باغ کا مطلب یہ ہے کہ لذت و شہوت کی خاطر کھانے والا نہ ہو۔ ولا عاذ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرنے والا ہو۔ دوسرا قول: کہ امام کا باغی نہ ہو اور سفر حرام کی وجہ سے تجاوز نہ کرنے والا ہو یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ سفر طاعت بغیر ضرورت مباح نہیں اور بلا سفر گھر میں رکا رہنا مباح ہے اور دوسری بات یہ بھی کہ بغاوت اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتی۔ پس وہ محرومی کا حقدار نہیں۔

اور مجبور آدمی کو اتنا کھا لینا درست ہے جس سے زندگی بچ جائے اور اس سے گزارہ ہو سکے سیری نہ ہو۔ کیونکہ اضطراری اباحت اتنی مقدار میں ہے جس سے ضرورت ٹل سکے۔ فلا اثم علیہ۔ تو اس کو کھا لینے میں گناہ نہیں۔ ان اللہ غفور۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادینے والے ہیں تو پھر اضطراری حالت میں مردار کے کھا لینے سے کیونکر مؤاخذہ فرمائیں گے رحیم مہربان ہے اس لئے رخصت دے دی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی یعنی کتاب اور خریدتے ہیں اس کے بدلہ تھوڑی قیمت

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

تو یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں بھرتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ، اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا

وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۶﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الصَّلَاةَ

اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لیا گمراہی کو

بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابُ بِالْمَغْفِرَةِ ۖ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۷۷﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ

ہدایت کے بدلے، اور عذاب کو مغفرت کے بدلے، سو وہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں آگ پر، یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ

نَزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۷۸﴾

نے نازل فرمایا کتاب کو حق کے ساتھ، اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا ہے شک وہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں ہیں۔

۲۱۵

۱۷۴۔ شان نزول: یہ آیت یہود کے ان سرداروں کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفت تبدیل کر دی اور اس پر رشوت بھی لی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: (بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ان آیات کو جو اللہ تعالیٰ نے اتاریں کتاب میں اور اس کے بدلے لیتے ہیں قیمت یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر کر کھاتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یکتُمون ما انزل اللہ وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا یعنی صفات محمد ﷺ ثَمَنًا قَلِيلًا تھوڑی قیمت یعنی بدلہ یا قیمت والی (مراد دنیا اور اغراض دنیا میں)۔

اکل بطن کی تشریح:

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ: وہ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے یعنی پیٹ بھر۔ عرب کہتے ہیں فلان اکل فی بطنہ واکل فی بعض بطنہ یعنی پیٹ بھر کھایا، الا النار۔ مگر آگ۔ اس لئے کہ جب ایسی چیز کھائی جس کی سزا آگ ہے تو گویا آگ کھائی۔ اور عرب کہتے ہیں۔ اکل فلان الدم کہ فلان تو خون کھاتا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی مال دیت کھا جائے۔ کیونکہ دیت خون کے بدلے میں حاصل ہوتی ہے۔ شاعر نے کہا۔

یا کلن کل لیلۃ اکافاً۔ اکاف سے شمن اکاف مراد ہے
وہ ہر رات پالان یعنی پالان کی قیمت کھاتی ہیں شمن اکاف کو اکاف بہت مناسبت کی وجہ سے کہہ دیا۔

کلام سے مراد:

ولا یکلّمہم اللہ۔ ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائیں گے۔ کلام سے سرور کن کلام مراد ہے لیکن اس طرح کا کلام اخسنا فیہا
ولا تکلمون۔ المؤمنون آیت نمبر ۱۰۸ جو دھتکارنے کے لئے ہے وہ کہا جائے گا۔ ولا یرکبہم۔ نمبر ۱۔ نہ ان کو گناہوں کی
میل سے پاک کریں گے۔

نمبر ۲۔ یا اللہ تعالیٰ انکی مدح و ثناء نہ کرے گا۔ ولہم عذاب الیم۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم بمعنی مومل ہے۔
تینوں جملوں کا عطف ان کی خبر پر ہے۔ گو یا چاروں جملے ان کی خبر ہیں۔

تفسیر آیت ۵:

اُولَئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوْا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا اَصْبَرَهُمْ عَلٰی النَّارِ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ: (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی
اور مہر کے بدلے قہر لے لیا پس کتنا صبر ہے ان کو آگ پر۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری اور جنہوں نے کتاب میں
اختلاف کیا وہ سخت ضد میں ہیں) اُولَئِكَ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے
عذاب یعنی حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو چھپایا۔ (تا کہ انکار کریں جو عذاب و گمراہی کا سبب ہیں)۔

استفہام تو بخنی:

فَمَا اَصْبَرَهُمْ عَلٰی النَّارِ۔ کتنا صبر ہے ان کا آگ پر یہ استفہام تو بخنی ہے یعنی کس چیز نے ان کو صابر بنا دیا۔ اس عمل پر
جو آگ کی طرف لے جانے والا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہنم کی آگ پر بڑا صبر ہے۔

تفسیر آیت ۶:

ذٰلِكَ: اس کا مشار الیہ عذاب ہے یعنی یہ عذاب اس سبب سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتب سادہ اتاری ہیں وہ برحق
ہیں۔ اختلاف جنہوں نے اختلاف کیا یعنی اہل کتاب فی الکتاب۔ اس میں الف لام جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں مراد
ہیں۔ انہوں نے بعض کتابوں کو برحق اور بعض کو باطل قرار دیا۔

شقاق بعید کا مطلب:

لفی شقاق۔ شقاق کا معنی مخالفت۔ بعید۔ دور یعنی حق سے دور۔
دوسرا قول: ان کا یہ کفر اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن برحق اتارا اور جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا وہ ایسی
مخالفت میں مبتلا ہیں جو ہدایت سے بہت دور ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ

یعنی اس میں نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیا کرو۔ لیکن نیکی

مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآتَىٰ الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ۖ وَآتَىٰ

یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور اپنا

الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ۖ

مال دے اس کی محبت ہوتے ہوئے قربت والوں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو

وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ ۖ وَالْمُوفُونَ

اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو اور جو پورا کرنے والے ہیں

بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ

اپنے عہد کو جبکہ وہ عہد کریں۔ اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور تکلیف میں اور جنگ کے

الْبَاسِ ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾

موقع پر۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے حوالہ کی راہ اختیار کی اور یہی لوگ متقی ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۷۷:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآتَىٰ الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ۖ وَآتَىٰ الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ ۖ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَاسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ (یعنی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق و مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور پیغمبروں پر اور مال کی محبت کے باوجود مال دیا رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرتے رہے نماز اور پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں۔ تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں) اصلی بر کیا ہے؟

لیس البر ان تولوا تمہارا مشرق و مغرب کی طرف نہ پھیرنا یعنی نہیں اس میں خطاب نصاریٰ کو ہے کیونکہ ان کا قبلہ بیت

المقدس کی جانب مشرق تھا اور یہود کا قبلہ بیت المقدس کی مغربی جانب تھا اور ان میں سے ہر ایک کا خیال یہی تھا۔ کہ اصل نیکی اسی کے قبلہ کی طرف منہ پھیرنا ہے۔ ان کی تردید فرمائی کہ جو تم کہتے ہو یہ درست نہیں بلکہ وہ تو منسوخ ہے۔
نمبر ۱۔ ولکن البئر۔ لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: نیکی والا وہ ہے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔ ان دونوں اقوال کے مطابق مضاف محذوف ہے مگر پہلا قول ان میں سے عمدہ ہے۔ البئر۔ کا معنی ہر نیکی اور ہر پسندیدہ فعل کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے قبلہ کے معاملے میں بہت دلچسپی لی۔ تو ان کو یہ بات سمجھائی گئی یہ کوئی بڑی نیکی نہیں۔ کہ جس میں مصروف ہو کر تم نیکی کی سب اقسام کو بھول جاؤ۔ لیکن جو نیکی واجب الالہتمام ہے وہ اس شخص کی ہے۔ جو ایمان لایا اور ان اعمال کو انجام دیا۔
نمبر ۳۔ البریس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ان تولوا بتاویل مصدر اسم ہے۔

اختلاف قراءت:

البئر کو نصب کے ساتھ جزوہ اور خفض نے پڑھا ہے اور نافع اور شامی نے وَلَیْکِنَّ البئرُ امام ہر دفر ماتے تھے اگر میں قاری ہوتا تو میں اس طرح پڑھتا۔ لَیْکِنَّ البئرُ ایک قراءت میں لَیْکِنَّ البئرُ پڑھا گیا ہے۔
والیوم الآخر۔ آخرت کے دن سے مراد اٹھنے کا دن ہے۔
والملائکۃ والکتاب۔ نمبر ۱۔ الف لام کتاب پر جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتب اگر عہد کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ والتبیین والانی المال علی حبہ۔

ضمیر کے مراجع:

نمبر ۱۔ حُبِّہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی مال اللہ تعالیٰ کی محبت میں خرچ کیا۔
نمبر ۲۔ یا مال کی طرف یعنی مال کی محبت کے باوجود اس کو دیا۔
نمبر ۳۔ الا یناء کی طرف لوٹتی ہے مراد یہ ہے مال دے رہا ہو اس حالت میں کہ وہ اس کے دینے میں دل سے راضی و خوش ہو۔
ذوی القربی۔ قرابت والے ان کو مقدم زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا مسکین پر صدقہ تو ایک صدقہ شام ہوگا اور رشتہ دار پر صدقہ اور صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی نسائی)
والبیتامی۔ یتیم سے مراد قرابت والے فقراء اور یتامی ہیں اور مطلق اسلئے لائے۔ کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔

مسکین کی تعریف:

والمسکین جمع مسکین جو لوگوں میں ہمیشہ سکون پکڑنے والا ہو کیونکہ اسکے پاس کچھ نہیں جس سے چلے پھرے مثلاً بیسجیر۔ جو ہمیشہ نشہ میں رہتا ہو۔ وابن السبیل اگرچہ لفظ مفرد ہے مگر مراد اس سے جنس ہے اسکو ابن السبیل کہنے کی وجہ سے سفر کا لازم لینا ہے یا مہمان ہونے کی وجہ سے ابن السبیل کہا۔ والسائلین۔ سوال کرنے والے سے مراد کھانا طلب کرنے والے۔ وفي الرقاب۔ گردنوں میں سے مراد مکاتین کی گردنیں آزاد کروانے میں یا قیدی چھڑوانے میں واقام الصلوٰۃ صلوٰۃ سے فرض نماز مراد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ۚ الْحَرُّ بِالْحَرِّ

اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے ہارے میں آزاد کو

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ۚ وَالْأَنْتَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ مِمَّنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاِتِّبَاعٌ

آزاد کے بدلہ اور غلام کو غلام کے بدلہ، اور عورت کو عورت کے بدلہ، جو جس شخص کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی کر دی جائے تو بھائی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَأَدَاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۚ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ

اس کا مطالبہ ہو اور اچھے طریقہ پر اس کی ادائیگی ہو۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے

فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهِ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَا أُولِي

بہر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لئے درد ناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں ہدی زندگی ہے اے عقل

الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۖ

والو! تاکہ تم پرہیز کرنے رہو۔

یہاں زکوٰۃ سے مراد:

والسۃ الزکوٰۃ۔ فرضی زکوٰۃ ہے بعض نے کہا یہ اول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اول سے مراد نقلی صدقات اور نیکی کے اعمال ہیں۔ المؤمنون پورے کرنے والے اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں۔ اس کا عطف من امن پر ہے اور عہد سے اللہ کا عہد یا لوگوں کا عہد مراد ہے۔ والصابرین۔ شدائد میں صبر کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے فعل مدح و تخصیص سے منصوب ہے اسی مدح والصابرین۔ اسی طرح قتال کے مقامات کی فضیلت تمام اعمال سے برتر ثابت کرنے کے لئے اسے منصوب ذکر کیا۔ فی الباساء۔ ہا ساء سے فقر و شدت مراد ہے والضرراء مرض اور اپاہج ہیں۔ حین الباس۔ لڑائی کا وقت اولئک الدین صدقوا یعنی ان صفات والے ہی وہ لوگ ہیں جو دین میں سچے ہیں اور وہی متقی ہیں۔

آیت: ۱۷۸۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ۚ الْحَرُّ بِالْحَرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ۚ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ مِمَّنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاِتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَأَدَاءُ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۚ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ

(اے ایمان والو! فرض کیا جاتا ہے تم پر بدلہ لینا مقتولوں میں۔ آزاد کے بدلے آزاد قتل کیا جائے غلام کے بدلے غلام اور

عورت کے عوض عورت۔ پس جس شخص کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ تو دستور کے موافق چلنا چاہیے اور اچھے انداز سے چلنا چاہیے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے پھر جو شخص زیادتی کرے۔ اس کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

طرزِ جاہلیت:

روایات میں آیا ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں میں جاہلیت کے زمانے میں خون کا معاملہ تھا اور ایک کو دوسرے پر طاقت اور قوت حاصل تھی۔ تو انہوں نے قسم اٹھائی۔ کہ ہم دوسرے قبیلے کے آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل کریں گے اور ان کے مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کریں گے اور ایک کے بدلے میں ان کے دو قتل کریں گے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاملے میں فیصلہ بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ یا ایہا الذین امنوا کہ اے ایمان والو۔ کُتِبَ یعنی فرض کر دیا گیا۔

مفہوم قصاص:

علیکم القصاص۔ قصاص اصل میں برابری کو کہتے ہیں۔ اصل میں یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے۔ قص الثرہ و اقتصہ۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی کا پیچھا کیا جائے۔ اسی لئے قصہ کہانیاں بیان کرنے والے کو قاص کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حکایات کا پیچھا کرتے ہیں۔ القتل علی جمع قتل۔ اب مطلب یہ ہوا۔ کہ تم پر فرض کیا گیا کہ تم برابری اور مساوات اختیار کرو۔ مقتولین میں الحر بالحر یعنی آزاد کو آزاد چلائے گا یا مقتول ہوگا آزاد کے بدلے العبد بالعبد امام شافعی کا قول آزاد کو غلام کے بدلے میں اس آیت کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا اور ہمارے نزدیک قصاص آزاد اور غلام کے درمیان بھی جاری ہوگا۔ جیسا اس آیت میں ہے جو سورہ مائدہ آیت نمبر: ۳۵۔ ان النفس بالنفس۔ کہ جان کے بدلے جان۔ جیسا کہ مذکور مؤنث کے درمیان آپ کے اس ارشاد سے المسلمون تنکافأ ذمہم۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔

نفوس میں تفاضل معتبر نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک جماعت ایک آدمی کو قتل کرے تو اس کے بدلہ میں ان سب کو قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ حکم کا کسی نوع سے مخصوص ہونا دوسری نوع کی نفی نہیں کرتا۔ بلکہ حکم اس میں دلیل کے آنے تک موقوف رہے گا اور یہاں تو دلیل موجود ہے۔ جیسا ہم واضح کر چکے۔

عفو کی تحقیق:

فمن عفی لہ۔ عفو یہ عفویت کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے۔ عفو عن فلان جب کہ اس سے درگزر کیا جائے اور اس کی سزا سے اعراض کیا جائے۔ یہ جانی یا جنایت کی طرف متعدی عن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ البقرہ ۵۲م عفو نا عنکم پھر ہم نے تمہارا گناہ معاف کر دیا اور الشوریٰ آیت نمبر ۲۵ و یعفوا عن السیئات۔ وہ بہت سی برائیاں معاف کرتا ہے اور جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو پہلے کی طرف لام سے متعدی ہوگا۔ جیسے عفو لہ عن ذنبہ۔ میں نے اسے اس کا گناہ معاف کر دیا۔ اور حدیث میں ہے عفو لکم عن صدقة الخیل والرقيق۔ (ابوداؤد) میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تمہیں معاف کر دی۔ یعنی

چھوڑ دی۔

حضرت امام زجاج رحمہ اللہ کا بیان:

زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ من عفی لہ کا معنی جس کا دیت کی وجہ سے قتل چھوڑ دیا جائے۔ (یعنی معاف کر دیا جائے) ازہری نے کہا عفو لغت میں زائد کو کہتے ہیں۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اور کہا جاتا ہے عفوت لفلان بمال۔ جبکہ مال اس کو دے اور مہربانی سے زائد دے۔ و عفوت لہ عمالی علیہ جبکہ اس کے ذمہ جو کچھ تھا اس کو چھوڑ دیا جائے۔

قول جمہور:

جمہور مفسرین آیت کا معنی یہ بتاتے ہیں۔ بس جس آدمی کو اس کے بھائی کی جانب سے معاف کر دی جائے کوئی چیز زائد۔ اس معنی میں فعل کی نسبت مصدر کی طرف کی گئی ہے جیسے کہ اس مثال میں سیر بزید بعض السیر زید کو کچھ چلایا گیا۔

الاخ لانے کی حکمت:

الاخ اس سے مراد مقتول کا وارث بھائی ہے اور اس لفظ سے تعبیر کر کے درحقیقت مہربانی پر آمادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد اور اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں۔ من سے مراد وہ قاتل ہے جس کو اس کا گناہ معاف کیا جا رہا ہے۔ یہاں آیت میں دوسرے مفعول کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ لہ کا لفظ عنہ کی بجائے لایا گیا۔ اور ضمیر لہ اور اخبہ میں یہ من کی طرف راجع ہے اور علیہ میں بھائی کی طرف راجع ہے۔ یا قتل کے لئے ہے اس کے لئے فاتباہ کا لفظ دلالت کر رہا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ مطالبہ کرنے والا قاتل کا پیچھا کرے۔ کس طریقے کے ساتھ۔ یعنی اچھے انداز سے مطالبہ کرے۔ تاکہ اس کو مطلوب ادا کر دیا جائے یعنی قاتل خون کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ اور نہ اس میں کمی کرے۔ شی من العفو کہا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بعض خون کا حصہ معاف کر دیا گیا۔ یا بعض وارثوں نے معاف کر دیا۔ تو اس وقت معافی کامل ہوگئی۔ اور قصاص ختم ہو گیا۔

دوسرا قول:

نمبر ۲۔ جنہوں نے عفی کی تفسیر شی کے لفظ کو مفعول بہ بنانے کے بغیر کی ہے اور اسی طرح جنہوں نے اعطی کے ساتھ کی ہے یعنی ان الولی اذا اعطی لہ شی من مال اخبہ۔ یعنی القاتل بطریق الصلح فلیاخذہ بمعروف من غیر تعنیف و لیؤذہ القاتل الیہ بلا تسویف۔ بے شک ولی کو جب کوئی چیز اپنے بھائی کے مال میں سے دی جائے یعنی قاتل کے مال میں سے بطور صلح تو اس ولی کو چاہیے کہ وہ اس مال کو دستور کے مطابق لے لے۔ اس میں کوئی سختی نہ برتے۔ اور قاتل بھی اس کو مال بغیر افسوس کے ادا کرے۔

نحو: اتباع کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء مضمرب کی خبر ہے یعنی الواجب اتباع یعنی واجب ہے اتباع کرنا اس حکم کا جو کہ

معافی کے سلسلے میں ذکر کیا گیا۔ ذلک اس سے مراد غفواوردیت لینے کا جو حکم پیچھے ذکر ہوا تھا خفیف من ربکم ورحمة۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی ہے۔ اس لئے تورات میں قتل کے علاوہ دوسرا حکم نہیں تھا اور انجیل میں معافی بغیر بدلے کے تھی۔ اور کوئی حکم نہ تھا۔ ہمارے لئے قصاص اور غفواور مال صلح کے طریقے سے لینا آسانی اور وسعت کی خاطر جائز کیا گیا۔

دلالت آیت:

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مؤمن ہے کیونکہ قتل کے پائے جانے کے باوجود ایمان کے ساتھ اس کی تعریف ذکر کی گئی اور ایمان کے ساتھ قائم ہونے والا بھائی چارہ باقی رہا۔ اور وہ تخفیف اور رحمت کا حق دار بن گیا۔

تعدی کی تفسیر:

فَمَنْ اَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ : (جو شخص حد سے بڑھا اس کے بعد) یعنی تخفیف کے بعد اور اس نے تجاوز کیا۔ جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ جیسے غیر قاتل کو قتل کرنا یا دیت لینے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دینا فَلَئِنَّ عَذَابَ الْاَلَمِ۔ پس اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم۔ سے مراد یہاں آخرت میں سخت دردناک قسم کا عذاب ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۷۹:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حِكْمَةٌ يَّأُولٰٓئِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ: (تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو) یہ کلام انتہائی فصیح ہے کیونکہ اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔

قصاص بڑی زندگی ہے:

نمبر ۱۔ قصاص میں انسان قتل ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر آیت میں اس کو حیوۃ کے لئے بطور ظرف کے ذکر کیا گیا اور قصاص کو معرف دلا گیا۔ اور حیوۃ کے لفظ کو کفرہ لا کر خوب بلاغت ظاہر کر دی۔ کیونکہ مطلب یہ بنا۔ کہ تمہارے لئے حکم کی اس قسم میں سے جو کہ قصاص ہے۔ بہت بڑی زندگی ہے۔ اس لئے کہ اس سے اس چیز کی روک تھام کی گئی کہ جو ان میں ایک شخص کے بدلے ایک جماعت کا قتل کر دینے کا رواج تھا۔ تو گویا سب کی زندگی بچ گئی۔

نمبر ۲۔ پس فرمایا کہ قصاص میں زندگی ہے۔ یعنی خاص قسم کی زندگی ہے۔ یا اعلیٰ قسم کی زندگی ہے اور وہ وہی زندگی ہے جو قتل سے رک جانے کے بنا پر حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اگر وہ بھی قتل کرے گا۔ تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے جب وہ قتل کا ارادہ کرے گا۔ تو یہ بات یاد آئے ہی وہ قتل سے باز رہے گا۔ پس اس کا ساتھی اس کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ اور وہ قصاص سے بچ جائے گا۔ پس قصاص کا حکم انسانوں کی زندگی کا سبب بن گیا۔ یا ولى الالباب۔ اے عقل والو۔ لعلکم تتقون۔ تاکہ تم قتل سے بچ جاؤ قصاص سے ڈرتے رہو۔

کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ

تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت حاضر ہو جائے تو اپنے والدین اور قرابت

وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا

داروں کے لئے وصیت کرے۔ بشرطیکہ مال چھوڑا ہو۔ یہ حکم لازم ہے ان لوگوں پر جو خدا کا خوف رکھتے ہیں پھر جو شخص سننے کے بعد اس کو

سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ

بدل دے اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہوگا جو اس کو تبدیل کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ سو جو شخص

خَافَ مِنْ مُّوَصَّ جَفًّا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی جانب داری یا تنہا کا خوف کھائے پھر ان کے درمیان صلح کرادے سو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ

عَفْوٌ رَّحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

غفور ہے رحیم ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۰:

کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى

الْمُتَّقِينَ: کتب۔ فرض کیا گیا۔ اذا حضر احدکم الموت۔ جب موت آموچود ہو موت آموچود ہونے کا مطلب اسباب

موت کا ظاہر ہوتا ہے۔

مال کو خیر فرمایا:

خیبر۔ کا معنی کثیر مال۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے آزاد کردہ غلام نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کے پاس

سات سو درہم تھے۔ تو میں نے اس کو منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصیت کے بارے میں فرمایا۔ ان توک خیبر۔ اگر بہت مال

چھوڑے اور تیرے پاس مال نہیں۔ (ابن ابی شیبہ)

الوصیۃ۔ یہ کتب کا نائب فاعل ہے۔

وصیت وارث:

نمبر ۱۔ ابتدائے اسلام میں وصیت وارث کے حق میں ثابت تھی۔ پھر سورہ نساء کی آیت میراث سے منسوخ کر دی گئی جیسا

کہ ہم شرح المنار میں ذکر کر چکے ہیں۔

نمبر ۲: یہ منسوخ نہیں بلکہ یہ ان کے متعلق ہے جو کفر کی وجہ سے وارث نہیں کیونکہ وہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے۔ آدمی مسلمان ہوتا اور اس کے والدین اور دیگر قرابت والے اسلام نہ لاتے اور اسلام رشتہ وراثت کو منقطع کر دیتا ہے پس ان میں قرابت کے حق کی ادائیگی کے لئے استحباب کے طور پر وصیت جاری کی گئی۔ اس صورت میں محبت کا معنی فرض نہیں ہوگا۔ (بلکہ لکھ دیا گیا ہوگا) بالمعروف کا معنی عدل ہے۔ اس طرح نہیں کہ مال دار کے لئے وصیت کرے اور فقیر کے لئے نہ کرے اور ثلث مال سے تجاوز بھی نہ کرے حقائق یہ مصدر مودک ہے یعنی حق ذلک حقاً۔ یہ ثابت و لازم کیا گیا ہے لازم کرنا علی المتقین۔ ان لوگوں پر جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۸۱:

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ: (جو وصیت کو بدل دے اس کے بعد کہ سن چکا تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والے خبر رکھنے والے ہیں) فمن بدله۔ جس شخص نے اپنی طرف سے بدل دیا۔ جبکہ وصیت کرنے والوں اور گواہوں کی طرف سے وصیت شرع کے موافق تھی۔ بعد ماسمعه۔ سن لینے کے بعد یعنی وصیت کر دینے کے بعد فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔ اس کا گناہ ان پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں۔ یعنی تبدیل کرنے کا گناہ بدلنے والوں کے ذمہ ہے۔ موصی یا موصیٰ لہ کے ذمہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس ظلم سے بری الذمہ ہیں۔ ان اللہ سمیع علیم: بے شک اللہ وصیت کے قول کو سننے والا اور تبدیل کرنے والے کے ظلم سے واقف ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۸۲:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ: (جس کو خطرہ ہو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری کا یا گناہ کا پس اس نے اصلاح کر دی ان کے درمیان تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

خوف کا مطلب:

فَمَنْ خَافَ۔ جس کو خطرہ ہو اخاف کا معنی جانتا ہے اور کلام عرب میں یہ معروف ہے۔ کہا جاتا ہے اخاف ان يرسل السماء۔ مقصد اس سے ظن غالب ہوتا ہے جس کو ظلم کے قائم مقام لاتے ہیں۔ جیسا اس آیت میں فان خفتهم ان لا یقیموا۔ اگر تم جانو کہ وہ قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ من موصی۔ وصیت کرنے والے سے۔ قراءت۔ یہ قراءت کوئی میں موصیٰ پڑھا گیا۔ سوائے حفص کے۔

جنف و اثم کا فرق:

جَنَفًا أَوْ إِثْمًا۔ وہ طرف داری جو خطا سے وصیت میں واقع ہو۔ اثم وہ زیادتی جو جان بوجھ کر کی جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ

اے ایمان والو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے ان لوگوں پر جو تم سے

قَبْلُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا

پہلے تھے مگر تم پر ہیزار بن جاؤ چند دن کے روزے رکھ لو جو جو شخص تم میں سے مریض ہو

أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی جتنی کر کے روزے رکھ لے اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان کے ذمہ ہے فدیہ

طَعَامٍ مَّسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ

ایک مسکین کے کھانے کا۔ پس جو شخص اپنی خوشی سے کوئی خیر کا کام کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لئے بہتر ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

اگر تم جانتے ہو۔

ہر تبدیلی باطل نہیں:

فصلح بینہم۔ اس نے ان کے درمیان اصلاح کر دی۔ یعنی اولاد اور قرابت داروں کو طریق شرع پر لا کر ان میں اصلاح کر دی۔ تو اس صورت میں اس پر گناہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی یہ تبدیلی تو تبدیلی باطل الی الحق ہے۔ اس کا تذکرہ جو باطل سے تبدیل کر کے پھر اس کو حق سے بدل دے تو پھر بھی گناہ نہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہر تبدیلی سے گناہگار نہیں ہوتا۔ دوسرا قول: یہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں حکم ہے یعنی جو آدمی کسی وصیت کرنے والے کی وصیت کے وقت موجود تھا۔ پھر اس کو خلاف شرع پاکر اس سے اس کو منع کیا اور اس کو اصلاح پر آمادہ کیا۔ تو اب وصیت کرنے والے کے پہلے قول پر اس کو گناہ نہ ملے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

۱۸۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پر ہیزار بن جاؤ

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۸۳:

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامٍ مَّسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾ (چند گنتی کے دن ہیں۔ پس جو شخص تم

میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی ضروری ہے۔ اور ان لوگوں پر جو طاقت نہیں رکھتے ایک محتاج کا کھانا کھانا ہے پھر جو اپنی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم سمجھو)

فرضیتِ روزہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ کتب یعنی فرض کیے گئے۔ صیام۔ یہ صام کا مصدر ہے مراد رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ کما کتب۔ یعنی لکھا جانا جس طرح کہ لکھا گیا۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ علی الذین من قبلکم۔ تم سے پہلے لوگوں سے وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور امتیں مراد ہیں۔ جو آدم علیہ السلام سے تمہارے زمانے تک ہو گزریں۔ یہ قدیم عبادت ہے اور تشبیہ صرف فرضیت میں ہے کہ ہر ایک پر ان سابقہ ام میں کچھ دنوں کے روزے تھے۔ یعنی جس طرح تم ان دنوں روزہ سے عبادت کرنے والے ہو۔ اس طرح دیگر امتیں بھی روزہ سے عبادت گزاری کرنے والی تھیں۔

روزہ ذریعہ تقویٰ:

لعلکم تتقون۔ تاکہ تم بچو۔ یعنی روزے کے ذریعے گناہوں سے بچو۔ نمبر ۱۔ کیونکہ روزے نفس کو اس کی خواہشات سے خوب روکنے والے ہیں اور برائی کے مقامات سے نفس کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: تاکہ تم زمرہ متقین میں پر دیئے جاؤ۔ اس لئے کہ روزہ متقین کا شعار ہے۔ **تَنْكُحُوا:** ایاماً یہ الصیام مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ان تصوموا ایاماً لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو صوموا محذوف کا مفعول مانیں۔ کیونکہ مصدر کی صورت میں اجنبی فاعل حائل ہے۔ معدودات۔ گنتی کے معلوم دن یعنی تھوڑے سے دن ہیں۔ کیونکہ قلیل چیز کو ہی گنا جاتا ہے۔ نہ کہ کثیر کو۔

حکم مریض:

فمن كان منكم مریضاً۔ جو تم میں سے بیمار ہو اور روزے کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو۔ یا وہ سفر پر ہو۔ فعدة۔ بس اس پر گنتی ہے یعنی اگر اس نے روزہ نہ رکھا۔ تو جتنے دنوں افطار کیا۔ تو اس کے ذمے ان ایام افطار کے دنوں کی گنتی کے مطابق روزے ہیں۔ پس عدة کا لفظ معدود کے معنی میں ہے۔ من ایام اخر۔ جو ایام سفر و مرض کے علاوہ ہوں۔ اخر یہ غیر منصرف ہے کبرئ سے کبر اور صغریٰ سے صغر علی الذین یطیقونہ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں اور وہ معذور بھی نہیں۔ پس وہ روزہ نہ رکھیں۔ (یہ ان مفسرین کے ہاں ہے جو اس آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور جو اس کو منسوخ نہیں مانتے وہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے مانتے ہیں) تو ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جو گندم سے نصف صاع اور دوسری اجناس سے ایک صاع دیا جائے گا۔ طعام یہاں فدیہ سے بدل واقع ہے۔

قرأت: ابن ذکوان اور مدنی نے فدیۃ طعام مساکین پڑھا ہے۔ ابتدائے اسلام میں طبائع روزے کی عادی نہ تھیں اس لئے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے بارے میں اس کے بیانات خوب

الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ

واضح ہیں اور حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر کرنے والے ہیں۔ سو جو شخص تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو وہ اس میں روزہ رکھے اور جو شخص

مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا

مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی تسبیح کر کے روزے رکھ لے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ فرماتا ہے۔ دشواری کا ارادہ

يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدٰكُمْ وَ

نہیں فرماتا اور تاکہ تم تسبیح پوری کیا کرو۔ اور تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۸۵﴾

اور تاکہ تم شکر کرو۔

افطار و فدیہ کی رخصت دی گئی پھر اختیار آیت فمن شهد منكم الشهر (الایۃ) اس سے منسوخ ہو گیا۔ اسی وجہ سے فمن كان منكم مریضاً (الایۃ) کو ناسخ و منسوخ دونوں میں ذکر کر دیا۔ تاکہ وہ حکم کی بقاء پر دلالت کرے۔

دوسرا قول: یہ بھی ہے کہ آیت کا معنی اس طرح ہے کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔ لا مضمر ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ اس طرح منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں۔ فمن تطوع خیراً۔ جو مقدار فدیہ سے زائد ثواب کی خاطر دے۔ تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ یعنی تطوع یا خیر اس کے لئے بہتر ہے۔

اختلاف قراءات:

حمزہ علی رحمہما اللہ نے یَطْوَعُ بمعنی تطوع پڑھا ہے۔

تَفْسِيرٌ وَأَنْ تَصُومُوا :

یعنی طاقت والو! تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں فدیہ اور تطوع سے بہت بہتر ہے یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ تمہارا سفر و مرض میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ نفس پر زیادہ گراں ہے اگر تم روزے کی فضیلت کو جانتے ہو۔ گویا ان شرطیہ کا جواب مخدوف ہے۔

۱۸۵۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ: (رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور مجزہ (حق و باطل میں) فرق کرنے والی بات پس جو شخص موجود ہو تم میں سے اس مہینے میں پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں سے اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں اور تمہارے ساتھ گنتی کا ارادہ نہیں کرتے کہ تم پورا کرو گنتی کو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے راہنمائی فرمائی تاکہ تم احسان مانو)

تجوید: ۱۔ شہر رمضان۔ یہ مبتداء ہو تو الذی اپنے صلہ کے ساتھ اس کی خبر ہے۔

نمبر ۲۔ یہ مبتداء مجزوف کی خبر ہے یعنی ہو شہر تو صلہ موصول مل کر شہر رمضان کی صفت ہے۔

نمبر ۳۔ کتب علیکم الصیام میں الصیام سے بدل ہے۔

الانزل فیہ القرآن۔ نمبر ۱۔ اس میں قرآن اتارا گیا۔ یعنی اتارنے کی ابتداء ہوئی اور لیلۃ القدر میں ابتداء کی گئی۔

دوسرا قول: انزل فی شانہ۔ کہ اس کی شان میں قرآن مجید اتارا گیا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔

کتب علیکم الصیام۔ رمضان۔ یہ رمض سے مصدر ہے۔ جس کا معنی گرمی سے جلنا ہے۔ پھر شہر کی اضافت اس کی طرف کر کے ایک خاص مہینے کا نام بنا دیا۔ یہ غیر منصرف ہے۔ الف۔ نون۔ اور تعریف کی وجہ سے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ:

اور اس کے نام رکھنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں بھوک سے جلتے اور سختی برداشت کرتے ہیں۔ اور انہوں نے مہینوں کے نام انہی اوقات سے رکھے تھے۔ جن میں وہ واقع ہوئے۔ یہ مہینہ گرمیوں کی شدت میں واقع ہوا سی لئے یہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال: حدیث میں آیا ہے من صام رمضان ایمانا واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه۔ اس میں مضاف اور مضاف الیہ تسمیہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

جواب: التباس کا خطرہ نہیں۔ یہ حذف مضاف کی قسم میں سے ہے گویا یہ من صام شہر رمضان ہوا۔

قرأت: القرآن کا لفظ:

القرآن یہ پورے قرآن میں غیر مہموز ہے۔ مکی بیبیہ کے ہاں۔

ہڈی۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی وہ قرآن اتارا گیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے حق کا ہادی ہے اور حق کی طرف راہنمائی کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور قرآن حق و باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی صفت ہدایت بیان کی۔ پھر فرمایا یہ من جملہ ان واضح دلائل سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور کتب ساویہ کے ذریعہ حق و باطل میں واضح تفریق کر دی۔

فمن شہد۔ پس جو شاہد ہو یعنی موجود ہو مقیم ہو مسافر نہ ہو۔ پس وہ اس میں روزہ رکھے اور افطار ہرگز نہ کرے۔

مُحْكَمٌ : الشہر کا لفظ منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح لیصمہ کی ضمیر بھی منصوب ہوئے مفعول بہ نہیں۔ کیونکہ مقیم و مسافر مہینہ میں حاضر و موجود ہوتے ہیں۔

افطار مرض و سفر میں مباح ہے :

ومن كان مريضاً أو فعلة من أيام آخر عدة مبتدأ اور خبر محذوف ہے یعنی فعليه عدة ای صوم عدة۔ پس اس پر گنتی کے روزے ہیں۔ یرید اللہ بکم الیسر۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اسی لئے سفر و مرض میں افطار کو مباح کر دیا۔ ولا یرید بکم العسر اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتے۔

هَنِيئَةٌ : جن حضرات نے مریض و مسافر پر افطار کو فرض قرار دیا۔ انہوں نے اس آیت کے مفہوم سے اعراض کیا۔ ولتکملوا العدة۔ تاکہ تم گنتی پوری کرو۔ قضا کے ساتھ جو تم نے افطار کیا۔ جب مرض و سفر زائل ہو جائیں۔ فعل معطل محذوف ہے اور ماضی اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لتعلموا ولتکملوا العدة تاکہ تم جان لو اور تاکہ تم اس گنتی کو قضا سے پورا کر لو۔ جو تم نے افطار کیا ہے۔

حکم شکر :

ولتکبروا اللہ علی ما ہدکم ولعلکم تشکرون۔ (اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ اور تاکہ تم شکر ادا کرو) مشروعیت پر۔ یعنی ان تمام باتوں پر جو مذکور ہوئیں۔ حاضر کو مہینے کے روزہ کا حکم۔ افطار کیے ہوئے ایام کو دوسرے دنوں میں گن کر پورا کرنے کا حکم اور رخصت کے وقت افطار کی اباحت پر شکر ادا کرو۔ ولتکملوا گنتی کی رعایت کا حکم جو دیا اس کی یہ علت ہے۔ ولتکبروا اللہ۔ یہ قضاء اور افطار کی ذمہ داری سے نکلنے کی جو کیفیت معلوم ہوئی۔ اس کی یہ علت ہے۔ اور لعلکم تشکرون۔ یہ رخصت ملنے کی علت ہے۔

عجیب ترتیب :

یہ انتہائی شاندار قسم کی ترتیب ہے۔ تکمیل و علی سے متعدی کیا گیا۔ اس لیے کہ اس میں حمد کا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا یوں فرمایا تاکہ تم اس کی تعظیم کرو۔ اس حالت میں کہ تم اس کی اس بات پر حمد کرنے والے ہو۔ کہ اس نے اپنی طرف سے تمہیں ہدایت دی۔ قراءت : ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لتکملوا تشدید میں سے پڑھا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں سو بلاشبہ میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۷﴾

سو وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ نیک راہ پر ہیں۔

تفسیر آیت ۱۸۶:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہیں۔ میں قریب ہوں۔ قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرے۔ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں) **شان نزول:** ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم چپکے چپکے دعا کریں۔ یا دور ہے کہ زور سے پکاریں۔ تو یہ آیت اتری۔ (تفسیر طبری)

مراد قرب:

قرب سے مراد قرب مکانی نہیں۔ کیونکہ اس سے ذات باری تعالیٰ بلند و بالا ہے۔ قرب علم و اجابت مراد ہے۔ (بلکہ قرب واقعی مراد ہے جس کا ادراک وحی سے ہو سکتا ہے)

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں۔

اختلاف قراءت:

سہل، یعقوب، ابو عمرو، نافع رحمہم اللہ نے سوائے قالون کے حالت وصل میں الداع، دعان کو الداعی، دعانی پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں بغیر یاء پڑھا ہے۔

اجابت کے رخ:

اجیب۔ اجابت دعا کا تو سچا وعدہ ہے وعدہ خلافی نا جائز ہے۔ البتہ اجابت دعا میں حاجت کے پورے ہونے میں تخالف ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اجابت دعوت یہ ہے کہ بندہ کہے۔ یا رب پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لیک عبدی۔ تو یہ بات ہر بندہ مؤمن کے لئے موجود ہے اور ربی قضائے حاجت یعنی مراد دینا۔ نمبر ۱۔ تو اس میں کبھی تو فوراً مل جاتی ہے۔

نمبر ۲۔ کبھی کچھ مدت بعد۔ نمبر ۳۔ اور کبھی آخرت میں ملے گی۔ نمبر ۴۔ اور کبھی اس مطلوب چیز کے علاوہ میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے۔ وہ دے دی جاتی ہے۔ نلیستجیبوا لہی۔ پس ان کو میرا حکم ماننا چاہیے۔ جبکہ میں ان کو ایمان و طاعت کی طرف

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ

حلال کیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں بیویوں میں مشغول ہونا، وہ لباس ہیں تمہارے لئے

أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ

اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بلاشبہ تم اپنے انفسوں کی خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہاری توبہ

عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالَّذِينَ بَاسِرُوهُنَّ وَأَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

قبول فرمائیں اور تم کو معاف فرما دیا۔ سو اب ان سے میل ملاپ کرو اور تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے کھ دیا ہے،

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید تار سیاہ تار سے ممتاز ہو کر ظاہر ہو جائے۔

مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ آتِمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاسِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ

یعنی فجر کا تار۔ پھر تم روزہ پورے کرو رات تک اور بیویوں سے میل ملاپ نہ کرو اس حال میں کہ تم

عَاكِفُونَ ۚ فِي الْمَسْجِدِ ۚ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۚ كَذَلِكَ

احتکاف کئے ہوئے ہو مسجدوں میں۔ یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں لہذا ان کے پاس نہ بچکو اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ الْآيَاتِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۷﴾

اللہ بیان فرماتا ہے آیتوں کے لئے انہی آیات تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں۔

بلاؤں جیسا کہ وہ حاجات کے وقت مجھے پکارتے ہیں۔ تو ان کی حاجات پوری کرتا ہوں۔ ولیو منوا ای۔ اور مجھ پر ایمان لائیں۔

ان دونوں میں لام امر ہے۔

لعلہم یرشدون تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں یعنی کثرتِ خصلتوں پر کار بند ہوں تاکہ ہدایت پانے کے امیدوار ہوں۔ رشد یہ غنی کی ضد ہے۔

شانِ نزول: ابتدائے اسلام میں جب آدمی عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا اس سے پہلے سویا رہتا تو اس پر کھانا پینا جماع اگلی رات تک

حرام ہو جاتا۔ صرف کھانا پینا اور جماع شام کے بعد عشاء پڑھنے اور جاگتے رہنے تک درست تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشاء کے

بعد اپنی زوجہ سے صحبت کر لی۔ پس جب غسل کر چکے۔ تو رونے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر خبر دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ مناسب نہ تھا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۷: أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ

أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالَّذِينَ بَاسِرُوهُنَّ وَأَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ: (حلال کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا اور تمہارا لباس اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم چوری سے اپنا نقصان کرتے ہو۔ پس اس نے معاف کیا۔ اور تم سے درگزر کیا۔ پس اب تم ان سے ہم بستر ہو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تمہارے لئے اور کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے۔ تمہیں صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے۔ پھر پورا کرو روزہ رات تک۔ اور نہ ہم بستر ہو ان سے جبکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں۔ پس ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ اسی طرح اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں لوگوں کے لئے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں)

لباس سے تشبیہ کی وجہ:

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث۔ رفث جماع کو کہتے ہیں۔ الی نساء کم۔ رفث کو الی سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں انشاء یعنی جماع کا مفہوم پایا جاتا ہے اور انشاء الی سے متعدی ہوتا ہے البتہ رفث کے لفظ کو کنایہ کے لئے استعمال کیا۔ حالانکہ اس میں قبح کا معنی پایا جاتا ہے انشاء کا لفظ نہیں لائے۔ اس سے اس قیاحت کی طرف اشارہ کیا۔ جو قبل از اباحت پائی گئی تھی۔ جیسا کہ اَنْتُمْ تَخْتَانُونَ اَنْفُسَكُمْ میں خیانت سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ مرد و عورت ایک دوسرے سے لپٹنے میں اور ہر ایک دوسرے پر مثل لباس کے مشتمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی۔ جو کہ جسم کو ڈھانپنے والا ہوتا ہے۔ اپنے اس ارشاد سے ہن لباس لکم و انتم لباس لہن۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ لباس جس طرح پہننے والے کو چھپا لیتا ہے اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں۔

بَيِّنَاتٌ لِّكُمْ: ہن لباس لکم یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہ بیان کی طرح ہے احلال کے سبب کے لئے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب تمہارے اور ان کے درمیان اتنا گہرا میل جول ہے۔ اور تمہارا ان سے صبر ممکن نہیں۔ اور ان سے پرہیز تم پر گراں ہے اسی لئے ان کے ساتھ مباشرت کی اجازت تمہیں دے دی گئی۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اپنے نفوس پر جماع کر کے ظلم کرتے ہو۔ اور اپنے خیر کے حصہ میں کمی کرتے ہو۔ الاختنان یہ خیانت سے ہے جیسا کہ کتاب کسب سے ہے۔ مزید میں زیادتی اور شدت ہے۔ فتاب علیکم۔ پس اس نے تم پر رجوع فرمایا جبکہ تم نے ارتکاب ممنوع سے توبہ کی۔ وعفا عنکم اور اس نے معاف کر دیا جو تم نے رخصت سے پہلے کیا۔ فالنن بایشروہن۔ اب ان سے ملو۔ یعنی روزے کی راتوں میں جماع کرو یہ امر اباحت کے لیے ہے جماعت کو مباشرت اس لیے کہا۔ کیونکہ۔ دونوں کے چہرے آپس میں ملتے ہیں۔

تلاش کا مطلب:

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ یعنی نمبر ۱۔ تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد و اولوح محفوظ میں لکھ دی ہے مطلب یہ ہوا کہ فقط قضائے

شہوت کی خاطر مت مباشرت کرو۔ بلکہ نکاح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو توالدو تامل کا سلسلہ بنایا ہے اس کو سامنے رکھو۔
نمبر ۲۔ اس مقام میں تلاش کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور اس کو حلال کر دیا ہے نہ وہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

دھاگے کی مشابہت:

وکلوا واشربوا حتی تبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود۔ خیط ابیض سفید دھاگے سے مراد افق میں پھیلنے والی سفیدی جو کھینچے ہوئے دھاگے کی طرح ہوتی ہے۔ سیاہ دھاگے سے مراد رات کی وہ سیاہی جو افق میں پھیلی ہوتی ہے۔ ان کے افق میں پھیلنے کی بناء پر سیاہ و سفید دھاگے سے تشبیہ دی۔ من الفجر۔ نمبر ۱۔ یہ خیط ابیض کا بیان ہے کہ فجر کی سفید دھاری مراد ہے نہ اور کچھ۔ خیط اسود کا بیان ترک کر دیا۔ کیونکہ متضاد میں ایک کا بیان خود دوسرے کا بیان ہے۔

نمبر ۲۔ من تبعنی یہ ہے کیونکہ یہ فجر کا بعض اور خصوصاً پہلا بعض ہے۔
بلاغت: اس کو استعارہ قرار دے کر تشبیہ بلیغ بنایا گیا جیسا کہو۔ رايت اسداً۔ مجاز ہے۔ اگر اس پر من فلان کا لفظ اضافہ کر دیا تو یہ تشبیہ بن گئی۔

حضرت عدی بن حاتم ۹ھ میں مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سفید و سیاہ دھاگے لے کر ان کو اپنے نیکی کے نیچے رکھ دیا۔ میں نے ان کو نکال کر دیکھا۔ تو سیاہ و سفید میں امتیاز نہ ہو سکا۔ پس میں نے نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا انک لعریض القفا یعنی تو سلیم القلب ہے کیونکہ یہ مجاورہ تو قلت عقل و فہم پر بولا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے تو دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی مراد ہے۔

ثم اتموا الصيام الى القیل۔ پھر تم روزہ پورا کرو رات تک یعنی ان چیزوں سے رات تک رکو۔

مسئلہ عجیب:

نمبر ۱۔ اس میں دلیل ہے کہ صوم رمضان کی نیت دن میں کی جاسکتی ہے۔

نمبر ۲۔ فجر تک غسل کا مؤخر کرنا جائز ہے۔

نمبر ۳۔ وصال کے روزے کی نفی کی گئی۔

نمبر ۴۔ کھانے پینے سے بھی کنارہ لازم ہے۔

نمبر ۵۔ جنابت روزے کے منافی نہیں۔

آیت سے ماخوذ مسائل:

وانتم عاکفون فی المسجد۔ اور تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں۔ یعنی ان میں حالت اعتکاف میں ہو۔
هَٰذَا نِعْمَ الْيَوْمُ: اس سے واضح ہو گیا۔ کہ رمضان شریف کی راتوں میں جماع حلال ہے لیکن اس کی حلت غیر محکف کے لئے ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل ذریعہ سے مت کھاؤ۔ اور نہ لے جاؤ ان کو حاکموں کی طرف

۱۸۸

لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾

تاکہ کھا جاؤ ایک حصہ لوگوں کے مالوں میں سے گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو۔

وانتم یہ جملہ موضع حال میں ہے۔

مَنْعَتُهُ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہی ہو سکتا ہے کسی بھی مسجد میں ہو سکتا ہے کوئی مسجد مخصوص نہیں۔

تلك۔ اس سے ان احکام کی طرف اشارہ ہے جو ذکر ہو چکے۔ حدود اللہ۔ اللہ کی حدود سے مراد مقررہ احکام ہیں۔ فلا تقربوہا۔ ان کے قریب مت جاؤ یعنی ان کی مخالفت اور تبدیلی کے قریب بھی مت گزرو۔ كذلك یبین اللہ ایاتہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر اپنی آیات بیان کرتے ہیں۔ آیات سے مراد احکامات ہیں لعلہم یتقون۔ تاکہ وہ متقی بن جائیں۔ یعنی حرام سے بچیں۔

۱۸۸۔ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: (اور نہ کھاؤ آپس میں اپنے مال ناحق اور نہ ذریعہ بناؤ ان مالوں کو حاکموں تک رسائی تاکہ کھاؤ تم تھوڑا مال لوگوں کا گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو) ولا تا کلو ا۔ تم نہ کھاؤ اپنے اموال اپنے درمیان یعنی تم ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ بالباطل۔ ناحق کے ساتھ یعنی اس طریق سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مباح نہیں کیا اور نہ مشروع قرار دیا ہے۔

ناحق فیصلے کی مذمت:

وتذلو باہا الی الحکام اور نہ حکام کے پاس لے جاؤ تاکہ تم لوگوں کے اموال میں سے کچھ کھاؤ یہ مجرم ہے نبی کے تحت داخل ہے۔ یعنی نہ ڈالو اموال کا معاملہ اور ان میں فیصلہ حکام کے پاس۔ لتا کلو ا۔ تاکہ تم کھاؤ یعنی فیصلہ کے ذریعہ۔ فریقا، کچھ۔ من اموال الناس بالاثم، لوگوں کے اموال میں سے گناہوں کے ساتھ۔ اثم۔ سے مراد جھوٹی گواہی یا جھوٹی قسم یا صلح کے ساتھ یہ جانتے ہوئے کہ جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہے وہ ظالم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریق کو فرمایا۔ انما انا بشر و انتم تختصمون الی ولعل بعضکم الی بعض بحجۃ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشی من حق اخیه فلا یاخذن منہ شیئا فان ما اقضی لہ قطعۃ من نار۔ اے لوگو! میں تمہاری طرح انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے، فیصلے کرانے کے لئے لاتے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض تم میں سے اپنی دلیل اور اظہار بیان میں دوسرے سے زیادہ زبان آور اور فصیح ہو پھر اس کے بیان پر میں اس کے موافق فیصلہ کر دوں تم کو چاہیے کہ جس کے لیے میں اس کے بھائی مسلمان کے حق میں سے کچھ دلاؤں۔ اس کو نہ لو کیونکہ یہ لینے والے کے لئے میں نے گویا آگ کا ایک انگارہ دیدیا۔ (بخاری و مسلم)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ

وہ آپ سے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اور نیکی

الْبِرِّ بَانَ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنْ اَنْتَیْ وَاتُّوا

نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے چھوڑوں کی طرف سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے۔ اور آ جاؤ تم

الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

گھروں میں ان کے دروازوں سے۔

پس اس فرمانے پر وہ دونوں رونے لگے اور ہر ایک نے کہا میرا حق میرے ساتھی کا ہے (احمد)

بعض نے و تدلوا بہا کا مطلب یہ کیا بعض کو نہ لے جاؤ برے مقام کے پاس رشوت کے طور پر۔ عرب کہتے ہیں ادلی دلوہ۔ اس نے اپنا ڈول کوئیں میں ڈالا پانی نکالنے کے لئے۔ و انتم تعلمون حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ تم باطل پر ہو اور جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب قباح میں برتر ہے اور اس کا ستحق تو بخ کا زیادہ مستحق ہے۔

نشان نزول: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ چاند کیونکر دھاگے کی طرح باریک ظاہر ہو کر بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھ کر برابر ہو جاتا ہے۔ پھر کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ جس میں شروع میں تھا۔ آخر یہ سورج کی طرح ایک حالت میں کیوں نہیں رہتا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۹: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنْ اَنْتَیْ وَاتُّوا الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (۱) محمد ﷺ آپ سے لوگ پہلی رات کے چاند کا حال پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ یہ وقت ہیں لوگوں کے (معاملات) کے لئے اور حج کے واسطے اور نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے اور آؤ گھروں میں ان کے دروازوں کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (یسئلونک عن الہلۃ۔ اہلہ ہلال کی جمع ہے۔ ہلال کو ہلال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آوازیں چاند کیسے وقت بلند کرتے تھے۔

چاند ذریعہ وقت ہے:

قل ہی مواقیت للناس والحج۔ کہہ دیں وہ لوگوں اور حج کے لئے اوقات ہیں۔ یعنی نشان ہیں۔ جن سے لوگ اپنے کھیتوں تجارت، قرضہ جات، روزے، افطار، عدت، نساء، ایام حیض، مدت حمل وغیرہ کے احکام کا وقت معلوم کرتے ہیں اور حج کے نشان ہیں۔ جن سے حج کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔

طریق انصار:

بعض انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو وہ کسی دروازے کی طرف سے احاطہ گھر اور نہ ہی کسی خیمہ میں داخل ہوتے۔ اگر وہ کچے مکانات والے ہوتے تو گھر کے پچھلی طرف سوراخ کر کے داخل ہوتے اور گھر سے نکلتے۔ اور اگر خیمے والا ہوتا تو خیمہ کی پچھلی جانب سے نکلتا پس (اس رسم بد کے ازالہ کے لئے) یہ آیت نازل ہوئی۔ ولیس البرکۃ نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں پچھلی جانب سے داخل ہو۔ یعنی نیکی نہیں دروازہ سے داخل ہونے میں بہتکلف اپنے آپ کو تنگی میں ڈالنا۔

نحوی تحقیق:

البر کے رفع میں یہاں سب کا اتفاق ہے کیونکہ آیت اس جگہ دونوں احتمال رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا تھا۔ پس رفع نصب اس جگہ درست ہے مگر اس آیت میں ایک ہی احتمال ہے اور وہ رفع ہے اس لئے کہ لیس کی خبر پر بقاء ہی داخل ہوتی ہے ولکن البر لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

اختلاف قراءت:

البیوت کو کسرہ اول کے ساتھ (ابن کثیر) ابن عامر کسائی نے پڑھا اسی طرح اس کے باب العیون۔ الشیوخ وغیرہ میں مگر مدنی۔ بصری، حفص رحمہم اللہ نے البیوت کو ضمہ کے ساتھ اصل ہی پڑھا ہے۔ جیسے کعب کعبوب۔ کسرہ کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس کے بعد یاء آرہی ہے مگر اس سے لازم آتا ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف نکلنا لازم ہے۔ اس کے مطابق مطلب یہ ہوا۔ کہ جب جانداروں کے بارے میں انہوں نے سوال کیا اور اس کے نقصان کی حکمت دریافت کی۔ تو ان کو کہا گیا کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہ عین حکمت ہے پس یہ سوال ترک کر دو اور غور کرو۔ اس ایک فصلت کے متعلق کہ یہ نیکی میں سے کسی درجہ کی بھی نہیں۔ حالانکہ تم اس کو نیکی خیال کرتے ہو۔ ماقبل سے اس آیت کے تعلق کی یہ وجہ ہے۔ دوسرا قول: یہ بھی ممکن ہے کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا یعنی مواقیت حج ان کے لئے بطور اسطر اد (کلام کو اس انداز سے ذکر کرنا کہ دوسرا کلام خود لازم آجائے) لایا گیا ہو۔ چونکہ یہ ان کے سن جملہ افعال حج میں سے تھا۔

تیسرا احتمال: ممکن ہے کہ یہ تمثیل ہو کیونکہ انہوں نے سوال الٹ کیا تو ان کو کہا گیا تمہاری مثال اس میں اس جیسی ہے جیسے کوئی گھر کا دروازہ چھوڑ کر گھر کی پشت سے داخل ہو اب مطلب یہ ہوا یہ کوئی نیکی نہیں اور نہ تمہیں اس پر قائم رہنا مناسب ہے کہ الٹ سوال کرو۔ لیکن اصل نیکی تو اس کی ہے جو ان چیزوں سے بچا اور اس نے پرہیز کیا۔ اور اس قسم کی جسارت نہ کی۔

افعال الہی میں حکمت:

وأتوا البیوت من ابوابہا۔ آؤ گھروں میں ان کے دروازوں سے یعنی معاملات کو اس طرح اختیار کرو۔ جیسے لازم ہوتے ہیں الٹ مت کرو۔ یا

دوسرا قول: مراد یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں حکمت ہے اور درست ہیں ان کے متعلق دل میں

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ

اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی مت کرو،

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ۱۹۰ ۚ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور تم ان کو قتل کرو جہاں بھی پاؤ،

وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا، اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ

اور ان سے جنگ مت کرو مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ تم سے اس میں خود نہ لڑیں۔ سو اگر

قَاتَلُوكُمْ فَأَقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ ۱۹۱ ۚ وَإِنْ أَنْتَهُوا

وہ تم سے جنگ کریں تو تم ان کو قتل کر دو۔ ایسی ہی جزا ہے کافروں کی۔ سو اگر وہ باز آ جائیں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ۱۹۲ ۚ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ

تو اللہ غفور رحیم ہے۔ اور ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ أَنْتَهُوا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ ۱۹۳

اور ہو جائے دین اللہ ہی کے لئے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔

کوئی شبہ نہیں لانا چاہیے اور نہ کوئی اعتراض کر کے شک کرنا مناسب ہے بلکہ سوال بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ سوال کے متعلق شک کا قرین ہونے کی وجہ سے اتہام والزام ہے جیسا سورۃ انبیاء آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا۔ لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس کا سوال نہیں کیا جاسکتا لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ اَوْ تَمَّ اللَّهُ اَوْ تَمَّ اللَّهُ تَعَالَى سے ڈرو۔ ان کے تمام احکام میں جن کا اس نے حکم دیا اور جن سے روکا لعلکم تفلحون۔ تاکہ تم کامیاب ہو کر سرمدی نعمتوں کو پاؤ۔

مفہوم آیت میں چار اقوال:

۱۹۰۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اللہ کی راہ میں مقابلہ کا مطلب اعلائے کلمۃ اللہ اور عظمت دین کے لئے جہاد کرنا ہے الذین یقاتلونکم۔ جو تم

سے لڑائی کرتے ہیں نہ ان سے جو کہ باز رہنے والے ہیں اس صورت میں یہ آیت سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۶ قاتلو المشرکین کافۃ سے منسوخ مانی جائے گی۔

دوسرا قول: یہ آیت سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے سلسلہ میں اتری۔ پس رسول اللہ ﷺ اس سے لڑتے جو آپ سے لڑتا اور اس سے ہاتھ روکتے جو لڑائی سے باز رہتا۔

تیسرا قول: جو تم سے لڑائی قائم کرنے والے ہیں یعنی نو جوان نہ وہ جو لڑائی کے قابل نہیں مثلاً بوڑھے بچے رہبان عورتیں۔ چوتھا قول: تمام کفار مراد ہیں کیونکہ وہ تمام ہی مسلمانوں سے لڑائی کا قصد کرنے والے ہیں اور قاصدین مقاتلین کے حکم میں ہیں۔

حد سے نہ بڑھنے کا مطلب:

ولا تعتدوا۔ حد سے نہ بڑھو۔ یعنی قتال میں ابتداء کر کے۔

دوسرا قول: حد سے نہ بڑھو ان سے لڑائی کر کے ان سے لڑائی منع کی گئی مثلاً بوڑھے عورتیں وغیرہ

تیسرا قول: مثلاً کہ حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۹:

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ: (اور ان کو قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ) الشف کسی چیز کو جلدی پالینا اور اس پر غلبہ حاصل کر لینا۔ یعنی جس جگہ ان کے قتل پر قادر ہو۔

وَأَخْرَجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجْتُمُوهُمْ: (اور ان کو وہاں سے نکالو۔ جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا) یعنی مکہ سے

وعدۃ الہی:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اسلام نہ لانے والوں کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا۔

فتنہ سے مراد:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ: نمبر ۱۔ فتنہ سے مراد یہاں شرک ہے جو قتل سے عظیم تر ہے یہ قتل ایک وقت میں مسلمانوں کے لئے مباح کر دیئے گئے۔

دوسرا قول: فتنہ سے عذاب آخرت مراد ہے۔

تیسرا قول: وہ مشقت و مصیبت جو انسان پر اترتی ہے اور قتل سے بڑھ کر اس سے سزا پاتا ہے۔

نکتہ: ایک عقل مند سے کسی نے پوچھا۔ ما اشد من الموت موت سے زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا وہ مصیبت جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ تو گویا اخراج عن الوطن کو ان فتن سے قرار دیا جن میں ابتداء کے وقت موت کی تمنا کی جاتی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يَقْتُلُوَكُمْ فِيهِ: (ان سے مسجد حرام کے پاس مت لڑو) یعنی حرم میں ان کے ساتھ لڑائی کی ابتداء نہ کرو۔ (یہاں تک کہ وہ ابتداء کریں)۔ عند المسجد سے مراد سارا حرم ہے۔
فَإِنْ قَتَلْتُمْهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ: (اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو) حرم میں۔ ہمارے نزدیک اشہر حرم میں بھی قتل نہ کریں گے۔ مگر جب کہ وہ ہمارے ساتھ قتل میں ابتداء کریں۔ پس اس وقت ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگرچہ فاقتلوہم حیث نقفتموہم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قتل ہر جگہ مباح ہے لیکن آیت۔ لا تقتلواہم عند المسجد الحرام سے حرم کی تخصیص ہو گئی۔ سوائے اس صورت کے جس میں وہ ابتداء کریں۔

(تفسیر شرح التویات میں اسی طرح مذکور ہے) كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (کافروں کی سزا اسی طرح ہے) نحو۔ یہ مبتداء و خبر ہے۔

اختلاف قراءت:

حزہ اور علی رحمہما اللہ نے اس طرح پڑھا۔ وَلَا تَقْتُلُوهُمْ حَتَّى يَقْتُلُوَكُمْ فَإِنْ قَتَلْتُمْ

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۹۲:

فَإِنْ أَنْتَهُوْا: (اگر وہ باز آجائیں) یعنی شرک سے اور قتال سے
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے) ان تمام سرکشوں کو جو پہلے کی جاچکیں۔

رَحِيمٌ: (مہربان ہے) ان کے ایمان و توبہ کو قبول فرمائے گا۔

۱۹۳۔ وَيَقْتُلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ: (ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے) یعنی شرک

نحوی تحقیق:

یہ کان تامہ ہے اور حتی کے معنی میں ہے بِإِلَهِی اَنْ کے معنی میں

وَيَكُونُ الْيَدِينُ لِلَّهِ: (اور دین ہو جائے خالص) اس طرح کہ شیطان کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔ یعنی اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کی جائے۔

ظالم سے مراد:

فَإِنْ أَنْتَهُوْا فَلَا عُدُوَّاْنَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ: (اگر وہ باز آجائیں تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ظالموں کے) یعنی اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان سے مت لڑو۔ اس لئے کہ زیادتی صرف ظالمین پر ہی ہے اور یہ ایمان کی وجہ سے ظالم نہیں رہے)

دوسرا قول: ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہ کرو۔ جو ظالم باز نہ آنے والے ہوں۔

بلاغت: آیت میں مشاکلہ ہے کہ جزائے ظلم کو ظلم کہہ دیا جس طرح سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۳ میں فمن اعتدلی علیکم فاعتدوا علیہ میں بدلہ اعتداء کو اعتداء کہہ دیا گیا ہے۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط فَمَنْ اعْتَدَى

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے عوض، اور جہتیں معاوضہ کی چیزیں ہیں، سو جو شخص تم پر کوئی زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا

کرے تو اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کرو

أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۵﴾

کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تَفْسِيرُ آیت ۱۹۴:

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ: حرمت والا مہینہ بدلہ میں حرمت والے مہینے کے اور حرمت والی چیزوں میں برابری ہے۔ جو زیادتی کرے تم پر تو تم اس پر زیادتی کرو اسی قدر جتنی اس نے زیادتی کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کرو اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے)

۶ھ۔ ذیقعدہ حدیبیہ والے سال مشرکین نے مسلمانوں سے شہر حرام ذوالقعدہ میں لڑائی کی۔ پس عمرۃ القضاء کے ذیقعدہ میں یہ بات کہی گئی۔ لڑائی کو ذیقعدہ کی بناء پر ناپسند کیا تو فرمایا۔ حرمت والا مہینہ بدلے میں حرمت والے مہینے کے ہے اور اس کی بے حرمتی ان کی بے حرمتی کے بدلے میں ہے۔ یعنی تم اس کی حرمت سے بے پروائی ان کے بے حرمتی کے مقابلہ میں کر رہے ہو۔ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط۔ حرمت کی اشیاء میں برابری جاری ہوتی ہے جو کسی چیز کی بے حرمتی کرے۔ تو اس حرمت کا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کہ اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ پس جب انہوں نے تمہارے مہینے کی حرمت کو توڑا ہے تو تم بھی ان سے اسی طرح کرو اور کوئی پرواہ نہ کرو۔ اور فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ۖ۔ کہ جو حد سے گزرے۔ پس اس پر اتنی زیادتی کرو۔ جتنی اس نے تم پر کی۔ سے اس کی تائید کر دی۔ مَنْ شَرِطَیْہِے اور بقاء زائدہ نہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعقوبہ صائلۃ یعنی ایسی سزا جو مشاغل ہو اور ان کی عداوت کے پیش نظر تقویٰ اختیار کرو۔

یاباء زائدہ مان لیں۔ تو تقدیر عبارت یہ ہے۔ عداونا مثل عداونہم۔ یعنی ایسی زیادتی جو ان کی زیادتی جیسی ہو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس حالت میں کہ تم زیادتی کرنے والوں پر غلبہ پانے والے ہو۔ پس ان پر ایسی زیادتی نہ کرو۔ جو تمہارے لئے حلال نہ ہو۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔ اور یقین کر لو بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہیں۔ اپنی مدد کے ساتھ (معیت، نصرت و مدد ہی مراد ہے)

مع وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں، اور خوبی کے ساتھ کام کیا کرو، بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٩٥﴾

اللہ تعالیٰ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۵:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا: (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے) وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور خرچ کرو اللہ کی رضا مندی میں یہ انفاق جہاد اور دیگر میں عام ہے۔ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور تم اپنے نفسوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ ایدیکم سے مراد نفس ہیں۔ باء زائدہ ہے۔ یا نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو اپنے ہاتھوں جیسا عرب کہتے ہیں اهلك فلان نفسه بیدہ جب کہ وہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب بنے۔ مطلب یہ ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترک کرنے کی ممانعت ہے۔

ترک انفاق ممنوع ہے:

کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب ہے یا خرچہ میں فضول خرچی کرے یہاں تک کہ فقیر ہو جائے اور اپنے اہل کو ضائع کر دے۔ یا نفس کو خطرات میں مبتلا کرنا۔ یا غزوہ کے ترک سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ وہ دشمن کی تقویت کا باعث ہے۔ التہلکۃ: ہلاک الہلک یہ ایک ہی ہیں۔ واحسنوا: اور نیکی کرو۔ یعنی اس کے بدلے کے متعلق اچھا گمان اللہ پر رکھو۔ ان اللہ یحب المحسنین۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نیک کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) جو محتاجوں کو دیتے ہیں۔

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ

اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پس اگر تم کو روک دیا جائے تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دو۔

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ

اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ مونڈو جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ سو جو شخص تم میں سے مریض ہو یا اس کے

أَذَىٰ مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسْكِ

سر میں تکلیف ہو تو فدیہ دیے روزوں سے یا صدقے سے یا قربانی کے جانور سے۔

فَإِذَا أَمِنْتُمْ مِنْهُ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو سو جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر مستحب ہو تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دے۔ سو جو شخص

لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۚ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

نہ پائے تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات دن کے روزے ہیں جب کہ تم لوٹ آؤ۔ یہ پورے دس ہونے۔

ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْمَلُوا

یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام میں حاضر نہ ہوں۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو

أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

۱۹۶۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذَىٰ مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسْكِ ۚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۚ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْمَلُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ: (اور تم پورا کرو اللہ تعالیٰ کیلئے حج اور عمرہ کو پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ تو جو کچھ ہو سکے قربانی معین سے اور نہ منڈو اور اپنے سر یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جائے پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو اس پر بدلہ لازم ہے روزہ یا خیرات ہدی میں سے پس جب تم امن میں ہو جاؤ۔ تو جو شخص نفع اٹھائے عمرہ کا حج کے ساتھ ملانے کا تو جو کچھ میسر ہو ہدی میں سے۔ پس جو شخص ہدی نہ پائے پس وہ حج کے دنوں میں تین دن کے روزے رکھے اور سات جب تم لوٹو۔ یہ دس دن مکمل ہوئے یہ حکم اس کیلئے

ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور یقین کرو بے شک اللہ سخت بدلہ لینے والے ہیں۔
وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ: اور پورا کرو حج و عمرہ اللہ تعالیٰ کے لئے یعنی ان کی ادائیگی ان کی شرائط کے ساتھ اور فرائض کے ساتھ
اللہ تعالیٰ کے لئے پوری کرو۔ بغیر کسی نقص اور سستی کے اور یہ بھی کہا گیا۔ تکمیل تو شروع کرنے کے بعد ہے اور یہ اس بات کی دلیل
ہے کہ جس نے ان دونوں کو شروع کیا۔ اس پر ان کی تکمیل لازم ہے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے
پس اس آیت میں لزوم عمرہ کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے کوئی موقع استدلال کا نہ رہا۔ کیونکہ یہاں تو تکمیل کا حکم ہے اور
واجب و نوافل دونوں کی تکمیل کا بھی حکم دیا جاتا ہے۔

تکمیل کا حکم:

یا ان کا اتمام یہ ہے کہ اپنے گھر سے ان کا احرام باندھے۔

یا ان دونوں کے لئے الگ الگ سفر کرے۔

یا ان دونوں میں حلال مال خرچ کرے۔

یا ان دونوں کی ادائیگی کے ساتھ تجارت نہ کی جائے۔

احصار کا مفہوم:

فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ: اگر تم روک دیئے جاؤ۔ عرب کہتے ہیں۔ احصر فلان۔ جبکہ اس کو کچھ خوف یا مرض یا عارضی نے روک دیا۔
وحصر۔ جب دشمن جانے سے روک دے۔ ہمارے نزدیک احصار ہر رکاوٹ خواہ وہ دشمن یا بیماری یا ان کے علاوہ کسی بھی چیز
سے پیش آجائے ظاہر نص سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ من کسرا و عرج فقد حل کہ جس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہو گیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حلال ہو
اور اس پر آئندہ سال حج ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی) امام شافعی کے نزدیک احصار صرف دشمن سے ہے اور ظاہر نص دلالت کر رہی ہے
کہ احصار عمرہ کے دوران بھی واقع ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے فَقَدْ اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (جو ہدی میسر ہو) عرب
کہتے ہیں یسر الامر و استیسر۔ اس کو میسر ہوا جیسا کہ صعب و استصعب بولتے ہیں۔ مجرد و مزید دونوں کا ایک ہی معنی ہے
الہدی ہدیہ کی جمع ہے یعنی اگر بیت اللہ کی طرف جانے سے تم روک دیئے جاؤ اس حالت میں کہ تم حج کا احرام باندھنے والے ہو یا عمرہ
کا پس تم رلازم ہے کہ جب تم ان سے حلال ہونے کا ارادہ کرو۔ تو جو ہدی میسر ہو خواہ اونٹ یا گائے یا بکری (وہ دیکر حلال ہو جاؤ)

مخبر: مایہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے تقدیر عبارت فعلیکم ما استیسر بے یا منصوب ہے تقدیر عبارت فاهدوا ما استیسر۔

مقام ذبح کونسا ہے؟

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (اور تم سر نہ منڈواؤ یہاں تک کہ ہدی اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچ جائے)
اس میں ان لوگوں کو خطاب کیا جن کو روک لیا گیا ہو۔ یعنی سر منڈا کر حلال نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ہدی جو تم
نے حرم روانہ کی ہے وہ اپنے مقام ذبح پر پہنچ چکی ہے وہ مقام جہاں اس کا نحر کرنا ضروری ہے اور وہ حرم ہے۔

مَنْعَتُهُ: یہ آیت ہماری دلیل ہے کہ دم احصار حرم میں ہی ذبح ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غیر حرم میں بھی اس کا فسخ کرنا درست ہے۔
 فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا: (پس جو تم میں سے بیمار ہو) جس شخص کو تم میں سے ایسی بیماری ہو جس سے طلق کی ضرورت پڑ جائے۔
 أَوْ بَهْ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ: اس کو سر کی تکلیف ہو۔ یعنی جو کس پڑ جائیں۔ یا زخم ہو جائے۔
 فَقَدِيَّةٌ: (توفد یہ ہے) یعنی اس کے ذمہ فدیہ ہے اگر وہ سرمند وادے۔
 مِنْ صِيَامِهِ: (روزوں سے) یعنی تین دن کے روزے۔ أَوْ صَدَقَةٌ: (یا صدقہ) یعنی چھ مسکین پر صدقہ جبکہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم کا دیا جائے۔
 أَوْ نُسُكٌ: (یا قربانی) یعنی بکری نسلک مصدر ہے یا جمع نسکۃ ہے۔
 فَإِذَا آمَنْتُمْ: (جب تم امن میں ہو جاؤ۔ یعنی احصار سے یعنی احصار نہ ہو اور تم حالت امن و سلامتی میں ہو۔
 نَفْعُ اثْنَانَا کیا ہے؟

فَمَنْ تَمَتَّعَ: فائدہ اٹھایا جس نے بِالْعُمُرَةِ إِلَى الْحَيَةِ: (عمرہ کو حج سے ملانے کا) اس کا نفع اٹھانا عمرہ کے ساتھ وقت حج میں یہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کا فائدہ حاصل کر لیا۔ حج کے تقرب سے پہلے اور یہ بھی کہا گیا کہ نفع اٹھانا یہ ہے کہ جب وہ عمرہ سے حلال ہو گیا تو اس نے نفع اٹھایا یا اس چیز کو اپنے لئے مباح کر کے جو اس پر احرام حج کی تکمیل تک حرام تھی۔ اب حج کے احرام باندھنے تک حلال رہے گی۔
 فَمَا اسْتَمْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ: (پس جو ہدی میسر ہو) یہ ہدی متعہ ہے یہ دم نسلک یعنی شکرانہ ہے اس لئے اس کا گوشت کھایا جائے گا اور یوم نحر کو فسخ کریں گے۔

ہدی کے بدلے دس روزے:

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ: (پس جو شخص نہ پائے) یعنی ہدی۔ فَصِيَامُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَيَةِ: (پس وہ تین دن کے روزے رکھے حج میں یعنی اس کے ذمہ تین دن کے روزے ہیں۔ حج کے ایام میں اور وہ اس کے مہینے ہیں جو دونوں احراموں کے درمیان ہوں گے احرام عمرہ اور احرام حج۔ وَسَبْعَةَ إِنْ رَجَعْتُمْ: (اور سات جب تم لوٹو) یعنی جب تم سفر کر لو اور افعال حج سے فارغ ہو جاؤ۔ (خواہ مکہ میں ہو یا گھر پہنچ کر) تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ: (یہ دس پورے ہوئے) یعنی یہ دس روزے ہدی کے بدلے میں پورے ہیں۔ یا ثواب میں پورے ہیں۔ یا وادہا اس ابہام کو دور کرنے کے لئے لائے کہ وادہ کو یہاں اباحت کے لئے نہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ اس مثال میں ہے جالس الحسن و ابن سیرین۔ اب اس مثال میں دونوں کے پاس بیٹھنا یا ایک کے پاس بیٹھنے میں وہ تکمیل حکم کرنے والا ہوگا۔

ذَلِكَ: سے تمتع کی طرف اشارہ کیا اس لئے کہ مسجد حرام کے پاس رہنے والوں کے لئے تمتع و قرآن ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ عند الشافعی رحمہ اللہ۔ یہ اشارہ اس حکم کی طرف ہے جو جوہر ہدی صیام ہے حالانکہ ان پر کوئی چیز واجب نہیں۔

لَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: (یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہ ہوں) وہ

الْحَجَّ أَشْهَرُ مَعْلُومَتٍ ۚ فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ ۚ

حج کا وقت چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، سو جس شخص نے ان میں حج کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تو نہ کوئی فحش مت ہے نہ فسوق ہے

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۚ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمُهُ اللَّهُ ۚ

نہ کسی قسم کا جھگڑا ہے۔ اور جو بھی کوئی نیک کام کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اور زاد اور سامان لے لیا کرو چونکہ بہتر زاد اور سامان ہے

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ

تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ معاش تلاش کرو جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جب

مَنْ عَرَفْتُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ

تم عرفات سے واپس ہو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے نزدیک۔ اور اس کو یاد کرو۔

كَمَا هَدَيْكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الضَّالِّينَ ﴿۱۹۸﴾

جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ تم اس سے پہلے گمراہ تھے۔

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

پھر تم اسی جگہ سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آئیں، اور اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ یا اللہ اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۹﴾

غفور ہے، رحیم ہے۔

اہل مواقیف پھر وہ جوان کے علاوہ ہیں کہ تک۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور تم اللہ سے ڈرو) ان احکام میں جن کا اس نے تمہیں حکم دیا اور جن سے حج وغیرہ کے سلسلہ میں روک دیا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور یقین کر لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں ان سے جو اس سے ڈرے)

آیت - ۱۹۷: الْحَجُّ أَشْهَرُ مَعْلُومَتٍ فَمَنْ قَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ

تَبَتُّوْا فَضَلًا مِّن رَّبِّكُمْ فَاِذَا اَقْضَيْتُمْ مِّنْ عَرَفَتٍ فَادْكُرُوْا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِيْنَ الضَّالِّیْنَ۔ ثُمَّ اَقْبِضُوْا مِنْ حَيْثُ اَقَاصَ النَّاسِ وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (ج کے مینے مقرر ہیں پس جو شخص لازم کرے اپنے اوپر حج کو نہ وہ عورت کے پاس جائے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے اور نہ وہ جھگڑا کرے حج میں اور جو کچھ تم نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانے میں اور ز اور اہلے لو پس بے شک بہترین ز اور اہلے تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو۔ اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل (یعنی) رزق اپنے پروردگار کا۔ پس جب تم عرفات سے لوٹو پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں بتایا اور بے شک تم تھے اس سے پہلے گمراہوں میں پھر تم لوٹو جہاں سے دوسرے لوگ لوٹیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشش بار رحم کرنے والے ہیں)

التَّيْنَةُ: سے مراد وقت حج ہے جیسے کہتے ہیں: البرد شہر ان۔ سردی کا وقت دو مینے۔ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ معلومات سے مراد لوگوں کے ہاں معروف اور جانے پہچانے۔ جن کا لوگوں کو پہچانا مشکل نہیں وہ شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں۔

فَاِنَّهٗ تَوْقِيْتُ:

ان مہینوں کو حج کے لئے مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی فعل حج ان مہینوں کے علاوہ ادا نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو احرام بھی منعقد نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نزدیک اگر پہلے باندھ لیا۔ کراہیت کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ الاشہر۔ جمع لائے کیونکہ دو ماہ مکمل اور تیسرے کا کچھ حصہ ہے یا یہ اسم جمع ہے اور اسم جمع واحد کے بعد سب کو شامل ہوتا ہے اس کی دلیل سورۃ التحریم آیت نمبر ۳ فقد صغت قلوبکمما ہے۔

کہ قلوب جمع لائے دو کے لئے۔ فَمَنْ فَرَضَ جس نے فرض کیا۔ یعنی احرام سے اپنے اوپر لازم کر لیا۔ فِیْہِِنَّ الْحَجَّةُ۔ ان مہینوں میں حج کو۔ فَلَا رَفْعَ۔ وہ نہ جماع کرے۔ رفعت جماع کو کہتے ہیں یا تذکرہ جماع عند النساء یا فحش کلام۔

فسوق کی وضاحت:

وَلَا فُسُوْقٌ۔ نہ گناہ کرے۔ فسوق سے مراد گناہ یا گالم گلوچ ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبب المؤمن فُسُوْقٌ (بخاری) مؤمن کو گالم گلوچ کرنا فسق ہے یا برے القاب سے یاد کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورۃ الحجرات۔

آیت نمبر ۱۱۔ بنس الاسم الفسوق کہ فسق والا نام بہت برا ہے۔

وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجَّةِ اور نہ جھگڑا کرے حج میں۔ یعنی نہ جھگڑے رفقاء کے ساتھ اور نہ خدام اور جانور پنکانے والوں کے ساتھ۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: حج میں ان سے اجتناب کا حکم یا حالانکہ ان سے ہر حال میں بچنا واجب ہے۔

جواب: حج کے ساتھ تو یہ اور زیادہ عیب والے اور برے ہیں۔ جیسا کہ نماز میں ریشم پہننا قرآن مجید کی قراءت نفی سے مراد یہاں ان کے انتفاء کا لازم ہونا ہے کہ وہ بالکل نہ پائے جائیں۔

اختلاف قراءت:

ابو عمرو اور کی نے پہلے دو فلا رفت ولا فسوق پڑھا اور دونوں کو نبی پر محمول کیا۔ گویا یوں کہا فلا یكونن رفت ولا فسوق۔ کہ ہرگز جماع و فسوق نہ کرو۔ اور تیسرے ولا جدال کو نصب سے پڑھا۔ خبر کے معنی میں۔ جدال کی نفی کی گویا اس طرح کہا لا شک ولا خلاف فی الحج۔ یعنی اس میں شک اور نزاع نہیں کہ حج ذوالحجہ میں قرار پکڑ گیا۔ (جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے) (اس میں اختلاف مت کرو) برائیوں سے روک کر پھر خیر پر ابھارا کہ وہ برائی کی جگہ اچھا کام کریں۔ اور برے اعمال کی جگہ برے تقویٰ اختیار کریں اور جدال کی جگہ موافقت اور اخلاق جمیلہ کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ فرمایا: وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ اور جو بھی تم بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور تم یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان افعال کو جاننے والے ہیں۔ وہ ان پر بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

مَنْ يَكْفُرْ: اس آیت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو جزئیات کا (نعوذ باللہ) علم نہیں۔

شأن نزول: اہل یمن جب حج و عمرہ کے لئے جاتے تو زاد سفر ساتھ نہ لیتے۔ بلکہ کہتے ہم تو متوکل ہیں۔ پس وہ لوگوں پر بوجھ بنے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَتَزَوَّدُوا۔ تم زاد راہ لے لیا کرو۔ لوگوں سے کھانا مانگنے اور تنگ کرنے سے بچو۔ اور ان پر بوجھ نہ بنو۔

بہترین زاد راہ:

فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ: پس بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ یعنی لوگوں کو تنگ کرنے اور ان پر بوجھ بننے سے بچنا۔ دوسرا قول: آخرت کے لئے زاد راہ لو اپنے آپ کو محظورات احرام و حج سے بچاؤ اس لئے کہ بہترین آخرت کا زاد و منوعات سے بچنا ہے۔ وَاتَّقُوا اور میری سزا سے بچو۔ یہ دعان کی طرح ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے وصل کی حالت میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور بقیہ تمام قراء نے وصل و وقف میں حذف یاء سے پڑھا ہے۔ یَا وَيْلَى الْكُتُبِ۔ (اے عقل والو) یعنی تقاضہ عقل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور جو شخص عقل والا ہو کر اس سے نہیں ڈرتا وہ گویا عقل سے خالی ہے۔

شأن نزول: ان لوگوں کے متعلق اتری۔ جن کا خیال یہ تھا کہ اونٹ والے اور تا جبر پر حج نہیں۔ اور وہ کہا کرتے: هُوَ لَاءِ الدَّاجِ وَلِيسَ وَابِلَاحِج۔ کہ یہ معاون ہیں حاجی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

حج میں تجارت ممنوع نہیں:

۱۹۸: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا) یعنی حج کے ایام میں روزی جو فضل و عطیہ خداوندی ہے اس کی تلاش میں کوئی حرج نہیں۔ فضل سے مراد نفع یا تجارت ہے۔

فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ: (جب تم عرفات سے لوٹو۔) یہ افاضۃ الماء سے ہے۔

پانی کا زور سے بہنا۔ اور اصل اس طرح ہے افضتم انفسکم۔ مفعول کو ترک کر دیا گیا یعنی جب تم کثرت سے چلاؤ۔ اپنے آپ کو اور لوگوں۔

عرفات جمع ہے:

عرفات۔ یہ موقف حج کا نام ہے یہ نام جمع ہی ہے۔ جیسے اذرعات۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں تاء تانیث کی نہیں۔ بلکہ الف کے ساتھ یہ جمع مؤنث کی علامت ہے (واحد اس کا عرفہ ہے)

وجہ تسمیہ: اس کا نام عرفات اس لئے رکھا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کی نشان دہی کی گئی تو انہوں نے اس جگہ کو جو نبی دیکھا پہلی نظر میں پہچان لیا۔

دوسرا قول: اس میں آدم علیہ السلام وحواء علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

دلیل فرضیت عرفات:

هَٰذَا مَثَلُهُ: اس میں دلیل ہے کہ وقوف عرفات فرض ہے کیونکہ افاضۃ ٹھہرنے کے بعد ہوتا ہے۔

فَإِذْ تَكْبَرُوا لِلَّهِ: (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی قلبیہ اور لا الہ الا اللہ اور حمد و ثناء اور دعا کے ساتھ۔ یا نماز مغرب و عشاء پڑھ کر۔

مشعر حرام کو جمع کہنے کی وجہ:

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: (مشعر حرام کے پاس) اور یہ قرح ہے یعنی وہ پہاڑ ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اور اس پر میقہہ بطور علامت ہے۔ المشعر۔ علامت اور نشان کیونکہ وہ عبادت کے مقامات میں سے ہے۔ المحرام۔ اس کو حرام حرمت (بمعنی روکنا) حرم میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ اس میں بھی ممنوع ہیں۔ یا عظمت کی وجہ سے کہہ دیا۔ یا مشعر حرام مزدلفہ ہے اس کو مزدلفہ اور جمع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام وحواء علیہما السلام کے ساتھ یہاں جمع ہوئے اور ان کے قریب ہوئے۔ یا یہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں یا یہاں وقوف کر کے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

وَإِذْ تَكْبَرُوهُ كَمَا هَذَا كُنْتُمْ: (اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہاری راہنمائی کی) مآ مصدر یہ ہے یا کافہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح یاد کرو۔ جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔ کہ کیسے تم نے اس کو یاد کرنا ہے اور اس سے عدول نہ کرو۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ: (اگرچہ تم اس ہدایت سے پہلے)

ان مخففہ:

لَيَمُنَّ الضَّالِّينَ: (البتہ جاہلوں میں سے تھے) اور تم نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کرنا ہے۔ ان یہ مخففہ من المثلہ ہے۔ اور لام اس کے بعد فارقہ ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكُمْ فَادْكُرُوا لِلّٰهِ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

سو جب تم پورا کر لو اپنے حج کے کاموں کو سو اللہ کو یاد کرو، جیسے تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے رہے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر ذکر کرو،

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ

سو بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں دے دیجئے، اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں

خَلَاقٍ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

کوئی حصہ نہیں، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بہتری عطا فرمائیے، اور آخرت میں بہتری عنایت کیجئے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۱۰

اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے لئے بڑا حصہ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۹۹:

اَنَّمْ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَقَاصَ النَّاسِ: (پھر تم لوگو جہاں سے ہو کر لوٹیں لوگ) صرف مزدلفہ سے ہی مت لوٹو۔ کہا گیا کہ یہ قریش کو عرفات سے ہو کر مزدلفہ آنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ مزدلفہ میں ٹھہرتے جبکہ بقیہ تمام لوگ عرفات میں جاتے۔ اور کہتے ہم تو حرم کے باشندے ہیں۔ ہم حرم سے نہ نکلیں گے۔

افاضہ کا معنی:

دوسرا قول: افاضہ عرفات تو مذکور ہے یہاں سے مراد مزدلفہ سے مٹی کو لوٹنا ہے۔ اس صورت میں الناس سے مراد قریش ہوں گے۔ اور خطاب عام افيضوا کا مومنین کو ہوگا۔

حمس: یہ قریش کا لقب تھا۔ کیونکہ وہ اپنے دین میں مضبوط اور تشدد تھے۔

معانی مانگو:

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۖ: (اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) جو تم نے موقف میں آج تک مخالفت کی۔ اسی طرح جاہلیت کے دیگر اعمال۔ یا اعمال حج میں اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور استغفار کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: (بے شک اللہ غفور رحیم ہیں) تم پر

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۰۰:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكُمْ: (جب تم اپنے افعال حج پورے کر چکو) جن کا تمہیں حکم دیا گیا حج میں اور وہاں سے کوچ کرو۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اَبَاءَكُمْ: (تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے آباء کو یاد کرتے تھے) یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور اس میں مبالغہ کرو۔ جس طرح اپنے آباء کے تذکرہ میں مبالغہ کرتے تھے اور ان کے مفاخر اور ان کے واقعات زندگی بیان کرتے تھے۔

طریقہ جاہلیت:

جب وہ حج کے افعال ادا کر لیتے تو مسجد منیٰ اور پہاڑ کے درمیان ٹھہرتے اور اپنے آباء کے فضائل و محاسن اور ان کے کارنامے بیان کرتے۔

طریقہ جاہلیت:

اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا: (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر)

ذِكْرًا: یہ کذا کر کم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے جیسا کہتے ہیں۔ کذا کر قریش آباء ہم۔ یا قوم اشد منہم ذکر۔ اس صورت میں ذکر تمیز ہے۔ یعنی ایسی قوم کی طرح یاد کرو۔ جو ان سے زیادہ یاد کرنے والی ہو۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ۔ (پس بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دنیا کی لذات مانگتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں۔

دُنیا کے طالب:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ: (اے ہمارے رب ہمارا عطیہ دنیا کے ساتھ خاص کر دے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) یعنی مالدار، مرتبہ وغیرہ کیونکہ ان کا مقصد دنیا کے گرد ہے اس لئے کہ وہ آخرت کے انکاری ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حجاج تم اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو اور اس سے دعا کرو۔ کیونکہ لوگ کوتاہی کرنے والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے سوائے اغراض دنیا کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور کچھ لوگ کثرت والے ہیں جو ان دونوں جہاں کی خیر مانگتے ہیں۔ پس تم ان کثرت والوں میں سے بنو جن کے بارے میں جو کہا گیا وہ آگے آتا ہے۔

۲۰۱۔ وَمِنْهُمْ: (اور ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جو مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عنایت فرما) حسنة سے مراد نعمت اور عافیت یا علم و عبادت۔

آخرت کی بھلائی:

وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً: (اور آخرت میں بھلائی) یعنی معافی و مغفرت یا مال اور جنت یا تعریف خلق اور رضائے حق یا ایمان و امان یا اخلاص و خلاص جہنم یا سنت و جنت یا قناعت و شفاعت یا نیک عورت اور حورالعین یا سعادت والی زندگی اور بشارت والی بعثت۔

نار سے مراد:

وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ: (اور تو ہمیں عذاب سے بچا) تو جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔ یا عذاب نار سے یا بری عورت سے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا

اور اللہ کا ذکر کرو چند دنوں میں پھر جو شخص دو دن میں تعجل کرے اس پر

لَا شِمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِيَّاهُ عَلَيْهِ لِمَنْ آتَقَىٰ طَوَاتَّقُوا اللَّهَ

کچھ گناہ نہیں، اور جو شخص تاخیر کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو تھوڑی اختیار کرے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۲﴾

اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہوتا ہے۔

۲۰۲۔ اُولَٰئِكَ: (یہ) یعنی دنیا و آخرت کی دعا کرنے والے۔

لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا: (ان کو ان کی کمائی کا حصہ ملے گا) یعنی اس جنس میں سے حصہ ملے گا۔ جو اعمال حسنا انہوں نے کمائے اور وہ ثواب ہے جو کہ عمدہ منافع ہیں۔ یا سن اجلیہ ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کمائی کی۔

دُعا کمائی ہے:

سوال: دعا کو کس کیوں کہا؟

جواب: کیونکہ دعا اعمال میں سے ہے اور اعمال کی تعریف کسب سے کی جاتی ہے یا ممکن یہ ہے کہ اولئک سے فریقین مراد لیں۔ کہ ہر فریق کو اس جنس سے حصہ ملے گا جو اس نے کمائی۔

سرعت حساب:

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ: (اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) قریب ہے کہ قیامت قائم فرمادیں اور بندوں کا حساب لیں۔ پس کثرت ذکر میں جلدی کرلو۔ اور طلب آخرت میں تیزی کرو۔ یا اللہ تعالیٰ نے سرعت حساب کی صفت اپنے لئے بیان فرمائی کہ مخلوق اور اس کے اعمال کتنے زیادہ ہیں مگر وہ ان کا جلد حساب لے لے گا۔ تاکہ کمال قدرت کی دلیل بن جائے۔ اور ایسی کامل قدرت والے سے ڈرنا چاہیے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دو جتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک بل بھر میں مخلوق کا حساب لے لیں گے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۰۳:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِيَّاهُ عَلَيْهِ لِمَنْ آتَقَىٰ طَوَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ: (اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گنتی کے دنوں میں پھر جو جلدی چلا گیا۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو ٹھہرا رہا اس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ ان کے لئے ہے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور یقین کر لو کہ تم اس کے ہاں جمع کیے جاؤ گے) وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ۔ گنتی کے دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ

اُوروں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی گفتگو آپ کو دنیاوی زندگی میں پسند آتی ہے اور وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو

مَا فِي قَلْبِهِ ۚ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿١٠﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ

اس کے دل میں ہے۔ حالانکہ وہ سخت ترین بھگوالو ہے۔ اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تو زمین میں دوڑ دوپ کرتا ہے۔

لَيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ﴿١١﴾

تاکہ اس میں فساد کرے اور بھیتی کو اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۖ

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ سے ڈر تو اس کا غرور نفس اس کو گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ سو اس کے لئے جہنم کافی ہے

وَلَيْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾

اور بلاشبہ وہ برا بکھوتا ہے۔

مراد ذکر:

اور وَاذْكُرُوا اللَّهَ سے مراد نماز کے بعد کبھی جانے والی تکبیرات اور رمی جمار کے وقت کی تکبیر ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ ۖ (جو جلدی کرے کو ج میں۔ یا کوچ میں سبقت کر جائے تَعَجَّلَ اور اسْتَعَجَلَ یہ دونوں ایک دوسرے کے مطاوع بن کر عمل کے معنی میں آتے ہیں۔ اور یہ متعدی بھی آتے ہیں۔ مگر مطاوعت زیادہ مناسب ہے کہ اس نے اسکو جلدی کا حکم دیا اس نے جلدی کر لی۔ فَبِئْسَ يَوْمِئِذٍ۔ دو دنوں میں یعنی ان تین دنوں میں دو دن گیارہ بارہ کی رمی پر اکتفاء کیا اور تیسرے دن کے لئے نہ رکا۔

نفی گناہ کی وجہ:

فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس پر گناہ نہیں۔ یعنی اس ایک دن کی رمی ترک کرنے سے وہ گناہگار نہ ہوگا۔ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۖ۔ اس کے لئے جو بچا شکار کرنے یا جماع اور فسق سے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو جلدی کا اختیار ہے۔ اگرچہ تاخیر افضل ہے۔ کبھی فاضل و افضل میں تخییر واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ مسافر کو روزے اور افطار میں اختیار ہے اگرچہ روزہ افضل ہے۔

دوسرا قول: اہل جاہلیت دو قسم کے تھے بعض جلدی رمی کرنے والے کو گناہگار قرار دیتے اور بعض تاخیر کرنے والے کو گناہگار سمجھتے۔ پس قرآن مجید نے آکر دونوں کی نفی کر دی۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ اور تم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں ڈرو۔ وَاعْلَمُوا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ اور یقین جانو کہ تم اس کی بارگاہ میں جمع ہو گے۔ جب وہ تمہیں قبور سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔

۲۰۴۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَإِذَا

تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَيْسَ الْمِهَادُ: (بعض لوگ ایسے ہیں جن کی بات آپ کو پسند آتی ہے دنیا کی زندگی میں اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑا رہے جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ کھیتی و نسل کو تباہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے اور جب اس کو کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو غرور اس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ - یہ آیات اخضر بن شریق کے متعلق اتریں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو نرم بات کرتا اور دعویٰ کرتا کہ وہ مسلمان ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اپنی اس حجت میں سچا ہے تو اللہ نے وَمِنَ النَّاسِ نازل فرمائی۔

دعویٰ محبت سے مقصود و نیا:

يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ آپ کو پسند آتی ہے اور تمہارے دل میں بڑی معلوم ہوتی ہے اسی سے الشیء العجیب یعنی وہ شئی جو نفس میں معظم معلوم ہو۔ فِي الْخَيَاطَةِ الدُّنْيَا - فی یہ قول کے متعلق ہے۔ اے یعجبک ما یقولہ فی معنی الدنیا۔ آپ کو پسند آتی ہے وہ بات جو وہ کہتا ہے دنیا کے سلسلہ میں کیونکہ دعویٰ محبت سے اس کا مقصود و نیا ہے نہ کہ آخرت۔

دوسرا قول: آپ کو پسند آتا ہے یعنی اس کا شیریں کلام دنیا کے سلسلہ میں آپ کو پسند آتا ہے آخرت کے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس موقع پر اس کی زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَيُشْهِدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بناتا ہے یعنی وہ قسم اٹھا کر کہتا ہے۔ اللہ شاهد علی ما قلبی من محبتک۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے اور میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ وَهُوَ الَّذِي الْخَصَامِ - حالانکہ وہ شخص جھگڑا رہے۔

نحوی لطائف:

خَصْمٌ: یہ اضافت فی کے معنی میں ہے کیونکہ فعل کا وزن اسکی طرف مضاف ہوتا ہے جو کہ اس کا بعض حصہ ہوتا ہے جیسے تم کہو۔ زید افضل القوم اور آدمی جھگڑے کا حصہ تو بن نہیں سکتا۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ الدفی الخصومة۔ وہ جھگڑے میں سخت ہے۔ یا الخصام جمع خصم ہے جیسے صَعَبٌ وَصَعَابٌ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے وہ خصومت کے اعتبار سے سخت جھگڑا رہے۔ ۲۰۵۔ وَإِذَا تَوَلَّى: (جب وہ تم سے منہ پھیر کر جاتا ہے) اور جاتے ہوئے نرم و مٹھی بات کہہ کر گیا۔

فسادی منافق:

سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا: (وہ دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ فساد برپا کرے) جیسا اس نے ثقیف کے ساتھ کیا۔ کہ اس کے اور ان کے درمیان مخالفت تھی۔ ان پر شب خون مارا اور ان کے موبیشوں کو ہلاک کیا۔ اور کھیتوں کو آگ لگا دی۔ وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ: (اور ہلاک کرے کھیتی اور نسل) یعنی کھیتی اور حیوان یا جب کہ یہ بیاہ کے ساتھ بھلک ہو تو پھر اس سے مراد وہ حرکت ہے جس کو برے حکام زمین میں فساد پھیلانے کیلئے کرتے ہیں۔ کھیتوں کی ہلاکت اور نسل کشی کی صورت میں ایک اور

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَعُوفٌ

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو خرید لیتا ہے اپنے نفس کو اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا

بِالْعِبَادِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوتَ

مہربان ہے۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے

الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمْ

نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، سو اگر تم غرض کھا جاؤ اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں

الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

آجکی ہیں تو جان لو کہ بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

قول یہ ہے۔ کہ ظلم کو اختیار کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ظلم کی نحوست سے بارش کو بند کر دیں۔ جس سے کھیتیاں اور نسل برباد ہو جائیں۔ گویا ہلاکت کی نسبت مجازاً اس کی طرف کر دی گئی۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ: (اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے)

۲۰۶۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ: (جب اس کو کہا جاتا ہے) اے ضمیر کا مرجع خفس ہے۔

اتَّقِ اللَّهَ: (تو اللہ سے ڈر) زمین میں بگاڑ پیدا کرنے اور ہلاکت پھیلانے کے سلسلے میں

جوابی غیرت کی مذمت:

أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ: (اس کو غرور گناہ پر آمادہ کرتا ہے) یعنی تکبر اور جاہلی غیرت اس کو گناہوں پر برا بھانتہ کرتی ہے حالانکہ اس سے روکا گیا ہے مگر وہ اس کے ارتکاب کو لازم سمجھتا ہے۔

دوسرا قول: یا بَاءِ سَبِيحَہ ہے یعنی پکار لیتا ہے اس کو غرور اس گناہ کے سبب سے جو گناہ اس کے دل میں ہے اور وہ کفر ہے۔

فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ: (پس اس کے لئے کافی ہے جہنم)

وَلَيْسَ الْبِهَادُ: (اور جہنم بہت برا سمجھنا ہے)

بِشَانِ نَزْوَالِ: یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مشرکین نے انکو اسلام کے چھوڑنے کیلئے کہا اور انکے ساتھ والے کچھ لوگوں کو شہید کر دیا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں اپنا وہ مال جو مکہ میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ بتا دوں۔

اور تم اس پر قائل ہو جاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ انہوں نے پتہ بتا دیا اور مدینہ میں آ گئے تو یہ آیت اتری۔

۲۰۷۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ: یا ان لوگوں کے حق میں اتری جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

یہاں تک کہ قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

يَشْرِي نَفْسَهُ كَامَعْنٰی آپ نے آپ کو بیچنا۔

اِبْتِغَاءً: (واسطے طلب کرنے) کا معنی چاہنے کے لئے۔ مَرْضَاتِ اللّٰهِ: اللہ کی رضامندی۔ یہاں اس کو حاصل ہو سکے۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعَبَادِ: (اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نرمی کرنے والے ہیں)

۲۰۸۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ فَاِنْ زُلْزَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ تَكْمُمُ الْبَيِّنٰتِ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ: (اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم پھسل گئے اس کے بعد کہ واضح دلائل تمہارے پاس آ چکے تو یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں)

قراءت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ: علی اور حجازی نے سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے سلم کا معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع بن جاؤ۔ یا اس کا معنی اسلام ہے اور خطاب اہل کتاب کو ہے کیونکہ وہ اپنے پیغمبر اور کتاب پر ایمان لائے تھے۔ یا منافقین کو خطاب ہے۔ کیونکہ وہ صرف زبانوں سے اسلام کے دعوے دار تھے۔ کَآفَّةً: پورے پورے یعنی کوئی ایک بھی تم میں سے اپنا ہاتھ اسلام کی فرمانبرداری سے نہ نکالے۔ یہ اَدْخُلُوْا کی ضمیر سے حال ہے اور اس کا معنی ہے تمام

دوسرا قول: یا یہ سلم کے لفظ سے حال ہے کیونکہ وہ بھی لفظاً مؤنث ہے اب مطلب یہ ہو گا گویا ان کو حکم دیا گیا کہ وہ تمام طاعات میں داخل ہو جائیں۔ یعنی ان کو انجام دیں۔

تیسرا قول: وہ اسلام کے شعبوں اور اس کے تمام احکام میں داخل ہو جائیں یہ کافۃ کا لفظ کف سے ہے گویا ان کو روک دیا گیا۔ کہ کوئی ایک ان میں سے اپنی اجتماعیت سے نہ نکلے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ: شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ خطوات: سے مراد وساوس ہیں۔ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ: بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی اس کی عداوت ظاہر ہے۔

۲۰۹۔ فَاِنْ زُلْزَلْتُمْ۔ پس اگر تم پھسل گئے یعنی اسلام میں داخل ہونے سے تمہارے قدموں نے لغزش کھائی۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ تَكْمُمُ الْبَيِّنٰتِ: تمہارے پاس دلائل آنے کے بعد بینات سے مراد واضح ثبوت اور روشن شواہد ہیں۔ جس چیز میں داخل ہونے کے لئے تمہیں دعوت دی گئی ہے وہ برحق ہے فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پس تم یقین کر لو اللہ زبردست حکمت والے ہیں۔ عزیز ایسے غلبے والے کو کہتے ہیں۔ جس کو کوئی چیز بھی مانع نہ بن سکے۔ حکیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی حکمت والا ہے کہ وہ حق پر انتقام لیتا ہے۔

نکتہ: ایک قاری نے اس آیت میں عزیز حکیم کی بجائے غفور رحیم پڑھ دیا ایک بدو نے اس آیت کو اس کی زبان سے جب سنا۔ حالانکہ وہ قرآن پڑھا ہوا نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ کیونکہ حکیم لغزش اور معصیت کے وقت مغفرت کا تذکرہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس طرح تو معصیت پر خود آمادہ کرنا لازم آتا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ اللہ اور فرشتے بادلوں کے ساتبانوں میں ان کے پاس

وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَالِیَ اللَّهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

آجائیں اور سارا قصہ ختم ہو جائے۔ اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے

۲۱۰۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَالِیَ اللَّهُ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ (نہیں وہ انتظار کر رہے مگر اس بات کا کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس بادل کے ساتبانوں میں اور فرشتے اور معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے۔ هَلْ يَنْظُرُونَ هَلْ۔ یہاں مانا فیہ کے معنی میں ہے۔ نہیں وہ انتظار کر رہے اور یا تیکم اللہ کا مطلب اللہ کا حکم اور اس کی پکڑ کا آنا ہے جیسا کہ سورۃ النحل آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا اویاتی امر ربک اور سورۃ اعراف آیت نمبر ۳ میں فرمایا: فَجَاءَ هَا بِأَسْنَاءَ۔

دوسرا قول: جس چیز کو لایا جانا ہے وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ لائے اس پر پچھلی آیت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم۔ دلالت کر رہی ہے۔ فی ظلل۔ ظلل جمع ظلت کی۔ غلط اس چیز کو کہتے ہیں جو دو جانب لے غم کا معنی بادل اس میں دراصل ڈرایا گیا ہے کیونکہ بادل سے بارش کا بھی گمان ہے جب اس سے عذاب اترے۔ تو معاملہ زیادہ خوفناک اور رسوا کن ہوتا ہے۔ والملائکہ یعنی وہ فرشتے آجائیں جن کو عذاب پر مقرر کیا گیا ہے یا اس سے مراد قیامت کے دن ان کا حاضر ہونا ہے۔ وقضی الامر اور معاملہ طے کر دیا جائے یعنی ان کی ہلاکت کا معاملہ پورا ہو جائے اور اس سے فراغت حاصل ہو جائے۔ والی اللہ ترجع الامور۔ اور اللہ کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بعض امور کا اختیار دیا ہے۔ پس سارے معاملات حشر کے دن اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اختلاف قراءت:

قرآن مجید میں جہاں بھی تُرْجَعُ الْأُمُورُ ہے شامی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ کے نزدیک تُرْجَعُ الْأُمُورُ پڑھا جائے گا۔

سَلِّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۖ وَمَنْ يُبَدِّلْ

آپ بنی اسرائیل سے دریافت فرمائیے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دیں۔ اور جو شخص

نِعْمَةً اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱

اللہ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ نعمت اس کے پاس آ جائے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے

۲۱۱۔ سَلِّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَهُمْ مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۖ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (اے محمد ﷺ) آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتنی کھلی نشانیاں دیں۔ اور جس نے اللہ کی نعمت کو بدل دیا۔ ان کے آجانے کے بعد جس بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) سَلِّ اصل میں اسئل ہے۔ ہمزہ کو فتح سے بدل کر سین کر دیا اور ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اب سین کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصل کی بھی ضرورت نہ رہی پس یہ سَلِّ ہو گیا اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا۔ یا ہر مخاطب کو۔ یہ سوال تو بخ کیلئے ہے۔ جس طرح کہ کافروں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

معجزات و دلائل:

آیۃ بَيِّنَةٍ سے مراد وہ آیات جو انبیاء کے ذریعے ان کو دی گئیں۔

دوسرا قول: یا وہ آیتیں جو ان کی کتابوں میں دین اسلام کے صحیح ہونے پر گواہی دے رہی ہیں۔

تَحْجُوهَ: یہ کم یہاں استفہامیہ ہے یا خبریہ۔ کم استفہامیہ کی صورت میں سل کو مفعول ثانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر خبریہ کی صورت میں یہ سَلِّ کا مفعول ثانی ہوگا۔

اسباب ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا:

وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ نِعْمَةً اللّٰهِ نعمت اللہ سے مراد اللہ کی نشانیاں ہیں اور وہ حقیقت میں اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ کیونکہ وہ ہدایت کے اسباب اور گمراہی سے نجات کا ذریعہ ہیں اور تبدیل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے وہ آیات اس لئے ظاہر فرمائیں۔ تاکہ وہ ان کی ہدایت کا سبب بن جائیں۔ انہوں نے انہی کو اپنی گمراہی کا سبب بنا دیا۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۲۵۔ فزادتهم رجسا الی رجسهم۔ میں فرمایا گیا کہ ان آیات نے ان کی پلیدی میں (بوجہ شدید انکار کے) اضافہ کر دیا۔

یا دوسرا قول: انہوں نے اپنی کتابوں کی ان آیات کو بدل ڈالا جو دین محمد ﷺ پر دلالت کرنے والی تھیں۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ (اس کے بعد کہ وہ آچکیں)۔ آنے کا مطلب یہ ہے اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو پہچان لیا اور ان کی صحت ان کے ہاں ثابت ہو گئی کیونکہ جب آدمی کسی چیز کو نہ پہچانے تو وہ چیز اس سے غائب شمار ہوتی ہے۔ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) اس کو جو اس کا مستحق ہو۔

تَقْوَا

رُزْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا

مَیْنِ كِی مَحَلِ اِن لُؤْمُوں كَے لَے دُنْیَاہی زَمَدَنی جَنُہُوں نَے كُفَر كَیَا اُور وَہ نِہی كَرتَے ہِی اِن لُؤْمُوں سَے جُو لُؤْ اِیْمَان لائے

وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ

حَالَاكُہ جِن لُؤْمُوں نَے پُہِیْز كَارِی كُو اِخْتِیَار كَیَا وَہ قِیَامَت كَے وَن اِن سَے بَا اِیْمَان لائے اُور اللہ جِسے چاہے بِلَا حَسَاب رَزَق عطا

حِسَابٌ ۲۱۲

فرماتا ہے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲۱۲:

رُزْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (دُنْیَا كِی زَمَدَنی اِن كَے لَے خُوش نَمَا بِنَادی گئی جَنُہُوں نَے كُفَر كَیَا اُور یَہ كُفَار اِن لُؤْمُوں سَے ہِنتے ہِی جُو اِیْمَان لائے اُور وَہ لُؤْمُوں جُوتَہی ہِی۔ اِن سَے اُپر ہُو گئے قِیَامَت كَے وَن اُور اللہ تعالیٰ جِسے چاہتا ہِے بَے حَسَاب رُوزی دیتا ہِے)

دُنْیَا كَا پَسَنْدِیْدَہ بِنَا یَا جَانَا:

رُزْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا۔ كَا فَرُوں كَے لَے دُنْیَا كِی زَمَدَنی كُو مَزِیْن كَر دِیَا گِیَا۔ یَہ تَرْذِیْن كَر نَے وَالا شِیْطَان ہِے اِس نَے دُنْیَا كُو مَزِیْن اُور اِپنَے وَساوِس سَے خُوب بَصُورَت بِنَا یَا اُور پَسَنْدِیْدَہ كَر دِیَا كَہ اِس كَے سِوَا اُور كِسی چِیز كُو چاہتے ہِی نِہِی۔

دُوسرَا قُول: اللہ تعالیٰ نِی اِنْسَانُوں مِیْن خُواہِشَات پِیْدَا كَر نَے وَالا ہِے كِیونكہ تَمَام كَا نِیَات اِسی كِی مَخْلُوق ہِے اُور اِس پَر مَجْد اِبْنِ مَحْصِن وَحْمِیْد كِی قِرَاءَت رُزْنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَعْرُوف كَے سَا تَہ دِلَالَت كَر تِی ہِے وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ (وَہ اِیْمَان وَالُوں سَے ہِنتے ہِی) كُفَار كَہ فَرَقْرَا مُؤْمِنِیْن اِبْنِ مَسْعُود، عُمَار صَہِیْب، جُہْدُہ وَغَیْر ہِم سَے تَمَسْخَر كَر تے تَہے۔ كِیونكہ كَا فَر دُنْیَا كُو مَقْصُود كَہ تَہے۔ جِن كَے پَاس دُنْیَا نِہِی تَہی وَہ اِن سَے تَمَسْخَر كَر تے یَا اِن كَا مَذَاق اُڑا تے جُو دُنْیَا كَے عِلَا وَہ اُور كِسی چِیز كُو مَطْلُوب بِنَا تَا۔ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (اُور وَہ لُؤْمُوں جُوتَہی ہِی اِن سَے اُپر ہُوں گَے قِیَامَت كَے وَن) تَقْوٰی سَے مَرَاد شَرَك سَے بَچْنَا ہِے اُور یَہ بَچنے وَالے فَرَقْرَا مُؤْمِنِیْن تَہے۔ اُپر ہُو گئے كِیونكہ وَہ بَلَنْد جِنْتُوں مِیْن ہُو گئے۔ اُور كَا فَر كُو جَنَم كَے كُڑ ہِے مِیْن۔

ہر تَوْسِع نِعْمَت ہِے:

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (اُور اللہ تعالیٰ رَزَق دیتے ہِی جِس كُو چاہتے ہِی بَیْغَرِ حَسَاب كَے) بَیْغَرِ كِی كَے لَیْعْنِ وَہ تَوْسِع كَر تَا ہِے جِس پَر تَوْسِع كَا ارَادَہ فرماتا ہِے۔ جِیسا قَارُون وَغَیْرَہ پَر تَوْسِع فرمائی۔ اُور یَہ وَسْعَت تَمَر اللہ تعالیٰ كِی حَكْمَت كَے پِشِش نَظَر ہِے اُور وَہ نِعْمَت كَے سَا تَہ اسْتَدْرَاج ہِے۔ اُگر یَا كَرَام ہُوتا تُو پَھر اِہْل اِیْمَان اِس كَے سَب سَے زِیَادَہ مُسْتَحَق تَہے۔

منزل ۱۱

پ ۲

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ

سب لوگ ایک جماعت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے،

وَمُنْذِرِينَ ۖ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

اور ڈرانے والے، اور ان کے ساتھ کتاب اتاری حق کے ساتھ، تاکہ فیصلہ فرمائے لوگوں کے درمیان

فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ

اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف ان ہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی۔ اور انہوں نے یہ اختلاف باہمی ضد و ضدی کے باعث

مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا

اس کے بعد کیا جبکہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلائل آ چکی تھیں، پھر اللہ نے اپنے فضل سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس

اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ

امحق کی ہدایت دی جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت

مُسْتَقِيمٌ ﴿۲۱۳﴾

رہتا ہے

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۱۳:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا

اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا

اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے انبیاء بھیجے۔ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کئی کتاب اتاری۔ تاکہ فیصلہ کرے لوگوں

میں اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا، اور انہیں اختلاف کیا اس کتاب میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی اس

کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ گئیں۔ آپس کی ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے وہ راہ دکھادی

جس میں اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔)

امت سے مراد دین ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ امت واحدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک ایک دین پر متفق تھے۔ یا نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو جشتی میں تھے۔ پس انہوں نے اختلاف کیا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ۔ پس پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ مَا اخْتَلَفُوا کے حذف پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی کان الناس امة واحدة فاختلفوا اور سورہ یونس آیت نمبر ۱۹۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا بھی دلالت کرتی ہے۔ یا

دوسرا قول:

لوگ ایک ہی جماعت کفر کی حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا پس انہوں نے ان پر اختلاف کیا۔ (پہلی توجیہ رائج ہے) مبشرین خوش خبری سنانے والے مؤمنین کو ثواب ملنے کی ومنذرین۔ اور ڈرانے والے عذاب کے ساتھ کفار کو۔

نَحْنُ: مبشرین اور منذرین دونوں حال ہیں۔ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ۔ اور اس نے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک کتاب اتاری۔ بِالْحَقِّ یعنی جو حق کی وضاحت کرنے والی تھی۔ لِيَحْكُمَ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ یا کتاب یا نبی ﷺ فیصلہ کریں جو اترے۔ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ لوگوں کے درمیان ان باتوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ دین اسلام کے سلسلہ میں۔ کیونکہ انہوں نے اتفاق کے بعد اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ۔ اس میں اختلاف نہیں کیا۔ یعنی حق میں۔ اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوْهُ۔ مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی حالانکہ کتاب تو ازلہ اختلاف کے لئے اتاری گئی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اختلاف میں اور بڑھ گئے جب ان پر کتاب اتاری گئی۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل اس کی سچائی کے آچکے۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ۔ اپنے درمیان حسد اور ظلم کی بناء پر کیونکہ ان میں دنیا کی حرص اور قلت انصاف پائی جاتی تھی۔

نَحْنُ: بَغْيًا یہ مفعول لہ ہے۔

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ پس ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق کی طرف وہ حق کہ جس میں اختلاف کیا جن لوگوں نے بھی کیا۔ مِنَ الْحَقِّ یہ اخْتَلَفُوا کا بیان ہے۔ بِاِذْنِهِ اپنے حکم کے ساتھ یعنی اپنے علم کے ساتھ۔ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ

کیا تم نے خیال کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ان لوگوں جیسے واقعات تمہیں پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے

قَبْلَكُمْ ۖ مَسْتَهُمُ الْبَاسَاءُ وَالضَّرَاءُ وَهُمْ يُزُلُّوْنَ ۚ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ

گزرے ہیں۔ ان کو پہنچی سختی اور تکلیف اور وہ لوگ جھنجھوز دیئے گئے یہاں تک کہ رسول نے

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ ۖ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿٧٤﴾

اور ان مومنین نے جو رسول کے ساتھ تھے کہ سب ہو گئی اللہ کی داد۔ خبردار بلاشبہ اللہ کی داد قریب ہے۔

۲۱۳۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّقَلُ الدِّينِ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسْتَهْمُ الْبِاسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ اَلاَ اِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ (کیا تم نے یہ سمجھا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ جو تم سے پہلے (انبیاء مؤمنین) گزرے ان کی سی حالت (تنگی) تمہیں پیش نہیں آئی انہیں حتیٰ پہنچی اور (فقر و بیماری کی) تکلیف سے بھی اور ان کو سمجھو اُگیا یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب آئے گی آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے)

نحوہ: اُمّ حَسْبُکُمْ یہ ام مقطوعہ ہے متضہ نہیں۔ کیونکہ متضہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہوتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْدُکَ زَیْدُ ام عمرو؟ یعنی کونسا دونوں میں تیرے پاس ہے اس کے جواب میں زید کہیں گے اگر زید وہاں ہو یا عمرو کہیں گے جب عمرو وہاں ہو۔

باقی ام متقطعہ استفہام و خبر دونوں کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ حمل اور ہمزہ کے معنی میں آتا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بَلْ أَحْسِبْتُمْ ہمزہ تقریر کے لئے ہو اور مؤمنین کے خیال کے انکار اور استبعاد کے لئے اس سے غرض یہ ہے کہ مؤمن سختی اور تکلیف میں صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جب امتوں کا اپنے انبیاء علیہم السلام پر اختلاف کا ذکر کیا جو اختلاف امتوں نے واضح دلائل آنے کے بعد والا۔ اس سے مقصد رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کو ثابت قدمی اور صبر پر تسلی دینا مقصود تھا۔ اس موقع پر جبکہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ ان کے ساتھ اختلاف کر رہے تھے اور ان کے ساتھ محض عداوت کی وجہ سے آیات کا انکار کر رہے تھے۔

ایسے موقع پر طریق التفات سے فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَلَائِكُ الْمَوْتِ يَسْأَلُكُمُ عَنْ دِينِكُمْ فَلَنْ يُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرُكُمْ اُولَئِكَ فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوِينَ۔ یعنی ایسے حالات آنے کی توقع و انتظار ہے۔ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا عَنْ مَعْصِيَ اللَّهِ لَمَّا هُمْ فِيهَا لَا تَصِفُ أَعْيُنُهُمْ الْفِتْنَةُ أُولَئِكَ سَمِعُوا لَكُمْ وَفَرَّقُوا بَيْنَ يَدَيْهِمْ دُحُرَ الْعُرْسِ وَمِنْهُمْ طَائِفَةٌ لَّهُمْ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَاتٌ وَالْآخَرُونَ يَسْتَوُونَ فِي الْحُجْرَةِ وَمِنْهُمْ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَاتٌ وَالْآخَرُونَ يَسْتَوُونَ فِي الْحُجْرَةِ وَمِنْهُمْ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَاتٌ۔ مراد انبیاء علیہم السلام اور مومن ہیں۔ مستہم یہ حالت کا بیان ہے جملہ متافہ ہے گویا کہنے والا یوں کہہ رہا ہے کہ وہ حال کیسا تھا؟ تو جواب آمستہم النساء۔ ان کو تنگیوں نے گھیر لیا۔ وَالصُّرَّاءُ يَاجِيئُ الْيَاسِمِ الْأَخْضَرِ وَالْأَخْضَرُ يَاجِيئُ الْيَاسِمِ الْأَخْضَرِ۔ اور ہونک و زولنوا قسم کی مصیبتوں سے

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أُنْفِقُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ

اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جو مال تم خرچ کرو اس کا مصرف والدین

وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ

اور قربات دار اور یتیم اور مسکین کو تہ ہیں۔ اور جو بھی خیر کا کوئی کام تم کرو گے

فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۲۵﴾

سوالہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

ان کو حرکت دی گئی اور جھوڑا گیا۔ جیسا زلزلہ سے حرکت آتی ہے۔

بے قراری انتہاء کو:

حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ اس حد تک کہ رسول اور مؤمن کہنے لگے۔ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ۔ کب آئے گی اللہ تعالیٰ کی مدد یعنی بے قراری انتہا کو پہنچ گئی اور صبر باقی نہ رہا حتیٰ کہ وہ کہنے لگے مَتَى نَصْرُ اللَّهِ مطلب یہ ہے کہ مدد طلب کرتے اور اس کی تمنا میں شدت کا زمانہ طویل ہو گیا۔ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ جلدی مدد سے ان کی طلب کو پورا کرتے ہوئے انہیں کہا گیا۔ آگاہ رہو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

اختلاف قراءت:

يَقُولُ تابع اور علی رحمہما اللہ نے رفع سے پڑھا اور اس کو حکایت حال ماضی میں قرار دیا، جیسے کہتے ہیں شربت الابل حتی یعنی البعیر بجر بطنہ تو یہاں بھی حکایت حال ماضی ہے باقی قراء نے اَنّ مقدرہ مان کر منصوب پڑھا ہے اور معنی استقبال کا کیونکہ ان اس کی علامت ہے۔

۲۱۵۔ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أُنْفِقُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں تم کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو۔ تو ماں باپ اور رشتہ داروں کو یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور تم جو کچھ نیکی کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

نشان نزول: جب حضرت عمرو بن جموحؓ نے سوال کیا کہ ہم کس قسم کے اموال اور کہاں کہاں خرچ کریں تو یہ آیت اتری۔

(ابن حبان)

BestUrduBooks.wordpress.com

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ

آپ سے شہر حرام کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا جرم ہے،

وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدَ الْحَرَامِ ۖ وَإِخْرَاجُ

اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور اہل مسجد حرام کو

أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۖ وَلَا يَزَالُونَ

دباں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پروازی قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ اور کافر لوگ

يُقَاتِلُونَكَ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۖ وَمَنْ يَرْتَدِدْ

برابر تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں پھر دین تمہارے دین سے اُتران سے ہو سکے، اور جو شخص تم میں سے

مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

اپنے دین سے پھر جائے پھر حالت کفر میں مر جائے، سو دنیا و آخرت میں ایسے لوگوں کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣١٧﴾

اکارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے،

نہیمت یا شہادت و جنت۔ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا۔ اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ غزوہ میں بیٹھ رہنا ہے۔ وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہ تمہارے لئے بہت بری ہو اس لئے کہ اس میں ذلت و فقر اور اجر و نہیمت سے محرومی ہے۔

اللہ جل شانہ جو فرمائیں کر ڈالو:

وَاللَّهُ يَعْلَمُ اللہ جانتے ہیں وہ چیز جو تمہارے حق میں خیر ہے وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اور تم نہیں جانتے اس کو پس جلدی سے وہ کر ڈالو جس کا وہ حکم دے رہے ہیں خواہ وہ تمہیں گراں ہو۔

نکتہ: عَسَىٰ یہاں لایا گیا۔ اصل میں یہ شک کے لئے ہے کیونکہ نفس جب پاک ہو جاتا ہے تو اس کی تمام خواہشات شریعت کے مطابق ہو جاتی ہیں پھر وہ ان چیزوں سے نفرت کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں اور ان چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔

تَفْسِيرُ آیت ۳۱۷:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدَ

الْحَرَامَ وَ اخْرَاجْ اَهْلِهِ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكَ حَتَّى يَرْدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ اِنْ اِسْتِطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاُولَٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

(اے محمد ﷺ وہ آپ سے ماہ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو۔ اس (ماہ حرام) میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد اس قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ قابو پالیں اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں مرجائے گا تو ایسے لوگوں کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔

سر یہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

آیت یَسْتَلُونَكَ اس سر یہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے جہادی الاخریٰ میں روانہ فرمایا تھا۔ انہوں نے مشرکین سے لڑائی کر لی یہ سمجھ کر کہ رجب کا چاند نہیں ہوا حالانکہ رجب ہو چکا تھا۔ قریش نے پروپیگنڈا کیا کہ محمد (ﷺ) نے تو اشہر حرام کو بھی حلال کر دیا حالانکہ ان میں خائف کو بھی امن حاصل تھا۔ یَسْتَلُونَكَ آپ سے کفار سوال کرتے ہیں یا مسلمان سوال کرتے ہیں کہ اشہر حرام میں قتال کا حکم کیا ہے؟

نَحْنُ: الشهر سے قتال فیہ بدل الاشتمال ہے۔

قراءت: عن قتال فیہ تکرار عامل کے ساتھ پڑھا گیا۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵ میں لِلَّذِينَ اسْتَضَعُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ۔ میں لام کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ۔ کہہ دیں کہ لڑائی اس میں بڑا یعنی گناہ ہے۔

نَحْنُ: قتال، مبتداء کبیر، خبر ہے نکرہ کو مبتداء بنانا درست ہے کیونکہ فیہ کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے وہ قتال کی صفت ہے۔

رائے مفسرین: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم التوبۃ آیت نمبر ۵ سے منسوخ ہے (مگر جن دلائل کو نسخ کے لئے پیش کیا جاتا ہے وہ خود محل نظر ہیں البتہ بعض مفسرین نے الشهر الحرام بالشہر الحرام سے اس کو منسوخ مانا ہے جس سے ابتداء قتال فی الاشہر الحرام تو حرام رہے گی البتہ جوابی کارروائی اس آیت سے حلال ثابت ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حدیبیہ میں روکنا:

وَصَدَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا یعنی کفار کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو حدیبیہ والے سال روکنا۔ یہ مبتداء ہے و کفر بہ اس کا معطوف علیہ ہے اور اخراج اہلہ یہ بھی اس کا معطوف علیہ ہے ان تینوں اسماء کی خبر

اَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ہے۔ والمسجد الحرام۔ فراء بیسے کا خیال یہ ہے کہ والمسجد الحرام کا عطف کفر بہ میں بہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے کفر بہ وبالمسجد الحرام

علمائے بصرہ کا قول: ضمیر مجرور پر عطف اس صورت میں جائز ہے جبکہ حرف جار کو دوبارہ لایا جائے۔ پس اس طرح نہیں کہہ سکتے مورد بہ وزید۔ بلکہ اس طرح کہیں گے مورد بہ وبزید پس اگر یہاں عطف بہ پر ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی۔ وکفر بہ وبالمسجد الحرام

وَآخِرَ آجِ أَهْلِهِ۔ وہاں کے رہنے والوں کا نکالنا یعنی مسجد حرام کے رہنے والوں کا نکالنا اور وہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمن تھے اس کا عطف بھی صَدِّ پر ہے۔ اَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے جو کچھ کہ فعل قتل اشہر حرام میں سر یہ نے خطا کیا ہے اور گمان کی بناء پر کیا۔ (قصد انہیں) وَالْفِتْنَةُ۔ اور نکالنا یا شرک کرنا۔ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ یہ شہر حرام میں قتل سے بڑھ کر ہے یا کفار کا مسلمان کو دکھ دینا ان مسلمانوں کے شہر حرام میں قتل کفار سے زیادہ قبیح ہے۔

پیشینگوئی:

وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ۔ وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے لوٹا دیں یعنی کفر کی طرف۔

اس آیت میں اطلاع دی گئی ہے کہ کفار کی ہمیشہ مسلمانوں سے عداوت رہے گی۔ اور وہ اس سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ایمان سے پھیر دیں۔

نکتہ: حَتَّى یہاں تعلیل کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں يَعْبُدُ اللَّهُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے گا تاکہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہوا۔ کہ وہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ وہ تمہیں ایمان سے لوٹا دیں۔ اِنْ اسْتَطَاعُوا۔ اگر وہ ایسا کر سکیں ان میں ایسا کر سکنے سے استبعاد ظاہر کیا گیا۔ جیسے تم دشمن کو کہتے ہو۔ ان ظفرت بی فلا تبق علی۔ کہ اگر تم مجھ پر کامیابی پاؤ۔ تو مت چھوڑنا۔ حالانکہ تمہیں یقین ہے کہ وہ تم پر کامیابی نہ پاسکے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسا نہ کر سکیں گے کیونکہ تم ایمان میں مضبوط ہو۔ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ۔ اور جو شخص تم میں سے پھر گیا اپنے دین سے یعنی اسلام سے کفر کی طرف۔

کفر سے مراد ارتداد ہے:

فَاصْبِرْ وَهُوَ كَافِرٌ۔ اور کفر کی حالت میں اس کی موت آگئی۔ یہاں کفر سے ارتداد مراد ہے۔ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے۔ اس لئے کہ ارتداد سے مسلمانوں والے تمام ثمرات سے محرومی ہوگئی۔ اور آخرت میں ثواب اور اجر اچھے ٹھکانے سے محروم ہو گیا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ

ہیٹک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ

يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں،

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ وہ آگ والے ہیں اور وہ اس آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

استدلال امام شافعی رحمہ اللہ:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے اعمال حیط نہیں ہوں گے جب کہ موت ارتداد پر نہ آئے۔ گویا اگر توبہ نہ کر لی تو سابقہ اعمال بحال ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۳ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ۔ میں حیط عمل کو فقط ارتداد سے مطلق فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف ارتداد سے حیط اعمال ہو جاتا ہے۔ اصل اس اختلاف کی بنیاد وہ کلیہ ہے کہ مطلق کو متقید پر ہمارے ہاں محمول نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے مقام پر رہیں گے اور ان کے ہاں مطلق کو متقید پر محمول کر کے اس میں بھی وہ قید معتبر مانیں گے۔

والدلائل فی اصول الفقہ۔

نشان نزول: مجاہدین سریہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس جہاد کا اجر ملے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر آیت ۲۱۸:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا ۚ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ یعنی انہوں نے مکہ کو اور اپنے خاندانوں کو چھوڑا۔

وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا) مشرکین کے خلاف۔

قراءت: یہاں وقف نہیں۔ کیونکہ اولئک بر جون یہ ان کی خبر ہے۔

أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں کہا جاتا ہے من وجا طلب ومن خاف هرب۔

نکتہ: (امید کو ان کے لئے اس وجہ سے ثابت کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ عمل نہ موجب ثواب ہے اور نہ ثبوت ثواب کا یقین دلانے والا۔ خاص کر اس وقت جبکہ اعتبار خاتمہ کا ہے)

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں،

وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِمَّنْ نَّفَعِيهِمَا ۚ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ

اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے، اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ جو زائد ہو وہ خرچ کر دیں

كَذَٰلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٣١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے آیات، تاکہ تم فکر کرو دنیا میں اور آخرت میں،

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۚ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ

اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں یتیموں کے بارے میں، آپ فرما دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ آپس میں ملاو

فَاخْرَأْكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ

تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم میں مفسد کون ہے مصلح کون ہے اور اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا،

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٢٠﴾

بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

۳۱۹۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِمَّنْ نَّفَعِيهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ۔ (آپ سے اے محمد ﷺ) یہ

لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو۔ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں۔ اور ان کے فائدے سے انکا گناہ بڑا ہے اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں کہہ دو۔ جو ضرورت سے زیادہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم غور کرو۔ شراب کے متعلق چار آیات اتریں۔ مکہ شریف میں نمبر ۱۔ سورہ نحل و من ثمرات النخيل والا عناب تتخلدون منه سكرًا ورزقا حسنا۔ مسلمان شراب کو استعمال کرتے تھے اور اس وقت حلال بھی تھی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں شراب کے بارے میں فتویٰ دیں۔ یہ عقل کو دور کرنے والی اور مال سلب کرنے والی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

واقعه عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ:

نمبر ۲۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ پھر کچھ لوگوں نے تو شراب اپنی چھوڑ دی۔ جبکہ دوسرے استعمال کرتے رہے

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک دن دوستوں کی جماعت کو دعوت دی انہوں نے شراب پی اور نشہ چڑھ گیا۔ نماز کا وقت آ گیا۔ تو ان میں سے کسی نے امامت کروائی۔ تو قل یا ایہا الکفرون لا اعبد کو اعبد ماعبدون پڑھ دیا۔ اس پر یہ آیت اتری۔

واقعہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ:

نمبر ۳۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ۔ النساء آیت نمبر ۴۳ اب اس کے بعد پینے والوں کی تعداد کم ہو گئی۔ پھر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے دوستوں کی ایک جماعت کو بلایا۔ جب انہوں نے شراب پی اور اس کا نشہ چڑھا۔ تو ایک دوسرے سے جھگڑے اور باہمی مار پٹائی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰهُمَّ بَيْنَ لَنَا بَيْنًا شَافِيًا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت۔
نمبر ۴۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ تَانِ۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ۔ اتاری۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹۰۔ ۹۱ اس آیت کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا۔ انتھینا انتھینا یا رب اے ہمارے رب ہم باز آئے باز آئے۔

ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ شراب کنوئیں میں گر جائے پھر اس کی جگہ منارہ بنایا جائے۔ میں علی اس پر اذان نہ دوں گا۔ اور اگر دریا میں قطرہ گر جائے پھر وہ دریا خشک ہو جائے اور اس میں گھاس اُگ آئے تو میں اس کو اپنے جانوروں کو نہ چراؤں گا۔ خمر۔ انگور کا شیرہ جو گاڑھا ہو جائے جھاگ نکالے اصل میں خمرہ خمر مصدر پر اسمیت کا معنی غالب آ گیا۔ اس نے ڈھانپا ڈھانپا۔ شراب بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

میسر کا مآخذ:

المیسر۔ کا معنی ہے جو اسیہ میسر سے مصدر ہے جیسا موعدا ہے فعل سے۔

کہا جاتا ہے۔ میسر تہ۔ جبکہ اس سے جو اکیلے۔ اور ایسر سے مشتق ہے۔ کیونکہ دوسرے کا مال اس میں سہولت و آسانی بغیر محنت و تھکاوٹ کے حاصل کر لیتا ہے یا ایسار سے مشتق ہے گویا اس کے بائیں ہاتھ نے یہ مال چھین لیا ہے۔ جوئے کی صورت حال اس طرح تھی ان کے ہاں دس تیر تھے۔ جن پر خطوط تھے۔ اور وہ درج ذیل تھے۔

جوئے کے تیر:

نمبر ۱۔ الفذ اس کا ایک حصہ تھا۔ نمبر ۲۔ التوام اس کے دو حصے تھے۔ نمبر ۳۔ الرقیب اس کے تین حصے تھے۔ نمبر ۴۔ المجلس اس کے چار حصے تھے۔ نمبر ۵۔ النافس اس کے پانچ حصے تھے۔ نمبر ۶۔ المسبیل اس کے چھ حصے تھے۔ نمبر ۷۔ المعلىٰ اس کے سات حصے تھے۔ تین تیر بلا علامت تھے ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ نمبر ۱۔ المنیج نمبر ۲۔ السفیج۔ نمبر ۳۔ الوغد وہ ان تمام تیروں کو ایک تھیلے میں ڈالتے۔ اور ایک عادل آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔ پھر وہ ان تیروں کو حرکت دیتا۔ اور اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈال کر ہر آدمی کے نام پر باری باری ایک ایک تیر نکالتا جاتا۔ جس کا تیر ان تیروں میں سے نکلتا جن کے حصے مقرر تھے۔ وہ مقررہ حصے لے لیتا۔ اور جس کا ایسا تیر نکلتا جن کے حصے مقرر نہ تھے وہ کچھ وصول نہ کرتا۔ بلکہ سارے اونٹ کی قیمت بطور تاوان دیتا۔ وہ حصے وصول

کرنے والے اپنے حصے فقراء پر بانٹ دیتے۔ اس میں سے خود کچھ بھی استعمال نہ کرتے اور اس پر فخر کرتے اور جو اس میں داخل نہ ہوتا۔ اس کی مذمت کرتے۔ قمار کی تمام اقسام۔ نزد۔ شطرنج وغیرہ اسی کے حکم میں ہیں۔

لین دین کے متعلق سوال:

وہ آپ سے ان کے لین دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیں۔ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْ اِثْمٌ لِلنَّاسِ (کہ ان میں گناہ بہت بڑا ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں)۔ بائمی جھگڑے اور گالم گلوچ کی وجہ سے اور فحش گوئی اور جھوٹ کی وجہ سے۔

قرأت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے کبیر کی جگہ کثیر پڑھا ہے۔

و منافع للناس سے مراد تجارت خمر کے فوائد اور پینے کی لذت اور جوئے میں فقراء کا نفع یا مال بلا محنت کے میسر آ جانا۔ وَ اِثْمُهُمَا۔ ان کے لین دین کے گناہ کی سزا۔ اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا۔ وہ ان دونوں کے فائدے سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ شرابی اور جوہاز طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

وَيَسْتَلُوْكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوُ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو فرمادیں جو خرچ رہے۔ عفو زائد کو کہتے ہیں۔ یعنی تم وہ خرچ کرو۔ جو ضرورت سے بچا ہوا ہو۔ ابتدائے اسلام میں تمام زائد مال کا خرچ کرنا فرض تھا کھیتی والے کو اپنا سال کا خرچہ رکھ کر مہینے کے بعد زائد کے خرچ کر ڈالنے کا حکم تھا۔ جب آیت زکوٰۃ نازل ہوئی۔ تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

نحو و قرأت: ابو عمرو نے اس کو ضمہ کے ساتھ اَلْعَفْوُ پڑھا ہے جنہوں نے اس کو نصب دیا تو انہوں نے ”مَاذَا“ کو ایک اسم قرار دے کر ینفقون سے منصوب بنایا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے قُلْ يَنْفِقُونَ الْعَفْوُ۔ اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے مَا کو مبتدا اور ذاکو صلہ سمیت اس کی خبر بنایا ہے ذایہا الذی کے معنی میں ہے ینفقون یہ ذاکا صلہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ مَا الذی ینفقون؟ تو اس کے جواب میں العفو لایا گیا۔ یعنی هو العفو۔ تو جواب کو سوال والا اعراب دے دیا۔ تاکہ سوال و جواب میں مطابقت ہو۔

كَذٰلِكَ۔ کاف یہ موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تَبَيَّنَا وَمَنْ اِثْمٌ لِلنَّاسِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ تم سوچ و بچار کرو۔

تَفَكُّرٌ آیت ۲۲۰:

فِي الدُّنْيَا۔ (دنیا میں) یعنی دنیا کے معاملے میں۔

وَالْآٰخِرَةِ (اور آخرت میں) فی یہ ینفکرون سے متعلق ہے۔ یعنی تم دونوں جہانوں کے متعلق غور و فکر کرو۔ اور ایسے اعمال کرو۔ جو تمہارے لئے نہایت درست ہوں۔ یا دونوں جہانوں کے متعلق سوچ و بچار کرو اور ان میں جو باقی رہنے والا ہے اور کثرت منافع والا ہے اس کو ترجیح دو۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ یسین کے متعلق بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

یسین لکم الایات فی امر الدارین و فیما یتعلق بہما اور وہ تمہارے لئے اپنی آیات دونوں جہانوں کے سلسلے میں اور جو چیزیں ان سے متعلق ہیں واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ لعلکم تنفکرون۔ تاکہ تم سوچ بچار کرو۔ جب یہ آیت نمبرہ اسورۃ نساء ان الذین یا کلون اموال الیتمی ظلما اتری تو کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یتامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور ان سے میل جول چھوڑ دیا۔ اور ان کے مالوں کی نگرانی ترک کر دی۔ اور اس بات کا تذکرہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو یہ آیت اتری۔

مداخلت برائے احتیاج:

وَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتَمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ۔ (وہ آپ سے یتیموں کے بارے سوال کرتے ہیں تم کہہ دو اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے) یعنی ان کے معاملات میں اور اموال میں اصلاح کی خاطر مداخلت الگ تھلگ ہو جانے سے بہتر ہے۔

وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ (تم ان سے میل جول کرو) اور علیحدگی اختیار مت کرو۔

فَاِخْوَانُكُمْ۔ (پس وہ تمہارے دینی بھائی ہیں) اور بھائی کا حق ہے کہ دوسرے بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔

وَاللّٰهُ یُعَلِّمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ان کے اموال میں بگاڑ پیدا کرنے والے کا ان کی اصلاح کرنے والے سے) پس مداخلت کے مطابق بدلے گا۔ پس احتیاط کرو اور اصلاح کے علاوہ اور کوئی چیز مت تلاش کرو۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ۔ (اور اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تنگی منظور ہوتی)

لَا عِنتُكُمْ۔ (تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا) تمہیں مشقت اٹھوا کر اور تنگی میں مبتلا کرتا۔ اور شرکت کو مطلق مباح نہ کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ زبردست) یعنی غالب ہے وہ اپنے بندوں پر مشقت ڈالنے کی قدرت رکھتا ہے اور تنگی میں مبتلا کرنے کی۔

حٰکِمٌ۔ (حکمت والا ہے) وہ وسعت کے مطابق اور طاقت کے لحاظ سے حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَتَّخِذُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۖ وَلَا مَٰمَّةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۖ وَلَوْ

اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور البتہ ایمان والی باندی بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ

أَعْبَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

وہ تمہیں اچھی لگے، اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرکین سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، البتہ ایمان والا غلام بہتر ہے

مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ وَلَوْ أَعْبَبَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ

مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، اور اللہ

يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۚ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے، اور اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ وہ نصیحت

يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۲۱﴾

حاصل کریں۔

۲۲۱۔ وَلَا تَتَّخِذُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۖ وَلَا مَٰمَّةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۖ وَلَوْ أَعْبَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ وَلَوْ أَعْبَبَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۚ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ (اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں۔ ان سے نکاح نہ کرو۔ اور البتہ مومنہ لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھی معلوم ہو۔ اور نہ نکاح کرو مشرک مردوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے بہت بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے۔ یہ دوزخ کی طرف بلانے والے ہیں۔ اور اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں۔ اپنے حکم سے اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔

شان نزول: جب مرشد علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا آیا وہ عناق مشرک سے نکاح کرے۔ تو یہ آیت اتری۔

تفسیر آیت ۲۲۱:

وَلَا تَتَّخِذُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۖ۔ تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو۔ جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ نکاح کا معنی خود نکاح کرنا اور انکاح نکاح کرانا۔

وَلَا مَٰمَّةً مُّؤْمِنَةً خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۚ وَلَوْ أَعْبَبَتْكُمْ ۚ۔ مومنہ لونڈی بہت بہتر ہے مشرک سے خواہ وہ تمہیں زیادہ بھائے یعنی اگرچہ حالت یہ ہو کہ مشرک تمہیں پسند ہو اور تم اس سے محبت کرتے ہو۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى ۚ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي

اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے، سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض

الْمَحِيضِ ۚ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهَرْنَ ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ

کے زمانہ میں، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ

مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ

جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو، اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی

الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿۲۲۲﴾

انتہا کرنے والوں کو۔

وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ ۚ نِكَاحُكُمْ بَاطِلٌ ۚ لَكُمْ فِيهِ نَارٌ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الرِّجْسُ الْأَخْسَرُ ۚ

امام زجاج بیہوش نے اسی طرح کہا۔

جامع العلوم:

نے فرمایا۔ یہاں ایک مفعول کو حذف کیا گیا ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَا تُنكِحُوا هُنَّ الْمُشْرِكِينَ کہ نہ نکاح کر کے دو ان مسلمات کا مشرکین کو۔ حَتَّى يَوْمَئِذٍ يُؤْمِنُوا وَلَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ خَيْرٌ

مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْبَدْتُمْ ۚ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور مومن غلام بہت بہتر ہے مشرک سے اگر چہ وہ تمہیں پسند آئے۔

أُولَٰئِكَ أَسْأَلُكَ اس میں ماقبل کی علت بیان کی گئی اور اس کا اشارہ ایہ مشرک عورتیں اور مشرک مرد ہیں۔

ان سے رشتہ قطع کریں:

يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ (وہ آگ کی طرف دعوت دینے والے ہیں) یعنی اس کفر کی طرف دعوت دینے والے ہیں جو اہل نارا کا عمل

ہے پس وہ اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ان سے دوستی نہ کی جائے۔ اور نہ ان سے دامادی کا رشتہ قائم کیا جائے۔

ان سے موالات واجب ہے:

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ ۚ (اور اللہ تعالیٰ جنت و مغفرت کی طرف دعوت دینے والے ہیں) اور جو چیز ان کی طرف

پہنچانے والی ہو یہی وہ لوگ ہیں جن کی موالات واجب ہے اور ان کی مصاہرت درست ہے۔ يٰٰأَذِينَہ۔ اپنے اذن سے یعنی اپنے علم

سے یا اپنے حکم سے۔ وَيُحْيِي النَّاسَ لَعَلَّہُمْ يَتَذَكَّرُونَ اور اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۲۲۲۔ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى ۚ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهَرْنَ ۚ فَإِذَا

تَطَهَّرْنَ فَأَتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ وہ گندگی ہے۔ سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض کے زمانہ میں، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو۔

شأن نزول: اہل عرب حائضہ عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش رکھتے جیسا کہ یہود مجوس کرتے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے متعلق سوال کیا۔ یا رسول اللہ! حیض کی حالت میں عورتوں سے کس طرح معاملہ کریں؟ پس یہ آیت اتری۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں) الْمَحِيضُ۔ یہ مصدر میمی ہے کہا جاتا ہے۔ حاضت حیضاً۔ اس کو حیض آیا حیض آنا۔ جیسے جاء مجیئاً۔

قُلْ هُوَ آذَى۔ (کہہ دیں وہ ناپاکی ہے)۔ یعنی حیض گندگی ہے اور صحبت کرنے والے کو ایذا دیتی ہے۔

اعترال عورت کا دائرہ:

فَاعْتَنُوا السَّائِيَةَ فِي الْمَحِيضِ (تم عورتوں سے حیض میں الگ رہو) یعنی ان سے پرہیز کرو۔ یعنی جماعت نہ کرو۔ یہ بھی کہا گیا کہ نصاریٰ ان سے جماعت میں حیض کی پرواہ نہ کرتے۔ اور یہود ان سے بالکل علیحدگی اختیار کرتے پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان میں میانہ روی کا حکم دیا۔

مَنْبِتُ الْإِيمَانِ: امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ازار کے نیچے والے حصہ سے پرہیز کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک فقط شرمگاہ سے پرہیز واجب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ جلیلہ سے روایت ہے کہ وہ خون کے نشان یعنی شرمگاہ سے بچے۔ اور اس کے لئے بقیہ جسم میں اختیار ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ (ان کے قریب نہ جاؤ) یعنی جماعت مت کرو۔ یا ان کی جماعت کے قریب نہ جاؤ۔ حَتَّى يَطْهُرْنَ۔ (یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں)

اختلاف قراءت: حفص کے علاوہ کوئی قراء کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ غسل کر لیں اور یہ اصل میں بتطہرن۔ تاہم طاء کو قرب مخرج کی وجہ سے ادغام کر لیا۔ دیگر قراء نے يَطْهُرْنَ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی خون کا منقطع ہونا ہے۔ مَنْبِتُ الْإِيمَانِ: دونوں قراء تیس دو آیات کی طرح ہیں ہم نے دونوں پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ کہ دم حیض کے اکثر دن گزر جانے پر اگر خون منقطع ہو گیا۔ اور اگر عورت نے غسل نہیں بھی کیا۔ تو مرد اسکے قریب جاسکتا ہے قراءت تخفیف کا یہ تقاضا ہے اور اگر خون قلیل دنوں میں منقطع ہو گیا۔ تو جب تک عورت غسل نہ کرے اس کے قریب نہ جائے۔ یا اس پر ایک وقت نماز کا نہ گزر جائے۔ تاکہ انقطاع بالیقین ثابت ہو جائے۔ اس طرح قراءت تشدید پر عمل ہو گیا۔ اور اس پر محمول کرنا آیت کا یہ اس کے عکس پر محمول کرنے سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ عکس کی صورت میں ایک پر عمل کا ترک لازم ہوگا۔ جمع نہ کیا جاسکے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مرد اس وقت تک قریب نہیں جاسکتا۔ جب تک خوب طہارت حاصل نہ کرے۔ اور ان کی دلیل یہ آیت: فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأَتُوهُنَّ ہے۔

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَاتُوا حَرْثَكُمْ اِذْیَ شِئْتُمْ ۚ وَقَدْ مَوَّالِیْ نَفْسِكُمْ ط

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں آ جاؤ جس طرف سے ہو کر چاہو اور تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیج دو۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنْتُمْ مَّلَقُوْهُ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو، اور مؤمنین کو خوشخبری سنا دو۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صورت جمع:

آنے کا مطلب ان سے جماع کرنا ہے۔ پس اس طرح انہوں نے دونوں آیات کو جمع کیا۔

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمْ اللّٰهُ ۚ (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا) یعنی ان مقامات سے جہاں سے اس نے تمہیں آنے کا حکم دیا۔ اور اس کو حلال کیا اور وہ شرمگاہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ۚ (بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) تو ابین سے مراد ممنوعات کے ارتکاب سے رجوع کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے خواہ وہ غلطی پر غلطی کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی پہچان یہ ہے کہ اس کی عظیم معافی کے سبب مایوس نہ ہو۔

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۚ (اور خوب پاکیزگی والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی پانی سے پاکیزگی اختیار کرنے والے یا عورتوں کے ساتھ دبر میں دلی سے بچنے والے ہیں۔ یا حیض میں جماع سے بچنے والے یا فواحش سے بچنے والے ہیں۔

لَنُؤْتِيَنَّكَ اِلٰهًا ۖ يَبْسُوْكَ اَمَّا اَنْتَ فَتَكُنْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ۚ (تو تجھے کدھر کوئی اپنے اہل کے ساتھ بیٹھ کر دلی کرے تو لڑکا بھیگا پیدا ہوگا تو یہ آیت اتری۔

مقصود جماع بقائے نسل ہے:

۲۲۳۔ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۚ (تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں) یعنی کھیتی کے مقامات ہیں۔ اور یہ مجاز ہے عورتوں کو کھیتیوں سے تشبیہ دی۔ اس لئے کہ ان کے رحموں میں نطفہ ڈالے جاتے ہیں جو نسل کے لئے بمنزلہ بیج ہے اور لڑکا بمنزلہ نبات کے ہے دراصل نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۚ یہ فَاتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمْ اللّٰهُ کا بیان اور توضیح بن گئی۔ یعنی وہ مقام جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا۔ وہ مقام کھیتی ہے مقام گندگی نہیں۔ اس سے درحقیقت متنبہ کر دیا کہ جماعت کا مقصد قضاے شہوت نہیں بقائے نسل ہے پس ایسے مقامات سے آؤ جس سے یہ مقصد متعلق ہے۔

فَاتُوا حَرْثَكُمْ اِذْیَ شِئْتُمْ ۚ (اپنی کھیتی میں آؤ جیسے تم چاہو) یعنی ان سے جماع کرو جب چاہو۔ یا جس طرح چاہو۔ آؤ بیٹھ کر۔ یا چت لیٹ کر یا پہلو کے بل لیٹ کر مگر آنے کا مقام ایک ہی ہے۔ وہ مقام حرث ہے۔

یہ درحقیقت تمثیل ہے یعنی تم ان کے پاس آؤ جیسا تم اپنی اراضی جن میں تم کاشت کرنا چاہتے ہو جس طرف سے آتے ہو کوئی ایک طرف مخصوص نہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

اور اپنی قسموں کے ذریعہ نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اللہ کو آڑ نہ بناؤ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۷۲﴾

اور اللہ سنے والا اور جاننے والا ہے۔

بلاغت:

ان آیات میں لطیف کنایات اور خوبصورت تعریضات ہیں۔

تعلیم آداب:

ہوا ذی فاعتزلوا النساء۔ من حیث امرکم اللہ۔ فاتوا حوثکم ائی شتم۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان آداب کو اختیار کرے۔ اپنے محاورات اور مکاتبات میں جھگڑے یا انداز اختیار کرے۔

وَقَدْ مَوَّا لَا نُفْسِکُمْ۔ (اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو) یعنی جن اعمال صالحہ کا مقدم کرنا ضروری ہے اور ممنوعات کی مخالفت سے بچو یا اولاد طلب کرو یا اس سے مراد وہی ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی ممنوعات پر جرأت مت کرو۔

وَاعْلَمُوا اَنَّکُمْ مُلْقَوٰہ۔ (اور یقین کر لو بے شک تم اس کو ملنے والے ہو) یعنی تم اس کی طرف جانے والے ہو پس اس کی ملاقات کی تیاری کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو) ثواب کے ساتھ اے محمد ﷺ

عجیب نکتہ:

تین مرتبہ یَسْتَلُوْا لَکَ بغیر واؤ کے آیا۔ پھر تین مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا گیا۔ کیونکہ پہلے تین حوادث کے متعلق سوال گویا متفرق حالات میں پیش آیا اس لئے حرف عطف نہیں لایا گیا کیونکہ ہر سوال ابتدائی سوال تھا اور پچھلے حوادث کے متعلق سوال ایک ہی وقت میں پیش آئے اس لئے واؤ جمع کا ان کے درمیان لایا گیا۔

۲۲۳۔ وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کو روکنے والا اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کرو گے۔ اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اصلاح کرو گے لوگوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ سنے والا اور جاننے والا ہے۔)

عرضہ کی تفسیر:

العرضہ۔ بروزن فعلہ بمعنی مفعول ہے جیسا بقضہ بمعنی مقبوض۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے لئے رکاوٹ بنے۔ یہ عرض العود علی الاناء سے لیا گیا ہے جو ککزی اس برتن سے آڑ اور رکاوٹ بن جائے۔ جیسے تم کہتے ہو۔ عرضۃ دون الخیر۔ فلاں آدمی بھلائی کے راستہ میں رکاوٹ ہے بعض لوگ صلہ رحمی کے بعض کاموں پر قسم اٹھاتے یا اصلاح رشتہ داری کرنے کی قسم کھا لیتے یا کسی پر احسان نہ کرنے کی یا عبادت نہ کرنے کی۔ پھر کہتے۔

اخاف اللہ ان احنت فی یمینی۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ میری قسم ٹوٹ جائے پس وہ نیکی کو اس لئے چھوڑتا ہے اپنی قسم میں نیکی کا ارادہ کر کے۔

قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا:

پس ان کو کہہ دیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ یعنی اس چیز کے لئے رکاوٹ نہ بناؤ اس چیز کو جس پر قسم اٹھائی ہے اور مخلوف علیہ کو یمنین کہا کیونکہ وہ قسم سے متعلق ہے جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی چیز پر قسم اٹھائے پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ (احمد نسائی) تو اس شی کو یمنین کہا گیا۔

أَنْ تَبْرُوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ تم نیکی نہ کرو گے اور تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور لوگوں کے مابین اصلاح نہ کرو گے)۔

لام کی دو قسمیں:

جملہ لایمانکم کا عطف بیان ہے یعنی لایا مور المحلوف علیہا النی ہی البر والتقوی والاصلاح بین الناس۔ یعنی وہ امور جن پر قسم اٹھائی گئی ہے وہ بر تقویٰ اور اصلاح بین الناس ہے اور لام فعل سے متعلق ہے۔ یعنی ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم نہ بناؤ اللہ کو اپنی قسموں کے لئے پردہ۔

دوسرا قول: لام تغلیل کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور ان تبروا فعل سے متعلق ہو یا عرضۃ سے متعلق ہو یعنی ولا تجعلوا اللہ لاجل ایمانکم بہ عرضۃ لان تبروا۔ اللہ تعالیٰ کی قسموں کو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے سے تم آڑ نہ بناؤ کہ تم قسم کھا لو کہ فلاں کے ساتھ سلوک نہ کرو گے۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ۔ (اور اللہ سننے والے ہیں) تمہاری قسموں کو۔ عَلِيمٌ۔ (اور جاننے والے ہیں) تمہاری بات کو

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

اللہ تعالیٰ تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ تمہاری لغو قسموں کے بارے میں، لیکن مواخذہ اس بات پر فرمائے گا جس کا تمہارے دلوں نے

قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۵﴾

اور اللہ غفور ہے۔

ارادہ کیا

تفسیر آیت ۲۲۵:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہ کرے گا تمہاری قسموں میں بے ہودہ قسموں پر) اللغو۔ وہ بے ہودہ اور غلطی چیز جس کا اعتبار نہ ہو خواہ کلام ہو یا اور کچھ۔

یہیں لغو:

وہ بے ہودہ قسم جس کا قسموں میں اعتبار نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسی چیز پر قسم کھائے کہ جس کے متعلق گمان ہو کہ اس نے قسم نہیں اٹھائی اور معاملہ اس کے الٹ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لغو یہیں اٹھانے والے کو سزا نہ دیں گے۔
عند الشافعی پیسید۔ جو زبان پر بلا قصد جاری ہو جائے مثلاً لا واللہ وبلی واللہ
ولیکن يُؤَاخِذُكُمْ۔ (لیکن وہ مواخذہ کریں گے) یعنی سزا دیں گے۔
یہیں غموس اور مواخذہ آخرت:

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔ (اس پر جو کمایا تمہارے دلوں نے) یعنی جو جان بوجھ کر قسم میں جھوٹ بولا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ آدمی ایسی چیز کی قسم جان بوجھ کر کھائے جس کے متعلق جانتا ہو۔ کہ وہ اس کے برخلاف ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور یہی یہیں غموس ہے۔ امام شافعی پیسید نے اس آیت سے یہیں غموس پر کفارہ لازم کیا کیونکہ وہ دل کا کسب ہے۔ عزم اور قصد ہے اور مواخذہ یہاں واضح نہیں۔ بلکہ سورۃ المائدہ کی آیت میں واضح ہے۔ پس وہاں کا بیان یہاں کیلئے ہوگا۔
جواب: ہم کہتے ہیں اور وہ اگلے جہان کا معاملہ ہے اور مواخذہ اس جگہ دار ابتلاء سے مقید ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول کرنا درست نہیں۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔ (اللہ تعالیٰ بخشنے والے بردبار ہیں) کہ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتے۔

لِّلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاءِهِمْ تَرْبُصُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍۭ ۖ فَاِنْ فَاَوْفَاَتْ اِلٰهَهُ

جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کے بارے میں قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینہ کا انتظار ہے پھر اگر رجوع کر لیں تو اللہ

عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلٰقَ فَاِنَّ اِلٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو بے شک اللہ سنے والا جاننے والا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۲۲۶:

لِّلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاءِهِمْ۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یوں کا معنی قسم اٹھانا ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے مِنْ نِّسَاءِهِمْ یہ جار مجرور سے متعلق ہے۔ یعنی للذین کے جیسا تم کہو۔

لَكَ مَنِيْ نَصْرَةٌ۔ وَلَكَ مَنِيْ مَعُوْنَةٌ۔ اب مطلب یہ ہوا للمؤلین من نساء ہم۔ اپنی عورتوں کے بارے میں قسم کھانے والوں کے لئے۔

ایلاء کی تحقیق:

تَرْبُصُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ (چار ماہ انتظار کرنا ہے)۔ یعنی قسم اٹھانے والے کے لئے ثابت ہوا چار ماہ کا انتظار گویا یہ استقو کے متعلق ہوا۔ یوں کے متعلق نہیں کیونکہ وہ آئی علی سے متعدی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں آئی فلان علی امرأته۔ صحیح محاورہ ہے اگر کسی نے آئی فلان من امرأته کہا۔ تو اس آیت کو دیکھ کر غلط وہم کیا ہے۔ البتہ اس طرح کہا جاسکتا ہے۔ یہاں من سے آئی کو متعدی اس لئے کیا گیا کیونکہ اس قسم میں بعد اور دوری کا معنی پایا جاتا ہے گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے یبعدون من نساء ہم مؤلین وہ دوری اختیار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے اس حال میں کہ وہ قسم اٹھانے والے ہیں۔

فَاِنْ فَاَوْ وُ۔ پس اگر وہ رجوع کریں ان مہینوں میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں فان فاء و فیہن ہے وہ اس معنی کی تاکید کرتی ہے یعنی وطن کی طرف لوٹ آئیں۔ اور ترک پر اصرار چھوڑ دیں۔

فَاِنَّ اِلٰهَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ۔ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) اسی لئے کفارہ شروع کیا۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۲۲۷:

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلٰقَ۔ (اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا) رجوع کو ترک کر کے پس وہ مدت کے اختتام کا انتظار کریں۔

فَاِنَّ اِلٰهَ سَمِيْعٌ۔ (پس اللہ سنے والا ہے) اس کی قسم والی بات کو۔

قول شافعی رحمہ اللہ:

عَلَيْهِمْ۔ (اور جاننے والا ہے) اس کی نیت کو۔ دراصل یہ جملہ اصرار علی القسم ترک رجوع پر وعید ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں

وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنی جانوں کو روکے کچھیں تین حیض آنے تک، اور ان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اسے چھپائیں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور یوم آخرت

الْآخِرِ ط وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

پر، اور ان کے شوہر ان کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اس مدت کے اندر اگر اصلاح کا ارادہ کریں،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط

اور عورتوں کے لئے اس جیسا حق ہے جو ان کے اوپر ہے ایسے طریقہ پر، اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۲۸

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اس کا معنی یہ ہے پس اگر وہ رجوع کر لیں مدت کے گزرنے کے بعد گویا رجوع مدت کے گزرنے کے بعد ہے کیونکہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔

شأندار جواب:

جواب: مگر اس کا جواب یہ ہے فان فاء و وان عزموا اور حقیقت للذین یؤلون من نساء ہم کی تفصیل ہے۔ اور تفصیل مفصل کے بعد آتی ہے۔ جیسا کہ تم کہو۔

انا نزیلکم هذا الشهر فان احدثکم اقامت عندکم الی آخره والالتم اقم الاربعما اتحول۔ میں اس مہینہ تمہارا مہمان ہوں پس اگر میں تمہاری تعریف کروں تو ہمیشہ تک کے لئے تم میں قیام کروں گا۔ ورنہ قیام نہ کروں گا اور تھوڑی دیر میں کوچ کر جاؤں گا۔

تفسیر آیت ۲۸: وَالْمُطَلَّاتُ۔ (اور طلاق شدہ عورتیں) یعنی مراد مدخل بھا حیض والی عورتیں۔

امر بصورت خبر:

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ۔ (وہ اپنے آپ کو روکیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے اصل کلام اس طرح ہوگا۔ ولتربصن المطلقات چاہیے کہ مطلقہ عورتیں انتظار کریں امر کو بصورت خبر لاکر تاکید امر مقصود ہے اور اس بات کی طرف نشان دہی کی گئی کہ یہ ان کاموں میں سے ہے جن کو فی الفور پورا کرنا مناسب ہے گویا ان عورتوں نے اس حکم کو انتظار سے تسلیم کر لیا ہے پس اس کے

پائے جانے کی خبر دی جا رہی ہے۔ اہل عرب دعا میں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ رَحِمَكَ اللّٰہُ یہ کلمہ دعائیہ بھی خبر کی صورت میں اسی لئے لایا جاتا ہے۔ کہ قبولیت پر یقین و اعتماد ہوتا ہے گویا رحمت ابھی موجود ہے اور یہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ پھر یہاں مبتداء پر اس کی بنیاد رکھ کر تاکید میں اضافہ کر دیا۔ کیونکہ جملہ اسمیہ دوام و ثبات پر دلالت کرتا ہے بخلاف جملہ فعلیہ کے نیز انفس کا ذکر کر کے ان کو انتظار پر مزید برائیغنیہ کیا گیا اور مزید اس پر ابھارا کیونکہ عورتوں کے نفس مردوں کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ پس ان کی ذوات کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو ہٹائیں۔ اور طبع پر غالب کریں اور انتظار پر مجبور کریں۔

قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل:

ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ۔ (تین حیض) قُرُوْءٌ جمع قُرْوٍ یا قُرْوٍ کی اور اس کا معنی حیض ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دعوی الصلوۃ ایام اقراءك (دارقطنی)

تو نماز اپنے حیض کے ایام کی مقدار چھوڑ دو۔ اسی طرح یہ ارشاد طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتها حیضتان۔ (ابوداؤد و ترمذی) آپ ﷺ نے طہران نہیں فرمایا اور سورۃ الطلاق آیت نمبر ۴ والّٰی ینسن من المحیض من نساء کم ان ار تبسم فعد تبین ثلاثة اشهر۔ میں اشہر کو حیض کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ اطہرا کو قائم مقام قرار نہیں دیا گیا۔ (پس گویا اشارۃ النص سے اس معنی کی تاکید ہو گئی) ان نصوص کے علاوہ دلائل عقلیہ۔

اس معنی کے تین دلائل عقلیہ:

دلیل عقلی نمبر ۱: عدت کا مقصود استبراء رحم ہے حیض سے رحم کا استبراء حاصل ہوتا ہے نہ کہ طہر سے اسی بناء پر بالاتفاق لونڈی کے لئے استبراء ایک حیض سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ اگر طہر مرا دلیا جائے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے تو عدت دو قراء اور تیسرے کے کسی قدر حصہ سے ختم ہو جائے پس تین کی عدت حاصل نہ ہوئی کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طہر کے آخر میں طلاق دے تو وہ حیض امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں عدت میں پورا شمار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اگر اس کو حیض کے آخر میں طلاق دے تو ہمارے ہاں وہ حیض گنتی میں نہ آئے گا اور یہ ظاہر بات ہے کہ تین ایک خاص عدد ہے جو تین سے کم پر بولا نہیں جاتا۔

نمبر ۳۔ محاورہ عرب ہے اقراءت المرأة جبکہ اس کو حیض آئے اور امرأة مفرداً حائضہ عورت

نحوی تحقیق:

محْوُ: ثلاثة منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یعنی یتربصن ثلاثة قروء نمبر ۱۔ یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی یتربصن مدة ثلاثة قروء نمبر ۲۔ یعنی وہ روکیں اپنے کو مدت تین حیض کے گزرنے تک۔ تیز جمع کثرت ہے نہ جمع قلت جو کہ اقراء ہے کیونکہ اتساعاً یہ جمعیت میں مشترک ہیں۔ شاید قروء کا لفظ قراء کی جمع کے طور پر اقراء سے زیادہ استعمال ہوتا ہے پس اس کو قلیل الاستعمال پر ترجیح دے کر ذکر کیا گیا۔ کیونکہ قلیل الاستعمال بمنزلہ مہمل کے ہے۔

کتمان کی مراد:

وَلَا يَجْعَلْ لَّهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِيهِ أَرْحَامِهِنَّ۔ (اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ چھپائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے) یعنی حمل یا دم حیض یا دونوں میں سے کوئی ایک اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عورت اپنے خاوند سے جدائی کا ارادہ رکھتی ہو پس وہ حمل کو چھپائے تاکہ وہ خاوند اس کی طلاق میں وضع حمل تک انتظار نہ کریں۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لڑکے کے بارے میں شفقت کرتے ہوئے اس کو رخصت سے گریز کرے۔ یا وہ عورت اپنا حیض چھپائے اور کہے کہ وہ حائضہ ہے حالانکہ وہ طہر میں ہو، تاکہ جلدی طلاق حاصل کر لے۔

إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں) یہاں ان کی اس حرکت کو بڑا کر کے پیش کیا گیا۔ کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کی سزا پر ایمان ہو وہ اس کے گناہ پر جرأت نہیں کرتا۔

وَبَعُولَتُهُنَّ۔ (اور ان کے خاوند) البعول جمع بعل ہے تاء جمع مؤنث کے لئے لائی گئی ہے۔

أَحَقُّ بِرُؤْسِهِنَّ۔ (ان کے لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں) یعنی ان کے خاوند رجعت کے زیادہ حقدار ہیں۔

لفظ زوج کی حکمت:

مَنْبِتُكَ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ طلاق رجعی سے وطی حرام نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کو طلاق کے بعد بھی زوجاً کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے۔

فِي ذَلِكَ۔ (اس میں) یعنی مدت انتظار میں۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی رجوع کا ارادہ کر لے اور عورت انکار کرے تو مرد کی بات کو عورت کی بات پر ترجیح دی جائے گی۔ اور مرد اس بات کا زیادہ حقدار ہے اس بناء پر نہیں کہ اس کو رجوع کا حق ہے۔

إِنْ أَرَادُوا۔ (اگر وہ ارادہ کریں) یعنی رجوع کا۔

أَصْلًا۔ (درستی کا) اپنے اور ان کے مابین۔ اور ان پر احسان کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ان کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو۔

طرفین کے حقوق و فرائض:

وَلَكِنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (اور ان عورتوں کا حق ہے اسکی مثل جیسا عورتوں پر ہے) یعنی ان عورتوں کا مردوں پر حق لازم ہے جیسے مہر و نفقہ اور حسن معاشرت اور ترک معصرت وغیرہ اسکی مثل جو خاوندوں کا ان عورتوں پر لازم ہے جیسے ناپسند باتوں سے روکنا اور اچھی باتوں کا حکم دینا۔

بالمعروف سے مماثلت فی الاصلاح مراد ہے:

بِالْمَعْرُوفِ۔ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شریعت و عادات میں نامناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ یہاں مماثلت سے جنس فعل میں مماثلت مراد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حقوق ذمہ ہونے اور اصلاح و درستی اختیار کرنے میں مماثلت مراد ہے۔

پس مرد پر لازم نہیں کہ جب عورت اس کے کپڑے دھوئے یا اس کے لئے کھانا تیار کرے تو وہ مرد بھی اسی طرح اس کے لئے کرے۔ بلکہ اس کے بالمقابل وہ کام کرے جو مردوں کے لائق ہیں۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۖ فَاِمَسَاكَ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٍ بِاِحْسَانٍ ۚ وَلَا

طلاق دو مرتبہ ہے پھر روک لیتا ہے بطلانی کے ساتھ، یا چھوڑ دیتا ہے اچھے طریقہ پر۔ اور

يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَا

تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم کچھ بھی لے لو اس مال میں سے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ مگر اس صورت میں کہ یہاں یہی اس بات سے ڈرتے ہوں کہ حدود اللہ

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ فَلَا جُنَاحَ

قائم نہ رکھیں گے، سو اگر تم لوگوں کو یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو کوئی گناہ نہیں

عَلَيْهُمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۚ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ

ان دونوں پر اس بارے میں کہ عورت اپنی جان کا بدلہ دے دے، یہ اللہ کے حدود ہیں۔ سو ان سے آگے مت بڑھو۔ اور جو کوئی

يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝۲۳ ۚ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

فحس اللہ کے حدود سے آگے بڑھ جائے تو ایسے لوگ ظلم کرنے والے ہیں، پھر اگر اس کو طلاق دے دی تو اس کے لئے اس کے بعد حلال نہ

لَهٗ مِنْۢ بَعْدِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۚ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

ہو گی یہاں تک کہ اس شوہر کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ سو اگر اس نے طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی

عَلَيْهُمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ

انہ دونوں پر کہ پھر آپس میں رجوع ہو جائیں۔ اگر دونوں کو اس بات کا گمان ہو کہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے اور یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ يَبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۲۴

اللہ کی حد بندیاں ہیں وہ انہیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَالٍ عَلٰیہُمْ ذَرِّجَةً ۚ (اور مردوں کو ان پر درجہ حاصل ہے) یعنی زائد حق ہے اور اس کے معاملات کی ذمہ داری میں

افضلیت ہے اگرچہ لذت و استعاضہ اتفاق ملک نکاح میں دونوں شریک ہیں۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کے معاملات پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

حٰکِمٌ (حکمت والے ہیں) وہ اسی بات کا حکم فرماتے ہیں۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۲۹:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ (طلاق (رجعی) دو بار ہے) الطلاق بمعنی الطلاق یعنی طلاق دینا ہے جیسے السلام بمعنی تسلیم۔ مطلب یہ ہے کہ

شرعی طلاق ایک طلاق کے بعد طلاق متفرق طور پر دینا ہے۔ نہ کہ اکٹھی اور نہ ایک ہی لفظ سے موتین سے مراد تثنیہ نہیں بلکہ دفعہ (مرتبہ) مراد ہے۔ جیسے سورہ ملک آیت نمبر ۴ میں ہم ارجع البصر کو تین یعنی کثرۃ بعد کثرۃ ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ ہے نہ کہ دو مرتبہ۔

طلاق بدعت:

مَنْبِتْلَا: اس آیت میں ہماری دلیل ہے۔ دو طلاقوں اور تین کو اکٹھا ایک ہی طہر میں دینا بدعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں الگ الگ کر کے دینے کا حکم دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں اگرچہ یہ خبر ہے مگر یہ امر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں تحلف لازم آتا ہے اس لئے کہ طلاق اکٹھی بسا اوقات پائی جاتی ہے۔

ایک قول: یہ بھی ہے کہ ایک انصاریہ نے عرض کیا۔ میرے خاوند نے کہا ہے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں پھر رجوع کرتا رہوں گا۔ پس یہ آیت اتری۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ کہ طلاق رجعی تو دوبارہ ہے کیونکہ تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں۔

بِمَعْرُوفٍ۔ پھر دستور کے موافق رکھنا ہے یعنی رجوع کر کے مطلب یہ ہے کہ تم پر دستور کے موافق روکے رکھنا لازم ہے۔ اَوْ تَسْرِيحٌ اِيَّا حَسَنٍ۔ (یا حسن سلوک سے رخصت کر دے) یعنی اس سے رجوع نہ کرے۔ یہاں تک کہ عدت سے ہائے ہو جائے۔

تیسری طلاق اور خلع:

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کو تیسری طلاق تیسرے طہر میں دے دے۔ یہ آیت جلیلہ اور ان کے خاوند ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں اتری۔ جلیلہ ان کو ناپسند کرتی تھی۔ جبکہ ثابت اس سے محبت کرتے تھے۔ ثابت نے ان کو مہر میں ایک باغ دے رکھا تھا۔ پس جلیلہ نے وہ باغ واپس کر کے ان سے خلع کر لیا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا خلع تھا (تفسیر طبری صفحہ ۳۶۱ جلد ۲) وَلَا يَجْعَلْ لَكُمْ۔ (اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے) اے خاوند یا اے حکام کیونکہ فیصلے کے وقت وہی لینے دینے کا حکم کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے انہی کو خود لینے دینے والے کہہ دیا گیا۔

اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا۔ (کہ تم لو اس میں سے کچھ جو کہ تم انہیں دے چکے ہو) یعنی اس میں سے جو مہر تم ان کو دے چکے ہو۔

اَلَا اَنْ يَخَافَا اَلَّا يَفْقِيَمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ (مگر جب دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں خدائی قوانین پر قائم نہ رہ سکیں گے) یعنی مگر یہ کہ میاں بیوی، جان لیں کہ ازدواجی زندگی برقرار رکھنے میں حقوق زوجیت میں حدود اللہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اس لئے کہ بیوی کی بد اخلاقی اور نافرمانی ظاہر ہو چکی۔

فَاِنْ خِفْتُمْ۔ (پس اگر تمہیں ڈر ہو) یعنی اے حکام۔ یہ بھی جائز ہے کہ اول خطاب ازواج کو ہو اور دوسرا حکام کو۔

حدود اللہ کی مخالفت:

أَلَا يَعْلَمُ حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا - (کہ وہ دونوں اللہ کے قوانین کی پابندی نہ کر سکیں گے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں) یعنی نہ مرد پر لینے کا گناہ اور نہ عورت پر دینے کا گناہ۔

فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ - (اس چیز میں جو وہ عورت اپنے خاوند کو فدیہ میں دے) یعنی اس چیز کے دینے میں جس سے وہ اپنی جان چھڑا لے۔ اور جو ہر اس کو ملتا ہے اس کے بدلے میں اپنے خاوند سے خلع کرے۔

نحو و قراءت:

حمزہ یعقوب ابو جعفر رحمہ اللہ نے الا ان يخافا کوئی للمفعول پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے قراءت حفص کی طرح مبنی للمفاعل ہی پڑھا ہے۔

اور الا یقیما یہ بمعنی صلہ یخافا کی ضمیر تثنیہ سے بدل الاشتمال ہے۔ مثلاً خیف زیدترکہ اقامۃ حدود اللہ۔ زید سے چھوڑنے کا خطرہ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کا قیام۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا - (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ یعنی انکی مخالفت کر کے تجاوز نہ کرو۔ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ - (جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں) یعنی اپنے نفسوں کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۳۰:

فَإِنْ حَلَفْتُمْ - (پس اگر اس نے عورت کو طلاق دے دی) یعنی تیسری بار۔ دوبار کے بعد۔

خلع طلاق بدل:

سوال: خلع ہمارے نزدیک طلاق ہے اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے۔ تو اس طرح یہ چوتھی طلاق بن گئی۔

جواب: خلع طلاق بالبدل ہے (اور پہلی دو جو نہ ہوئیں وہ بلا بدل ہیں) پس یہ تیسری طلاق ہوئی۔ اور یہ اسی کا بیان ہے یعنی اگر اس نے تیسری طلاق بالبدل دے دی۔ تو اس سے تحلیل کا حکم اس طرح ہے۔

فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ - (تو اب اس کے بعد وہ اسکے لئے حلال نہیں ہے) یعنی تیسری طلاق کے بعد۔ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ - (جب تک کہ شوہر ثانی کے نکاح میں نہ آئے) یعنی اس وقت تک جبکہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ نکاح کی اسناد عورت کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے مرد کی طرف جیسے تزوج کا لفظ ہے۔ اس میں دلیل ہے۔ کہ نکاح عورت کی تعبیر سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اور وہی کی قید حدیث عسیلہ سے لگائی ہے۔ جیسا اصول فقہ میں معروف ہے۔

نکتہ: جب خاوند نے فراق کا اقدام کیا اور شرمندگی سے نکلنے کیلئے کوئی راستہ باقی نہ رہے دیا تو عورت کو دوسرے خاوند کے دخول کے بغیر حلال نہ قرار دیا گیا۔ جب اس نے دخول کر لیا تو اب یہ عورت حلال ہو گئی اور دخول اس لئے لازم کیا۔ تاکہ آئندہ اس فعل

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَعْنٌ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت گزر جانے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو ہوک لو بھلائی کے ساتھ یا

سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ

ان کو چھوڑ دو خوبی کے ساتھ، اور ضرر پہنچانے کے لئے انہیں روک کر کے نہ رکھو تاکہ تم زیادتی کرو۔ اور جو

يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا

نقص ایسا کرے گا سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز

وَإِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ

اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، اور جو کچھ اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے کتاب اور حکمت اس کو بھی یاد کرو۔

يَعْظُمُ بِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۳۳

اللہ اس کے ذریعہ تم کو نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بے شک ہر چیز کو جانتے والا ہے۔

النہی

کے ارتکاب سے باز رہے۔

فَإِنْ طَلَقَهَا پس اگر اس نے اس عورت کو طلاق دے دی یعنی زوج ثانی نے ولی کے بعد فلا جُنَاحَ عَلَیْهَا (ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں) یعنی پہلے خاوند اور اس عورت پر اَنْ يَّتَرَاجَعَا (کہ پھر رجوع کر لیں) اِنْ طَلَّهَا اَنْ يَّقِيمَا حَدُّوَ اللَّهِ (اگر ان کو یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے)۔

تعبیری حکمت:

سوال: (ان علما انهما یقیمان) نہیں فرمایا بلکہ اِنْ طَلَّهَا اَنْ يَّقِيمَا کہا گیا۔

جواب: کیونکہ یقین ان سے غائب ہے۔ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

وَتِلْكَ حَدُّوَاللَّهِ يَبَيِّنُهَا (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جن کو وہ بیان کرتے ہیں) قاری المفصل نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی نَبِيَّهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں) یعنی اس کو سمجھتے ہیں جو ان کیلئے بیان کیا گیا۔

تفسیر آیت ۲۳۱:

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَعْنٌ أَجَلَهُنَّ۔ (جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرنے کو ہوں) یعنی جب ان کی عدت انہما کو پہنچ جائے اور اس کے انتہا کے قریب ہو جائیں۔

لفظ اجل کا معنی:

الاجل کا لفظ تمام مدت پر بھی بولا جاتا ہے اور آخرت پر بھی انسان کی عمر کو بھی الاجل کہا جاتا ہے۔ اور موت کو بھی الاجل کہتے ہیں۔ جس سے عمر ختم ہوتی ہے۔

حسن معاشرت کا حکم:

فَأَمْسِكُوهُمْ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُمْ بِمَعْرُوفٍ۔ انہیں حسن معاشرت سے روک لو یا سلوک کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔ یعنی یا تو ان سے رجوع کر لے مگر اس سے ان کو دکھ دینا مقصود نہ ہو۔ یا پھر اس کا راستہ چھوڑ دے تاکہ اس کی عدت ختم ہو جائے اور بلا ایذا کے ہونا ظاہر ہو جائے۔

خاتمہ رواج:

وَلَا تُنْسِكُوهُمْ ضِرَارًا (اور ان کو تنگ کرنے کیلئے مت روکو) ضِرَارًا۔ مفعول لُذ (ترجمہ اسکے مطابق ہے) یا حال ہے۔ مت ان کو روکو اس حال میں کہ ان کو تنگی دینے والے ہو۔ عرب میں رواج یہ تھا کہ عورت کو طلاق دے کر چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ اس کی عدت کا زمانہ قریب اختتام ہوتا۔ تو پھر اس سے رجوع کر لیتے۔ مگر یہ رجوع ضرورت کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ عدت کو لمبا کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس کو قرآن مجید میں الامساک ضِرَارًا فرمایا گیا۔ لَتَعْتَدُوا تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔ یعنی ان پر ظلم کرو یا ان کو فدیہ دینے پر مجبور کرو۔ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ (جو اس طرح کرے گا) یعنی دکھ دینے کیلئے روکے گا۔

تاکید عمل:

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ۔ (بس یقیناً اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا)۔ اس جان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا کر وہ لا تتخذوا الیبت اللہ ہزوا (اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ)۔ یعنی تم ان آیات کو اپنانے اور ان کے فرامین پر عمل کی کوشش کرو۔ اور ان کی پوری پوری تمہائی کرو۔ ورنہ تو تم انکا مذاق بنانے والے ہو عرب اس آدمی کو جو کسی معاملے میں کوشش نہ کرے کہتے ہیں۔ انما انت لا عب و ہازجی۔ تو تو کھیل تماشہ اور مذاق اڑانے والا ہے۔ وَاذْكُرُوا اللہَ نِعْمَتَ اللہِ عَلَیْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں)۔ یعنی اسلام دے کر اور نبوت محمد ﷺ کو دے کر۔

وَمَا أُنْزِلَ عَلَیْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحُكْمِ (اور جو کتاب اس نے نازل کی اور حکمت)۔ حکمت سے مراد کتاب اور سنت ہے۔ ذکر نعمت۔ یہ ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرے۔

يَعْظُمُ بِهِ (وہ اس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتے ہیں) یعنی وہ کی ضمیر ما انزل کی طرف جاری ہے اور یہ حال واقع ہے۔ وَاتَّقُوا اللہَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس چیز میں جس میں اس نے تمہارا امتحان لیا ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللہَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (اور یقین کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) خواہ وہ ذکر ہو یا تقویٰ نصیحت حاصل کرنا وغیرہ ذلك یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعدہ و وعید ہے۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے

اَنْزَوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَٰلِكَ يُوعِظُ بِهِ مَنْ

نکاح کریں جبکہ آپس میں خوبی کے ساتھ رضا مند ہو جائیں۔ اس کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے

كَانَ مِنْكُمْ يَوْمُنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۲﴾

اور تم نہیں جانتے۔

اور اللہ جانتا ہے

تَفْسِيرُ آيَةِ ۳۲:

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ (اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں) یعنی ان کی عدت

ختم ہو جائے۔

بلوغ کا معنی:

نکتہ: دونوں کلاموں کا سیاق ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بلوغ کا دونوں جگہ معنی الگ الگ ہے۔ یہاں تو نکاح کے بعد بلوغ کا ذکر کیا گیا

ہے۔ اور یہ عدت کے بعد ہی ہوتا ہے۔ پس یہاں معنی ختم ہونا اور پہلی آیت میں رجعت کے بعد ذکر کیا اور رجعت عدت کے

دوران ہوتی ہے۔ اور پہلے میں معنی قریب اور اختتام ہونا ہے۔

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ۔ (پس تم مت ان کو روکو)۔ یعنی مت ان کو منع کرو۔

العضل۔ روکنا اور تنگی دینا۔

أَنْ يَنْكِحْنَ۔ (یہ کہ وہ نکاح کریں)۔ یعنی اس بات سے کہ وہ نکاح کریں۔

أَزْوَاجَهُنَّ۔ (اپنے خاوندوں سے) یعنی وہ خاوند جن کی طرف یہ عورتیں رغبت رکھتی ہیں اور وہ ان کے لئے مناسب بھی ہیں۔

عجیب استنباط:

مَنْعَتُكَلَّہ: اس سے بھی اشارہ نکلا کہ عورتوں کی تعبیر سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

نکتہ: آیت میں خطاب ان ازواج کو ہے۔ جو اپنی عورتوں کو ظلم کے طور پر عدت کے ختم ہونے کے بعد روکتے ہیں اور اس وقت بھی ان کو چھوٹ نہیں دیتے کہ وہ جن خاوندوں سے پسند کریں نکاح کر لیں۔ ان کو ازواج مایلوول کے اعتبار سے کہا گیا۔ یا خطاب اولیائے عورت کو ہے۔ جو ان عورتوں کو اپنے سابقہ خاوندوں کی طرف لوٹنے سے روکنے والے ہیں۔ ان کو ازواج ماضی کے اعتبار سے کہا۔

واقعہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ آیت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری جب انہوں نے اپنی بہن جملاء بن یسار کو اپنے سابقہ خاوند بداح بن عاصم عجلاتی کے ساتھ دوبارہ نکاح سے روکا۔ یا عام لوگوں کو خطاب ہے کہ تمہارے درمیان عضل یعنی روکنا نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ جب وہ پایا جائے اور لوگ اس سے راضی ہوں تو وہ تمام منع کرنے والے کے حکم میں ہوتے ہیں۔

اِذَا تَوَاصَوْا بَيْنَهُمْ۔ (جب وہ باہم رخصت ہو جائیں) یعنی جب مکلفی کا پیغام دینے والا اور عورتیں رضامند ہوں۔ بِالْمَعْرُوفِ (دستور کے مطابق) جو دین و مروت کے ساتھ اچھی شرائط یا مہر مثل کے ساتھ اور کفو میں کیونکہ جب دونوں میں سے ایک معدوم ہو تو اولیاء کو تعرض کرنا درست ہے۔ اور ذلک میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ یا ہر ایک مخاطب کو۔ يُوْعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو) اس لئے کہ نصیحت انہی میں کامیاب ہوتی ہے۔ ذَلِكْ يَهْدِي (اے لوگو) یعنی منع کرنا۔

اَزْطَلٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ (یہ تمہارے حق میں نفع دینے والی اور زیادہ پاک کرنے والی ہے) یعنی تمہارے لئے گناہوں کی گندگی سے زیادہ پاک کرنے والی ہے یا افضل اور اطیب ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ۔ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) اس چیز کو جس میں پاکیزگی اور طہارت ہے۔
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (اور تم نہیں جانتے ہو) اس کو

وَالْوَالِدَتُ يُرْضَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے اس کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلِّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا

اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ ماؤں کا کھانا اور پیرا ہے قاعدہ کے مطابق، کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی برداشت کے مطابق،

لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بَوْلِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ

نہ تکلیف دی جائے والد کو اس کے بچہ کی و سے اور نہ اس کو تکلیف دی جائے جن کا بچہ ہے اس کے بچہ کی و سے اور وارث کے ذی اسی طرح

ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَ اِفْصَالًا عَنْ تَرَايٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

سے لازم ہے۔ سو اگر دونوں آپس کی رضا مندی اور باہم مشورے سے دودھ پھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے،

وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ

اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلانا چاہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جبکہ تم ہر دو

مَا أَتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

جو کچھ ان کو دینا ملے کیا ہے قاعدہ کے موافق، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جنہیں تم کرتے ہو۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۳۳:

وَالْوَالِدَتُ يُرْضَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ (اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو) یہ سورۃ خبر ہے مگر امر مؤکد کے معنی میں ہے جیسا کہ پتر تصنیف میں امر بطور استحباب ہے یا بطور وجوب جبکہ بچہ ماں کا دودھ ہی قبول کرتا ہو یا اس کے لئے کوئی دایہ نہ ملتی ہو یا والد اجرت سے عاجز ہو۔ یا مطلقہ والدات مراد ہوں۔ اور نفقہ اور کپڑے بطور رضاعت واجب کئے گئے ہوں۔

حَوْلَيْنِ (دو سال) یہ ظرف ہے کَامِلَيْنِ (پورے دو) یہ حَوْلَيْنِ کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس میں تسامع ہو سکتا ہے جس طرح تم کہتے ہو۔ انک اقامت عند فلان حولین ولم تستكملہما تم نے فلاں کے ہاں دو سال قیام کیا۔ اور ان کو پورا نہ کیا ہو۔

لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ (اس شخص کے لئے جو رضاعت کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو) اس میں اس شخص کا بیان ہے جس کی طرف حکم متوجہ ہو۔ یعنی یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتا ہو۔

باب کی ذمہ داری:

حاصل کلام: یہ ہے کہ باپ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلائے ماں کے ذمہ نہیں۔ اور باپ کے ذمہ ہے یا لازم ہے کہ اس کے لئے ایک دایہ کا انتظام کرے۔ مگر یہ کہ ماں دودھ پلانے پر خوش دلی سے راضی ہو۔ اور وہ خود رضامندی ظاہر کرنے والی ہو۔ اس پر اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا اور ماں کو مزوری طلب کرنی جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ بیوی ہے یا معتدہ ہے۔
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ (اور والد پر) فُضِّمِر لَام کی طرف لوٹتی ہے اور لَام الٰذی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے عَلٰی الَّذِی یُولِدْ لَهُ وَهُوَ الْوَالِد

تَحْقُوق: کہ فاعلیت کی وجہ سے محل رفع میں ہے جیسا کہ علیہم غیر المعضوب علیہم۔ الفا تحت آیت نمبر ۷ میں ہے۔

مولودہ کی تعبیر میں حکمت:

سوال: یہاں مولود لہ فرمایا گیا والد نہیں فرمایا۔

جواب: تاکہ معلوم ہو جائے کہ ماؤں نے ان بچوں کو ان کے لئے جنا ہے۔ اس لئے کہ اولاد باپوں کی ہے نسب کی نسبت باپوں کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔ پس ان باپوں پر لازم ہے کہ وہ ان (والدات) کو کھانا اور کپڑا دیں۔ جبکہ وہ ان کی اولاد کو دودھ پلائیں۔ جیسا کہ دایہ کو کھانا کپڑا دیا جاتا ہے ذرا غور تو کرو۔ جہاں ایسا موقع نہ تھا۔ وہاں والد کا نام لے کر ذکر کیا سورۃ لقمان: ۳۳..... وَاسْتَوْصُوا بِیَوْمًا لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَیْئًا ط اور تم ذرو اس دن سے کہ والد اپنی اولاد کی طرف سے کام نہ آئے گا اور نہ مولود اپنے والد کے کچھ کام آسکے گا۔

رِزْقُهُنَّ وَیَكْسُوْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (ان کے خرچے اور کپڑے کی دستور کے موافق ذمہ داری ہے) یعنی بغیر فضول خرچی اور بغیر کمی کے۔ اس کی تفسیر لا تکلف نفس الا وسعها ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو ایسی چیز کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ جو اس کی وسعت میں نہیں۔ اور نہ وہ دکھ دیئے جائیں گے۔

لَا تُكَلِّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا (نہ تکلیف دی جائے گی کسی نفس کو مگر اس کی وسعت کے مطابق) یعنی جو پائی جائے یا امکان کی حد تک۔ التکلیف۔ اس چیز کو لازم کرنا جس کو تکلف میں ترجیح دی جاتی ہے۔

نحو و قراءت:

تَحْقُوق: وسعها۔ یہ لا تکلف کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ استثناء کی وجہ سے نہیں اور اَلَّا دو مفعولوں کے درمیان آیا ہے لَا تَضَارُّ قراءت: قرائے مکہ و بصرہ ابن کثیر و یعقوب نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ لا تکلف سے بدل ہے پس خبر بمعنی نہیں ہے۔ باقی قراء نے لَا تَضَارُّ کو نصب سے پڑھا ہے نہی مان کر۔

ان دونوں صورتوں میں معروف و مجہول ہونے کا احتمال ہے اور اس کی اصل تَضَارُّ یَا تَضَارُّ ہے بقیہ قراء نے لَا تَضَارُّ نہی پڑھا اور اصل تَضَارُّ پہلی راہ کو ساکن کر دیا اور دوسری میں ادغام کر دیا۔ اب دوسرا کن جمع ہوئے تو دوسری راہ کو فتح دیدیا۔

ضرر کی صورتیں:

وَالَّذَةُ بُؤْكَدَهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بُؤْكَدِهٖ (والدہ اپنے بیٹے کی وجہ سے اور نہ والد تکلیف دیا جائے بیٹے کی وجہ سے) نہ ماں اپنے خاوند کو تکلیف دے اپنے بیٹے کے سبب سے۔ وہ یہ ہے کہ نخرے کرے اور اس سے رزق اور کپڑے ایسے مانگے جو خلاف انصاف ہوں۔ اور اس کے دل کو پریشان کرے۔ لڑکے کی دیکھ بھال میں کوتاہی برتے۔ اور بچے کو اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد کہے کہ کوئی دودھ والی دایہ اس کے لئے تلاش کرلو۔ بس اسی طرح کی دیگر مائیں۔ یعنی نہ والد اپنی بیوی کو بیٹے کی وجہ سے تکلیف دے کہ اس سے ایسی چیز روک لے جو اس پر لازم ہے کپڑے اور رزق میں سے۔ یا اس سے بیٹا چھین لے حالانکہ وہ اس کو دودھ پلانا چاہتی ہو۔ جب یہ مجہول ہو پھر یہ ممانعت اس بات کی بنے گی۔ کہ عورت کو تکلیف پہنچے خاوند کی طرف سے اور تکلیف خاوند کو پہنچے عورت کی طرف سے لڑکے کی وجہ سے۔

دوسرا قول: لَا تَضَارُّ بِمَعْنٰی لَا تَضُرُّ ہے اور بآء اس کے صلہ میں آئی ہے۔ یعنی نہ نقصان پہنچائے والدہ اپنے بیٹے کو نہ اس کی غذا کا خیال رکھے۔ اور نہ نگہبانی اور نہ اپنے سے مانوس کرنے کے بعد والد کے سپرد کرے۔ اور والد نقصان دے بیوی کو اپنے بیٹے کے سبب۔ وہ اس طرح کہ عورت سے بچہ چھین لے یا اس کے حق میں کوتاہی کرے۔ جس کے نتیجہ میں وہ لڑکے کے حقوق میں کوتاہی کرے۔

نسبت میں حکمت:

تکلمتہ: والد اور والدہ دونوں کی طرف لڑکے کی نسبت کی تاکہ ان کی شفقت اور محبت میں جوش آئے۔ وہ دونوں اس پر خصوصی شفقت کریں۔ (اپنے اختلاف کو بھول جائیں)

وَعَلٰی الْوَارِثِ: یہ علی المولود لہ رزقہن و کسوتہن پر معطوف ہے اور ان کے درمیان میں معروف کی تفسیر ہے جو بطور جملہ معترضہ معطوف علیہ میں حاصل ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے۔ وعلی الوارث الصبی عند عدم الاب مثل ذلک۔ کہ بچے کے وارث پر والدہ نہ ہونے کی صورت میں اسی کی مثل ہے۔

مِثْلُ ذٰلِکَ۔ اس کی مثل سے مراد یعنی کپڑے اور رزق جو والد کی زندگی میں اس کے ذمہ تھا وارث پر بھی وہی لازم ہے۔

وارث کی تفسیر:

وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ نمبر ۱: ابن ابی لیلیٰؓ کے نزدیک ہر وہ جو اس کا وارث بنا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔

نمبر ۲۔ احناف کے نزدیک۔ ذی رحم محرم مراد ہے۔ کیونکہ قراءت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وعلی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک ہے۔

نمبر ۳۔ عند الشافعیؒ بیٹہ۔ والد کی جائیداد سے خرچہ ادا کیا جائے گا۔

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا (اگر دونوں دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں) یعنی دونوں ماں باپ دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں اور وہ ارادہ۔

عَنْ قَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ (رضامندی اور باہمی مشورے سے صادر ہونے والا ہو) فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (تو ان دونوں پر اس سلسلہ میں کوئی گناہ نہیں) ان الفاظ سے تحدید کے بعد توسع فرمایا گیا۔ کہ دو سال سے بڑھائیں یا کم کریں۔

التَّشَاوُرُ۔ (ایک دوسرے سے رائے لینا) یہ ثمر ثالعسل سے لیا گیا۔ جب کہ تم شہد کو چھتے سے نکالو۔ اور یہ اس لئے فرمایا تاکہ باہمی رضامندی سوچ و بچار کے ساتھ ہو۔ جس سے بچے کو تکلیف و ضرر نہ پہنچے۔

مصنف کا ذوق سلیم:

سُبْحَانَ الَّذِي أَدَّبَ الْكَبِيرَ وَلَمْ يَهْمَلِ الصَّغِيرَ وَاعْتَبَرَ اتِّفَاقَهُمَا لِأَنَّ لِلَّابِ النَّسْبَةَ وَالْوَلَايَةَ وَلِلَّامِ الشَّفَقَةَ وَالْعَنَابَةَ۔

مصنف کے یہ ذوقی جملے بعینہ نقل کئے گئے تاکہ پڑھنے والا ان کے ذوق سلیم کی داد دے بغیر نہ رہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے بڑے کو ادب سکھایا اور چھوٹے کو ضائع و بیکار نہ ہونے دیا۔ اور والدین کے اتفاق کا اعتبار کیا۔ کیونکہ باپ کو نسبت اور ولایت حاصل ہے۔ اور ماں کو امتا اور عنایت و ہاب حقیقی سے ملی ہے۔

اضافت عدلی کا فائدہ:

وَأِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوهُ أُولَادُكُمْ۔ اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہتے ہو۔ یعنی اولاد کم کی اضافت لام کے معنی میں ہے۔ لا اولاد کم۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ بعض نے کہا استرضع یہ ارضع سے منقول ہے۔ عرب کہتے ہیں ارضعت المرأة الصبی واسترضعتها الصبی عورت نے بچے کو دودھ پلایا۔ میں نے بچے کے لئے اس کا دودھ طلب کیا۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ یعنی تم دودھ پلانے والیوں سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ۔ تو ایک مفعول حذف کر دیا گیا۔ یعنی ماں کے علاوہ اور کسی عورت سے تم دودھ پلاتے ہو۔ جبکہ ماں انکاری ہے۔ یا دودھ پلانے سے عاجز ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ (پس کوئی گناہ نہیں جبکہ تم سپرد کردو)۔ دودھ پلانے والیوں کو۔ مَا أَتَيْتُمْ (جو تم نے دینا ہو) یعنی جو تم مزدوری دینے کا ارادہ رکھتے ہو۔

قرأت: مکی نے آیتیں یہ پڑھا ہے۔ یہ آتی إِلَهِ احْسَانًا سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ احسان کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورہ مریم۔ ۴۱ کان وعدۃ ماتیا میں یہی معنی ہے۔ پورا کیا ہوا۔ التسلیم یہ حوالے کرنا مستحب ہے۔ جواز کی شرط نہیں۔

بِالْمَعْرُوفِ یہ سلمتم کے متعلق ہے۔ یعنی اجرت مراضع کے سپرد کردو بطیب خاطر اور بسرور نفس وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین کرلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اس پر تمہارے اعمال مخفی نہیں۔ پس وہ ان اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

وَالَّذِينَ يَتُوفُّونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِانْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں اپنی جانوں کو روکے رکھیں چار مہینے

وَعَشْرًا ۚ اِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ

دس دن، پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی میعاد کو سو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ عورتیں اپنی جانوں کے بارے میں خوبی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۲﴾

کوئی فیصلہ کر لیں، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

۲۳۲: وَالَّذِينَ يَتُوفُّونَ مِنْكُمْ۔ (وہ جو تم میں سے مر جائیں) خوفیت و استوفیت اس وقت بولتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا پورا لیا جائے۔ یعنی ان کے ازواج کو پورا پورا لے لیا جائے۔ وَيَذَرُونَ (اور وہ چھوڑ جائیں)۔

انتظار کا مطلب:

اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِانْفُسِهِنَّ (وہ بیویاں وہ روکیں اپنے کو) یعنی ان کی بیویاں اپنے آپ کو روکیں جو تم میں سے فوت ہو جائیں۔ یعنی عدت گزاریں یا مطلب یہ ہے۔ ان کے بعد اپنے آپ کو روکیں اور انتظار کریں۔ بَعْدَهُمْ (معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا) جو جملہ خبر ہے اس میں ایک ضمیر ہونی چاہیے۔ جو مبتداء کی طرف لوٹنے والی ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وَاَزْوَاجُ الَّذِينَ يَتُوفُّونَ يَتَرَبَّصْنَ بَعْدَهُمْ۔

قراءت: مفضل نے يَتُوفُّونَ معروف یا کے فتح سے پڑھا اور اس کا معنی اپنی عرس پوری کر لیں۔

تذکرہ میں لیلیٰ کا لحاظ:

اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ چار ماہ دس دن یعنی دس راتوں کے ساتھ دن بھی داخل ہوں گے۔ لفظ عشر کو مؤنث لانا لیلیٰ کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اہل عرب جب عدد کو لیلیٰ و ایام میں مبہم ذکر کرتے ہیں۔ تو لیلیٰ کا لحاظ کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صمت عشرًا۔ جبکہ قرآن مجید میں فرمایا: اِنْ لَبِثْتُمْ الْاَعْشُرًا۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ (جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں)۔ یعنی پس اگر ان کی عدت ختم ہو جائے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) اسے ائما و احکام

فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ (جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں دستور کے مطابق کریں)۔ یعنی مکتفی کرنے والوں کا پیغام وصول کرنا۔ بِالْمَعْرُوفِ دستور کے مطابق یعنی اس طریق سے جس کو شرع درست قرار دیتی ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے)۔ یعنی تمہارے باطن سے واقف ہے۔ (اس کے مطابق جزا دے گا)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنُتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو کنائیہ نکاح کا پیغام دیدو یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو،

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تَأْوَعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا

اللہ کو معلوم ہے کہ بے شک تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے۔ اور لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کر لینا، مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو

مَعْرُوفًا وَلَا تَعْرِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا

جو عقدہ کے موافق ہو، اور تم نکاح کرنے کا ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت قانون کے مطابق ختم ہو جائے، اور تم جان لو

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

کہ بے شک اللہ جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۰
ع
۱۴

تفسیر آیت ۲۳۵:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ (تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اسیں کہ تم اشارۃً ان عورتوں کو نکاح کا پیغام دو)۔

تعریض و کنایہ کا فرق:

خطبہ کا مطلب طلب نکاح اور تعریض یہ ہے کہ تم کہو بیشک تو خوبصورت ہے۔ یا نیک ہے۔ اور میرا مقصد نکاح کرنا ہے۔ اس طرح کا قدم جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو اس کے لئے روک کر رکھے۔ اگر وہ پسند کرے۔ البتہ صراحت نکاح کی نہیں کر سکتا۔ کہ اس طرح کہے۔

انی اریدان التزوج کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تعریض و کنایہ کا فرق۔ یہ معنی کہ کسی چیز کا ذکر ان الفاظ کے علاوہ دیگر الفاظ سے کرے۔ جو اس کے لئے بنائے گئے اور مخصوص ہیں۔ کنایہ کہلاتا ہے۔

اور تعریض کسی چیز کا تذکرہ کرنا جو دلالت کے انداز سے ہو مثلاً محتاج کہے کہ میں سلام کرنے آیا ہوں۔ اور آپ کے سخاوت والے چہرے کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ اس لئے اہل عرب کہتے ہیں۔

حسبك بالتسليم منی تقاضیا گویا اس نے کلام ایسے انداز سے کیا جو قائل کی غرض پر دلالت کرتا ہے۔
أَوْ أَكْنُتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ (یا اپنے دلوں میں چھپاؤ) یعنی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ اور اپنے دلوں میں رکھو اور زبان سے تعریض و تصریح کسی طور پر ظاہر نہ کرو۔

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم عنقریب ان کا تذکرہ کرو گے) یعنی ہر صورت ان کا تذکرہ کرو گے۔ ان کی طرف رغبت کو زبان سے ظاہر کرنے سے نہیں روکے۔

وَلَكِنْ لَا تَأْتُوا عِدَّوَهُنَّ مِيسِرًا (لیکن ان سے خفیہ جماع کا وعدہ نہ کرو)۔ کیونکہ یہ پوشیدہ کیے جانے والے افعال میں سے ہے۔ یعنی عدت میں اس طرح مت کہو کہ میں جماع پر قدرت رکھتا ہوں۔

إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا (مگر یہ کہ ان سے دستور کی بات کہو)۔ تعریض و کنایہ سے الّا کا تعلق لا تو اعدوہن سے ہے یعنی لا تو اعدوہن مواعدا قطع۔

الا مواعدا معروفة غیر منکرة ان سے وعدہ نہ لو پختہ وعدہ مگر دستور کا وعدہ جو نامناسب نہ ہو۔

عزم فعل کی طرح ہے:

وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَةَ النِّكَاحِ (اور عقد نکاح کا قصد نہ کرو) یہ عزم الامر اور عزم علیہ پختہ ارادہ کرنا عقد نکاح کی نہی میں مبالغہ کیلئے عزم عقد سے منع فرمایا۔ کیونکہ کسی فعل کا پختہ ارادہ اس پر اقام کرنا ہی ہوتا ہے۔ جب عزم سے منع فرمایا تو فعل کی ممانعت اور زیادہ ہوگئی۔ مطلب یہ ہے کہ نکاح کی گرہ کو باندھنے کا عزم مت کرو۔ یا دوسرا قول: نکاح کی گرہ کو قطعی مت کرو۔ کیونکہ عزم کی حقیقت قطع ہے۔ اور اس حدیث کا یہی معنی ہے۔

لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَعْزِمِ الصِّيَامَ مِنَ اللَّيْلِ۔ جو رات کو روزے کا قطعی فیصلہ نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ اور دوسری روایت میں لم یبیت الصیام (نسائی) بھی وارد ہوئے ہیں۔ قطعی فیصلہ مراد ہو گیا مطلب آیات کا یہ ہے۔ عقد نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو۔

حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ جب تک کہ لکھا ہوا اپنے وقت کو نہ پہنچ جائے۔ یعنی یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔ عدت کو کتاب کہا کیونکہ اس کی فرضیت کتاب سے ثابت ہوئی مطلب یہ ہوا کہ یہاں تک لکھا ہوا انتظار اپنے وقت مقررہ یعنی انتہاء کو نہ پہنچ جائے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ تَمَّ بَقِيَّتُكُمْ كَرُوءِ۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یعنی وہ پختہ ارادہ جو جائز نہیں۔

فَاخْذِرُوا پَسِ اس سے ڈرو یعنی اس کا پختہ ارادہ نہ کرو۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ حَلِيمٌ۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حلم والے ہیں۔ اسی لئے تمہیں جلدی سزا نہیں دیتے (بلکہ مہلت دیتے ہیں) شَتَائِ بَنُورَانِ: یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نہ تو بیوی کو طلاق دی تھی اور نہ ہی اس کا مہر مقرر کیا تھا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ

کوئی گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو جبکہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو اور مہر مقرر نہ

فَرِيضَةً ۖ وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا

کیا ہو اور ان کو متعہ دے دو، گنجائش رکھنے والے پر گنجائش کے بقدر ہے، اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے موافق ہے، یہ فائدہ پہنچانا

بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

عمدہ طریقہ پر ہو، واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں پر۔ اور اگر تم ان کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ

تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ

ان کو چھوا ہو حالانکہ ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس صورت میں اس کا آدھا ہے جتنا تم نے مقرر کیا ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں

أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا

یا وہ بخش معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گڑھ ہے، اور یہ بات کہ تم معاف کر دو زیادہ قریب ہے تقویٰ سے۔ اور نہ

تَسْأُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

پوچھو آپس میں احسان کرنے کو، بے شک اللہ اس کو دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۳۶:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ تم پر کچھ گناہ نہیں یعنی تم پر وجوب مہر کا تاوان نہیں۔

إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ۔ اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ یہ شرط ہے۔ اور اس کے جواب پر لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ دلالت کر رہا ہے۔ نقد یہ کہلام یہ ہے۔ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں)۔

مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ (جب تک کہ تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو)۔ یعنی ان سے مجامعت نہ کی ہو۔ ماشرطہ ہے۔ یعنی ان لم تجماعوهن۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہ کی ہو۔

اختلاف قراءت:

حمزہ علی رحمہما اللہ نے قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا اس کو

نَمَسُوهُنَّ پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ فعل دو کے درمیان ہوئے والا ہے۔

اَوْ تَقْرَضُوْا لَهُنَّ قَرِيْضَةً اَوْ رَهْنًا مَّقْرُرًا كَمَا هُوَ اَنْ كَلَّ مَهْرًا لِّمَهْرِيَّاهَا بِمَكِّ كَتَمَ
مقرر کرو۔ فرض القریضۃ مہر مقرر کیا۔

غیر موطوءہ کا مہر:

مَنْ يَنْتَلِہ: اگر مطلقہ غیر موطوءہ ہے۔ تو مقررہ مہر کا نصف اس کو دیا جائے گا اور اگر مہر مقرر ہی نہ ہو تو مہر مثل کا نصف نہ دیا جائے گا
بلکہ جوڑا دیا جائے گا۔

وَمَتَّعُوْهُنَّ اَوْ تَمَّ اَنْہیں متحدہ۔ یہ فعل محذوف کا معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فَطَلَّقُوْهُنَّ وَ مَتَّعُوْهُنَّ طَلاَقِ دے دو
اور انہیں فائدہ پہنچاؤ اور متحدہ۔ تین کپڑے چادر اور ہنسی کرتے ہیں۔ عَلٰی الْمُؤْبَعِ (دست والے پر) یعنی وہ جس کو وسعت
حاصل ہے۔ قَدْرُہُ اس مقدار کے مطابق جس کی وہ قدرت رکھتا ہو۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ باقی کوئی قراء نے قَدْرُہُ دال کے جزم سے پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

وَعَلٰی الْمُفْقِرِ تنگ دست پر۔ تنگ حال والا۔ اور اس بات کی دلیل کہ مہر کا تاوان گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔
وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مَا قَرَضْتُمْہُمْ ہے۔ پس نصف فرض تم سے اس گناہ کا اثبات جس کی اس جگہ نفی فرمائی قَدْرُہُ
اس کی حیثیت سے اور یہ متحدہ مستحب ہے۔ مَتَّاعًا یہ مَتَّعُوْهُنَّ کی تاکید ہے۔ یعنی متعہ ہن تم ان کو متحدہ دے دینا۔
بِالْمَعْرُوْفِ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شرع میں مستحسن ہے۔ اور عروت کے اعتبار سے درست ہے۔ حَقًّا
یعنی حق ہے یہ متاع کی صفت ہے۔ یعنی ایسا متحدہ جو ان پر واجب ہے۔

یاد دہر قول: حَقٌّ ذٰلِكَ حَقًّا یہ ثابت ہوا ثابت ہوتا۔

مستقبل کا محسن:

عَلٰی الْمُحْسِنِيْنَ (نیکی کرنے والوں پر)۔ مسلمانوں پر یا ان لوگوں پر جو مطلقات پر متحدہ کر احسان کرتے ہیں۔

سوال: ان کے فعل کرنے سے قبل ہی ان کو محسنین کیوں فرمایا۔ حالانکہ ابھی انہوں نے احسان تو نہیں کیا؟

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد: مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهُ سَلْبُهُ (بخاری و مسلم) تو قاتل مائے دل کے
اعتبار سے کہا۔ اور یہ احسان و تبرع نہیں جو اس کے ذمہ نہ ہو بلکہ یہ متحدہ تو واجب ہے۔

پھر اس عورت کا حق بتلایا کہ طلاق دیتے وقت اس کا مہر مقرر تھا مگر طلاق قبل اُس واقع ہو گئی۔ پس فرمایا۔

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوْهُنَّ (اگر تم ان کو طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو)۔ اِنْ یہاں
فعل پر داخل ہوا بتا دیا کہ مصدر فعل موضع جریں ہے یعنی اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو۔

وَ قَدْ قَرَضْتُمْ (اور تم معین کر چکے ہو) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ تم نے معین کر دیا۔

لَهُنَّ قَرِيْضَةٌ (ان کے لئے مہر)

فَيَنْصِفُ مَا قَرَضْتُمْ اِلَّا اَنْ يَعْفُوْنَ (پس نصف ہے اس کا جو تم نے مقرر کیا مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں) مراد اس

سے مطلقات ہیں۔ ان فعل کے ساتھ استثناء کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ پس تم پر نصف ہے جو تم نے مقرر کیا۔ تمام اوقات میں مگر اس وقت میں کہ وہ تم سے نصف مہر معاف کر دیں۔

صیغوں میں فرق:

سوال: مردوں کے لئے یعفو اور عورتوں کے لئے یعفون کا صیغہ لایا گیا۔ حالانکہ تانیث و تذکیر کا فرق ہوتا چاہیے۔

جواب: یعفو۔ اس میں واؤ ضمیر ہے اور نون علامت رفع تھی ان کی وجہ سے گر گئی اور یعفون میں واؤ لام کلمہ ہے اور نون ضمیر جمع مؤنث ہے اس لئے عامل کا اس میں چنداں اثر نہیں۔ او یعفوا۔ یہ یعفون کے محل پر معطوف ہے۔

نکاح کی گرہ والا:

الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی خاوند جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تفسیر فرمائی۔ اور یہی سعید بن جبیر اور شریح اور مجاہد۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول جدید بھی یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ پس عقد کو باقی رکھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شرعی واجب تو نصف مہر ہی ہے مگر عورت کل کو ساقط کر دے تو اس کی مرضی۔ یا مرد اپنی عظمت کا خیال کرتے ہوئے تمام ادا کر دے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا پرانا قول یہ ہے کہ بیدہ عقدہ النکاح سے ولی مراد ہے۔

ایک اہم سوال:

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق ولی چھوٹی بچی کے حق میں تبرع کا مالک نہیں تو یہاں بڑی عورت کے سلسلہ میں عقدہ النکاح کیسے بن گیا۔

تحقیق: ان تعفو۔ یہ بتاویل مبتداء ہے اور اقرب للتقویٰ یہ خبر ہے اس میں خطاب ازواج اور زوجات کا بطور تغلیب ہے۔

مقام عفو:

زواج میں نے اس کو ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ خاوند کا عفو یہ ہے کہ وہ کل مہر دے دے اور یہ عفو اس کے حق میں بہت بہتر ہے اور عورت کا عفو تمام کا وصول نہ کرنا بلکہ تمام سے دستبردار ہونا یہ عورت کے لئے بہت بہتر ہے۔

یاد دوسرا قول: خاوندوں کے لئے عفو بہت بہتر ہے۔

وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ (اور تم فضل کو نہ بھلاؤ) یہاں فضل افضلیت کے معنی میں ہے۔

بَيْنَكُمْ (اے درمیان) یعنی اس بات کو مت بھولو کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے جیسے دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے) پس وہ تمہاری افضلیت پر تمہیں بدلہ دیگا۔

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَنِتِينَ ﴿۲۳۸﴾

پابندی کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی، اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲۳۸:

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ (تم تمام نمازوں کی حفاظت کرو) یعنی ان کو ان کے اوقات میں ادا کرنے کا التزام کرو۔ اور ان کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے کا التزام کرو۔

نماز عصر کی عظمت:

وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ (اور درمیانی نماز) یعنی جو نمازوں کے درمیان میں ہو۔ یعنی فضیلت والی۔ عرب کے لوگ فضیلت والی چیز کے لئے وسط کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ کو مفرداً کر صلوٰت پر عطف کیا کیونکہ یہ نماز فضیلت میں منفرد مقام رکھتی ہے اور وہ صلوٰۃ عصر ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

دلیل نمبر ۱: اس لئے کہ حضور ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مشغول کیا یعنی صلوٰۃ عصر سے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔ (بخاری، مسلم، احمد)

نمبر ۲۔ رسول اللہؐ نے فرمایا یہی وہ نماز ہے کہ جس سے سلیمان مشغول ہوئے یہاں تک کہ سورج حجاب میں چھپ گیا۔ (ابن ابی شیبہ) نمبر ۳۔ مصحف حصہ بیچ میں الصلوٰۃ الوسطیٰ۔ صلوٰۃ العصر کے الفاظ ہیں۔

نمبر ۴۔ یہ نماز دو دن اور دو رات کی نمازوں کے درمیان میں واقع ہے۔

نمبر ۵ اور اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی تجارت اور معیشت کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔

تفسیری اقوال:

دوسرا قول: یہ نماز ظہر ہے کیونکہ یہ دن کے درمیان میں ہے۔

تیسرا قول: نماز فجر ہے۔ کیونکہ یہ دن کی دو اور رات کی دو نمازوں کے درمیان ہے۔

چوتھا قول: نماز مغرب ہے کیونکہ یہ دو اور چار رکعات کے مابین تین رکعات والی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ دوسری نمازوں اور دو جہری نمازوں کے درمیان ہے۔

پانچواں قول: نماز عشاء ہے کیونکہ وہ دو طاق نمازوں کے درمیان ہے یعنی مغرب اور نماز وتر۔

چھٹا قول: یہ ایلاہ القدر کی طرح غیر معین ہے تاکہ تمام نمازوں کی حفاظت کریں۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَدْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ

بمگر اگر تم کو خوف ہو تو کھڑے ہوئے یا سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو، پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم

تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳۹﴾

نہیں جانتے تھے۔

قنوت قیام ہے:

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو) یعنی نماز میں

خجوع: قانتین۔ یہ حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم اطاعت کرنے والے اور خشوع کرنے والے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کو قیام میں یاد کرنے والے ہو۔

القنوت۔ کا معنی قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

دوسرا قول: اس میں کہ وہ قیام کو لمبا کرنے والے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۳۹:

فَإِنْ خِفْتُمْ (پس اگر تم کو خوف ہو) یعنی دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی۔

فَرِجَالًا (پس پیدل) یہ حال ہے یعنی تم پیدل نماز پڑھو۔ رجالاً جمع راہل ہے جیسے قائم اور قیام۔

أَوْ رُكْبَانًا (یا سواری پر) یعنی ایک اکیلے اشارہ کے ساتھ۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہ ہوگا۔

فَإِذَا أَمِنْتُمْ (جب تم امن میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو جائے۔

فَادْكُرُوا اللَّهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی پس امن والی نماز پڑھو۔

كَمَا عَلَّمَكُم (جیسا اس نے تمہیں سکھایا) یعنی یاد کرنا اس طرح جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔

مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (وہ باتیں جو تم نہ جانتے تھے) یعنی صلوٰۃ امن۔

وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ اَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور جو لوگ وفات پا جائیں اور چھوڑ جائیں بیویوں کو وصیت کر دیں اپنی بیویوں کے لئے متاع ہونے کی

اِلَى الْاَحْوَالِ غَيْرِ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْ

ایک سال تک اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں، پس اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں جو وہ اپنی

اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾

جانوں کے لئے قاعدہ کے مطابق اختیار کر لیں، اور اللہ عزت والا ہے، حکمت والا ہے۔

تَفْسِیْرُ آیْتِ ۲۴۰:

وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ اَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا (اور وہ جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور چھوڑ جائیں بیویاں وصیت کرنا ہے اپنی بیویوں کے لئے)

نحو و اختلاف قراءت:

شامی ابو عمرو اور حمزہ حفص نے وصیۃ کو نصب سے پڑھا ہے فلیوصوا وصیۃ۔ وہ وصیت کریں وصیت کرنا۔ یہ زجاج روایت سے مروی ہے۔ اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے یعنی فعلیہم الوصیۃ ان پر وصیت لازم ہے۔

نمبر ۱۔ متاعاً یہ وصیت کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ مصدر لیو صوا وصیۃ متاعاً وہ وصیت کریں وصیت فائدہ دینے کی۔

منسوخ و ناسخ کا ذکر:

دوسرا قول: متعوهن متاعاً۔ تم ان کو سامان کا فائدہ دو۔

اِلَى الْاَحْوَالِ (ایک سال تک) یہ متاعاً کی صفت ہے۔

غیر اخراج (بلا نکالے) یہ مصدر مذکر ہے جیسا تمہارا قول هذا القول غیر ماقول۔ میں غیر ماقول قول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: متاعاً سے بدل ہے مطلب آیت کا یہ ہوا کہ ان لوگوں پر حق بنتا ہے کہ جو فوت ہو رہے ہوں کہ وہ قریب المرگ

ہونے سے پہلے بیویوں کے متعلق وصیت کریں کہ ان کی بیویاں ان کے بعد ایک سال مکمل نان و نفقہ لے لیں گی۔ یعنی یہ خرچہ ان

پر ترک میت مشترکہ میں سے کیا جائے گا اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے۔

ابتداءً اسلام میں یہ مقرر کیا گیا پھر اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔

والذین يتوفون منكم ويذرون ازاوا الى قوله اربعة اشهر و عشرا۔ یہ نسخ والی آیت اگرچہ تلاوت میں مقدم

ہے مگر نزول میں متاخر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد میقول السفهاء من الناس سورة البقرة۔ آیت نمبر ۱۳۲ میں ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۲۴۱﴾ كَذَلِكَ

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے فائدہ پہنچانا ہے ایسے طریقہ پر، یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر، اسی طرح اللہ بیان

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۴۲﴾

تا کہ تم سمجھو۔

فرماتا ہے اپنی آیات

قد نرئى تقلب وجهك لى السماء البقرہ آیت نمبر ۱۳۴۔ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے اور قد نرئى تلاوت میں متاخر اور نزول میں مقدم ہے۔

فَإِنْ خَرَجْتَ (پس اگر وہ نکل جائیں) یعنی ایک سال کے بعد۔
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِى مَا فَعَلْتُمْ فِى أَنْفُسِهِنَّ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں کریں) یعنی زینت، پیغام منگنی کا وصول کرنا۔

مِنْ مَّعْرُوفٍ (دستور کے مطابق) یعنی شرعاً غلط نہ ہو۔
وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (اور اللہ زبردست حکمت والا ہے) ان احکام میں جو وہ کرتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۴۱:

وَالْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ (مطلقہ عورتوں کو فائدہ دینا ہے) یعنی عدت کا نفقہ۔
بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (دستور کے موافق یہ حق ہے متقین پر) حَقًّا یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۴۲:

كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آیات بیان کرتے ہیں تا کہ تم سمجھو) اگر اس سے مراد متعہ ہو تو مراد مطلقہ مذکورہ کے علاوہ ہے اور یہ متعہ مستحب ہے۔
تَعْقِلُونَ یہ محل رفع میں اول کی خبر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اَلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمْ

تو نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ تعداد میں ہزاروں تھے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ

اَللّٰهُ مُوْتُوْا ۚ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ

نے کہ مر جاؤ، پھر ان کو زندہ فرما دیا، بے شک اللہ ضرور فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۚ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۴

لوگ شکر نہیں کرتے اور قتال کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ 'سمیع' والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۳:

اَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) یہ ہمزہ تقریر و تاکید کے لئے ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اہل کتاب اور احبار اولین سے یہ واقعہ سن رکھا تھا اور ان کی حالت پر تعجب کے اظہار کے لئے بھی ہے۔

دوسرا قول: یہ کلام تعجب دلانے میں ایک مثل بن گیا۔ اس سے ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو نہ دیکھا اور نہ سنا تھا۔ تاکہ مثل سے بے خبر ہونے سے ان پر تعجب کا اظہار ہو۔

دیار سے مراد:

اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے نکلے) یعنی اپنی بستی و شہر سے بعض نے کہا یہ بستی واسط ہے جہاں طاعون پڑنے پر لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔

دوسرا قول: یہ بنی اسرائیل کے لوگ ہیں ان کے بادشاہ نے ان کو جہاد کی دعوت دی۔ تو یہ موت سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آٹھ دن تک موت کی نیند سلا یا۔ پھر ان کو زندہ کیا۔

وَهُمْ اَلُوْفٌ (اور وہ ہزاروں تھے) ۚ: یہ حال ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ اَلُوْفٌ کا لفظ کثرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جمع کثرت ہے یہ اَلْف کی جمع ہے۔ اَلَف کی نہیں۔

حَذَرَ الْمَوْتِ (موت کے ڈر سے) یہ مفعول لاء ہے۔

فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ مر جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔

موت، موت میں فرق:

نکتہ: یہ انداز تعبیر اس لئے اختیار فرمایا گیا تاکہ ظاہر ہو کہ ان تمام کی موت ایک آدمی کی طرح تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و مشیت سے یہ

موت عاۃ موت سے مختلف ہے۔

اس میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا کہ جب موت کے بغیر چارہ کار نہیں۔ اور اس سے بھاگنے کا چارہ نہیں تو زیادہ بہتر ہے کہ وہ موت اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔

ثُمَّ أَحْيَاهُمْ (پھر ان کو زندہ کیا) تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور جان لیں اللہ کے حکم و فیصلے سے بھاگنا ممکن نہیں۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ پس وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فقال لهم الله موتوا کا معنی ہی یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ وہ معنوی اعتبار سے اس پر عطف تھا۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان کو ایسے واقعات دکھاتے ہیں جن سے وہ عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ ان کو دکھایا اور جیسا ان کا واقعہ بیان کر کے تمہیں دکھایا۔

یا دوسرا قول: لوگوں پر فضل فرمانے والے ہیں کہ ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور کامیاب ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے۔ تو ان کو مردہ چھوڑ دیتے۔ قیامت کے دن تک

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اس پر)

۲۴۴: اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے لایا گیا۔ یہ بعد والا واقعہ لائے اور اس میں قتال کا حکم دیا۔ اور وہ یہ ارشاد ہے۔

آماجگی بر جہاد:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو) اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا۔ یہ بتلانے کے بعد کہ موت سے فرار فائدہ مند نہیں۔

یہ خطاب امت محمدیہ ﷺ کو فرمایا۔ یا

دوسرا قول: ان کو خطاب ہے جن کو زندہ کیا گیا۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ (اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والے ہیں) جو باتیں پیچھے رہنے والے اور سبقت کرنے والے کرتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ (جاننے والے ہیں) ان چیزوں کو جو انسان کو نقصان دینے والی ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ

کون ہے جو قرض دے اللہ کو قرض حسن، پھر اللہ اس کے لئے اضافہ فرما دے چند در چند بہت سے اضافے فرما کر، اور اللہ

يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾

ٹھیک فرماتا ہے اور کشادہ فرماتا ہے، اور اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

۲۳۵۔ مَنْ ذَا الَّذِي (کون ہے ایسا) جو قرض دے۔ تَخْجُو: مَنْ استفہام کے لئے ہے۔ اور مبتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اور ذَا اس کی خبر ہے۔ الذی یہ ذا کی صفت ہے۔ یا بدل ہے۔ يَقْرِضُ اللَّهُ (وہ اللہ تعالیٰ کو قرضہ دے) یہ جملہ الذی کا صلہ ہے۔

قرض کہنے کی حکمت:

نکتہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کو قرض فرمایا۔ کیونکہ قرض اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال میں سے دوسرے کو اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے برابر اس کو واپس پھیر دے۔ اور قرض کا لغوی معنی قطع کرنا ہے اور اس کو قرض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو وہ اپنے مال سے قطع کرتا ہے اور مقرض کو دیتا ہے اور مقرض قینچی اور قرض الفار۔ اقراض تمام میں کاٹنے کا مقہوم ہے اس کو قرض کہہ کر متنبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو اپنے پاس نہ رکھے گا۔ بے شک وہ ان کو بہر صورت اس پر بدلہ عنایت فرمائے گا۔ قَرْضًا حَسَنًا (قرض حسن) یعنی پاکیزہ مال میں سے جو بطیبت خاطر دیا جائے اس سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے اسلئے کہ جب قتال کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو اس میں مال کی ضرورت ہوگی۔ اسلئے صدقہ پر آمادہ کیا تاکہ اسباب جہاد مہیا کیے جائیں۔ فَيُضِعُّهُ لَهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو کئی گنا کر دے)

قراءت: نمبر ۱۔ ابن عامر اور عامر نے استفہام کا جواب بنا کر ان مقدورہ کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ باقی قراء ابو عمرو۔ نافع، حمزہ اور علی رحمہم اللہ نے بقرض پر عطف کر کے اس کو مرفوع پڑھا ہے۔ یا جملہ مستانفہ ہے۔ ای فہو يَضَاعِفُهُ۔ نمبر ۲۔ شامی نے فَيُضِعُّهُ پڑھا۔ جبکہ کسی نے فَيُضِعُّهُ پڑھا۔ بقیہ قراء نے معاملہ کے صیغہ سے ہی پڑھا۔ أَضْعَافًا (بڑھانا) یہ مصدر کی جگہ ہے۔

کَثِيرَةً (بہت زیادہ) کہ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یہ بھی کہا گیا کہ ایک کا بدلہ سات سو۔ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ (اور اللہ تعالیٰ تنگدست کرتا ہے اور کھولتا ہے) یعنی اپنے بندوں پر رزق کو تنگ کرتا ہے اور وسیع کرتا ہے پس تم بوقت وسعت بخل نہ کرو۔ وہ وسعت کے بدلے تنگی نہ دے گا۔

قراءت: یبسط۔ حمازی، عامر اور علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) پس وہ تمہیں اس پر جو تم نے آگے بھیجا بدلہ عنایت فرمائے گا۔

الْمَرَّ إِلَى الْمَلَأِ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَهُمْ

کیا آپ کو بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا قصہ معلوم ہے جو موسیٰ کے بعد پیش آیا، جب انہوں نے اپنے نبی سے عرض کیا

اَبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

کہ مقرر کر دیجئے ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں، انہوں نے فرمایا کیا ایسا ہو گا کہ اگر تم پر قتال فرض

الْقِتَالُ اَلَا تُقَاتِلُوْا ط قَالُوا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کیا کیا تو تم قتال نہ کرو؟ وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں

وَقَدْ اَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَانَا ط فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

حالانکہ ہم نکال دیئے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں کے پاس سے، پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا

تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

تو پھر گئے سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے،

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۳۶:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَأِ (کیا تم نے اس جماعت کو نہیں دیکھا) یعنی شرفاء۔ ان کو ملاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ دلوں کو راہنمائی ہے پھر دیتے ہیں اور انھوں کو رعب سے۔

مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ (بنی اسرائیل میں سے) یہاں مِنْ تعضیضہ ہے۔

واقعة بنی اسرائیل:

مَنْ بَعْدَ مُوسَى۔ (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) یعنی ان کی وفات کے بعد یہاں مِنْ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔

اِذْ قَالُوا (جب انہوں نے کہا)

لِنَبِيِّ لَهُمْ (اپنے پیغمبر کو) اور وہ شمعون یا یوشع یا شموئیل علیہم السلام تھے۔

اَبْعَثْ لَنَا مَلِكًا (تو ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر) یعنی تو ہمارے ساتھ قتال کے لئے اٹھا بطور امیر کے ایک شخص تاکہ

اس کی رائے سے ہم لڑائی کی تدبیریں کریں۔ اور اس کے حکم پر اتریں۔

نُقَاتِلُ (ہم قتال کریں) یہ جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور نون کے ساتھ ہے۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) یہ نقاتل کا صلہ ہے۔

قَالَ (ان کو نبی علیہ السلام نے کہا)۔

هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (کیا قریب ہے کہ اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے)

قراءت: عَسَيْتُمْ۔ کو عَسَيْتُمْ جہاں بھی آئے نافع نے پڑھا ہے۔

عَسَىٰ کی خبر اور اسم میں فاصل شرطان کتب علیکم القتال ہے۔ اور عَسَىٰ کی خبر اَلَا تُقَاتِلُوْا ہے اب مطلب یہ ہوا کیا تم قریب ہو اس بات کے کہ نہ قتال کرو تم۔ یعنی کیا بات اس طرح ہے جیسے میں توقع کرتا ہوں۔ کہ تم نہ قتال کرو گے۔ بلکہ بزدلی کرو گے۔ بل استفہامیہ داخل ہے تاکہ ان سے وہ پوچھا جائے جس کی ان کو ان سے توقع تھی۔ اور مقصد استفہام سے تقریر ہے اور ثابت کرنا ہے کہ جس کی توقع ہے وہ ہونے والا ہے اور وہ اپنی توقع میں درست ہے۔

قَالُوا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (انہوں نے کہا ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑیں گے) یعنی ترک قتال کی طرف کوئی چیز ہمیں دعوت دینے والی ہے اور ترک قتال میں ہمارا کیا مقصد پورا ہوتا ہے۔

قصہ خروج بنی اسرائیل:

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اٰتَيْنَا هُمْ (حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے نکالا گیا)

وقد میں واؤ حالیہ ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ قوم جالوت مصر و فلسطین کے درمیان رہتے تھے۔ انہوں نے ان کے ۴۳۰ شہزادے قید کر لیے تھے۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے تو جہاد ضروری ہے۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا) یعنی جس چیز کی تم نے التماس کی ہے۔ آؤ اس کو قبول کرو۔ تَوَلَّوْا (انہوں نے منہ موڑا) یعنی اس سے اعراض کیا۔

اَلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) ان کی تعداد ۳۱۳ تھی جتنی کہ اہل بدر کی تھی۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتے ہیں) اس میں انہوں نے ترک جہاد کی جو زیادتی کی تھی۔ اس پر یہ

وعید ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ

اور کہا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ وہ کہنے لگے کہ ان کو

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ط

ہم پر حکمران ہونے کا حق کیسے پہنچتا ہے حالانکہ ہم ان سے زیادہ عسکرانی کے مستحق ہیں اور ان کو مال منہائش نہیں دی گئی،

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط

ان کے نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے ان کو تم پر حکمرانی کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم میں اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔

وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔ اور کہا ان سے ان کے نبی نے

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا

کہ بلاشبہ اس کے حکمران ہونے کی یہ نشانی ہے کہ آجائے گا تمہارے پاس تابوت جس میں سکینہ ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی

تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

چیزیں ہیں ان میں سے جنہیں چھوڑا تھا آل موسیٰ اور آل ہارون نے جس کو فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے تمہارے لئے

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾

اگر تم ایمان والے ہو۔

۲۳۷: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ ان کے پیغمبر نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے

طالوت کو مقرر فرمایا ہے۔ تَحْمِلُوهُ: طالوت یہ جالوت کی طرح عجی نام ہے اور اسی طرح داؤد بھی یہ غیر منصرف ہیں علیت کی وجہ

سے اور عجم ہونے کی بناء پر

مَلِكًا۔ (ایک بادشاہ) یہ حال ہے۔

قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا (انہوں نے کہا کیسے ہوگی اس کو سربراہی ہم پر) یعنی کیسے؟ اور کہاں سے؟ اس میں

طالوت کی سپہ سالاری کا انکار اور اس پر اظہار بعد ہے کہ یہ بہت دور کی بات ہے۔

وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ (ہم اس سے زیادہ سربراہی کے حقدار ہیں) کوادو حالیہ ہے۔

دُنیا پرستوں کا مزاج:

وَلَمْ يُولَدِ سَعَةُ مِنَ الْعَالِ (اس کو مالی وسعت میسر نہیں) یعنی وہ ہم پر سربراہ کیسے بنے گا جبکہ حالت یہ ہے کہ وہ سربراہی کے لائق ہی نہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ مستحق موجود ہیں۔ اور شان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے اور بادشاہ کے لئے مال ہونا چاہیے جس سے وہ مضبوطی حاصل کر سکے۔ بنی اسرائیل نے یہ بات کہی کیونکہ نبوت تو لاؤمی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تھی۔ اور بادشاہت یہود میں یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں اور طاقت یہ بنیامین کی اولاد سے تھا اور یہ پانی پلانے والا آدمی تھا۔ یار نکٹنے والا احتجاج آدمی تھا۔

روایات میں ہے کہ ان کے پیغمبر علیہ السلام نے اس وقت دعا کی جب انہوں نے اس سے سپہ سالاری کا مطالبہ کیا۔ پس ان کو ایک لاش دی گئی۔ جس سے قد کی پیمائش کی گئی۔ ان لوگوں کی جو بادشاہ بننے والے تھے۔ اس کے مطابق کوئی بھی پورا نہ اتراسوائے طاقت کے۔

حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں:

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ (اس نے کہا ہے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر چن لیا ہے) اصطافی میں طاء یہ قاعاً بدل ہے صا د ساکنہ کی جگہ۔ معنی اس کا پسند کرنا اور چنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو چنا ہے وہ مصالِح کو تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس کے حکموں پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پھر دو مصلحتوں کا تذکرہ بھی فرمادیا جو ان مصالِح سے زیادہ نفع بخش تھیں جو انہوں نے ذکر کی تھیں۔ یعنی نسب اور مال اور وہ مصلحتیں علم مبسوط اور جسامت۔

پیغمبر علیہ السلام نے کہا۔ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا اس کو علم و جسم کی وسعت میں) بَسْطَةُ یہ مفعول دوم ہے۔

بڑا مایوس:

کہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت میں بنی اسرائیل کی لڑائی کے فنون اور علوم و دیانات میں سب سے بڑھ کر تھا۔ اور ہر انسان سے اپنے سر اور کندھے کے لحاظ سے لمبا چوڑا تھا۔

البسطہ وسعت و درازی کو کہتے ہیں۔ اور بادشاہ کے لیے علم والا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جاہل و ذلیل و حقیر ہے اور اس سے مخلوق کو فائدہ نہ ہوگا۔ اور وہ جسامت والا ہو کیونکہ اس سے دلوں میں اس کی شان اور رعب بیٹھتا ہے۔

وَاللَّهُ يُولِيْهِ مُلْكُهُ مَن يَّشَاءُ (اللہ تعالیٰ اپنا ملک جن کو چاہتے ہیں عنایت فرماتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں اس کا کوئی منازع نہیں۔ وہ جس کو چاہتا عنایت کر دیتا ہے اس کا وراثت سے تعلق نہیں۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ (اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل و عطا والے ہیں اس پر وسعت فرمادیتے ہیں جن کے پاس

وسعت مالی نہیں ہوتی۔ اس کو فقر کے بعد غنی کر دیتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ (وہ جاننے والے ہیں) کہ جس کو بادشاہی کے لیے چننا ہے۔
پھر بھی انہوں نے اپنے پیغمبر ﷺ سے طاقت کے چناؤ اور نشانی کا مطالبہ کر دیا۔

تَفْصِيْلُ آيَةِ ۲۴۸:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ (ان کو ان کے پیغمبر ﷺ نے کہا بے شک اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس آ جائے گا) یعنی وہ صندوق جس میں تورات تھی جب موسیٰ ﷺ قتل کرتے اس کو آگے رکھتے بنی اسرائیل کے نفوس کو اس سے سکون حاصل رہتا۔ اور وہ فرار اختیار نہ کرتے۔

صندوقِ سکینہ:

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ (اس میں سکینہ ہے تمہارے رب کی طرف سے) سکون و اطمینان ہے
وَبَقِيَّةٌ - (بقیہ چیزیں) یعنی الواح کے ٹکڑے۔ عصائے موسیٰ، ثياب موسیٰ، کچھ تورات۔ موسیٰ ﷺ کے نعل اور عمامہ
ہارون ﷺ۔

مِمَّا تَرَكُوا آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ (جن کو چھوڑا آل موسیٰ اور آل ہارون نے) یعنی جن کو چھوڑا موسیٰ و ہارون علیہما السلام
نے۔ آل کا لفظ ان دونوں بستیوں کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

فرشتے تابوت لائے:

تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (اس کو فرشتے اٹھانے والے ہو گئے) یعنی تابوت کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو موسیٰ ﷺ کے بعد اٹھایا تھا۔
پس فرشتے اس کو لے کر اٹھائے ہوئے اترے۔ جبکہ بنی اسرائیل دیکھ رہے تھے۔

نَحْوُ: یہ جملہ موضع حال میں واقع ہے اور اسی طرح فیہ سَكِينَةٌ بھی اور من ربکم یہ سکینہ کی صفت ہے اور مما ترك آل موسیٰ
بقیہ کی صفت ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (اس میں نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم مؤمن ہو) یعنی تابوت کے تمہاری
طرف لوٹ آنے میں اس بات کی علامت و نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی طاقت کو تم پر بادشاہی دی ہے۔ اگر تم اس کی تصدیق
کرنے والے ہو۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۖ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ ۖ فَمَنْ شَرِبَ

طالوت لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمائے گا ہے، سو جس نے اس میں سے

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي ۚ وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اعْتَرَفَ غُرْفَةً

پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے اور جس نے اس سے نہ پیا تو وہ مجھ سے ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو

بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا

پی لیا، پھر تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب نے اس میں سے پی لیا۔ پھر جب آگے بڑھے طالوت اور دو لوگ جو ان کے ساتھ ایمان

مَعَهُ ۚ قَالُوا لَاطَاقَةٌ لَّنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ

لائے تھے تو کہتے تھے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، جو لوگ اللہ کی طاقت کا

أَنَّهُمْ مُّلْقُوا بِاللَّهِ ۚ كَمَ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ

یقین رکھتے تھے وہ کہتے تھے کتنی ہی کم تعداد جماعتیں اللہ کے حکم سے بھاری تعداد والی جماعتوں پر غلبہ ہو چکی ہیں

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۱۵ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کے لئے نکلے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم پر مہر

عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَدْمَانَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝۱۵

ذال دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

۳۴۹: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ (جب طالوت لشکر لے کر جدا ہوئے) فصل کا معنی خرج یعنی نکلنا ہے۔ یعنی جب نکلے اپنے اس شہر سے دشمن کے خلاف جہاد کے لئے۔

تعداد و لشکر:

بالجنود کا لفظ موضع حال میں ہے یعنی لشکروں کو ساتھ لینے والے تھے۔ جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ یہ وقت گرمی کا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے پانی کی نہر جاری کر دے۔

قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ (انہوں نے کہا بے شک اللہ تمہارا امتحان کرنے والے ہیں) یعنی تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرنے والے ہیں جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے۔

دریائے فلسطین:

بَنَهْرُ (ایک دریا کے ساتھ) یہ دریائے فلسطین ہے۔ یہ ابتلاء اسی لئے تھا تا کہ سچے مجاہد اور سختے پہچان لیے جائیں۔
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ (پس جس نے اس میں سے پیا) یعنی منہ لگا کر
فَلَيْسَ مِنِّي (پس وہ مجھ سے نہیں) یعنی وہ میرا سچا پیروکار نہیں اور میرا حمایتی نہیں۔
وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ (جس نے نہ چکھا) یہ طعم اٹنی سے ہے جب کہ اس کو چکھا جائے۔
فَلَاِنَّهُ مِنِّي (پس وہ مجھ سے ہے)

قرأت: ابو عمرو اور مدنی نے مِیْنِ یاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے
اِلَّا مَنِ اشْتَرَتْ (یہ اشتناء ہے۔ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي سے۔ اور دوسرا جملہ اشتناء سے جملہ متاخرہ کے حکم میں
ہے۔ صرف عنایت کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔
عُرْفَةُ بَیْدَہ (ایک چلو ہاتھ سے)
قرأت: مجازی اور ابو عمرو نے عُرْفَةُ غَیْن کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی مصدر والا ہے۔ اور عُرْفَةُ غَیْن کے ضمہ کے
ساتھ بمعنی معروف بمعنی چُلو۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کے ایک چلو کی رخصت ہے۔ منہ لگا کر پینے کی اجازت نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔
فَشَرِبُوا مِنْهُ (پس انہوں نے اس سے پیا) یعنی منہ لگا کر پیا۔
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔
فَلَمَّا جَاوَزَهُ (پس جب وہ اس کو عبور کر گئے) یعنی نہر کو۔
هُوَ (وہ) اس سے مراد طاووت ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَوْا مَعَهُ (اور وہ لوگ جو ان کے قول پر یقین کرنے والے تھے) یعنی قلیل تعداد میں۔
قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ (وہ کہنے لگے ہمیں آج طاقت نہیں) یعنی کوئی قوت نہیں۔

جابر جالوت:

بِجَالُوْت (جالوت کے ساتھ) یہ عمالکہ کا ایک جابر بادشاہ ہے جو علیق بن عادی اولاد میں سے تھا۔ اس کے خود میں تین سو،
رطل بوجھ تھا۔

وَجُنُوْدِهِ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّقْبِلُوْنَ اِلَيْهِ (اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کیا۔ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے
کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں) یعنی شہادت پر یقین کرنے والے ہیں۔

بعض نے کہا۔ قالوا کی ضمیر ان میں بہت سے لوگوں کی طرف لوثی ہے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے۔
اور والذین یظنون میں ضمیر ان قلیل کی طرف ہے۔ جو ثابت قدم رہنے والے تھے۔

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ

سوان کو شکست دے دی اللہ کے حکم سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے ان کو ملک دے دیا اور حکمت عطا فرما دی، اور ان کو جو کچھ

مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ

چاہا علم دے دیا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا دفع فرماتا لوگوں کو بعض کو بعض کے ذریعہ تو زمین میں فساد ہو جاتا

وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٥١﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ

اور لیکن اللہ جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ پر تلاوت کرتے

بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٥٢﴾

پس اور بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک چلو آدمی کے پنے اور برتن کے لئے کافی ہو جاتا۔ جنہوں نے پانی پیا۔ ان کے ہونٹ سیاہ ہو

گئے۔ اور پیاس ان پر غالب آگئی۔

كَمْ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ (بہت سی تھوڑی جماعتیں ہیں)

هَجُورٌ: یہ گم خبر یہ ہے اور ابتداء کی وجہ سے کل رفع میں ہے۔

عَلَبْتُ (غالب آگئیں) یہ گم کی خبر ہے۔

فِتْنَةٌ تَحْجُورٌ (بڑی جماعتوں پر)

بِإِذْنِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یعنی اس کی مدد سے

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اپنی مدد کے ذریعہ۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۵۰:

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ (جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے) یعنی ان سے لڑائی کرنے نکلے۔

قَالُوا رَبَّنَا أَلْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (کہنے لگے اے ہمارے رب تو انہیں صبر پر مبر) افرار کا معنی اٹھیلانا ہے صبر سے مراد لڑائی

میں ثابت قدمی ہے۔

وَكُنْتَ أَفْئِدَامَنَا (اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر) ہمارے دلوں کو مضبوط کر کے اور ہمارے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر۔

وَأَلْصَقْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (اور تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) یعنی ہماری اعانت فرما۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۵۱:

فَهَزَمُوهُمْ (پس انہوں نے ان کو شکست دی) یعنی طالوت اور مؤمنین نے جالوت اور اس کے لشکروں کو۔

فیصلہ قضاء و قدر:

يَا ذُنَّ اللّٰه (اللہ تعالیٰ کے اذن سے) یعنی اس کے فیصلہ قضاء و قدر سے

تذکرہ داؤد علیہ السلام:

وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ (اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا) داؤد علیہ السلام کے والد ایشی بھی طالوت کے لشکر میں اپنے چھ بیٹوں سمیت شامل تھے۔ داؤد ان میں ساتویں تھے۔ اور وہ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور بکریاں چراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ داؤد ہی جالوت کو قتل کرے گا۔

انہوں نے ان کے والد سے داؤد کو طلب کیا وہ آگئے۔ راستے میں چلتے ہوئے تین پتھروں نے داؤد کو کہا: ہمیں اٹھا لو۔ اور اس سے کہا تم ہمارے ساتھ جالوت کو قتل کرو گے۔

داؤد نے ان پتھروں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور وہ پتھر جالوت کی طرف پھینکے پس اس کو قتل کر دیا۔ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح داؤد علیہ السلام سے کر دیا۔ پھر ان کو حسد پیدا ہوا اور اس کو قتل کرنا چاہا (مگر قدرت نہ پاسکا) پھر تائب ہو کر موت آئی۔

ملک سے مراؤ:

وَاِنَّهُ اللّٰهُ الْمَلِكُ (اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دے دی) ارض مقدس کے مشرق و مغرب علاقوں میں داؤد سے پہلے بنی اسرائیل کی بادشاہ پر مجتمع نہ ہوئے تھے۔

وَالْحِكْمَةُ (اور حکمت) یعنی نبوت۔

وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ (اور اس کو جو چاہا علم دیا) یعنی صنعت زرع اور کلام طیور وغیرہ۔

وَلَوْلَا دَفَعُ اللّٰهُ النَّاسَ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو دور نہ کرتے)

يَخْفَوْا: الناس یہ مفعول بہ ہے۔

بَعْضُهُمْ يَ الْاَنَاسِ كَابَدِلْ ہے یعنی بعض لوگوں کو۔

قراءت: دفع کو مدنی میسب نے دَفَعَ پڑھا ہے۔ یہ دفاع دفع کا مصدر ہے۔ یا اس کا معنی دافع دفع کرنے والا ہے۔

فساد کا مطلب:

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (بعض لوگوں کے ساتھ تو بگڑ جاتی زمین) یعنی اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے اور ان کے ذریعے ان کا فساد نہ روکے تو مفسد غالب آجائیں اور زمین بگڑ جائے اور اس کے منافع کھیتی و نسل باطل ہو جائیں۔

دوسرا قول: اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کافروں کے خلاف مدد نہ کرتا۔ تو غلبہ کفار سے زمین بگڑ جاتی اور نیک قتل کر دیئے جاتے۔ اور شہر برباد ہو جاتے اور بندے دکھوں میں مبتلا ہو جاتے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر فضل فرمانے والے ہیں) یعنی ان سے فساد کا ازالہ کر کے۔

یہ آیت معتزلہ کے خلاف اہلسنت کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ صلح کو اختیار فرماتے ہیں۔
آیات کا مفہوم:

۲۵۲: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يٰۤاْتِيْكُمْ بِالْخُبْرِ

مطلب یہ ہوا یہ ہزاروں کے واقعات جو بیان کیے گئے اور ان کی موت کا تذکرہ ہوا اور پھر زندگی بخشنے کا اور طاہوت کی بادشاہت۔ جاہروں پر ایک پچہ کے ذریعہ ان کا غلبہ وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

نَتْلُوْهَا (ہم ان کو پڑھ کر سنارہے ہیں)

یہ آیت اللہ سے حال ہے اور اس کا عامل تلک کا معنی ہے۔ یا اٰیُّہ اللہ یہ تلک سے بدل ہے اور نتلوہا اس کی خبر ہے۔

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ پر حق کے ساتھ) یعنی اس یقین کے ساتھ کہ جس میں اہل کتاب کو شک کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ واقعات ان کی کتابوں میں بھی اسی طرح ہیں۔

دلیل رسالت:

وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بے شک آپ البتہ رسولوں میں سے ہیں) اس لئے کہ آپ ان کو کسی کتاب کی قراءت کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں۔ یا آپ ان کو کسی اہل کتاب سے سننے کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں جو رسالت کی کھلی نشانی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ

یہ رسول ہیں ہم نے فضیلت دی ان میں بعض کو بعض پر، ان میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو

بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا، اور ہم نے دینے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات، اور ہم نے ان کی تائید کی روح القدس کے ذریعہ،

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْنَا الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدَ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جگ نہ کرتے جو ان کے بعد تھے، اس کے بعد کہ آئے ان کے پاس کھلے ہوئے معجزات

وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْنَا

لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ تھے جنہوں نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جگ نہ کرتے

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿۱۵۳﴾

لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۳۵۳:

تِلْكَ الرُّسُلُ (یہ رسل) تِلْكَ کا اشارہ رسولوں کی جماعت کی طرف ہے۔

جن کے واقعات اس سورت میں مذکور ہو چکے۔ آدم علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک۔

یا دوسرا قول: جن رسل کی جماعت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کے نزول سے قبل ہو چکا۔

طاعات میں تفاوت:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی) یعنی رسالت کے علاوہ خصوصیات کے ساتھ فضیلت دی۔ کیونکہ رسالت و نبوت میں تو تمام برابر ہیں۔ جیسا کہ مؤمن صفت ایمان میں تمام برابر ہیں اور ایمان کے بعد طاعات میں متفاوت ہیں۔ پھر اس ارشاد

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ (ان میں سے بعض وہ تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا) مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ سے امت کی وضاحت کی۔ یعنی ان سے کلام کیا اللہ تعالیٰ نے۔ ضمیر عام کو صلہ سے حذف کر دیا۔ یعنی منهم من فضله الله بان كلمه من غير سفير۔ ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اس طرح دی۔ کہ بغیر سفیر کے ان کو شرف کلام بخشا اور وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بلند درجات سے مراد:

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (اور بعض کے درجات بلند کئے)

بَعْضُهُمْ: بعضہم پہلا مفعول اور دَرَجَاتٍ دوسرا مفعول ہے۔ یعنی بدرجات یا الٰہی درجات۔

مطلب یہ ہوا کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو تمام انبیاء علیہم السلام پر رفعت عنایت فرمائی پس فضیلت میں تفاوت کے بعد وہ ان میں درجات کثیرہ کے ذریعہ افضل ہو گئے اور وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ کیونکہ آپ ہی ان میں تمام کائنات کی طرف بھیجے جانے کی وجہ سے افضل ہو گئے اور اس لیے بھی کہ آپ کو وہ نشانات و معجزات دیئے گئے جو کثرت تعداد میں ایک ہزار یا اس سے بھی بڑھنے والے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ کے چہرہ پر باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اس ابہام میں تخمین اور وضاحت ہے کیونکہ وہ ایک ایسی علامت ہے۔ جو کسی پر غفلت نہیں اور ایسا امتیاز ہے جس میں کسی کو التباس نہیں۔ دوسرا قول: اس سے مراد حضرت محمد و ابراہیم علیہما السلام وغیرہما انبیائے اولوالعزم مراد ہیں۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ (اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانات دیئے) جیسے مردوں کو زندہ کرنا ماردارزادنا جینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ وغیر ذلک وَآتَيْنَاهُ بُرُوجَ الْقُدُسِ (اور ہم نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد کی) یعنی ہم نے ان کو قوت دی۔ یا انجیل کے ساتھ مدد دی۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَلَكُ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ لوگ نہ لڑتے) یعنی باہمی اختلاف نہ کرتے۔ جس کی وجہ سے نوبت قتال آئی۔

الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ (وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے) یعنی ان رسل علیہم السلام کے بعد مِنْ بَعْدِهِمْ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَاتِ (اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلے دلائل آ گئے) یعنی ظاہر معجزات وَلَكِنْ اِخْتَلَفُوا (لیکن انہوں نے اختلاف کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ۔ پھر اختلاف کی وضاحت اس طرح فرمائی۔ فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ (پس کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ وہ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے رسولوں کے معاملات کو اس طرح جاری کیا۔ یعنی کسی پیغمبر کی تمام امت اس کی زندگی میں اس پر متفق نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ان کی زندگی کے بعد بلکہ انہوں نے ان کے متعلق۔ فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ۔ پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے اور ان میں سے بعض نے کفر کیا۔ یعنی اختلاف کا رویہ اختیار کیا۔

کفر کا مطلب:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَلَكُ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ قتال نہ کرتے) اس جملہ کو تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ یعنی اگر میری مشیت میں ہوتا کہ وہ آپس میں قتال نہ کریں تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے۔ اس لئے کہ میری مملکت میں میری مشیت چلتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِي

اے ایمان والو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن

يَوْمَ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةَ وَلَا شَفَاعَةَ ۖ وَالْكَافِرُونَ هُمْ

آئے جس میں نہ بیع ہو کی نہ دوستی اور نہ سفارش، اور جو کافر ہیں وہ

الظَّالِمُونَ ﴿۱۵﴾

ظلم کرنے والے ہیں۔

تردید معزلہ:

اس آیت سے معزلہ کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اگر اللہ چاہے کہ وہ قتال باہمی نہ کریں۔ تو وہ نہ کرتے۔ حالانکہ معزلہ کہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں تو بھی وہ لڑ پڑتے۔

ثبوت ارادہ:

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ (اور لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ارادہ کو ثابت کیا۔ جیسا کہ مذہب اہلسنت ہے۔

تفہیم آیت ۲۵۴:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (اے ایمان والو! تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا) یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو۔

یاد دوسر اقول: (اس سے مراد ہر صدقہ واجب زکوٰۃ وغیرہ ہے)

عدم تدارک کا دن:

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِي يَوْمَ لَا بَيْعَ فِيهِ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی) یعنی اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں تم اس اتفاق کا تدارک نہ کر سکو گے جو رہ جائے کیونکہ اس دن میں نہ خرید و فروخت ہوگی کہ اس میں تم خرید و فروخت نہ کرنا ہو۔

وَلَا خُلَّةَ (اور نہ دوستی ہوگی) کہ دو دوست دوستی کا لحاظ کر کے چشم پوشی کر سکیں۔

وَلَا شَفَاعَةَ (اور نہ سفارش) یعنی کافروں کے لئے سفارش نہ ہوگی۔ باقی مسلمانوں کے لئے ہوگی۔ یا شفاعت ہوگی مگر اس کی اجازت سے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي

اللہ ایسا ہے کہ معبود نہیں ہے مگر وہی، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہیں پگڑی اونگھ اور نہ نیند، اس کے لئے ہے جو

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی اجازت کے ساتھ، وہ جانتا ہے

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور وہ احاطہ نہیں کرتے اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا مگر جو وہ

شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ

چاہے، عجائز ہے اس کی کرسی میں آسمانوں کی، اور زمین کی اور اسے بھاری نہیں ہے ان دونوں کی حفاظت، اور وہ

الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾

برتر ہے، عظمت والا ہے۔

دو قول:

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (اور کافروں کا ظالم ہیں) یعنی کافر اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی حاجت کے دن کی طرف بڑھنا چھوڑ دیا۔

یاد دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کا انکار کرنے والے وہی ظالم ہیں۔

قراءت: لَا يَبِيعُ فِيهِ وَلَا خَلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ۔ مکی اور بصری قراء نے اسی طرح پڑھا۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ٢٥٥:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اللہ تعالیٰ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی)

خَجَفَ: لفظ اللہ مبتداء اور جملہ اسمیہ لا الہ الا ہواں کی خبر ہے۔ لافعی جنس اللہ اس کا اسمِ آلا اداتِ حصر ہو بدل ارجل لا۔

الْحَيُّ (زندہ) یعنی ایسی باقی رہنے والی ذات جس پر فنا کا کوئی راستہ نہ ہو۔

الْقَيُّومُ (مخلوق کو تھامنے والا) یعنی ایسی ہستی کی تدبیر کرنے والی ذات جو مخلوق کی تدبیر کرنے والی ہو۔ اور اس کی نگہبانی کرنے والی ہو۔

نیند و اونگھ کا فرق:

لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ (اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی) سنہ اونگھ اعصاب دماغی کی وہ سستی جو نیند سے پہلے آئے۔ النوم

نیند دماغ کے اعصاب میں استرخائی کیفیت کو کہتے ہیں۔

مفضلؒ کہتے ہیں۔ کہ السنۃ سر کا بوجھل ہونا۔ النعاس آنکھ کا بوجھل نوم دل کے بوجھ کو کہتے ہیں۔

نَحْوُ: لا تاخذہ سنۃ ولا نوم یہ القیوم کی تاکید ہے کیونکہ جس کو نیند و آگھ آجائے وہ قیوم نہیں بن سکتا۔

سب کو تھانے والا:

حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی کی گئی۔ ان کو کہہ دو کہ میں آسمان و زمین کو اپنی قدرت سے تھانے والا ہوں۔ اگر مجھے آگھ یا نیند آجائے تو یہ دونوں فنا ہو جائیں (ابو یعلیٰ)

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے) یعنی ملک و ملک کے لحاظ سے یعنی بادشاہ بھی وہی اور مالک بھی وہی۔

کبریائی باری تعالیٰ عزوجل:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کون سفارش کر سکتا ہے؟) یعنی کسی کی ہمت و جرأت نہیں۔ کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا بیان ہے اور کوئی شخص قیامت کے دن کلام کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہوگا۔ مگر جب وہ خود اس کو کلام کی اجازت دے۔ اس میں کفار کے اس زعم کی تردید ہے۔ کہ بت ان کے لئے شفاعت کریں گے۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہی ان کے سامنے اور پیچھے کی چیزوں کو جانتا ہے) یعنی جو ان سے پہلے تھا۔ اور جو آئندہ ہوگا۔

نَحْوُ: ہم ضمیر عقلاء کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ (اور اہل علم اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے) یعنی اس کی معلومات میں سے۔ دعا کا یہ کلمہ اللھم اغفر علمک فینا۔ میں علم بمعنی معلوم ہے۔

اِلَّا بِمَا شَاءَ (مگر وہ جو چاہے) یعنی مگر جو وہ سکھائے۔

کرسی کے متعلق اقوال:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اسکی کرسی آسمان اور زمین کو اپنے اندر سامنے والی ہے) یعنی اس کا علم اور اسی سے الکراسۃ کا پی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں علم ہوتا ہے۔ اسی الکراسۃ کا معنی میں علماء اور علم کو کرسی کہا جاتا ہے۔ اسکی مرتبہ و عظمت کا لحاظ کر کے جو جہاں کی کرسی ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سورۃ غافر کی آیت رہنا وسعت کل شیء رحمة و علما۔

دوسرا قول: ملک کو کرسی کہا۔ اس کے اس مرتبہ کا لحاظ کر کے جو کہ بادشاہت کی کرسی ہے۔

تیسرا قول: اس کا عرش۔ حسنؒ کا یہی قول ہے۔

چوتھا قول: عرش کے علاوہ تخت ہے حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایک چھلے کی مانند ہیں۔ جو وسیع بیابان میں پڑا ہو۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسا کہ وسیع بیابان کو اس چھلے پر۔ (ابن مردویہ)
پانچواں قول: اس کی قدرت اس کی دلیل یہ ارشاد ہے وَلَا يُدْرِكُهُ حِفْظُهُمَا۔
وَلَا يَنْوَدُهُ (اس کو تھکاؤ نہیں) یعنی اس کو بوجھل نہیں کرتی اور نہ اس پر گراں کرتی ہے۔
حِفْظُهُمَا (ان دونوں کی حفاظت) یعنی زمین و آسمان کی حفاظت۔

بلند اور عزت و جلال والا:

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (وہ بلند و بالا عظمت والا ہے) یعنی اپنی ملک و سلطنت میں بلند اور عزت و جلال میں بڑائی والا ہے۔
دوسرا قول: العلیٰ۔ ان صفات سے اعلیٰ جو اس کے لائق نہیں۔ العظیم۔ ایسی صفات سے موصوف جو اس کے لائق ہیں۔ یہ دونوں صفات کمال توحید کو جامع ہیں۔

نکتہ: آیت الکرسی میں جملوں کو بغیر حرف عطف کے لایا گیا۔ کیونکہ وہ جملے بطور بیان آئے ہیں۔
پس پہلا جملہ اس بات کو بیان کر رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تدبیر خلق کرنے والے ہیں اور وہ مخلوق کے نگہبان ہیں۔ اس میں غفلت برتنے والے نہیں۔

دوسرے میں فرمایا۔ یہ تمام اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مخلوق کے خود مالک ہیں۔
تیسرے: اس لئے کہ اس کی شان کبریائی والی ہے۔
اور چوتھے: اس لئے کہ وہ خلق کے حالات کا احاطہ کرنے والے ہیں۔
پانچویں: اس لئے کہ اس کا علم وسیع ہے اور اس کا علم تمام معلومات سے متعلق ہے۔ یا اس کے جلال اور عظیم قدرت کی وجہ سے۔

فضیلت آیت الکرسی:

یہ آیت فضیلت والی ہے یہاں تک کہ اس کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت ان میں سے وہ ہے جس کو حضرت علیؑ نے بیان کیا۔ کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ جس نے آیت الکرسی پڑھی۔ ہر فرض نماز کے بعد۔ اسکو دخول جنت سے صرف موت ہی رکاوٹ ہے اور اس پر بیٹھنے کی صدیق یا عابد ہی کرتا ہے۔ جس نے اسکو بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے نفس اور اسکے پڑوس اور پڑوس کے پڑوس اور اس کے ارد گرد گھروں کو امان میں رکھتے ہیں۔ (بیہقی)
دوسری روایت: نبی ﷺ نے فرمایا۔ سید البشر آدم (یعنی سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام) اور عرب کے سردار محمد (ﷺ) ہیں اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا۔

(اس روایت میں نکارت ہے کیونکہ صحیح مرفوع روایت انا سید ولد آدم ولا فخر کے الفاظ مروی ہیں) فارسیوں کے سردار سلمانؓ اور رومیوں کے سردار صہیبؓ اور حبشیوں کے سردار بلالؓ اور پہاڑوں کا سردار طور اور دنوں کا سردار جمعہ اور گھاسوں کا سردار قرآن۔ قرآن کا سردار سورۃ بقرہ اور بقرہ کی آیات کی سردار آیت الکرسی۔ (دیلی فی مسند افرودس)

لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ

نہیں ہے (زبردستی دین میں، ظاہر ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو کر، سو جو شخص منکر ہو طاغوت کا

وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ

اور ایمان لائے اللہ پر تو بے شک اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔ جو ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۱﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

نمبر ۳۔ فرمایا۔ جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے۔ اس کو شیطاں تیس دنوں تک چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اس گھر میں جادوگر اور جادوگر کی چالیس راتوں تک داخل نہیں ہو سکتی۔ (بقول ابن حجر اس کی اصل نہیں ملی)

نمبر ۴۔ فرمایا جس نے سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی۔ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہو۔ (درمنثور)

نمبر ۵۔ اور فرمایا۔ جس نے یہ دو آیات شام کے وقت پڑھیں تو صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر صبح بھی پڑھ لیں۔ تو شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

نمبر ۱۔ آیت الکرسی نمبر ۲۔ حکم مؤمن کی آیات الیہ المصیر تک۔ (ترمذی)

وجہ فضیلت:

کیونکہ یہ دونوں آیات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی تعظیم اور بزرگی اور عظیم صفات پر مشتمل ہیں۔ اور رب العزت کے تذکرہ سے اور کونسا تذکرہ بڑھ کر ہو سکتا ہے جو اس کا ذکر ہوگا وہ تمام ذکروں سے افضل ہے اس سے بخوبی یہ معلوم ہو گیا کہ تمام مہموم میں سب سے اعلیٰ علم تو حید ہے۔

نکتہ: سب سے زیادہ عظمت والی آیت، آیت الکرسی۔ سب سے زیادہ خوف والی آیت۔ من يعمل مثقال ذرة خیرا یرہ۔ ومن يعمل مثقال ذرة شرا یرہ۔ اور سب سے زیادہ امید والی آیت قل یا عباد الذین اسرفوا۔ کذابن مسعود)

تَفْسِیْرُ آیت ۲۵۶:

لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّیْنِ (دین میں جبر نہیں) یعنی دین حق پر کسی کو جبر نہیں لایا جاسکتا۔ دین حق سے مراد دین اسلام ہے۔ ایک قول: یہ ہے اگرچہ یہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی یہی کا ہے۔ یعنی دین پر لانے کے لئے جبر نہ کرو۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے دو بیٹے نصرانی ہو گئے ان کے والد نے ان کو پکڑا اور کہا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِۚ وَالَّذِیْنَ

اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، وہ ان کو نکالتے ہے اندھیریوں سے نور کی طرف، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوْاۙ اُولٰٓئِھِمْ الطَّاغُوْتُ لَا یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِۚ اِلَى الظُّلُمٰتِۚ اُولٰٓئِکَ

کفر اختیار کیا ان کے اولیاء شیاطین ہیں وہ ان کو نکالتے ہیں نور سے اندھیریوں کی طرف، یہ لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں تک کہ تم مسلمان ہو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے دیکھتے ہوئے میرا بعض حصہ آگ میں چلا جائے؟ پس یہ آیت اتری۔ اس انصاری نے ان کا رستہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے کہا۔ کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر آیات قتال سے یہ منسوخ ہو گیا۔ (مگر فتح توتب ہو جب ان میں تعارض ہو اور یہاں تو تعارض بھی نہیں)

فَلَمَّ تَبَيَّنَ الرَّشْدُ مِنَ الْعَقِي (تحقیق واضح ہو گئی رشد گمراہی سے) یعنی ایمان کفر سے دلائل واضح کے ذریعہ ٹکھڑ چکا ہے۔ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ (پس جو شخص طاغوت کے ساتھ کفر کرے) طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ یا اصنام و یوْمُنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اَسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی (اور وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس واقعی اس نے مضبوط تھام لیا مضبوط رستی کو) استمسك کا معنی تھامنا ہے۔ العروة جس کو تھاما جائے جس سے چمٹا جائے۔ الوثقی۔ یہ وثق کی مؤنث ہے یعنی انتہائی مضبوط رسی۔ پختہ محفوظ۔

شاید محسوس سے مثال:

لَا اِنْفِصَامَ لَهَا (اس کے لئے ٹوٹنا نہیں) یعنی اس رستی کے لئے ٹوٹنا نہیں۔

یہ معلوم و معروف چیز کی نظر و استدلال سے تمثیل بیان کی گئی ہے اور شاید محسوس سے مثال بتلائی گئی ہے تاکہ سامع اس کو تصور کرے۔ کہ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پس اس کا اعتقاد پختہ ہو جائے مطلب یہ ہے۔ اس نے اپنے نفس کو دین سے مضبوط باندھ دیا ہے جس کو کوئی اشتباہ کھول نہیں سکتا۔

وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) یعنی اس کے اقرار کو۔ عَلَیْہِ (جاننے والے ہیں) اس کے اعتقاد کو۔

تَفْصِیْلُ آیت ۲۵۷:

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے) اٰمِنُوْا سے مراد جو ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ولی کا معنی

ناصر اور ان کے امور کا ذمہ دار۔

نور واحد اور ظلمات جمع لانے کی حکمت:

يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ (ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے) یعنی کفر و ضلالت کے اندھیروں سے۔ کفریات و ضلالت بہت اقسام کی ہیں اس لئے جمع کا لفظ لایا گیا۔

إِلَى النُّورِ (روشنی کی طرف) یعنی ایمان و ہدایت کی طرف۔ نور کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ ایمان ایک ہی ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں)

أُولَئِكَ هُمُ الطَّاغُوتُ (ان کے دوست شیطان ہیں)

تَحْفُوتٌ: والذین کفروا مبتداء ہے اور اولیاء ہم الطاغوت خبر ہے۔

شبہات کی دلدل:

يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ (وہ ان کو نور سے نکالتے ہیں ظلمات کی طرف) یہاں ظلمات کو جمع لایا گیا۔ کیونکہ طاغوت معنای جمع ہے۔

مطلب یہ ہے وہ لوگ جو کفر پر پختہ ہو گئے ان کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔

یا دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ولی ہیں وہ ان کو شبہات دینیہ سے نکالتے ہیں اگر کبھی راہ ہدایت میں ان کو شبہ واقع ہو جائے تو ان کو اس شبہ کے ازالہ کی توفیق دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ شبہ سے نکل کر نور یقین میں پہنچ جاتے ہیں اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں۔ وہ ان کو واضح دلائل کی روشنی سے جو ان کے سامنے ظاہر ہا ہر ہیں نکال کر شکوک و شبہات کی گمراہیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

استفہام تعجب:

پھر تعجبی انداز میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نمرود اور ابراہیم علیہ السلام کا محاذ لہ سنایا اور تسلی دی۔ نمرود ربوبیت کا دعویدار تھا۔

تفسیر لازم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِي حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ فِى رَبِّهٖ اَنْ اَتٰهُ اللّٰهُ

آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے جت بازی کی ان کے رب کے بارے میں اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت

اَلْمَلِكُ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِى يُحٰى وَيُمِيتُ ؕ قَالَ اَنَا

دی تھی، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں

اُنْحٰى وَ اُمِيتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَآتِى بِالشَّمْسِ مِنْ

زندہ کرتا، ہوں اور موت دیتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا سو بلاشبہ اللہ لاتا ہے سورج کو

اَلْمَشْرِقِ فَاَتِ بِهَآ مِنْ اَلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِى كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى

پورب سے تو اس کو لے آجھم سے پس حیرانی میں پڑ گیا وہ شخص جو کفر اختیار کئے ہوئے تھا اور اللہ قوم ظالمین

اَلْقَوْمَ الظَّٰلِمِیْنَ ⑤

کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر آیت ۲۵۸:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِی حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ فِی رَبِّهٖ (کیا تمہیں اس شخص کا واقعہ معلوم نہیں جس نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا) یعنی اپنے اس جھگڑے میں جو رب ابراہیم کی ربوبیت کے سلسلہ میں اس نے کیا۔

تَحْفُوتُ: نزہہ۔ کی ضمیرہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یا اس کی طرف جس نے جھگڑا کیا۔ اسلئے کہ وہ دونوں کا رب ہے۔ اَنْ اَتٰهُ اللّٰهُ اَلْمَلٰٓئِکَ (کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی) اصل اس طرح ہوا لان اتاہ اللہ۔ یعنی حکومت کے مل جانے نے اسے غرور و تکبر میں مبتلا کر دیا۔ پس وہ اسی وجہ سے جھگڑنے لگا۔

رد معترزلہ:

یہ آیت بھی معترزلہ کے خلاف اصلح کے مسئلہ میں دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کافر کو اللہ حکومت نہیں دیتے۔ یہاں دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(معترزلہ کا قول یہ ہے کہ اصلح اللہ تعالیٰ پر واجب ہے جبکہ اہلسنت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جو کچھ دیتا ہے یہ اس کا فضل و احسان ہے)

دوسرا قول: وہ اس وقت جھگڑا کرنے لگا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک عنایت کیا۔

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِیُّ یُحٰى وَيُمِيتُ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے)

تحقیق نحو و قراءت:

نَحْوُ: اذ قال یہ حَاج کی وجہ سے منصوب ہے یا ان اتاہ اللہ سے بدل ہے جبکہ جعل بمعنی وقت ہو۔

قراءت: حمزہ نے رَبِّیٰ کو رَبِّیٰ پڑھا ہے سکون یاء کے ساتھ۔

گویا بادشاہ نے سوال کیا۔ مَنْ رَبُّكَ۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی نمرود نے۔

أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ (میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہوں) اس کی مراد یہ تھی کہ میں قتل کو معاف کرتا اور قتل بھی کر دیتا ہوں۔ یہ

بات کہہ کر لعین جھگڑے سے رک گیا۔

تلبیس کی قاطع دلیل:

پس ابراہیم علیہ السلام نے وہ بات پیش کی۔ جس میں کمزور دماغ والوں پر تلبیس کا احتمال نہ تھا جبکہ فرمایا۔

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاتِيْهِ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے چڑھاتے ہیں تو اس کو مغرب سے لے آئے۔)

ازالہ وہم:

یہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا۔ کیونکہ پہلی دلیل ہی لازم ہونے والی تھی۔ لیکن جب اس نے عناد سے زندہ کرنے کی دلیل کو ایک کے چھوڑنے اور دوسرے کے قتل کر دینے سے نال دیا۔ تو آپ نے ایسے انداز سے کلام فرمایا جس سے عناد نہ کیا جاسکے۔ وہ تمام ستارہ پرست لوگ تھے۔ اور کواکب کی حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ان کو معلوم تھی اور سورج کی مشرقی حرکت جو ہمیں محسوس ہوتی ہے یہ زبردستی و جبری حرکت ہے جیسا کہ پتہ چکی۔ جس پر چوٹی بیٹھی ہو اور وہ دوسری طرف کو حرکت کرنے والی ہو جبکہ پانی چکی کو دوسری طرف حرکت دے رہا ہے اور چوٹی اس کو دوسری طرف سمجھ رہی ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک میرا رب سورج کو زبردستی اس کی اپنی حرکت کے الٹ حرکت دے رہا ہے اگر تو رہے تو اس کی اصلی حرکت پر چلا۔ جو کہ آسان تر ہے۔

فَظَهَرَ الَّذِيْ كَفَرُوْا (پس کافر متحیر و دبشت زدہ ہو گیا)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو زبردستی سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا)

بعض نے کہا کہ نمرود نے یہ نہیں کہا۔ کہ تیرا رب سورج کو مغرب سے لا کر دکھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کی طرف نہ آنے دیا۔ بلکہ اس سے بھیر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے متعلق ربوبیت کا دعویدار تھا اور اپنے علاوہ دوسرے کی ربوبیت کا قائل نہ تھا اور اس کے اس قول کا مطلب انا احیی و امیت کہ میں ہی تو وہ ہوں جس کی طرف احیاء و امات کی نسبت کی جاتی ہے میرے سوا اور کوئی نہیں۔

اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ؕ قَالَ

یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چٹوں پر اس کی دیواریں ٹری پڑی تھیں، یہ شخص کہنے لگا

اَنِّیْ یُحٰی هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ؕ

کہ اللہ کیونکر زندہ فرمائے گا اس بستی کو اس کی موت کے بعد، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے اٹھا دیا،

قَالَ كَمْ لَبِثْتُ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ

اس سے سوال فرمایا کہ تو کتنے عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا کہ میں ایک دن یا ایک دن سے کم ٹھہرا ہوں، فرمایا بلکہ تو سو سال

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ؕ وَانْظُرْ

تک ٹھہرا رہا ہے، سو تو دیکھ لے اپنے کھانے کو اور پینے کی چیز کو وہ سب برباد ہو گئی ہے اور دیکھ لے

اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلٰی الْعِظَامِ كَيْفَ

اپنے گدھے کو، اور تاکہ ہم تجھے نشان بنادیں لوگوں کے لئے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف ہم ان کو کیسے

نُنَشِّرُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا عِجْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ؕ قَالَ اَعْلَمَنَّ اَنَّ اللّٰهَ

جوز دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہنا دیتے ہیں، سو جب اس پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ

عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

برحق پر قادر ہے۔

نکتہ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم کلام میں بات کرنا اور مناظرہ کرنا مباح ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الم ترا

لی الذی حاج ابراہیم فی ربه۔ کیا تمہیں معلوم نہیں وہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ ان کے رب کے متعلق۔

حاج باب مفاعلہ سے ہے اور وہ دو کے مابین ہوتا ہے۔ جیسے مقاتلہ۔ پس اس سے خود یہ نکل آیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس

سے مناظرہ کیا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس کو بذات خود نہ کرتے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ارتکاب حرام سے معصوم

ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں کفار کو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف بلانے کا حکم دیا گیا۔ جب ہم ان کو دعوت دیں گے

تو لازماً وہ ہم سے اس پر دلیل طلب کریں گے۔ اور یہ مناظرہ کے بعد ہوگی۔ (انظر شرح التاویلات)

تفسیر آیت ۲۵۹:

اَوْ كَالَّذِي مَرَّ (یا اس کی طرح جس کا گزر ہوا) مطلب یہ ہے۔

یا ارایت مثل الذی۔ کیا تمہیں معلوم ہے اس کا حال جس کا گزر ہوا پس اس کو حذف کر دیا کیونکہ الم تو اس پر دلالت کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ یہ دونوں تعجب کے کلمات ہیں۔

دوسرا قول:

یہ معنی پر محمول ہے لفظ پر نہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ارایت کا الذی حاج ابراہیم او کا الذی مر۔ علامہ زنجیری: نے متوفی ۳۸۹ھ کشاف میں کہا۔ کہ اس میں کاف زائدہ ہے اور الذی کا عطف الی الذی حاج پر ہے۔

قول حسن علیہ السلام:

حضرت حسن علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ گزرنے والا کافر تھا۔ اور بعث کا منکر تھا اس لئے اس کو نمود کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پرو کر ڈکرایا۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ انی یحییٰ کلمۃ استبعاد کا استعمال کیا گیا۔ جو بعث بعد الموت کو بعید جانے کی طرف مشیر ہے۔

جمہور مفسرین علیہ السلام کی رائے:

مگر اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے احیائے موتی کا معاہدہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ بصیرت نامہ حاصل ہو جائے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا اور انہی یحییٰ تو زندہ کرنے کا طریقہ اور زندہ کرنے والے کی عظیم قدرت کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف ہے۔

بیت المقدس کا اُجڑنا:

عَلٰی قَرْيَةٍ (ہستی پر) یہ بیت المقدس شہر تھا۔ جبکہ اس کو بخت نصر نے برباد کر دیا تھا۔ یا وہی ہستی ہے جس سے وہ ہزاروں لوگ نکلے تھے۔

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا (وہ گرنے والی تھی اپنی چھتوں پر) یعنی چھتوں سمیت گر چکی تھی۔

یاد دوسرا قول: چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں بھی گر پڑیں۔ عروش ہر بلند چیز کو عرش کہتے ہیں۔

قَالَ اَنۡتَۤیۡ یُّحۡیِیۡ ہٰذِہٖ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہُ (اس نے کہا کیسے زندہ کرے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اس کے بعد پس اس کو موت دی اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو اٹھا کھڑا کیا) انہی یہ کیف کے معنی میں ہے۔ ہلکہ سے مراد اہل ہلکہ اس کے رہنے والے بعث سے مراد زندہ کرنا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی اس کو فرشتے نے کہا۔

کَمۡ لَبِثَۡتَۢ قَالَ لَبِثُۡتَ یَوۡمًا اَوْ بَعۡضَ یَوۡمٍ (تو کتنا عرصہ ٹھہرا اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا) یعنی اپنے گمان کی بناء پر۔

جوازِ اجتهاد:

مَنْبُتْلَهُ: اس میں دلیل ہے کہ اجتهاد جائز ہے۔

روایت میں ہے کہ ان کو موت چاشت کے وقت آئی اور سو سال بعد ان کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے اٹھایا۔ پس انہوں نے سورج کی طرف نگاہ ڈالنے سے پہلے کہا۔ یومًا ایک دن۔ پھر وہ متوجہ ہوئے۔ تو انہوں نے ابھی سورج کو باقی پایا۔ تو کہنے لگے۔ اَوْ يَعْصُ يَوْمٌ۔ یا دن کا کچھ حصہ۔

قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ (اس نے کہا بلکہ تو سو سال ٹھہرا ہے پس تو دیکھ اپنے کھانے کو اور اپنے مشروب کو)

مشروب کی جنس:

روایت میں ہے کہ ان کا کھانا انجیر اور انگور تھے اور مشروب جوس اور دودھ تھا۔ پس انہوں نے انگور اور انجیر کو اس طرح پایا گویا ابھی تازے پنے گئے ہیں اور مشروب بھی اپنی اصلی حالت میں ہے۔

لَمْ يَتَسَنَّ (وہ باسی نہیں ہوا) یعنی اس کا ذائقہ نہیں بدلا۔ اس کی ہاء اصلی ہے یا ہائے سکتہ ہے؟ اور السنۃ سے اس کے اشتقاق کے دو طریق ہیں۔

دو طریق اشتقاق:

نمبر ۱۔ کیونکہ اس کا لام کلمہ ہاء ہے۔ تو اصل مَسْنُوۃٌ اور فعل مَسَنَنْتُ فلانًا یعنی میں نے اس سے ایک سال معاملہ کیا۔
نمبر ۲۔ اصل سنوۃ تھا اور فعل سانیت بنا۔ اس کا معنی ہے اس کو سالوں نے تبدیل نہیں کیا۔ اور لم یسنن میں ہاء کو وصل میں حذف کر دیا۔ اور وقف میں ہاء قائم رکھی۔ حمزہ وعلی رحمہما اللہ کے ہاں۔

گدھے کی سواری کا جواز:

وَانْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ (اور تم اپنے گدھے کو دیکھو) یعنی کس طرح اس کی ہڈیاں تک بکھر چکی اور کھوکھلی ہو چکی ہیں)

ان کی سواری گدھا تھا۔ جس کو باندھا ہی تھا۔ کہ موت آگئی۔ اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

دوسرا قول: تو دیکھ اس کو کہ وہ صحیح سالم ہے جیسا تم نے باندھا۔ اور یہ عظیم نشانات قدرت میں سے ہے کہ اس کو سو سال بغیر چارے اور پانی کے زندہ رکھا۔ جیسا اس کے کھانے اور مشروب کی تبدیلی سے حفاظت فرمائی۔

نشانی کا مطلب:

وَلَنَجْجَعَنَّكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ (اور تاکہ تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں) یعنی نمبر ۱۔ ہم نے یہ کہا ہے مراد اس سے ان کا موت

کے بعد زندہ کرنا تھا اور ان تمام چیزوں کی حفاظت کرنا جو ان کے ساتھ تھیں۔ نمبر ۲۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ وہ اَوْحَدُ زَوْفٍ پر عطف ہے ای لنعبر ولنجعلک تاکہ تو عبرت حاصل کر لے اور تاکہ ہم تجھے بنائیں لوگوں کے لئے نشانی۔

نمبر ۳۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس گدھے پر سوار تشریف لائے اور کہا کہ میں عزیر علیہ السلام ہوں۔ انہوں نے جھٹلایا۔ انہوں نے تورات کو لانے کا حکم دیا۔ پس اس کو زبانی پڑھنے لگے۔

حضرت عزیر علیہ السلام سے پہلے کسی نے تورات کو زبانی نہ پڑھا تھا۔ پس یہی ان کا نشانی ہوتا ہے۔

نمبر ۴۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ گھروٹ کر گئے تو اپنی اولاد کو دیکھا۔ تو وہ بوڑھے ہو چکے اور یہ نوجوان تھے۔

ہڈیاں کس کی؟

وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ (اور تم ہڈیوں کو دیکھو) نمبر ۱۔ یعنی گدھے کی ہڈیاں۔ یا

دوسرا قول: ان مردوں کی ہڈیاں جن کے زندہ ہونے پر تعجب کیا تھا۔

تَكَيْفُ تَنْشِئُهَا (کس طرح ہم ان کو زمین سے اٹھا کر جوڑتے ہیں) یعنی ان کو حرکت دیتے اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کے لئے اٹھاتے اور بلند کرتے ہیں۔

قراءت: اہل حجاز و بصری قراء نے تَنْشِئُهَا راء کے ساتھ پڑھا یعنی زندہ کرتے ہیں۔

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (پھر ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں) ہاء سے مراد ہڈیاں۔ لحمًا۔ گوشت۔ تو گوشت بمنزل لباس قرار دیا مجازی طور پر۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ (پس جب ان کے سامنے واضح ہو گیا) اس کا فاعل مضمحل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے فلما تبين له ان الله على كل شيء قدير۔ کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہونا خوب واضح ہو گیا۔

دلالت کی وجہ سے حذف:

قَالَ اَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اس نے کہا میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) پہلے ان اللہ علی کل شیء قدير۔ کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا تھا۔ جیسا محاورہ عرب ہے ضربنی وضربت زيدا۔ یعنی مجھے زید نے مارا اور میں نے زید کو مارا۔ تو اول زید کو حذف کر دیا۔

دوسرا قول: یہ درست ہے کہ فلما تبين له سے مراد جو ان پر مشکل ہوا۔ یعنی احیائے موتی کا معاملہ۔ قراءت: حمزہ بربیعہ و علی ربیعہ نے کہا: اَعْلَمُ، اَعْلَمُ صیغہ امر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا اَعْلَمُ تو جان یا انہوں نے خود اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا اے نفس تو سمجھ لے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ

اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب آپ مجھے دکھا دیجئے مردوں کو کس طرح زندہ فرماتے ہیں، فرمایا کیا تم کو یقین نہیں ہے؟ عرض کیا

بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ

یقین ہے لیکن اس غرض سے سوال کرتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے، فرمایا سو تم لے لو چار پرندے پھر ان کو اپنے سے بلا لو

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثَمَرًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۖ وَاعْلَمْ

پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک ایک حصہ رکھ دو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو

أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۱۶﴾

کہ بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۰:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي ۖ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب تو مجھے دکھا)

كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ (تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے)

حُجُوجٌ: کیف یہ تحسی کی وجہ سے وضع نصب میں ہے۔

قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبِي (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تو یقین نہیں رکھتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیوں

نہیں؟ مگر میرے دل کو اطمینان ہو جائے)

فائدہ سوال:

سوال: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا اولم تؤمن۔ کیا تمہیں یقین نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ وہ ایمان میں تمام

لوگوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔

جواب: یہ سوال اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا۔ تاکہ وہی جواب دیں جو انہوں نے دیا۔ اس لئے کہ اس میں سامعین کے لئے

عظیم الشان فائدہ ہے۔

علم ضروری اور استدلالی کا فرق:

حُجُوجٌ: ہنسی۔ نفی کے بعد ایجاب کے لئے آتا ہے۔ اس کا معنی ہے کیوں نہیں۔

اَفْتَنَّا یعنی میں ایمان لایا۔ لیکن تاکہ میرا سکون و طمانیت بڑھ جائے۔ علم ضروری کو علم استدلال کے ساتھ ملا کر اور دلائل کا

ظاہر ہونا قلوب کے لئے زیادہ سکون کا باعث اور بصیرت میں مزید اضافہ کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ علم استدلالی کے ساتھ توشک کا امکان ہے۔ مگر علم ضروری کے قریب بھی شک کا گز نہیں۔

تَحْقُوقٌ: لام محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ولكن سالت ذلك ارادة طمانينة القلب لیکن میں نے یہ سوال اطمینان قلب کے ارادے سے کیا۔

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو چار پرندے لے) الطیر سے مؤن مرغ، کو، کبوتر مراد ہیں۔

فَصُرُّهُنَّ إِلَيْكَ (تو ان کو بلا لے) مادہ صور، صار، یصور

قراءت: حمزہ واو جعفر نے صُرُّهُنَّ پڑھا ہے۔ جس کا معنی پارہ پارہ کرنا ہے۔

مادہ صار۔ یصیر۔ صیرا ہے۔ صُرُّهُنَّ کا معنی مائل کرنا ملانا اور جمع کرنا ہے۔

پہاڑ کتنے؟

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا (پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے) یعنی ان کے ٹکڑے کر دے اور ان کے اجزاء ان پہاڑوں پر منتشر کر دے۔ جو تیرے سامنے اور تیرے علاقے میں ہیں اور یہ چار پہاڑ تھے یا سات۔

قراءت: جُزْءًا ۱۔ دونوں ضموں اور حمزہ کے ساتھ ابو بکر نے پڑھا ہے۔

ثُمَّ ادْعُهُنَّ (پھر ان کو بلاؤ) یعنی ان کو کہو تم میرے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔

يَأْتِيَنَّكَ سَعْيًا (وہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے) یہ موضع حال میں ہے یعنی ساعیات مسرعات فی طیر انھن وہ دوڑنے اور اپنی پرواز میں تیزی کرنے والے ہونگے۔ یا اپنے پاؤں پر چلنے میں جلدی کرنے والے ہونگے۔

نکتہ: ان کو اپنی طرف ملانے کا حکم اس لئے دیا تا کہ وہ ان کو پکڑ کر تامل کر سکیں اور ان کی شکلیں اور ہیئت اور اترا نہ زندہ کرنے کے بعد ان پر ملتصق نہ ہو۔ اور یہ وہم نہ ہو کہ وہ اور ہیں۔ روایت میں ہے کہ ان کو ذبح کا حکم ہوا اور ان کے پر نوچنے اور کاٹنے اور ان کے اجزاء کے متفرق کرنے اور ان کے پروں، خونوں اور گوشتوں کو خلط ملط کرنے کا حکم ہوا اور سروں کو اپنے پاس رکھنے کا۔ پھر حکم ہوا کہ ان کے اجزاء کو پہاڑوں پر رکھیں۔ ہر پہاڑ پر ہر پرندے کا چوتھا حصہ پھر ان کو آواز دینے کا حکم ہوا کہ تعالین باذن اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔ پس ہر جزو دوسرے جز کی طرف اڑ کر جانے لگا۔ یہاں تک کہ جسم بن گئے۔ پھر وہ اپنے سروں کے ساتھ آئے۔ اس طرح کہ ہر جثہ اپنے سر کے ساتھ لگ گیا۔

وَأَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ (اور جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) یعنی جو وہ ارادہ فرمائے۔ کوئی چیز اس کے سامنے انکار نہیں کر سکتی۔

حکیم (وہ حکمت والے ہیں) ان کاموں میں جن کی وہ تدبیر کرتے ہیں۔ وہی کرتے ہیں جس میں حکمت ہوتی ہے۔

رابط آیت:

زندہ کرنے پر اپنی قدرت کے دلائل خوب واضح کر دیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ پر آمادہ کیا اور بتلایا کہ جو آدمی اس کی

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ

مثال ان لوگوں کی جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں انکی سی جیسے ایک دانہ ہو اس نے اگائیں

سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۚ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ

سات بائیس، ہر بال میں ہیں سو دانے، اور اللہ چند در چند کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۶﴾

اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔

راہ میں خرچ کرتا ہے اس کو اس خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر ہے۔ اور وہ اس کے دینے پر قدرت رکھتا ہے پس فرمایا۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۶۱:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں)

یعنی ان کے خرچ کرنے کی مثال۔ یہاں مضاف کا محذوف جاننا ضروری ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ (ایک دانے کی مثال ہے) یا ان کی مثال غلہ بونے والے کی ہے۔

انبات کی صورت:

أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ (جوسات بالیں اگائے ہر بال میں سو دانے ہوں) اُگانے والے اللہ

تعالیٰ ہیں۔ دانہ چونکہ ظاہری سبب ہے اس کی طرف اگانے کی نسبت کر دی جس طرح زمین اور پانی کی طرف کی جاتی ہے۔

اور سات بالیں اگانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا پودہ نکلے جس سے سات پودے شاخوں کی صورت میں نکلیں۔ کہ ہر

شاخ پر ایک سہ ہو۔

درحقیقت یہ بال کئی گنا اضافے کی تصویر ہے گویا اس کا بڑھنا دیکھنے والے کی آنکھوں کے سامنے موجود کھڑا ہے اور یہ مثال

چٹائلی میں موجود ہے اور بسا اوقات گندم کا پودہ زرخیز زمین جو غلہ آور ہو اس مقدار تک پہنچ جاتی ہے۔

(اور آج کل تو متوسط زمینوں میں یہ پیداوار بے شمار غلہ جات میں واضح نظر آتی ہے) اس صورت میں یہ تمثیل صحیح ہے اور اگر

نہ پائی جائے تو فرض تقدیر کے طور پر بطور مثال اضافہ کو سمجھنا مقصود ہے۔

جمع کی وجہ:

یہاں سنابل کو سنابلات کی بجائے لایا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا قروہ کو اقراء کی جگہ لانا یعنی یہ جمع کثیر الاستعمال ہے اس لئے

لانی گئی۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان

مِنَّا وَلَا آذَىٰ ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

نہیں دھرتے اور ایذا نہیں پہنچاتے ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب کے پاس، اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٢٦﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذَىٰ ۗ

رغیدہ ہوں گے بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کر دینا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے

وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ

اور اللہ غنی ہے حلیم ہے، اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان بنا کر اور تکلیف

وَالْأَذَىٰ ۖ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یوم

الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ

آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پتھر پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر بھیجی مٹی اس کو

صَلَدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨﴾

زور دار ہارن سو کر چھوڑا اس کو بالکل ہی صاف، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر کارور نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

احوال پر فیصلہ:

وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے کئی گنا بڑھا دیتے ہیں) یعنی جس کے لئے اتنا بڑھانا چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔ ہر خرچ کرنے والے کے لئے یہ اضافہ نہیں۔ کیونکہ خرچ کرنے والوں کے احوال مختلف ہیں۔

دوسرا قول: سات سو سے زیادہ جن کے لئے چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔

قراءت: شامی بیہیہ نے بضعاف پڑھا۔ اور کی بیہیہ نے بضعف۔ واللہ واسع (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل و جود والے ہیں۔ علیم (جاننے والے ہیں) یعنی خرچ کرنے والوں کی نیت کو۔

تفسیر آیت ۲۶۲:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مِّنَّا (وہ لوگ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے

ہیں۔ پھر جو کچھ کیا اس کے بعد احسان نہیں دھرتے۔

من وایذاء کی وضاحت:

من یہ ہے کہ جس پر احسان کیا ہو اس پر زیادتی کرے اور اس کو دکھلائے کہ اس نے اس سے بھلائی کی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس پر حق لازم کرے۔

عرب کے لوگ کہا کرتے تھے۔ اذا صنعتہم صنیعۃ فانسوھا جب تم کوئی احسان کرو۔ تو اس کو بھلا دو۔ وَلَا اَذٰی (اور نہ دکھ دینا) ایذا یہ ہے کہ احسان کے بدلے اس پر بالادستی ظاہر کرے۔ ثم کے لفظ سے یہاں انفاق اور من و ایذا چھوڑنے میں فرق ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ کہ من و ایذا کا ترک کرنا انفاق سے بہتر ہے۔ جس طرح استقامت علی الایمان کو دخول ایمان سے۔ اس ارشاد خداوندی کی روشنی میں۔ (ثم استقاموا۔ فصلت۔ ۳۰) بہتر قرار دیا گیا۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے) یعنی ان کے انفاق کا ثواب خوف و غم کی نفی:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (ان پر نہ خوف ہوگا) یعنی اجر کے کم ہو جانے کا
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اور نہ وہ غمگین ہوں گے) یعنی اجر کے فوت ہو جانے پر یا

دوسرا قول: نہ خوف عذاب اور نہ حزن فوت ثواب

تکلف: یہاں لہم اجرہم فرمایا۔ اور بعد والی آیات میں فلہم اجرہم۔ کیونکہ یہاں موصول میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جبکہ اس جگہ معنی شرط کا متضمن ہے اس لئے فاء جزا سیلائی گئی۔

۲۶۳: قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ (اچھی بات) یعنی اچھے انداز سے جواب

وَمَغْفِرَةٌ (اور بخشش) اور سائل کو معاف کرنا جبکہ اس سے مسئول کو ناکواری ہو۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ملتی ہے اچھے جواب کی بناء پر۔

خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا اَذٰی (وہ بہت بہتر ہے ایسے صدقہ سے جس کے بعد ایذا پہنچائی جائے قول اگرچہ نکرہ ہے مگر صفت کے ساتھ مخصوص ہونے کی بناء پر اس کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ (اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں) اس کو کوئی ضرورت نہیں کسی ایسے خرچ کرنے والے کی جو احسان جتائے اور ایذا دے۔ (یعنی ایسے مفق سے اس کو نفرت ہے)

حَلِيمٌ (وہ بردبار ہیں) جلدی سزا نہیں دیتے۔

یہ ایسے شخص کے لئے وعید ہے۔ پھر اپنے اس ارشاد سے اس کو مزید موعود کر دیا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَبْطُلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی۔

۲۶۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي (اے ایمان والو! مت بطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح) كَالَّذِي كَافَ مَصْرَ مَخْذُوفٍ كِي صَفَتْ كِي طُورٍ پَر مَنصُوبٍ ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ابطالا مثل ابطال الذی۔ باطل کرنا اس کے باطل کرنے کی طرح۔

احسان جتلا نے کا نقصان:

يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا) یعنی نہ باطل کرو اپنے صدقات کا ثواب احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس منافق کے باطل کرنے کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس انفاق سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ ہی ثواب آخرت کا طالب ہے۔

تَحْفُوفٌ: رِئَاءَ یہ مفعول لہ ہے۔

شاندار مثال:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانَ عَلَيْهِ تَرَابٌ (اس کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر مٹی ہو) اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے اس خرچ کی مثال جس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ ایک ملائم پتھر سے دی جس پر مٹی ہو۔
فَأَصَابَهُ وَايِلٌ (پس اس کو موسلا دھار بارش پہنچی) کو اہل موٹے قطرے والی بارش کو کہتے ہیں۔
فَقَرَسَتْهُ صَلْدًا (پس اس کو صاف کر کے چھوڑا) یعنی مٹی سے بالکل صاف وہ مٹی جو اس پر پڑی تھی۔
لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا (وہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا) یعنی وہ اس چیز کا کچھ بھی ثواب نہ پائیں گے۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

دوسرا قول: کاف محل نصب میں ہے حال ہونے کی وجہ سے یعنی تم اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ اس حال میں کہ تم اس کو مائل بنانے والے ہو۔ اس شخص کے جو خرچ کرتا ہے (من وایذاء کے ساتھ) آیت میں لا یقدرون کو لایا گیا۔ کالذی ینفق کے بعد۔ کیونکہ مراد انفاق سے جس انفاق ہے۔ یا وہ فریق جو خرچ کرتا ہے۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ نہیں راہنمائی کرنے والے کافر قوم کی) یعنی جب تک وہ کفر کو اختیار کرنے والے ہیں۔

BestUrduBooks.wordpress.com

اَيُّوْدُ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے نیچے جاری ہوں

الْاَنْهَارُ لَهُ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ

نہیں اس میں اس کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا آجائے اور اس کی ضعیف آل و اولاد ہو

فَاَصَابَهَا اَعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰيٰتِ

پھر پہنچ گئی اس کو سخت تیز آندھی جس میں آگ ہو سو وہ باغ جل جائے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے آیات

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳۶﴾

تا کہ تم فکر کرو۔

دوسرا قول: ان کی حالت کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں اس باغ سے ہے جو اونچی جگہ پر ہو اور ان کے تھوڑے اور زیادہ نفقات کی مثال موسلا دھار بارش اور پھوار سے ہے۔ جس طرح ان میں سے ہر بارش باغ کے پھل کو کئی گنا کرتی ہے اسی طرح ان کے تھوڑے یا زیادہ خرچہ جات جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی طلب کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ اور اپنے مرتبہ میں بلند ہے اور ان کا مال اللہ تعالیٰ کے ہاں خوب ہوگا۔

وَاللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے) وہ تمہارے اعمال کثیر ہوں یا قلیل ان کو دیکھتے ہیں۔ تمہاری نیت کو جانتے ہیں۔ کہ ریاء و اخلاص میں سے کیا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۶۶:

اَيُّوْدُ اَحَدُكُمْ (کیا چاہتا ہے تم میں سے کوئی ایک) ہمزہ انکار کے لئے ہے۔

اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ (کہ اس کے پاس باغ ہو) جنت کا معنی باغ ہے۔

مِّنْ نَّجِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ (کھجور اور انگوروں کا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں) لہ میں ہنمیر باغ والے کی طرف لوثی ہے۔

فِيْهَا (اس میں) ہاء کی ضمیر جنت کی طرف لوثی ہے یعنی باغ میں۔

ثمرات کی مراد:

مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ (ہر قسم کے پھل ہوں) مراد ثمرات سے وہ منافع ہیں۔ جو باغ سے اس کو حاصل ہوتے ہیں۔

دوسرا قول: کھجور اور انگور جب درختوں میں عمدہ اور منافع میں برتر ہیں۔ اسی لئے تمام پھلوں میں انکا تذکرہ فرمایا اور باغ ہی انہی کا قرار دیا۔ اگرچہ وہ دوسرے درختوں پر بھی مشتمل تھا۔ گویا ان کو تمام درختوں پر غلبہ دیا۔ پھر ان کے پیچھے تمام پھلوں کا تذکرہ کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو، اور اس میں سے جو ہم نے نکالا تمہارے لئے

مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ

زمین میں سے، اور مت ارادہ کرو ردي چیز کا کہ اس میں سے خرچ کرو، اور تم خود اس کے لئے والے نہیں ہو

إِلَّا أَنْ تَعْمُضُوا فِيهِ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٣٧﴾

مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کر جاؤ، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ غنی ہے اور حمید ہے۔

ریا کاری کی مثال:

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ (اور اس کو بڑھاپا آئے) یہ حال کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس باغ ہو اور ادھر اس کو بڑھاپا آئے۔ (گویا بڑھاپا کے رزق کا ایک ہی سہارا ہو)

وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضِعْفَاءُ (اور اس کی اولاد ہو کمزور) ضعفاء سے مراد چھوٹے بچے۔ یہ بھی جملہ حالیہ ہے اور اصابعہ کی ضمیر ہاء سے حال ہے۔

فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ (پھر اس کو ایسی آندھی پہنچے) اعصار کا معنی بگولا ہے جو زمین میں گول ستون کی شکل میں بھاگتا نظر آتا ہے۔

فِيهِ (اس میں) یعنی اس بگولے میں آگ ہو اور وہ آگ بلند ہو۔

نَارٌ (آگ) ظرف کے ساتھ اور ظرف اعصار کا وصف ہے یعنی ایسا بگولہ کہ جس میں آگ ہو۔

فَاخْتَرَقَتْ (پس وہ باغ جل جائے)

یہ اس آدمی کی مثال ہے جو اعمال ریا کاری کی خاطر کرتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ ان اعمال کو ضبط شدہ پائے گا۔

پس اس وقت وہ اسی طرح حسرت و افسوس کرے گا۔ جس طرح یہ باغ والا جس کا باغ تمام اقسام و انواع کے پھلوں پر مشتمل تھا اور یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا۔ اور اس کی اولاد کم عمر ہو۔ حالانکہ باغ پر اس کی معیشت کا دار و مدار ہو پس ادھر وہ باغ بگولے سے جل اٹھا۔

كَذَٰلِكَ (اس بیان کی طرح) جو ابھی ہو چکا۔

يَسِينُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے نشانات تو حید و دین بیان کرتے ہیں)

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (تا کہ تم سوچ و بچار کر کے اور متنبہ ہو جاؤ)

تَفْسِيرُ آیت ۲۶۷:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ - (اے ایمان والو! تم اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو) طیبات

سے مراد عمدہ کمائی۔

مال تجارت میں زکوٰۃ:

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ لازم ہے۔

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (اور اس میں سے جو ہم تمہارے لئے زمین میں سے نکالیں) یعنی غلہ جات، پھل، معدنیات وغیرہ۔

تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من طیبات ما اخرجنا لکم۔ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے نکالی ہیں۔ البتہ طیبات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

وَلَا تَحْمِلُوا الْحَبِیْثَ (اور قصد نہ کرو ردی مال کا) یعنی ردی مال کا قصد بھی نہ کرو۔

مِنْهُ تَنَفَّقُوْنَ (کہ اس میں سے تم خرچ کرو) یعنی اس کو انفاق کے ساتھ خاص کرلو۔ یہ جملہ محل حال میں ہے کہ نہ قصد کرو ضمیٹ مال کا اس حال میں کہ تم خرچ کرنے والے ہو یعنی تم خرچے کو طے کرنے والے ہو۔

وَلَسْتُمْ بِأَخِيْذِهِ (حالانکہ تم اس کو لینے والے نہیں ہو) یعنی تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ تم اپنے حقوق میں اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔

غمض کا مطلب:

إِلَّا أَنْ تَغْمِضُوا فِيْهِ (مگر یہ کہ تم چشم پوشی کرو اس میں) یعنی مگر یہ کہ تم اس کے لینے میں تسامح سے کام لو اور رخصت پر عمل پیرا ہو جیسے عرب کہتے ہیں۔ اغمض فلان عن بعض حقہ۔ کہ فلاں نے اپنے بعض حق سے چشم پوشی کی۔ اور بائع کو کہا جاتا ہے۔ اغمض ای لا تنقص کانک لا تبصر۔

روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ لوگ ردی بھجور اور سوکھی بھجوریں صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ ان کو اس سے روک دیا گیا۔

وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ (کہ تم یقین کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) یعنی تمہارے صدقات سے۔
حَمِيْدٌ (تعریف والے ہیں) یعنی حمد کے حقدار یا محمود ہیں۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۗ وَاللَّهُ يَعِدُكُم

شیطان تم کو ڈراتا ہے غمگینی سے، اور تم کو تمہیں فحش کاموں کا، اور اللہ وعدہ فرماتا ہے تم سے

مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن

اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا، اور اللہ وسعت والا ہے، وہ حکمت دیتا ہے جس کو

يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ

چاہتا ہے، اور جس کو حکمت دی گئی اسے خوب زیادہ خیر عطا کی گئی، اور وہی لوگ

الْأُولَٰئِكَ الْأَلْبَابُ ﴿۲۶۹﴾

نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۶۸:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ (شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی انفاق کے متعلق

الْفَقْرَ (نگد دستی کا) یعنی تمہیں کہتا ہے کہ تمہارے انفاق کا انجام یہ ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ گے۔ الْوَعْدُ۔

وعدہ کا لفظ خبر و شرط میں استعمال ہوتا ہے۔

وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ (وہ تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے) یعنی تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بخل پر آمادہ کرتا ہے

اور صدقات سے روکتا ہے۔ اغراء کسی مامور کو حکم دینا۔ الفاحش۔ عرب بخل کو کہتے ہیں۔

وَاللَّهُ يَعِدُكُمُ (اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتے ہیں) یعنی انفاق میں۔

مَغْفِرَةً مِّنْهُ (مغفرت کا اپنی طرف سے) یعنی تمہارے گناہوں کی مغفرت کا اور گناہوں کے کفارے کا (وعدہ دیتے ہیں)

وَفَضْلًا (اور فضل کا) یعنی اس بات کا کہ وہ تم پر نایاب بنا دیں گے اس سے زیادہ افضل جو تم نے خرچ کیا ہے۔ یا آخرت

میں ثواب دیں گے۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ (اور اللہ وسعت والا ہے) وہ وسعت کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔

عَلِيمٌ (علم والا ہے) یعنی تمہارے افعال و نیات کو پہچانتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۶۹:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ (وہ حکمت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) حکمت سے مراد علم قرآن و سنت ہے یا علم نافع جو اللہ تعالیٰ

کی رضا مندی تک پہنچانے والا ہے اور اس پر عمل کرنے تک پہنچانے والا ہے۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ط

جو کچھ کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو بلاشبہ اللہ اس کو جانتا ہے

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝۲۶

اور ظالم کرنے والوں کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

حکیم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو کہ عالم عامل ہو۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ (جس کو حکمت ملی) اسے یعقوب نے مَنْ يُؤْتَ پڑھا ہے۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ حکمت دیتا ہے۔

فائدہ تنوین:

فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (اس کو بہت سی بھلائی دی گئی) خَيْرًا كَثِيرًا میں توین تنکیر تعظیم کو ظاہر کرتی ہے۔ یعنی اس کو بہت

سی بھلائی دی گئی۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل والے) یعنی اللہ تعالیٰ کی ان موعظ سے سلیم العقل

ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یا علماء عالمین۔ مقصد آیت کا یہ ہے کہ انفاق پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۷:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ (جو تم خرچ کرتے ہو کسی طرح کا خرچ) یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں۔

أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ (یا تم نذر مانتے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خاطر یا معصیت کی خاطر۔

فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ (پس اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں) یعنی اس پر کچھ بھی مخفی نہیں اور وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

ظالم سے مراد کون؟

وَمَا لِلظَّالِمِينَ (اور ظالموں کا نہیں) ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدقات سے باز رہتے ہیں۔ یا اپنے مال گناہوں کے

راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یا گناہوں کی نذر مانتے ہیں۔ یا نذر مان کر پوری نہیں کرتے۔

مِنْ أَنْصَارٍ (کوئی مددگار) یعنی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکے۔ اور اس کے عذاب سے محفوظ کر سکے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ

اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ اچھی بات ہے، اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۷۶﴾

تو وہ زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے، اور اللہ تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا

آپ کے ذمہ نہیں ہے ان کی ہدایت لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو بھی کچھ اچھا مال

مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا

تم خرچ کرتے ہو، تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہے، اور تم نہیں خرچ کرتے ہو مگر اللہ کی رضا کے لئے، اور جو کچھ

تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ الْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَأَنْتُمْ لَا تظْلَمُونَ ﴿۷۷﴾

بھی خرچ کرو گے اچھا مال وہ پورا پورا تمہیں دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۷۱:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ (اور اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بہت خوب ہے) پس اس کا اظہار بہت خوب ہے۔

نعمًا کا مکرہ ہے لیکن نہ موصول اور نہ موصوفہ اور مخصوص بالمدرج ہی ہے

قراءت: ابو عمر و اور مدنی نے نعمًا کو نون کے کسرہ اور سکون عین کے ساتھ نعمًا مگر ورش نے نعمًا پڑھا ہے۔

دوسرے قراء نے نعمًا عین کے فتح اور میم کی تشدید کے ساتھ پڑھا۔

وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ (اگر تم اس کو چھپاؤ اور فقراء کو دو) یعنی تم ان اموال کو اخفاء کے ساتھ مصارف تک

پہنچانے والے ہو۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (پس وہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے) یعنی اخفاء تمہارے لئے بہتر ہے۔

ارشاد مفسرین رحمہم اللہ:

مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا۔ مراد اس سے صدقات نفلیہ ہیں اور فرائض میں ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ اس پر الزام نہ

لگے۔ کہ یہ فرائض ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اگر زکوٰۃ دینے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جو خوش حال مشہور نہیں ہیں۔ تو اس کا اخفاء افضل

ہے اور نفلی صدقہ کرنے والا اگر یہ ارادہ کرے کہ لوگ اس کی اتباع کریں تو اس کا اظہار افضل ہے۔

وَيَكْفُرُ (وہ منکفر ہے)

اختلاف قراءت:

(نکفُر مدنی حمزہ اور علی رحمہم اللہ اور نکفُر واء کارفع دے کر شامی، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے نکفُر۔ نون اور رفع کے ساتھ پڑھا۔

جنہوں نے جزم دی انہوں نے محل فاء اور اس کے مابعد پر عطف کیا ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔ جنہوں نے رفع دیا۔ تو انہوں نے جملہ مستانفہ بنایا ہے اور یا کی صورت میں معنی یكْفُرُ اللّٰہ یعنی اللہ بخش دیں گے۔

عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ (تم سے تمہاری برائیاں) یعنی تم سے تمہاری برائیاں۔ اور نون کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ ہم منادیں گے تمہاری برائیاں تم سے۔

وَاللّٰهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال خواہ وہ اظہار کی صورت میں ہوں یا انفاء کی شکل میں) خبیثہ (خبر رکھنے والے ہیں) یعنی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

تَفْصِيْلُ آيَتِ ۲۷۲..... ہدایت ذمہ نہ ہونے کا مطلب:

لَيْسَ عَلَيْكَ هٰذَا (تمہارے ذمہ ان کی ہدایت نہیں) یعنی تمہارے ذمہ لازم نہیں کہ تم ان کو انتہاء تک پہنچانے والے ہو ان چیزوں میں جن سے ان کو منع کیا گیا۔ یعنی مَن اِذْء اور انفاق مال خبیث وغیرہ۔ آپ کے ذمہ صرف ممنوعات کی ممانعت بتلا دینا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کی چاہے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں) دوسرا قول: آپ کے ذمہ توفیق ہدایت نہیں یا ہدایت کا پیدا کرنا نہیں۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

وَمَا تَنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو۔) فَلَا نَفْسُكُمْ (پس وہ تمہارے اپنے نفسوں کے لئے ہے) یعنی اس کا فائدہ تمہارے علاوہ اور کسی کو نہ پہنچے گا پس تم ان کا احسان لوگوں پر مت جتلاؤ۔ اور نہ ہی ظلم سے ان کو ایذا دو۔

وَمَا تَنْفِقُوْنَ اِلَّا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ (اور تم خرچ نہیں کرتے مگر صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی تلاش کرنے کے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جو کچھ اس کے ہاں ہے اس کو چاہنے کے لئے تم خرچ کرو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم احسان جتلاتے ہو۔

وَمَا تَنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ اِلَيْكُمْ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو گے۔ وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا) یعنی اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر۔ پس تمہارے پاس اس کے خرچ کرنے سے اعراض کرنے کا کوئی عذر نہیں۔ اور وہ مال بہترین و خوب تر انداز سے ہونا چاہیے۔

وَاَنْتُمْ لَا تَظْلُمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائیگا) یعنی تمہارے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔ جیسا کہ سورہ کہف آیت نمبر ۳۳ و لم تظلم منه شیئاً۔ اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی تھی۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي

صدقات فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں روکے ہوئے ہیں وہ زمین میں سفر نہیں

الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ

کر سکتے۔ سوال سے بچنے کے سبب انہیں آدمی نہیں الدار سمجھتا ہے، تو انہیں پہچان لے گا

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝۳

وہ ٹھ پٹ کر لوگوں سے سوال نہیں کرتے، اور جو بھی کچھ تم خرچ کرو گے۔ اچھا نہیں سوائے اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۳: لِلْفُقَرَاءِ اصحابِ صدقہ کی جماعت:

لِلْفُقَرَاءِ: (صدقات فقراء کیلئے ہیں) نَحْفُو: للفقراء میں لام جارہ محذوف کے متعلق ہے ای اعمدوا للفقراء تم فقراء کا قصد کرو۔ یا مبتدائے محذوف هذه الصدقات کی یہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ صدقات ان فقراء کے لئے ہیں۔

الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (جو روک دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہاد نے روک دیا اور یہ کہ وہ کام کاج نہیں کر سکتے۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی اس میں مشغولیت کی وجہ سے

ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ (زمین میں آجائیں سکتے) یعنی کمائی کے لئے۔

دوسرا قول: یہ اصحابِ صدقہ ہیں۔ یہ مہاجرین قریش میں سے چار سو آدمی تھے۔ مدینہ میں ان کے مکانات نہ تھے۔ اور نہ ان کا قبیلہ و خاندان۔ یہ مسجد کے چبوترے میں قیام پذیر تھے۔ یہ وہی چھپرے جس کے نیچے وہ رات کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے۔ اور دن کو کھجور کی گھٹلیاں کوٹتے اور ہر سر یہ میں نکلتے جن کو کسی طرف رسول اللہ ﷺ روانہ فرماتے۔ پس جن کے پاس زاد کھانا ہوتا وہ لا کر ان کو پیش کرتے۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ (گمان کرتے ان کو جاہل) یعنی ان کی حالت کی وجہ سے

قراءت: شامی یزید، حمزہ عاصم نے یَحْسَبُ سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

باقی قراءت نے یَحْسِبُ کسرہ سین کے ساتھ پڑھا۔

أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (غنی سوال سے بچنے کی وجہ سے) یعنی ان کو غنی گمان کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سوال سے بچنے والے ہیں۔ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ (تم ان کو پہچانو گے ان کی نشانوں سے) یعنی بھوک کی وجہ سے چہرے کی زردی اور حالت کی پراگندگی سے۔

اصرار سوال کی مذمت:

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (وہ لوگوں سے پٹ کر سوال نہیں کرتے) إلحاف کا معنی اصرار کرنا، لئے بغیر نہ چھوڑنا۔ کہا گیا ہے

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْإِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور جہانگیر طور پر

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٧٧﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ

جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان لپٹ کر

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ

مخبوط بنا دے، یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ

بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ سو جس کے پاس آگئی نصیحت اس کے رب کی طرف سے پھر وہ باز آ گیا

فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ

تو اس کے لئے وہ ہے جو گزر چکا، اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اور جو شخص پھر عود کرے سو یہ لوگ دوزخ والے ہیں،

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧٨﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کہ اس میں سوال اور اصرار سوال دونوں کی ممانعت ہے۔ جیسا شاعر کا قول۔ علی لا یجوز لا یہتدی بصنارہ۔ اس میں منار اور اہتدی دونوں کی نفی ہے۔ الحاح لازم پکڑنا۔ اس وقت تک جدانہ ہونا جب تک کوئی چیز دی نہ جائے۔ حدیث میں وارد ہے بیشک اللہ تعالیٰ حیا دار حوصلہ مند سوال سے بچنے والے کو پسند کرتے ہیں اور بے حیاء تیز مزاج لپٹ جانے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔

دوسرا قول: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگر سوال کریں تو نرمی سے سوال کرتے ہیں اور اس کے لئے اصرار نہیں کرتے۔

وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (اور جو تم خرچ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی اس کو اپنے ہاں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

تَفْسِيرُ آیت ۷۷..... راہ الہی میں خرچ کے حریص:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْإِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً (وہ لوگ جو اپنا مال رات دن پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں)

مَجْنُونٌ: سرا و علانیہ۔ یہ دونوں حال ہیں۔ ای مسرین و معلنین۔ مطلب یہ ہوا۔ بھلائی میں بہت زیادہ حرص کی بناء پر صدقہ عمومی اوقات میں کرتے ہیں۔ جو نبی ان کو کسی محتاج کی محتاجی معلوم ہوئی تو اس کے پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ اور اس کو مؤخر نہیں ہونے دیتے۔ کسی وقت و حالت کا بہانہ نہیں بناتے۔

ایک قول: یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت اتری۔ جب انہوں نے چالیس دینار خرچ کیے۔ دس رات کو دس دن کو دس پوشیدہ اور دس علانیہ۔

ایک قول کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری۔ جبکہ وہ کل چار درہم کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک پوشیدہ اور ایک درہم علانیہ دیا۔

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (ان کی مزدوری ان کے رب کے ہاں ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

۲۷۵: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا (وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں) ربوا۔ وہ اضافہ جو عوض سے خالی ہو۔ جبکہ مال کا مال سے معاوضہ دیا جائے۔

الرِّبَا۔ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کی طرح واؤ کے ساتھ ان لوگوں کے نزدیک لکھا جاتا ہے جو اس کو پر کر کے پڑھتے ہیں اور الرِّبَا میں واؤ کی کتابت میں واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ یہ واؤ جمع کے مشابہ ہے۔

لَا يَقُومُونَ (وہ نہ کھڑے ہوں گے) یعنی جب وہ قبور سے اٹھائے جائیں گے۔

مجنون و جہلی کی مثال:

إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ (مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو چھوکر شیطان نے دکھ پہنچا دیا ہو) یعنی جنون زدہ کیونکہ وہ سود خور معاملے میں ناک نونیاں مارتا ہے اس لئے اس کو سزا تقابل کے طور پر دی گئی۔ الخبط۔ زور سے مارنا۔ جیسے اندھی اونٹنی کا میڑھا چلنا۔

مِنَ الْمَسِّ (چھوکر) یعنی جنون کی وجہ سے

نحوی نکات:

تَحْمِصٌ: من المس یہ لایقومون سے متعلق ہے ای لایقومون من المس الذی بہم الا کما یقوم المصروع یعنی وہ اس چھوٹنے سے کھڑے نہ ہوں گے جس کا ان پر اثر ہے مگر اس طرح جیسے مجنون کھڑا ہوتا ہے۔

یاد دوسرا قول: یہ یقوم سے متعلق ہے جیسا کہ مجنون اپنے جنون سے کھڑا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کے دن مجنوں کی طرح مجبوط الحواس کھڑے ہوں گے یہ موقف حساب میں قیامت کے دن ان کی علامت ہے۔

نمبر ۲ دوسرا قول: جو قبور سے سیدھے نکل کر محشر کی طرف جائیں گے سوائے سود خوروں کے کہ وہ گرتے پڑتے چلیں گے۔ جیسے

مجنون چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے سود کھایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے پیٹوں میں بڑھا کر بو بھل کر دیا۔ جس سے وہ سیدھے اٹھ کر چلنے کی قدرت سے محروم کر دیئے گئے

ذٰلِكَ (یہ) یعنی سزا۔ بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے)

قَالُوا اِنَّمَا اتَّبَعْنَا مِثْلَ الْاَوَّلٰی (کہ انہوں نے کہا بے شک بیع سود کی طرح ہے)

رباء سے محبت کا حال:

سوال: اس طرح نہیں کہا کہ ربا بیع کی طرح ہے۔ باوجودیکہ گفتگو ربا کے سلسلہ میں ہے بیع کے متعلق نہیں۔

جواب: یہ کلام مبالغہ کے انداز سے لایا گیا اور وہ اس طرح کہ ربا کے حلال ہونے میں ان کا اعتقاد اس حد تک پہنچ چکا۔ کہ انہوں نے ربا کو اصل اور حلال ہونے میں بطور قانونی چیز کے پیش کیا۔ حتیٰ کہ بیع سے اس کو تشبیہ دے کر پیش کیا۔

باطل قیاس کا رد:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا۔ اس میں ان کے برابر قرار دینے کی تردید کی گئی۔ کہ حلت و حرمت دو مخالف ضدیں ہیں یہ ایک دوسرے کے مماثل کیسے ہو سکتے ہیں؟
مَنْ يَتَّبِعْهُ فَسَوْفَ يَكُنْ مِنَ الْغٰثِيَةِ (نفس سے قیاس منہم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیاس کو باطل کرنے کے لئے بیع کا حلال کرنا اور سود کا حرام کرنا بطور دلیل ذکر کیا۔

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّهِ (پس جس شخص کے پاس نصیحت اس کے رب کی طرف سے آجائے) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور ربا کی ممانعت والی تنبیہ پہنچ گئی۔

فَاتَّبَعَهَا (پس وہ باز آگیا) اور ممانعت کو مان لیا اور سود چھوڑ دیا۔

فَلَهُ مَا سَلَفَ (پس اس کیلئے ہے جو وہ لے چکا) یعنی اس سے گزشتہ کا مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے نزول حرمت سے پہلے لیا۔

وَأَمْرُهُ إِلَى اللّٰهِ (اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے تمہارا اس کے معاملہ سے اب کچھ تعلق نہیں۔ تم اس سے مت مطالبہ کرو۔

وَمَنْ عَادَ (جو سود خوری کی طرف لوٹا) یعنی سود کو حلال قرار دینے کی طرف یہ زجاج بیٹھنے کا قول ہے۔ یا ربا کی طرف لوٹا اس حال میں کہ اس کو حلال قرار دینے والا ہے۔

حرام کو حلال ماننا کفر ہے:

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنم والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے) اس لئے کہ سود کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والا کافر ہے اسی وجہ سے جہنم میں ہمیشگی کا حق دار بن گیا۔

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِي الصَّدَقَتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿۷۶﴾

اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو، اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی کفر کرنے والے گناہ کرنے والے کو۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز قائم کی اور

الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

زکوٰۃ ادا کی سوان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ

يَحْزَنُونَ ﴿۷۷﴾

غمگین ہوں گے۔

مَنْبِتْلَہ: اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ فاسق کے خلود فی النار والے مسئلے سے آیت کا کوئی تعلق نہیں وہ معتزلہ کی اپنی اختراع ہے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲۷۶:

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا (اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں) یعنی اس کی برکت کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اس مال کو تلف کر دیتے ہیں جس میں سود شامل ہو جائے۔

وَيُرِي الصَّدَقَتِ (اور صدقات کو بڑھاتے ہیں) یعنی اضافہ کرتے اور بڑھاتے ہیں اس مال میں اضافہ کرتے ہیں جس سے صدقہ نکالا جائے اور اس میں برکت دیتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہے زکوٰۃ مال میں کمی نہیں کرتی۔ (مسلم)

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ (اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پسند نہیں کرتے) کفار بڑا کفر اس لئے کہ اس نے ربا کو حلال قرار دیا۔

أَثِيمٍ (گنہگار یعنی سود کھا کر گناہ پراڑنے والا)

تَفْسِیْرُ آیت ۲۷۷:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ ان کا اجر ان کے

رب کے پاس ہے اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ

پس اگر تم نہ کرو تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے

رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾

اصل مال ہیں نہ ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

ایک قول: یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ربا کی حرمت پر ایمان لائے۔

۲۷۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا - (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ربا میں سے جو باقی ہے اس کو چھوڑ دو)۔

انہوں نے لوگوں پر جو ربا کی شرط لگائی تھی وہ لے لیا۔ اور ابھی ان کے بھایا جات لوگوں کے ذمہ باقی تھے۔ پس ان کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور اس کا مطالبہ نہ کریں۔

روایت میں ہے کہ یہ بنو ثقیف کے متعلق اتری۔ ان کے بعض قبائل کا قریش کے ذمہ سود تھا۔ انہوں نے وقت آنے پر مال کے ساتھ سود کا مطالبہ کیا۔ (تو ان کو حکم دیا گیا کہ سود کو چھوڑ دیا جائے)

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (اگر تم کامل الایمان ہو) ایمان کے کمال کی دلیل حکم کو پورے طور پر مان لینا ہے۔

۲۷۹: فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے) یعنی تم آگاہ ہو جاؤ اذنوا یہ اذن بالشی سے لیا گیا۔ جب کہ اس کو جان لے۔

قراءت: حسن بیہد کی قراءت اس معنی کی تائید کرتی ہے انہوں نے فَأَيُّقِنُوا پڑھا ہے۔

حزہ ابوبکر رحمہما اللہ نے فَأَذِنُوا بروزن آمِنُوا پڑھا ہے۔

بقیہ قراء نے فَأَذِنُوا پڑھا ہے۔

ایک سوال:

سوال: یہاں فَأَذِنُوا بحرب من اللہ ورسولہ فرمایا۔ بحرب اللہ ورسولہ نہیں فرمایا۔

جواب: کیونکہ یہ انداز کلام زیادہ یلغ ہے اس لئے کہ اس کا معنی پس تم تیار ہو جاؤ اس قسم کی لڑائی کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ہاں بہت بڑی ہے۔

روایت میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو ثقیف والے کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے مقابلہ کی

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَّیْسَرَةٍ ۖ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنْ

اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینا ہے آسودہ ہو جانے تک ، اور یہ بات کہ تم صدقہ کر دو تمہارے لئے بہتر ہے اگر

کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲۸) وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ

تم جانتے ہو، اور ڈرو تم اس دن سے جس میں لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف، پھر ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ

نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (۲۹)

دیا جائے گا جو کچھ اس نے کسب کیا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تاب نہیں لاسکتے (پس سر تسلیم خم کرتے ہیں)

وَاِنْ تُسْتَعٰیجْ اَوْ اُتٰی قَرْضٌ جَدِیْدٌ

فَلَکُمْ دُءُوْسٌ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ (پس تمہارے لئے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو۔ یعنی اپنے قرض پر اضافہ لے کر و لا

تَظْلِمُوْنَ) اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔ یعنی اصل کو کم کر کے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲۸:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ (اگر وہ تنگ دست ہے) یعنی اگر تمہارے مقروض مفلوک الحال اور تنگ دست ہیں۔

فَنَظِرَةٌ (پس مہلت دینا ہے)۔ پس حکم یا امر مہلت دینے کا ہے۔ اول صورت کا معنی یہ ہے۔ فراخ دہی تک انتظار کا حکم

ہے۔ دوسری صورت کا معنی پس فراخ دہی تک انتظار لازم ہے۔

اِلَی مَّیْسَرَةٍ (آسانی آنے تک)

قراءت: نافع نے مِیْسَرَةٍ سین کے ضمہ سے پڑھا دیگر قراء نے سین کے فتح کے ساتھ مِیْسَرہ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا (اور یہ بات کہ تم صدقہ دو) عاصم نے تَصَدَّقُوْا تخفیف کے ساتھ اپنے اصل اموال یا بعض اموال کو اپنے

قرض داروں میں سے زیادہ تنگ دستوں کو دے دو۔

دوسرے قراء نے تَصَدَّقُوْا تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ تم دوسروں کو صدقہ دو۔ تخفیف میں ایک تاحذف ہے اور تشدید میں

ادغام ہے۔

خَیْرًا لَّکُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) یعنی قیامت کے دن۔ ایک قول یہ ہے کہ تصدق سے مراد مہلت دینا ہی ہے۔

اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یحل دین رجل مسلم فیؤخره الا کان لہ بكل یوم صدقۃ۔ (ابن ماجہ)
کسی مسلمان کو قرض کا مؤخر کرنا درست نہیں۔ مگر یہ کہ ہر دن کے بدلے میں (اتنے مال کے) صدقہ کا ثواب ملے گا۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (اگر تم جانتے ہو) کہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ پس تم اس پر عمل کرو گویا بے عمل کو علم کے باوجود بے علم قرار دیا۔

تفسیر آیت ۲۸۱:

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ۔ (اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے)۔
قراءت: ابو عمرو نے تَرْجَعُونَ پڑھا ہے۔ رجوع لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

آخری آیت:

کہا گیا کہ یہ آخری آیت ہے۔ جس کو جبرائیل علیہ السلام لائے اور کہا۔ اس کو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ کے بعد رکھ دو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کیس دن بقید حیات رہے۔ یا ا کا سی ایام یا سات ایام یا تین ساعات:
ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ ہر نفس کو جو اس نے کمایا) یعنی کمائے ہوئے کا بدلہ۔
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) یعنی ان کی نیکیاں کم کر کے اور گناہوں میں اضافہ کر کے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَسْتُمْ بَدِئِينَ إِلَىٰ آجِلٍ مُّسَمًّى فَآكُتْبُوهُ ۖ

اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

وَلْيَكُتَبْ بَيْنَكُمُ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ

اور چاہئے کہ جو شخص تمہارے درمیان لکھنے والا ہو وہ انصاف کے ساتھ لکھے۔ اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا۔

اللَّهُ فَلْيَكُتَبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ

ہے، سو چاہئے کہ لکھ دیا کرے، اور جس کے اوپر حق ہے اسے چاہئے کہ گھموادے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں سے کچھ بھی کم

مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ

نہ کرے، سو اگر وہ شخص کم سمجھ ہو جس پر حق ہے یا ضعیف ہو یا ادا کرانے پر قدرت

أَنْ يُمِلَّ ۚ هُوَ فليُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَأَسْتَشْهِدُ وَاشْهَيْدَ بَيْنَ مَنْ

نہ رکھتا ہو تو اس کا دلی انصاف کے ساتھ گھموادے، اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ

رَبَّائِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

بنا لیا کرو۔ پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم

مِنَ الشَّهَادَةِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ

پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے

وَلَا يَأْبَ الشَّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْمُوا أَنْ تَكُتْبُوهُ صَغِيرًا أَوْ

اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے، اور قریبے کے معاملہ میں لکھنے سے مت آگاہ چھوٹا ہو

كَبِيرًا إِلَىٰ آجِلٍ ۚ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ

یا بڑا ہوا اس کی مدت مقررہ تک، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی ہے اور اس سے زیادہ قریب ہے

أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ

کہ تم شک میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی تجارت ہو جس میں لینا دینا دست بردست ہو جس کا تم آپس میں معاملہ کر رہے ہو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۚ وَاَشْهَدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ

سو تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ لکھا پڑھی نہ کرو، اور گواہ بنالیا کرو جب کہ تم آپس میں خرید و فروخت کا معاملہ کرو

وَلَا يَضَارُّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهُ فُسُوْقٌ ۚ

اور نہ ضرر دا جائے کاتب کو، اور نہ گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو تو بلاشبہ اس میں گناہ گاری ہے

بِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَیَعْلَمُكُمْ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۲﴾

تمہارے لئے، اور اللہ سے ڈرو، اللہ تمہیں سمجھتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت دین:

۲۸۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَعْتُمْ بَيْنَكُمْ - (اے ایمان والو۔ جب تم باہمی قرض کا معاملہ کرو)۔ یعنی جب ایک دوسرے کو قرض لو۔ دو۔ عرب کہتے ہیں۔ داینت الرجل۔ جب کسی کو قرض دیا جائے۔ یا لیا جائے۔

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقررہ وقت تک) مقررہ مدت تک۔ مثلاً کٹائی یا گہائی یا حجاج کے لوٹنے تک نکتہ: دَیْنٌ کا لفظ واضح ذکر کیا۔ اذا تدايستم الی اجل مسمی فقط نہیں کہا تا کہ فاکتبوہ کی ضمیر اس کی طرف لوٹ سکے۔ اگر دَیْن کا لفظ واضح نہ ہوتا تو لازم آتا تھا۔ کہ کہا جاتا فاکتبوا الدین اور اس طرح سے کلام میں وہ خوبصورتی نہ ہوتی۔ جواب ہے۔

دو وجوہ:

وجہ اول: یہ انداز کلام قرض کی اقسام مؤجل اور دَیْنِ حالی کو بیان کرنے میں زیادہ واضح ہے۔
وجہ دوم: قرض کے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ یہ زیادہ پختہ بات ہے اور بھول چوک سے محفوظ ہے اور انکار سے دور ہے۔
مطلب آیت: مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جب تم باہمی مؤجل قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

استنباطی مسائل:

مَنْعَةُ الدَّيْنِ: یہ حکم احتسابی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس سے مراد بیع سلم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا تو بیع سلم کو جائز کر دیا۔ جو کہ کتاب اللہ میں مدت معلوم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس میں طویل ترین آیت نازل فرمائی۔ اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے۔ کہ بیع سلم میں مدت شرط ہے۔

وَلْيُكْتَبْ بَيْنَكُمْ (اور چاہیے کہ تمہارے درمیان لکھے) یعنی قرض دار اور قرض دینے والے کے درمیان۔

امین کاتب کی تعریف:

کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (کاتب انصاف کے ساتھ) بالعدل یہ کاتب کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے یعنی ایسا کاتب جو

احتیاط سے لکھے۔ اور جو کچھ لکھتا ہے اس پر امین ہو جس چیز کا لکھنا ضروری ہے اس میں اضافہ اور کمی نہ کرے۔
 هُنَّ كَذٰبٌ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کاتب سمجھ دار اور شرائط کو جاننے والا ہو۔ تاکہ اس کا لکھا ہوا شرع کے مطابق ہو۔
 هُنَّ كَذٰبٌ: کاتب کے چناؤ کا حکم قرض دینے والے لینے والے دونوں کو ہے اور وہ ایسے آدمی سے کتابت کروائیں جس پر فریقین کو اتفاق ہو۔

وَلَا يَأْتِ كَاتِبٌ۔ (اور کاتب انکار نہ کرے) یعنی کوئی کاتب تحریر سے انکار نہ کرے۔
 اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ (لکھنے سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو علم دیا) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو وحیہ نویسی کا علم دیا ہے نہ اس میں تبدیلی کرے اور نہ تغیر۔ کَمَا کالفظ ان یکتب کے متعلق ہے۔
 فَلْيُكْتَبْ (پس چاہیے کہ وہ لکھے) یعنی دستاویز لکھے اس سے عدول نہ کرے۔

مدیون کی املاء اقرار ہے:

وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ (اور چاہئے کہ وہ شخص املاء کر دے جس کے ذمہ حق ہے) یعنی مدیون لکھو الے اسی کا اقرار
 حجت الزامی ہے کہ قرض اس کے ذمہ ہے اور یہ لکھوانا اپنے متعلق اقرار بن جائے گا زبان سے۔
 اصل اور املاء یہ دونوں لغات ہیں۔

وَلْيَتْلَى اللّٰهُ رَبَّهُ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے) یعنی مدیون اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور املاء سے انکار نہ کرے۔
 وَلَا يَخْصُ مِنْهُ شَيْئًا (اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے) یعنی املاء کروانے میں حق واجب سے کوئی چیز کم نہ کرے۔
 اس میں مدیون کے بعض حق کا انکار لازم آتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا (پس اگر مدیون سفیہ ہو) یعنی مجنون کیونکہ سفیہ خفت عقل کو کہا جاتا ہے۔ یا فصول
 خرج اور تصرف سے جاہل ہونے کی بناء پر ممنوع التصرف ہو۔

اَوْ ضَعِيفًا (یا کمزور ہو) یعنی نادان بچہ ہو۔
 اَوْ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُّمْلَ هُوَ (یا وہ املاء کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو) یعنی عاجزی یا جہالت یا زبان سے ناواقفیت کی بناء پر۔
 فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ (پس اس کا ولی املاء کرائے) یعنی وہ شخص جو اس کا سرپرست وکیل ترجمان ہے۔

بِالْعَدْلِ (انصاف کے ساتھ) یعنی سچائی اور حق کے ساتھ
 وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيدَيْنِ (اور تم دو گواہ بناؤ) تاکہ وہ قرض پر گواہی دینے والے بن جائیں۔

شروط گواہی:

مِنْ رِّجَالِكُمْ (اپنے مردوں میں سے) یعنی مسلمانوں میں سے اسلام کے ساتھ آزادی و بلوغ بھی شرط ہے۔

هُنَّ كَذٰبٌ: احناف کے نزدیک کفار کی گواہی کفار کے متعلق درست ہے۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَآمْرَانِ (پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں) یعنی اگر دو گواہ مرد نہ ملیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

حدود و قصاص کے علاوہ بقیہ معاملات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی مقبول ہے۔
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ (جن کو تم بطور گواہ پسند کرو) یعنی جن کی عدالت سے تم واقف ہو۔
مَنْ يَشَاءُ: اس میں دلیل ہے کہ ناپسندیدہ بھی شاہد بن سکتا ہے۔
أَنْ تَصِلَ إِحْدَهُمَا فَتُكْرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى (اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے) یعنی اس بناء پر کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اختلاف قراءت:

حزہ کی قراءت میں اِنْ تَصِلْ میں ان شرطیہ ہے اور فَتُكْرَ مرفوع ہے اور پورا جملہ جزاء ہے۔
تَصِلْ پر شرط کی وجہ سے جزم آئی چاہیے مگر تشدید کی وجہ سے جزم نہیں آئی۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ میں آیت نمبر ۹۵ و من عاد فینتقم اللہ منه، توفیقیتقم میں باوجود جزاء کے رفع ہے۔
مکی اور بصری قراء نے فَتُكْرَ نصب کے ساتھ پڑھا۔ اور اصل اس کی الذکر سے بتلائی نہ کہ الذکر سے۔
وَلَا يَأْتِ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا (اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے) یعنی ادائیگی شہادت کے لئے یا گواہ بنانے کے لئے تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

تکالیف:

یہاں ان کو گواہ بننے سے پہلے ہی ان کو شہداء کہا گیا۔ کیونکہ آئندہ چل کر وہ گواہ بننے والے ہیں۔ پہلی صورت میں تو فرض ہے اور دوسری صورت میں مستحب ہے۔

وَلَا تَسْمُوا (نہ اکٹاؤ) جیسا شاعر نے کہا۔

سَمْتُ تَكَالِيفِ الْحَيَاةِ وَمِنْ يَعْشَى ☆ ثَمَانِينَ حَوْلًا لَا ابَالِكَ يَسَامُ (اکٹا جانا)

حمل استدلال یسنام ہے۔

خَوْرٌ: ان تکبیر کی ضمیر ذین کی طرف لوٹ رہی ہے یا الحق کی طرف

صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا (تھوڑا ہو یا زیادہ) یعنی جس حالت میں ہو خواہ تھوڑا حق ہو یا زیادہ۔

مَنْ يَشَاءُ: اس میں دلیل ہے کہ حج سلم کپڑے میں بھی جائز ہے کیونکہ جو کیل وزن میں آسکے۔ اس کے لئے صغیر و کبیر کا لفظ نہیں لا سکتے۔ البتہ تھوڑی چیز کے لئے ذری استعمال کرتے ہیں۔

خَوْرٌ: ممکن ہے کہ ضمیر کتاب کی طرف لوٹے۔ مطلب یہ ہو کہ وہ تحریر کو مختصر مشتمل لکھیں۔

إِلَىٰ أَجَلِهِ (وقت مقررہ تک) یعنی وہ وقت جس پر دونوں دائن و مدیون متفق ہوئے ہیں۔

ذَلِكُمْ (یہ) یعنی لکھنا۔ اس کا اشارہ الیہ ان تکتبوا ہے۔

أَقْسَطُ (زیادہ انصاف والی بات ہے) یہ قسط سے ہے جس کا معنی عدل ہے۔

عِنْدَ اللَّهِ (اللہ کے ہاں یہ اقط کا ظرف ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ (یہ ادائے شہادت کو بہت قائم کرنے والا ہے) یعنی اقامت شہادت میں زیادہ معاون ہے۔

نَحْكُمُ: اقط اقوم یہ دونوں سیبویہ کے نزدیک تفصیل کے صیغے ہیں۔

وَأَذُنِي الْأَقْرَبُ (اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو) یعنی گواہ اور حاکم اور صاحب حق کے لئے شک کو زیادہ دور

کرنے والی چیز ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات مقدار و صفات میں شک پڑ جاتا ہے جب دستاویز کی طرف رجوع کریں گے۔ تو

شک زائل ہو جائے گا۔

طَرَف: أَذُنِي: کی الف اصل میں واؤ تھی۔ کیونکہ یہ ذَنُو سے ہے۔

إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً (ہاں اگر دست بدست تجارت ہو)

قراءت ونحو:

عاصم نے اس طرح پڑھا۔ الا ان تكون التجارة تجارةً يالا ان تكون المعاملة تجارةً حاضرةً نصب کے ساتھ۔ اسم

کو محذوف مان کر تجارةً حاضرةً کو خبر بنایا۔

دیگر قراء نے تجارةً حاضرةً پڑھا۔ اور جمہور کا یہی قول ہے۔ اس صورت میں کان تامہ ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا ان تقع تجارةً حاضرةً۔ کہ تجارت حاضرہ پیش آئے۔

یا کان ناقصہ ہے۔ اور تجارةً حاضرةً مرفوع اس کا اسم اور تدبیر و نہا اس کی خبر ہو۔

تَدِيرُ وَنَهَا بَيْنَكُمْ۔ (تم اس کو اپنے درمیان لوانے والے ہو) بینکم، تدبیر و نھا کا ظرف ہے۔ اس کا معنی اپنے درمیان

بھیرنا۔ فوری لین دین کرنا۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحُ الْاَنْ تَكْتُبُوهَا۔ تمہیں نہ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ جبکہ تم دست بدست فوری لین دین کرو۔ اگر اس کو

نہ لکھو تو کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس میں وہ وہم نہیں جو قرض میں ہوتا ہے۔

نقد میں گواہی:

وَأَشْهِدُوْا إِذَا تَبَايَعْتُمْ۔ (اور خرید و فروخت کے وقت گواہ بنا لو) خرید و فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار گواہ بنا لیا کرو۔

کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔ اور یہ گواہ بنانا اختلاف میں پڑنے سے بچانے والا ہے۔

دوسرا قول: اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ تجارت حاضرہ والی بیع کرو۔ تو اس میں گواہ کافی ہیں کتابت کی ضرورت نہیں۔ اور اخر

استحباب کے لئے ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ

اور اگر تم سفر میں ہو اور حال یہ ہو کہ نہ پاؤ کسی کاتب کو تو رہن کی چیزیں قبضہ میں دے دی جائیں۔ سو اگر تم میں سے ایک دوسرے پر اطمینان

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اُوْتِيَ اَمَانَةً اَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا

کرے تو جس کو امانت دار سمجھا گیا ہے صاحب امانت کو امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو

الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

مت چھپاؤ، اور جو شخص گواہی کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ ان کاموں کو جانتا ہے

عَلِيمٌ

جو تم کرتے ہو۔

دو قراءتیں اور مراد نہیں:

وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ۔ (کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے) نمبر ۱۔ احتمال یہ ہے کہ یہ معروف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لَا يُضَارُّ۔

نمبر ۲۔ قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق مجہول ہے۔ لَا يُضَارُّ معنی یہ ہے کہ کاتب اور گواہ سے جو طلب کیا جائے۔ اس کو ماننے میں وہ پس و پیش نہ کریں۔ تحریف، زیادتی، نقصان سے باز رہیں۔

نمبر ۳۔ نبی ضرار مراد ہے کہ فریقین نہ کاتب کو دکھ دیں اور نہ گواہ کو کہ اس کو جلدی پر مجبور کریں۔ لازم پکڑیں۔ یا کاتب کو آنے جانے کا خرچہ نہ دیں۔ یا گواہ کو اس کے شہر سے آنے کی مشقت اسی پر ڈالیں۔

وَاِنْ تَفْعَلُوا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لئے گناہ ہے) یعنی اگر تم ضرر پہنچاؤ گے تو یہ ضرار گناہ ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت نہ کرو۔

وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ۔ (اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتے ہیں) یعنی اپنے دین کے احکام

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) اس کو ہو و تصور لاحق نہیں ہوتا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۸۳:

وَاِنْ كُنْتُمْ۔ (اگر تم ہو) یعنی اے قرض خواہو۔

عَلٰی سَفَرٍ۔ (سفر پر) یعنی سفر کی حالت میں
وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا۔ (اور تم نہ پاؤ کاتب)
فَرِهْنٌ۔ (تو رہن رکھنا ہے)

قراءت۔ ابو عمر ذکی نے فَرِهْنٌ پڑھا ہے۔ اور قابل اعتماد زیادہ فَرِهْنٌ ہے۔

دونوں رہن کی جمع ہیں۔ جیسے سَقْفٌ وَسَقْفٌ اور بَغْلٌ وَبَغْلٌ اس طرح رہان جمع ہے رہن اصل میں مصدر ہے اب تو نام بن گیا۔ پھر اسماء کی طرح اس میں توڑ پھوڑ کی گئی۔

ارشادی حکم:

سفر میں چونکہ عموماً گواہوں کے اور کاتبوں کے نہ ملنے کا گمان غالب ہے تو بطور ارشاد و راہنمائی کے حفاظت مال کی خاطر رہن کا حکم دیا گیا تاکہ رہن کے ذریعہ امکانی حد تک اعتماد حاصل کر لیا جائے۔ اس بناء پر نہیں کہ رہن رکھنے کیلئے سفر ضروری ہے۔

مَقْبُوْضَةٌ (قبضہ کیا ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ شرط نہیں۔ صرف ایجاب و قبول سے پورا ہو جاتا ہے۔

اظہار اعتماد:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا (اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو) یعنی اگر بعض قرضداروں اور قرض خواہوں کو ایک دوسرے پر حسن ظن ہو۔ تو پھر قرض دار کو چاہیے۔ کہ وہ اپنے ذمہ لازم ہونے والی رقم کو واپس کر دے کیونکہ اس نے رہن نہ لے کر اس پر اعتماد کا اظہار کیا۔ تو یہ اعتماد پر پورا اترے۔

یہاں دین کو امانت کہا گیا۔ کیونکہ وہ اس کا ضامن بن گیا۔ کیونکہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے رہن نہیں لیا۔

وَلْيَسِّرِ اللّٰهُ رِبَّهٗ (اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ جو اس کا رب ہے) اور اس کے حق کا انکار نہ کرے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (اور تم گواہی کو مت چھپاؤ) یہ گواہوں کو خطاب کیا گیا۔

وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اِلَيْهِمْ قُلُوبُهُ (جو اس کو چھپاتا ہے پس اس کا دل گنہگار ہے)

حُكْمٌ: قُلُوبُهُ کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ آئم کا فاعل ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔

فانہ آئم قُلُوبُهُ یا قُلُوبُهُ مبتداء اور آئم خبر مقدم ہے اور یہ جملہ ان کی خبر ہے۔

ایک سوال:

سوال: ائمہ کی نسبت قلب کی طرف ہے حالانکہ وہ سارا ہی گنہگار ہے نہ کہ صرف دل

نسبت کی تین وجوہ:

جواب: کیونکہ گواہی دل ہی میں چھپائی جاتی ہے اور اس کو منہ سے نہیں بولتا۔ جب گناہ کمانے میں دل ساتھی بنا۔ تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی۔ کیونکہ فعل کی نسبت آلہ عمل کی طرف یلیغ تر ہے۔ جیسا تم کہو۔ هذا مما ابصرته عینی۔ یہ وہ چیز ہے جس کو میری آنکھ نے دیکھا ہے۔ او مما سمعته اذنی و مما عرفه قلبی۔ اور کان نے سنا اور دل نے پہچانا۔
۲ دوسری وجہ: یہ ہے کہ دل رئیس الاعضاء ہے اور جسم کا وہ ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا کہ گناہ اس کے دل کی گہرائیوں میں پوسٹ ہو چکا ہے اور اس کے سب سے اعلیٰ مقام پر قابض ہو چکا۔

۳ تیسری وجہ: یہ ہے افعال قلوب، اعمال جوارح سے عظیم تر ہیں۔

ذرا غور تو کرو۔ کہ تمام حسنات و سینات کی جزائمان و کفر ہے۔ اور یہ دونوں دل کے فعل ہیں۔ چنانچہ جب کتمان شہادت کو آٹام قلب سے قرار دیا۔ تو گویا اس کے لئے گواہی دے دی۔ کہ یہ عظیم گناہوں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اکبر الکبار یہ ہیں۔

نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ گواہی چھپانا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے) یعنی کتمان شہادت اور اظہار شہادت سے

عَلَيْهِمْ (واقف ہیں) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْهُ

اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے نفوس میں ہے یا اس کو پوشیدہ رکھو

يَحٰسِبُكُمْ بِهٖ ۙ اَللّٰهُ ۙ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ

اللہ اس کا محاسب فرمائے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۸۵ اَمِنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَ

ہر چیز پر قادر ہے، ایمان لایا رسول اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے رب کی طرف سے، اور

الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا تَفْرِقُ

مومنین بھی ایمان لائے، سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ غُفْرٰنَكَ رَبَّنَا

پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، ہم آپ کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، اے ہمارے رب

وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝۲۸۶ لَا يَكْلِفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ

اور تیری ہی طرف لوٹ کر جاتا ہے، اللہ نہیں تکلف بناتا کسی جان کو، جس کی اسے طاقت نہ ہو، ہر جان کے لئے وہی ہے جو اس نے کسب کیا،

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۚ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

اور اس کے اوپر وہ مال ہے اس کا جو وہ گناہ کرے، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے چوک ہو جائے۔ اے ہمارے رب

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلٰى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا

اور نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں پر بھاری بوجھ رکھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب

تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَغُفْرٰنَا وَرَحْمٰنَا وَرَبَّنَا

اور ہم پر ایسا بار نہ ڈالنے جس کی ہم کو طاقت نہ ہو، اور ہمیں معاف فرما دیجئے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اور ہم پر رحم فرما،

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَاَنْصُرْنَا عَلٰى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ۝۲۸۷

آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ سو ہماری مدد فرمائیے کافروں کے مقابلہ میں۔

تفسیر آیت ۲۸۴:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) یعنی اس کا پیدا کیا ہوا اور اسی کی ملک ہے۔
وَاِنْ تُبْذَرُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْهُ (اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو چھپاؤ) یعنی برائی میں سے۔

مواخذہ کی حقیقت:

يُحٰسِبُكُمْ بِهٖ اللّٰهُ (وہ اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کریں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے۔ اس میں دساؤں قلبیہ اور حدیث نفس جس کو انسان چھپاتا ہے وہ داخل نہیں۔ لیکن جس کو دل میں پختہ کر لے۔ وہ قابل مواخذہ ہے۔
حاصل یہ ہے کہ عزم کفر بھی کفر ہے۔ اور گناہوں کا خیال آنا بغیر پختہ ارادہ کے معاف ہے اور گناہ کا ارادہ کر کے اگر شرمندہ ہو اور اس سے رجوع کرے اور استغفار کرے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اگر وہ کسی برائی کا پختہ ارادہ کرے اور وہ اس پر ثابت و قائم بھی ہو۔ تو گناہ ہے مگر یہ کہ وہ اس سے باز آ گیا۔ کسی رکاوٹ کی وجہ سے (یعنی مجبوراً) اپنے اختیار سے نہیں۔ تو اس پر کرنے کا گناہ تو نہ ملے گا۔ یعنی زنا کا ارادہ کرنے سے زنا کی سزا تو نہ ملے گی۔

عزم کا حکم:

اب اس کو عزم زنا کی سزا ملے گی یا نہیں۔

قول اوّل: سزا نہ ملے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ عفا عن امتی ما حدثت به انفسها ما لم تعمل۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا۔ جو ان کے خیال میں آئے اور اس پر عمل نہ کیا ہو (بخاری)
دوسرا قول: جمہور کہتے ہیں کہ حدیث نفس سے مراد خطر فی القلب، خیال آنا ہے۔ عزم گناہ مراد نہیں۔ اور عزم پر مواخذہ ثابت ہے۔

شیخ ابو منصور علامہ حلوانی رحمہما اللہ کا رجحان اسی طرف ہی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة۔ الا یہ سورۃ النور آیت نمبر ۱۹ یہ لوگ فاحشہ خود کرنے والے نہیں۔ صرف اس کی اشاعت میں شریک ہیں۔ ان کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جس گناہ کا بندہ ارادہ کرتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔ اس کو اس پر دنیا کے غم و حزن کی صورت میں سزا دی جاتی ہے۔

نشان نزول: اکثر تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم گھبرا گئے اور کہنے لگے کیا ہمارا ہر اس بات پر مواخذہ ہو گا۔ جو ہمارے دلوں میں حدیث نفس کی صورت میں پیدا ہوتی ہے تو یہ آیت اتری۔

امن الرسول سے لایکلف اللہ تا ما اکسبت۔ پس یہ کب سے متعلق ہے عزم سے نہیں۔ بقول بعض یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی۔

قول محققین:

مگر محققین کا فرمان یہ ہے کہ نسخ تو احکام میں ہے اور یہ تو خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ پس وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔
قراءت: شامی، عاصم رحمہما اللہ نے یغفر اور یعذب کو ضمہ سے پڑھا ہے۔
یعنی فہو یغفر و یعذب مگر دیگر قراء رحمہم اللہ نے جواب شرط پر عطف کی وجہ سے جزم پڑھی ہے۔
ابوعمر و یسید نے ادغام سے پڑھا۔ (کذا فی الاشارة و البشارة)

صاحب کشف کا قول:

صاحب کشف نے کہا راء کو لام میں ادغام کرنے والا لاحق ہے اور غلطی پر ہے کیونکہ راء حرف مکرر ہے۔ پس وہ مضاعف کی طرح ہو گیا۔ اور مضاعف میں ادغام درست نہیں ہے۔ اس لئے ابوعمر و سے اس کی روایت کرنا دوہری غلطی ہے۔
کیونکہ ایک تو وہ خود کُن کا مرکب ہے اور دوسرا ایسے شخص کی طرف غلط نسبت کر رہا ہے۔ جو عربیت کا اپنے زمانہ میں سب سے بڑا ماہر تھا۔ بس یہ بات عظیم جہل کی نشان دہی کرتی ہے۔
وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر)۔ خواہ مغفرت ہو یا عذاب و غیر ہما
قَدِيرٌ (قدرت رکھتے ہیں)۔

۲۸۵: اَمَّنَ الرَّسُولُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ (ایمان لائے رسول اس پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر اتارا گیا۔ اور مؤمن ایمان لائے)۔

تفسیر: اگر المؤمنون کا عطف الرسول پر کیا جائے تو ضمیر کا نائب کُل کی توہین کو مانا جائے گا۔ اور ضمیر رسول اور مؤمنون دونوں کی طرف راجع ہوگی۔ یعنی کلہم۔

اَمَّنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ (وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر)۔

نحو و قراءت:

اس پر وقف ہے اور اگر یہ مبتداء ہو تو پھر کُل مبتداء ثانی ہے۔
اور تقدیر یہ ہے کہ کل منہم اور اَمَّنَ یہ مبتداء ثانی کی خبر بنے گی۔ اور یہ تمام جملہ خبر اول بن جائے گی۔ اور ضمیر مؤمنین کی طرف راجع ہوگی۔ اور اَمَّنَ میں ضمیر کُل کی طرف واحد لائی گئی۔ گویا کُل واحد منہم اَمَّن فرمایا۔ حمزہ علی رحمہما اللہ نے کتابہ

پڑھا اور مراد قرآن مجید لیا۔ یا جس کتاب رسل مراد لی۔

لَا تُفَرِّقُ (ہم تفریق نہیں کرتے)

لَا تُفَرِّقُ۔ یعنی وہ کہتے ہیں ہم تفریق نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تمام پر ایمان لاتے ہیں۔

بَيْنَ أَحَدِهِمْ وَرُسُلِهِ (اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان) احد یہ جمع کے معنی میں ہے۔

اس وجہ سے بین اس پر داخل ہے۔ کیونکہ بین اس اسم پر داخل ہوتا ہے۔ جو ایک سے زیادہ پر دلالت کرے۔ جیسے تم کبوا۔

المال بین القوم۔ اس طرح نہیں کہتے المال بین زید۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا (انہوں نے کہا ہم نے سنا) یعنی تیرے فرمان کو قبول کیا۔

وَأَطَعْنَا (اور تیری اطاعت کی) یعنی تیرا حکم مانا۔

غُفِرَ لَكَ (تو بخش دے) یعنی تو اپنی بخشش سے ہمیں بخش دے۔

یہ فعل مضمر سے منصوب ہے ای اغفر لنا غفرانک۔

رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے) المصیر لوٹنے کی جگہ اس آیت میں بعث و جزاء کا

اقرار ہے۔

مَنْ يَنْتَهِ: اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان و استثناء باطل ہے اور کبیرہ گناہ کے باوجود ایمان باقی رہتا ہے۔

لَا يَكْتَلِفُ اللَّهُ نَفْسًا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے) یہ جملہ مستأنفہ ہے یا محکی عنہ ہے۔

تکلیف کا مطلب کفایت ہے:

إِلَّا وَسُعْيَهَا (مگر اس کی وسعت کے مطابق) کیونکہ تکلیف اسی کی طرف لوتی ہے جس پر مکلف کو قدرت ہو۔ (کذا فی

شرح التاویلات)

صاحب کشف کہتے ہیں الوسع جو انسان کو کفایت کرے اور اس پر تنگی نہ کرے نہ اس سے تکلیف میں مبتلا ہو۔ یعنی نہیں اسکو تکلیف

دیتا۔ مگر اتنی جتنی اس میں گنجائش ہے اور اس پر آسان ہو۔ انتہائی مشقت میں مبتلا ہونے کے بغیر آسانی کے ساتھ اسکو ادا کرے۔ انسان

کی طاقت میں تھا کہ پانچ سے زیادہ نمازیں پڑھے اور مہینہ سے زیادہ روزے رکھے اور ایک سے زیادہ حج کر سکتے ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (اس کے لئے جو اس نے کمایا اور اس پر وبال ہے جو اس نے گناہ کمایا) یعنی جو

بھلائی کمائی وہ اس کو فائدہ دے گی۔ اور اس کو نقصان دے گی۔ جو اس نے برائی کمائی۔

کسب و اکتساب کا فرق:

سوال: آیت میں خیر کو کسبیت سے اور شر کو اکتسبیت سے تعبیر کیا گیا۔

جواب: کیونکہ اکتسب کسی دوسرے کے لئے کمانا اور نفس شر پر اپنے آپ عمل کرنا ہے اور بھلائی کے لئے تکلف کرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا (اے ہمارے رب تو ہم سے مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں) یعنی تیرے حکموں میں سے

کوئی حکم بھول کر چھوڑ دیں۔

أَوْ أَخْطَأْنَا (یا ہم غلطی کریں)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نسیان و خطا پر مٹوا خذہ جائز ہے۔

اختلاف معتر لہ:

البتہ معتر لہ اسکے متعلق اختلاف کرتے ہیں کیونکہ دونوں سے بچنا ممکن ہے اگر مٹوا خذہ درست نہ ہوتا تو سوال کا کوئی مطلب نہیں۔

اصر کی مراد:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا (اے ہمارے رب نہ لا دہم پر بوجھ زائد جو اٹھانے والے کو بوجھل کر دے) یعنی بوجھ والے کو جو بوجھ اس کی جگہ پر روک دے۔

یعنی ایسا زائد کام جو اٹھانے والے کو بوجھ کی وجہ سے اس کی جگہ پر روک دے۔ یہ لفظ سخت تکلیف کیلئے بطور استعارہ استعمال کیے گئے ہیں جیسے قتل جان اور جلد میں سے نجاست کے مقام کو کاٹنا۔ (جلد سے موزہ کی جلد مراد ہے) وغیرہ اور کپڑے میں سے۔

كَمَا حَمَلْنَاهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا (جس طرح تو نے ان لوگوں پر لا دیا جو ہم سے پہلے ہوئے) جیسے یہود۔
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (اے ہمارے رب ہم سے نہ اٹھوا وہ چیز جس کی ہم میں طاقت نہیں) یعنی وہ سزائیں جو ہم سے پہلے لوگوں پر تھیں۔

وَاعْفُ عَنَّا (تو ہم کو معاف فرما) یعنی ہماری برائیاں مٹا دے۔
وَاعْفِرْ لَنَا (اور تو ہمیں بخش دے) اور ہمارے گناہ کو چھپا دے۔ یہ تکرار نہیں۔ اول کبار کیلئے اور دوسرا صغائر کے لئے۔
وَأَوْحَمْنَا (تو ہم پر رحم فرما) ہمارے افلاس کے ہوتے ہوئے ہمارے میزان کو بوجھل کر کے یا اول مسخ سے اور دوم دھنسنے سے اور سوم غرق ہونے سے۔

أَنْتَ مَوْلَانَا (تو ہمارا کارساز ہے) یعنی تو ہمارا آقا ہم تیرے غلام یا تو ہمارا مددگار ہے اور ہمارے امور کا ذمہ دار ہے۔
فَأَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) اسلئے کہ کارساز کا حق ہے کہ اپنے غلاموں کی مدد کرے۔

آیت کی فضیلت:

- ❖ حدیث میں وارد ہے کہ جس نے امن الرسول سے الکفرین تک رات کے آخری حصہ میں پڑھا۔ تو یہ اس کیلئے کافی ہے۔
- ❖ جس نے ان کو عشاء آخرہ کے بعد پڑھا تو قیام لیل کی طرف سے کافی ہیں۔
- ❖ جائز ہے کہ کہا جائے قراءت سورة البقرة یا قراءت البقرہ۔

اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی اختتامی آیات عرش کے نیچے فزانہ ہے۔ بعض نے کہا۔ اس طرح کہنا مکروہ ہے بلکہ اس طرح کہا جائے گا۔ قرأت السورة التي تذكرو فيها البقرة۔ (واللہ اعلم)

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَا اَيَّةٍ وَعِشْرُونَ حَرْفًا

سورہ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیات ہیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

الحَمْدُ: اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۝ مِن قَبْلُ هُدًى

ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، اور اس سے پہلے نازل فرمایا تو ریت کو اور انجیل کو جو لوگوں

لِلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝

کے لئے جہنم ہیں اور نازل فرمایا فرقان کو۔ ہے عذاب جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور اللہ غالب والا ہے بدلہ لینے والا ہے۔ ہے شک اللہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں زمین میں اور نہ

الْأَسْمَاءِ ۝ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

آسمان میں۔ اللہ وہ ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے رحموں میں جس طرح چاہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہ غالب والا ہے، حکمت والا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۱:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ - نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے اس نے تم پر تورات و انجیل حق کے ساتھ اتاری۔ یہ اپنے سے پہلے آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات و انجیل کو اتارا)۔

انتقال حرکت کا مسئلہ:

اللہ کی مہم کو انتقائے ساکنین کی وجہ سے حرکت دی گئی۔ میری مراد ساکنین سے مہم اور لفظ اللہ کی لام ہے۔ پھر مہم کو ملانے کے لئے فتح دیا۔ جو کہ اخف الحركات ہے اور کسرہ نہیں دیا کیونکہ ما قبل مہم مکسور اور یائے ساکن ہے تاکہ پے درپے کسرات کی آمد لازم نہ

آئے۔ میم کا فتح اسکے سکون کی وجہ سے اور ماقبل یاء کے سکون کی وجہ سے نہیں۔ اگر اس طرح ہوتا تو فتح میں بھی میم پر فتح دینا پڑتا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اگر اس نے میم کو فتح دیا تو یہ فتح لفظ اللہ کے ہمزہ سے منتقل ہو کر میم کی طرف آیا ہے۔ کیونکہ وہ ہمزہ تو ہمزہ وصل ہے۔ جو درمیان کلام میں گر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی حرکت بھی گر جاتی ہے۔ اگر اس کی حرکت کا منتقل کرنا جائز ہوتا تو اس کا قائم رکھنا بھی جائز ہوتا۔ حالانکہ اس کو ثابت رکھنا جائز نہیں۔

قراءت: یزید اور اعشیٰ نے میم کو ساکن قرار دے کر الف کو ہمزہ قطعی قرار دیا۔ بقیہ قراء نے وصل الف اور فتح میم کے ساتھ پڑھا۔ **نَحْوُ**: لفظ اللہ مبتداء اور لا الہ الا هو یہ اس کی خبر ہے۔ اور ”لا“ کی خبر مضمر ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا الہ فی الوجود الا هو۔

هُوَ: یہ موضع رفع میں موضع ”لا“ سے بدل ہے اور اس کا اسم الحی القیوم مبتدائے محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ هو الحق، یا هو سے بدل ہے۔ القیوم یہ فیعل کے وزن پر قام سے ہے۔ مراد وہی ذات انصاف کو قائم کرنے والی اور ہر شخص کے اعمال پر نگران ہے۔

نزل اور انزل کا فرق:

۳: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ۔ (اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور اس سے پہلے نازل فرمایا تو ریت کو اور انجیل کو)۔ نَزَّلَ یعنی اسی نے اتارا۔ عليك الكتاب، الكتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ بالحق یہ حال ہے یعنی اس نے قرآن دین حق کا حامل اتارا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد ماقبل اتاری جانے والی کتب ہیں۔ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ تورات و انجیل یہ دونوں عبرانی الفاظ ہیں۔ الوری اور انجیل سے ان کا اشتقاق محض تکلف ہے۔

اس وقت ان کا وزن تَفَعَّل اور اَفْعِل ہوگا اور ان کو عربی ماننا پڑے گا۔

سوال: قرآن مجید کے لیے نَزَّلَ اور تورات و انجیل کے لیے أَنزَلَ لایا گیا؟

جواب: کیونکہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا اترا اور یہ دونوں کتابیں یکبارگی مکمل طور پر نازل ہوئیں۔

تَفْصِيْلُ نَزْلِ آيَةِ ۴:

مِنْ قَبْلِ هَٰذِهِ لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ (اس سے پہلے سب لوگوں کی ہدایت کیلئے اور اس نے حق و باطل میں فرق کر دینے والی کتابیں اتاریں، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی آیات کا انکار کیا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب انتقام والا ہے) مِنْ قَبْلِ یعنی قرآن سے پہلے هَٰذِهِ لِّلنَّاسِ سے مراد قوم موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یا تمام لوگ مراد ہیں۔

فرقان کی مراد:

وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ فَرَقَانِ سے مراد جنس کتب ہے۔ کیوں کہ تمام کتابیں حق و باطل میں فرق کرتی رہیں یا زبور مراد ہے۔ یا قرآن مجید کا تذکرہ دوبارہ اس صفت کے ذریعے اس کی عظمت شان کی خاطر کر دیا۔
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ سے کتب منزلہ مراد ہیں۔ یعنی کسی بھی آسمانی کتاب کو نہ ماننے کی وجہ سے عذاب میں ہونگے۔
ذُو انْتِقَامٍ کا معنی سخت سزا دینے والے ہیں کہ کوئی منتقم اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے:

۵: إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں) آسمان و زمین سے مراد سارے جہانوں میں ہے جسکی تعبیر فہم انسانی کے قریب کرنے کے لیے آسمان و زمین سے کر دی۔
مطلب یہ ہوا کہ وہ کافر کے کفر اور مؤمن کے ایمان سے واقف ہے اور وہ ہر دو کو اس کا بدلہ دے گا۔
۶: هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (وہ ہی ہے جو ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے) يُصَوِّرُكُمْ یعنی مختلف شکلیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وہ اپنی سلطنت پر غالب اور تدبیر میں حکمت والا ہے۔

وفدِ نجران کی آمد:

روایت میں وارد ہے کہ جب نجرانیوں کا وفد آیا۔ جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ ان کا امیر عاقب اور امیر سفر ایہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا پادری اور عالم تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کیا اگر عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں تھا تو پھر انکا باپ کون تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہیں ان پر نہ موت آسکتی ہے نہ آئے گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو گئے اور ہمارا رب تعالیٰ تو بندوں کا نگران اور محافظ ہے۔ اور ان کو رزق دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر قدرت حاصل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر تو کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام وہی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر رحم مادر میں بنائی جس طرح چاہی۔ پس انکی ماں حاملہ ہو گئیں اور ان کو جنا اور دودھ پلایا۔ اور وہ کھانا کھاتے اور بول و براز کرتے تھے اور ہمارا رب تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔ پس یہ سن کر وہ تمام لا جواب ہو گئے ان کے متعلق ہی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۰ سے کچھ زائد آیات نازل ہوئیں۔ (رواہ ابن جریر و ابوحاتم)

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ

اللہ وہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ اس میں آیات محکمات ہیں جو ام الکتاب ہیں اور دوسری

مُتَشَبِّهَاتٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

متشابہات ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑتے ہیں جو قرآن میں تشابہات

ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ

ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لئے اور اس کا مطلب تلاش کرنے کے لئے، اور نہیں جانتا اس کے مطلب کو مگر اللہ اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں

فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۚ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا

وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر

أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

عقل والے۔

۷: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَبِّهَاتٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۚ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری تشابہات ہیں جس میں لوگوں کے دلوں میں نیزہ ہے وہ تشابہات کے پیچھے چلتے ہیں۔ فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور (مرضی کے موافق) اس کی تاویل ڈھونڈنے کی غرض سے۔ حالانکہ اس کی اصل مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور جو لوگ علم میں مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور صرف صحیح عقل والے ہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں) (الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ منہ من بیان یہ ہے اور ضمیر قرآن مجید کی طرف لوثی ہے۔ مراد قرآن مجید ہی ہے۔ محکمات۔ جس کی عبارت محکم ہے کسی احتمال و اشتباہ سے محفوظ ظن ام الکتاب۔ وہ کتاب کی اصل ہیں کہ تشابہات کو انکی طرف پھیرا جائے گا۔ اور ان کے مطابق مراد لیجائے گی۔ اُخَرُ یعنی دوسری آیات اس کا موصوف آیات محذوف ہے۔

تشابہات کی توضیح:

مُتَشَبِّهَاتٌ، احتمال و اشتباہ والی۔ اس کی مثال سورۃ ط کی آیت نبرہ الرحمن علی العرش استوی ہے پس استواء تو جلوس یعنی بیٹھنے کے معنی میں ہوتا ہے اور قدرت و غلبہ کے معنی بھی آتے ہیں اور پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق محکم دلیل اور

لیس کمثلہ شی۔ (الشری آیت نمبر ۱۱)

دوسرا قول: محکم وہ ہے جس کا حکم ہر منزلہ کتاب میں دیا گیا ہو۔ جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۱، قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم، الایہ۔ میں فرمایا سورۃ الاسراء آیت نمبر ۲۳ وقطعی ربک الا تعبدوا الا ایاہ۔ اور تشابہ وہ ہے جو اس کے علاوہ آیات ہیں۔ یا تشابہ کی ایک قسم وہ ہے جس میں ایک ہی جانب کا احتمال ہو۔ دوسری قسم یا جس میں کئی طرح کا احتمال ہو یا ایک قسم تشابہ کی وہ ہے جس کی تاویل معلوم ہو سکے یا ناخ مراد ہے جس پر عمل ہوتا ہو اور منسوخ جس پر عمل نہ ہوتا ہو۔

تمام قرآن کی آیات محکم نہیں لائی گئیں بلکہ تشابہ بھی لائی گئیں کیونکہ اس میں ان لوگوں کیلئے ابتلاء اور امتحان ہے جو حق پرست اور متزلزل ہیں۔

تشابہات کے معانی معلوم کرنے کے لیے علماء کا باہمی رد و قدح اور طبائع کا اس میں تھکانا اور پھر محکم کی طرف اس کا لوٹنا اس میں بہت سے عظیم الشان فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت ساعلم میسر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات قرب حاصل ہوتے ہیں۔

نکتہ: قرآن مجید کی تمام آیات کے محکم ہونے کا مطلب فساد معنی سے پاک ہونا ہے اور اسی طرح تشابہ ہونے کا مطلب حسن و کمال میں ایک جیسا ہونا ہے اور بعض آیات کے محکم ہونے کا مطلب ان کے معانی کا واضح ہونا ہے اور تشابہ کا مطلب ان کے معانی کا مخفی ہونا ہے۔

اہل بدعت کا طرز عمل:

فَمَا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ۔ میڑھ کا مطلب حق سے مائل ہونا ہے اور اس کا مصداق اہل بدعت ہیں۔ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ یعنی وہ تشابہ کا وہ معنی اختیار کرتے ہیں جس میں احتمال ہے اور اہل بدعت کے طرز عمل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے اور محکم سے مطابقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل حق کے قول سے موافقت کرنے والا ہے۔ مِنْهُ اِتِّعَاءُ الْفِتْنَةِ وہ تشابہات کے پیچھے اس لئے لگتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں دین کے سلسلہ میں فتنہ پیدا کریں اور ان کو گمراہ کریں۔ وَابْتِغَاءُ تَاْوِيْلِهِ وہ تشابہات کے پیچھے اس لیے پڑتے ہیں تاکہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی تاویل کریں۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهُ اِلَّا اللّٰهُ حالانکہ تشابہات کی اصل مراد و نشاء کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وَالرُّسُخُوْنَ فِي الْعِلْمِ اور وہ لوگ جو علم میں پختہ کار یعنی جیسے ہوئے ہیں اور اس پر پورا قابو ہے ان کو اس پر شبہ ہوتا ہی نہیں بلکہ مضبوط دماغوں سے اس کو پکڑنے والے ہیں۔

نحوی تحقیق:

مخفوف: جمہور کے ہاں یہ جملہ مستاتفہ ہے اور وقف الا اللہ پر لازم ہے اسلئے تشابہ اس کو کہتے ہیں۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ جمہور کے ہاں وَالرُّسُخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مبتداء اور يَقُولُوْنَ اَمْتَابِه یہ خبر ہے اور اس میں راسخین کے ایمان قلبی پر مدح و ثناء کی گئی ہے اور کیفیت کا سوال کرنے کے بغیر اس کی حقانیت کے اعتقاد کو سراہا گیا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۖ

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو گم نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ آپ نے ہم کو ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے بڑی رحمت عطا فرمائے!

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ

بے شک آپ بہت بڑے عطا فرمانے والے ہیں، اے ہمارے رب! بیشک آپ لوگوں کو اس دن میں جمع فرمائے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔ بیشک

اللَّهُ لَا يَخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔

متشابہ کے نزول کا فائدہ:

سوال: متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ ہے جبکہ اس کی حقیقی مراد معلوم نہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی جو اس سے مراد ہے اس کی حقانیت پر ایمان و اعتقاد کرنے کا امتحان اور انسانوں کا ان چیزوں کے معلوم کرنے سے قاصر رہنا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلائی اور مقرر کی۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔

قراءت: ویقول الماسخون اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ان تاویلہ الاعند اللہ۔

دوسرا قول: بعض وقف نہیں کرتے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم متشابہ کو جاننے ہیں مگر یہ قول سیاق قرآن سے موافقت نہیں کرتا۔ (بغوی)

مخفف: ویقولون یہ جملہ مستافہ ہے اور راسخین سے حال ہے۔ معنی یہ ہوگا یہ تاویل کا علم رکھنے والے کہتے ہیں ہم متشابہ پر یا مکمل کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کل من عند ربنا ہر ایک متشابہ ہو یا محکم وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو کہ حکیم ہیں وہ حکمت والا جس کے کلام میں تناقض نہیں۔

وہا یدکر اور نصیحت حاصل نہیں کرتے یہ اصل میں یتذکر ہے۔

الْأُولَ الْأَنْبَاءِ مگر صرف عقول والے ہی اس میں راسخین کے عمدہ ذہن اور حسن تامل کی تعریف کی گئی ہے۔

بعض نے کہا کہ یقولون یہ راسخین سے حال ہے۔

ترغیب دعا:

۸: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۚ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ

إِذْ هَدَيْتَنَا: (اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو حق سے نہ پھیر کہ ان میں ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے) بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا (اس کے بعد

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور اولاد اللہ کے نزدیک کچھ بھی کام نہیں آئیں

شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَذَّابِ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۝ وَالَّذِينَ مِنْ

کے، اور یہ لوگ وہ ہیں جو آتش کا ایندھن ہیں ان کا طریقہ وہی ہے جو آل فرعون کا اور ان لوگوں کا تھا جو ان سے

قَبْلَهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۝ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۝ وَاللَّهُ شَدِيدُ

پہلے تھے، ان لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو اللہ نے ان کو پکڑ لیا ان کے گناہوں کی وجہ سے، اور اللہ سخت

الْعَنْقَابِ ۝

عذاب والا ہے۔

کہ تو نے محکم پر عمل اور تشابہ کو تسلیم کرنے کی طرف راہنمائی فرمائی) وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً (اور تو اپنی طرف سے توفیق و ثابت قدمی کی نعمت عنایت فرما) إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (بیشک آپ وہاب ہیں) یعنی بہت زیادہ بہہ کرنے والے ہیں۔ یہ آیت راستین کا مقولہ ہے اور جملہ مستانفہ ہونے کا بھی احتمال ہے یعنی تم اس طرح دعا کرو۔ اور بعد والا جملہ بھی اسی طرح ہے۔
اللہ ہونا اور وعدہ خلافی متضاد ہیں:

۹: رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رُوبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ (اے ہمارے رب بے شک آپ لوگوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں) یعنی لوگوں کو آپ حساب کے لیے جمع کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن یا قیامت کے فیصلے کے لیے۔ لَا رُوبَ فِيهِ (جس کے واقع ہونے میں شک نہیں) إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (بے شک اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) میعاد کے معنی وعدہ ہے مطلب یہ ہے کہ الوہیت وعدے کی خلاف ورزی کے معافی ہے جیسے کہتے ہیں۔ ان الحواد لا یخیب سائلہ مخی اپنے سائل کو نا کام نہیں کرتا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مسلمانوں اور کفار سے ثواب و عقاب کا کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

۱۰: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بے شک جو لوگ کافر ہوں) رسول کا انکار کر کے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ (ہرگز ان کو فائدہ نہیں دیں گے) یا ان سے بہتر دوزخ میں گئے۔ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یا چھڑانے کے لیے شینا (کچھ بھی) فائدہ نہ دیں۔ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ (وہ لوگ اس آگ کا ایندھن ہوں گے)۔

۱۱: كَذَّابِ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۝ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۝ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ كَذَّابِ اِلٰ

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۱

آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جنہوں نے کفر کیا کہ غریب تم مغلوب ہو گئے اور جمع کئے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور وہ برا بھونسا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِتْنَتِیْنَ الْقَتَا ۖ فِئَةً تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَآخَرَىٰ

بلاشبہ تمہارے لئے نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو آپس میں مقابل ہوئیں ایک جماعت لڑ رہی تھی اللہ کی راہ میں اور دوسری جماعت

کافروں پر و انہم مثلیہم رآی العین ۖ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ إِنَّ

کافر تھی، وہ دھمکتی آگھوں مسلمانوں کی جماعت کو دوگنی دیکھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہے تائید فرماتا ہے۔ بلاشبہ

فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۱۲

اس میں ضرور بڑی عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو آنکھوں والے ہیں۔

فِرْعَوْنَ وَالدِّیْنِ مِنْ قَبْلِهِمْ (انکی عادات فرعون اور جواں سے پہلے ہوئے ان جیسی ہیں) الداب کا لفظ داب فی العمل سے لیا گیا۔ جبکہ اس میں کوشش کرے۔ پس انسان کی حالت و کیفیت کی جگہ اس کو لایا گیا۔

نحو و قراءت:

کاف محلا مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ذاب ہوا لاء الکفرۃ فی تکذیب الحق کذاب من قبلہم من آل فرعون وغیرہم کہ ان کفار کا طرز عمل حق کو جھٹلانے میں آل فرعون وغیرہ کی طرح ہے۔

بایہ کاف محلا منصوب ہے عامل لن تغنی ہے۔ یعنی لن تغنی عنہم مثل مالم تغن عن اولئک ان کو بھی کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ جیسے ان کو کام نہ آئی۔

قراءت: کذاب یہ ابوعمرہ کے ہاں بلا ہمزہ پورے قرآن میں پڑھا جائے گا۔

سوال مقدر کا جواب:

کَذَّبُوا بِالْحَقِّ (انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہ دابہم کی تفسیر ہے یا جواں کا انجام ہونے والا ہے اس کی تفسیر ہے۔ اس صورت میں یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے گا جواں کے حالات کے متعلق پیدا ہوتا ہے کہ انکی حالت کس طور پر ان جیسی ہے اس حال میں کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو، فَاَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا) یعنی پکڑ کا سبب گناہ تھے، عرب کہتے ہیں اخذتہ بكذا یعنی میں نے اس پر اس کو سزا دی، بدلہ دیا۔ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ: اللہ تعالیٰ سخت بدلہ والے ہیں) یعنی اس کا بدلہ بڑا سخت ہے۔ یہ اضافت اضافت محض نہیں ہے۔

۱۲: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (آپ کفار کو کہہ دیں)

کفار سے مراد یہاں مشرکین مکہ ہیں۔ سَتُعْلَبُونَ (عنقریب تم مغلوب ہو گئے) یعنی بدر کے دن۔ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ (اور تم کو جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا) یعنی گہرے کنوئیں سے جہنم کی طرف اکٹھا کریں گے۔
قراءت: حمزہ علی نے تُحْشَرُونَ کو یاء سے يُحْشَرُونَ پڑھا ہے۔

اس طرح ستعلبون کو سیعلبون۔ وَبَنَسَ الْيَمَّهَادُ (اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) سماد مستقر کو کہتے ہیں اور وہ جہنم ہے۔
۱۳: قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئْتَيْنِ الثَّقَاتِ فِئَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَهُمْ رَأَىٰ الْعَيْنُ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ (تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے) کُم سے خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔ فِئَتَيْنِ الثَّقَاتِ (ان دو گروہوں میں جو آپس میں ملے) یعنی بدر کے دن (معرکہ آراء ہوئے) فِئَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے) اور وہ مؤمن ہیں وَأُخْرَىٰ (اور دوسرا گروہ) كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَهُمْ (کافر ہے جو ان کو اپنے سے دو گنا دیکھتا ہے) نمبر ۱۔ یعنی مشرک مسلمانوں کو اپنی تعداد سے دو گنا یعنی دو ہزار دیکھتے ہیں۔
نمبر ۲: مسلمانوں کی تعداد سے دو گنا چھ سو چھپیس یا اٹھائیس، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کو کفار کو دو گنی کر کے دکھائی تاکہ کفار مرعوب ہوں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے میں بزدل ہو جائیں۔

قراءت: تَرَوْنَهُمْ نافع نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبر ۱۔ اے مشرکین قریش تم مسلمانوں کو اپنے کافر گروپ سے دو مثل دیکھتے تھے۔ نمبر ۲: ان مسلمانوں کی ذاتی تعداد سے دو گنا دیکھتے تھے اور یہ مفہوم سورۃ انفال کی اس آیت کے مخالف نہیں وَيَقْلِلُكُمْ فِي الْأَعْيُنِ (الانفال ۴۴) (وہ تمہیں تھوڑا دکھا رہا تھا ان کفار کی آنکھوں میں) کیونکہ ابتداء میں کفار نے مسلمانوں کی تعداد کو قلیل دیکھا تھی تو جرات مند ہو کر لڑنے لگے۔ جب حملہ آور ہو گئے تو مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ دکھایا یہاں تک کہ کفار مغلوب ہو گئے۔
گویا قلیل و تکثیر دو مختلف حالتوں میں واقع ہوئی۔ اس کی نظیر کہ مختلف حالات پر محمول کیا جائے۔ یہ آیت ہے۔ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَلِيلِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ۔ [الرحمن ۳۹] اور دوسری آیت وَقَفُّوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْنُونُونَ (الصافات ۲۴) ایک آیت میں سوال کا ہونا اور دوسری میں سوال کا نہ ہونا مذکور ہے۔ اور اس سے الگ الگ حالتیں مراد ہیں)

انکی قلت و کثرت ظاہر کرنا قدرت کو زیادہ ظاہر کرنے والا ہے۔ اور نشان قدرت اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔
تَحْشَرُونَ: مِثْلَهُمْ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ یہ دیکھنا آنکھوں سے تھا جیسا کہ رَأَىٰ الْعَيْنُ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ رَأَىٰ الْعَيْنُ کا معنی کھلی آنکھوں سے جسمیں کوئی التباس نہ تھا۔ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے جسکی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں) جیسا کہ اہل بدر کی تعداد دشمن کی آنکھوں میں زیادہ کر کے نصرت فرمائی۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ۔ (اس میں) یعنی تکثیر و قلیل میں لَعِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (نصیحت ہے بصیرت والوں کیلئے)

زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ

خوش نما بنا دی گئی ہے لوگوں کے لیے خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور بڑے بھاری مال

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ

سونے کے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتیاں، یہ دنیا والی زندگی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝۱۴

اور اللہ کے پاس ہے اچھا مکان:

کا فائدہ اٹھانا ہے

۱۴: زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ زَيْنَ النَّاسِ (لوگوں کیلئے مزین کر دیا گیا) جمہور کے نزدیک مزین کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں اِنَّا جَعَلْنَا مَتَاعَیْ الْاَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِيَبْلُوَهُمُ (الکہف۔ ۷) (پیشک ہم نے زمین کیلئے جو کچھ اس پر ہے اس کو زینت بنایا تاکہ ہم ان کو آزمائیں) مجاہد کی قراءت اس کی دلیل ہے۔ زَيْنَ النَّاسِ میں فعل معروف کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت حسنؓ سے فاعل الشیطان بھی مذکور ہے۔

ذریعہ شہوات کو شہوات کہا:

حُبُّ الشَّهَوَاتِ (خواہشات کی محبت) شہوت، کسی چیز کی طرف نفس کی شدید خواہش نمبر ۱۔ وہ اعیان جو ذریعہ شہوات ہیں ان کو بالفیضہ خود شہوات کہہ دیا۔ نمبر ۲۔ ان اسباب کو شہوات کہہ کر انکی حقارت و خست کی طرف اشارہ کیا کیونکہ شہوت حکماء کی نگاہ میں رذالت ہے اور اس کا پیر و کار قابل مذمت ہے اور اپنے نفس پر بہیمیت کی گواہی دینے والا ہے۔ اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔ مِنَ النِّسَاءِ (عورتوں سے) اس میں لونڈیاں بھی داخل ہیں۔ وَالْبَنِينَ (اور بیٹوں سے) یہ ابن کی جمع ہے۔ اس مقام کے علاوہ یہ مذکور مؤنث ہر دو کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں صرف بیٹے مراد ہیں۔ کیونکہ طبیعت میں انکی طلب زیادہ ہوتی ہے اور عموماً دفاع بھی ماں باپ کی طرف سے یہی کرتے ہیں۔

وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ (اور جمع شدہ خزانے) یا مدفون خزانے۔ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ: (سونے چاندی سے)

لطیف نکتہ:

سونے کو ذہب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خرچ کرنے سے جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اور فضہ کو فضہ کہنے کی وجہ یہ ہے۔ وہ خرچ سے متفرق و منتشر ہو جاتی ہے۔

لِفُضٍّ: تفریق کو کہا جاتا ہے۔ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (اور نشاندار گھوڑے)۔

قُلْ أُوْنِيْكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۖ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرٰی مِنْ

آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتا دوں؟ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِیْهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَنْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ

جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور نہریں ہیں پاکیزہ، اور رضا مندی ہے اللہ کی طرف سے،

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعٰبَادِ ۝۱۵ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم ایمان لائے لہذا بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۱۶ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

ہمارے گناہوں کو اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، اور سچے ہیں، اور حکم ماننے والے ہیں،

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝۱۷

اور خیر کرنے والے ہیں، اور راتوں کے پچھلے حصوں میں مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

نکتہ: خیل کو خیل کہنے کی وجہ کیونکہ وہ ناز و انداز سے چلتے ہیں۔ مسومہ کا معنی نشان زدہ۔ السومہ علامت کو کہتے ہیں۔ یا چرنے والے یہ اسام الدابة و سومتھا سے ماخوذ ہوگا۔ وَالْاَنْعَام (اور چوپائے) اس سے مراد وہ آٹھ قسمیں ہیں (جن کا تذکرہ سورہ انعام میں ہے) وَالْحَوٰثِ (اور ہتھی) ذٰلِكَ (یہ) مراد مذکورہ اشیاء۔ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگی کا سامان ہے) جن سے دنیا میں انسان نفع اٹھاتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے) مآب لوٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۱۵: قُلْ اُوْنِيْكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِیْهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَنْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعٰبَادِ۔ پھر ان کو دنیا میں زہد کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر کی اطلاع و خبر نہ دوں۔ قُلْ اُوْنِيْكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، (آپ فرمادیں کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو بہتر ہے ان تمام چیزوں سے) ان تمام سے بہتر جو مذکور ہوئیں۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ۔ (متقین کیلئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں)

تَحْوِیٰ: یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ اس میں اس بات کی طرف دلالت ہے کہ یہ چیز مذکورہ چیزوں سے بہت بہتر ہے۔ جَنَّاتٌ مبتدا اور لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اس کی خبر ہے۔ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِیْهَا الْاَنْهٰرُ (جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) یہ جَنَّات کی صفت ہے۔ اور للذین کلام خیر کا متعلق بھی بن سکتا ہے۔

وجہ تخصیص:

متقین کو جنت کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنات سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔
نَحْوَ: جنات کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مبتداء ہو محذوف ہے۔ جنہوں نے جنات کو کسرہ سے پڑھا۔ وہ اس کا مؤید ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خیر سے بدل ہے۔ خَلِيدٌ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی) رضوان کا معنی رضائے الہی ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعٰبَادِ (اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال سے واقف ہیں۔ پس انہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے۔ یا متقین کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے اور ان کے احوال سے واقف ہیں۔ اسی لئے ان کے لئے باغات تیار کیے۔

۱۶: اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (وہ لوگ جو کہتے ہیں)
نَحْوَ: یہ امدح فعل کی وجہ سے منصوب ہے یا محذوف مبتداء کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے یا متقین کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ عباد کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے) تیری دعوت کو قبول کرتے ہوئے۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (تو ہمارے گناہ ہمیں بخش دے) اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے۔ وَفِنَا عَذَابَ النَّارِ (اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اپنے فضل و کرم سے

صفات صالحین:

۱۔ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحٰرِ۔ (وہ صبر کرنے والے ہیں۔ طاعات پر اور مصائب پر

نَحْوَ: یہ بھی امدح فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَالصّٰدِقِيْنَ (وہ سچ بولنے والے) حق بات کہہ کر زبانی سچ اور احکام پر عمل کر کے فعلی سچ اور پختہ ارادہ پورا کر کے نیت سے سچائی اختیار کرنے والے ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ (اور عاجزی کرنے والے ہیں) دعوت دینے والے ہوں یا اطاعت اختیار کرنے والے ہوں وَالْمُنْفِقِيْنَ (اور وہ خرچ کرنے والے ہیں) وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحٰرِ (اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں) یعنی نماز پڑھنے والے یا مغفرت طلب کرنے والے۔

تخصیص سحری وجہ:

سحری کے وقت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے اور غلطی کا وقت بھی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ اے بیٹے! مرا غم سے زیادہ عقل مند ثابت نہ ہو کیونکہ وہ تو سحری کے وقت اذان دے اور تو سویا رہے۔

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اللہ نے گواہی دی کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور اہل علم نے، وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی،

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱۸ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُوا

وہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے، بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو

الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ

کتاب دی گئی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا محض آپس میں خدا خدائی کی وجہ سے، اور جو شخص اللہ کی آیات

فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۱۹ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسَمْتُمْ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ

کا انکار کرے سو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، سو اگر وہ آپ سے حجت بازی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا

اتَّبَعْنِ ۖ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَسَلَّمْتُمْ فَأِنْ أَسَلَّمُوا فَقَدْ

اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی آپ ان سے اور ان پڑھوں سے کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہوئے؟ پس اگر وہ

اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ ۚ وَاللَّهُ بِصِرَاطِ الْعِبَادِ

فرمانبردار ہو جائیں تو انہوں نے ہدایت پائی، اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ بس پہنچانا ہے اور اللہ بندوں کو بخشنے والا ہے۔

تفسیر: نمبر ۱: بار بار صفات کے درمیان واؤ کو لا کر بتلادیا کہ وہ ہر صفت میں کامل ہیں۔ نمبر ۲: ہر صفت تعریف میں اپنے مقام پر مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

سب سے بڑی شہادت:

۱۸: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

شَهِدَ اللَّهُ (اللہ گواہ ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا فرمایا اَنَّهُ (اس کا) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، وَالْمَلَائِكَةُ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں) اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کی عظیم قدرت کو آنکھوں سے دیکھا۔ وَأُولُو الْعِلْمِ (اور علم والے) یعنی انبیاء علیہم السلام اور علماء گواہی دیتے ہیں کہ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (وہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں) وہ رزق اجل

ثواب و عقاب کی تقسیم میں انصاف کرنے والے ہیں اور جو اس نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے معاملے میں انصاف کا حکم

دے رکھا ہے اور باہمی برابری کا فرمادیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نمبر ۱۔ اللہ کے لفظ سے حال ہے یعنی انصاف کے ساتھ تمام مخلوق کا انتظام و انصرام کرنے کی حالت میں وہ شاہد ہے عدل کے ساتھ

نمبر ۲: ہو ضمیر سے حال ہے اس کو مفرد لاناً حال کے نصب کی وجہ سے جائز ہے البتہ اس کے دونوں معطوفوں کو مفرد لانا صحیح نہیں۔ اگر تم کہو جاء زید وعمرو راکبا: یہ کہنا درست نہیں کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں البتہ اس طرح کہنا جاء نی زید و ہند راکبا تو یہ درست ہے کیونکہ تمیز مذکر لائی گئی ہے اور مؤنث مذکر کے تابع ہے۔

نمبر ۳: فعل مدح محذوف ہے اس کا یہ مفعول ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) کو دوبارہ تاکید مزید کے لیے لایا گیا (دلائل کے بعد تو حید کی طرف مزید توجہ کے لئے لائے) الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: (وہ زبردست حکمت والا ہے) وہ اپنی حکومت میں غالب اور صنعت میں حکیم ہے۔

نحوی تحقیق:

یہ جملہ مستانہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یعنی هو العزیز الحکیم یہ ہو کی صفت نہیں کیونکہ ضمیر نہ صفت بنتی ہے نہ موصوف۔ پس معنی یہ ہوگا کہ وہ ایسا زبردست کہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا حکیم کہ حق سے ادھر ادھر نہیں ہوتا۔

۱۹: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ، وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا، بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ: (بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے) یہ جملہ مستانہ ہے (یہ جمہور کی قراءت کے مطابق ہے)

قراءت: کسائی نے اَنَّ الدِّينَ پڑھا۔ اس صورت میں اَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سے بدل ہے یعنی شهد الله اَنَّ الدین الایة۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔

آیت کی فضیلت:

پیشی نے مجمع الزوائد جلد نمبر ۶۔ اور طبرانی نے ضعیف سند سے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ جس نے اس آیت کو سوتے وقت پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار مخلوق پیدا کر دیتے ہیں۔ جو اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔ اور جس نے اس آیت کو پڑھنے کے بعد یہ کہہ لیا میں بھی وہی شہادت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اس شہادت کو اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں۔ یہ اسلام کی شہادت اللہ تعالیٰ کے پاس میری امانت ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے پاس میرے بندے کا عہد ہے اور میں سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا ہوں لہذا میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ (بخاری فی الدر جلد نمبر ۲)

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ: (نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی) أُوتُوا الْكِتَابَ سے مراد یہود و

نصاری ہیں۔ ان کا اختلاف یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا یعنی توحید کو چھوڑ کر نصاریٰ نے تثلیث اور یہود نے اہیت عزیر کا عقیدہ بنالیا۔

اصل سبب اختلاف:

الْأَمِنْ بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ (مگر ان کو علم ہو جانے کے بعد) کہ یہ اسلام ایسا حق ہے جس سے مفر نہیں بَعْدَ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ (اپنے مابین عناد و حسد کی وجہ سے) یعنی

نمبر ۱: اس اختلاف کی وجہ اپنے مابین حسد کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔ اور دنیاوی اغراض اور عہدوں کی طلب وجہ اختلاف بنی اور لوگوں کی ایک جماعت کو اپنا پھر بنانا اس کا سبب تھا۔ اسلام میں کسی قسم کا اشتباہ اس اختلاف کا مبنی نہیں تھا۔

نمبر ۲: اختلاف سے مراد نبوت محمد علی صاجبا الصلوٰۃ والسلام تھی کیونکہ کچھ لوگوں نے ان میں سے آپ ﷺ کو مان لیا جبکہ دوسرے منکر ہو گئے۔

نمبر ۳: اوتوا الکُتُب سے مراد خاص یعنی نصرانی ہیں اور اختلاف سے مراد پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اختلاف کرنا ہے۔ کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (مگر انہوں نے ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا)

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ (جو اللہ کی آیات کا انکار کریگا) آیات سے مراد دلائل و براہین ہیں۔ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ جلد بدلہ چکانے والے ہیں)

مجادلین خاص و عام:

۲۰: فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنَ وَقُلْ لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأَمِينَ ءَ أَسْلَمْتُمْ - فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا - وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ، وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ - فَإِنْ حَاجُّوكَ (پس اگر وہ آپ سے اس بارے میں مجادلہ کریں) کہ اللہ تعالیٰ کا دین تو اسلام ہی ہے۔ مجادلہ کرنے والوں سے مراد جمہور کے نزدیک وفد بنی نجران ہے۔ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ (تو آپ ان سے کہہ دیں میں نے اپنے نفس اور تمام اعضاء کو اللہ وحدہ کے سپرد کر دیا ہے) اور میں نے اس کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو حاجات میں پکارتا ہوں۔ یعنی میرا دین تو دین توحید ہے اور یہی وہ مضبوط دین ہے جسکی محنت تمہارے ہاں بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ میرے ہاں ثابت ہے میں کوئی انوکھی چیز تو نہیں لایا۔ کہ جس کی مخالفت پر تم اترے ہوئے ہو۔ اور اس کی مثل یہ آیت ہے۔

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (آل عمران ۶۴)

اس میں انکی حجت بازی کا جواب ہے کہ جس پر میں اور ایمان والے قائم ہیں وہ ایسا یقین ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ پھر ان کا اس کے متعلق جھگڑا بالکل بے جا ہے۔

قرأت: مدنی، شامی، حفص، آشی، برجمی رحمہم اللہ نے وجْهِيَ پڑھا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ

اے شک جو لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں کو قتل

الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۲۱ أُولَٰئِكَ

کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں سو ان کو آپ دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، یہ وہ لوگ

الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ زُمَا لَهُمْ مِنْ نُصْرَةٍ ۝۲۲

ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

وَمَنْ اتَّبَعْنِ (اور جو میرے پیروکار تھے انہوں نے بھی) اسلمت کی تاء پر اس کا عطف ہے یعنی میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا وادوا فاصلہ کے لیے لائی گئی ہے اور اگر وادو کومع کے معنی میں مان لیں تو یہ مفعول معہ بن جائیگا۔ ومن تبعنی یہ دونوں حالتوں میں آتا ہے۔ سہل و یعقوب نے وصل میں ابو عمرو کی موافقت کی ہے۔ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی، کہہ دیں) مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَالْأَمِّيْنَ (اور ان پڑھوں کو) یعنی جن کے پاس کوئی کتاب نہیں، جیسے مشرکین عرب۔

استفہام تو بخئی:

ء اَسْلَمْتُمْ (کیا تم بھی اسلام لاتے ہو) کوئی کے نزدیک دونوں ہمزوں کے ساتھ ہے

نمبر ۱: اسلام کے دلائل واضح ہو چکے کیا اب تم اسلام کو قبول کرتے ہو یا اس کے بعد بھی کفر پر قائم رہتے ہو۔

نمبر ۲: یہ بظاہر تو صیغہ استفہام کا ہے مگر معنی امر کا ہے کہ تم اسلام لاؤ۔ پس یہ کلام فہل انتم منتہون (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹۱) کی طرح بن گیا۔ ای انتھو اگویا استفہام تو ٹھٹی ہے۔

فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا (پس اگر وہ اسلام لائیں تو وہ ہدایت پا گئے) یعنی انہوں نے ہدایت کو پایا اس لیے کہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف نکل آئے۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ (اور اگر وہ اسلام سے روگردانی اختیار کریں پس تمہارے ذمہ پہنچا دینا ہے) یعنی وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ آپ خبردار کرنے والے رسول ہیں۔ آپ کے ذمہ پیغام کو پہنچانا اور ہدایت کے راستے سے متنبہ کرنا ہے۔ وَاللَّهُ بِصِيْرٍ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو خوب دیکھتا ہے) پس مومن و کافر میں سے ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔

۲۱: إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۲۱ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ (اے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں) سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جو اپنے آباء و اجداد کے فعل قتل انبیاء پر راضی تھے۔ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ (اللہ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء کو قتل کرتے) بِغَيْرِ حَقٍّ (ناجائز) یہ یقتلون کا حال موقوف ہے کیونکہ کسی بھی نبی برحق کا قتل تو بہر حال ناحق ہی ہے۔

الْمَرَّةَ إِلَى الَّذِينَ أَوْتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ ثَمَرٌ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَمَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۱۴﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمْسَنَا

فیصل کرے پھر ان میں سے ایک فریق اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے

النَّارُ إِلَّا آيَا مَّا مَعْدُودَاتٍ مَّوْعَرَّهٌ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ إِذَا

ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر چند گنے چنے دنوں میں، اور ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جس کو وہ افتر کرتے تھے

جَمَعَهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ تَوُوفِيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶﴾

پس کیا حال ہو گا جب ہم ان کو جمع کریں گے اس دن جس میں کوئی شک نہیں، اور ہر جان کو اس ٹل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(ان کے معاملے کی شاعت بیان کر دی کہ خود بھی ناحق سمجھنے کے باوجود قتل کا ارتکاب کرتے تھے ورنہ وہ اپنے ہاں قتل کی کوئی وجہ جواز نہ رکھتے تھے)۔

قتل انبیاء و زہاد:

وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ (وہ ان لوگوں کو جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں قتل کرتے ہیں) الْقِسْطُ کا معنی عدل ہے۔
قراءت: ہمزہ نے یقاتلون پڑھا ہے۔ مِنَ النَّاسِ (لوگوں میں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نبی اسرائیل نے ۴۳ انبیاء کو ایک ساعت میں دن کے ابتدائی حصہ میں قتل کیا۔ پھر بنی اسرائیل کے زیادہ کی ایک جماعت جنگی تعداد ایک سو بارہ (۱۱۲) تھی۔ انہوں نے ان قاتلین کو امر بالمعروف کیا اور ممنوعات سے روکا اور معروف کا حکم دیا چنانچہ اسی دن کے آخر میں ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲)

فَيَسِّرُ لَهُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ الْعَذَابِ الْيُسْرَى (پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو) یہ ان کی خبر ہے اور اس پر فاء اس لیے لائے کیونکہ ان کا اسم جزاء کے معنی کو مستحسن ہے۔ (جس سے اس کو شرط سے مشابہت پیدا ہوگئی) گویا اس طرح کہا گیا الذین یکفرون فیسرہم معنی اس طرح ہوگا۔ جو کفر کرے گا تم ان کو خوش خبری دے دو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ابتداء کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا۔ اور وہ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے گویا اس کا داخل ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ اگر اس کی جگہ لیت اور لعل ہوتے تو فاء سے انکی خبر نہ لائی جاسکتی کیونکہ وہ جملہ خبریہ کو انشاء کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ جس سے شرط کی مشابہت فوت ہو جاتی ہے۔

۲۲: اُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرٍ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ دنیا آخرت میں) پس دنیا میں تو لعنت و رسوائی انکا مقدر ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرٍ (اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا)۔ جو بربادی اعمال اور گرفتاری عذاب سے بچا سکے نصیرین کو آیات کے توقف کی رعایت سے جمع لائے ورنہ واحد کرہ نفی کے عموم کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۳: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اَوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ اِلَى كِتَابِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ - ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

مَعْرُضُونَ۔ (کیا نہیں دیکھے آپ نے ایسے لوگ جو دیئے گئے کتاب کا ایک حصہ وہ بلائے جاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے)۔ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوْا مِنْهُ مُرَادُ اَحْبَارِ يَهُودٍ ہیں جنہوں نے تورات کا وہ حصہ پایا تھا میں بعض کے لیے یا بیان کیلئے ہے بِدْعُوْنَ یہ الذین سے حال واقع ہے کتاب اللہ سے مراد تورات یا قرآن مجید ہے۔

کتاب یا نبی فیصلہ کرے:

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ تاکہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ کتاب کو حاکم سبب حکم کی وجہ سے کہا گیا۔ (گویا حکم کی نسبت اسکی طرف مجازی ہے) یا وہ نبی انکے درمیان فیصلہ کرے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ انکے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور انکو اسلام کی طرف بلایا تو آپ کو نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا تو کس دین پر ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا ملت ابراہیم پر دونوں کہنے لگے ابراہیمؑ تو یہودی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اؤ تورات سے اس بات کا فیصلہ کر لیں۔ تو دونوں نے انکار کر دیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲) ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ (پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے) اس جگہ ثُمَّ استبعاد کے لیے لا کر بتلایا گیا کہ (سزائے رجم سے منہ موڑنا بہت بعید ہے) مگر وہ ہمیشہ اعراض کو اپنا مذہب بنائے رہیں گے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۴:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَعَوَّهٖمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ یہ (اعراض) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں ہرگز جہنم کی آگ سوائے چند دنوں کے نہ چھوئے گی اور ان کو دھوکے میں انکی افتراء پر دازیوں نے ڈالا ہے) ذٰلِكَ کا اشارہ الیہ روگردانی اور اعراض ہے جس کا سبب انکا عذاب کے معاملے کو معمولی قرار دینا اور چند دنوں میں جہنم سے فراغت کا گمان ہے وہ قلیل مدت چالیس دن یا سات دن ہیں۔

نَحْمَفُ: ذٰلِكَ مبتداء بانہم اس کی خبر ہے۔ وَعَوَّهٖمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ یعنی ان کو ان کے افتراء علی اللہ نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ افتراء یہ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں وہ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے معمولی مدت سزا دے گا۔

۲۵: فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْتَهُمْ لَیْوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَوَقَّیْتَ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ (پس انکا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایک یقینی دن میں جمع کریں گے۔ اور ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی) فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْتَهُمْ لَیْوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ (اس وقت میں ان کا کیا حال ہوگا جس دن کی آمد میں کوئی شبہ نہیں) وَوَقَّیْتَ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ جزائے اعمال مراد ہے وَهُمْ یہ جمع کی ضمیر كُلِّ کے معنی کی طرف لٹوتی ہے کیونکہ وہ کل الناس یعنی جمع کے معنی میں ہے۔ لَا یُظْلَمُوْنَ یعنی کسی انسان کی نہ نیکی میں کمی ہوگی اور نہ برائیوں میں اضافہ۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِنْ تَشَاءُ ز

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ جو ملک کا مالک ہے تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿۲۶﴾ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ

قادر ہے، تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں، اور تو نکالتا ہے

مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْمِي مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

۲۶: قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (آپ کہہ دیں کہ اے اللہ جو تمام ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے بادشاہ بنا دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی (مبارک) ہاتھ میں ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے)۔

اسم جلالی کی خصوصیت:

قُلِ اللَّهُمَّ۔ اللہم اصل میں یا اللہ ہے حرف نداء کو حذف کر کے میم بدلے میں لائے اور میم اور یاء دونوں نہیں لائے کیونکہ اصل و عوض جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ اسم جلالہ کی ایک خصوصیت ہے۔

نمبر ۲: دوسری خصوصیت لام تعریف کے ساتھ حرف نداء کا آنا ہے۔

نمبر ۳: تیسری خصوصیت اس کا ہمزہ قطعی ہے۔

نمبر ۴: چوتھی خصوصیت یہ تفعیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

نمبر ۵: پانچویں خصوصیت اس پر تاء تمییز آتی ہے۔ تَاللّٰہ

مَلِكُ الْمَلِكِ تو جنس ملک کا مالک ہے پس تو اس میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح بادشاہ اپنی ملوکہ چیزوں میں۔

تَحْمِيْذٌ: یہ دوسرا نداء ہے یا مملک الملک

یہود کے تعجب کا جواب:

تَوَيْتِ الْمُلُكَ مَنْ تَشَاءُ (تو ملک میں سے جس کو جتنا تو نے اس کے لیے طے کیا ہے، دیتا ہے) وَتَنْزِعُ الْمُلُكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (یعنی تو جس سے چاہے چھین لیتا ہے) پہلا لفظ ملک عام ہے اور دوسرا اور تیسرا کل میں سے خاص ہیں روایت میں وارد ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے فارس روم کی سلطنتوں کا وعدہ فرمایا اس پر یہود و منافقین نے کہا بہت بعید بات ہے۔ کہاں محمد (ﷺ) اور کہاں مملکت فارس و روم۔ وہ تو بڑے غلبہ اور لاؤ لشکر والے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری، (اسباب النزول للواحدي)

وَتُعْزُّ مَنْ تَشَاءُ۔ (جس کو چاہتے ہیں بادشاہی سے عزت دیتے ہیں)۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (اور جس کو چاہتے ہیں بادشاہی چھین کر ذلیل کر دیتے ہیں) بَيِّدَكَ الْخَيْرُ (تیرے ہاتھ میں خیر و شر ہے) یہاں ضدین میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفا کیا گیا (جبکہ دوسرا خود سمجھ آ جاتا ہے) یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ خیر کو خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ رفتار کلام کا تقاضا یہی تھا۔ کیونکہ ایمان والوں کی طرف خیر کو بھیج کر لایا جا رہا تھا اور کفار کو یہی بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ پس کہا تیرے ہاتھ میں بھلائیاں ہیں جو تو اپنے دوستوں کو عنایت فرمائے گا۔ باوجود اس کے کہ تیرے دشمن اس کو پسند نہیں کرتے۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (تو ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے) جبکہ دوسروں کی تھوڑی بہت قدرت بھی تیری ہی قدرت کا مرہون منت ہے۔

لطیف تفسیر:

ایک اور تفسیر یہ ہے کہ ملک سے مراد سلطنت عافیت یا سلطنت قناعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے بادشاہ میری امت کے وہ لوگ ہونگے جو ایک یوم کی خوراک پر قناعت کرنے والے ہونگے یا صرف قیام لیل کا اختیار ہے۔ حضرت شلیؓ فرماتے تھے کہ سنات کے بنانے والے پر استغناء اختیار کرنا کوئین سے بے پروائی اختیار کرنا ملک ہے اور عزت سے معرفت کی عزت یا استغناء یا سکون یا قناعت کی عزت مراد ہے۔ اور ذلت سے انکی اضداد مراد ہیں

زُلْظُل: پھر اپنی عظیم قدرت کو دن اور رات کے تقابل سے بیان کیا۔ اور زندہ اور مردہ کو ایک دوسرے سے نکالنے کا حال بیان کیا۔ اور اس پر بطور عطف بلا حساب رزق کو لائے۔

دلائل قدرت:

۲۷: تَوَلَّجُ الْكَلْبَ فِي النَّهَارِ وَتَوَلَّجُ النَّهَارَ فِي الْكَلْبِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (تورات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)۔ تَوَلَّجُ ایلان ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں وہ مجاز ہے مطلب یہ ہے کہ تورات کے اوقات کو کم کر کے دن میں بڑھا دیتا ہے اور دن کے اوقات گھٹا کر رات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (زندہ سے مردہ) جیسے حیوان سے لطفہ اور مرغی سے انڈہ یا مؤمن سے کافر۔ (وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ

نہ بنائیں مومن کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو شخص یہ کام کرے

ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمْ

اگہ تو اللہ سے دوستی کرنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر اس حالت میں کہ دشمنوں سے کچھ بچاؤ کرنا ہو اور اللہ تم کو اپنے

اللَّهُ نَفْسَهُ وَالِلَّهِ الْمَصِيرُ ۝ (۲۸)

سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔

حساب۔) (تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے) مخلوق اس رزق کی مقدار کو نیت نہیں جانتی اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے تاکہ یہ دلالت ہو کہ جو ذات ان عقول کو حیرت زدہ کرنے والے افعال کی قدرت رکھتی ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے بغیر حساب کے رزق دیتی ہے وہ ذات اس بات پر قادر ہے کہ عجم سے بادشاہی چھین لے اور ان کو ذلیل کر دے اور عربوں کو دے کر عزت دے دے۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ شہنشاہ ہوں۔ اور بادشاہوں کی پیشانیاں اور قلوب میرے قبضہ قدرت میں ہیں اگر بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کو لوگوں پر مہربان کر دیتا ہوں اور اگر میرے نافرمان ہو جائیں تو میں ان کو لوگوں پر عذاب بنا دیتا ہوں۔ پس تم بادشاہوں کو گالی دینا مشغلہ نہ بناؤ بلکہ میری بارگاہ میں تو یہ کرو، تاکہ میں ان کو تم پر مہربان بنا دوں اور ارشاد نبویؐ کما تکنونوا یولی علیکم (تضامی فی مسند الشہاب) کا یہی مطلب ہے۔

قراءت: الْحَمْدُ مِنَ الْمَيِّتِ وَالْمَيِّتِ مِنَ الْحَمْدِ قرآن مجید میں مدنی و کوفی قراء کے نزدیک شد سے پڑھے جائیں گے البتہ قاری ابو بکر اس طرح نہیں پڑھتے۔

۲۸: لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ، وَالِلَّهِ الْمَصِيرُ۔ (مومن کافروں کو دوست نہ بنائیں، اہل ایمان کو چھوڑ کر جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کچھ تعلق نہیں مگر یہ کہ (کافروں کی طرف سے تم کو کچھ شر کا اندیشہ ہو تو) تم ان سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جاتا ہے)

موالات کفار کی ممانعت:

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مسلمانوں کو قرابت کی بناء پر کفار کے ساتھ گہری دوستی سے روکا گیا۔ یا اسلام سے قبل پائی جانے والی دوستی کی بنیاد پر ہو یا کسی بناء پر اور قرآن مجید میں یہ بات بار بار ہدائی اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان میں ایک عظیم دروازہ اور موڑ ہے۔ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ایمان والوں کی دوستی کفار سے نہ ہونی چاہیے۔ پس کفار کو ایمان والوں پر ترجیح نہ دو۔

قُلْ اِنْ تُحْفُوا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْهُ یَعْلَمُهُ اللّٰهُ ۚ وَیَعْلَمُ مَا

آپ فرما دیجئے اگر تم چھپاؤ گے جو تمہارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو گے تو اللہ اس کو جان لے گا۔ اور اللہ جانتا ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۲۹ یَوْمَ یَجِدُ كُلُّ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن ہر شخص

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا

اپنے نیک عمل کو حاضر پائے گا اور ان کاموں کو بھی پا لے گا جو برے تھے، اس کی خواہش ہوگی کہ کاش اس کے

وَبَیْنَهُ اَمَدًاۙ بَعِیْدًا ۚ وَیُحَذِّرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ ۚ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ

اور اس دن کے درمیان بہت دور کی مسافت ہوگی، اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ بخشنے والا ہے

بِالْعِبَادِ

مہربان ہے

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ ۚ یعنی جو کفار کی موالات اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ دوست کی دوستی اور دشمن کی دوستی ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰۃً ۚ مگر یہ کہ ان کی طرف سے تمہیں ایسا معاملہ پیش آئے جس سے بچنا ضروری ہو۔ (یعنی کافر کو مسلمان پر غلبہ حاصل ہو۔ اور مسلمان کو اس کی طرف سے اپنے مال و جان کو خطرہ ہو اس صورت میں ان سے موالات کرنا اور دشمنی نہ رکھنا جائز ہے۔ وَیُحَذِّرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهُ (اللہ تعالیٰ بظاہر تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں) پس کفار کی موالات اختیار کر کے اپنے آپ کو غضب الہی کا نشانہ نہ بناؤ۔ یہ سخت وعید ہے۔ وَ اِلٰی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (تم نے اس کی بارگاہ میں پہنچنا ہے) اور عذاب اس کے ہاں تیار ہے۔ یہ دوسری وعید ہے۔

۲۹: قُلْ اِنْ تُحْفُوا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْهُ یَعْلَمُهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اے محمد ﷺ کہہ دیں اگر تم چھپاؤ گے جو تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو ظاہر کرو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قُلْ اِنْ تُحْفُوا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْهُ یعنی کفار کی ولایت وغیرہ اور جو اللہ تعالیٰ کو نا پسند ہیں یَعْلَمُهُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں) یہ انتہائی بلیغ وعید ہے۔

وَعَلَّمَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ یہ جملہ مستافقہ ہے یہ جواب شرط کا معطوف نہیں (یعنی وہ وہی ذات ہے جو آسمان و زمین کی ہر چیز سے واقف ہے) اس پر تمہارا باطن و ظاہر پوشیدہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس وہ تمہاری سزا پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمْ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۗ وَاللّٰهُ

آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۱ قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ

غفور ہے رحیم ہے، آپ فرمادیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، سو اگر وہ اعراض کریں تو بلاشبہ اللہ دوست نہیں رکھتا

الْکٰفِرِیْنَ ۝۳۲

کافروں کو۔

۳۰: یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهُ اَمَدًا یَّعْبُدُ اَوْ یُحَدَّرُ کُمُ اللّٰهُ نَفْسُهُ، وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعٰبِدِ۔ (جس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور جو بدی کی ہوگی اس کو بھی سامنے موجود پائے گا۔ تمنا کریگا کاش اس کے اور اس کے برے عمل کے درمیان لمبی مسافت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مومن بندوں پر بڑا مہربان ہے)

یوم کا فائدہ:

یَوْمَ تَجِدُ تَابَعِدًا: **تَجِدُ**: نمبر ۱: یوم ظرف ہے اس کا تعلق تودہ سے ہے اور بینه کی ضمیر یوم کی طرف ہے یعنی قیامت کے دن جبکہ ہر نفس اپنے خیر و شر کو موجود پالے گا۔ وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔ نمبر ۲: اس کا فعل اذکر محذوف ہے اور ما عملت پر اکیلا واقع ہے اور ما عملت ابتداء کی وجہ سے مرفوع اور تودہ اس کی خبر ہو گی یعنی جو برا کام اس نے کیا وہ اس کے متعلق چاہے گا کہ اس عمل اور اس کے درمیان مسافت بعید ہوتی۔ اور یہ ترکیب صحیح نہیں۔ ما شرطیہ تودہ کے مرفوع ہونے کی وجہ سے۔ البتہ اس میں کلام نہیں کہ جب شرط ماضی ہو تو مضارع جزاء پر رفع جائز ہے لیکن وہاں بھی جزم زیادہ مستعمل ہے۔ میر تو اس مقام پر رفع کو شاذ قرار دیتے ہیں۔

رَوْف کی رافت:

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعٰبِدِ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رافت ہے کہ ان کو اپنی ذات سے ڈرایا تاکہ وہ اپنے کو اس کی ناراضگی کے مقام پر پیش نہ کریں۔

نمبر ۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ باوجودیکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس سے ڈرا جائے کیونکہ وہ کامل قدرت والا ہے مگر اس کی وسعت رحمت امید کی آماجگاہ ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا۔

ان ربک لذو مغفرة و ذو عقاب الیم فصلت آیت نمبر ۴۳ کہ تمہارا رب بے شک بخشنے والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

۳۱: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمْ اللّٰهُ (آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میرا

اجتہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے) (شأن نزول: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ۔ بندے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے۔

محبت کی حقیقت:

اور اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر راضی ہو۔ اور اس کے فعل کی تعریف فرمائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گمان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ان کے اس قول کی عمل سے تصدیق مقرر کر دیں۔

اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوے دار ہو اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اور کتاب اللہ اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی دائمی خشیت اور دل کا ہمیشہ اس کی ذات اور یاد میں مصروف رہنا اور ہمیشہ اس سے موافقت کا اظہار کرنا ہے۔ بعض نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت درحقیقت نبوت کی اس کے اقوال، افعال، احوال میں اجتہاد کا نام ہے۔ البتہ احوال مخصوصہ بالذات اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ ایک اور قول یہ ہے محبت کی علامت ہمیشہ سوچ و بچار، کثرت غلط و دائمی خاموشی اختیار کرنا ہے جس میں حال یہ ہو کہ جب نگاہ اٹھائے تو کچھ نہ دیکھے، جب آواز دیں تو کچھ نہ سنے اور جب دکھ پہنچے تو غم زدہ نہ ہو اور جب کوئی چیز پالے تو اترائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ کسی سے امید لگائے۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (وہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں) ۳۲: قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ پس اگر تم موڑ لو یعنی اطاعت قبول کرنے سے اعراض کریں) تَوَلَّوْا میں مضارع کے صیغہ بننے کا احتمال بھی ہے یعنی اِنْ تَوَلَّوْا۔ (اگر تم منہ موڑ لو)۔ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ (پس اللہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتے)۔ یعنی ان سے محبت نہیں کرتے)۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾

بے شک اللہ نے منتخب فرمایا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سارے جہانوں پر

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۳﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ

بعض ان میں بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ سنے والا جاننے والا ہے، جب عرض کیا عمران کی

عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ

پوری نے کہا میرے رب بے شک میں نے آپ کے لئے زمانہ لی کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ آزاد ہوگا لہذا آپ اس کو مجھ سے قبول فرمائیے، بے شک

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۴﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ

آپ ہی ہیں سنے والے جاننے والے۔ پس جب اس کو جنا تو کہنے لگیں اے میرے رب بلاشبہ میں نے اس کو لڑکی جتنا ہے، اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۚ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا

کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا، اور نہیں ہے جیسا بچی کی طرح ہے، اور میں نے اس کا نام رکھ دیا ہے

مَرْيَمَ ۚ وَإِنِّي أُعِيدُهَا بِنَاءٍ طَيِّبٍ وَذُرِّيَّتَيْنِهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۵﴾ فَتَقَبَّلَهَا

مریم، اور بے شک میں اس کو دوسری بار اس کی ذریت کو بخیر بناد میں دیتی ہوں شیطان مردود سے، سو اس کے رب نے قبول فرمایا

رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ ۖ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۖ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا

اس بچی کو اچھی طرح کا قبول فرمانا اور اس کو بڑھایا اچھی طرح سے بڑھانا اور اس کو زکریا کی کفالت میں دے دیا۔ جب بھی

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۖ وَجَدَ عِنْدَ هَارِزَ قَاءٍ ۖ قَالَ لَمْرِئِمُ أَتَىٰ

زکریا داخل ہوئے ان پر محراب میں تو پایا ان کے پاس رزق، تو انہوں نے کہا اے مریم کہاں سے ہے

لَكَ هَذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۶﴾

یہ تیرے لئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

۳۳- إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان والوں پر) بیشک اللہ تعالیٰ نے چنا آدم علیہ السلام کو جو ابوالبشر ہیں اور نوح علیہ السلام جو شیخ المرسلین ہیں۔ اور آل ابراہیم سے مراد اسماعیل و اسحاق علیہما السلام اور ان دونوں کی اولاد ہے۔

آل عمران کی مراد:

آل عمران سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام جو دونوں عمران بن یصہر کے بیٹے تھے اور دوسرا قول یہ بھی نقل کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم بنت عمران بن ماثان مراد ہیں۔ ان دونوں عمرانوں کے درمیان اٹھارہ سو سال کا فاصلہ ہے۔ علی العالمین سے ان کے زمانوں کے لوگ مراد ہیں۔

۳۴: ذُرِّيَّتُهُم بِعَصَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سننے جاننے والے ہیں) ذُرِّيَّةٌ یہ آل ابراہیم اور آل عمران سے بدل ہے۔ بعضہا من بعض۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر موضع نصب میں واقع ہو کر ذریت کی صفت ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: ان الآلین ذریۃ واحدة متسلسلۃ بعضہا متشعب من بعض۔ یعنی دونوں آل ایک مسلسل لڑی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے شاخ در شاخ چلنے والے ہیں۔ جیسے موسیٰ و ہارون عمران سے اور عمران یصہر سے اور وہ قاہٹ سے اور قاہٹ لاوی سے اور لاوی یعقوب سے اور یعقوب اسحاق سے اور اسی طرح عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن ماثان اور یہ سلسلہ یہود ابن یعقوب بن اسحاق سے جاملتا ہے۔ اور آل ابراہیم میں رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں۔ دوسرا قول: یہ ایک دوسرے سے دین میں متعلق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات سننے جاننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کون چنے جانے کے لائق ہے یا عمران کی زوجہ کا قول سننے والے اور اس کی نیت کو جاننے والے ہیں۔

حٰنَہ کا تذکرہ:

۳۵: اِذْ قَالَتْ امْرَاَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (جبکہ عمران کی بی بی نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاوے گا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے) اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (بے شک آپ سننے والے جاننے والے ہیں)۔

اِذْ قَالَتْ: نَحْنُ۔ اِذْ عَلَیْہِمْ کا ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا اذ کر محذوف کا ظرف ہے۔ امْرَاَتُ عِمْرَانَ یہ عمران بن ماثان کی بیوی ہے جو حضرت مریم کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہے۔ اس کا نام حٰنہ بنت ناقوزا ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا)

نَحْنُ: یہ ما بمعنی الذی۔ ذوالحال ہے اور محرر اس کا حال ہے۔ یعنی بیت المقدس کی خدمت کیلئے اسکو آزاد چھوڑوں گی۔ جس پر مجھے کچھ بھی اختیار نہ ہوگا اور نہ ہی میں اس سے خدمت لوں گی۔ یہ نذر انکی شریعت میں درست تھی۔ یا عبادت کیلئے اسکو فارغ کر دوں گی۔ دنیا کے جمیلوں سے اس کو سربکار نہ ہوگا۔ جیسے محاورہ میں کہتے ہیں۔ طَیْنٌ حُرٌّ یَعْنِیْ خَالِصٌ مِّنْیْ۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔

قرأت: ابو عمرو اور مدنی نے مِیْنِ پڑھا ہے۔ التقبل کسی چیز کو رضامندی سے لینا۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (بے شک آپ ہر بات کو سننے اور جاننے والے ہیں)

۳۶: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی) وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاتَّیْ اُحْمَدُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتُهَا مِنْ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا، ہا ضمیر مافی بطنی یعنی حمل کی طرف راجع ہے، مؤنث حاملہ یا نفس یا سمہ کے اعتبار سے لائی گئی۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی یہ وَضَعْتُهَا کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی حاملہ یا نفس یا سمہ نے لڑکی جنی۔ حق نے یہ بات بطور معذرت کہی کیونکہ لڑکیوں کی نذر کاروان نہ تھا۔ اس نے غزدہ ہو کر حسرت ورنج سے یہ بات کہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حسرت پر تسلی:

واللّٰہ اعلم بما وضعت (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ اس نے بنا) اس کلام سے پیدا شدہ بچی کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو بچی اس نے جنی ہے۔ اور جو عظیم معاملات اس سے متعلق ہیں۔

قرأت: وَضَعْتُ شامی اور ابوبکر نے اس طرح پڑھا۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو میں نے بچی جنی ہے شاید اس کی اس میں کوئی حکمت اور کوئی راز ہے۔ اس قرأت کے مطابق یہ سابقہ قول حد سے متعلق ہوگا اور پہلی قرأت کے مطابق اُنْثٰی پر وقف کیا جائے گا۔ اور اللہ اعلم یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشینگوئی ہے۔

لَیْسَ الذَّکُوْرُ: (نہیں ہے وہ مذکر) جو تم نے طلب کیا، کَا لَ اُنْثٰی (اس عورت کی طرح) جو اس کو دی گئی ان دونوں میں الف لام عہد کا ہے۔ وَاِنِّیْ سَمِعْتُهَا مَرِيْمَ (اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا) اس کا عطف انی وضعتها اُنْثٰی پر ہے۔ درمیان میں دونوں جملے معترضہ ہیں۔ حد نے اس کا نام مریم رکھا۔ کیونکہ انکی زبان میں مریم عابدہ کو کہتے تھے۔ یہ نام رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ مانگا کہ وہ اس کی حفاظت فرما کر اسم بامسمیٰ بنا دے۔

اور اسکے متعلق اس کا گمان سچا کر دے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اس نے اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کی پناہ شیطان سے اسکے لئے اور اسکے لڑکے کیلئے ان الفاظ سے طلب کی اِنِّیْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذَرِيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان ملعون سے تیری پناہ میں دیتی ہوں) حدیث میں وارد ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے ولادت کے وقت شیطان اس کو چوک لگاتا ہے۔ جس سے وہ چھٹتا ہے۔ سوائے مریم اور اسکے بیٹے کے۔ (بخاری، مسلم، احمد)

قرأت: ہمدانی نے اِنِّیْ کو اِنِّیْ پڑھا ہے۔

۳: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اٰتٰیَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اِنِّیْ لَکَ هٰذَا، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (پس ان کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمایا اور عمدہ طور پر ان کو نشوونما دیا اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا جب کبھی زکریا ان کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے تو یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں)۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا (اللہ تعالیٰ نے مریم کو قبول کر لیا) اور مذکر کی جگہ اس کی نذر پر راضی ہو گیا۔

اعلیٰ قبولیت کا راز:

بقول حسن اچھی طرح قبول کرنا قبول اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس سے کسی چیز کو قبول کرتے ہیں (کشادہ روئی و مسرت) جیسے

هٰذَاكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اس موقع پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا

طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ

فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں، پس فرشتوں نے ان کو آواز دی اس حالت میں کہ وہ کھڑے ہوئے

يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۚ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بلاشبہ اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق

مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ آتِنِي

کرنے والا ہوگا اور مردار ہوگا اور عورتوں سے دور رہنے والا ہوگا۔ اور نبی ہوگا صالحین میں سے، وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب کہاں سے

يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَلِكِ

ہو گا میرے لڑکا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح

اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۖ قَالَ آيَّتُكَ الْأَنكَلَمَ

اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک

النَّاسِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمَزًا وَادَّكُرَ رَبُّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْحَمْدِ وَالْإِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

لوگوں سے بات نہ کرے گا مگر صرف اشارہ سے، اور یاد کر اپنے رب کو کثرت کے ساتھ اور اللہ کی پاکی بیان کر شام اور صبح۔

۱۳

اللہ مریم نے جواب دیا اس کو بعید مت سمجھو۔ بعض نے کہا کہ مریم علیہا السلام نے بچپن میں یہ کلام کیا۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پانچ سوڑے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ یہ مریم کے کلام کا حصہ ہے یا کلام رب العالمین ہے، بغیر حساب بغیر اندازہ کے کیونکہ یہ بہت ہے یا محض بطور عطیہ ملا ہے۔ اس پر پوچھ گچھ نہ ہوگی اور استعمال پر باز پرس نہ ہوگی۔

بے وقت پھل کی تمنا:

۳۸: هٰذَاكَ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (اس موقع پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں۔) هٰذَاكَ یعنی اسی جگہ جہاں وہ مریم کے پاس حجرہ میں تشریف فرما تھے یا اسی وقت جب وہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ هٰذَا یہاں استعارۃً لایا گیا حیث اور ثم زمان کیلئے آتے ہیں۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کا مرتبہ اور ان کی کرامت دیکھی تو اس بات کی طرف رغبت پیدا ہوئی کہ ان کی بیوی ایشاع سے اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عنایت فرمادے جس طرح حد کو مریم علیہا السلام عنایت کی ہے۔ جو بارگاہ الہی میں شان والی ہے۔ اگرچہ ایشاع بوزہی بانجھ ہو چکی ہے کیونکہ مریم علیہا السلام کی والدہ بھی عمر کے اسی اسٹیج پر تھیں۔

دوسروں نے یہ کہا جب بے وقت پھل مریم سلام اللہ علیہا کے پاس دیکھے تو بانجھ کے ہاں بیٹے کے تولد پر انتہاء ہوا۔ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً ، ذُرِّيَّةً كَافِلَةً وَاحِدًا وَجَمْعَ دُونِوْنَ کے لئے آتا ہے۔ مراد اس سے لڑکا ہے۔ طَبِئَةً مہارک، طیبہ کا لفظ تائید کی صورت میں ذریت کے لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا ہے۔

إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے)

۳۹: فَادَّعَاهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۖ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيٰ فِى الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يَشْرُكَ بِرَبِّكَ مُصَدِّقًا لِّكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَتَسْبِيحًا ۚ وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ، (کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں نیکی کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہونگے اور مقتداء ہونگے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہونگے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے) فَادَّعَاهُ الْمَلٰٓئِكَةُ، (پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے)

قول اول: جبرئیل علیہ السلام نے ان کو آواز دی۔ التَّمْلِیْکَةُ کا لفظ لایا گیا کیونکہ معنی یہ ہے کہ ان کو اسی جنس کی آواز سنائی دی۔ جیسا کہتے ہیں: فلان یرکب الخیل، فلان گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔ فَتَذَنُّهُ امالہ اور یا سے پڑھا گیا علی و حمزہ نے اسی طرح پڑھا وہو قائم فی المَحْرَابِ جبکہ وہ کھڑے حجرے میں نماز ادا کر رہے تھے۔

مَسْئَلہ: اس میں دلیل ہے کہ مرادیں نمازوں کے ساتھ مانگی جاتی ہیں۔ اور نمازوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔

ابن عطاء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر جو عمدہ حالت کھولی ہے۔ وہ اوامر الہی کی اتباع اور طاعات میں اخلاص سے میسر آئی ہے۔ اور خلوت گزینی سے ملی ہے۔ اَنَّ اللہ شامی اور حمزہ نے قال کو مضمر مان کر پڑھا ہے یا اس وجہ سے کہ نداء قول ہے۔ باقی قراء نے فتح سے پڑھایا یا کو محذوف مان کر (بَانَ اللہ) یُسْتَرْك قراء حمزہ اور علی نے یُسْتَرْك پڑھا تشدید اور تخفیف دونوں لغتیں ہیں۔ یُسْتَحْیٰ میں یحییٰ غیر منصرف ہے جبکہ اس کو عجمہ مانیں۔ تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں جیسا موسیٰ عیسیٰ ان میں الف مقصورہ بھی دو سبب کے قائم مقام موجود ہے) اور اگر یہ عربی ہیں تو تعریف و وزن فعل جیسا کہ بمعمر میں ہے۔

مصدق كلمة الله:

مُصَدِّقاً یہ بھیجی سے حال ہے بِكَلِمَةٍ مِنَ اللّٰهِ كَلِمَہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مصدق ہوگا۔ اور ان پر پہلا ایمان لانے والا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اللہ کا خطاب دیئے جانے کی وجہ ان کی کلمہ شُحُ سے بن باپ ولادت ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کے ساتھ تصدیق کرنے والے اور اس کی طرف سے ملنے والی کتاب پر ایمان لانے والے ہونگے۔ و سَيَدَا وہ اپنی قوم کی سیادت و سرداری کرنے والے ہونگے اور شرافت میں ان سے فوقیت لے جانے والے ہونگے۔ حضرت بھیجی اپنی قوم

میں سبقت لے جانے والے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا اگلی قیادت کتنی شاندار تھی۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ سیدوہ ہے جس نے دونوں جہاں کے عوض خالق کو لے لیا ہو۔ وَحْصُورًا وہ شخص جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ قدرت کے باوجود اپنے نفس کو روکے یعنی نفس کو خواہشات سے روکنے والا ہو۔ وَتَبَيَّنَ الصَّالِحِينَ نیکوں سے پیدا ہونے والے ہو گئے کیونکہ وہ انبیاءؑ کی صلب سے تھے۔ یا سن جملہ صالحین میں سے ہو گئے۔

۴۰: قَالَ رَبِّ اَنْتَ يَكُونُ لِيْ غُلْمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِي الْكِبَرُ وَاُمْرَاتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اَللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ؕ ، قَالَ رَبِّ اَنْتَ يَكُونُ لِيْ غُلْمٌ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا) یہ عادت کے اعتبار سے استبعاد کا اظہار ہے اور قدرت کو عظیم تر قرار دیتا ہے۔ شک ظاہر کرنا نہیں۔ وَ قَدْ بَلَغَنِي الْكِبَرُ (پس تحقیق مجھے بڑھا پا پہنچ چکا) جیسا کہتے ہیں ادر کہتہ السن العالیۃ یعنی وہ بڑی عمر کا ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ مجھ میں بڑھاپے کا اثر ہو گیا اور اس نے مجھے ضعیف کر دیا۔ اس وقت اگلی عمر ۹۹ سال تھی۔ اور بیوی کی عمر ۹۸ سال تھی وَ اُمْرَاتِيْ عَاقِرٌ (اور میری بیوی بانجھ ہو گئی) یعنی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ قَالَ كَذَلِكَ اَللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ؕ (کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں افعال عجیبہ ظاہر کرتے ہیں)۔

۴۱: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰیَةً قَالَ اِنَّكَ اَلَّا تَكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمَزًا وَاَذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعُشِيِّ وَاِلَّا بُكَارٍ۔ (انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے سوائے اشارہ کے اور اپنے رب کو بکثرت یاد کرنا اور تسبیح کرنا دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰیَةً وَاَبْعِدْ اَوْدُنِيْ لِيْ يَزْحَا۔ اٰیۃ آیت سے مراد ایسی نشانی ہے جس سے میں حمل کو پہچان لوں اور نعت کا استقبال شکریے سے کروں۔

انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا:

قَالَ اِنَّكَ اَلَّا تَكَلِّمَ النَّاسَ یعنی لوگوں سے کلام پر قدرت نہ رہے گی۔ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمَزًا مگر ہاتھ سے اشارہ یا سر سے یا آنکھ سے یا ابرو سے اشارہ۔ رمز کا اصل معنی حرکت دینا ہے کہا جاتا ہے۔ از تمیز اس نے حرکت دی۔ رمز کو استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنس کلام سے نہیں البتہ اگر ایذا کی حد تک پہنچ جائے اور اس سے وہی سمجھا جائے جو کلام سے سمجھا جاتا ہے تو اس کو کلام کہتے ہیں۔ یا یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ لوگوں سے گفتگو کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں کے ساتھ گفتگو پر انکی زبان کو قدرت نہ ہوگی مگر ذکر اللہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اسی لئے فرمایا وَاَذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعُشِيِّ وَاِلَّا بُكَارٍ یعنی لوگوں کے ساتھ گفتگو سے عاجزی کے زمانہ میں تم خوب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو۔ یہ کھلی نشانیوں اور واضح دلائل میں سے ہے کہ ان کی زبان کو لوگوں کے ساتھ گفتگو سے روک دیا گیا۔ تاکہ اس زمانہ کو وہ ذکر کیلئے خاص کر دیں۔ اور اپنی زبان کو اور کسی چیز میں مشغول نہ کریں، گویا کہ جب شکر کیلئے انہوں نے نشانی طلب کی تو ان کو بتلادیا گیا کہ انکی زبان شکر کے علاوہ ہر چیز سے رک جائے گی۔ بہترین جواب وہی ہوتا ہے جو سوال سے ہی اخذ کیا جائے۔ اَلْعُشِيِّ زوال سے غروب تک کا وقت اِلَّا بُكَارٍ طلوع فجر سے چاشت تک کا وقت۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے منتخب فرما لیا اور پاک بنا دیا اور سب جہانوں کی

نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ ۝۴۲ یَمْرُؤُا اقْنِیْیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرَّاكِعِیْنَ ۝۴۳

عورتوں کے مقابلہ میں تم کو جن لیا، اے مریم تم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

۴۲: وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا (اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم) إِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ۔ اس کا عطف اذ قالت امراة عمران پر ہے یا اذ کر محذوف کا یہ ظرف ہے۔ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا (روایت میں کہ انہوں نے روڈ رو کہا) إِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰكِ (بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چھانٹ لیا) پہلی مرتبہ اسی وقت جب تمہاری ماں سے تمہیں قبول کر لیا اور تیری تربیت کی اور شاندار کرامات سے تجھے نوازا۔ وَطَهَّرَكِ (اور تجھے پاک رکھا) ناپاک افعال سے۔

منفرد فضیلت:

وَاصْطَفٰكِ (اور ثانیاً تجھے چنا) عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ (تمام جہان کی عورتوں پر) وہ اس طرح کہ تجھے بلا باپ عیسیٰ بیٹا عنایت کر دیا اور یہ فضیلت کسی اور عورت کو حاصل نہیں۔

۴۳: یَمْرُؤُا اقْنِیْیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرَّاكِعِیْنَ۔ یَمْرُؤُا اقْنِیْیْ لِرَبِّكِ (اے مریم تو عاجزی کر اپنے رب کیلئے) یعنی ہمیشہ اطاعت گزاری اختیار کر۔ یا نماز میں طویل قیام کر۔ وَاسْجُدِیْ (اور تو سجدہ کر) یہ بھی کہا گیا کہ ان کو قیام و سجود کا حکم دے کر نماز ہی کا حکم دینا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نماز کے ارکان میں سے ہیں پھر انہیں فرمایا گیا۔

مرتبہ جماعت:

وَارْكَعِیْ مَعَ الرَّاكِعِیْنَ (پھر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر) یعنی تمہیں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے یعنی جماعت کے ساتھ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ من جملہ نمازیوں کے ساتھ تو بھی اپنے کو منظم کر اور ان میں اپنے کو گن اور شمار کر۔ اور ان کے علاوہ اور لوگوں میں اپنے آپ کو شمار نہ کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جب

يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

کہ وہ ڈال رہے تھے اپنی قلموں کو کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے۔ اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جس وقت

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿١٤﴾

کہ وہ جھگڑ رہے تھے۔

۴۴: ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ ذٰلِكَ کا اشارہ الیہ حد مریم اور زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ (یہ غیب کی اطلاعات ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ آپ کے پاس بھیج رہے ہیں) جو ان غیبات میں سے ہیں جن کو وحی کے سوا آپ نہ جانتے تھے۔

اقلام کی مراد:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے) اقلام سے اِزلام یعنی تیر مراد ہیں۔ جبکہ قرعہ اندازی کیلئے انہوں نے دریا میں ڈالے یا وہ قلم تھے جن سے تورات کو لکھتے تھے۔ ان قلموں کو بطور تبرک قرعہ اندازی کیلئے استعمال کیا۔ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے گا) اَيُّهُمْ کا متعلق بنظرون محذوف ہے یلقون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا عبارت اس طرح تھی یلقونہا بنظرون ایہم یكفل مریم یا لیعلموا محذوف ہے یا یقولون محذوف ہے وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ جھگڑا کر رہے تھے) یعنی مریم کے بارے میں پرورش کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ

جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ تمہیں خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا اس کا نام

الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ

مسح ہو گا وہ عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت میں باوجاہت ہو گا اور

الْمُقَرَّبِينَ ۚ وَيَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۱﴾

مقربین میں سے ہو گا اور وہ لوگوں سے بات کرے گا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں، اور وہ صالحین میں سے ہو گا۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَلَمْ یَمَسِّنِیْ بَشْرًا ۚ قَالَ کَذٰلِکَ

وہ کہنے لگیں کہ اے رب میرے لڑکا کس طرح ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا اللہ اسی طرح

اَللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهُ کُنْ فِیْکُوْنُ ﴿۵۲﴾

پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ فرما دے، تو فرما دیتا ہے کہ ہو جا سودہ ہو جاتا ہے۔

۳۵: إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۚ إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ (جب فرشتوں نے کہا) یہ اِذَا ذَكَرَ فعل کا ظرف ہے۔ يَمْرُؤُا إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسے کلمہ کی خوشخبری دے رہے ہیں جس کا نام مسح ہوگا) کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں منہ یہ موضع جرمیں کلمہ کی صفت ہے اسْمُهُ یہ مبتداء ہے کلمہ کیلئے ضمیر مذکر کی لائی گئی کیونکہ مراد مذکر ہے۔

مسح ایک عظیم لقب:

الْمَسِيحُ یہ مبتداء کی خبر ہے۔ یہ جملہ موضع جرمیں کلمہ کی صفت ہے۔ مَسِيحُ یہ عظیم الشان لقب ہے جیسا صدیق و فاروق عبرانی زبان میں اصل یہ مَسِيحًا ہے اس کا معنی مبارک ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ و جعلنی مبارکاً ابن ماکنت (مریم) میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو مسح اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس کسی بیمار دکھی کو ہاتھ لگاتے وہ صحیح ہو جاتا۔ (ان دونوں صورتوں میں مادہ مسح ہوگا یا تیسرا قول یہ ہے کہ سیاحت کرتے اور کسی جگہ مستقل قیام اختیار نہ کرتے (اس صورت میں سیاحت مادہ ہے) عیسیٰ یہ مسح سے بطور بدل لایا گیا۔ ابن مَرْيَمَ یہ مبتداء محذوف ہوئی خبر ہے۔ یہ عیسیٰ کی صفت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ ان کا نام عیسیٰ ہی کافی ہے۔ ان کا نام عیسیٰ ابن مریم نہیں۔ ابن مریم اس لئے لائے کیونکہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے پس انکی نسبت ماں ہی کی طرف ہوگی۔ وَجِيهًا (وہ باعزت و باوجاہت ہونگے) فِي الدُّنْيَا (دنیا میں) نبوت اور اطاعت کے ساتھ وَالْآخِرَةِ (اور

آخرت میں) بلند درجات اور شفاعت کے ساتھ۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (وہ مقربین میں سے ہو گئے) ان کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف اٹھائیں گے۔

نَحْوُ: وَجْهًا یہ کلمہ سے حال ہے۔ کیونکہ کلمہ نکرہ موصوف ہے اس طرح مقربین بھی ثابتاً کے متعلق ہو کر حال دوم ہے۔ اور ویکلم الناس بھی مکملما کے معنی میں حال ثالث ہے اور فی المہد یہ یکلم کی ضمیر سے حال ہے۔ ای ثابتاً فی المہد۔ اور ومن الصالحین بھی ثابتاً سے متعلق ہو کر حال ہے۔

کلام مہد و سہولت:

۴۶: وَيَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمُهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ، وَيَكَلِّمُ النَّاسَ (وہ لوگوں سے ہنگسوزے میں کلام کرے گا اور کہولت میں) الْمُهْدِ، ہنگسوزا جو بچے کو لانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ مہد ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ وَكَهْلًا اس کا عطف مہد پر ہے یعنی یکلم الناس طفلاً و کھلاً یعنی وہ ان دونوں حالتوں میں یکساں کلام کرے گا۔ جیسا انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں طفولیت و کہولت کے کلام میں فرق نہ ہوگا کہولت وہ زمانہ ہے جس میں عقل پختہ ہوتی اور نبوت ملتی ہے۔ وَمِنَ الصَّالِحِينَ (اور شائستہ لوگوں میں سے ہوگا) یہ بھی حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں وہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا۔

۴۷: قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ یٰکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَلَمْ یَمْسَسْیْنِیْ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاَنۡمَآ یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فِیَکُوْنُ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لیے بچہ حالانکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا۔ کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) یعنی جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو بغیر تاخیر کے بنا ڈالتا ہے۔ لیکن اس کی تعبیر لفظ کُن سے فرما کر اشیاء کے بنانے میں سرعت و تیزی کی خبر دی گئی ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَرَسُولًا إِلَىٰ

اور اللہ سکھا دے گا اس کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل، اور بنادے گا اس کو رسول بنی

بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ أَنِّي أَخْلُقُ

اسرائیل کی طرف، بنی اسرائیل سے ان کا یہ خطاب ہوگا کہ بلاشبہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر، کہ بلاشبہ میں بناتا ہوں

لَكُمْ مِّنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ

تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک چیز پھر اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے،

وَأُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَأُنَبِّئُكُمْ

اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو، اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں

بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور ذخیرہ رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بلاشبہ اس میں تمہارے لئے نشانی ہے

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلِأَحِلَّ

اگر تم ایمان قبول کرنے والے ہو، اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلے کتاب کو جو تورات ہے اور تاکہ میں حلال کروں

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَاتَّقُوا

تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئیں، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے، لہذا تم اللہ

اللَّهُ وَاطِيعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝۵۱

سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

۳۹، ۴۸: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا ۚ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ ۚ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔ (اور وہ اس کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی کی ایک مورت بناؤں گا پرندہ کی شکل جیسی پس اس

مورت میں میں پھونک مارونگا پس وہ پرندہ بن جائیگی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور ناپینا اور کوڑھی کو تندرست کرونگا اور مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرونگا اور تمہیں جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں جمع رکھتے ہو بتاؤں گا۔ بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو۔

قراءت و نحوی تحقیق:

قراءت: یُعَلِّمُهُ دینی و عاصم نے اسی طرح پڑھا و جیہا پر عطف کی وجہ سے یہ موضع حال میں ہے۔ باقی قراء نے نون کے ساتھ پڑھا اور اس کو ابتدائی کلام قرار دیا۔ الکتاب سے مراد کتابت ہے آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ خوبصورت خط والے تھے اور دوسرا قول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں مراد ہیں۔ الْحِكْمَةُ حلال و حرام کی وضاحت یا کتاب سے مراد ہاتھ سے لکھنا اور حکمت سے مراد زبان سے اس کی وضاحت کرنا،

التوراة و الانجیل - وَرَسُولًا: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یا یہ موضع حال میں ہے وَرَسُولًا پر عطف ہے۔ اِلٰی یَسِیْءُ اَسْرَآءِ یَلِیْ اَیُّ - بآ اس سے قبل محذوف ہے۔ تَبٰی - قَدْ جَنَّتْکُمْ بِآیَةِ مِنْ رَبِّکُمْ - آیت سے مراد ایسی دلالت جو میرے دعویٰ نبوت میں سچائی پر دلالت کرے۔

اِنِّیْ اَخْلَقْتُ نَحْوَ: نمبر ۱۔ یہ اِنِّیْ قَدْ جَنَّتْکُمْ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ بِآیَةِ کا بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے یا نمبر ۳۔ یہ ہی مبتداء محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ قراءت: نافع نے جملہ مستأنفہ قرار دے کر اتنی پڑھا ہے۔

معجزات عیسیٰ:

مِنَ الطَّیْرِ کَهَيْئَةِ الطَّیْرِ میں تمہارے لئے پرندے جیسی شکل کا اندازہ کرونگا فَانْفُخُ فِیْہِ اس میں وہ کی ضمیر کاف کی طرف جاری ہے۔ یعنی اس پرندے کی مماثل شکل میں فیکوُن طَیْرًا پس وہ تمام پرندوں کی طرح پرندہ بن جائیگا۔ قراءت: مدنی نے طَیْرًا کو طائر اُ پڑھا ہے۔

یَا ذٰنَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض نے کہا کہ انہوں نے سوائے چمکا دڑ کے اور کوئی پرندہ نہ بنایا۔ وَ اٰوٰیءُ الْاَکْهَمَ - اکھمہ پیدا تھی ناپینا و اَلْاَبْرَصَ وَاُخِی الْمَوْتٰی یَا ذٰنَ اللّٰہِ - یَا ذٰنَ اللّٰہِ کے لفظ کو بارے دیگر لاکر الوہیت کے وہم کو دور کر دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح علیہ السلام کو لوگوں کے سامنے زندہ کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے پس تم کوئی نشانی دکھاؤ تو آپ نے فرمایا اے فلاں! تو نے فلاں چیز کھائی ہے اور اے فلاں تیرے لئے فلاں چیز چپا کر رکھی گئی ہے جیسا اس آیت میں ہے وَ اَنۡبِئْکُمْ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدۡخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمْ - مَا دُوۡنَ جَہِ الدِّیۡ کے معنی میں ہے یا مَا مَصَدَر یہ ہے اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ - ذٰلِکَ کا مشار الیہ سابق اشیاء ہیں لَا یَۡۤاۡیَۃَ لَکُمۡ اِنْ کُنۡتُمْ مُّوۡمِنِیۡنَ۔

۵۰: وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡ مِنَ التَّوۡرَۃِ وَ لَا حِلَّ لَکُمۡ بَعْضُ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَ جَنَّتْکُمْ بِآیَةِ مِنْ رَبِّکُمْ فَاتَّقُوا اللّٰہَ

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۚ قَالَ

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو کہنے لگے کہ کون ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کی طرف، حواریوں نے

الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۖ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۵۱﴾

کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیے کہ ہم فرمانبردار ہیں،

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ ۖ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۲﴾

اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو آپ نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کا اتباع کیا آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرنے والے ہیں۔

وَاطِيعُونَ۔ اور میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ اپنے سے پہلی کتاب تو رات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ بعض چیزیں جو تمہارے لئے حرام کر دی گئی تھیں ان کو حلال کروں۔ اور میں تمہارے پاس ایک بڑی نشانی لے کر آیا ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ ۚ يَعْنِي فِي مِثْلِ تَمِيمٍ ۚ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ ۚ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۳﴾

ہوں اور تمہارے پاس مصدق بن کر آیا ہوں۔ بعض حلال کردہ اشیاء:

وَلَا جَلَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۖ يَهْدِيكُمْ إِلَىٰ بَابٍ مُّذِيهِ رَحْمَةٌ مِّنَ رَبِّكُمْ ۚ يَعْنِي فِي مِثْلِ تَمِيمٍ ۚ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ ۚ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۴﴾

۵۱: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے) یہ اقرار عبودیت ہے اور اپنے سے ربوبیت کی نفی ہے برخلاف اس کے جو نصاریٰ گمان کرتے ہیں۔ فَاَعْبُدُوْهُ ۚ تَمَّ اس کی عبادت کرو نہ کہ میری ۵۲: اَمْثَلُ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (یہ سیدھا راستہ ہے) جو چلنے والے کو جنت کی قائم رہنے والی نعمتوں تک پہنچا دے گا۔

تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل:

۵۳: فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۚ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۖ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے تکذیب اور کفر یہ کلمات سنے تو کہا کون میری مدد کرنے

مکر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم:

وَمَكْرُؤًا: یعنی کفار بنی اسرائیل جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے کفر محسوس کیا جبکہ انہوں نے آپ کے قتل و صلیب کی خفیہ تدبیر کی۔ وَمَكْرُؤًا اللہ تعالیٰ نے انکی تدبیر کا اس طرح بدلہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور جس نے دھوکا سے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر شبیہ ڈال دی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

مَنْبِتًا: مکر کے لفظ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر صرف جزائے مکر کے مفہوم میں کیونکہ یہ لفظ لوگوں کے ہاں مذمت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یہی حکم خداع، استہزاء، الفاظ کا ہے۔ (کذا فی شرح التاویلات)

وَاللَّهُ خَيْرُ الْمُنْكَرِينَ (اللہ تعالیٰ سب بدلہ دینے والوں سے زیادہ طاقتور اور سزا دینے پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔) اس طرح کہ سزا یافتہ کو یہ بھی نہیں چلا اور سزا مل جاتی ہے۔

متوفیک کی تفسیر:

۵۵: اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ اَنْتَ قَدْ كُنْتَ اِلٰى مُّطَهَّرًا مِنَ الْاٰدَمِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الْاٰدَمِيْنَ اَتَّبِعُوْكَ فَوَقَّوْا الْاٰدَمِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلٰى مَرْجِعِكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فَيَمَّا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تیری اہل مقررہ پوری کر نیوالا ہوں) مطلب یہ ہے کہ میں تجھے کفار کے قتل سے بچانے والا اور طبعی موت دونوں کفار کے ہاتھوں قتل نہ ہونے دونوں (وَرَاٰفَعُكَ اِلٰی) اور تمہیں اپنے آسمان کی طرف جو ملائکہ کا مستقر ہے بلانے والا ہوں) وَمُطَهَّرًا مِنَ الْاٰدَمِيْنَ كَفَرُوْا (اور تجھے کفار کے بُرے پڑوس سے پاک کرنے والا اور انکی صحبت کی خباثت سے محفوظ کرنے والا ہوں)

دوسری تفسیر: میں تمہیں زمین سے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔ یہ تو فیت مالی علی فلان سے ماخوذ ہے جب کہ اس سے پورا پورا لے لے۔ یا تمہارے آسمان سے اترنے کے بعد موت دینے والا ہوں اور اب تمہیں اٹھانے والا ہوں۔

یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ واؤ ترتیب کا معنی ہر جگہ نہیں دیتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عیسیٰ میری امت پر بطور خلیفہ اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور خنازیر کو قتل کر ڈالیں گے اور چالیس سال زندہ رہیں گے اور نکاح کریں گے اور انکی اولاد ہوگی پھر وفات پائیں گے اور وہ امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہے اور مہدی جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ اس کے درمیان میں ہوگا (روایت کے الفاظ میں نکارت ہے فصدیر)۔ (ابن جریر ج ۳) (الدر المنثور ج ۲)

یا نیند طاری کر کے تجھے حالت نوم میں آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ تاکہ کسی قسم کا خوف تجھے پیش نہ آئے اور جب تو بیدار ہوگا تو آسمان میں اسن سے پہنچ چکا ہوگا۔ اور قرب پا چکا ہوگا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا پس میں ان کو سخت عذاب دوں گا دنیا میں اور آخرت میں

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۵۶﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو اللہ ان کو پورے پورے

أَجْرَهُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۵۷﴾ ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ

اجز عطا فرمادے گا۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور ذکر عظیم ہم آپ کو پڑھ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿۵۸﴾

کرساتے ہیں۔

پیروکار کی مراد مسلمان:

وَبَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ (اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں) اور تیرے پیروکاروں کو یعنی مسلمانوں کو کیونکہ اصل اسلام میں وہ ان کے سچے پیروکار ہیں۔ خواہ شرائع مختلف ہیں۔ وہ لوگ مراد نہیں جنہوں نے انکی تکذیب کی اور ان پر جھوٹ بولا خواہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے کیوں نہ ہوں۔

فَوَفِّي الَّذِينَ كَفَرُوا (ان لوگوں پر جنہوں نے تمہارا انکار کیا) اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن تک) وہ جنت سے ان پر غالب رہیں گے اور اکثر حالات میں غالب رہیں گے اور تم لو سے غالب رہیں گے۔ ثُمَّ اِلَىٰ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے آخرت میں میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے) فَاَحْكُمْ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (پس میں تمہارے مابین ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے)

۵۶، ۵۷: فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ۔ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ (پھر وہ لوگ جو کفر اختیار کریں گے پس میں ان کو سخت عذاب دوں گا دنیا و آخرت میں اور انکا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ اور پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ پس وہ ان کا پورا پورا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں)

قرأت: فَيُوَفِّيهِمْ حَفْصٌ نے پڑھا ہے

۵۸: ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ۔ (یہ ہم تم کو پڑھ کر سنا رہے ہیں جو کہ مجملہ دلائل کے ہے اور مجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے) یہ جو واقعات علیؑ اور غیرہ گزرے۔ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کی مثال، پیدا فرمایا ان کو مٹی سے پھر ان سے فرما دیا

كُنْ فَيَكُونُ ۝ ٥٩ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ ٦٠ فَمَنْ

ہو جائے ان کی پیدائش ہوگی، یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں، سو جو

حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا

مخمس ان کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے۔ اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو

وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ۖ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور ہم بلا لیں اپنی عورتوں کو اور ہم حاضر کریں اپنی جانوں کو اور ہم بھی حاضر ہو جائیں اپنی جانوں کو لے کر پھر ہم سب مل کر خوب سے چیل سے

فَنَجْعَلَ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ ٦١ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا

اللہ سے دعا کریں اور لعنت بھیج دیں جھوٹوں پر، بلاشبہ یہ سچا بات ہے، اور کوئی

مِنْ إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ٦٢ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ

معبود نہیں اللہ کے سوا، اور بے شک اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اس میں کوئی شک نہیں

اللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ۝ ٦٣

کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جانتے والا ہے۔

تَحْكَوۡنَ: یہ مبتداء ہے اور تَتْلُوۡهُ عَلَیْكَ اِکلی خبر ہے۔ دوسری خبر من الآیات ہے یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ وَالَّذِیۡ تُحْکِیۡمُ: (حکمت والا ذکر) اس سے مراد قرآن مجید ہے حکیم بمعنی محکم و مضبوط یا پر حکمت

عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ:

۵۹: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ

کے ہاں آدم جیسی ہے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جائیں ہو گیا) یہ آیت اس وقت اتری جب بنی نجران کے وفد نے کہا کیا تم

نے بغیر باپ کے بنا دیکھا ہے تو فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور عجیب حالت آدم علیہ السلام

جیسی ہے۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ مٹی سے انکا جسم بنایا یہ جملہ آدم علیہ السلام سے مشابہت والی حالت کی تفسیر ہے۔ اور اعراب کے لحاظ سے اسکا ماقبل سے تعلق نہیں یعنی خلق آدم من تراب وہاں نہ انکا کوئی باپ تھا اور نہ ماں۔ پس اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا حال ہے۔ بلکہ

بغیر ماں و باپ کے پیدا ہونا زیادہ تعجب انگیز ہے۔ صرف ماں سے بغیر باپ کے پیدائش سے۔ اور یہ عادت کے زیادہ خلاف

ہے۔ پس عجیب کو عجیب تر سے تشبیہ دینا مخالف کی دلیل کو خوب قطع کرنے والا اور شبہ کو زیادہ مٹانے والا ہے جبکہ وہ اس سے عجیب تر دیکھے جس کو اس نے عجیب خیال کیا۔

عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ:

بعض علماء کا بیان ہے کہ جو رومیوں کے ہاں قید ہو گئے تھے۔ کہ ہم نے رومی عیسائیوں سے کہا تم عیسیٰ کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، اس لئے کہ انکا کوئی باپ نہیں۔ تو علماء نے کہا پھر تو آدم اسکے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کے ماں، باپ دونوں ہی نہیں۔ رومیوں نے کہا کہ عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا حزقیل اسکے زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو چار آدمی زندہ کیے اور حزقیل علیہ السلام نے آٹھ ہزار زندہ کیے۔ پھر انہوں نے کہا وہ نابیناؤں کو بینا کرتے اور کورچی کو درست کرتے تھے۔ ہم (علماء) نے کہا پھر جبرئیل اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کو پکا ڈالا اور جلاڈالا گیا پھر وہ صحیح سالم کھڑے ہو گئے۔

قَالَ لَهُ كُنْ يَٰ اِنْسَانُ بِنَادِيَا۔ فَيَكُونُ يَٰ اِنْسَانُ وَهَبْنِ مَكِّي۔ یہ ماضی کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ثم لفظ خبر کو خبر پر مرتب کرنے کیلئے لائے۔ خبر عنہ کی ترتیب کیلئے نہیں۔ یعنی واقعہ کی تاخیر مدت مراد نہیں ہے۔

ایک نحوی تحقیق:

۶۰: الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (یہی حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس نہ ہو تو شک کرنے والوں میں سے)

نحو: یہ مبتدائے محذوف ہو کی خبر ہے فَلَا تَكُنْ (پس اے سامع تو نہ ہو) مِنَ الْمُمْتَرِينَ (شک کرنے والوں میں سے) یہ احتمال بھی ہے کہ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہو۔ اس صورت میں یہ ثابت پر مزید ابھارنے کیلئے فرمایا گیا کیونکہ آپ ﷺ کو تو شک سے مصوم تھے۔

۶۱: فَمَنْ حَا جَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (جو آپ سے جھگڑے اس علم کے آجانے کے بعد تو کہہ دیں آؤ) یعنی ان نصاریٰ میں سے جو آپ کے ساتھ جھگڑا کرے۔ فِيهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ کے متعلق مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ لَكَ مِنَ الْعِلْمِ یعنی ایسے دلائل جو علم کو لازم کرنے والے ہیں۔ یہاں مَا الَّذِي کے معنی میں ہے۔ فَقُلْ تَعَالَوْا تو ان کو کہہ دیں آؤ! مراد ارادہ اور عزم کے ساتھ آنا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں۔ تعالٰیٰ تفکر فی هذه المسئلة یعنی اس مسئلہ پر غور کر لے۔

دعوتِ مباہلہ:

نَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ (ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلالو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم خود آتے ہیں تم بذات خود آؤ) یعنی ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے بیٹوں، عورتوں

اور اپنی ذات کو مباہلہ کیلئے بلا لے۔ ثُمَّ بَيَّنَّهٗلْ (پھر یہ کہہ کر مباہلہ کریں) بَيَّنَّهٗلْ اللّٰهُ عَلَى الْكَاذِبِ مَنَّا و مِنْكُمْ اللّٰهُ تَعَالٰی کی لعنت ہو ہم تم میں سے جھوٹے پر۔ الْبَيِّنَةُ۔ یہ بنا کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ آتا ہے اس کا معنی لعنت ہے۔ بے ہلہ اللّٰہ کا معنی اللّٰہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اس کو رحمت سے دور کر دیا۔ یہ تو ابتہال کا اصل معنی ہے۔ پھر یہ خوب گڑ گڑا کر دعا کیلئے استعمال ہونے لگا۔ خواہ اس میں لعنت تلعن نہ ہو۔ روایت میں ہے کہ جب ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ہم غور و فکر کر لیں۔ چنانچہ عاقب جو صاحب رائے تھا اس نے کہا اے عیسائیو! تم قسم بخدا جان چکے کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور جب کسی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا تو انکا بڑا بچا اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم اپنے دین کی محبت میں انکار کرتے ہو تو ان سے معاہدہ صلح کر کے اپنے علاقے کی طرف لوٹ چلو۔ پس وہ رسول ﷺ کی خدمت میں۔ اس حالت میں آئے کہ آپ نے حسین کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑنے والے تھے فاطمہ آپ کے پیچھے چلنے والیں تھیں جبکہ علی ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس پر نجران کے پادری نے کہا اے وفد نجران! میں اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللّٰہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو انکی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گا۔ پس تم ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور سطح زمین پر کوئی ایک عیسائی بھی باقی نہ رہے گا۔ اس پر عیسائیوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے رائے قائم کی ہے کہ مباہلہ نہ کریں نبی اکرم ﷺ نے دو ہزار خلعے ہر سال ادا کرنے پر ان سے صلح کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران پر ہلاکت لٹک رہی تھی۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر و سور بن جاتے۔ (ابو نعیم بالرواة المتروکین و المتهمین بالکذب)

اہم سوالات کے جوابات:

سوال: مباہلہ تو آپ اور آپ کے جھٹلانے والوں کے درمیان تھا پھر ایسا بناؤ نہ کہ کوئی شامل کیا۔
جواب: ایسا بناؤ نہ کہ کوئی اپنے دعویٰ کے متعلق سچائی اور پختگی خوب واضح ہو جائے۔ کہ آپ نے اپنے جگر پارے اور اعزہ کو بھی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا اور فقط اپنے آپ کو ہی پیش نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو اپنے مخالف کے بعد اعزہ و اقارب ہلاک ہونے کا یقین تھا۔ اگر مباہلہ پیش آتا۔

سوال: اعزہ میں سے ایسا بناؤ نہ کہ کوئی خاص کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ وہ اہل میں سب سے زیادہ پیارے اور دلوں میں محبوب ہوتے ہیں۔

سوال: انفس سے نہ بناؤ اور ایسا بناؤ کو پہلے کیوں لائے؟

جواب: ان کے مرتبہ و مقام پر متنبہ کرنے کیلئے

اس میں آپ کی نبوت کی سچائی کی واضح دلیل ہے کیونکہ مخالف و موافق کسی سے بھی یہ مروی نہیں کہ انہوں نے اس کو قبول کیا ہو۔

فَتَجَعَلَ لِّلْعَنَتِ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (پھر ہم اپنے اور تم میں سے جو عیسیٰ کے معاملہ میں جھوٹے ہوں ان پر لعنت بھیجیں)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آ جاؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم عبادت نہ کریں

إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ

مگر اللہ کی، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ہم آپس میں کوئی کسی دوسرے کو رب

اللَّهُ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿١٥﴾

نہ بنائے، سو اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ ہو کہ ہم فرما بھر دار ہیں۔

تَعَالَوْا اور تَجَعَّلْ یہ دونوں جملے نَدْعُ پر معطوف ہیں۔

۶۲: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللَّهُ وَاَنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اِنَّ هٰذَا (بیشک یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام) جو آپ کو بیان کیا گیا۔ لَہُو الْقَصَصُ الْحَقُّ (البتہ سچا واقعہ ہے)

خبر: ہُو، اِنَّ کے اسم و خبر کے درمیان ضمیر فصل ہے۔ یا حو مبتداء اور القصص الحق خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ ضمیر فصل پر لام کا داخلہ درست ہے کیونکہ یہ لام خبر پر جب داخل ہو سکتی ہے تو ضمیر فاعل پر بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ کیونکہ وہ ضمیر مبتداء سے خبر کی نسبت قریب تر ہے اور اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ یہ لام مبتداء پر داخل ہو۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللَّهُ (اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)

تَعَالَوْا: یعنی یہاں اِلٰہ پر داخل ہونے کے باوجود کلام میں استغراق کا اسی طرح فائدہ دے رہا ہے جیسا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ میں اللہ جی واضح ہے۔ یہاں مقصود تثلیث کے سلسلہ میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَاَنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست ہے انتقام میں) اور الْحَكِيمُ (حکمت والا ہے) تدبیر احکام میں۔

۶۳: فَإِنْ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ اعراض کریں اور قبول نہ کریں) فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ۔ (پس اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے) اس میں ان کو اس عذاب سے ڈرایا گیا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ زِدْنَهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ (اتل ۸۸)

۶۴: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَنَا أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (کہہ دیں اے اہل کتاب) اہل کتاب سے تو رات و انجیل والے ہر دمراد ہیں یا صرف وفد نجران یا یہود مدینہ۔ تَعَالَوْا إِلَى کَلِمَةٍ سَوَاءٍ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برابری والا یعنی ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابری والی ہے۔

ارباب کا معنی:

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (ہمارے اور تمہارے درمیان) جس میں قرآن مجید اور تورات و انجیل مختلف نہیں ہیں۔ کلمہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر)۔ یعنی اس بات کی طرف آؤ۔ تاکہ ہم عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ نہ کہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہمارے جیسا انسان ہے اور ہم اپنے پادریوں کی ان چیزوں میں اتباع نہ کریں جو انہوں نے اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کے سلسلہ میں بنا رکھی ہیں اور ان میں شرع کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم انکی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ وہ تمہارے لئے چیزوں کو حلال و حرام کرتے ہیں اور تم انکی بات اختیار کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا یہی تو رب بنانا ہے۔ (ترمذی)

فَإِنْ تَوَلَّوْا (اگر وہ توحید سے منہ موڑ لیں) فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (تو تم انہیں کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم تو فرماں بردار ہیں) یعنی میں نے تم پر حجت تمام کر دی پس اب تم پر واجب ہو گیا کہ تم یہ اعتراف کرو اور مان لو کہ ہم تمہارے سوا فرمان برداری اختیار کرنے والے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جیسا کہ جدال و معارعت میں غالب مغلوب کو کہتا ہے۔ اعترف بانى انا الغالب تو مان لے کہ میں غالب ہوں اور تو غلبہ میرے سپرد کر دے۔

يَا هَلْ الْكِتَابُ لَمْ تُحَاجُّوْنَ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَا اُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ

اے اہل کتاب تم کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارے میں، حالانکہ ہمیں اتاری گئی تورات

وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵ هَآنَتُمْ هَٰؤُلَاءِ

اور انجیل مگر ان کے بعد، کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو، اے لوگو! تم ایسے لوگ ہو

حَاجُّمٌ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ

جنہوں نے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں کچھ علم تھا۔ پھر تم کیوں جھگڑتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں

بِهِ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۶ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ

علم نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہیں تھے ابراہیم

يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ

یہودی اور نصرانی، لیکن وہ حق کو اختیار کرنے والے فرمانبردار تھے۔ اور مشرکین

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۶۷ اِنَّ اَوَّلِيَ النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

میں سے نہ تھے، بلاشبہ انہوں میں ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۸

اور یہ نبی ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سب مومنین کا ولی ہے۔

روِ نصاریٰ کا دیگر انداز:

۶۵: يَا هَلْ الْكِتَابُ لَمْ تُحَاجُّوْنَ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَا اُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (اے اہل

کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات و انجیل تو ان کے بعد اتریں) دراصل یہود و نصاریٰ میں سے ہر

ایک نے دعویٰ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام ان میں سے تھے۔ اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور مومنین سے اس سلسلہ میں مجادل کیا۔ اس

پر ان کو کہا گیا۔ کہ یہودیت کا وجود تو نزول تورات کے بعد ہوا جبکہ نصرانیت انجیل کے آنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اور موسیٰ و ابراہیم

علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ پھر ابراہیم

علیہ السلام اس دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جو ان کے سینکڑوں سال بعد بنا ہو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (کیا تم عقل نہیں رکھتے) کہ اس قسم کا

ناممکن قول اپنی زبانوں پر لاتے ہو۔

۶۶: هَآئِنتُمْ هَآؤَآءِ حَآجِّتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم بھی تھا۔ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات و انجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ پھر کیوں جھگڑتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) نحوی تحقیق:

هَآئِنتُمْ هَآؤَآءِ (خبردار تم وہ لوگ ہو) **نَحْوُ**: ہا یہاں تنبیہ کیلئے ہے۔ اَنْتُمْ مبتداء اور هَآؤَآءِ اسکی خبر ہے۔ حَآجِّتُمْ: یہ جملہ مستافہ ہے جسکی بناء پہلے جملے پر ہے کہ تم ایسے احمق لوگ ہو۔ تمہاری حماقت اور قلت عقل اس انداز کی ہے کہ تم مسلمانوں سے مجادلے پر اترے ہوئے ہو۔ فِیْمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات و انجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ (ان چیزوں کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں) اور نہ ہی انکا تذکرہ تمہاری کتاب میں موجود ہے جیسے دین ابراہیم علیہ السلام

نَحْوُ: یہ بھی کہا گیا کہ هَآؤَآءِ الَّذِیْنَ کے معنی میں ہے۔ اور حَآجِّتُمْ یہ اسکا صلہ ہے قراءت ابو عمرو اور مدنی نے هَآئِنتُمْ کو پورے قرآن میں مد کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بات جس میں تم جنت بازی کر رہے اور تم اس سے ناواقف ہو) اگلی آیات میں ان کے دین سے براءت کا اس طرح اظہار کیا گیا۔

۶۷: مَا كَانَ اِبْرٰہِیْمُ یَہُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَآئِیًّا وَلٰکِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ حنیف مسلم تھے اور مشرکین میں سے بھی نہ تھے) گویا یہاں مشرکین سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ عزیز و سب کے الودہیت میں شریک کرتے تھے۔ یا معنی یہ ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہ تھے جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں سے نہ تھے۔

ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین:

۶۸: اِنَّ اَوَّلٰی النَّاسِ بِاِبْرٰہِیْمَ لِلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهَٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر اور ان کے ساتھ خاص البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کار ساز و مددگار ہے)۔ اَوَّلٰی یہ الولیٰ سے ہے۔ جس کا معنی قرب ہے۔ لِلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ (البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی)۔

وَهَٰذَا النَّبِیُّ (اور یہ پیغمبر) خاص طور پر۔ آپ کا خاص طور پر تذکرہ فضیلت میں خاص ہونے کی وجہ سے ہے۔ مراد محمد ﷺ ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی انکی امت میں سے۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کار ساز و مددگار ہے)۔

وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّونَ

اہل کتاب کی ایک جماعت نے اس بات کی خواہش کی کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں۔ اور وہ گمراہ نہیں کرتے

إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ

مگر اپنے ہی نفسوں کو اور وہ نہیں سمجھتے، اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی

اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

آیات کے ساتھ، حالانکہ تم اقرار کرتے ہو، اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں مخلوط کرتے ہو

وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٧١﴾

اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

یہود کے طرزِ عمل کی مذمت:

۶۹: وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ۔ (اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں) طائفہ سے مراد یہود ہیں انہوں نے عمار، حذیفہ معاذؓ اور جابرؓ کو یہودیت کی طرف بلایا۔ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ۔ (حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں) یعنی انکی گمراہی کا وبال ان پر پڑے گا۔ کیونکہ ان کے اضلال اور ضلال کی وجہ سے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُونَ (اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں)۔

منکرین نبوت کو خطاب:

۷۰: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ۔ (اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور تم گواہی دیتے ہو) آیات سے مراد تورات و انجیل ہیں۔ اور ان کے ساتھ کفر سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کتابوں کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرنے والی تھیں۔ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ۔ (حالانکہ تم گواہی دیتے ہو) یعنی یہ اعتراف کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ یا تم قرآن کا انکار کرتے ہو۔ اور نبوت کے دلائل کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ آپ کی تعریف دونوں کتابوں میں موجود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ برحق ہیں۔

وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ

اور کہا اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہ ایمان لاؤ اس پر جو نازل کیا گیا مسلمانوں

آمِنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَآكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٧٦﴾ وَلَا تَوْمِنُوا

پر دن کے شروع حصہ میں، اور منکر ہو جاؤ دن کے آخر حصہ میں امید ہے کہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں۔ اور اقرار مت کرنا

إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ ۚ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ ۚ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ

مگر ایسے شخص کے سامنے جو تمہارے دین کا تابع ہو۔ آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔ یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ کسی

مِثْلَ مَا أُوتِيَتم أَوْ يَخَاجُوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ

دوسرے کو ایسی چیز مل رہی ہے جو تمہیں دی گئی یا اس لئے کہ وہ تم پر دلیل میں غالب ہو جائیں گے تمہارے رب کے پاس۔ آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ فضل

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ

اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ واسع ہے خوب جاننے والا ہے۔ وہ مخصوص فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ

مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٧٨﴾

جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر آیت ۷۸:

بِأَهْلِ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں حق کو باطل سے ملا تے ہو) عیسائی و موسیٰ علیہم السلام پر ایمان کو محمد ﷺ کے انکار کے ساتھ ملاتے ہو۔ وَتَكْفُمُونَ الْحَقَّ (اور تم حق کو چھپاتے ہو) یعنی محمد ﷺ کی تعریف و اُنّتم تَعْلَمُونَ۔ (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ سچے ہیں۔

یہود و یانہ چال:

۷۸: وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَآكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ (اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا) اپنے درمیان۔ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا (تم اس پر ایمان لاؤ۔ جو ان لوگوں پر اتارا جائے) یعنی قرآن وَجْهَ النَّهَارِ (دن کی ابتداء میں) یعنی شروع دن میں جو قرآن مسلمانوں پر اتارے اس پر ایمان ظاہر کرو۔ وَآكْفُرُوا آخِرَهُ (اور دن کے آخر میں اسکا انکار کرو) لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ (شاید کہ مسلمان لوٹ جائیں) یعنی

مسلمان یہ کہنے لگیں کہ یہ اہل کتاب اور اہل علم ہو کر اس کو چھوڑ رہے ہیں ان کو اس میں خرابی معلوم ہوئی ہوگی۔ پس اس طرح کرنے سے یہ بھی اسلام سے لوٹ آئیں۔

یہود کا جھوٹا زعم کہ تو رات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی:

۳۷: وَلَا تَوْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ (اور نہ تم اعتماد کرو مگر اسی کا جو تمہارے دین کی اتباع کرے۔ کہہ دیں بیشک حقیقی ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اسکی باتیں اس لیے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی)

وَلَا تَوْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ:

تَوْمِنُوا: وَلَا تَوْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ سے ہے۔ اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے اب معنی یہ ہوگا اپنے ایمان کو اپنے اہل دین کے سوا اور کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اس طرح کہ کسی کو تم جیسی کتاب مل سکتی ہے۔ مقصد انکا یہ تھا کہ اپنی اس بات کو خفیہ رکھو کہ مسلمانوں کو بھی تم جیسی کتاب مل گئی ہے اور یہ راز فقط انہی کے سامنے افشا کرو جو تمہارے خاص گروہ کے لوگ ہوں۔ مسلمانوں کو مت بتا دینا کہیں وہ اسلام پر زیادہ پختہ نہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی یہ راز مشرکین کے سامنے ظاہر کرنا تاکہ مسلمان ان کو اسلام کی طرف دعوت نہ دیے لگیں۔ اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ (یا وہ حجت میں تم پر غالب آجاوین تمہارے رب کی نزدیک)۔

دوسرا معنی:

تَوْمِنُوا: أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ پر عطف ہے اور اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ کی ضمیر اَحَدٌ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اَحَدٌ اگرچہ واحد ہے مگر معنی جمع ہے کیونکہ دائرۃ نفی میں واقع ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے لوگوں کے سوا دوسروں پر اعتماد نہ کرنا کہ مسلمان تم پر حجت حق میں غالب آجائیں گے۔ اور جملہ معترضہ کا معنی یہ ہے کہ اِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو چاہے اس ہدایت کو اختیار کر کے اس پر ایمان لے آئے یا اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور یہ اسی طرح ہوا۔ (مقصد یہ تھا کہ تم ہدایت پر نہیں ہو صرف حسد تمہیں اس مکاری پر آمادہ کر رہا ہے۔) مگر تمہاری یہ مکاری اور حیلہ بازی اور مسلمانوں کی تصدیق سے رکتا اور مشرکین کو روکنا فائدہ نہ دے گا۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (کہہ دیں کہ بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عنایت کرتا ہے) فضل سے مراد ہدایت و توفیق ہے۔

تفسیر معنی و مطلب:

يَا اِلٰهَ لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ پر کلام تام ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم یہ ظاہری ایمان جو شروع دن میں لاتے ہو مت لاؤ مگر ان لوگوں کے سامنے جو پہلے تمہارے دین کے پیروکار تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کیونکہ ان کے اسلام سے پھر جانے کی دوسروں کی

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ يَقْنَطَارِ يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ

اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اگر بہت زیادہ مال امانت رکھ دو گے تو وہ تمہاری طرف ادا کر دیں گے اور ان میں

مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِدَيْنَارٍ لَا يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا

ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو گے تو تمہاری طرف ادا نہیں کریں گے مگر یہ کہ تم برابر سر پر کھڑے رہو

ذَلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاٰمِنِ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ

یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۵۵﴾ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بَعْدِهِم وَاَتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۶﴾

جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، ہاں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقین کو دوست رکھتا ہے۔

بہت زیادہ امید ہے۔ اور اُن یونانی کا معنی لَان یُوْتٰی اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِیْتُمْ تم اس لئے چلے ہو کہ دوسروں کو اسی جیسی کتاب دی گئی جیسی تمہیں دی گئی۔ تم نے یہی بات کہی اور اسی خاطر تدبیر کرتے ہو اور کوئی غرض نہیں۔ بس حسد و بغض ہے، جو تمہارے اندر ہے۔ اس بناء پر کہ کسی کو اس جیسی کتاب اور علم میسر ہو جو تمہیں ملا ہے۔ اور اسی بات نے تمہیں اس بات کے کہنے پر آمادہ کیا۔ جو تم نے کہی ابن کثیر کی قراءت مد اور استفہام کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی الا ان یوتی احد مثل ما اوتیت من الكتاب تحسد و نهم۔ کیا اب کسی کو اس جیسی کتاب دی گئی جیسی کتاب تمہیں ملی۔ کہ تم ان پر حسد کرتے ہو۔ (یعنی اس جیسی کتاب کسی کو کب مل سکتی ہے) اس صورت میں اُوْتِیْحَا جُوْکُمْ کا معنی یہ ہوگا کہ تم نے ساری تدبیر اسی خاطر کی ہے کہ کسی کو تم جیسی کتاب دے دی گئی۔ یا ابھی تک تمہارے انکار کی وجہ سے تمہارے رب کے ہاں انکی حجت بازی تمہارے ساتھ متعلق نہیں ہوئی۔ وَاللّٰهُ وَاَسِعَ (اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والے ہیں) عَلَیْہُمْ۔ (مصلحتوں کو جاننے والے ہیں)

شاہی اعلان:

۴: یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (وہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کرتے ہیں) رحمت سے مراد یہاں نبوت یا اسلام ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں)۔

یہود میں امین اور خائن طبقہ:

۵: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ يَقْنَطَارِ يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِدَيْنَارٍ لَا يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلٰی نَا فِی الْاٰمِنِ سَبِیْلٌ وَيَقُولُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ (اہل کتاب میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ امانت رکھیں وہ اس کو تمہیں ادا کر دیں) وہ عبد اللہ بن سلام ہیں کہ

انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے بارہ سواوقیہ سوتا لیا۔ انہوں نے واپس ادا کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاَمَّنْهُ يَبْدُوْا لَا يُوْذِعُكَ (ان میں بعض وہ ہیں کہ اگر تم ان کو ایک دینار بطور امانت دو تو بھی تمہیں ادا نہ کریں) اسکا مصداق فحش بن عازور تھا کہ جس کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار بطور امانت رکھا تو اس نے انکار کر دیا۔ اور کھاپی گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہود میں غلبہ خیانت کی وجہ سے امین قلیل اور نصاریٰ میں غلبہ امانت کی وجہ سے خائن قلیل ہیں۔ اِلَّا مَا دُمْتُ عَلَيْهِ فَاَهِمًا (مگر اتنی مدت کہ تم اس پر چبھتی کرو) یا صاحب حق اسکے سر پر مسلط رہے۔ اور اس کو لازم پکڑ لے۔

قراءت: يُوْذِعُ اور لَا يُوْذِعُ۔ ہا کہ کسرہ کو اشباع کے ساتھ کی، شامی، نافع، علی اور حفص نے پڑھا ہے۔ جبکہ ابو عمرو کی ایک روایت میں اختلاس اور دوسروں نے سکون ہاء سے پڑھا ہے۔ ذَلِكْ کا مشاڑ الیہ ترک اداء ہے۔ جس پر لَا يُوْذِعُ دلالت کر رہا ہے۔ بِأَنَّهُمْ يَرِاسُ لَے کہ وہ کہتے ہیں۔ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأَمْنِ سَبِيلٌ یعنی انہوں نے ادائیگی حقوق اس وجہ سے ترک کی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأَمْنِ سَبِيلٌ (کہ ان پڑھوں کا مال کھانے میں ہمیں کچھ گناہ نہیں) مقصد انکا یہ تھا کہ جو اہل کتاب نہیں ہم انکا مال کھائیں۔ ان کو نقصان پہنچائیں ہمیں کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہمارے دین پر نہیں وہ اپنے مخالفین پر ظلم کو حلال قرار دیتے اور کہا کرتے تھے۔ ہماری کتاب میں اس کو حرام قرار دیا دیا گیا۔ (بقول کسے۔ رام، رام چنا پرایا مال اپنا یہ انکا مذہب تھا) یہ بھی کہا گیا کہ بعض یہود نے کسی قریشی سے سودا کیا۔ جب وہ قریشی مسلمان ہو گئے تو انہوں نے مال کا تقاضہ کیا تو یہود نے کہا تمہارا ہمارے ذمہ کوئی حق نہیں اس لئے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ یہ ہماری کتاب کا مسئلہ ہے۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) یہ دعویٰ کر کے کہ یہ بات انکی کتاب میں موجود ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے ہیں۔

دعویٰ بے گناہی کی تردید:

۶: بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ بلی (کیوں نہیں) ان پڑھوں کا مال کھانے میں بے گناہی کے دعویٰ کی تردید ہے۔ کہ ان پر ضرور گناہ ہوگا۔ مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے یہ جملہ متنافہ ہے یہ اس جملہ کیلئے دوبارہ دہرایا گیا۔ جس کے قائم مقام بلی ہے۔ بِعَهْدِهِ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوثی ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کیا اور اس سے ڈرا اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو متقی لوگ پسند ہیں۔ نکتہ: یہاں ضمیر ہم کی بجائے الْمُتَّقِينَ۔ اسم ظاہر کو لائے پھر ضمیر کا مرجع خاص مَنْ تھا۔ انکی بجائے متقین کو عام کر دیا۔ تاکہ اس میں ایمان اور دیگر تمام صالحات داخل ہو جائیں اور کفر وغیرہ اور دیگر برے اعمال جن سے بچنا ضروری ہے۔ ان سے پرہیز کو بھی تقویٰ میں شامل کر دیا۔

تاریکین خیانت اللہ کو پسند ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ عبد اللہ بن سلامؓ اور انہی جیسے اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے اس سے مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ضمیر مَنْ أَوْفَى کی طرف لوثانی جائز ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ شخص جس نے اس معاہدہ کو پورا کیا جو اللہ تعالیٰ سے کر رکھا تھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ

بے شک اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے مقابلہ میں جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں

لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يَكْلَمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا

کوئی حصہ نہیں اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک

يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۷ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُنَ اَلْسِنَتَهُمُ بِالْكِتٰبِ

فرمائے گا اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک۔ اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانوں

لِتَحْسِبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوْا مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُولُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

کو موز کر کتاب بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اس کو کتاب سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے، اور وہ

وَمَا هُوْا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُولُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸

کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں ہے، اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اور ترک خیانت و غدر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں۔

۷۱: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ، وَلَا يَكْلَمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا

يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

شانِ نزول: یہاں لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے تورات کی تحریف کی۔ اور جن یہود نے آپ کی صفات تورات میں بدل

ڈالیں۔ اور اس پر رشوت وصول کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ (بیشک وہ لوگ جو تبدیل کرتے ہیں) بِعَهْدِ اللّٰهِ (اللہ کے اقرار کو) جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے

رسول مصدق پر ایمان لانے کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وَاَيْْمَانِهِمْ (اور اپنی قسموں کو) اور اس پر ایمان لانے کے سلسلہ میں جو

حلف دے رکھا ہے۔ کہ قسم بخدا ہم اس پر ضرور ایمان لائیں گے اور انکی نصرت کریں گے۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا (تھوڑی قیمت) یعنی دنیا

کا سامان، مرداری، رشوت وغیرہ اور اسی طرح کی دیگر چیزیں۔

تَحْسِبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ (بیشک اللہ سے یہ بات مزید پختہ ہو جاتی ہے کہ بعہدہ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ وَلَا يَكْلَمُهُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں

کریں گے) جس سے انکو خوشی ہو۔ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اور نہ انکی طرف قیامت کے دن توجہ فرمائیں گے) نظر سے

مراد نظر رحمت ہے۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ (اور نہ انکی تعریف فرمائیں گے) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (ان کیلئے دردناک عذاب ہے)۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ

کسی بشر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ اسے کتاب حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یوں کہے

لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّينَ بِمَا كُنْتُمْ

کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ اس وجہ سے

تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

کہ تم کتاب سیکھتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور وہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا

الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا ۚ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝

کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

ایک اور یہودی چال:

۷۸: وَإِنْ مِنْهُمْ لَفَرِيقٌ يَلْعَنُ السِّتَنَّهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ وَإِنْ مِنْهُمْ لَفَرِيقٌ يَلْعَنُ السِّتَنَّهُمْ بِالْكِتَابِ (ایک گروہ ایسا ہے) وہ کعب بن اشرف، مالک بن صفی جی بن اخطب وغیرہ ہیں۔ یَلْعَنُ السِّتَنَّهُمْ بِالْكِتَابِ (وہ اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ موڑتے ہیں) اپنی قراءت کے ساتھ ان کو صحیح سے حرف کی طرف مل دیتے ہیں۔ اَللّٰی۔ بنا اور وہ پھیرنے کو کہتے ہیں۔ مراد ان کا تحریف کرنا ہے۔ مثلاً آیت رجم اور صفات محمد ﷺ اور اسی طرح کی دیگر امثلہ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ۔ (تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں وہ کتاب میں سے ہے) اُ کی خمیر اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر یَلْعَنُ السِّتَنَّهُمْ کی دلالت ہے۔ اور وہ حرف شدہ مضامین ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ کتاب کے ہم شکل مضامین کیلئے وہ اپنی زبانیں موڑتے ہیں تاکہ تم ان مضامین کو کتاب میں سے خیال کرو۔ الکتاب سے مراد تورات ہے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ (حالانکہ وہ تورات سے نہیں) وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یہ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ کی تاکید ہے اور ان کی مزید مذمت کے لئے لائی گئی ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں)

معبودیت مسیح کا رد:

۷۹: مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّينَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ۔ (کسی انسان کے لئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو

کتاب دے) اس آیت میں عبادت عیسیٰ کا جو دعویٰ انہوں نے کیا تھا اسکی تکذیب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے سجدہ مناسب نہیں۔ لیکن اپنے پیغمبر کا احترام کرو اور ان کے اہل کا حق پہچانو!

(واحدی فی اسباب النزول)

وَالْحُكْمُ (اور حکمت) اور مراد اس سے سنت یا معاملات کے فیصلے۔ وَالنُّوْرُ ثُمَّ يَقُولُ اور نبوت دے پھر وہ کہنے لگے۔ يَقُولُ کا عطف یُوْنِیۃ پر ہے۔ لِلنَّاسِ كُنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُنُوْا رَبِّیْنَ (لوگوں کو کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے تم رہا نہیں بن جاؤ)۔

ربانی کون ہیں؟

الربانی یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ الف نون اس میں زائد لگا ہے۔ ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے دین کی اطاعت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو محمد بن حنفیہ نے کہا مات ربّانی هذه الامة اس امت کا ربانی مر گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں کہ ربانین علماء وفقہائے امت کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے۔ علمائے معلمین مراد ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ربانی عالم باعمل کو کہتے ہیں۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبِ۔ قراءت: کوئی وٹاشی نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف سے پڑھا۔ تَعْلَمُوْنَ کا معنی دوسروں کو پڑھانے والے ہو۔ علم والے ہو تو عمل والے بنو:

(وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ) اور اس سبب سے کہ تم پڑھتے ہو مطلب یہ ہے اس وجہ سے کہ تم علم والے ہو اور اس وجہ سے کہ علم خود پڑھنے والے ہو یہ ربانیت یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کی قوت۔ تعلیم و تعلیم ہی کی وجہ سے تھی۔ اور اس انسان کی بد نصیبی کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اپنی روح کو تکلیف دی تاکہ اپنے اندر علم کو جمع کر لے پھر اس علم کو ذریعہ عمل نہیں بنایا۔ اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے پر رونق خوبصورت درخت لگایا مگر اسکے پھل سے فائدہ نہ اٹھایا۔ دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا کہ تدریسونہ علی الناس۔ تم وہ لوگوں کو پڑھاتے ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لَتَقْرَأَهُ عَلٰی النَّاسِ (الاسراء آیت: ۱۰) پس تدریسون کا معنی پڑھانا ہے۔ جیسا ابن جریر کی قراءت میں ہے۔

۸۰: وَلَا يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

مَا كَانَ كُفْرِيّی میں تاکید کے لئے لائے:

يَاْمُكُمْ: (اور نہ یہ بات بتلاوے گا کہ تم) یہ نصب کے ساتھ ثم يقول پر عطف ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لاکھوں ماکان لبشر کی نفی میں تاکید پیدا کرنے کیلئے لا یاْمُكُمْ پر بڑھا دیا ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے انسان کو مناسب نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نبوت پر فائز کرے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور شرکاء کو ترک کرنے کی توفیق دیدیں۔ تو پھر وہ لوگوں کو

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو کچھ بھی تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں

تَمَّجَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ

پھر آجائے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا

أَقْرَأْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي ۖ قَالُوا اقْرَأْنَا ۖ قَالَ فَاشْهَدُوا

کیا تم نے اقرار کر لیا اور تم نے اس پر میرا مضبوط عہد قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا سو تم گواہ رہو

وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو شخص اس کے بعد روگردانی کرے گا سو یہی لوگ

الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲

نافرمان ہیں۔

حکم دینے لگے کہ وہ اسکے بندے اور عابدین جائیں اور وہ یہ حکم دینے لگے کہ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ اَرْبَابًا (کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو رب بنا لو) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ ما کان لوزید ان اکرمہ ثم یبہینى ولا یتستخف ى۔ زید کو مناسب نہیں کہ میں اسکا اکرام کروں اسکے باوجود پھر وہ میری توہین و تحقیف کرے۔ یعنی اکرام کے ہوتے ہوئے توہین و تحقیف روا نہیں۔

قرأت رفع کا معنی:

اگر رفع والی قراءت ہو وَلَا یَاْمُرُوْكُمْ جِیسا کہ حجازی، ابو عمرو علی نے پڑھا ہے تو اس صورت میں یہ ابتدائی کلام ہے اور اَیَاْمُرُوْكُمْ بِالْکُفْرِ (کیا وہ تم کو کفر کی بات بتاویگا) کی ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہوگی اور لَا یَاْمُرُوْكُمْ اور اَیَاْمُرُوْكُمْ کی ضماز فاعلیہ بشر کی طرف لوٹیں گی یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گی۔

مطلب یہ ہوا کہ تعجب ہے کہ وہ تم کو کفر کا حکم دے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بَعْدَ اِذَا اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اسکے بعد کہ تم مسلمان ہو) یہ آیت کا حصہ دلالت کر رہا ہے کہ مخاطبین مسلمان تھے اور وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی۔

تذکرۃ ميثاق النبیین اور دو تفسیریں:

۸۱: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ

وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اٰصِرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْۤا اَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔
(جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں) یہ آیت انبیاء علیہ السلام سے میثاق لینے کے سلسلہ میں اپنے ظاہر پر ہے۔

پہلی تفسیر: اولاد کا لفظ میثاق کے بعد محذوف ہے کہ اولاد انبیاء یعنی بنی اسرائیل مراد ہیں اس صورت میں لَمَّا اَتَيْنَكُم مِّنْ كِتَابٍ وَّحَكْمَةٍ میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ کیونکہ میثاق لینے کا معنی ہی قسم لینا ہے اور لَتَوُۤمِنُنَّ کی لام جواب قسم کے لئے ہے۔ قاضی شریطہ اور لَتَوُۤمِنُنَّ شرط و قسم دونوں کا جواب ٹھہرا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام سے قسم لے لی تھی کہ اگر میں تم کو کتاب عطا کروں پھر اس کتاب کی تصدیق کرنے والا رسول تمہارے ہوتے ہوئے آجائے تو تم اسکی تصدیق کرنا۔

نمبر ۲۔ ما موصولہ ہو اور من کتاب اسکا صلہ اور لَتَوُۤمِنُنَّ یہ آخر تک خبر ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس پر تم ضرور ایمان لانا۔ ثُمَّ جَاءَ اَكْثُكُمْ اسکا عطف صلہ پر ہے اور اسکی ضمیر ما محذوف کی طرف لوٹتی ہے۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہے ثُمَّ جَاءَ كَمْ به (پھر لایا تمہارے پاس وہ کتاب) اَرْسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ ایک ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) لَتَوُۤمِنُنَّ به (تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا) اور وَلَتَنْصُرُنَّهُ (اور تم ضرور اس رسول کی امداد کرنا) رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ لَمَّا اَتَيْنَكُمُ حَزْرہ کی قراءت میں لَمَّا کی لام جارہ مکسورہ ہے۔ اور مَا الَّذِيْ کے معنی میں ہے۔ یا مَا مصدر یہ ہے مطلب یہ ہوا اس لئے کہ میں نے تمہیں کتاب و حکمت دی پھر اس رسول کے آنے کی وجہ سے جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے۔

دوسری تفسیر: لام تعلیلیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا کہ تم رسول پر ضرور ایمان لانا اور اسکی ضرورت و مدد کرنا اس لئے کہ میں نے تمہیں حکمت دی ہے اور وہ رسول جس پر ایمان لانے اور اسکی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور وہ رسول جن پر ایمان کیلئے میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے موافق ہیں مخالف نہیں۔

قراءت: اَتَيْنَكُمُ کو مدنی نے اَتَيْنَاكُمْ پڑھا ہے۔ قَالَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اٰصِرِيْ (کیا تم نے عہد قبول کر لیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا) عہد کو اصر کہا کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو پختہ اور مضبوط کیا جاتا ہے۔ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَانَ فَاشْهَدُوْۤا (انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے پر اقرار میں گواہ ہو جاؤ)۔

تا کید برائے احتیاط مزید:

اَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں درحقیقت یہ تاکید کیلئے فرمایا تا کہ عہد کی خلاف ورزی سے وہ اور زیادہ محتاط رہیں جبکہ وہ یہ مانیں کہ یہ جان کر کہ اس پر تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے پر گواہ ہے۔ اور خود ذات باری تعالیٰ بھی گواہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ۔

۸۲: فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (جو اس تاکید اور پختہ عہد کے بعد اس سے منہ موڑے گا) اور قبول کر لینے کے بعد اس عہد کو توڑ دے اور آنے والے پیغمبر پر ایمان سے اعراض کرے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (وہ وہی فاسق ہیں)

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ وہ سب اس کے فرمانبردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں

طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾ قُلْ أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا

غوثی سے اور مجبوری سے۔ اور اسی کی طرف سب واپس ہوں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہم پر

وَمَا أُنْزِلَ عَلَيَّ إِلَّا بِرُحْمِمْ وَأَسْمِعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ

اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم پر اور اسمعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر

وَمَا أَوْتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ إِلَّا نَفَقٌ بَيْنَ أَحَدٍ

اور اس پر جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں

مِنْهُمْ زَوْجَيْنِ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ

کرتے اور ہم اس کے لئے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی فرض اسلام کے علاوہ کسی دین کو طلب کرے گا تو ہرگز

يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۸۵﴾

اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

یعنی سرکش کفار ہیں۔

دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طلب نہیں ہو سکتی:

۸۳: أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ۔ یہاں ہمزہ

استفہام انکاری کا قاعاطفہ پر داخل ہوا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ وہی فاسق ہیں بھی تو اللہ تعالیٰ کے دین کے

علاوہ اور دین کے متلاشی ہیں۔ پھر ہمزہ کو درمیان میں قاعاطفہ پر داخل کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے قَالُوا وَلَيْكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ (کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں)

دوسری تفسیر: یہ کہ محذوف پر عطف ہو اور عبارت اس طرح ہوا اَيُنْزِلُونَ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ (کیا وہ منہ موڑتے اور اللہ تعالیٰ

کے دین کے سوا اور (دین کے) متلاشی ہیں) غیر دین اللہ مفعول ہے۔ اس کو اپنے فعل سے مقدم کیا کیونکہ وہ زیادہ اہم ہے۔ اس

طرح کہ ہمزہ میں جو انکار ہے وہ معبود باطل کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔ (گویا یہ اشارہ کر دیا کہ دین اللہ کے ساتھ دوسرے

دین کی طلب نہیں ہو سکتی) وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ (حالانکہ اسی ہی کے فرماں بردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں) یعنی فرشتے

وَالْاَرْضِ (اور زمین میں) یعنی جن و انس طُوْعًا (مان کر) یعنی دلائل و انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے۔ وَتَكْرَهًا (مجبوری سے) کموار کے ذریعہ یا عذاب کو آنکھوں سے دیکھ کر جیسے طور لٹکا کر۔ فرعون اور آل کا غرقاب ہوتے دیکھ کر یا موت کو جھانک کر۔ جیسا فرمایا قُلْنَا وَاَوْا بَاٰسًا جَابِ اُنْہوں نے ہماری پکڑ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم تو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو مانتے ہیں۔

نحو و قراءت:

نَحْوُ: حال ہونے کی بناء پر طُوْعًا اور تَكْرَهًا منصوب ہے۔ اِی طَانَعِیْنِ و مَكْرَهِیْنِ۔ وَ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ (اسی کی بارگاہ میں ان کو لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

قراءت: یُنْعَوْنَ اور یُرْجَعُوْنَ دونوں میں حفص کے نزدیک پارہیں گے۔ مگر ابو عمرو نے یُرْجَعُوْنَ کو تَرْجَعُوْنَ کیونکہ باغی ہی منہ موڑنے والے ہیں۔ اور لوٹنے والے تو تمام لوگ ہیں۔ باقی تمام قراء نے دونوں میں تَا پڑھی ہے اور جیم پر فتح پڑھا ہے۔۔۔
۸۴: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاِسْحٰطِ وَمَا اُوْتِیَ مُوسٰی وَ عِیْسٰی وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّہُمْ لَا نَفَرَقْ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْہُمْ وَ نَحْنُ لَہُمْ مُسْلِمُوْنَ۔ (کہہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا) اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے اور ایمان والوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی خبر دیں۔ اسی لئے قُلْ صِیغہ واحد کا اور اٰمَنَّا میں جمع کا صیغہ اور ضمیر لائی گئی۔ یا اپنی طرف سے اس انداز سے بات کریں جیسے بادشاہ بات کرتے ہیں۔ یہ انداز اپنے پیغمبر کی قدر و منزلت کو بڑھانے کیلئے اختیار کیا گیا۔

لطیف نکتہ:

اُنْزِلَ یہاں حرف علی جو استعلاء اور بلندی کو ظاہر کرتا ہے اس کے ساتھ متعدی کیا گیا۔ اور سورہ بقرہ میں حرف الی جو انتہاء کیلئے آتا ہے۔ اس سے متعدی کیا گیا تاکہ دونوں معانی پائے جائیں وحی اترتی تو بلند یوں سے ہے۔ اور رسول تک ختم ہوتی ہے۔ کبھی ایک معنی ثابت کیا جبکہ دوسری مرتبہ دوسرا معنی۔

ایک محل نظر قول:

صاحب لباب نے کہا کہ سورہ بقرہ میں ”قولوا“ سے خطاب امت کو کیا گیا اور وہ خطاب الی کے لفظ سے درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کتابیں انبیاء علیہم السلام کی امتوں تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں قُلْ سے آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے نہ کہ امت کو پس آپ کے مناسب علی کا لفظ تھا کیونکہ کتاب پیغمبر ﷺ پر اتری ہے امت کی اس میں شرکت نہیں۔ مگر انکی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ارشاد الہی ہے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَی الْاٰمِنُوْا (آل عمران ۷۷) یہاں اُنْزِلَ کو علی کے ساتھ ایمان والوں کیلئے ذکر کیا گیا۔ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاِسْحٰطِ (اور جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف) الاسباط سے اولاد یعقوب علیہ السلام میں جو پیغمبر ہوئے وہ مراد ہیں۔ وَمَا اُوْتِیَ مُوسٰی وَ عِیْسٰی وَ النَّبِیُّوْنَ (اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام دئے گئے) سورہ بقرہ میں وَمَا اُوْتِیَ کو دوبارہ لایا گیا مگر یہاں لھا

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا اَنَّ الرُّسُوْلَ

اللہ کی کفر جہایت دے اس قوم کو جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ بلاشبہ رسول

حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ اُوْلٰٓئِكَ

حق ہے اور ان کے پاس واضح دلائل بھی آ گئے، اور اللہ ظالموں کو جہایت نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں

جَزَآؤُهُمْ اَنْ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

جن کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ لَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی، سوائے

الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ غفور ہے

رَحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ اَزْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ

رحیم ہے۔ چھک جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے رہے ہرگز

تُقْبَلُ تَوْبَتُهُمْ ؕ وَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصّٰلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کی توبہ قبول نہ ہوگی اور یہ لوگ کچے گمراہ ہیں بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا

وَمَا تُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْۢ اَحَدِهِمْ مِّلٌ اِلَّا رِض

اور وہ اس حال میں مرنے کے دو کار تھے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سوا قبول

ذَهَبًا وَّلَوْ اَفْتَدٰى بِهٖ ۚ اُوْلٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَمَا لَهُمْ

نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنی جان کے بدلہ میں دینا چاہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کے لئے

مَنْ تُصِرُّنَّ ﴿۹۱﴾

کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اتینکم میں ایسا کا تذکرہ آچکا تھا۔ اسلئے ایک مرتبہ ہی ذکر کیا۔ مِنْ رَبِّہُمْ (اپنے رب کے ہاں سے) لَا تَفْرِقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْہُمْ (ہم ان میں سے کسی کے مابین ایمان کے سلسلہ میں تفریق نہیں کرتے) جس طرح یہود و نصاریٰ نے کر رکھی ہے۔ وَنَحْنُ لَکُمْ مُسْلِمُونَ (اور ہم اس کو یکتا ماننے والے ہیں) اور اپنے نفوس کو خالص کرنے والے ہیں کہ انکی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

مرتدین کا حکم:

۸۵: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاش کرے) دین اسلام سے مراد توحید اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یا دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ دینا یہ پیٹنے سے تیز ہے۔ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (پس وہ ہرگز اس سے قبول نہ کی جائے گی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا) یعنی ان لوگوں میں سے ہوگا۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو مکہ میں اسلام لائے پھر اسلام سے ارتداد اختیار کر کے اہل مکہ سے جا ملے۔

بے ڈھنگے ہدایت سے محروم رہتے ہیں:

۸۶: كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرُّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ (اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے) وَشَهِدُوا میں واؤ حال کیلئے ہے اور قَدْ مَضَىٰ وَمُحَذِّف ہے۔ اسی کفر و اِشْہاد انہوں نے کفر کیا حالانکہ وہ گواہی دے چکے کہ رسول برحق ہیں۔ الرسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ یا واؤ عاطفہ ہے اور ایمان مصدر ہونے کے باوجود اپنے اندر فعل کا معنی رکھتا ہے کیونکہ اسکا معنی یہ ہے اس کے بعد کہ وہ ایمان لا چکے۔ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ بیانات سے مراد روشن دلائل جیسے قرآن اور تمام معجزات۔ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو کفر پر رہتے ہوئے جنت کی راہ پر نہ لے جائیگا۔ یا ان کو جنت کا راستہ نہ دکھائے گا۔ اگر انکی موت کفر پر واقع ہوئی۔

۸۷: أُولَٰئِكَ جَزَاءُ ۖ هُمْ عَلَىٰہُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی)

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: أُولَٰئِكَ یہ مبتدائے اول ہے جزاء ہم مبتدائے ثانی۔ انکی خبر ان علیہم لعنة اللہ ہے اور یہ دونوں مل کر أُولَٰئِكَ کی خبر بن گئی۔

دوسری ترکیب: جَزَأَوْهُمْ يَهُ أُولَئِكَ كَابِلُ الْاَسْتِمَالِ ہے یہ دونوں مل کر مبتداء باقی خبر۔ علیہم کی ہم ضمیر سے خالدين۔ حال ہے۔ فیہا ہا سے مراد لعنت ہے۔

توبہ کا فائدہ:

۸۸، ۸۹: خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ اِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَاصْلَحُوا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (ان سے عذاب کو نہ ہلکا جائے گا اور نہ مہلت دی جائے گی مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کفر کے بعد) ذَلِكَ کا اشارہ الیہ کفر وارتداد ہے۔ وَاصْلَحُوا (اور اصلاح نفس کر لی) یعنی جو بگاڑ پیدا کیا تھا اسکی ایمان کے بعد درستی کر لی۔ یا بھلائی میں داخل ہو گئے (یعنی ایمان قبول کر لیا) فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشش والے ہیں) ان کے کفر کو رَحِيْمٌ (ان پر رحم کرنے والے ہیں) یہ آیت یہود کے متعلق اتری۔

۹۰: اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ اِزْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ تَقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولَئِكَ هُمُ الصَّا لُؤْنُ۔ (بلاشبہ جنہوں نے انکار کیا) عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا۔ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ اسکے بعد کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان تھا)۔

کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں:

ثُمَّ اِزْدَادُوا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کر کے۔ یا رسول اللہ ﷺ کا انکار کر دیا۔ اسکے بعد کہ آپ کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر کفر پر اصرار کر کے اس میں ترقی کی اور ہر وقت ان پر طعن و تشنیع کر کے کفر میں اضافہ کیا۔

نمبر ۲۔ یا ان لوگوں کے متعلق اتری جو مرتد ہو کر مکہ چلے گئے اور پھر اپنے کفر میں اس طرح کہہ کر مزید اضافہ کیا۔ کہ تم نے ان کو جلا وطن کر دیا ہے۔ ہم حوادث زمانہ کے ان پر گھومنے کے منتظر ہیں۔ لَنْ تَقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ (انکی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائیگی) یعنی پکڑ کے وقت اگر وہ ایمان لائیں گے تو توبہ قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ موت کے وقت رجوع کر کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاسًا (غافر ۸۵) انکا ایمان لانا جب وہ ہماری پکڑ و کچھ لیس ہرگز نفع بخش نہ ہوگا۔ وَاُولَئِكَ هُمُ الصَّا لُؤْنُ۔ (اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں)

کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے:

۹۱: اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدٍ هُمْ مِلَّةُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ اَفْتَدٰى بِهٖ اُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَالُهُمْ مِّنْ نَّصِيْرِيْنَ۔ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں انکی موت واقع ہوئی پس ہرگز ان میں سے کسی سے بھی زمین بھر سونا قبول نہ کیا جائیگا) فَلَنْ يُّقْبَلَ کی قافا اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ کلام شرط و جزاء والا ہے۔ اور

قبولیتِ فدیہ کے ممنوع ہونے کا سبب کفر پر موت کا آنا ہے اور شروعِ کلام میں فاکوچھوڑ دیا۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ کلام مبتداء و خبر ہے اور شرط و جزاء ہونے کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ذہبا یہ تمیز ہے۔ وَلَوْ اَفْتَدٰی بِہ (خواہ وہ فدیہ میں دے ڈالے) یعنی ہرگز ان میں سے کسی ایک سے فدیہ قبول نہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ زمین بھر سونا دے ڈالے۔ رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کافر کو کہا جائیگا اگر زمین بھر کر سونا دے دیا جائے۔ کیا تو عذاب سے بچنے کیلئے اس کو قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں تو اسے کہا جائیگا تم سے تو اس سے آسان تر سوال کیا گیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ واؤ تاکید نفی کیلئے ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) وَمَالُهُمْ مِّنْ نَّصِیْرٍ۔ (اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا) جو ان سے عذاب کو دفع کرے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ

ہرگز نہ پاؤ گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرد اس چیز میں سے جس سے تم محبت کرتے ہو، اور جو بھی کوئی چیز خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو

عَلِيمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلالًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِيلُ عَلَى

جاننے والا ہے۔ سب کھانے حلال تھے بنی اسرائیل کے لئے سوائے اس کے جو اسرائیل نے اپنے اوپر حرام

نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنْزَلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأَتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلُوهَا

کر لئے تھے۔ اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم تورات لے آؤ پھر اس کو پڑھو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۳﴾ فَمِنْ أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ

اگر تم سچے ہو، پھر اس کے بعد جس شخص نے اللہ پر جھوٹا بیٹان

ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۚ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

باندھا سو وہی لوگ ہیں بڑے بے انصاف آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا لہذا تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو

حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۵﴾

جو باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرنے والے تھے۔ اور شرکین میں نہ تھے۔

محبوب ترین چیز کا صدقہ:

۹۲: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ (تم ہرگز کمال نیکی نہیں پاسکو گے) یعنی تم حقیقی نیکی ہرگز نہ حاصل کر سکو گے یا تم ہرگز نیک نہ بن سکو گے۔ یا تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے ثواب کو نہ پاسکو گے۔ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ (یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی تم اپنے اموال میں سے کچھ اموال جن کو تم پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہو خرچ کرو۔

حضرت حسن بریدؓ سے منقول ہے ہر وہ شخص جس نے اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صدقہ کیا خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس آیت میں داخل ہے۔ گویا نفلی و فرضی ہر دو قسم کے اتفاق اس میں شامل ہیں۔ واسطی کہتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کچھ محبوب اشیاء اس کی راہ میں خرچ کی جائیں اور کوئین سے یکسوئی اختیار کی جائے۔ ابو بکر و راق بریدؓ نے فرمایا تم میرے احسان کو اس وقت نہیں پاسکتے جب تک تم اپنے بھائیوں سے احسان مندی نہ کرو۔ اور حال یہ ہے کہ مطلوب تک اس وقت تک پہنچ نہیں سکتے ہو۔ جب تک کہ محبوب چیز کو اپنے سے نہ نکالو گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چینی کے گنو خرید کر خیرات کرتے تھے۔ ان سے کسی نے کہا آپ اسکی قیمت کیوں صرف نہیں کرتے؟ تو فرمایا کیونکہ چینی مجھے پسند ہے اس لئے میں نے پسندیدہ چیز راہ خدا میں دینا پسند کی۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ (جو چیز تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس کو تم خرچ کر رہے ہو وہ اسکا بدلہ لے سکے مطابق دے گا۔

تجوید: پہلا من جمعیہ ہے۔ حضرت عبداللہ کی قراءت اسکی تصدیق کرتی ہے حَتَّى تَنْفِقُوا بَعْضَ مَا تَحِبُّونَ۔ دوسرا من جمعیہ کیلئے ہے جس چیز میں سے اتفاق ہو خواہ وہ پاکیزہ چیز ہو کہ جو تمہیں پسند ہو یا خبیث چیز ہو کہ جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ **شان نزول:** جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ محمد ﷺ ملت ابراہیم کے دعوے دار ہیں حالانکہ اونٹ کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ملت ابراہیم میں اونٹ کا گوشت اور لبن دونوں حرام تھے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ ملت ابراہیمی میں حلال تھا اس لئے ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس پر یہود نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے لیکر آج تک حرام چلا آ رہا ہے۔ تو یہ آیات اسکی تکذیب میں اتاری گئیں۔

۹۳: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَآءَ يٰٓأَيُّهَا مَآحِرَمَ إِسْرَآءَ يُلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِّنْ قَبْلِ أَنْ تُنْزَلَ التَّوْرَةُ قُلْ فَاتَّبِعُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتَّبَعُوا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔

یہود کے اعتراض کا جواب:

كُلُّ الطَّعَامِ (تمام کھانے) یہاں طعام بمعنی مطعم یعنی غذا کے معنی میں ہے۔ جن میں نزاع چل رہا تھا۔ بعض تو ان میں سے وہ تھیں جو پہلے سے حرام چلی آ رہی ہیں مثلاً مردار، خون۔ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَآءَ يٰٓ (بنی اسرائیل کیلئے حلال تھے) حِلًّا مصدر ہے اور صفت کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ یعنی حلال جیسے عرب کہتے ہیں حل الشيء حِلًّا مصدر ہونے کی وجہ سے اس میں تذکیر و تانیث، واحد، جمع کا فرق نہیں جیسے ارشاد الہی ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ (استثنا) وہ عورتیں ان مردوں کے لیے حلال نہیں۔ إِلَّا مَآحِرَمَ إِسْرَآءَ يٰٓ (مگر جو حرام کی اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے) عَلَىٰ نَفْسِهِ مِّنْ قَبْلِ أَنْ تُنْزَلَ التَّوْرَةُ (اپنے اوپر اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو)۔

قراءت: سبکی و بصری قراء نے تَنْزَلَ کو تَنْزَلْ پڑھا ہے۔ مراد اس سے اونٹ کا گوشت اور دودھ ہے یہ دونوں چیزیں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت محبوب تھیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام کھانے بنی اسرائیل کیلئے تورات اترنے سے پہلے تک حلال رہے۔ سوائے ان کھانوں کے جنکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ پھر جب تورات نازل ہوئی تو بنی اسرائیل براونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر دیا گیا۔ اسلئے کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ قُلْ فَاتَّبِعُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتَّبَعُوا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (کہہ دیں اے محمد! تم تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو) اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آپ ان سے انکی کتاب کے ذریعہ گفتگو کر کے ان کو لا جواب کریں۔ وہ کتاب خود بول دیگی کہ ان چیزوں کی تحریم ان پر وقتی طور پر انکی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے نافذ کی گئی تھی۔ قدیم تحریم نہ تھی۔ جس کے وہ مدعی ہیں۔ (اس چیلنج کے بعد) وہ تورات کو لانے کی جرات نہ کر سکے پس لا جواب ہو گئے۔ اس میں اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ محمدؐ سچے پیغمبر ہیں۔ اور جس نسخ کا وہ انکار کرتے ہیں۔ وہ بھی جائز و درست ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ جو برکت والا ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے

فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ؕ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۝۱۷ وَبِاللّٰهِ

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہو گا امن والا ہو گا اور اللہ کے لئے

عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝۱۸ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

لوگوں کے ذمہ ہے اس گھر کا حج کرنا جسے طاقت ہو اس گھر تک راہ طے کر کے جانے کی، اور جو شخص منکر ہو سو اللہ

غَنِيَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۹

بے نیاز ہے سارے جہانوں سے۔

حق ناشناس ظالم ہے:

۹۴: فَمَنْ اَقْرَبُ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے) اس طرح گمان کر کے کہ یہ چیزیں ملت نوح و ابراہیم میں حرام تھیں۔ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (اس قطعی حجت کے پیش کر دینے کے بعد) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (وہ ہی ظالم ہیں) یعنی بیجا جھگڑا کرنے والے ہیں نہ وہ خود حق شناس ہیں اور نہ ہی دلائل کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔

کذب یہود پر تعریض:

۹۵: قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا) اپنی اطلاعات میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا۔ اس آیت میں ان کے کذب پر تعریض کی گئی ہے یعنی یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز اتاری ہے وہ اسکے اتارنے میں سچے ہیں۔ اور تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ (تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو) ملت ابراہیم سے مراد ملت اسلام ہے جس پر محمد ﷺ اور ان کے پیروکار کاربند ہیں۔ تاکہ تم اس یہودیت کو خیر باد کہہ دو جس نے تمہیں باندھ کر یہاں تک مجبور کر دیا کہ تم اپنی اغراض کی خاطر کتاب اللہ کی تحریف کرنے لگے۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے تبعین کیلئے حلال کیا تھا۔ ان کو حرام کرنے پر اتر آئے۔

حَنِيفًا (وہ سب سے یکسو ہونے والے تھے)۔ یہ ابراہیم سے حال ہے یعنی باطل دینوں سے دین حق کی طرف جھکنے والے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) نشانِ بُرُوْل: یہود نے کہا ہمارا قبلہ تمہارے قبلہ سے پہلے کا قبلہ ہے تو یہ آیت اتری۔

پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے:

۹۶: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے قائم کیا

گیا (یعنی عبادت کے لئے) بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وضع کرنے کا مطلب بطور عبادت گاہ کے لوگوں کیلئے مقرر کرنا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لوگوں کے لئے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسجد حرام بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنائی گئی۔

دوسرا یہ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنایا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ پہلا گھر جس کا طوفان کے بعد حج کیا گیا وہ بیت اللہ ہے۔ چوتھا قول یہ ہے پہلا گھر (جسکی جگہ) پانی میں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوا۔ پانچواں قول یہ ہے۔ یہ پہلا گھر ہے جس کو آدم علیہ السلام نے سطح زمین پر بنایا۔

نَحْنُ وَضَعْنَا لِلنَّاسِ يَوْمَئِذٍ مَثَلًا لِّلَّذِينَ يَكْفُرُونَ۔ اِی لِّلَّذِیۡنَ یَبْغُوۡنَ۔

مکہ کا نام بکبہ ہے:

لِّلَّذِیۡ یَبْغُوۡنَ (جو کہ مکہ میں ہے) بکہ یہ مکہ مکرمہ کا نام ہے۔ مکہ اور بکہ دو لغتیں ہیں۔

دوسرا قول: مکہ شہر کا نام ہے اور بکہ مسجد کی جگہ کو کہتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بکہ سے مشتق ہے جو از دھام کو کہتے ہیں۔ کیونکہ مکہ میں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بکہ کا معنی توڑنا ہے کیونکہ یہ جاہلوں کی گردنوں کو توڑ دیتا ہے جو جاہل بھی اس کا قصد کر کے آتا ہے۔ مَبْرُکًا بہت (برکت والا) اس لئے کہ حج و عمرہ کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وَ هٰذِیۡ لِّلْعٰلَمِیۡنَ (اور جہان والوں کیلئے ہدایت ہے) کیونکہ وہ انکا قبلہ اور عبادت گاہ ہے۔

نَحْنُ مَبْرُکًا یہ وَضَع کی ضمیر سے حال ہے۔

کعبہ خود نشانات میں سے بڑا نشان ہے:

۹: فِیۡہِ اٰیٰتٌۭ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰہِیۡمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًاۚ وَ لِلّٰہِ عَلٰی النَّاسِ حِجُّ الْبَیۡتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًاۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیۡنَ۔ (اس میں واضح نشانات ہیں) جو کسی پر مشتبہ نہیں مقام ابراہیم مقام ابراہیم یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔ یعنی کعبہ میں کثرت سے واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم ہے۔ جمع کا عطف بیان واحد آسکتا ہے۔ کیونکہ نمبر ۱۔ وہ اکیلا ہی کئی واضح نشانات کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس کی شان ظاہر ہے اور قدرت الہی پر اسکی دلالت انتہائی قوی ہے۔ اور نبوت ابراہیم علیہ السلام پر مضبوط دلالت ہے کہ ان کے قدم کا اثر اس سخت پتھر پر ظاہر ہوا۔

نمبر ۲۔ وہ پتھر کی نشانات پر مشتمل ہے کیونکہ ان کے قدم مبارک کا اثر سخت چٹان پر ایک نشانی اور پاؤں کا نختوں تک دھنسا دوسری نشانی ہے۔

نمبر ۳۔ بعض پتھروں کا نرم ہونا اور دوسروں کا نہ ہونا۔ نمبر ۴۔ ابراہیم علیہ السلام کی نشانی کے طور پر اسکا باقی رہنا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے نشانات موجود نہیں۔ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا) یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔ اور

اگرچہ یہ جملہ ابتدائیہ یا شرطیہ ہے معنوی لحاظ سے کیونکہ یہ حرم میں داخل ہونے والے کے مامون ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم اور داخل ہونے والے کا مامون ہونا۔ یہ نشانی ہی معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں نشانات کا ذکر کر دیا جائے اور بقیہ نشانات کا تذکرہ سمیٹ دیا جائے کیونکہ ان دونوں میں ان نشانات پر کافی دلالت پائی جاتی ہے گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح آیات مقام ابراہیم اور اس میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا اور ان دونوں کے علاوہ اور بہت سی نشانیاں ہیں جیسے۔ پرندے اسکے اوپر نہیں اڑتے وغیرہ ذلک گویا ان دونوں نشانیوں میں سارے تذکرہ کو اس طرح لپیٹ دیا گیا جیسا رسول ﷺ کے اس ارشاد میں **حَبَّتِ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَا كَمْ ثَلَاثِ الطَّيْبِ وَالنِّسَاءِ وَ قِرَّةِ عَیْنِی فِی الصَّلٰوةِ** اس ارشاد مبارک میں تیسری چیز کو چھوڑ دیا گیا اور انکی بجائے جملہ ابتدائیہ کے طور پر قِرَّةِ عَیْنِی فِی الصَّلٰوةِ فرما دیا جو دنیا سے متعلق نہیں گویا آپ نے تیسری چیز کا تذکرہ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے چھوڑ دیا کہ میرے مرتبے کا تقاضہ نہیں کہ میں دنیا کی کسی چیز کا ذکر کروں۔ اس لئے دین کی ایک چیز کو ذکر کر دیا۔

نشان قدم مبارک:

پتھر پر قدم کے اس نشان کے بارے میں کہا گیا کہ جب بیت اللہ کی دیوار بلند ہوگئی اور ابراہیم علیہ السلام کیلئے پتھر اٹھانے ممکن نہ رہے تو آپ اس پتھر پر کھڑے ہو گئے اس میں آپ کے قدم گڑ گئے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ آپ شام سے واپس لوٹے۔ تاکہ مکہ میں بیٹے سے ملاقات کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے کہا آپ اتریں آپ سر مبارک دھولیں۔ آپ سواری سے نہ اترے۔ تو وہ یہ پتھر اٹھا لائیں اور انکے دائیں طرف اس پتھر کو رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنا قدم اس پتھر پر رکھا یہاں تک کہ اپنے سر کی دائیں جانب دھولی۔ پھر وہ اس پتھر کو بائیں جانب لے گئیں یہاں تک کہ انہوں نے سر کی بائیں جانب بھی سواری کی حالت میں دھولی۔ پس آپ کے قدمین کا اثر اس پتھر پر باقی رہ گیا۔

حرم امن کی مراد:

اور حرم میں داخل ہونے والے کیلئے امن کا میسر آنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے تھا **وَبِیْ اَبْرٰهٖمَ اِذْ ذَرٰهُمَا سَمٰوٰتَیْنِ یٰۤاٰمَنٰ اٰمِنٰ** (ابراہیم۔ ۳۵) اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے۔ عرب جاہلیت میں جب کوئی آدمی جرم کر کے حرم میں پناہ گزین ہو جاتا۔ تو اس کو تلاش نہ کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر میں خطاب کے قاتل کو اسکے اندر پانے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں اس کو وہاں سے نکلنے تک ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔

هَٰذَا مَکَّنٰ لَکَ: جس آدمی پر جلّٰل میں قصاص لازم ہو یا ارتداد کے باعث یا زنا کی وجہ سے قتل کے قابل ہوا۔ پھر وہ حرم میں گھس گیا۔ تو اس کو وہاں قتل نہ کیا جائے گا۔ مگر اس کو ٹھکانہ لینے اور کھانا پانی لینے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ اور نہ خرید و فروخت کی اجازت دی جائیگی۔ تا آنکہ نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ امن سے مراد مامون من النار ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو حرمین میں سے کسی میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کو آگ سے مامون اٹھایا جائے گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا۔ جو ان اور بقیع کو انکی اطراف سے پکڑ کر جنت میں

پھیلا دیا جائے گا۔ یہ دونوں مدینہ و مکہ کے قبرستان ہیں۔ رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے جس نے مکہ کی گرمی پر دن کا تھوڑا سا حصہ صبر کیا اس سے جہنم دو سو سال کے فاصلے پر دور ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فرض حج لازم ہوا)

قرأت: ابوبکر کے علاوہ دیگر کوئی قراء نے حِجُّ الْبَيْتِ بطور نام کے پڑھا ہے اور حج البیت۔ فتح کی صورت میں یہ مصدر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج مصدر میں یہ دونوں لغتیں ہیں۔ مَنْ یہ موضع جر میں بدل البعض ہے۔ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ مَسْجِدًا (اسکی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو) نبی اکرم ﷺ نے اسکی تفسیر زادوراحلہ سے کی ہے۔ اور إِلَيْهِ کی ضمیر کا مرجع البیت یا حج ہے اور ہر وہ چیز جو کسی چیز کی طرف جانے کا ذریعہ ہو وہ سمیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔

ملت مسلمہ کا اقرار:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ تو رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل ادیان کو جمع کیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا پس تم حج کرو۔ پس آپ پر ایک ملت والوں نے یقین کیا اور وہ مسلمان تھے۔ اور پانچ ملتوں والوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور اسکی طرف رخ کر کے نہ نماز پڑھیں گے اور نہ ہی اس کا حج کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (جس نے انکار کیا پس بیشک اللہ تعالیٰ جہان والوں سے مستغنی ہیں) اور اسکی اطاعت سے بھی بے نیاز ہیں۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں کئی تاکیدات ہیں۔ مثلاً لام، علی، مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لازم حق ہے۔ جو لوگوں کی گردنوں پر پڑا ہوا ہے۔ نیز اس میں ابدال ہے، مراد دوسرے تکرار سے لایا گیا۔ کیونکہ ابہام کے بعد وضاحت اور اجمال کے بعد تفصیل کرنا۔ دوا لگ صورتوں میں اس حکم کو لانے اور ذکر کرنے کی طرح ہے۔

تارک حج پر اللہ غضبناک ہے:

اور اسی قسم میں سے یہ حصہ ارشاد الہی کا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ فَمَا يَمُنْ لَمْ يَحِجْ نہیں فرمایا۔ تارک حج پر سختی کرتے ہوئے اس کو کافروں کا عمل قرار دیا۔ اور اس میں سے ایک جہان والوں سے بے نیازی کا ذکر فرماتا ہے۔ اور یہ ناراضگی اور غصے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تارک حج سے اللہ غضبناک ہے۔ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ میں لفظ اللہ کو دوبارہ لائے ضمیر ذکر نہیں کی۔ تاکہ تارک حج کی طرف اللہ تعالیٰ کا استغناء بصورت تعیم مدلل طور پر ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب معلوم ہو جائے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا

اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی آیات کے ساتھ حالانکہ اللہ کو تمہارے سب کاموں کی

تَعْمَلُونَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنَ اَمَنَ

اطلاع ہے، آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اس شخص کو جو ایمان لائے

تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۹﴾

تم اس میں کبھی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو اور اللہ ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو،

۹۸: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ گواہ ہیں تمہارے اعمال پر) وَاللَّهُ میں واوِ حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے تم ان آیات اللہ کا کیوں انکار کرتے ہو جو حضرت محمد ﷺ کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف ہیں پس وہ ان پر تمہیں سزا دیں گے۔

اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید:

۹۹: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنَ اَمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو) الصَّدُّ منع کرنا۔ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنَ اَمَنَ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے) یعنی تم دین حق سے کیوں روکتے ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا وہ راستہ جس پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ اسلام ہے۔ جو آدمی اسلام میں داخل ہونا چاہتا وہ پوری کوشش کر کے اس سے روکتے۔ تَبْغُونَهَا (تم اس میں تلاش کرتے ہو) ای تطلبون لہا تم اللہ کے راستہ کے کج ہونے کے طلب گار ہو۔

تَبْغُونَهَا: یہ محل نصب میں حال ہے۔

عِوَجًا (میزج) یہ بمعنی اعوجاجا ہے۔ میزج ہونا وہ میانہ روی اور استقامت سے ہٹ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات کو بگاڑ کر بیان کرتے وغیرہ۔ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ (تم گواہ ہو کہ) وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا راستہ ہے جس سے کوئی انتہائی گمراہ شخص روک سکتا ہے۔ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں) جیسے اسکی راہ سے لوگوں کو روکنا اس میں سخت وعید ہے۔ اگلی آیت میں ایمان والوں کو ایسے لوگوں کی اتباع سے منع کر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے ایک جماعت کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی

يُرُدُّوكُم بِعَدَايَمَانِكُمْ كَافِرِينَ ⑩ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ

تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں واپس کافر بنا دیں گے، اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی

عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ

تلاوت کی جاتی ہے اور تمہارے اندر اس کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑ لے سو اس کو

هُدًى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ⑪ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ

سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دی گئی، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے

تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ⑫ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

کا حق ہے اور ہرگز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو، اور تم سب مل کر اللہ کی دلی نو

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً

منہبیل سے پکڑ لو، اور آپس میں متفرق نہ ہو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تمہارے اوپر ہے جبکہ تم دشمن تھے۔

فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْ بِنِعْمَةِ إِخْوَانَا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا

سو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما لی لہذا تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے

حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

کنارے پر تھے سو اللہ نے تم کو اس سے بچا دیا۔ اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ⑬

تاکہ تم ہدایت پرا ہو۔

۱۰۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يُرُدُّوكُم بِعَدَايَمَانِكُمْ كَافِرِينَ۔ (اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی ایک جماعت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں گے)

شاس بن قیس یہودی کی شرارت:

کہا جاتا ہے کہ شاس بن قیس یہودی کا گزراوس و خزرج کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جہاں بیٹھ کر وہ باتوں میں مصروف تھے۔ اس کو مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے ایک یہودی نوجوان کو کہا کہ وہ ان کے مابین جا کر جنگ بعاث کا تذکرہ کرے شاید کہ یہ لڑ پڑیں یہ جنگ بعاث ایسا دن تھا جس میں اوس و خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہوئے تھے۔ نتیجہ اوس کو فتح ملی تھی۔ اس یہودی نے جا کر ان کے مابین اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ان کے مابین تنازع پیدا ہوا۔ اور اسلحہ کے ساتھ لے کر ان کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جاہلیت کی آوازیں دے رہے ہو حالانکہ ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اسکے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام سے عزت دی اور تمہارے مابین الفت پیدا فرمادی۔ پس اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیطانی چوک ہے۔ چنانچہ تمہارا پھینک کر ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

استفہام عجیبی ہے:

۱۰۱: وَكَيفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ عَلَيَكُمْ آيَةُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ وَكَيفَ تَكْفُرُونَ (اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو) تَحْفِيفٌ میں استفہام انکار و تعجب کیلئے ہے۔ یعنی تعجب ہے کہ کہاں سے کفر تمہاری طرف چل کر آیا حالانکہ وَأَنْتُمْ عَلَيَكُمْ آيَةُ اللَّهِ (اور تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں) تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کی زبان سے تازہ بہ تازہ پڑھا جاتا ہے۔ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ (اور تمہارے درمیان اس کا رسول ﷺ موجود ہے) جو تمہیں منع کرتا اور وعظ و نصیحت کرتا اور تمہارے شبہات کو مٹاتا ہے۔ وَمَنْ يَعْتَصِم بِاللَّهِ (اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے) جو اللہ تعالیٰ کے دین کو یا اسکی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو یا اس میں اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ کفار کے شرور و فریب کو دور کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (تو اس کو ضرور ہدایت میسر آگئی سیدھے راستہ کی طرف) یعنی دین حق کی طرف اسکی راہنمائی کر دی گئی۔ یا جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا ماویٰ و ملجا قرار دے جبکہ شبہات پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ اس کو شبہات سے محفوظ فرماتے ہیں۔

حق تقویٰ کا مل اطاعت ہے:

۱۰۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا ہے اور سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا) حَقَّ تَقَاتِهِ کا مطلب جو تقویٰ لازم ہے اور جو کچھ اس سے لازم ہوتا ہے اور وہ واجبات کو اختیار کرنا اور محرمات سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اطاعت کرنے اور نافرمانی نہ کرنے اور شکر بجالانے اور ناشکری سے گریز کرنے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور نہ بھلانے کو کہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت رکاوٹ نہ بنے اور وہ انصاف کرے خواہ اپنے نفس

اور اولاد و والد کے خلاف کیوں نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر ڈرتا ہے۔ اکی زبان حکمت کا خزانہ ہوگی۔ صرف التفقہ یہ اتقی سے ہے جس طرح توفدۃ۔ آتاد سے ہے۔

وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَانْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ جب تمہیں موت کا ادراک ہو جائے تو تمہاری حالت اسلام کے سواء دوسری ہرگز نہ ہونی چاہیے۔

اعتصام بحبل اللہ کا حکم:

۱۰۳: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَةِ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ اٰيِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو) یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھام لو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ اسکے عجائبات کی انتہا نہیں۔ اور بار بار لوٹانے سے پرانا نہیں ہوتا۔ جس نے قرآن کی بات کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ رشد و ہدایت پا گیا۔ اور جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا اس نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائی۔ وَلَا تَفَرَّقُوا (اور باہم نا اتفاقی مت کرو)

اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو:

وَلَا تَفَرَّقُوا يٰۤاَعْتَصِمُوا اٰيَةَ خَيْرٍ مِّنْ اٰيَةِ الْاٰنْكَارِ۔ (اور تم اس سے پکڑو۔ اسکی دلیل وَلَا تَفَرَّقُوا ہے یعنی ایسا فعل نہ کرو جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ اور اس سے اجماع امت زائل ہو جائے۔ دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ اپنے درمیان اختلاف میں پڑ کر حق سے علیحدگی مت اختیار کرو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اختلاف کیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس طرح تم زمانہ جاہلیت میں متفرق تھے ایک دوسرے سے لڑائی کرتے تھے۔ اس طرح مت کرو۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَةِ اِخْوَانًا (اور اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو۔ جب کہ تم دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اکی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے) زمانہ جاہلیت میں ان کے مابین دشمنی اور لڑائیاں تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام کے ذریعہ الفت ڈال دی اور ان کے قلوب میں محبت پیدا کر دی پس وہ آپس میں محبت کرنے لگے اور بھائی بھائی بن گئے۔

گرنے والے گڑھے کا کنارہ جہنم:

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ (اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے) یعنی تم کنارے پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور تم اس میں جا گرتے کیونکہ کفر پر تھے۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (پس اس نے تمہیں اس سے نجات دی) اسلام نصیب کر کے۔ اس میں فرقہ معزلہ کی تردید ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں وہ خواہنے آپ کو نکالنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نکالنے والے نہیں۔ ہاں کی ضمیر حفرة، نار یا شفاء کی طرف راجع ہے۔ اور حفرة کی طرف اضافت کی وجہ سے مؤنث لائے۔ شَفَا حُفْرَةٍ گڑھے کا کنارہ۔ اس کا لام کلمہ

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو دعوت دینے ہوں خیر کی طرف، اور حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

برے کاموں سے، اور یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں، اور مت ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح

تَفَرَّقُوْا وَاٰخِثَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

جواہر میں متفرق ہو گئے اور اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچے آپس میں اختلاف کر لیا، اور یہ لوگ ہیں جن کے لئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۵ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهُ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ ؕ فَاَمَّا

بڑا عذاب ہے، جس دن چہرے سفید ہوں گے اور چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن

الَّذِيْنَ اَسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ؕ اٰكْفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذٰوَقُوْا

لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے کفر اختیار کیا اپنے ایمان کے بعد، سو چکو لو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۱۰۶ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَبْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ

عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے، اور جن کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ

رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۷ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلٰيكَ

اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں ہم آپ پر ان کی تلاوت کرتے ہیں

بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۸ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

حق کے ساتھ، اور اللہ جہانوں کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا، اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۱۰۹

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

واوے اسی لئے اس کی تثنیہ شفوٰن آتی ہے۔ مِثْلَ ذٰلِكَ (اسی طرح) ایسے شاندار بیان سے یَسِيْنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِہٖم (اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) یعنی قرآن جس میں امر ونہی، وعدہ وعید ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (تا کہ تم راہ پاؤ) یعنی تا کہ تم ہدایت کے امیدوار بنو۔ یا تا کہ تم اس کے ذریعہ درست راستہ اور جس سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ وہ راہ پاؤ۔

BestUrduBooks.wordpress.com

اَسْوَدَتْ وُجُوهُهُمْ (پھر وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوئے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَكْفَرْتُمْ (کیا تم نے کفر کیا) یہاں قول اور فاعل کو حذف کر دیا کیونکہ وہ معلوم ہے اور ہمزہ توجہ کیلئے اور انکی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد منافق و اہل کتاب:

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اپنے ایمان کے بعد۔ یعنی ایمان سے مراد میثاق کے دن والا اقرار ہے۔ پس مراد اس سے تمام کفار ہو گئے۔ یہ حضرت ابی بنیہ کا قول ہے اور ظاہر قول بھی یہی ہے۔

دوسرا قول: مرتد یا منافق مراد ہیں۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کیا تم نے باطن میں انکار کیا بظاہر اسلام کا اقرار کر لینے کے بعد۔ تیسرا قول: اہل کتاب مراد ہیں ایمان کے بعد ان کے کفر کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل آپ کا اعتراف کیا مگر آمد کے بعد انکار کر دیا۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ (پس تم اپنے کفر کے باعث عذاب چکھو) ۱۰۷: وَاَمَّا الَّذِينَ ابْيسَتْ وُجُوهُهُمْ فِیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُونَ۔ (اور پھر وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہونگے) رحمت سے یہاں مراد نعمت اور ہمیشہ کا ثواب ہے۔ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُونَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) یہ جملہ مستانہ لائے۔ کہ نہ وہ جنت سے کوچ کریں گے اور نہ ہی ان پر موت واقع ہوگی۔

۱۰۸: تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ تَنْتَلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظَلَمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) جو وعدہ و وعید وغیرہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ تَنْتَلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ (ہم ان کو تم پر پڑھ رہے ہیں اس حال میں کہ وہ حق سے ٹلی ہوئی ہیں) اور عدل کے ساتھ یعنی محسن کا بدلہ اور مجرم کو سزا۔

اللہ جل شانہ بلا جرم گرفتار نہیں کرتے:

وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظَلَمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ جہان والوں کے ساتھ ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرماتے) یعنی وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتے کہ کسی کو بغیر جرم کے گرفتار کر لیں یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دیں یا نیکی کرنے والے کا ثواب کم کر دیں۔

۱۰۹: وَلِلّٰهِ مَالِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاللّٰهُ تَرْجِعُ الْاُمُوْرَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے) پس وہ محسن کو اس کے احسان اور مجرم کو اسکی برائی پر سزا دیگا۔ قراءت: شامی اور حمزہ اور علی نے تَرْجِعُ۔ تا کے فتح اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اہم تنبیہ:

تکائن سے زمانہ ماضی میں ابہام کے طور پر کسی شے کے وجود کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اس میں عدم سابق اور انقطاع مستقبل کی کوئی دلیل نہیں۔ مطلب یہ ہے تکائن کا زمانہ ماضی کے لیے آنا کسی چیز کے ثبوت پر تو دلالت کرتا ہے مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ثبوت ماضی منقطع ہو گیا یا آئندہ منقطع ہو جائیگا۔ یہ تعین تو خارجی قرائن کی محتاج ہے۔ اس لئے جب انقطاع کا قرینہ نہ ہوگا تو استمرار ہی ثابت ہوگا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ

تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکال گئی لوگوں کے لئے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۚ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا

سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے

لَهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۱﴾

بہتر ہوتا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر ان میں سے فرمانبرداری سے باہر ہیں۔

بہترین امت کا لقب:

۱۱: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (کہ تم بہترین امت ہو) (اور تمہیں اور ہو گئے) گویا اس آیت میں کُنْتُمْ کہہ کر یہ کہا گیا تم بہترین امت پائے گئے یا تم اللہ تعالیٰ کے علم میں بہترین امت تھے۔ یا لوح محفوظ میں بہترین امت تھے۔ یا تم بہترین امت ہو ان امتوں میں جو تم سے قبل ہو گزریں اس لئے کہ تم خیر امت کی صفت سے موصوف ہو۔ اُخْرِجَتْ تم ظاہر کی گئی ہو۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اُخْرِجَتْ کے متعلق ہے تَأْمُرُونَ (تم حکم دیتے ہو) یہ جملہ متانہ ہے۔ یہ جملہ لا کر خیر امت ہونا مزید واضح کیا جیسا تم کہو۔ زید کریم بطعم الناس ویکسوہم دراصل زید کی سخاوت کو اعطام اور الہاس سے خوب واضح کیا۔ بِالْمَعْرُوفِ بھلائی کا۔ بھلائی سے ایمان اور اطاعت رسول ﷺ مراد ہے۔ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور تم برائی سے روکتے ہو) منکر سے یہاں کفر مراد ہے اور ہر ممنوع بھی اسکے تحت داخل ہے۔ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اور اس پر ایمان میں مداومت اختیار کرنے والے ہو۔ (تو گویا پہلے ایمان کا ویسے مذکر فرمایا اور یہاں ایمان پر مداومت کے لحاظ سے ذکر فرمایا) یا او ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی اس لئے امر بالمعروف کے بعد ایمان کے ذکر میں حرج ہی کیا ہے۔ (بلکہ اس میں شک نہ یہ ہے کہ امر بالمعروف دکھاوے کیلئے نہیں کرتے بلکہ دل کی ترجمانی کرتے ہوئے کرتے ہیں)۔

اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے:

وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ (اگر اہل کتاب) (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لے آتے) لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ (تو ان کیلئے بہتر ہوتا) تو ان کے لئے ایمان بہت بہتر ہوتا اس سے جس میں وہ مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو دین اسلام پر ریاست کی محبت میں ترجیح دی اور تاکہ عوام ان کے پیرو رہیں۔ اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کو وہ سرداری بھی مل جاتی اور اتباع بھی میسر آ جاتی دنیا سے نفع اندوزی بھی ہو جاتی جس کی خاطر انہوں نے دین باطل کو ترجیح دی۔ بلکہ ایمان پر جس کا مایابی کا وعدہ کیا گیا اور دوسرے اجر دینا بتلایا گیا وہ بھی ان کو حاصل ہو جاتا۔

لَنْ يَصْرَوْكُمْ إِلَّا آذَىٰ ۖ وَإِنْ يُقَاتِلْوْكُمْ يُوَلَّوْكُمْ الْأَدْبَارَ ۚ ثُمَّ

تم کو ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا سی تکلیف، اور اگر تم سے جنگ کریں گے وہ تو پشت پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر

لَا يُصْرُوْنَ ۝ صُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ

ان کی مدد نہ کی جائے گی، جمادی مٹی ان پر ذلت جہاں کہیں بھی پائے جائیں، مگر ایسے سبب سے

مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءٌ وَبِغَضِبِ مِّنَ اللَّهِ وَصُرِبَتْ

جو اللہ کی طرف سے ہو اور ایسے سبب سے جو لوگوں کی طرف سے ہو، اور وہ لوٹ گئے اللہ کے غصہ کو لے کر، اور جمادی مٹی

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۖ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ

ان پر مسکت، یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے اللہ کی آیتوں کے ساتھ

يَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ۖ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

اور وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ (ان میں کچھ مؤمن ہیں) جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ وَكَفَرُوا هُمُ الْفٰسِقُونَ (اور

اکثریت انکی فاسق ہے) یعنی کفر میں ضدی اور سرکش۔

کفار کی معمولی ایذا میں تو رہیں گی:

۱۱۱: لَنْ يَصْرَوْكُمْ إِلَّا آذَىٰ ۖ وَإِنْ يُقَاتِلْوْكُمْ يُوَلَّوْكُمْ الْأَدْبَارَ ۚ ثُمَّ لَا يُصْرُوْنَ۔ (وہ ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

مگر معمولی) یعنی تھوڑی تکلیف جو زبانی طور پر دین میں طعن کرنے کی حد تک ہو۔ یا اسی طرح کی دوسری تکلیف دھمکی وغیرہ۔ وَإِنْ

يُقَاتِلْوْكُمْ يُوَلَّوْكُمْ الْأَدْبَارَ (اگر وہ تم سے لڑ پڑیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں) یعنی شکست کھا کر۔ وہ تمہیں قتل و قید کا نقصان نہ

پہنچا سکیں گے۔ ثُمَّ لَا يُصْرُوْنَ (پھر انکی مدد نہ کی جائیگی) پھر ان کو کسی طرف سے مدد نہ ملے گی اور نہ تم سے بچا سکیں گے۔ اس میں

ان لوگوں کیلئے جو ایمان قبول کرنے والے ہیں تسلی دی۔ کیونکہ ان کو یہ بوداؤنٹ ڈپٹ کرتے تھے۔

خَجُوْا: یہ جملہ ابتدائیہ ہے اس کا عطف جملہ شرطیہ پر ہے۔ یُوَلَّوْكُمْ پر عطف نہیں اگر اس پر عطف ہوتا تو عبارت اس طرح

ہوتی ثُمَّ لَا يُصْرُوْنَ۔

نکتہ: یہ جملہ مستفہ لائے تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کسی صورت میں مدد نہ کریں گے خواہ وہ لڑیں یا نہ لڑیں تقدیر

کلام اس طرح ہے: اَخْبِرْكُمْ اَنَّهُمْ اِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يَنْهَازُموْا اَنْتُمْ اَخْبِرْكُمْ اَنَّهُمْ لَا يُصْرُوْنَ۔ میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ اگر

وہ تم سے لڑائی کرئیے تو شکست کھا جائیں گے پھر میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ انکی مدد نہ کی جائیگی۔

اُمّ: رتبہ میں ترقی کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ ان پر رسوائی کا مسلط ہونا ان کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۱۲: ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ اِنَّ مَا تُقْفُوْا اِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءٌ وَّيَعْصِبُ مِنَ اللّٰهِ وَضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةَ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ضَرَبْتُ (لازم کر دی گئی) عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ (یہود پر ذلت) اِنَّ مَا تُقْفُوْا (جہاں وہ پائے جائیں) اِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے) بِحَبْلِ مِنَ اللّٰهِ محل نصب میں واقع ہے حال ہونے کی وجہ سے اور بامحدوف سے متعلق

ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ الا معتصمین او متمسکین بحبل من اللہ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے

ہوں۔ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ (اور لوگوں کی ذمہ داری سے) الحبل سے مراد عہد و ذمہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر حال میں ذلت ان پر

چھنے والی ہے۔ مگر وہ حالت جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور لوگوں کی ذمہ داری کو تھامنے والے ہوں یعنی ان کو صرف اس طریقے

سے عزت مل سکتی ہے اور وہ انکا جز یہ قبول کر کے ذمہ داری میں آتا ہے۔ وَبَاءٌ وَّيَعْصِبُ مِنَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی

تار فسلکی کو اپنے لیے لازم کر لیا) وَضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةَ (ان پر مسکینی مسلط کر دی گئی) یہ فقر انکی اس بات پر سزا کے طور پر

ہے۔ جو انہوں نے کہی۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اغْنِيَاءُ (۱۸۱۔ ۱۸۲) کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی ہیں۔ یا فقر کا خطرہ

خواہ مالی وسعت سے موجود ہو۔ (جیسے موجودہ دور میں ساری دنیا کا مال اپنے پیٹ میں بھر لیتا چاہتے ہیں۔) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء علیہم السلام

کو ناحق قتل کرتے رہے) ذٰلِكَ کا اشارہ ضرب ذلت و مسکنت اور بواء غضب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور انبیاء

علیہم السلام کے ناحق قتل کی وجہ سے ہوا۔ پھر فرمایا ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اس

میں وہ حد سے گزر گئے) یعنی یہ کفر وغیرہ والا فعل اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مقررہ

حدود پھاند گئے۔

لَيْسُوا سَوَاءً ۚ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ

یہ لوگ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق پر قائم ہے رات کے اوقات میں

أَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ

اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ

امر بالمعروف کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں

وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۚ

اور یہ لوگ صالحین میں سے ہیں، اور یہ لوگ جو بھی کچھ نیک کام کریں گے تو اس کی نافرمانی نہ کی جائے گی

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ متقیوں کو جاننے والا ہے۔

اہل کتاب کی عدل والی جماعت:

۱۱۳: لَيْسُوا سَوَاءً ۚ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ۔ (تمام اہل کتاب برابر نہیں) مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ (اہل کتاب میں)

تخفیف: یہ جملہ متاثر ہے یہ لیسوا سَوَاءً کا بیان ہے جیسا کہ قامرون بالمعروف - کنتم خیرامۃ کا بیان ہے۔ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ (ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہے) ایک مضبوط عادل جماعت ہے یہ قائمہ کا لفظ اقامت العود فقام سے ہے کہ میں نے ککڑی کو سیدھا کیا پس وہ سیدھی ہوگئی۔ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لائے۔ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ آیات اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ أَنَاءَ اللَّيْلِ (رات کے اوقات میں) أَنَاءَ جمع ہے اس کی واحد انی جیسے معنی یا انو جیسے فنو یا انی جیسے نعی۔ وَهُمْ يَسْجُدُونَ (اس حال میں کہ وہ سجدہ کرنے والے ہیں) یسجدون سے مراد نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد نماز عشاء ہے کیونکہ اہل کتاب اس کو نہ پڑھتے تھے۔ بعض نے کہا تہجد کی نماز کو تلاوت قرآن سے تعبیر کیا گیا جو ساعات لیل میں ہوتی ہے۔

مزید اعلیٰ خصائل کا تذکرہ:

۱۱۴: يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ

مِنَ الصَّٰلِحِيْنَ۔ (وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کے دن پر اور امر بالمعروف کرنے والے ہیں) یعنی ایمان اور ابوابِ بر کے ساتھ معروف کا حکم دینے والے ہیں۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور وہ برائیوں سے روکنے والے ہیں) منکر سے یہاں کفر اور شریعت کی دیگر ممنوعات مراد ہیں۔ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (وہ بھلائیوں میں جلدی کرنا لے ہیں) یعنی ان کے فوت ہونے کے خطرہ سے ان کو جلد ادا کرنے والے ہیں۔

يَتْلُونَ اٰرَٓؤُۤهُمُوۡنَ مَّحَلِّ رَفَعٍ مِّسْ اَمَّةٌ كِي صَفَاتِ هِيں۔ تقدیر عبارت یہ ہے امة قائمة، نالون، مؤمنون۔
خصوص صفات کی وجہ:

ان مسلمانوں کی صفات ان خصوصیات سے فرمائی۔ جو یہود میں نہ تھیں جیسے تلاوت آیات اور رات کو سجدہ ریزی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہود کے ایمان باللہ میں کمزوری یہ تھی کہ وہ عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان کر شریک ٹھہراتے تھے۔ اسی طرح رسولوں اور کتابوں اور یوم آخرت کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود بعض کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتے تھے۔ اسی طرح آخرت کے ایمان کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود آخرت کی تعبیر اور انداز سے کرتے تھے۔ اور آپ کی تعریف بھی غلط انداز سے کرتے تھے۔ اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا کیونکہ یہود اس میں بھی مددہنت برتنے والے تھے۔ اور مؤمنوں کی مساعت الی الخیرات کو ذکر کیا کیونکہ یہود بھلائی کے کاموں میں سستی برتنے والے اور رغبت نہ رکھنے والے تھے۔

مساعت فی الخیرات کا مطلب بھلائی میں شدید رغبت اور لگن ہے کیونکہ جو کسی چیز میں رغبت رکھتا ہو وہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرتا ہے۔ وَأُولَٰئِكَ (وہ) جو کہ ان صفات سے موصوف ہیں۔ مِنَ الصَّٰلِحِيْنَ (نیکیوں میں سے ہیں) یعنی مسلمانوں میں سے ہیں۔ یا ان نیکیوں میں سے ہیں جن کے احوال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درست ہیں اور پسندیدہ ہیں۔

خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں:

۱۱۵: وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ۔ (جو بھی وہ بھلائی کریں اس کی نافرمانی نہ کی جائے گی) نحو، قراءت: يَفْعَلُوا اور يُكْفَرُوا دونوں میں یا پڑھی کوئی نے سوائے ابوبکر کے ابو عمرو نے یا اور قاء میں اختیار دیا۔ باقی تمام قراء نے تاء سے پڑھا ہے۔ يُكْفَرُوهُ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اور اگر شکر اور کفر ایک دوسرے کے مقابل آجائیں تو پھر ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ مثلاً کہیں گے شکر النعمة و کفر ہا کیونکہ اس صورت میں یہ محرومی کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ گویا یوں کہا گیا لن تحرموه یعنی تم اس کے بدلے سے ہرگز محروم نہ کیے جاؤ گے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (اللہ تعالیٰ کو تقویٰ والے خوب معلوم ہیں) اس ارشاد میں متقین کو بہت بڑے ثواب کی بشارت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں

اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا

کچھ بھی اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اس کی مثال جو کچھ

يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ

وہ اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک ہوا ہو جس میں سخت سردی ہو جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو بچھ

قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

انہی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا پھر اس کو برباد کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

کفار کو مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے:

۱۱۶: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ہرگز ان کو ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے ذرہ بھر کام نہ دیں گے) وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے)

دنوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال:

۱۱۷: مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ۔ (اس دنیا کی زندگی میں ان کے خرچ کی مثال) یعنی جو وہ مفاخر، مکارم، تعریف کروانے، لوگوں میں اچھا تذکرہ قائم کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں یا وہ مال جو کفر کے باوجود تقرب الی اللہ کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ كَمَثَلِ رِيحٍ (ہوا کی طرح ہے) یعنی ضائع کردہ مال۔ ہوا سے ہلاک شدہ کھیتی کی طرح ہے۔ یا ان کے مال کے ہلاک کرنے کی مثال ہوا کے ہلاک کرنے کی طرح ہے۔ فِيهَا صِرٌّ (جس میں سخت سردی ہو) یہ تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے۔

تجوہ: صر متداء ہے اور خبر ہے موضع جر میں جملہ رباع کی صفت ہے۔ جیسے أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (جیسے ہوا اپنے ایسی قوم کی کھیتی کو جس نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہو) کفر اختیار کر کے۔ فَأَهْلَكَتْهُ (پس وہ ہوا اس کھیتی کو تباہ کر دے) ان کے کفر کی سزا کے طور پر وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کی کھیتی کو تباہ کر کے وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں) ایسے کاموں کا ارتکاب کر کے جو سزا کے سزاوار تھرانے والے ہیں۔ یا اس میں ضمیر کا مرجع منفقین یعنی خرچ کرنے والے ہیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے خرچہ جات کو قبول نہ کر کے ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اس طرح کہ قبولیت پر یقین و اعتماد کر کے خرچ نہیں کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ

اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ لوگ تمہارے بگاڑ میں ذرا بھی کوتاہی

خَبَالًا ۚ وَذُوَا مَا عَنِتُّمْ ؕ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا

نہیں کرتے، ان کو وہ چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف ہو بغض ظاہر ہو چکا ہے ان کے مونہوں سے اور جو کچھ

تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۸﴾

ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اس سے بڑھ کر گھپن ہم نے بیان کر دیں تمہارے لئے آیات اگر تم عقل رکھتے ہو۔

منافق کی دوستی سے ممانعت:

۱۱۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۚ وَذُوَا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ۔

ترجمہ: مسلمانوں کو منافقین کی مخلصانہ دوستی سے منع فرمانے کیلئے نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً (اے ایمان والو! تم ان کو اپنا راز دار نہ بناؤ) بَطَانَةُ الرَّجُلِ سے مراد آدمی کے خصوصی راز دار، قابل اعتماد۔ ان کو بَطَانَةُ الْقَوْبِ سے تشبیہ دی۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ فلاں میرا بہت قریبی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے الانصار شعار والناس دثار (بخاری ۳۳۳۰، مسلم ۱۰۶۱) کہ لوگ میرے لئے بمنزل اوڑھنے کے ہیں اور انصار بمنزل شعار کے ہیں۔ مِّن دُونِكُمْ (اپنوں کو چھوڑ کر) یعنی اپنے ہم جنس مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

تَخْفِي: یہ بَطَانَةُ کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ بَطَانَةُ کائنات میں دُونِکُمْ مجاوزۃ لکم یعنی ایسی راز داری جو دوسروں سے ہو گئے والی ہواپنوں سے تجاوز کر کے۔

لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا (وہ تمہارے بگاڑ میں کمی نہ کریں گے)

تَخْفِي: یہ موضع نصب میں بَطَانَةُ کی صفت ہے یعنی تمہارے دین کے بگاڑنے میں وہ کمی نہ کریں گے۔ کہا جاتا ہے۔ الا فی الامر یا لو وہ معاملے کی پردہ کیوں نہیں کرتا جبکہ وہ معاملے میں کوتاہی کرے۔

النجبال:

لغت میں فساد کو کہتے ہیں۔ تمیز کی وجہ سے خبالاً منصوب ہے یا فی حذف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای فی خبالکم۔ وَذُوَا مَا عَنِتُّمْ (وہ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مشقت میں پڑو) یعنی جو تمہیں دکھ میں مبتلا کرے۔ مَا مصدر یہ ہے۔ العنت، لغت میں شدید ضرر اور مشقت کو کہتے ہیں یعنی وہ تمنا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں تمہارے دین میں نقصان پہنچائیں اور ضرر بھی

هَآأَنُتُمْ أَوَّلَآءُ يُحِبُّوْنَہُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَکُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالکِتَابِ کُلِّہٖؕ وَإِذَا الْقُوْمُ

تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو، اور جب تم سے ملے ہیں

قَالُوْا اٰمَنَّا ۖؕ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمْ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغِیْظِؕ

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ جب آپس میں تنہائیوں میں جاتے ہیں تو مارے غصہ کی جلن کے اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹنے لیتے ہیں،

قُلْ مُوتُوْا بِغِیْظِکُمْؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِؕ اِنَّ

آپ فرما دیجئے کہ مر جاؤ اپنی جلن میں، بے شک اللہ جاننے والا ہے۔ ان سب چیزوں کو جیسوں میں ہیں، اگر

تَمْسَسْکُمْ حَسَنَةٌ سَّوْہُمْؕؕ وَ اِنْ تُصِیْبْکُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِہَاؕؕ وَاِنْ

تم کو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی بری حالت پہنچ جائے تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرَّکُمْ کِیْدُہُمْ شَیْئًاؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی مکاری تمہیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا

مُحِیْطٌ ۝

احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

۱۱۵۱۲

ابتداءً اختتام کا۔

نَحْوُ: یہ جملہ متانفہ ہے اس لئے کہ اس میں ان کو رازدار بنانے کی ممانعت کی علت ذکر کی گئی۔ یہ اس کی طرح ہے۔

منافقین کے بغض کی شدت:

قَدْ بَدَبَ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِہُمْ (کہ بغض تو ان کے منہوں سے ظاہر ہو چکا ہے) کیونکہ وہ اس کو روکنے کا اب اختیار نہیں رکھتے۔ باوجود اپنے نفوس پر کنٹرول کرنے کے۔ کہ ان کے منہ سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں۔ جس سے انکا بغض مسلمانوں کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ وَمَا تَخْفِیْ صُدُوْرُہُمْ (اور جو ان کے سینے چھپانے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے خلاف بغض۔ اُنْکَبَرُ (وہ بہت بڑا ہے) اس سے جو ان سے ظاہر ہوا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ (تحقیق ہم نے تمہارے لیے آیات کو کھول کر بیان کیا) جو دین میں اخلاص کو لازم کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے موالات اور اسکے دشمنوں سے دشمنی کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (اگر تم عقل رکھتے ہو)

توبخ مومنین:

۱۱۹: هَآئِنْتُمْ اَوَّلَآءِ تُجِبُوْنَهُمْ وَلَا يُجِبُوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقَوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلٰیكُمْ الْاَنَاۡمِلَ مِنَ الْغِيْظِ قُلْ مُّوتُوْا بِغِيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّدُوْرِ۔ (دیکھو تم تو وہ ہو کہ منافقین سے موالات کی غلطی:

حجۃ: ہا حرف تنبیہ ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر یعنی تم منافقین اہل کتاب کی موالات میں غلطی کھانے والے ہو۔ تُجِبُوْنَهُمْ وَلَا يُجِبُوْنَكُمْ (تم ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے) اس میں منافقین کے ساتھ موالات کی غلطی ظاہر کی گئی کہ تم اپنی محبت اہل بغض کیلئے صرف کرتے ہو یا اولاء موصول ہے اور اس کا صلہ تُجِبُوْنَهُمْ ہے اور تُوْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ (اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو) کُلِّہ جملہ حالیہ ہے۔ اور اس پر عامل: لَا يُجِبُوْنَكُمْ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لَا يُجِبُوْنَكُمْ وَالْحَالِ اَنْكُمْ تُوْمِنُوْنَ بِکِتٰبِهِمْ کُلِّہ وھم مع ذلک یبغضو نکم فما بالکم تحبونھم وھم لَا یؤمنون بشیء من کتابکم۔ یعنی وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور حال یہ ہے کہ تم انکی ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ اسکے باوجود تم سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تمہاری کتاب میں سے کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے اس میں سخت توبخ ہے کہ جتنے تم لوگ حق پر مضبوط ہو اس سے زیادہ وہ باطل پر سخت ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکتاب کا الف لام جنسی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا تم ہی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ پہلی صورت میں الف لام عہدی ہے۔ وَاِذَا لَقَوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا (جب وہ تم سے ملتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے) یعنی کلمہ توحید کا اظہار کرتے ہیں۔ وَاِذَا خَلَوْا (جب وہ تم سے جدا ہوتے ہیں) یا ایک دوسرے کے ساتھ خلوت میں جاتے ہیں۔ عَصَوْا عَلٰیكُمْ الْاَنَاۡمِلَ مِنَ الْغِيْظِ (وہ غصہ سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں) غصہ اور ندامت والے آدمی کیلئے عض انا مل، بنان، ابھام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی تمہاری سلطنت دیکھ کر شدت غضب سے انگلیاں جباتے ہیں۔

کلمہ بدوعا:

قُلْ مُّوتُوْا بِغِيْظِكُمْ (کہہ دو! اے کافر وہ اپنے غصہ میں مر جاؤ) یہ ان کے خلاف بدوعا ہے کہ اللہ کرے انکا غصہ اتنا بڑھے کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ مراد زیادتی غیظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو مزید قوت دے جس سے انکا غصہ بڑھے۔ اور اس میں ان کی کتنی ہی ذلت و رسوائی ہے۔

اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال و اقوال سے واقف ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ الصُّدُوْرِ (بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جانتے ہیں) وہ جانتے ہیں جو منافقین اپنے دلوں میں بغض و عداوت چھپائے ہوئے ہیں اور جو افعال وہ ایک دوسرے کو ملتے وقت کرتے ہیں وہ ان کے جملہ اقوال میں داخل ہے۔ یعنی اللہ نے فرمایا ان کو اس غصے کی اطلاع دو جسکی بناء پر وہ علیحدگی میں افسوس سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اور انہیں کہیں کہ اللہ

تعالیٰ تو اس سے بھی مطلع ہیں جو چھپائی جانے والی چیزوں میں بہت ہی مخفی ہے اور وہ دل کے اسرار و رموز ہیں۔ پس مت گمان کرو کہ تمہاری کوئی مخفی چیز اس پر پوشیدہ رہ سکتی یا کہنے سے خارج ہے۔ یعنی اے محمد ﷺ ان سے کہہ دیں اور میری اس اطلاع پر جو ان کے راز داروں کے سلسلہ میں دی ہے۔ تعجب نہ کریں کیونکہ میں تو اس سے بھی مخفی ترین کو جانتا ہوں اور وہ ان کے دلوں کے راز ہیں۔

۱۲۰: اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِيبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوا بِهَا۔ وَاِنْ تُصِيبْهُمْ رَاحَةٌ يَّتَقَوْا اَلَا يَصُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْنًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ۔ (اگر تمہیں کوئی بھلائی ملے) حسنہ سے مراد خوشحالی، سرسبزی اور غنیمت و نصرت تَسُؤْهُمْ (وہ ان کو بری لگتی ہے) یعنی اس کا ملنا ان کو غم زدہ کر دیتا ہے وَاِنْ تُصِيبْكُمْ سَيِّئَةٌ (اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے) یعنی بدحالی، تنگ دستی، دشمن کا غلبہ، آیت میں اِس کے الفاظ کو الٹا صابہ کی جگہ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیا تم اس ارشاد الہی کی طرف نظر نہیں کرتے اِنْ تُصِيبْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِيبْكُمْ مَصِيبَةٌ (التوبہ۔ ۵۰) يَّفْرَحُوا بِهَا۔ (وہ اس پر خوش ہوتے ہیں) وہ اس کے پہنچنے پر خوشیاں مناتے ہیں۔

دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کا دامن تھام لو:

وَاِنْ تُصِيبْهُمْ رَاحَةٌ (اور اگر تم صبر کرو) اگر تم انکی عداوت پر صبر کرو وَتَتَّقُوا (اور تقویٰ کے ساتھ رہو) اور انکی موالات سے بچتے رہو۔

دوسری تفسیر: یا تم حکم الہی کی تعمیل میں حاصل ہونے والی مشقتوں پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کے ممنوع کردہ اعمال سے پرہیز کرو۔ لَا يَصُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْنًا (انکی مکاری تمہارا کچھ نقصان نہ کر سکے گی) اس حال میں کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہو۔ مَنِيتُكَ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان کو تعلیم و ارشاد ہے کہ دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔

قول حکماء: ہے کہ اگر تم اپنے حاسدین کو زلا نا چاہتے ہو تو اپنے آپ میں فضیلت کا اضافہ کرلو۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے لَا يَصُرُّكُمْ پڑھا ہے یہ اس صورت میں ضار یضیر بمعنی ضرہ ہوگا۔ یہ واضح ہے ان کے علاوہ قراءت میں اشکال ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط بنتا ہے۔ جواب شرط مجزوم ہونا چاہیے۔ پس مناسب تو تھا کہ راء پر فتح پڑھا جاتا جیسا کہ مفضل نے عاصم سے نقل کیا ہے۔ البتہ راء پر ضمہ ضاد کے ضمہ کی اتباع میں دیا گیا۔ جیسا کہ مُدُّ یا يَاهَذَا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ (یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا)۔

قراءت: یعملون یہ تاء کے ساتھ کھل نے پڑھا ہے یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال جو صبر و تقویٰ کی قسم سے ہیں۔ مُحِيطٌ (احاطہ کرنے والے ہیں) پس تمہارے ساتھ وہ سلوک فرمائیں گے۔ جس کے تم اہل ہو۔ باقی قراء نے یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں تمہاری دشمنی کے سلسلہ میں پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

وَاِذْ عَدُوَّتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّى الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۖ وَاللّٰهُ

اور جب آپ اپنے گھر سے صبح کے وقت نکلے مسلمانوں کو قتال کرنے کے لئے مقامات بتا رہے تھے، اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيْمٌ ۚ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٌ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۚ

سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ بزدل ہو جائیں، اور اللہ ان کا ولی تھا

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۲۷

اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے۔

۱۲۱: وَاِذْ عَدُوَّتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّى الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ۔ (اور جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے) اے محمد ﷺ تم یاد کرو اس وقت کو جب تم مدینہ میں اپنے اہل سے صبح کے وقت نکلے۔ یہاں مراد آپ کا حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احد کی طرف روانہ ہونا ہے۔ تُبَوِّى الْمُؤْمِنِيْنَ (تم مومنوں کو بٹھارہ تھے) یہ حال ہے۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ لڑائی کے مواقع پر، موطن یعنی مینہ، میسرہ، قلب، جناحین، ساق، پراہیمان والوں کو ٹھیک بیٹھا رہے تھے۔ لِلْقِتَالِ یہ تَبَوِّی ءُ سے متعلق ہے۔ اسی تَبَوِّی لِلْقِتَالِ۔ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو خوب سننے والا) اور عَلِيْمٌ تمہاری نیات اور دل کے اسرار کو جاننے والا ہے۔

غزوہ احد کو روانگی بدھ کے روز:

روایت میں وارد ہے کہ مشرکین احد میں بدھ کو آٹھبرے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور مشورہ کیلئے عبداللہ بن ابی کوہمی بلایا۔ اس سے مشورہ طلب کیا تو اس نے کہا آپ مدینہ میں قیام فرمائیں۔ ہم جب بھی دشمن کی طرف نکل کر گئے ہیں۔ تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑا اور جب دشمن ہم پر داخل ہوا تو اس نے شکست کھائی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں اپنے گرد مذبح لگا دیکھی ہے۔ پس میں نے اس کی تاویل بھلائی سے کی ہے۔ اور میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے۔ اس کی تعبیر میں نے شکست سے کی ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کر دیا۔ اس زرہ کی تعبیر میں نے مدینہ سے کی ہے۔ لیکن کچھ لوگ آپ کے سامنے شہادت کا شوق ظاہر کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنا خود پہن لیا۔ پھر وہ شرمسار ہو کر کہنے لگے۔ آپ کو اختیار ہے یا رسول اللہ ﷺ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی پیغمبر کیلئے مناسب نہیں کہ اپنی خود زیب تن کر لے پھر لڑائی سے قبل اس کو اتار دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نماز جمعہ کے بعد روانہ ہوئے۔ اور نینٹے کی صبح احد کی گھاٹی میں پہنچے جبکہ پندرہ شوال ۳ھ تھی۔

بنو حارثہ و بنو سلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت:

۱۲۲: اِذْهَمَّتْ طَّاقُفَتَيْنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلٰى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ اِذْهَمَّتْ (جب ارادہ کیا) یہ اذغذوت سے بدل ہے۔ یا علیم کے معنی نے اس میں عمل کیا ہے۔ طَّاقُفَتَيْنِ مِنْكُمْ (دو گروہوں نے تم میں سے) اس سے مراد انصار کے دو قبیلے بنو سلمہ جو خزرج کی شاخ تھی اور بنو حارثہ جو ادس کی شاخ تھی مراد ہیں۔ آپ ﷺ احد کی طرف ایک ہزار لڑنے والوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جبکہ مشرکین مکہ کی نفری تین ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اور آپ ﷺ نے ان سے جبرے رہنے کی صورت میں فتح کا وعدہ فرمایا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی لشکر کا تیسرا حصہ اپنے ساتھ لیکر واپس لوٹ گیا اور یہ کہا ہم اپنی جانوں اور اولادوں کو کیوں کنوائیں؟ بنو حارثہ و بنو سلمہ نے بھی اسکے پیچھے جانے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات سے محفوظ کر لیا۔ پس وہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ اَنْ تَفْشَلَا (یہ کہ ہمت ہار دیں) وہ جبن و ضعف کی وجہ سے بزدلی اختیار کریں۔ الفشل نامردی اور بزدلی کو کہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا (اور اللہ تعالیٰ انکا محب و ناصر تھا) یا ان کے معاملے کا مالک تھا۔ پھر وہ کیوں بزدلی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کیوں کبر و سہ نہیں کرتے؟ وَعَلٰى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے)۔ یعنی انکا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسی ہی پر بھروسہ کریں اور اپنے تمام معاملات کو اسی ہی کے سپرد کریں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ ہم نے ارادہ نہ کیا ہوتا جو ہم نے کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ وہ ہمارا ولی و کار ساز ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور بلاشبہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی، حالانکہ تم کمزور حالت میں تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار ہو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ

جب آپ مؤمنین سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۚ اِنْ تَصِيْرُوْا وَتَتَّقُوْا وَاٰتٰوْكُمْ مِّنْ

مدد فرما دے جو اتارے گئے ہوں۔ ہاں اگر تم مبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور دشمن تم پر فوراً

قُوْرِهِمْ هٰذَا يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

آپنی تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ، جن پر نشان لگے ہوئے ہوں گے،

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ اِلَّا بُشْرٰى لَّكُمْ وَلَتَطْمِئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهِ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِّنْ

اللہ اللہ نے یہ مدد صرف اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو۔ اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں۔ اور مدد نہیں ہے مگر صرف

عِنْدَ اللَّهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِّيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ

اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔ تاکہ کافروں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا ان کو ذلیل کر دے

فَيَنْقَلِبُوْا خٰٓبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

تو وہ واپس ہو جائیں محروم ہو کر۔

زبط: ۱۲۳: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اس میں بدر کا واقعہ یاد دلایا جو موجب توکل تھا۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی جب کہ وہ کمزور بھی تھے اور تعداد میں بھی کم تھے۔ بدر کی یاد دہانی:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ (البتہ تحقیق تمہاری اللہ بدر میں مدد فرما چکا) بدر۔ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک کنواں ہے۔ جس کو بدر نامی آدمی نے کھدوایا تھا۔ یا احد کے بعد بدر کا ذکر کیا تاکہ صبر و شکر جمع ہو جائیں۔

قلت کی کیفیت:

وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (اور تم تعداد میں کم تھے) مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) سے تین سو انیس (۳۱۹) کے درمیان تھی جبکہ

دشمن ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ اور سامان کی کمزوری کا حال یہ تھا کہ پانی بردار اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جنگی تعداد اکل ستر تھی اور ایک گھوڑا تھا۔ حالانکہ دشمنوں کے پاس سو گھوڑے۔ اسلحہ اور شان و شوکت تھی۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اِذْ لَقَّیْہُمْ بِرُوزْنِ اَفْعَلَةٍ جمع قلت ذکر کیا تاکہ سوار یوں اور ہتھیاروں کی کمی کے اظہار کے ساتھ مسلمانوں کی قلت تعداد کا بھی اظہار ہو۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ (تم اللہ سے ڈرو) تم اپنے رسول ﷺ کے ساتھ ثابت قدمی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (تاکہ تم شکر ادا کرو) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فتح عنایت فرمائی ہے۔ شکر یہ کا طریق ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس میں بتلادیا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی طرف رغبت شکر یہ کی غرض سے ہونی چاہیے۔

دوسرا بدل:

۱۲۴: اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یُکْفِیْکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِقَلْعٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزِلِیْنَ۔ (جب تم ایمان والوں کو کہہ رہے تھے)

خُفُو: یہ نصرت تم کا ظرف ہے۔ اس طور پر کہ بدر کے دن ان کو فرمایا، مطلب یہ ہوا کہ اس نے تمہاری مدد کی جبکہ تم یہ کہہ رہے تھے۔ یا اذ غدوت سے دوسرا بدل ہے۔ اس طور پر کہ احد کے دن ان کو فرمایا۔ اَلَنْ یُّکْفِیْکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِقَلْعٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزِلِیْنَ (کیا کافی نہیں کہ تمہاری امداد کرے اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو اتار کر)

استفہام انکاری:

قرأت: شامی نے مُنْزِلِیْنَ پڑھا۔ البیہی نے مُنْزِلِیْنَ پڑھا اور مراد منزلیں النصرۃ بتلائی۔

مطلب آیت کا یہ ہے اَلَنْ یُّکْفِیْکُمْ استفہام انکاری ہے کیا تمہیں تین ہزار فرشتوں کی امداد کافی نہیں، یعنی کافی ہے۔ نکتہ: اَلَنْ نَمِی تاکید کا لاکرا اشارہ کر دیا کہ مسلمان اپنی کمزوری اور قلت تعداد اور دشمن کی کثرت و قوت کو دیکھ کر فتح سے گویا ناامید تھے۔ (ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آئی)

۱۲۵: بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ قُوْرِهِمْ هَٰذَا یُمِدُّکُمْ رَبُّکُمْ بِخُمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔

فوری و کافی مدد:

بَلٰی (کیوں نہیں) نفی تاکید بَلٰی کے بعد بَلٰی کو ایجاب کے لیے لائے کہ اتنے فرشتوں سے امداد تمہارے لیے کافی ہے پس کفایت کو لازم کر دیا۔ پھر فرمایا اِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو) اِنْ تَصْبِرُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو) اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے بچو۔ وَیَاْتُوْکُمْ (اور وہ لوگ تم پر آئیں گے) اور تمہارے پر مشرکین مِّنْ قُوْرِهِمْ هَٰذَا (اسی دم) آئیں۔ یہ قور کا لفظ فار القدر سے لیا گیا جبکہ وہ جوش مارے تیزی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ پھر اس سے اس حالت کی تعبیر کی جاتی ہے جس میں دیر نہ ہو۔ اور کسی دوسری طرف توجہ نہ کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ خروج من فور وہ فوراً نکل گیا۔ جیسا کہ تم اس طرح کہتے ہو۔ خروج من مساعنہ ولم یلبث کہ وہ اسی گھڑی بلا روکے نکل گیا۔ کرنی پیسید کے قول میں یہی معنی ہے۔ الا مر

المطلق على الفور لا على التراخي۔ کہ امر مطلق کی تعمیل اسی گھڑی لازم ہے تاخیر کرنا جائز نہیں۔ اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر وہ تمہاری اسی گھڑی میں آگئے۔ ہذا یُعِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِعَمْسَةِ اللَّفِّ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری یہ امداد فرمائے گا) یعنی ان کی آمد کی صورت میں فرشتوں کی آمد ان کے آنے سے متاخر نہ ہوگی حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جلد جلد مدد کرے گا۔ اور تمہیں فتح میسر فرمائے گا اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو گے۔

نشان دار گھوڑے:

مُسَوِّمِينَ (نشاندار)

قراءت: مُسَوِّمِينَ واؤ کے کسرہ کے ساتھ کی ابو عمرو، عاصم، سہل نے معلمین انفسہم اپنے نفوس کو ظاہر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کو ایسی علامت سے ظاہر کرنے والے ہونگے جس سے وہ لڑائی میں پہچانے جائیں گے۔ السومة علامت کو کہا جاتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ سفید اون کا نشان اپنے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر لگانے والے ہونگے۔

دوسرے قراء نے واؤ کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ نشان زدہ ہونگے۔ کبھی کا قول یہ ہے وہ زرد رنگ کے عمامے پہنے ہوئے ان کے پلے اپنے کندھوں پر لگانے والے ہونگے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا عمامہ بدر کے دن زرد رنگ کا تھا۔ فرشتے بھی زرد عماموں میں نازل ہوئے۔ قتادہ کا قول یہ ہے کہ تین ہزار پھر پانچ ہزار فرشتے اترے۔

فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے:

۱۲۶: وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا لَّكُمْ وَلَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔ (اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو بنایا) اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو خوشخبری بنایا۔ ہ کی ضمیر اس امداد کی طرف راجع ہے۔ جو ان بمددکم سے ثابت ہوئی۔ إِلَّا بُشْرًا لَّكُمْ (خوشخبری تمہارے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتوں سے مدد صرف اس لئے دی تاکہ تمہیں فتح کی بشارت ہو۔ وَلَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ (تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں) جس طرح یکینہ بنی اسرائیل کے لئے بشارت نصرت تھی اور دلوں کے اطمینان کا باعث تھی۔ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (اور درحقیقت فتح اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے) نہ لڑنے والوں کی طرف سے اور نہ ملائکہ کی طرف سے۔ لیکن یہ وہ چیز ہے۔ جس سے مدد کی امید اور رحمت کی طمع مضبوط تر ہوتی ہے۔ الْعَزِيزِ (زبردست) وہ ذات جس کے فیصلوں میں اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ الْحَكِيمِ (حکمت والا) جو کہ اپنے اولیاء کو مدد دیتا ہے اور دشمن کے ساتھ جہاد سے انکی آزمائش کرتا ہے۔

قتل کفار کی بشارت:

۱۲۷: لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ أَوْ يَكْبِتُنَّهُمْ فَيَنْقَلِبُوا۟ خَائِبِينَ (تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دے) قتل و قید کے ذریعے چنانچہ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور ستر سوار قید ہوئے۔ لَيَقْطَعَنَّ کی لام۔ نمبر ۱۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ سے متعلق ہے یا نمبر ۲۔ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ سے متعلق ہے یا نمبر ۳۔ یُعِدُّكُمْ رَبُّكُمْ سے متعلق ہے۔

أَوْ يَكْبِتُنَّهُمْ یا انکو رسوا کرے اور شکست سے غصہ دلا کر لوٹائے۔ الکبت۔ دراصل شدید بزدلی جو دل میں رچ جائے اور اسکی

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿۱۳۸﴾

آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے، اللہ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظلم کرنے والے ہیں،

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ مغفرت فرماتا ہے جس کی چاہے اور عذاب دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

جس کو چاہے۔ اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وجہ سے آدمی منہ کے بل گر جائے۔ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ پس وہ اپنے شہروں کو اس حالت میں لوٹیں کہ اپنے مقصد میں ناکام ہوں۔

تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے:

۱۳۸: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ۔ (آپ کو اس امر کا کوئی اختیار نہیں)

خَجُوْرٌ: لَيْسَ کا اسم شئیء ہے اور لَكَ اسکی خبر ہے اور مِنَ الْأَمْرِ یہ شئیء کا حال ہے کیونکہ وہ مفت ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے۔ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کرے) خَجُوْرٌ: اس کا عطف لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَوْ يَكْتَسِبُهُمْ پر ہے۔ اور لَيْسَ لَكَ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حاکم ہو گیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے معاملے کا مالک ہے خواہ ان کو ہلاک کر دے یا شکست سے دو چار کرے یا انکی توبہ قبول کر لے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ (یا ان کو عذاب دے) اگر وہ کفر پر مصر رہیں اور آپ کو ان کے معاملے کا کچھ اختیار نہیں۔ آپ تو مبعوث بندے ہیں تاکہ ان کو ڈرائیں اور ان سے جہاد کریں۔

خَجُوْرٌ: فراء نحوی کے ہاں او۔ حَتّٰی کے معنی میں ہے۔ اور ابن عسّٰی کے نزدیک اِلَا ان کے معنی میں ہے۔ جیسا تم کہو: لَا لَزَ مِنْكَ اَوْ تَعْطِيْنِي حَقِّيْ۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوگا۔ آپ کو ان کے معاملے میں کچھ اختیار نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کر لے پس آپ انکی حالت پر خوش ہوں۔ یا پھر ان کو سزا دے تاکہ ان سے پلڑا چھوٹ جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق بددعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان لائیں گے۔

فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (پس بے شک وہ ظالم ہیں) یعنی مستحق سزائیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت عامہ:

۱۳۹: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا

اے ایمان والو! مت کھاؤ سود چند در چند بڑھا کر اور اللہ سے

اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور ڈرو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور جلدی آگے بڑھو مغفرت کی طرف

مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۝ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝

جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اور جنت کی طرف جس کا عرض ایسا ہے جیسے تمام آسمان اور زمین، وہ تیار کی گئی ہے متقین کے لئے

ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے نہ کہ آپ کے کیونکہ آسمان وزمین اس کی ملکیت ہے۔ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ (وہ جس کو چاہیں بخش دیں) یعنی ایمان والوں کو۔ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ (اور عذاب دیں جس کو چاہیں) یعنی کفار کو۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے کا رحمت کرنے والے ہیں)

سود کی مذمت:

۱۳۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود و نا دو گنا) قراءت: مُّضَاعَفَةً عین کی تشدید سے کئی و شامی نے پڑھا ہے۔ اس آیت میں رباً سے ممانعت کی گئی ہے اور دونا، دو گنا سود لینے کی جو رسم ان میں پائی جاتی تھی۔ اسکی مذمت کی انکا حال یہ تھا کہ جب قرض اپنے وقت کو پہنچ جاتا تو قرض خواہ کہتا یا تو میرا حق واپس کر یا پھر سود دے اور مدت میں اضافہ کروالے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (تم اسکے کھانے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

سب سے زیادہ خوف والی آیت:

۱۳۱: وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (اور تم بچو اس آگ سے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی)

ارشاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قرآن مجید میں سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت یہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خلاف ورزی احکام کی صورت میں اس آگ سے ڈرایا ہے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اپنی رحمت کی امید واری کو خدا اور رسول کی اطاعت سے وابستہ کیا اس طرح کہ واطیعوا اللہ و الرسول لعلکم ترحمون (کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔

الَّذِينَ يُفْقُونَ فِي السَّارِّ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ

جو خرق کرتے ہیں خوشی میں اور تلخی میں، اور جو ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو، اور جو لوگوں کو

عَنِ النَّاسِ ۖ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۹﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً

معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے، اور وہ لوگ جنہوں نے جب کوئی بُرا کام کیا

أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرْ

یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی اور گناہوں کو کون

الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾

بخشنے کا سوائے اللہ کے اور انہوں نے اپنے گناہ پر اصرار نہیں کیا۔ اور وہ جانتے ہیں،

اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے:

۱۳۲: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے) مَنْ يَنْتَظِرْ ۚ اس آیت میں مرجع فرقہ کی اس بات کی تردید ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں اور آگ سے بالکل اہل ایمان کو سزا نہ دی جائے گی۔

ہم اہلسنت کے نزدیک کفار کے علاوہ گناہگار ایمان والوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن بالآخر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

مفسرین رحمہم اللہ کا ارشاد:

لعل اور عسی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مواقع پر تحقیق کیلئے آتا ہے یعنی ہم آمیز امید کیلئے ہے عارف کامل سے یہ بات مخفی نہیں کہ تقویٰ کا راستہ کتنا باریک و دقیق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالینا کتنا مشکل ہے۔ اور اس کی رحمت و ثواب تک پہنچنے میں کتنا وقار اور بلندی ہے۔

مسارعت مغفرت و جنت:

۱۳۳-۱۳۴: وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ۔ الَّذِينَ يُفْقُونَ فِي السَّارِّ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف) مدنی اور شامی نے واو کے بغیر سَارِعُوا پڑھا ہے اور جملہ مستانہ قرار دیا۔ دیگر قراء

نے واؤ کو قائم رکھ کر ماقبل پر عطف کیا ہے۔ المسارعة الى المغفرة والجنة کا مطلب ایسے اعمال کی طرف متوجہ ہونا جو ان دونوں تک لے جانے والے ہوں۔ پھر ان اعمال میں کئی اقوال ہیں۔ نمبر ۱۔ پانچوں نمازیں نمبر ۲۔ تکبیر اولیٰ۔ نمبر ۳۔ اطاعت۔ نمبر ۴۔ اخلاص۔ نمبر ۵۔ توبہ نمبر ۶۔ حمد۔ نمبر ۷۔ جماعات۔ عَرْضُهَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الحدید: ۲۱) اصل مقصود اس کی وسعت و پھیلاؤ کو بیان کرنا ہے۔ اس لئے لوگوں کے علم میں جو سب سے بڑی وسیع چیز ہے۔ اس کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور عرض کو خصوصاً ذکر کیا کیونکہ وہ طول سے عادتاً چھوٹا ہوتا ہے تاکہ مبالغہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ اگر ساتویں آسمان اور ساتویں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں تو جنت کا عرض بنے گا۔

روایات جنت کی عمدہ تطبیق:

اور یہ جو روایات میں وارد ہے کہ جنت ساتویں آسمان میں ہے۔ یا چوتھے آسمان میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت اس جہت میں واقع ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ چوتھے یا ساتویں آسمان میں ہے۔ جیسا کہ کہا جائے، فی الدار بستان جبکہ وہ اس سے بڑا ہو کیونکہ اس کا مقصد بارغ کے دروازہ کا مکان کی طرف ہونا مراد ہے۔

أُعِدَّتْ (تیار کی گئی) یہ جنت کی صفت ہونے کی بناء پر موضع جرم میں واقع ہے۔ یعنی وسیع تیار شدہ جنت، لِلْمُتَّقِينَ (وہ متقین کیلئے) ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ المتقی سے مراد۔ نمبر ۱: شرک سے بچنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَنَّةٌ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ۔ (الحدید: ۲۱) اور جنت جس کا عرض آسمان و زمین کے عرض کی طرح ہے وہ ان لوگوں کیلئے بنائی گئی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ نمبر ۲۔ دوسرا قول گناہوں سے بچنے والا متقی ہے۔ پس اگر دوسرا قول مراد ہو تو پھر بغیر عقوبت جنت میں جانا مراد ہوگا۔ اور اگر اول مراد لی جائے تو وہ بھی انجام کار ہوگی۔ الَّذِينَ يَنْفَقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ (جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں)۔

قرأت ونحو:

اگر وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً پر عطف ڈال کر الَّذِينَ يَنْفَقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ کو مبتداء قرار دیا جائے اور اُولَئِكَ کو خبر بنایا جائے۔ تو یہاں وقف ہوگا۔ اور سراء، ضراء میں خرچ سے مراد تنگدستی و خوشحالی میں خرچ کرنا ہوگا۔۔۔ نمبر ۲۔ اگر الَّذِينَ يَنْفَقُونَ کو متقین کی صفت قرار دیا جائے اور وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا کا عطف اس پر ڈالا جائے۔ پھر وقف نہ ہوگا اور مطلب آیت کا یہ بنے گا وہ جنت متقین اور تائبین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت تو متقین اور تائبین کیلئے بنائی گئی ہے اصرار کرنے والوں کیلئے نہیں۔

جواب: یہ درست ہے کہ ان دونوں قسم کے لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہو پھر محض فضل و غنا الہی سے دوسرے بھی داخل ہو جائیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اَعَدَّتْ هَذِهِ الْمَانِدَةُ لِلْأَمِيرِ کہ یہ دسترخوان امیر کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات اسکے پیروکار بھی اس کو کھا لیتے ہیں۔ کیا اس ارشاد خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (آل عمران: ۱۳۱) کہ تم اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ پھر بالاتفاق ثابت ہے کہ کافروں کے علاوہ عصاة مؤمن بھی اس میں داخل ہونگے۔

نکتہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے انفاق کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ کیونکہ نفس پر یہ انتہائی گراں چیز ہے۔ اور اسکے اخلاص کی نشاندہی کرنے والا ہے۔ اور اس زمانہ میں دشمن سے جہاد کے سلسلہ میں عظیم ترین اعمال میں سے تھا۔ اور مسلمان فقراء کی ہمدردی کے پیش نظر بھی اس کی شدید حاجت تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ہر قسم کے حالات میں انفاق مراد ہے۔ کیونکہ ایسا انفاق تنگدستی و خوشحالی ہر دو مواقع کو شامل ہوگا۔

غصہ پینے والے کا مرتبہ:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ (اور غصے کو پی جانے والے) یعنی پورا کرنے کی بجائے غصے کو روکنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کظم الغریبہ۔ جبکہ وہ محک کو بھر لے اور اسکے منہ کو مضبوطی سے باندھ دے۔ اور اسی سے کظم الغیظ بنا ہے۔ غصے کو صبر کی وجہ سے تمام لے اور اس کا اثر بالکل ظاہر نہ ہو۔ الغیظ دل کی حرارت کا غصہ سے بڑھنا۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس نے اپنے غصے کو روک لیا ایسی حالت میں کہ وہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے دل کو امن و ایمان سے بھر دیتے ہیں۔

(رواہ ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ)

معافی کی فضیلت:

وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ (اور وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں) یعنی جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس سے مؤاخذہ نہیں کرتے۔ روایت میں آیا ہے جس کو بیہوشی نے نقل کیا کہ قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس معاف کرنے والوں کے سواء اور کوئی نہ اٹھے گا۔ (بیہقی فی الشعب) ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے رشید کیلئے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی پر غضبناک ہے۔ پس اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والے پسند ہیں)

نکحہ: الْمُحْسِنِينَ میں الف لام جنسی ہے۔ ان مذکورہ بالا اور تمام محسنین کو شامل ہے۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اس سے انہی مذکورہ بالا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ برائی کرنے والے سے بھلائی کرنا احسان ہے۔ اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا تو تجارت ہے۔

تا تب پر شیطان کا نالہ:

۱۳۵: وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ، (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفوس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں۔ پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً - (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر گزرتے ہیں) نَجَحُوا: نفع لہ۔ کا وزن قباح کو از انداز زائد دکھانے کیلئے آتا ہے۔ اور وَالَّذِينَ یہ مبتداء اور اول شک خبر ہے۔

أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (یا وہ اپنے نفوس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں) قول نمبر ۱۔ الفاحشہ سے مراد کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے مراد صغیرہ۔ قول نمبر ۲۔ فاحشہ سے زناء اور ظلم نفس بوس و کنار، لیس وغیرہ۔ ذَكَرُوا اللَّهَ (وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں) یعنی زبان سے یا ان کے دل ان کو توبہ پر آمادہ کرتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ (پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان رونے لگا وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخشے گا۔

نَجَحُوا: مَنْ مبتداء، يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ اس کی خبر ہے۔ یغفر کی ضمیر من کی طرف راجع ہے اور إِلَّا اللَّهُ یغفر کی ضمیر سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَلَا أَحَدٌ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے اس میں بندوں کو توبہ کی طرف متوجہ کیا گیا اور ترغیب دلائی گئی اور تا امید و مایوسی کی ممانعت کی گئی اور توبہ کرنے والے کیلئے وسعت رحمت اور قرب مغفرت کو بیان کیا اور بتلایا کہ خواہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی معافی اس سے عظیم تر اور اس کا کرم عظیم تر ہے۔

عدم اصرار کا فائدہ:

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا (وہ اپنے قبیح افعال پر قائم نہیں رہے) الاصرار قائم ہونے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ گناہ کی طرف ستر مرتبہ لوٹ کر گیا ابوداؤد، الترمذی۔ دوسری روایت میں ہے استغفار کرنے سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کی موجودگی میں صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے) مسند فردوس للذیلمی وَهُمْ يَعْلَمُونَ (اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں)

نَجَحُوا: نَمَرًا۔ یہ وَلَمْ يُصِرُّوا کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ غلطی ہے اس پر اصرار نہیں کیا۔

نمبر ۲۔ یہ مستقل جملہ ہے اور يعلمون کا مفعول محذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے گناہوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ بخشے گا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا

یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ مغفرت ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنَعْمَ اَجْرُ الْعَمٰلِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

نہریں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے

سُنَنٌ فَيَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَاَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُكَذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾

ہیں لہذا تم چلو زمین میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

هٰذَا بَيٰٓاٰنٌ لِّلنَّاسِ وَهٰدٰى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۰﴾

یہ بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقوں کے لئے۔

بخشش کے مستحقین:

۱۳۶: اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنَعْمَ اَجْرُ الْعَمٰلِيْنَ۔
(جسکی مذکورہ بالا صفات ہیں)۔ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (انکا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے) انکی توبہ کے سبب وَجَنَّتٌ (اور باغات) اس کی رحمت کے باعث۔ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنَعْمَ اَجْرُ الْعَمٰلِيْنَ (جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور کام کرنے والوں کا بدلہ بہت خوب ہے)

بخشش: نعم کا مخصوص بالمدرج محذوف ہے اور وہ ذلک ہے یعنی مغفرت اور جنت۔

شأن نزول: نمبر ۱۔ یہ آیت ایک کھجور فروش کے متعلق اتری جس کے پاس ایک عورت کھجور لینے کیلئے آئی اس نے کہا میرے گھر میں اس سے زیادہ عمدہ کھجوریں ہیں۔ اس کو اپنے گھر میں اس بہانے سے داخل کیا اور پھر اپنے جسم سے اس کو چمٹایا اور بوسہ یا مگر پھر شرمندہ ہوا۔

نمبر ۲۔ ایک انصاری کو ایک ثقفی نے اپنے گھر والوں کا گناہ بنایا۔ (اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے مابین بھائی چارہ کروایا تھا) جب وہ ثقفی جہاد میں چلا گیا۔ وہ انصاری اسکے گھر آیا اور اس کی بیوی کو دیکھا تو اس کو بوسہ دیا۔ پھر اس پر شرمسار ہوا۔ اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا۔

سنن کی مراد و قائل:

۱۳۷: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَيَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَاَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُكَذِبِيْنَ۔ قَدْ خَلَتْ (تحقیق

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾

اور ہمت نہ ہارو اور غمتیں نہ ہو اور تم ہی بلند ہو گے اگر تم مؤمن ہو۔

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ

اگر تم کو زخم پہنچ گیا تو تمہاری مقابل قوم کو اس جیسا زخم پہنچ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں

نُذَاوِلْهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلَيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ

جنہیں ہم باری باری بدلے رنج میں لوگوں کے درمیان، اور تاکہ اللہ جان لے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور بنا لے تم میں سے

شُهَدَاءَ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴﴾ وَلِيَمَجِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

شہادت پانے والے، اور اللہ پسند نہیں فرماتا ظالموں کو۔ اور تاکہ پاک صاف کرے ایمان

آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۵﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

والوں کو، اور مٹا دے کافروں کو، کیا تم نے یہ خیال کیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی

يَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ

معلوم نہیں کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرنے والے ہیں تم میں سے، اور تاکہ وہ جان لے ثابت قدم رہنے والوں کو، اور اس میں شک نہیں کہ تم لوگ

تَمْتَمُونَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۷﴾

موت کے سامنے آنے سے پہلے اس کی آرزو کرتے تھے، سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا اس حال میں کہ وہ آگھوں کے سامنے ہے۔

گزرے) مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَّ تَم سے پہلے طریقے۔ اس سے مراد جھٹلانے والی امتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والے وقائع ہیں۔ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ (پس زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) پھر ان سے عبرت حاصل کرو۔

۱۳۸: هَذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ۔ هَذَا يٰ۔ یعنی قرآن ایمان تقدم ذکر کا مفہوم مشا راہ ہے۔ بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى (لوگوں کیلئے بیان وضاحت اور ہدایت ہے یعنی راہنمائی ہے) وَمَوْعِظَةٌ (اور نصیحت ہے) یعنی ترغیب و ترہیب ہے۔ لِّلْمُتَّقِينَ (بچنے والوں کیلئے) جو شرک سے بچتے ہیں۔

نکالیف اُحد پر تسلی:

۱۳۹: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ وَلَا تَهِنُوا (تم سستی نہ کرو) جہاد سے اس بناء پر کہ تم کو

شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ وَلَا تَحْزَنُوا (اور نہ غم کرو) اس غنیمت پر جو تم سے فوت ہوگئی یا اپنے میں سے شہید ہونے والوں پر یا آنے والے زخموں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ اور ایمان والوں کیلئے تسلی ہے۔ ان تکالیف پر جو غزوہ احد کے موقع پر پیش آئیں اور ان کے دلوں کو تقویت دی جا رہی ہے۔

علو کی تفسیر:

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ (حالانکہ تم ان سے اعلیٰ اور اغلب ہو) کیونکہ تم نے بدر میں ان کے زیادہ آدمی قتل کیے انکی نسبت جتنے احد میں تمہارے قتل ہوئے۔

دوسری تفسیر: اور تم ہی بلند رہو گے مدد کا میابی کے ساتھ جو آخر میں تمہیں میسر آئی۔ وہ ان کے لئے بلندی اور غلبے کی بشارت تھی۔ جیسا الصافات کی۔ آیت نمبر ۱۸۳ میں فرمایا: وَإِنْ جُنْدُ النَّالِیُّونَ کہ ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔

نمبر ۳۔ تم شان کے اعتبار سے بلند ہو کیونکہ تمہارا قتال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے اور اس کی بات بلند کرنے کیلئے ہے اور انکی لڑائی شیطان کیلئے اور کفر کی بات کو اونچا کرنے کیلئے تھی۔

نمبر ۴۔ تم شان کے لحاظ سے بلند ہو کیونکہ تمہارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں۔ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اگر تم مؤمن ہو۔

تفسیر اول: یہ لَا تَهِنُوا کی نبی سے متعلق ہے مت سستی کرو اگر تمہارا ایمان صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کی صحت تو قوت قلب کو لازم کرتی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کو مضبوط کرتی ہے اور دشمنوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرنے پر براہیختہ کرتی ہے۔

تفسیر دوم: یہ اعلو سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم بلند ہو اگر تم تصدیق کرنے والے ہو ان باتوں پر جن کا اس نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جس غلبے کی وہ بشارت دیتے ہیں۔

تسلی مؤمنین:

۱۴۰: اِنْ يَمْسِكُ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نَذَائِهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ اِنْ يَمْسِكُ قَرْحٌ (اگر تم کو زخم لگا)

قراءت: قَرْح تمام مقامات پر پڑھا جائے گا۔ حفص کے علاوہ دیگر تمام کوئی قراء کے ہاں۔ قَرْح حفص اور دیگر تمام قراء نے پڑھا۔ یہ دو لغتیں ہیں جیسا کہ ضعف اور ضعف۔

بعض نے کہا۔ قَرْح ہو تو معنی زخم اور قَرْح ہو تو معنی زخم کی ٹیس۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ (پس تحقیق قوم کو اسی طرح کا زخم پہنچا) یعنی اگر انہوں نے تمہارے کچھ آدمی قتل کیے تو تم اس سے پہلے بدر کے دن ان کے زیادہ آدمی قتل کر چکے۔ پھر بھی اس بات نے ان کے دلوں کو کمزور نہ کیا اور تمہارے ساتھ دوبارہ لڑائی کرنے سے نہ روکا۔ پس تمہیں تو بدر جہ اولیٰ کمزوری نہ دکھانی

چاہیے۔ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نَذَائِهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ آیات فتح ہم لوگوں کے درمیان باری باری گھماتے رہتے ہیں)

وَتِلْكَ الْآيَاتُ مُبْتَدَأُوهَا اس کی خبر ہے۔

نُذَّوْلُهَا کا معنی پھیرنا ہے۔ بین الناس یعنی نعمتیں اور سزائیں کبھی ایک قوم کو اور کبھی دوسری قوم کو۔ جیسا شاعر (نمر بن تولب) کے اس شعر میں ہے۔

فِيَوْمًا عَلَيْنَا وَيَوْمًا لَنَا ☆ وَيَوْمًا نَسَاءُ وَيَوْمًا نُسْرُ

ایک دن ہمارے خلاف اور ایک دن ہمارے حق میں۔ اور ایک دن تکلیف دیئے جاتے ہیں جبکہ دوسرے دن خوش کیے جاتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت اول:

وَلْيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا (تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے ایمان والوں کو) یعنی یہ تبادلہ کئی قسم کی حکمتوں کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ جو مومن صبر اور ثبات ایمان کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ممتاز ہو چکے ہوں ان کو ہم جان لیں جس طرح کہ انکا وجود سے قبل جاننا ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ (اور تاکہ کچھ لوگوں کو شہادت سے بہرہ ور کر دے) مراد اس سے احد کے طالبین شہادت تھے یا تم میں سے ایسے شہداء کا انتخاب کر لے جو قیامت کے دن امتوں پر گواہی کے لائق ہوں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ ۱۴۳ میں فرمایا۔

وَلْيَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ ۱۴۳) وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو تعلیل والے جملے کے درمیان لایا گیا۔

تفسیر آیت کی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو ان لوگوں میں سے نہیں جو ایمان پر ثابت قدمی اختیار کرنے والے ہیں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اور منافقین و کفار ہی ایسے ہو سکتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت دوم:

۱۴۱: وَلْيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُمَحِّقَ الْكُفْرِينَ۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو گناہوں سے پاک کر دے) التَّمْحِصُ تطہیر و تصفیہ کو کہتے ہیں۔ وَيُمَحِّقُ الْكُفْرِينَ (اور کافروں کو مٹا دیں) اور ان کو ہلاک کر دیں یعنی اگر کفار کو مسلمانوں پر غلبہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے امتیاز کرنے اور شہید بنانے اور گناہوں سے ان کو پاک کرنے کیلئے ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کفار پر غلبہ کافروں کو گھٹانے اور انکا نام و نشان مٹانے کے لئے ہوتا ہے۔

جنت میں داخلہ بلا جہاد و مجاہدہ نہیں:

۱۴۲: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمِ الضَّيِّقِينَ۔ (کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے) یہ استفہام انکاری ہے اور اُمّ منقطعہ ہے۔ یعنی مت ایسا خیال کرو۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا

مِنْكُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مجاہدوں کا ابھی تک امتیاز نہیں کیا) یعنی ابھی تک تم نے جہاد نہیں کیا کہ تمہارا مجاہد ہوتا معلوم ہوتا کیونکہ علم کا تعلق تو معلوم سے ہے۔ تو نفی علم کو نفی متعلق علم کی جگہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ علم کی نفی سے متعلق علم کی نفی خود ہو جائے گی جیسا کہ کہا جائے ماعلم اللہ فی فلان خیر! یعنی اس میں کوئی خیر ہے ہی نہیں جو معلوم ہو اور یہاں لہذا، لم کے معنی میں ہے البتہ اس میں کچھ توقع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ پس گزشتہ میں جہاد کی نفی کر رہا ہے۔ اور مستقبل میں اسکے ہونے کی توقع ظاہر کر رہا ہے۔ وَیَعْلَمُ الصَّیِّرِینَ (اور معلوم کرے صبر کرنے والوں کو)

خُجُوفٍ: یَعْلَمُ اللّٰهُ اَنْ مَضْرُہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور واؤ جمع کیلئے ہے جیسا کہتے ہیں لا تاكل السمک و تشرب اللبن۔ یعنی دودھ اور مچھلی ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔ یا یَعْلَمُ پر جزم ہو یَعْلَمُ اللّٰہ پر عطف کی وجہ سے۔ میم کو حرکت القائے ساکنین کی وجہ سے دی گئی ہے اور فتح کا انتخاب معطوف علیہ پر فتح کی وجہ سے ہے۔

تمنائے موت پر توبخ:

۱۴۳: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البتہ تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کو دیکھنے سے پہلے۔ اس میں ان لوگوں کو مخاطب کیا جو بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے اور ان کے دل میں تڑپ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی معرکہ میں حاضر ہوں تاکہ شہادت کی سعادت پا سکیں اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اصرار کیا کہ ان کو لیکر مشرکین کی طرف نکلیں۔ حالانکہ آپ کی رائے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ تم موت کی تمنا اسکے مشاہدے سے پہلے کرتے تھے اور اس کی شدت کو پہچاننے سے پہلے تمنا کرتے تھے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پس تم نے اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا) یعنی تم نے کھلی آنکھوں سے دیکھا اس حال میں کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائی بند مارے گئے۔ اور تم نے خود قتل کو جھانک لیا۔

در اصل موت کی تمنا پر ان کو توبخ کی گئی ہے اور اس بات پر کہ تم اپنے اصرار سے رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کا باعث بنے پھر آپ ﷺ سے پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے شہادت کی تمنا کی تاکہ شہداء والی عظمت پالیں۔ اسمیں اس قسم کا قصد ہرگز نہ تھا کہ کفار کو غلبہ حاصل ہو جائے اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ کوئی عیسائی ڈاکٹر سے دوائی لے اس کا مقصد تو حصول شفاء ہے اور اسکے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں دشمن کو نفع پہنچا جا رہا ہے۔ اور اسکے فن کو رائج کیا جا رہا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ أَفَأَيْنَ مَاتَ

اور محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا ان کو موت آجائے

أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ

یا متحول ہو جائیں تو تم اگلے پاؤں پلٹ جاؤ گے! اور جو شخص اگلے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کو کچھ

يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّكِرِينَ ۝۱۵ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ

بھی نقصان نہ دے گا۔ اور اللہ مقرب شکرگزاروں کو ثواب دے گا۔ اور کسی جان کو موت

أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ كِتَابًا مُّوجَّلًا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

نہیں آ سکتی مگر اللہ کے حکم سے اس طرح پر کہ اس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا کے بدل کا ارادہ کرے گا

نُؤْتِيهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِيهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي

ہم اس میں سے اس کو دے دیں گے اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے گا ہم اس میں سے اسے دے دیں گے، اور مقرب ہم شکرگزاروں

الشُّكْرِیْنَ ۝۱۵

کو جزا دیں گے۔

۱۴۴: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَيْنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّكِرِينَ

شانِ نبوٰی: جب ابنِ قتیہ نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا تو آپ کا سامنے والا انچلا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ آپ کے قتل کے درپے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ وہ لشکر کے علم بردار تھے۔ چنانچہ اس نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کر دیا میں نے محمد بن عبد اللہ کو قتل کر دیا اور ایک شخص نے پکار کر کہا محمد (ﷺ) قتل ہو گئے (نعوذ باللہ) بعض نے کہا وہ شیطان تھا۔ لوگوں میں آپ کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ پس وہ پیچھے ہٹے اور رسول اللہ ﷺ آوازیں دے رہے تھے۔ اِلٰی عِبَادِ اللّٰہِ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس ایک گروہ جمع ہو گیا۔ آپ نے ان کو بھاگنے پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماؤں باپوں کو قربان کرتے ہیں ہمیں آپ کے قتل کی خبر پہنچی جس سے ہم پیٹھ پھیر کر چل دیئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ مُحَمَّدٌ (ﷺ) اللہ کے رسول ہی ہیں۔ تحقیق ان سے پہلے اللہ کے

رسول گزرے) غلت کا معنی مضت یعنی گزرے ہیں۔ پس وہ بھی انکی طرح گزر جائیں گے۔ جس طرح ان کے پیروان کے گزرنے کے بعد ان کے دین کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے۔ اسی طرح تم پر لازم ہے کہ تم ان کے دین کو ان کے گزرنے کے بعد لازم پکڑو۔ کیونکہ بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصود پیغام رسالت کو پہنچانا اور حجت کو تمام کرنا ہے۔ قوم میں ان کے وجود کا ہمیشہ رہنا نہیں۔

خبر شہادتِ رسول (ﷺ) کے تاثرات کا ازالہ:

اَقَامْنَ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْفَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ (پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے) قاحلہ شرطیہ سے مطلق ہے۔ اس جملہ کے ذریعہ جو اس سے پہلے ہے۔ اس طرح کہ فَا سَبِيْهِ اور همزة استفہام انکار کیلئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام وفات پا گئے مگر انکا دین تو نہیں مرا۔ پس اس طرح محمد ﷺ بھی ایک رسول ہیں اگر وہ قتل یا طبعی موت سے وفات پا جائیں گے تو انکا دین نہیں مرے گا بلکہ باقی رہے گا پس تمہیں لوٹ کر ارتداد اختیار نہ کرنا چاہیے۔ انقلاب علی العقبین یہ ارتداد سے مجاز ہے۔ یا نکست و ہزیمت سے مجاز ہے۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهُ شَيْئًا (جو ایڑیوں کے بل پلٹ جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا) بلاشبہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے) یعنی وہ لوگ جو جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کو شاکرین اسی لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے نعمت اسلام کا اپنے فعل سے شکر یہ ادا کیا۔

ہر ایک کی موت مشیت سے ہے:

۱۴۵: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كَتَبْنَا مُوْتَجَلًّا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَيَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ۔ وَمَا كَانَ (جائز نہیں) لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی نفس کے لئے کہ اس کو موت آئے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے) (اذن سے مراد علم ہے۔ یا ملک الموت کو اسکے قبض روح کی اجازت دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی کی موت کا آنا ناممکن ہے۔

اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا اور دشمن کا سامنا کرنے پر براہمختہ کیا گیا اور بتلادیا کہ ذرنا فائدہ مند نہیں۔ اور کوئی شخص اپنی مدت زندگی پوری کرنے کے بغیر نہیں مر سکتا۔ خواہ وہ کتنے ہلاک کن مقامات اور معرکوں میں گھس جائے۔ كَتَبْنَا مُوْتَجَلًّا (میعاد معین لکھی رہتی ہے) كَتَبْنَا فعل محذوف کا مصدر موكد ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے کہ کتب الموت کتاباً۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو لکھ دیا ہے لکھنا۔ مَوْتَجَل کا معنی موقت ہے کہ لکھ ہوئے سے آگے پیچھے نہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ جَوَارِدَہ کر لے اپنے جہاد سے ثَوَابَ الدُّنْيَا ثواب دنیا یعنی مال غنیمت کا۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی جن کو احد کے دن غنیمت نے مشغول کر دیا۔

نُؤْتِهِ مِنْهَا (ہم اس سے اس کو دیتے ہیں) یعنی اس کا ثواب دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ اور جو آخرت کے ثواب کا ارادہ کرتا ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور آخرت کے درجات کیلئے جہاد کرتا ہے۔ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَيَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ

وَكَايْنٍ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا لِمَا

اور بہت سے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، پھر جو مصیبتیں

أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ

ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے۔ اور نہ عاجز ہوئے، اور اللہ میر کرنے والوں سے

الصَّابِرِينَ ۝ (۱۸) وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

محبت فرماتا ہے، اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ انہوں نے یوں کہا کہ اے ہمارے رب بخش دے

ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى

ہمارے گناہوں کو، اور ہمارے کاموں میں حد سے آگے بڑھ جانے کو، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، اور کافر قوم کے مقابلہ میں

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ (۱۹) فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

ہماری مدد فرما سو اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ دے دیا اور آخرت کا عمدہ

الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۲۰)

بدلہ دیا اور اللہ پسند فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں کو۔

(ہم اس کو اسی سے دیتے ہیں اور عنقریب شکر گزاروں کو ہم بدلہ دیں گے) یعنی ہم عنقریب ان کو جزائے بہم سے بدلہ دیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور جہاد سے ان کو کسی چیز نے مشغول نہ کیا۔ (جزا کو ہم بلا کر بتلادیا کہ جزاء غیر معروف ہے جو عقل انسان میں نہیں آسکتی)۔

جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے دو اور نہ ہی سستی کرو:

۱۸۶: وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر کثرت آدمیوں نے کفار سے جنگ کی) کَايْنٍ کا اصل آتی ہے کاف تشبیہ کا اس پر داخل ہوا تو اس میں کم کے معنی پیدا ہو گئے جو کثرت کیلئے آتا ہے۔

قرأت: یہی کی قراءت میں کائن بوزن کاع ہر جگہ پڑھیں گے۔ قَاتِلٌ کو قَتِلَ کی، بصری و نافع نے پڑھا ہے۔

حُجُو: معاً یہ قتل کی ضمیر سے حال ہے۔ اِی قَتَلَ کَانْنَا معہ۔ یعنی اس نے قاتل کیا اس حال میں کہ وہ ان کے ساتھ ملنے والا تھا۔

رَبِّیُّوْنَ۔ رب والے۔ حسن نے را کے ضمہ سے اور بعض نے فتح سے پڑھا ہے۔ قاعدہ کے مطابق فتح ہے کیونکہ یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ اور ضمہ اور کسرہ اسم منسوب میں تبدیلیوں کی بناء پر ہے۔

فَمَا وَهَنُوا (وہست نہ ہوئے) اپنے پیغمبروں کے قتل کے وقت لَمَّا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا۔ (ان) حکالیف پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئیں اور نہ وہ ان کے بعد جہاد سے پست ہمت ہوئے)۔ وَمَا اسْتَكَانُوا (اور نہ وہ دشمن کے سامنے ذلیل و عاجز ہوئے)۔ اس آیت میں ان لوگوں پر تعریض کی جو قتل رسول ﷺ کی افواہ پر پست ہمت ہو بیٹھے اور بعض نے ارادہ کیا کہ عبد اللہ بن ابی کے ذریعہ ابوسفیان سے امان طلب کریں۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ کو صبر والے لوگ پسند ہیں) جو کفار سے جہاد کرنے پر جتر رہنے والے ہیں۔

میدان جنگ میں دُعا مستقل ہتھیار ہے:

۱۳۷: وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَكَيْتُ أَفْذَ أَمَنَّا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (اور انکی بات یہی تھی کہ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے) یعنی انہوں نے یہی بات کہی۔
ربانیت ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے نفوس کی طرف گناہوں کی اضافت کی تاکہ نفس کی بڑائی مٹ جائے۔
وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا (اور ہمارا اپنے معاملے میں حد سے تجاوز کرنا) اسراف حد عبودیت سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ وَكَيْتُ أَفْذَ أَمَنَّا تو ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔ وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (اور ہماری کافر قوم کے خلاف مدد فرما) غلبہ عنایت کر کے۔

نکتہ: گناہوں سے استغفار کے ساتھ دعا کو میدان جنگ میں ثابت قدمی اور دشمنوں پر فتح سے مقدم کیا۔ کیونکہ استغفار کے ساتھ یہ طریق دعا قبولیت دعا کے لئے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس میں معذرت و نیاز خوب ہے۔

طالبین آخرت محسنین ہیں:

۱۳۸: قَالَهُمْ اللَّهُ تَوَابٌ الدُّنْيَا وَحَسَنَ تَوَابٍ الْآخِرَةِ۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب دیا) یعنی نصرت و کامیابی اور غنیمت میسر کر دی۔ وَحَسَنَ تَوَابٍ الْآخِرَةِ (اور ثواب آخرت کا حسن) یعنی مغفرت و جنت دے دی۔ آخرت کے بدلے کو حسن سے تعبیر کر کے بتلادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل و مقدم اور واجب القصد ہے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی وہ محسن ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُرْدُّوْكُمْ عَلَىٰ

اے ایمان والو! اگر تم ان کافروں کا کہا مانو گے جنہوں نے کفر اختیار کیا تو وہ تم کو الے پاؤں

أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِصْرِينَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ

پھیر دیں گے جس کی وجہ سے تم ناکام ہو جاؤ گے، بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب مدد کرنے

النَّصْرِينَ ﴿١٥٠﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا

والوں سے بہتر ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ایسی چیز کو اللہ کا

بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَهُمُ النَّارُ وَيُسْ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿١٥١﴾

شریک بنایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ ظلم کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے:

۱۴۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُرْدُّوْكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِصْرِينَ۔ (اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں ایزویوں کے بل لوٹا دیں گے) یعنی وہ تمہیں شرک کی طرف لوٹنا ناچاہتے ہیں۔ فَتَنْقَلِبُوا خِصْرِينَ (تم لوٹ کر گھائے میں پڑ جاؤ گے)

کہا گیا ہے یہ تمام کفار کے سلسلہ میں عام ہے۔ مؤمنوں پر لازم ہے کہ وہ ان سے پہلو تہی اختیار کریں۔ اور کسی چیز میں انکی اطاعت نہ کریں تاکہ وہ ان کو اپنی موافقت کی طرف نہ کھینچ لیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اگر تم ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کے سامنے عاجزی کرو گے اور ان سے امن کے طالب ہو گے تو وہ تمہیں اپنے دین کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں یہ آیت ان منافقین کے متعلق اتری جنہوں نے شکست کے موقع پر ایمان والوں کو کہا تم اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

۱۵۰: بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّصْرِينَ۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے) پس غیروں کی نصرت سے بے نیازی اختیار کرو۔ وَهُوَ خَيْرُ النَّصْرِينَ (اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے)

القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے:

۱۵۱: سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَهُمُ النَّارُ وَيُسْ

مَثَوٰی الظَّالِمِیْنَ۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الرَّعْبَ (ہم عنقریب کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے)
 قرأت: الرَّعْبَ کو شامی اور علی نے الرَّعْبُ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے دل میں احد کے دن رعب ڈال دیا وہ باوجود قوت و غلبہ کے بلاوجہ مکہ کی طرف لوٹ گئے۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ (اس سبب سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں) یعنی ان کے دلوں میں رعب ڈالے جانے کا باعث انکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا (جسکی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری) یعنی آگہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ انکی معبودیت کی کوئی دلیل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نہ کوئی دلیل ہے اور نہ وہ اتاری گئی جیسا کہ شاعر کے اس قول میں۔

وَلَا تَرٰی الضُّبَّ بِهَا يَنْجَحِرُ اِی لیس بھا ضب فینجحر و لم یعن ان بھا ضبًا وَلَا یَنْجَحِرُ

اس کا معنی یہ ہے کہ وہاں گوہ نہیں کہ بل بنائے یہ مطلب نہیں کہ گوہ تو ہے مگر بل نہیں بناتی۔

وَمَا وَاٰهُمْ النَّارُ وَیَنْسُ مَثَوٰی الظَّالِمِیْنَ (انکا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت برا ہے) (ضمیر کی بجائے ظالمین کو صراحت لاکر اس پر سخت ناراضگی اور درشتی کو ظاہر کر دیا اور دو زخمی ہونے کی علت بھی واضح ہو گئی)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِآذُنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جو اس نے تم سے کیا تھا جس وقت تم دشمنوں کو جنگم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک

فَقِشَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ

کہ جب تم بزدل ہو گئے اور حکم کے بارے میں تم نے آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد افرامی کی جبکہ تمہیں اللہ نے وہ چیز دکھادی تھی تم محبوب

مَا تَحِبُّونَ ۚ مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ

رکھے تھے، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلب گار تھے۔

ثُمَّ صَرَقَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

پھر اللہ نے تم کو دشمنوں کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے۔ اور البتہ تحقیق اللہ نے تم کو معاف فرما دیا اور اللہ مومنین پر

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝۵۶ إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ ۚ وَالرَّسُولُ

بڑے فضل والا ہے۔ جب تم دور دور چلے جا رہے تھے اور کسی کو سڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول

يَذْعُرُكُمْ فِي أَخْرَاكُمْ فَأَتَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍ لَّكِيْلًا تَحْزَنُوا عَلَىٰ

تم کو پکار رہے تھے۔ تمہارے پیچھے ہے، پس اللہ نے تمہیں غم کی پاداش میں غم دیدیا تاکہ تم غمگین نہ ہو اس چیز پر

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۵۷

جو تم سے جاتی رہے اور نہ اس مصیبت پر جو تم کو پہنچی جائے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِآذُنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ
مَا تَحِبُّونَ ۚ مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ ثُمَّ صَرَقَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

شانِ رسول ﷺ: جب رسول ﷺ احد سے مدینہ منورہ اپنے صحابہ کے ساتھ لوٹے تو بعض اصحاب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہم سے
وعدہ فتح و نصرت کیا تھا پھر یہ تکلیف کہاں سے آگئی۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۵۲: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ (اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے پورا کر دیا) إِذْ تَحُسُّونَهُمْ (جب کہ تم ان کافروں کو بے
دریغ قتل کر رہے تھے) ابن عباسی کہتے ہیں کہ حسہ کا معنی قتل کر کے حس کو باطل کرنا۔ بِآذُنِهِ اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ اور علم سے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ (یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے) وَتَنَزَّاعْتُمْ فِي الْأَمْرِ (قیام و عدم قیام میں) جھگڑنے اور اختلاف کرنے لگے وَغَصِبْتُمْ (اور تم نے اپنے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی) مرکز کو چھوڑ کر اور غنیمت میں مشغول ہو کر۔ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرْسَلَكُمْ فَأْتُوا بِحُجُجٍ (اسکے بعد کہ اس نے تمہیں دکھا دیا وہ جو تم پسند کرتے تھے) یعنی کاسیانی اور کفار پر غلبہ۔

بَحْجُوْر: إِذَا کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے۔ تو اس نے اپنی مدد سے روک لی اور یہ مطلب بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے بزدلی کے وقت تک پورا کر دیا۔ مِنْكُمْ مَّن يُؤَيِّدُ الدُّنْيَا (تم میں سے کچھ دنیا کے طلبگار تھے) الدنیا سے مراد مال غنیمت ہے مراد اس سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرکز کو طلب غنیمت میں چھوڑا۔

واقعة اُحد اور روایات:

روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُحد کو اپنے لشکر کی پشت کی طرف کیا؟؟؟ اور رخ مدینہ منورہ کی طرف اور تیر اندازوں کو پہاڑ کے پاس کھڑا کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ میں مضبوطی سے تھے رہیں اور اس سے متا دھر ادھر نہیں خواہ لڑائی مسلمانوں کے حق میں رہے یا خلاف۔ جب مشرکین آئے تو تیر اندازوں نے ان کے گھوڑوں کو تیروں پر رکھ لیا اور دوسرے ان کو تلواروں سے مارنے لگے۔ یہاں تک کہ کافر شکست کھا گئے اور مسلمان ان کے پیچھے ان کو قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب (بعض) مسلمانوں (مراد تیر انداز ہیں) نے بزدلی دکھائی اور آپس میں جھگڑا کیا کہ مشرکین تو شکست کھا چکے ہمارا یہاں کھڑا ہونا کس کام کا۔ مسلمانوں کے لشکر میں جالمو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو جاؤ۔ دوسروں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ ان میں سے کچھ اس جگہ ثابت قدم رہے۔ جن میں امیر دستہ عبداللہ بن جبیر اور ان کے دس سے کم ساتھی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں وہی مراد ہیں وَمِنْكُمْ مَّن يُؤَيِّدُ الْآخِرَةَ (کہ تم میں سے کچھ محض آخرت کے طالب تھے) مراد عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے شہداء ساتھ (مشرکین نے مرکز تیر اندازوں پر حملہ کر کے عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں پر پل پڑے یہاں تک کہ ان کو شکست دے کر ان میں سے کافی تعداد کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ (پھر تمہیں ان سے پھیر دیا) یعنی تم سے اپنی مدد روک لی جس سے وہ تم پر غالب آ گئے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ (تا کہ وہ تمہاری آزمائش کرے) اور تمہارے مصائب پر صبر کا امتحان لے اور مصائب میں تمہاری ثابت قدمی دیکھے اتلائے الہی کی حقیقت یہ ہے کہ تم سے آزمانے والے کا سامنا معاملہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عمل پر بدلہ دیتے ہیں جو بندہ کرتا ہے نہ اس کا جو کہ وہ بندے کے متعلق جانتے ہیں۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (تحقیق وہ تمہیں معاف فرما چکا) جبکہ تم سے جلد بازی میں حکم رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی ہو گئی اور تم نے اس پر جو ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا۔

مسلمان کیلئے ابتلاء و نصرت و دونوں رحمت ہیں:

وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر فضل کرنے والے ہیں ان کو معاف کر کے اور انکی توبہ قبول

کر کے یا وہ ان پر تمام حالات میں فضل فرمانے والے ہیں خواہ ان پر مصیبت اور تکلیف ڈالی جائے یا نہ ڈالی جائے کیونکہ ایمان والوں کے حق میں ابتلا و رحمت ہے جس طرح کہ نصرت رحمت ہے۔

۱۵۳: اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلُوْنَ عَلٰی اَحَدٍ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْ اٰخِرِكُمْ فَلَا بُكُمْ غَمًّا يَّعْمَ لِكَيْلًا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَا تَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ جب تم ہموار زمین پر چلنے میں تیزی کر رہے تھے۔ (الاصعاد چیل زمین میں جانا اور نکل جانا)

تحقیق: منصوب ہے صرف فکرم یا اذ کروا محذوف کے ساتھ وَلَا تَلُوْنَ عَلٰی اَحَدٍ (اور تم کسی کی طرف گردن موڑ کر نہ دیکھتے تھے) اور نہ متوجہ ہوتے تھے دشمن کے خوف اور انتہائی شکست کی تعبیر ہے۔ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ (اور رسول اللہ ﷺ تمہیں آوازیں دے کر فرما رہے تھے) اَللّٰی عِبَادَ اللّٰهِ۔ انا رسول اللہ! من یکرّ فله الجنة۔ اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص دشمن پر حملہ آور ہوگا اسکے لئے جنت ہے۔

تحقیق: یہ جملہ حال واقع ہے۔ فِیْ اٰخِرِكُمْ (تمہارے لشکر کے پچھلے حصہ میں) اور تمہارے علاوہ دوسری جماعت میں اور وہ پیچھے والی بھی جیسا کہا جاتا ہے جنت فی آخر الناس و اٰخِرُہُمْ میں پچھلے لوگوں میں آیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں جنت فی اولہم و اولاہم یعنی ان کے پہلے حصہ اور پہلی جماعت میں آیا۔

غم بالائے غم دیا:

فَلَا بُكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا) اس کا عطف صرف صرف فکرم پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا۔ غَمًّا (غم کا) جبکہ تمہیں ان سے پھیر دیا اور تمہیں آزمایا۔ یَعْمَ (بسبب اس غم کے) جو تم نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے حکم کی نافرمانی کر کے دیا۔ یا غم بالائے غم، دو گنا غم، مسلسل و پیہم غم، رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ، قتل، زخم، مشرکین کی فتح، غنیمت و مدد کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم۔ لِكَيْلًا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَا تَكُمْ (تا کہ تم غم نہ کرو اس پر جو تم سے فوت ہو گیا) (فتح و مال غنیمت وغیرہ) تا کہ تم غم پینے کے عادی بن جاؤ اور بعد میں کسی فوت ہو جانے والے منافع پر غم نہ کرو۔ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ اور نہ اس پر جو تمہیں تکلیف و نقصان پہنچا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں) اس پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں۔ درحقیقت اس میں اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ڈرایا گیا ہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَافِقَةً مِّنْكُمْ وَطَافِقَةً

اللہ نے غم کے بعد تم پر امن کو نازل فرما دیا جو اونگھ کی صورت میں تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی ہوئی تھی، اور ایک جماعت

قَدْ أَهْمَتَهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ

ایسی تھی جن کو اپنی ہی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی یہ لوگ اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت والا خیال کر رہے تھے۔ یوں کہہ رہے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۚ يُخَفُّونَ فِي أَنْفُسِهِمْ

کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ اختیار ہے۔ آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے۔ یہ لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بات چھپا رہے

مَا لَا يُبْذُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَان لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۖ مَا قَاتَلْنَا هُنَا ۖ

ہیں جسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔

قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

آپ فرمادیجئے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی بلاشبہ وہ لوگ جن کے بارے میں قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی ان جگہوں کے لئے نکل کھڑے ہوتے جہاں جہاں وہ

وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

قل ہو کر گئے اور تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ اس کو صاف کرے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ سینوں کی

بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۵۱ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۚ إِنَّمَا

باتوں کو جاننے والا ہے۔ بے شک تم میں سے جو لوگ اس دن پشت پھیر کر چلے گئے جس دن دونوں جماعتیں آپس میں مل ہوئی تھیں بات یہی ہے

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کر ان کو شیطان نے لغزش دے دی بعض ایسے اعمال کے سبب جو انہوں نے کئے اور البتہ تحقیق اللہ نے ان کو معاف فرما دیا۔ بے شک اللہ

غُفُورٌ ۝۱۵۲

بخشنے والا ہے علم والا ہے۔

مومنوں پر اونگھ کا نزول:

۱۵۲: ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَافِقَةً مِّنْكُمْ وَطَافِقَةً قَدْ أَهْمَتَهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ

غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةُ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا ههنا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْلِغَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر غم کے بعد چین اتارا اور ان سے اس خوف کو دور کیا جو ان پر طاری تھا یہاں تک کہ ان کو اونگھ آگئی اور نیند کا ان پر غلبہ ہوا)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان میں ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا۔ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں گر گر جاتی تھیں پھر ان کو تھامتے تھے۔ امنہ کا معنی امن۔

خجوة: نعباس! یہ امنہ سے بدل ہے یا مفعول ہے اور امنہ اس سے حال ہے جو گرہ ہونے کی وجہ سے پہلے لایا گیا جیسا روایت راکبہ رجالاً یا امنہ مفعول لہ یا مخاطبین سے حال ہے جس کا معنی ذوی امنہ یا یہ امن کی جمع ہے جس طرح باز و برزق۔

يَغْشَى (جو گروہ پر چھا گئی) یعنی اونگھ یعنی الامنة

قراءت: حمزہ اور علی نے نقش ثانی کے ساتھ امالہ سے پڑھا۔

مؤمن ومنافق کے طرز عمل میں فرق:

طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ تَمُومُ سے ایک جماعت کو اور یہ گروہ اہل صدق و یقین کا تھا۔ وَطَائِفَةٌ (اور ایک گروہ) یہ منافقین کا گروہ تھا۔ قَدْ أَهْمَتَهُمْ أَنْفُسُهُمْ (جن کے نفوس ان کو اہم تر معلوم ہوئے) یعنی جن کو سوائے اپنی جانوں اور ان کے چھکارے کے اور کوئی مقصود نہ تھا۔ انکا مقصد نہ تو دین تھا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور نہ مسلمان جن پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندیاں تھیں۔ يَخْتَفُونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ (وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط گمان رکھتے تھے) يَخْتَفُونَ مصدر کے حکم میں ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچے گمان کے علاوہ اور گمان کرتے تھے حالانکہ ان کو سچا گمان کرنا چاہیے تھا وہ غلط گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی مدد نہ کرے گا۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةُ (جاہلیت والا گمان) مراد اس سے اہل جاہلیت کا گمان یا وہ گمان جو ملت جاہلیت کے ساتھ خاص ہے مقصد یہ ہے کہ ایسا گمان شرک جاہل ہی رکھ سکتے ہیں۔ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ (وہ کہتے ہیں کیا ہمارے اختیار میں کچھ ہے) اے مسلمانو! کیا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے امر یعنی نصرت، اور دشمن پر غلبہ ہے کچھ حصہ بھی ملے گا۔ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ (کہہ دیجئے بیشک امر) یعنی مدد و غلبہ كُلَّهُ لِلَّهِ (تمام اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) اور اسکے مؤمن اولیاء کیلئے جیسا کہ اس آیت وَإِنْ جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ (الصفات ۱۷۳)

خجوة: کلمہ یہ امر کی تاکید ہے اور للہ یہ ان کی خبر ہے کلمہ مبتداء اور للہ خبر اور جملہ ان کی خبر ہے۔

قراءت: بصری قراء نے کلمہ پڑھا جبکہ بقرہ نے کلمہ پڑھا ہے۔

يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ (وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے)

یعنی تلوار کے ڈرے۔ یَقُولُونَ (وہ کہتے ہیں) اپنے دلوں میں یا ایک دوسرے کو آپ کی اس بات کا انکار کرتے ہوئے اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰہ (کہ حکم تو سارا اللہ تعالیٰ کا ہے)۔

ولی روگ کا چا پلو سی سے اظہار:

لَوْ كَانَتْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَهُنَا (اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے) یعنی اگر امر و اختیار جیسا کہ محمد ﷺ کہتے سارا اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کیلئے ہوتا تو پھر ہم غالب آتے اور کبھی مغلوب نہ ہوتے اور اس معرکہ میں جو مسلمان قتل ہوئے۔ وہ قتل نہ ہوتے۔ قد اهتمهم انفسهم یہ طاغی کی صفت ہے اور یظنون یہ دوسری صفت ہے یا حال یا خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

يَخْفَوْنَ: قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ظانين اور یقولون یہ یظنون سے بدل ہے۔ اور یخفون یہ یقولون سے حال ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰہ یہ حال اور ذوالحال کے درمیان جملہ مقررہ ہے اور یقولون یہ یخفون سے بدل ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔

بہر حال فیصلہ تقدیر نافذ العمل ہے:

قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوتِكُمْ (آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے) یعنی وہ لوگ کہ جن کا اس معرکہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور لوح محفوظ میں درج تھا اس کا پایا جانا ضروری تھا خواہ تم اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے لَبِزَ الْاَذْيَنِ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضٰجِعِهِمْ (ضرور نکلتے تم میں سے وہ لوگ اپنی اجل کی قتل گاہوں کی طرف جن کا قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا) تاکہ جو طے ہو چکا تھا وہ پورا ہو۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان مسلمانوں کا قتل ہونا لکھ دیا تھا جو قتل ہوئے اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ وہ غالب ہونگے اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ انجام کار غلبہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ اور بعض اوقات کی تکالیف انکا امتحان و پڑتاں ہے۔ وَلَيَسِيْلَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلَيُمَخِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ جانچ کرے اس اخلاص کی جو تم مسلمانوں کے دلوں میں ہے اور تمہارے دلوں کے خیالات و وسوسوں کو چھانٹ دے) اسلئے یہ کیا یا یہ بہت ہے مصالح اور ابتلاء و پڑتاں کیلئے کیا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا فِيْ الصُّدُوْرِ (اور اللہ تعالیٰ کوسینوں کی خبیہ باتیں معلوم ہیں)

تذکرہ لغزش اور لطف و قرب میں اضافہ:

۱۵۵: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقٰی الْجَمْعٰیۤ اِنَّمَا اسْتَزَلَّتْهُمْ الشَّيْطٰنُۢ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْۤا وَّلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (جو لوگ شکست کھا کر مڑے)۔ يَوْمَ الْتَقٰی الْجَمْعٰی (جس دن دو جماعتیں آپس میں لڑیں) یعنی احد میں لڑائی کیلئے گروہ حضرت محمد ﷺ اور گروہ ابوسفیان جمع ہوئے۔

اِنَّمَا اسْتَزَلَّتْهُمْ الشَّيْطٰنُ (بے شک شیطان نے ان کو لغزش کی طرف بلایا) اور اس پر آمادہ کیا۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْۤا (ان بعض گناہوں کی وجہ سے جو انہوں نے کئے) اس مرکز کو چھوڑ کر جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو قائم رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس لغزش کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا جب

صَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُرًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا

وہ زمین میں سڑ کرنے لگیں یا غازی بن جائیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرنے اور نہ مارے جاتے

لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ

تاکہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے، اور اللہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّم

اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے اور البتہ اگر تم قتل کر دیئے جاؤ یا اللہ کی راہ میں مر جاؤ

لِمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٍ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَئِنْ مِتُّم أَوْ قُتِلْتُم

تو بلاشبہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت بہتر ہے اس چیز سے جسے وہ لوگ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا قتل ہو گئے تو

لَا إِلَى اللَّهِ تَحْشَرُونَ ۝

مردار اللہ کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

نسبت شیطان کی طرف کر کے لطف و قرب میں اضافہ کر دیا۔ اور اس کی وجہ مآ کَسِبُوا (اپنا عمل) قرار دے کر نصیحت و تادیب کر دی۔

احد کے دن حضرت محمد ﷺ کے اصحاب تیرہ کے سوا سب منتشر ہو گئے۔ ثابت قدم رہنے والوں کے نام یہ ہیں۔ ابو بکر، علی، طلحہ، عبدالرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقاصؓ اور باقی انصار میں سے تھے۔ (دیگر مفسرین نے اور نام بھی ذکر کیے ہیں) وَتَقْدُ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما چکا) اور ان سے درگزر فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ (بیشک اللہ گناہوں کو بخشتے والے) حَلِيمٌ (صاحب حلم ہیں) کہ سزائیں جلدی نہیں کرتے۔

حسرتناک قول کی ممانعت:

۱۵۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا صَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُرًى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا ۖ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ (اے ایمان والو! تم کافروں کی طرح نہ بنو) جیسا عبد اللہ بن ابی اور اسکے ساتھیوں نے کہا۔ وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ

اپنے بھائیوں کو کہنے لگے) یعنی اپنے نبی بھائیوں کے حق میں کہنے لگے یا نفاق میں جو ان کے ہم پیالہ ہیں۔ اِذَا صَرَبُوا فِي الْأَرْضِ (جب وہ زمین میں سفر کرتے ہیں) یعنی تجارت وغیرہ کیلئے سفر پر جاتے ہیں۔ اَوْ كَانُوا غُرًى (یا وہ غزوہ میں جاتے ہیں) غُرًى جمع غار جیسا کہ عاف کی جمع عُفًى آتی ہے۔ یعنی وہ کسی غزوہ میں قتل ہو جاتے ہیں یا سفر کے دوران ان کو موت آ جاتی ہے۔ لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا تَوَأَوْا وَمَا قُلُوا لِیَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِی قُلُوبِهِمْ (اگر یہ ہمارے ہاں رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کر دے اللہ تعالیٰ اس بات کو حسرت کا باعث ان کے دلوں میں)۔

لام کا تعلق لا تَكُونُوا یَا قَالُوا سے:

تفسیر اول لام کا تعلق لا تَكُونُوا سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لَا تَكُونُوا كَهَٰؤُلَاءِ فِی النِّطْقِ بِذَٰلِكَ الْقَوْلِ وَ اعْتِقَادِهِ لِیَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِی قُلُوبِهِمْ خاصہ و یصون منها قلوبکم۔ تم یہ بات کہنے اور اس پر اعتقاد رکھنے میں ان لوگوں کی طرح نہ بنو تاکہ یہ بات اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں خاص طور پر حسرت کا باعث بنا دے اور تمہارے دلوں کو محفوظ کر لے۔

دوسری تفسیر: لام کا تعلق قالوا سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے کہ قالوا ذَٰلِكَ وَ اعْتَقَدُوْهُ لَیْکُوْنُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِی قُلُوبِهِمْ یعنی انہوں نے یہ کہا اور دلوں میں اس کا اعتقاد کیا۔ تاکہ نتیجہ یہ بات ان کے دلوں میں حسرت کا باعث ہو۔ الحسرة کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے پر شرمندگی کو کہتے ہیں۔ وَاللَّهُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے) اس میں انکی اس بات کا رد کیا گیا کہ جنگ وقت مقررہ کو کاٹ دیتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہے۔ کبھی وہ مسافر و مقاتل کو زندہ رکھتا ہے اور بیٹھے والے مقیم کو موت دے دیتا ہے۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیں گے۔

قراءت: علی، حمزہ، کئی قراء نے یَعْمَلُوْنَ پڑھا ہے۔ مراد وہ کافر جو کرتے ہیں ان کو دیکھتے ہیں۔

یہ مغفرت و رحمت لاکھوں زندگیوں سے بہتر ہے:

۱۵: وَلَٰكِنْ قُتِلْتُمْ فِی سَبِیْلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ لَمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٍ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا مر جاؤ)۔

قراءت: کوئی قراء نافع، حمزہ، کسائی نے مِتُّمْ مت باب مع سے ہر جگہ پڑھا۔ مگر عاصم نے اس طرح نہیں پڑھا، حفص نے اس سورت کے علاوہ دیگر مقامات پر کسرہ سے پڑھا ہے گویا انہوں نے اس کو قتلتم کے ساتھ ملا دیا ہے۔ باقی تمام قراء نے میم کے ضمہ مِتُّمْ باب نصر سے تمام قرآن مجید میں پڑھا ہے اس کی نظیر مات یموت اور مات یمات ہے۔ لَمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٍ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رحمت بہت بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں) مآ یہاں الذی کے معنی میں ہے اور ضمیر محذوف ہے۔ حفص نے یَجْمَعُوْنَ پڑھا نافع، ابن کثیر اور ابو عمرو و عاصم و حمزہ کسائی نے تَجْمَعُوْنَ پڑھا ہے۔

فِيْمَا رَحِمَهُ مِنَ اللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ يَنْفُضُوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا

سو اللہ کی رحمت کے سبب آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے

من حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا منتشر ہو جاتے، سو آپ ان کو معاف فرما دیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝۵۱

آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے، بے شک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔

جس کو مقصود ملا اُس کو زاد کی ضرورت نہیں:

۱۵۸: وَلَئِنْ مَّتَّعْنٰمْ اَوْ قَتَلْنٰمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَحْشُرُوْنَ۔ (اگر تم مر جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارا حشر ہوگا) یعنی وسیع رحمت، عظیم ثواب دینے والی ذات کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔

لطیف نکتہ:

یہاں اسم باری تعالیٰ لایا گیا اور اس سے قبل آنے والے حرف پر لام تاکید کا داخل کر کے ایک عجیب شان کلام میں پیدا کر دی جو دلیل سے بے نیاز ہے۔ یعنی خواہ موت کسی طریق سے ہو اللہ ہی کی طرف تمہارا حشر ضرور ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جانا نہ ہوگا۔ اس لئے تاجدارِ امکان اس کا قرب حاصل کر لو تا کہ کل قیدِ فراق سے چھوٹ کر اس محبوب کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ۔

جس طرح لمغفۃ او پروالی آیت میں قسم کے جواب کے طور پر واقع ہے۔ اور جواب شرط کی جگہ استعمال ہو رہا ہے اسی طرح لا الہ الا اللہ تحشرون۔ جواب شرط کے قائم مقام ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اولاً کفار کے اس گمان کا جواب دیا کہ جو شخص سفر کرے یا غزوہ میں ہمارے بھائیوں میں سے شریک ہو اگر وہ مدینہ میں رہائش پذیر رہتا تو اس کو موت نہ آتی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قسم کے گمان سے منع کیا کیونکہ یہ چیز جہاد میں شرکت سے رکاوٹ ہے۔ پھر فرمایا اگر ہلاکت بالموت اسی طرح واقع ہو جائے یا تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ تو اس سے ایسی مغفرت و رحمت میسر ہوگی جو اس دنیا سے لاکھ درجہ بہتر ہے جو تم جمع کر رہے ہو۔ کیونکہ دنیا تو آخرت کیلئے زاوراہ لینے کی جگہ ہے۔ جب بندہ نے مقصود پایا تو زاد کی بھی ضرورت نہ رہی۔

رحمت و شفقت دونوں جمع کر دیں:

۱۵۹: فَيَمَّا رَحِمَهُ مِنَ اللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ يَنْفُضُوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کی وجہ سے تم مومنوں پر نرم دل ہوئے)۔ مآ تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ یہ زائدہ ہے اور اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مومنوں پر آپ کی

نرمی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہے۔ اور رحمت کا یہاں مطلب آپ کے جوش پر کنٹرول اور نرمی کی توفیق دینا اور ان کے ساتھ مہربانی والا معاملہ کرنا ہے۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ (اگر تم خشک سخت دل ہوتے) لَا تَنْفُضُوا مِنْ حَوْلِكَ (تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے) اور ایک بھی باقی نہ رہتا فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کر دیں) جو انکی طرف سے آپ کے حق میں احد کے دن ہوا۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (اور ان کے لئے استغفار کریں) اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ خاص ہے۔ اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں تاکہ تکمیل شفقت ہو جائے۔

اہمیت مشورہ:

وَسَاوِرُهُمْ فِي الْأُمْرِ (اور لڑائی وغیرہ معاملات جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو۔ ان سے مشورہ لیں) تاکہ ان کے دل خوش ہو جائیں اور نفوس کو راحت میسر ہو۔ اور انکی قدر و عظمت بڑھ جائے اور امت کیلئے مشورہ کا ایک دستور مقرر ہو۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: مَا تَشَاوَرُوا قَطُّ إِلَّا هُدُوا لَا رُشْدَ أَمْرِهِمْ جن لوگوں نے مشورہ کیا انہوں نے اپنے معاملہ میں صحیح راہ پائی۔

(تفسیر طبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والے لوگ کہیں نہیں دیکھے۔ علامہ ابن حجر بیہ قدس سرہ فرماتے ہیں اصل میں یہ روایت اس طرح ہے کہ میں نے کسی کو اتنا مشورہ کر نیوالا نہ دیکھا جتنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام سے کرتے تھے۔

شاوَرَتِ فُلَانًا کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی اور اسکے پاس جو رائے تھی وہ ظاہر کر دی شورت الدابة میں نے جانور کو دوڑا یا شورت العسل میں نے شہد کو چھتے سے حاصل کیا۔

جواز اجتہاد:

مَنْبِتُ كَلَامِهِ: اس آیت میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا اور قیاس کی حجیت معلوم ہوتی ہے۔ فَإِذَا عَزَمْتَ (جب تم پختہ ارادہ کر لو) یعنی مشورے کے بعد قطعی رائے قائم کر لو۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (تو اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے) اس سے زیادہ واضح بات پر عمل کرنے میں جو طے ہو جائے نہ کہ مشورہ پر۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ذات پر توکل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ التَّوَكَّلْ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنا اور معاملے کو اسی کے سپرد کرنا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے تھے۔ توکل ارباب نے علیحدگی اور اسباب سے قطع تعلق کو کہا جاتا ہے۔

اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ؕ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمُ

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد کے چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری

مِنْ بَعْدِهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغْلُ

مدد کرے گا۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کریں مومن بندے۔ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے،

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا

لَا يَظْلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾

اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

خبردار! اللہ پر توکل مت توڑو:

۱۶۰: اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ؕ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمُ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ (اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے) جیسا کہ بدر کے دن اس نے تمہاری مدد کی۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (تو پھر تم پر کوئی غلبہ نہیں پاسکتا) اور اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کو ملتی ہے جو اپنی قوت و طاقت سے براءت کا اظہار کرے اور اپنے رب کی قدرت کو مضبوطی سے تھام لے۔ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ (اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد چھوڑ دے) جیسا کہ احد کے دن چھوڑا۔ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرْكُمُ مِنْ بَعْدِهِ (تو پھر کون تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ اسکے چھوڑ دینے کے بعد) خذلان مد ترک کرنا یا یہ اس محاورہ سے لیا گیا۔ لیس لك من يحسن اليك من بعد فلان اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تم اس سے تجاوز کرو گے تو پھر اور کوئی تم پر احسان نہ کرے گا۔ اس ارشاد الہی میں دراصل تنبیہ ہے کہ اختیار سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس پر توکل لازم ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر مومن کو توکل کرنا چاہیے) چاہیے کہ مومن اپنے رب کو توکل و تقویٰ کے ساتھ خاص کریں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسکے سوا انکا کوئی مددگار نہیں۔ اور تقاضہ ایمان بھی یہی ہے۔

مقام نبوت غلول (خیانت) کے منافی:

۱۶۱: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغْلُ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ۔ (مال غنیمت میں خیانت کرنا پیغمبر ﷺ سے بعید ہے) يَغْلُلْ خیانت کرنے کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابو عمرو، مکی، عاصم نے يَغْلُلْ پڑھا اور دیگر قراء نے يَغْلُ پڑھا ہے

کہا جاتا ہے: غُلّ شئنا من المغنم غلولا وَاغْلُ اغلالا۔ جب مال غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ لی جائے۔ اغلّہ

اَفَمِنْ اَتْبَعَ رِضْوَانِ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطِ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وُهِ

کیا جو شخص اللہ کی رضا کا تابع ہو وہ ایسے شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۶﴾ هُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجات میں مختلف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾

جو وہ کرتے ہیں۔

بولتے ہیں جب کسی کی نسبت خیانت کی طرف کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے مناسب نہیں یعنی مقام نبوت غلول کے منافی ہے۔ جنہوں نے اسے مجہول پڑھا تو اس کا بھی یہی مطلب بنتا ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ صحیح نہیں کہ خیانت کی طرف منسوب کئے جائیں اور خیانت کی طرف خائن کی ہی نسبت ہوتی ہے۔

بعض روایات کا تذکرہ:

روایات میں ہے کہ ایک سرخ چادر بدر کے دن مال غنیمت میں سے گم پائی گئی تو بعض منافقین نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ نے اس کو لے لیا تو یہ آیت اتری وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس مال کے ساتھ آئے گا) یعنی وہ چیز بعینہ اپنی پشت پر اٹھا کر لائے گا جیسا کہ حدیث میں آیا۔ اوایات بما احتمل من وبالہ وانتمہ کہ اس کا وبال وگناہ لیکر آخرت میں آئے گا اَنْتُمْ تَوَفَّيْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر ہر نفس کو جو اس نے کمایا پورا پورا دیا جائے گا) یعنی اس کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس طرح نہیں فرمایا اَنْتُمْ تَوَفَّيْ ماکسب تاکہ من یغلل کے مطابق ہو جاتا بلکہ عموم کے الفاظ سے ذکر کیا تاکہ ہر کاسب خواہ غاصب ہو یا اور وہ اس میں شامل ہو جائے۔ اور من یغلل کے ساتھ معنوی طور پر متصل ہو جائے اور یہ انداز کلام زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب خیانت کرنے والے کو علم ہوگا کہ ہر کاسب خیر و شر کو پورا بدلہ دیا جائیگا تو وہ جان لے گا کہ اتنے بڑے گناہ کے ساتھ وہ پھر کیسے بچ سکتا ہے۔ وَهُمْ لَا يَظْلُمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) ہر ایک کا بدلہ اسکے کسب کے مطابق ہوگا۔

مُؤْمِنٍ وَكَافِرٍ بَرٍّ نَجِسٍ:

۱۶۲: اَفَمِنْ اَتْبَعَ رِضْوَانِ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطِ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وُهِ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (بھلا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی اتباع کی) کمن اتبع سے مراد مہاجرین و انصار ہیں۔ کمن بَاءَ بِسَخَطِ مِّنَ اللّٰهِ (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹا) کمن بَاءَ سے مراد منافقین اور کفار ہیں۔ وَمَا وُهِ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا جبکہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ

آيَتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي

کر سنا تھا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اس سے پہلے

صَلَّىٰ مُبِينٌ ﴿۱۶۳﴾

کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

ثواب وعذاب میں تفاوت ہے:

۱۶۳: هُمْ ذَرَجَةٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ۔ (ان کے درجات ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں) ان میں تفاوت و فرق ہے جیسا درجات میں ہوتا ہے۔ یا وہ درجات والے ہیں مطلب یہ ہے کہ ثواب پانے والوں اور سزا پانے والوں کے درجات میں فرق ہے یا ثواب وعذاب میں تفاوت و فرق ہے۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں ان کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال و درجات سے واقف ہے پس انہی اعمال کے حساب سے بدلہ دے گا۔

تصدیق کے لئے آسانی کر دی:

۱۶۳: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا) یعنی ان مؤمنوں پر جو آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لائے ان میں سے ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا) یعنی انکی سے فائدہ ان کو پہنچا۔ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (جب کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا) یعنی انکی جنس میں سے جو انکی طرح عربی ہیں یا اولاد اسماعیل میں سے پیغمبر بھیج کر جیسا کہ وہ اولاد اسماعیل میں سے ہیں اور اس میں احسان یہ ہے کہ جب وہ ان میں سے ہیں تو زبان ایک ہوئی۔ پس جو چیزیں ان پر لازم ہیں ان کا جاننا آسان ہو جائے گا اور وہ چھائی و امانت کے سلسلہ میں آپ کی ذات سے بخوبی واقف تھے یہ بات ان کو تصدیق کے سلسلہ میں نزدیک تر کر دے گی اور ان کے لئے ان میں سے ہونا باعث شرف بن جائے گا۔

ایک قراءت میں مِّنْ أَنفُسِهِمْ یعنی من اشرفہم ان میں سب سے زیادہ شرف والے ہیں۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَتِهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھتا ہے) یعنی قرآن پڑھ کر سنا تا ہے اس کے بعد کہ وہ جاہل لوگ تھے ان کے کانوں میں وحی کی کوئی بات نہ پڑی تھی۔ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (کتاب و حکمت سے مراد قرآن و سنت ہے) وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ (یعنی وہ اس سے پہلے) یعنی بعثت رسول ﷺ سے پہلے لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (کھلی گمراہی میں تھے)

اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَهَا قُلْتُمْ اَنْیَ هَذَا قُلْ

اور جس وقت تم کو ایسی مصیبت پہنچی جس کی دوسری مصیبت تم پہنچا چکے ہو تو کیا تم یوں کہتے ہو کہ یہ کہاں سے ہے آپ فرما دیجئے

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَا اَصَابَكُمْ

یہ تمہاری ہی طرف سے ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور جو تکلیف تمہیں پہنچی

یَوْمَ التَّقٰی اَلْجَمْعِ فِیْ اَذِنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِیَعْلَمَ

جس دن دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئی تھیں سو یہ اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے سوشیں کہ اور جان لے

الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ اَدْفَعُوْا

ان کو جنہوں نے نفاق اختیار کیا۔ اور ان سے کہا گیا کہ آؤ، جنگ کرو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو،

قَالُوْا لَوْ عَلِمْنَا اَنَّ اَتَّبَعْنٰكُمْ ۖ هُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَیْذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ

وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے، وہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب

لِلْاِیْمَانِ ۚ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

ہیں۔ وہ اپنے منہوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے اس بات کو جسے

یَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ الَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ

وہ چھپاتے ہیں، جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا اور خود بیٹھ رہے کہ اگر ہماری بات راستے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرما دیجئے

فَاذْرُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

تم اپنی جانوں سے موت کو دفع کرو اگر تم سچے ہو۔

اندر سے پن اور جہالت میں مبتلا تھے۔ مبین کھلی جس میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔

تَحْقُوقًا: ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اسکے بعد لام کا آنا۔ اِنْ نَافِیْہ سے اس کو الگ کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان

الشان والحديث كانوا من قبل فی ضلال مبین۔ بیشک معاملہ روایت یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۱۶۵: اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَهَا قُلْتُمْ اَنْیَ هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ

قَدِیْرٌ۔ (کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی) اس مصیبت سے مراد احد میں سرسحابہ کا شہید ہونا ہے۔ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَهَا (تم اس

سے دو گنا پہنچا چکے) بدر کے دن سر کفار گُل اور سر قید ہوئے۔

حُجُو: یہ جملہ موضوع رفع میں مصیبت کی صفت ہے۔
قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا: (تم نے کہا یہ کہاں سے ہے) **قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ** (تم کہہ دو! کہ یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے) کیونکہ مدینہ سے نکل کر لا تا تم نے پسند کیا۔ یا اس لئے کہ تم نے مرکز کو چھوڑ دیا۔

تین نحوی تراکیب:

حُجُو: لَمَّا۔ قُلْتُمْ کی وجہ سے منصوب ہے اور **اَصَابَتْكُمْ** محل جرم میں ہے کیونکہ لَمَّا کی اضافت اس کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: **اَقْلَمْتُمْ حِينَ اَصَابَتْكُمْ** کیا اس وقت تم نے کہا جب پہنچی تمہیں تکلیف۔
اَنّٰی هٰذَا یہ مقولہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ا تقریری ہے اور تو بخ کیلئے ہے اور اس جملہ کا عطف واؤ کے ذریعہ ولقد صدقکم اللہ وعدہ پر ہے جو کہ احد میں وارد ہوا۔ یا پھر اس کا عطف محذوف پر ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے **اَفْعَلْتُمْ كَذَا** و قُلْتُمْ حِينَئِذٍ كَذَا۔ کیا تم نے ایسا کیا اور اس وقت یہ کہا: **اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ**۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) مدد کی قدرت اور مدد روک لینے کی طاقت بھی ہے۔

غزوہ احد قضاء کا فیصلہ ہے:

۱۶۶: **وَمَا اَصَابَتْكُمْ يَوْمَ التَّقِي الْجَمْعِيْنَ قِيَادُنَ اللّٰهِ وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ** اور وہ جو تمہیں پہنچا۔ یہ مآ۔ الذی کا معنی دیتا ہے۔ **وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ:** (اور تاکہ جان لے اللہ مؤمنین کو)

حُجُو: مآ مبتداء قِيَادُنَ اللّٰهِ یہ خبر جو کائن سے متعلق ہے۔ **يَوْمَ التَّقِي الْجَمْعِيْنَ**۔ (جس دن دو گروہ آپس میں لڑے) تمہارا گروہ اور مشرکین کی جماعت مقام احد میں قِيَادُنَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوا) اذن سے مراد علم و قضاء ہے۔
 ۱۶۷: **وَلَيَعْلَمَنَّ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ اَذْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعَنَكُمْ هُمْ** للکفر یومئذ اقرب منهم للإیمان یقولون یا فؤاھم مآ لیس فی قلوبھم واللہ اعلم بما یکنمون۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو منافق ہیں) یعنی یہ اس لئے ہوا کہ مومن و منافق کا امتیاز ہو۔ تاکہ ان کا ایمان اور نفاق معلوم ہو جائے۔ **وَقِيْلَ لَهُمْ** (اور ان کو کہا گیا) یعنی منافقین کو کہا گیا **تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** (آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو) جس طرح مومن آخرت کیلئے جہاد کرتے ہیں۔ **اَوْ اَذْفَعُوْا** (یا دفاع کرو) یعنی یا کم از کم اپنے اموال، جانیں اور اہل و عیال سے مدافعت تو کرو۔ اگر تم آخرت کیلئے نہیں لڑتے ہو۔ یہ تفسیر بھی کی گئی کہ مجاہدین کی جماعت میں اضافہ کر کے دشمن سے دفاع کر دو خواہ لڑائی نہ بھی کرو۔ کیونکہ کثرت تعداد دشمن کو مرعوب کر دیتی ہے۔

حُجُو: قیل لہم یہ کلام ابتدائی ہے۔

یہ جنگ نہیں ہلاکت ہے:

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعَنَكُمْ (اگر ہم اس کلمہ کو لڑائی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے) یعنی اگر ہم جانتے کہ اس کو

لڑائی کہتا صحیح ہے تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ (مگر یہ تو خودکشی ہے) مقصد یہ ہے کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ جس کام میں تم پڑے ہو وہ غلطی ہے اور اسکے علاوہ کچھ نہیں اس کو جنگ نہیں کہا جاسکتا بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔ هُمْ لِّلْكَفْرِ يَوْمِيذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ (وہ منافق جتنے ایمان کے قریب تھے اس دن اتنے وہ کفر سے زیادہ قریب تھے) یعنی اس سے وہ اپنے ایمان کو ظاہر کر رہے ہیں اور جو علامات ان سے ظاہر ہوئی ہیں وہ کفر کا اعلان کر رہی ہیں۔ جب منافقین نے مسلمانوں کے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی اور جو منہ میں آیا بک دیا تو اس طرح وہ اس ایمان سے بھی دور ہو گئے جو بقول ان کے ایمان تھا۔ اور کفر سے قریب تر ہو گئے۔ یا نسبت اہل ایمان کے کافروں سے انکی مدد زیادہ قریب ہے کیونکہ مسلمانوں سے انکا علیحدگی اختیار کرنا اور مسلمانوں کی تعداد کو کم کرنا یہ اہل شرک کی کھلی تقویت ہے۔

قول و فعل میں تضاد:

يَقُولُونَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں) یعنی منہ سے اسلام کو ظاہر کرتے اور دلوں میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس آیت میں افواہ کی قید تاکید کیلئے ہے کیونکہ قول تو پہلے بھی منہ سے ہی ہوتا ہے۔ اور عجاز کی نفی کر دی۔ کہ انکا قول باطن سے واقعہ جدا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ (اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں) یعنی منافقت۔

ابن ابی کا مقولہ:

۱۶۸: اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لَا اُخُوَانِيْهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَاذْعُوْا عَنِ اَنْفُسِكُمْ الْمَوْتُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (وہ جنہوں نے کہا) مراد عبداللہ بن ابی اور اس کا گروہ ہے۔ لَا اُخُوَانِيْهِمْ (اپنے کسی بھائیوں کے متعلق) مراد احد کے دن قاتل انصار میں قتل ہو جانے والے وَقَعَدُوْا (اور وہ بیٹھ رہے) یعنی یہ کہا اور خود قتال سے بیٹھ رہے۔ لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا (اگر وہ ہماری بات مانتے تو یہ قتل نہ ہوتے) یعنی اگر ہمارے بھائی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر لوٹنے میں ہماری بات مان لیتے اور گھر میں بیٹھے رہتے تو وہ اسی طرح قتل سے بچ جاتے جیسے ہم۔

تین تراکیب نحویہ:

نَحْوُ: ۱۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا یہ ہم مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یا یکتمون کی واؤ سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ ۲۔ اَعْنٰی کا مفعول ہونے کی وجہ سے اَلَّذِيْنَ نَافَقُوْا کا بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے نمبر ۳۔ افواہہم کی ضمیر سے بدل یا قلوبہم کی ضمیر سے بدل کی بنا پر مجرور ہے۔

اپنے کو موت سے بچا کر دکھاؤ:

قُلْ فَاذْعُوْا عَنِ اَنْفُسِكُمْ الْمَوْتُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (کہہ دیں اپنے نفسوں سے موت کو دور کرو اگر تم سچے ہو) کہ تقدیر سے بچنا فائدہ دے سکتا ہے تو موت سے اپنے آپ کو بچالو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور ہرگز نہ گمان نہ کرو ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس

يُرِزُّ قُوًى ۖ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَيَسْتَبْشِرُونَ

رزق پاتے ہیں، وہ خوش ہیں اس سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا، اور وہ خوش ہو رہے ہیں

بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۖ أَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

ان لوگوں کی وجہ سے جو ان کے پاس نہیں پہنچے۔ ان کے پیچھے وہ گئے کہ کوئی خوف نہیں ان پر اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ۖ يُسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ لَا

رنجیدہ ہوں گے۔ وہ خوش ہو رہے ہیں بوجہ نعمت اور فضل خداوندی کے اور اس بات سے خوش ہیں کہ بلاشبہ

يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۹﴾

اللہ ضائع نہیں فرماتا مومنین کے اجر کو۔

دوسری تفسیر یہ ہے اگر تم اس بارے میں سچے ہو کہ قتل سے بچنے کیلئے تمہارے پاس راستہ موجود ہے اور وہ لڑائی سے بچ کر گھر میں بیٹھنا ہے۔ تو پھر موت کو دور کرنے کی راہ بھی ڈھونڈو۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ افواہ اڑائی۔ اس دن ان میں سے ستر آدمی مر گئے۔

شہداء کا پہلا انعام (بدلہ):

۱۶۹: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرِزُّونَ۔ (ہرگز نہ گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں)

بِشَاءِ تَزُولُ: اُحد کے مقتولین کے بارے میں یہ آیات اتریں۔

قراءت: لَا تَحْسَبَنَّ سِین کے فتح سے شامی، حمزہ، علی و عاصم نے پڑھا۔ دوسرے قراء نے لَا تَحْسَبَنَّ کسرہ سین سے پڑھا ہے۔ قُتِلُوا کو شامی نے قُتِلُوا پڑھا ہے۔

شہدائے اُحد کا تذکرہ:

لَا تَحْسَبَنَّ کا خطاب خاص رسول اللہ ﷺ کو یا ہر مسلمان کو ہے۔ بَلْ أَحْيَاءٌ یعنی بل ہم احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسکے ہاں مقرب ہیں۔ اور مرتبہ والے ہیں۔ يُرِزُّونَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) جس طرح تمام زندہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ

اَحْيَاء کی تاکید ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق سے میسر شدہ نعمتیں جو ان کو حاصل ہیں انکا تذکرہ ہے۔

کیفیت حیات:

۷۰: اَفَرَجَيْنَ بِمَا آتَيْنَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ فَرَجَيْنَ (وہ خوش ہونے والے ہیں) یہ یوزقون کی ضمیر سے حال ہے۔ بِمَا آتَيْنَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے) کہ وہ زندہ ہیں اور مقررین میں ہیں اور جنت کی نعمتیں اور رزق جلدان کو مل رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح کو سفید پرندوں کے قالب میں ڈال دیا۔ وہ جنت کی نہروں میں چکر لگاتے اور اسکے پھلوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے ذہبی قنادیل میں جا بیٹھتے ہیں۔ (ابوداؤد: ۳۵۲۰) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رزق جنت میں قیامت کے دن ان کو ملے گا مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ پھر تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

ترغیب الی الشہادۃ:

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ (وہ خوشخبری کے طالب ہیں اپنے ان مجاہد بھائیوں کے متعلق جو) لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ (ان کو ابھی تک نہیں ملے) یعنی شہید نہیں ہوئے کہ وہ ان سے جا ملے مَن خَلْفَهُمْ (اپنے پیچھے)۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد باقی رہ گئے اور یہ ان سے آگے بڑھ گئے۔ یا مرتبہ میں ان سے پیچھے رہنے والے۔ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا) اور نہ رنج۔

نَحْوُ: یہ الذین سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ مسرور ہیں اس بات پر جو ان کے سامنے واضح ہوئی ان لوگوں کے متعلق جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے کہ وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بشارت دی۔ پس وہ اس سے خوش ہونے والے ہیں۔

در حقیقت پچھلے لوگوں کے متعلق ان کو بشارت دے کر بعد والے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور شہداء کے مراتب کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اور نہ وہ غمگین ہو گئے)

بشارات فضل وانعام:

۷۱: وَيَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلِهِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (وہ بشارت پائیں گے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی) یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کر رکھے ہیں۔ اس پر وہ خوش و خرم ہیں اور جو مزید اکرام سے ان کو نوازا رکھا ہے اس پر مسرور ہیں وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) بلکہ وہ زیادہ عنایت فرماتے ہیں۔

قرأت: علی بیہیہ نے کسرہ سے اِن پڑھا اور اس کو جملہ استینافیہ اعتراضیہ قرار دیا۔

جمع

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو مان لیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا ان میں سے جنہوں نے

أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرَ عَظِيمٍ ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ

بیش کے کام کئے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔ یہ ایسے ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ

النَّاسُ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے لہذا تم ان سے ڈرو تو ان کی اس بات نے ان کا اور زیادہ ایمان بڑھا دیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے

وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ دِيَارِهِمْ فَأَتَىٰ خَصْمَتَهُمُ

اور وہ اچھا کارساز ہے۔ سو وہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل لے کر واپس ہوئے ان کو کچھ بھی تکلیف نہیں

سُوءٌ ۚ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَلِكُمُ

پہنچے اور وہ اللہ کی رضامندی کے تابع رہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے یہ جو بات

الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُ ۚ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا اللَّهَ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

بیش آئی صرف اس وجہ سے کہ شیطان اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

غزوہ حراء الاسد کا تذکرہ:

۱۷۲: الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرَ عَظِيمٍ۔ (وہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی دعوت جہاد کو لبیک کہا)

نَحْفُو: الَّذِينَ اسْتَجَابُوا مُبْتَدَأُ اور لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۔ اس کی خبر ہے یا جملہ مؤمنین کی صفت ہے یا مَدْح فعل محذوف کا مفعول ہے۔ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ اسکے بعد کہ ان کو زخم پہنچے۔ القرح روایات میں ہے کہ ابوسفیان اور اسکے ساتھی جب احد سے واپس لوٹ گئے تو مقام الروحاء میں پہنچ کر شرمندہ ہوئے کہ ہم بلا وجہ کوچ کر آئے۔ واپسی کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے کفار پر رعب قائم کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی قوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان کا چھپا کرنے کیلئے نکلنے پر برا بھلا کہتا کیا۔ چنانچہ اتوار کے دن ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حراء الاسد کے مقام تک پہنچے۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوجی حالت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ کفار سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ یہ آیت اس سلسلہ میں اتری

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ان میں سے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا۔ آخرت میں بہت بڑا بدلہ ہے)

حُكْمٌ: مِنْهُمْ میں من تمہیں کیلئے ہے۔ جیسا اس ارشاد میں: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (الح: ۲۹) من کے بیان یہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات پر لبیک کہی۔ وہ تمام نیکی و تقویٰ اختیار کرنے والے تھے نہ کہ بعض۔

غزوة السويق کا تذکرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی جاٹاری:

۱۳: اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ (وہ جنہیں لوگوں نے کہا) یہ الذین استجابوا سے بدل ہے۔ جبکہ انکا شان نزول ایک ساتھ مانا جائے۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ (بیشک لوگ تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں) روایات میں ہے کہ ابوسفیان نے احد سے واپسی پر کہا اے محمد (ﷺ) ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ جب اگلے سال ابوسفیان اہل مکہ کے ساتھ نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس نے واپس لوٹنا مناسب خیال کیا چنانچہ اسی دوران نعیم بن مسعودؓ شجعی مل گیا جو عمرہ سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس نے کہا اے نعیم میں نے محمد ﷺ سے مقام بدر میں ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا میرا ارادہ بن رہا ہے کہ میں اس سے بچوں۔ پس تم مدینہ جا کر ان کو روکو۔ اور اس پر دس اونٹ تمہیں دیے جائیں گے۔ نعیم وہاں سے ہٹ کر مدینہ اس وقت پہنچا جب مسلمان بدر جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس نے کہا تم نکل کر جانا چاہتے ہو جبکہ وہاں لوگوں کا بڑا مجمع تمہارے لئے اکٹھا ہے اللہ کی قسم تم میں سے کوئی بچ کر نہ آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ضرور بضرور نکل کر جاؤں گا۔ خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نکل کر نہ جائے۔ آپ ستر مجاہدین کے دستہ کے ساتھ نکلے اور انکی زبانوں پر تھا: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) بدر میں پہنچ کر آٹھ راتیں قیام کیا۔ وہاں تجارتی قافلہ پایا جن کے ساتھ خرید و فروخت کی اور اللہ تعالیٰ نے نفع عنایت فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف سلامتی و غنیمت کے ساتھ لوٹے۔ اہل مکہ نے اپنے اس لشکر کو جیش السويق کا لقب دیا اور کہا تم تو ستوکھانے نکلے تھے۔

الناس جو پہلی مرتبہ واقع ہوا اس سے مراد نعیم ہے جمع بول کر واحد مراد لی گئی۔ یا اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے جو افواہ پھیلانے میں اسکے شریک حال تھے۔ اس لیے جمع لائے۔ دوسرا، النَّاسُ اس سے مراد ابوسفیان اور اسکے ساتھی ہیں۔ فَاخْشَوْهُمْ (تم ان سے ڈرو)۔ فَزَادَهُمْ (پس اس بات نے بڑھا دیا) وہ بات اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ تھی۔

یا نعیم نے پڑھا یا اِيمَانًا یعنی انکی بصیرت کو بڑھا دیا۔ اور یقین زیادہ کر دیا۔ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ (اور انہوں نے کہا اے اللہ تو ہمارے لئے کافی ہے) یعنی جو ہمارے لئے کافی ہے وہ اللہ ہی ہے کہتے ہیں احسبه الشيء جب اسکے لئے کافی ہو

جائے۔ یہ محسب کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں ہذا رجل حسبك اب حسبك کو رجل مکرہ کی صفت بنایا گیا ہے۔ اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف غیر حقیقی ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ وَنَعْمَ الْوَكِيلُ (اور وہ خوب کارساز ہے) وکیل بمعنی موکل الیہ ہے۔

بدر سے بسلاست واپسی:

۱۷۴: اَفَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا ضُؤَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ۔ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ لوٹے) یعنی سلامتی اور دشمن پر رعب کے ساتھ لوٹے وَفَضْلٍ (اور فضل کے ساتھ)۔ فضل سے مراد تجارت ہے ان کو دو گنا نفع ہوا۔ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ (ان کو کوئی تکلیف دشمن کی مکاریوں سے نہ پہنچی)۔

نَحْوُ: یہ انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے اور اسی طرح بنعمہ بھی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے فرجعوا امن بدر منعمین بر بنین من سوء۔ وَاتَّبَعُوا ضُؤَانَ اللَّهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اتباع کی)۔ جرأت کے ساتھ اور افواہوں کے باوجود دشمن کے سامنے نکل کر۔ اس کا انقلبوا پر عطف ہے۔ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) کہ اپنے فضل سے توفیق ان کے شامل حال کر دی۔

منافقین شیطان کے دوست ہیں:

۱۷۵: اِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُواْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔ (بیشک یہ شیطان ہے) نَحْوُ: ذَلِكُمُ مبتداء اور الشَّيْطَانُ اس کی خبر ہے۔ الشَّيْطَانُ سے مراد تم ہے۔ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ (وہ اپنے دوستوں کو ڈرا رہا ہے) مراد منافقین ہیں۔ یہ جملہ مستافہ ہے اور افواہ کا بیان ہے۔ یا الشَّيْطَانُ اسم اشارہ کی صفت ہے۔ اور يُخَوِّفُ اس کی خبر ہے۔ فَلَا تَخَافُوهُمْ (تم ان سے مت ڈرو) یعنی اسکے دوستوں سے وَخَافُواْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (اور مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو) کیونکہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ خوف الہی کو ہر خوف پر ترجیح دے۔

قرأت: سہل و یعقوب نے وصل و وقف دونوں میں وَخَافُواْ یعنی پڑھا ابو عمرو نے صرف وصل میں اس طرح پڑھا۔

وَلَا يَخْزِيكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَصُرُوا اللَّهَ شَيْئًا

اور آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو تیزی کے ساتھ کفر میں جا پڑتے ہیں بے شک وہ لوگ اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے۔

يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۶۱

اللہ چاہتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، بے شک

الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَصُرُوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ

جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ خریدا یا وہ ہرگز اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور ان کے لئے دردناک

أَلِيمٌ ۝۱۶۲ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمَلِّ لَهُمْ خَيْرًا لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا

عذاب ہے۔ اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لئے بہتر ہے، بات یوں ہے

نُمَلِّ لَهُمْ لِيَزِدُوا إِشْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۶۳

کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور زیادہ ترقی کر لیں اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

نقصان کے بیان کا ایک بلیغ انداز:

۱۶۲: وَلَا يَخْزِيكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَصُرُوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (اور آپ کو غمزہ نہ کریں)

قرأت: نافع نے تمام قرآن میں یُخْزِيكَ پڑھا ہے سوائے سورۃ انبیاء کی آیت: لَا يَخْزِيهِمُ الْفُتْرُ الْاَكْبَرُ (الانبیاء: ۱۰۳) الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (وہ لوگ جو کفر میں تیزی سے گھسنے والے ہیں) یعنی وہ آپ کو تم میں نہ الیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ نقصان پہنچائیں گے کیا تم اس ارشاد الہی کی طرف نظر نہیں کرتے إِنَّهُمْ لَن يَصُرُوا اللَّهَ شَيْئًا (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یعنی اولیاء اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مطلب یہ ہوا کہ کفر میں جلد گھس جانے کی وجہ سے تمہیں وہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے خود انہی کو نقصان ہوگا دوسروں کو اس کا وبال نہ پہنچے گا۔ پھر اگلی آیت میں واضح کر دیا کہ انکا وبال کس طرح انکی طرف واپس لوٹے گا۔ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے ثواب میں کوئی حصہ مقرر کرنا نہیں چاہتے) یعنی ثواب کا حصہ۔ وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) ثواب کے بدلے عَذَابٌ عَظِيمٌ (بہت بڑا عذاب ہے) اور زیادہ بلیغ انداز ہے اس بات کو بیان کرنے کیلئے کہ یہ چیز انسان کے نفس کو نقصان پہنچانے والی ہے۔

ارادہ کفر پر ثواب سے محرومی:

یہ آیت ارادہ کفر و معاصی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ ان کو آخرت میں ثواب نہ ملے اور یہ ان کے کفر و معاصی کے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۷۸: اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَضُرُّوْا اللّٰهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ میں خرید لیا) اشترؤا کا یہاں معنی بدلہ میں لینا ہے۔ لَنْ يَضُرُّوْا اللّٰهَ شَيْئًا (وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکتے)

تَحْفِيفٌ: شَيْئًا مصدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی شَيْئًا مِنَ الضَّرَرِ پہلی آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو پیچھے رہنے والوں میں سے منافق تھے یا اسلام سے مرتد ہو گئے اور دوسری آیت تمام کفار کے متعلق یا اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی کفار کے متعلق اور دوسری منافقین کے متعلق ہو۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

۱۷۸: وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمَلِّىْ لَهُمْ خَيْرًا لَّا نَفْسِيْهِمْ، اِنَّمَا نُمَلِّىْ لَهُمْ لِيَزِدَّا دُوْلًا اِنَّمَا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِِيْنٌ۔ وَلَا يَحْسِبَنَّ (اور ہرگز نہ گمان کریں)

اختلاف ونحو:

قراءت: یہ لَا يَحْسِبَنَّ اور اسکے بعد والے تین میں با مضموم اور یحسبن یا کے ساتھ پڑھا کی اور ابو عمرو نے اور تمام مقامات پر حمزہ نے تا سے پڑھا۔ اور مدنی اور شامی نے تمام مقامات پر یا کے ساتھ سوائے آل عمران کی آیت ۱۸۸ میں فلا تحسبنہم یہ تا کے ساتھ ہے۔ باقی قراء نے پہلے دو یا کے ساتھ اور آخری دو تا کے ساتھ پڑھے ہیں۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کافر۔ جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے اس کو مرفوع قرار دیا ای لا یحسبن الکافرون ان اپنے اسم و خبر کے ساتھ یحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ولا یحسبن الذین کفروا املاء نا خیراً لا نفسہم۔ کافر ہرگز گمان نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے انما کا ما مصدر یہ ہے۔ اصول خط کے مطابق اس کو الگ۔ اَنْ۔ ما لکھا جانا چاہیے تھا لیکن مصحف عثمانی میں متصل لکھا گیا اسی لئے اس کی اتباع میں متصل لکھا جاتا ہے۔

جنہوں نے تا سے پڑھا لا تحسبن انہوں نے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کو منصوب قرار دیا۔ ای لا تحسبن الکافرین اور اِنَّمَا نُمَلِّىْ یہ کافرین سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ولا تحسبن انما نملی للکافرین خیر لهم اور اَنْ مَعَ مَا کے ساتھ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ الاملاء کا معنی امہال اور عمر کا طویل کر دینا ہے۔

جملہ متانفہ ماقبل کی علت ہے:

اِنَّمَا نُمَلِّىْ لَهُمْ لِيَزِدَّا دُوْلًا اِنَّمَا (بیشک ہمارا حکم دینا اس لئے ہے۔ تاکہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں) یہ ما اس بات کا حقدار ہے کہ متصل لکھا جائے۔ کیونکہ یہ ما کا فہ ہے۔ نہ کہ اول اور یہ جملہ متانفہ پہلے جملے کی علت ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ما بالہم لا یحسبون الاملاء خیراً لهم ان کو کیا ہو گیا کہ وہ مہلت کو بہتر خیال نہیں کرتے؟ تو اس کا جواب دیا بیشک ہم ان کو مہلت اس

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ

اللہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے

مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي

جدا نہ فرما دے۔ اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اللہ منتخب فرما لیتا ہے

مِنْ رَّسُولِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ

اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان پر قائم رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾

ثواب عظیم ہے۔

لئے دے رہے ہیں تاکہ گناہوں میں وہ ترقی کر لیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (اور ان کے لئے ذلت والا عذاب ہے)

۱۷۹: مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رَّسُولِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔

لِيَذَرَ کی لام تاکید نفی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز مومنوں کو اس حالت پر جس میں تم اس وقت ہو کہ مخلص و منافق ملے جلے رہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (یہاں تک کہ ناپاک پاک سے جدا کر دے) یعنی یہاں تک کہ منافق مخلص سے الگ ہو جائے۔

نحو و قرأت:

يُمَيِّزُ حمزہ اور علی نے پڑھا۔ انتم کا خطاب تصدیق کرنے والے مخلص و منافق ہر دو کو ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْكُم عَلَى الْحَالِ الَّتِي أَنْتُمْ عَلَيْهَا مِنْ اخْتِلَاطِ بَعْضِكُمْ بِبَعْضٍ حَتَّىٰ يَمِيزَ هُمْ مِنْكُم بِالْوَحْيِ إِلَىٰ نَبِيِّهِ وَاجْتِبَاؤِهِ بِأَحْوَالِكُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کو اس حالت پر چھوڑنے والے نہیں کہ جس میں تم اب ہو کہ ملے جلے رہتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ منافقین کو تم سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتار کر یا ایسے واقعات رونما کر کے جس سے مخلص و غیر مخلص جدا ہو جائیں۔ (وحی کی مثال یحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة اور واقعات کی مثال غزوة احد ہے) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا) یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کو غیب کا علم دینے والے نہیں پس تمہیں رسولوں کی خبروں سے وہم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے جو خبریں وہ بعض لوگوں کے اخلاص اور دوسروں کے نفاق کے متعلق دیتے ہیں۔ وہ دلوں کی ان باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے دیتے ہیں پس وہ دلوں کا کفر و ایمان اس طریق سے بتلاتے ہیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ

اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بخل کرنا

خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ

ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے، جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا عقیقہ قیامت کے دن ان کو اس کا طوق

الْقِيَمَةِ ۖ وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

پہنایا جائے گا۔ اور اللہ کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی میراث ہے اور اللہ ان کاموں کی خبر رکھتا ہے جو

خَيْرٌ ۝۱۸۰

تم کرتے ہو۔

رسولوں کو کسی کے دل کے نفاق و اخلاص کی خبر وحی سے ہوتی ہے:

وَلَيَكُنَّ اللَّهُ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہے ہیں چنتے ہیں) یعنی لیکن اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر ان کی طرف وحی کر کے خبر دیتے ہیں کہ غیب میں یہ بات اس طرح ہے اور فلاں کے دل میں نفاق اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے پس وہ اس خبر کو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جان لیتا ہے نہ کہ اپنے ذرائع سے۔

تردید فرقہ باطنیہ:

اس آیت میں باطنی فرقہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے امام کے بارے میں علم غیب ثابت کرتے ہیں اگرچہ اپنے امام کے بارے میں نبوت کو تو ثابت نہیں کیا مگر نص صریح کی مخالفت کی کہ غیر رسول کیلئے غیب کی باتوں کی اطلاع ثابت کردی اور اگر وہ اپنے امام کیلئے نبوت کے قائل ہوں تو پھر دوسری نص و خاتم النبیین (الاحزاب - ۴۰) کے مخالف ٹھہرتے ہیں۔

(مگر افسوس کہ فرقہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ اور بہت سے قبر پرست اہل بدعت نے ائمہ مطہراں اور اپنے پیروں تک کیلئے علم غیب کو ثابت کیا ہے۔ اعاذنا اللہ منها مترجم) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ۔ وَاَنْ تَوٰمِنُوْا وَتَتَّقُوْا (اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی نفاق سے بچو فَالَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے) قیامت کے دن۔

منکرین زکوٰۃ کا انجام:

۱۸۰: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ۔

نشانِ نَزْوَالِ: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتنی جو زکوٰۃ سے انکار کرنے والے تھے۔

(ہرگز نگمان کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دے رکھا ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل کرنا ان کے حق

میں اچھا ہے۔

نَحْنُ: جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا۔ انہوں نے مضاف محذوف مانا یعنی لا تحسین بخل الباخلین تم بخل کرنے والوں کے بخل کو ہرگز نگمان نہ کرو۔ ہو یہ ضمیر فصل ہے اور خیراً لہم یہ مفعول دوم ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے بحسن کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا یا احد کی طرف لوٹائی۔

اور جنہوں نے فاعل الذین یبخلون قرار دیا ان کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِعَلْمِهِمْ

ہو خیراً لہم۔ ہو ضمیر فصل ہے اور خیراً لہم مفعول دوم ہے۔ بل ہو (بلکہ وہ) یعنی بخل۔ شَرَّ لَهُمْ (ان کے لئے برا ہے)

کیونکہ ان کے اموال ان سے چھن جائیں گے اور وبال بخل ان پر باقی رہ جائے گا۔ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

(عنقریب ان کو اس چیز کے جس پر بخل کیا طوق پہنائے جائیں گے)۔ یہ بل ہو شر لہم کی تفسیر ہے کہ عنقریب ان کا وہی مال

جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔ من منع زکوٰۃ

ماله يصير حية ذكراً اقرع له نابان فيطوق في عنقه فينشه و يدفعه الى النار (بخاری، نسائی، احمد) جس نے اپنے مال

کو زکوٰۃ سے روک لیا اس کا مال نر گنجا سانپ بن جائے گا جن کی دو داڑھیں ہونگی وہ طوق بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ وہ

اس کو ڈنگ مارے گا اور آگ کی طرف دھکیلے گا۔

وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں و زمین کی وراثت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ ان کے

مابین ہے جس کے لوگ آپس میں وارث بنتے ہیں۔ خواہ وہ مال ہو یا اور کچھ پھر اس کی ملک پر بخل کیوں کرتے ہیں اور اس مال کو

اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف نہیں کرتے؟ میراث اصل میں مِوَرَاث ہے داؤ کو یا سے بدل دیا ماقبل کسرہ کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ بِمَا

تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو اس سے خبردار ہے)۔

قراءت: ابو عمرو کی نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔ ثالثات کے طریقہ پر پڑھی گئی ہے اور وعید کے لحاظ سے یہ زیادہ بلند

انداز ہے اور یا یہ اپنے ظاہر پر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۚ

بلاشبہ اللہ نے سن لی ان کی بات جنہوں نے کہا ہے کہ بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں،

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلُهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ وَنَقُولُ

غریب ہم ان کی بات کو لکھ لیں گے اور جو انہوں نے نبیوں کے بحق خون کئے ہیں اس کو بھی لکھ لیں گے اور ہم کہیں گے

ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

کہ کچھ لو جلتے کا عذاب، یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے پیچھے، اور بلاشبہ اللہ

لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۱۸۲﴾ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ إِلَيْنَا آلا

ہندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے، جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے ہم سے یہ فرمایا ہے کہ ہم

نُؤْمِنُ بِرُسُولِهِ حَتَّىٰ يَأْتِيََنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۖ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ

کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی کی چیز نہ لائے جسے آگ کھا جائے آپ فرمادیجئے مجھ سے پہلے بہت سے

رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذِّمَىٰ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ ۖ إِنَّ

رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور جو تم کہہ رہے ہو وہ بھی لائے پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۸۳﴾ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا

تم سچے ہو؟ سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے رسول جھٹلائے جاتے ہیں وہ کھلی کھلی نشانیاں لائے

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۚ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾

اور صحیفے لائے اور روشن کتاب لائے۔

یہود کا بدترین جارحانہ مقولہ:

۱۸۱: لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلُهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی

ہیں) یہ بات یہود نے کہی جبکہ یہ ارشاد ربانی ان کے کان میں پڑا۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً (البقرہ ۲۴۵) کہ کون اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیتا ہے۔ یہود کہنے لگے محمد ﷺ کا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے پس پھر تو ہم غنی اور وہ فقیر ہے۔

قَدْ سَمِعَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انکی یہ بات مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے پوری سزا تیار کر رکھی ہے۔ سَنُكْتِبُ مَا قَالُوا (عقرب ابکی بات ہم لکھ لیں گے) یعنی کرانا کا تین کوان کے اس قول کے متعلق حکم دیں گے کہ وہ صحائف اعمال میں درج کر لیں یا ہم اس کو محفوظ کر لیں کیونکہ مخلوق کی طرف سے کتابت تحفظ کیلئے ہوتی ہے تو حجاز انسکتب کہہ دیا گیا۔ ما مصدر یہ یا بمعنی الذی ہے۔ وَقَتْلُهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ (اور انکا انبیاء کو قتل ناحق کرنا) اس کا ما پر عطف ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے قتل کو اس کا قرینہ قرار دیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ یہ دونوں گناہ بڑائی میں ہم پہلے ہیں۔ اور جو شخص قتل انبیاء کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس سے اس قسم کی باتیں بعید نہیں وَتَقُولُ اور ہم ان کو کہیں گے قیامت کے دن۔ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (تم جلنے کا عذاب چکھو) یعنی آگ کا عذاب جیسا تم نے مسلمانوں کو نکالیں پھانسیں۔ ضحاک کہتے ہیں۔ جنہم کے فرشتے ان کو یہ بات کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے کی گئی کہ یہ اسکے حکم سے ہے۔

قراءت: حمزہ نے قَتْلُهُمُ لام کے ضمہ اور سَنُكْتِبُ کو سَنُكْتِبُ پڑھا ہے۔

یہ کی اضافت آلہ عمل کی وجہ سے:

۱۸۲: ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتَ اَيْدِيَكُمْ وَاَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ۔ (یہ ان اعمال کے سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے) ذَلِكَ اس سے انکی وہ سزا جو ذکر ہو چکی اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ بِمَا قَدَّمْتَ اَيْدِيَكُمْ عذاب ان اعمال کفریہ اور معاصی کے بدلے میں ہے جو تم نے آگے بھیجے ہیں۔ اور یہ کی طرف اضافت اعمال کی اس لئے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں اور تغلب کے طور پر تمام اعمال کو واقع شمار کر کے یہ کی طرف نسبت کر دی اور اس لئے بھی کہ کسی چیز کے ختم دینے والے کو فاعل کہا جاتا ہے پس ہاتھوں کا تذکرہ پختہ ثبوت کیلئے ہے یعنی اس نے یہ کام بذات خود کیا کسی نے کرنے کا اس کو نہیں کہا۔ وَاَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ۔ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بالکل ظلم کرینوالے نہیں) بلا جرم کے ان کو سزا نہیں دیتے۔

۱۸۳: الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا اَلَا نُوْمِنُ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَّاْتِنَا بِقُرْاٰنٍ نَّحْكُمُ النَّارَ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَاِلٰذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ قَالُوْا (وہ لوگ جنہوں نے کہا)

نَحْنُ نَحْكُمُ النَّارَ: یہ پہلے الَّذِيْنَ قَالُوْا سے بدل ہو کر مجرور ہے اور اِغْنِیْ فِعْل سے منصوب بھی ہو سکتا ہے اور ہم کو مضر مان کر مرفوع ہوگا۔

یہود کا باطل دعویٰ:

اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا (اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہمیں حکم دیا) اور وصیت کی۔ اَلَا نُوْمِنُ کہ ہم ایمان نہ لائیں لَوْ رُسُوْلٍ حَتّٰى يَّاْتِنَا بِقُرْاٰنٍ نَّحْكُمُ النَّارَ (کسی رسول پر یہاں تک کہ وہ پیش کرے ایسی قربانی جس کو آگ کھائے) یعنی وہ قربانی پیش کرے اور آسمان سے آگ اتر کر اس کو جلا ڈالے۔ پس اے محمد ﷺ اگر تم یہ معجزہ پیش کرو تو ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے۔

یہود کا یہ دعویٰ باطل اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کیونکہ آگ کا قربانی کو جلا ڈالنا اس پیغمبر کا معجزہ اور اس پر ایمان کا سبب ہے جس کو یہ معجزہ دیا گیا ہو۔ پس اس لحاظ سے اس قسم کی قربانی اور دیگر معجزات برابر ہو گئے۔

ہر دو معجزات کے باوجود تم نے انبیاء (ﷺ) کو کیوں قتل کیا؟

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ (کہہ دیں تحقیق تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول معجزات لیکر آئے) جو قربانی کے علاوہ تھے وَبِالْبَيِّنَاتِ قُلْتُمْ (اور وہ بھی لائے جو تم نے کہا) یعنی تمہارے اسلاف کے پاس جن کا اپنے کو تم پر ورکار کہتے ہو۔ وہ معجزات بھی لائے اور ان کے افعال کو وہ پسند بھی کرتے تھے۔ فَلَمَّ قَتَلْتُمُوهُمْ (تم نے ان کو کیوں قتل کیا) اگر اس پیغمبر پر ایمان سے تمہارے سامنے یہی رکاوٹ ہے۔ تو تم ان پر ایمان کیوں نہ لائے۔ ان کو کیوں قتل کیا۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنی اس بات میں اور ایمان اسی لئے مؤخر کر رہے ہو۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ :

۱۸۴: اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْزُبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۔ (پس اگر یہ آپ کو جھٹلا دیں پس جھٹلائے گئے بہت رسول آپ سے پہلے) اگر یہ یہود آپ کو جھٹلا دیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی۔ جَاءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ (جو کھلے ہوئے معجزات لائے تھے) وَالْزُبُرِ (کتابیں) یہ زبور کی جمع ہے اور یہ الزبور سے نکلا جس کا معنی لکھتا ہے۔

قراءت: شامی نے وَبِالْزُبُرِ پڑھا۔ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (اور روشن کتابیں) اول قول یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔ صرف اوصاف میں اختلاف کی وجہ سے الگ ذکر کیا۔

زبور: ایسی کتاب جس میں زجر والے احکام ہوں۔ اور کتاب منیر ایسی کتاب جو مکمل راہنمائی کا کام دے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ

ہر جان موت کا آئینہ سمجھنے والی ہے اور بات یہی ہے کہ تم کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

زُحْرَجَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا

سو جو شخص بچا دیا گیا آگ سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں سو وہ کامیاب ہو گیا۔ اور دنیا والی زندگی دھوکہ

مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝ لَتَبْلُوَنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ

کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم لوگ ضرور آزمائے جاؤ گے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب

الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ

دی گئی اور جن لوگوں نے شُرک کیا ان کی طرف سے ضرور بالضرور بہت سی باتیں دل آزاری کی سنو گے، اور اگر

تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو بلاشبہ بہت سے کاموں میں سے ہے۔

تکذیب پر غم نہ کریں، مطلق کامیابی کی جگہ آخرت ہے:

۱۸۵: كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ زُحْرَجَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ (ہر جی نے موت کا آئینہ پکھنا ہے)

تَحْفُوتِ: كُلُّ نَفْسٍ مُبْتَدَأٌ هُوَ اور ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ۔ اس کی خبر ہے۔ مگر وہ کو عمومی بناء پر مبتداء بنایا جاسکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انکی تکذیب آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ کیونکہ تمام مخلوق نے میرے پاس لوٹ کر آتا ہے۔ میں ان کو انکی تکذیب اور تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ دوں گا۔ اور آیت کے اگلے حصے میں اسی کا ذکر کیا۔ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اور تمہیں تمہارے اعمال کا کامل ثواب دیا جائے گا) باقی دنیا دار الجراہ نہیں۔ فَمَنْ زُحْرَجَ (جو دور کر دیا گیا) الزحزحہ دور کرنے کو کہتے ہیں۔ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آگ سے اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس اس نے بھلائی کو پایا) یہ بھی کہا گیا کہ اس کو مطلق کامیابی میسر آگئی۔ الفوز پسندیدہ چیز کا ملنا اور ناپسند سے دور ہونا۔ وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (اور دنیوی زندگی تو فقط دھوکے کا سودا ہے) دنیا کو ایسے سودے سے تشبیہ دی جس کو فروخت کرنے والا خریدار کو فریب دینے کیلئے پیش کرتا ہے۔ تاکہ دھوکہ میں مبتلا ہو کر وہ اس کو خرید لے۔ ظاہر میں وہ کام کی چیز ہے اور حقیقت میں وہ کچھ نہیں پھر اس کی خرابی اور نقص ظاہر ہو جائے۔

شیطان اصل میں دھوکہ میں پھانسنے والا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حکم اس کیلئے ہے جس نے دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ باقی جس نے دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کیا۔ وہ اس کے لئے مقصود تک پہنچانے والا سامان ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا نباتات کی سبزی اور لڑکیوں کی گڑیوں کی طرح ہے جس کا کچھ حاصل نہیں۔

شدائد سہنے کے عادی بنو:

۱۸۶: لَتُبْلَوْنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اَوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذٰى كَثِيْرًا وَّ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر۔ لَتُبْلَوْنَ (ضرور اللہ کی قسم تمہاری آزمائش ہوگی) فِيْ اَمْوَالِكُمْ (تمہارے اموال میں) ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کا حکم دے کر اور اس پر آفات کے ذریعہ وَاَنْفُسِكُمْ (اور تمہارے نفسوں میں) قتل قید، زخم اور نفوس پر قسم قسم کے جو مصائب و مواقع خوف آتے رہتے ہیں۔

نفس جو آنکھوں سے نظر آئے:

آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نفس آنکھوں سے نظر آنی والا جسم ہے نہ وہ جس میں باطن کا معنی پایا جائے۔ جیسا کہ بعض اہل کلام اور فلاسفہ نے کہا (کذابی شرح التاویلات) وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اَوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور ضرور تم سنو گے ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی) اَوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذٰى كَثِيْرًا (اور مشرکوں سے بہت سی دکھ کی باتیں) جیسا کہ دین میں طعن و تشنیع، ایمان قبول کرنے سے لوگوں کو رکاوٹ ڈالنا۔ اہل ایمان کو غلط قرار دینا وغیرہ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو گے) انکی ایذا پر اور وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو گے) اللہ کے خوف سے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ ہِیَ صَبْر و تقویٰ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر (عزیمت کے کاموں میں سے ہیں) یعنی یہ ایسے معاملات میں سے ہیں جن پر عزم و پختگی لازم ہے۔ ایمان والوں کو اس سے مخاطب کیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے نفس کو ان شدائد کے سہنے کا عادی بنائیں جو عنقریب پیش آئیں گے۔ اور ان پر صبر کریں۔ جب ایسے مواقع پیش آئیں تو پہلے سے وہ نفس کو عادی بنانے والے ہوں تاکہ ان کو ایسی حالت نہ سامنے آئے جو اس آدمی کو آتی ہے جس پر اچانک مصیبت اترے اور اس کا دل اس سے نفرت کرے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے مضبوط عہد لیا جن کو کتاب دی گئی کہ تم ضرور ضرور کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا

وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا

اور اس کو نہ چھپانا، سو انہوں نے اس کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور انہوں نے اس کے ذریعہ تموزی کی

قَلِيلًا قَلِيلًا فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُوتُوا

بیت خرید لی، سو بری ہے وہ چیز جو وہ خریدتے ہیں۔ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں

وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسِبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنْ

اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے ان کے بارے میں آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے

الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

جھوٹ گئے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کتمان حق، حق فروشی کی ممانعت:

۱۸۷: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ

ثَمَنًا قَلِيلًا قَلِيلًا فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جن کو کتاب دی گئی) یعنی اس وقت کو یاد

کرد۔ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا۔ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ (اس کو ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور ہر

گز نہ چھپانا لوگوں سے) وَلَا تَكْتُمُونَهُ تَا کے ساتھ ان کے خطاب کی حکایت کے طور پر فرمایا جیسا اس ارشاد میں: وَقَضَيْنَا

إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ [الاسراء: ۳۰] میں لَتُفْسِدُنَّ تَا کے ساتھ ہے۔

قراءت: مکی نے با کے ساتھ پڑھا اور ابو عمرو اور ابو بکر نے انکی موافقت کی۔ کیونکہ وہ غیب کا صیغہ ہے اور ضمیر کتاب کی طرف

راجع ہے اور اس سے تاکید کی کہ کتاب کو بیان کرنا واجب اور اس کے کتمان سے بچنا لازم ہے۔ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ (پس

انہوں نے اس ميثاق اور اس تاکید کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا) یعنی اس کی رعایت نہ کی اور نہ ہی اس کی طرف التفات کی۔ البتہ، وراء

الظهر یہ پھینکنے اور تیار کی کو چھوڑنے کی ایک مثال ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری:

اس میں دلیل ہے کہ علماء کے ذمہ ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے وہ حق کو کھول کر بیان کریں، جس کو وہ جانتے ہیں۔ اور اس میں سے کوئی چیز نہ چھپائیں کسی فاسد غرض کی خاطر مثلاً ظالموں کیلئے آسانی پیدا کرنے اور ان کو خوش کرنے یا ان سے کوئی نفع اٹھانے یا کسی ایذا کے دور کرنے کیلئے یا علم پر غل کر کے ہوئے حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ جس نے لوگوں سے علم چھپایا اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام پہنائیں گے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

وَاشْتَرَوْا بِهِ قُلُوبًا قَلِيلًا (اور اسکے بدلے انہوں نے حقیر معاوضہ لیا) یعنی معمولی سامان دنیا۔ فَبَشِّرْ مَا يَشْتَرُونَ (پس بری ہے وہ چیز جو معاوضہ میں وہ لے رہے ہیں)

یہود مدلسین اور ریاکاروں کو تنبیہ:

۱۸۸: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (ہرگز نہ خیال کریں آپ ان لوگوں کا جو اتراتے ہیں)

يَحْمَدُونَ: لَا تَحْسَبَنَّ میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ ایک مفعول الَّذِينَ يَفْرَحُونَ کا جملہ ہے۔ اور دوسرا مفعول بِمَفَازَةٍ ہے۔ اور فلا تحسبنہم یہ اس کی تاکید ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تحسبنہم فانزین۔

بِمَا آتَوْا (اس پر جو انہوں نے کیا) یہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے اور جاء اور اُتٰی بمعنی فعل آیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا (مریم ۶)۔ لَقَدْ جَنَّتْ شَيْئًا فَرِيًّا (مریم ۲۷)۔ نَحْنُ بَشِيرٌ كَذَّابٌ (مریم ۲۷)۔ یعنی اعطوا ہے۔ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ (اور وہ پسند کرتے ہیں کہ انکی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے پس ہرگز ان کو عذاب سے بچنے والے مت خیال کرو) مفازۃ کا معنی نجات پانے والے ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہاں الیم بمعنی مولم ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت فرمایا جو تورات میں مذکور تھی۔ انہوں نے حق کو چھپا کر آپ کو غلط خبر دی۔ اور ظاہر یہ کیا کہ انہوں نے سچ بولا ہے۔ اور آپ سے تعریف کے طالب ہوئے۔ اور اپنی تدلیس پر بڑے خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ اور ان کے لئے وعید اتار کر آپ کو تسلی دی۔ مطلب یہ ہوا تم ہرگز یہود کو عذاب سے چھوٹنے والا مت خیال کرو۔ انکی اس تدلیس پر جو آپ سے انہوں نے کی اور پھر تعریف کے طالب ہوئے اس پر جو انہوں نے نہیں کیا تھا یعنی آپ کے سوال کا درست جواب دینا۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ منافقین تھے جو اس پر خوش تھے کہ انکو مسلمانوں کے سامنے صرف اظہار ایمان ہی کفایت کرنے والا ہے اور اس سے انکی اغراض بھی پوری ہوتی ہیں۔ اور اس سے وہ اپنے ایمان کی تعریف کروانا چاہتے ہیں جو حقیقت میں ان میں مفقود ہے۔

مَنْ يَنْتَظِرْ: اس میں ایسے لوگوں کیلئے وعید ہے جو کوئی نیکی کر کے پھر اتراتے پھرتے ہیں اور انکی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ انکی ایسے

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور یکے بعد دیگرے رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے

لَاوِلٰی الْاَلْبَابِ ۱۶۰ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَٰمًا وَقُعُوْدًا وَّعَلٰی

نشانیاں ہیں، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے

جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا

ہوئے۔ اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ اے ہمارے رب

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِیْنَا عَذَابَ النَّارِ ۱۶۱ رَبَّنَا اِنَّكَ مِنْ

آپ نے اس کو عبث پیدا نہیں فرمایا، ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ سو آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے، اے ہمارے رب اس میں شک نہیں کہ

تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْرَجْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۱۶۲ رَبَّنَا اِنَّا

جسے آپ دوزخ میں داخل فرما دیں تو واقعی آپ نے اس کو سوا کر دیا، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے

سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا

ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے پکار رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر، سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب

فَاَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكُفِّرْ عَنْ سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۱۶۳

سو آپ مغفرت فرما دیجئے ہمارے گناہوں کی، اور کفارہ کر دیجئے ہمارے گناہوں کا اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ موت دیجئے۔

افعال سے تعریف کریں جو انہوں نے نہیں کیے۔

ملکیت عامہ سے یہود کی مذمت:

۱۸۹: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (آسمان وزمین اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں) وہ ان

کے معاملات کا اختیار رکھتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی۔ جَوٰنَ اللّٰهُ فَفِیْہِ (آل عمران: ۸) کانفرہ مارنے والے تھے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان کو عذاب دینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔

دلائل عقلیہ سے قدرت وعظمت باری کا اثبات:

۱۹۰: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الْیَلِّ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ (بی شک آسمان وزمین کی

پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں البتہ نشانیاں ہیں) کیونکہ خالق کی ہستی میں کمال علمی، ہمہ گیر قدرت اور ارادہ و حکمت کے ثبوت کی کھلی دلیلیں موجود ہیں۔ **تَوَلَّى الْاَلْبَابَ** (ان لوگوں کیلئے جن کو دانش و فہم حاصل ہے) اور انکی عقل خواہشات سے اس طرح خالی ہو جس طرح مغز چھلکے سے۔ پس اس کی رائے یہ ہے کہ جو اہر میں پیدا شدہ عرض جو اہر کے حدوث کی علامت ہے۔ کیونکہ کوئی جو ہر عرض حادث سے جدا نہیں ہو سکتا اور جو کسی حال میں حادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے پھر اس کا حدوث کسی محدث کے وجود کی دلیل ہے۔ اور وہ ذات قدیم ہے۔ ورنہ یہ سلسلہ غیر متناہی محدثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ جو کہ باطل ہے پس وجود قدیم ثابت ہو گیا۔

اسی طرح اس کی حسن صنعت اسکے علم کی دلیل ہے۔ اور صنعت کی پختگی اس کی حکمت کی دلیل ہے۔ اور اس کا باقی رہنا اس کی قدرت کی دلیل ہے۔ رسول مقبول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آدمی پر افسوس ہے کہ جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس کی تلاوت میں غور و فکر نہ کیا (اسیوی والدہ اسطور) بنی سرائیل کی حکایات میں ہے کہ بنی سرائیل میں جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تیس سال عبادت کرتا تو اس پر بادل سایہ کرتا۔ ایک نوجوان نے تیس سال عبادت کی مگر اس پر بادل نے سایہ نہ کیا۔ اس کی والدہ نے کہا اس زمانہ میں شاید تم سے کوئی لغزش صادر ہوئی ہو۔ اس نے کہا مجھے تو یاد نہیں۔ اس نے کہا شاید تم نے کبھی آسمان کو دیکھ کر عبرت نہ حاصل کی ہو۔ اس نے کہا شاید یہی ہو۔ پس وہ انعام تمہیں اسی سے ملے گا۔

۱۹۱: اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

تَفَكَّرُوا: (تفکر) (جو لوگ) یہ مجرور مانیں تو اولیٰ کی صفت ہے یا اعمیٰ کو مضمر مانیں تو منصوب ہے۔ ہم کو مبتداء محذوف مانیں تو خبر مرفوع ہے۔ **يَذْكُرُونَ اللَّهَ** (اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں) یعنی نماز پڑھتے ہیں۔ **قِيَامًا** (کھڑے ہونے کی حالت میں) جبکہ ان کو قیام پر قدرت ہو۔ **وَقُعُودًا** (بیٹھنے کی حالت میں) **وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ** (اپنے پہلوؤں پر) یعنی جب قیام و قعود سے عاجز ہوتے ہیں۔

تَفَكَّرُوا: **قِيَامًا وَقُعُودًا**۔ **يَذْكُرُونَ** کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں اور **عَلَىٰ جُنُوبِهِمْ** بھی حال ہے۔

دوسری تفسیر: ان حالات کا ذکر کر کے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بیان فرمایا کیونکہ ان حالات سے انسان کم ہی خالی ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی جنت کے باغات میں چرنا اور کھانا پینا چاہتا ہے وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

مخلوق میں غور و فکر عبادت ہے:

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں) اور جس چیز پر ان بڑے اجسام کی ایجاد اور انکی شاندار صنعت دلالت کرتی ہے اور وہ اشیاء جن کے بعض عجائب کے ادراک سے انسانی فہم عاجز و درماندہ ہیں جیسے صانع کی عظیم شان سلطنت اور اس کی بڑائی۔

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اوپر کو منہ تھا چاک اس کی نگاہ آسمان اور ستاروں پر پڑی۔ تو

کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ایک مالک اور خالق ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر رحمت فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ (رواہ الطیسی وابن حبان) آپ ﷺ نے فرمایا۔ سوچ و بچار جیسی کوئی عبادت نہیں (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا۔ سوچ و بچار غفلت کو ختم کرتی ہے اور دل میں خشیت پیدا کرتی ہے اور غم کی طرح کوئی چیز دل کو جلا نہیں دیتی اور تفکر کی طرح کوئی چیز دل کو روشن نہیں کرتی۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا (اے ہمارے رب تو نے اس کو بیکار پیدا نہیں فرمایا) یہ حال کے محل میں ہے۔ یعنی یہ کہتے ہوئے وہ سوچ بچار میں مصروف ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اس کو بیکار مخلوق نہیں بنایا جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ بلکہ اس کو کسی عظیم الشان حکمت کے تحت پیدا فرمایا۔ ایک حکمت ان میں سے یہ ہے کہ تو نے اس کو متکلفین کی رہائش گاہ بنایا۔ اور اس میں ان کے تجھے پہچاننے کیلئے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اور ہذا کا اشارہ خلق کی طرف ہے اور وہ اس طرح کہ مراد اس سے مخلوق ہو۔ یا اس کا مشاۃ الیہ السموات والارض ہیں۔ کیونکہ وہ بھی مخلوق کے مفہوم میں داخل ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

سُبْحَانَكَ (اے اللہ تو سبحان ہے) باطل مخلوق کے اوصاف سے تو پاک ہے۔

سُبْحَانَكَ یہ جملہ معترضہ ہے۔ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اس میں فاکو اس لئے لایا گیا کیونکہ اس میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے۔ تشریح عبارت یہ ہے۔ اِذَا نَزَّ هُنَاكَ فَقِنَا جب ہم نے آپ کو بھان مان لیا تو تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حقیقی رسوائی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے:

۱۹۲: رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ۔ (اے ہمارے رب بیشک تو نے جس کو آگ میں داخل کر دیا پس اس کو رسوا کر دیا) اس کی تہلیل کردی ماں کو ملاک کر دیا ماں کو رسوا کر دیا۔

غلط استدلال: اس آیت میں: **يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ** (التحریم: ۸) کو ملا کر استدلال کیا۔ کہ جو آگ میں داخل ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ آگ میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا۔

جواب: جابر رضی اللہ عنہ نے کہا مومن کو رسوا کرنے کا مطلب اس کو ادب سکھانا ہے۔ اور رسوائی تو اس سے بڑھ کر ہے۔

دونوں آیات کے ظاہر تضاد کا ازالہ: یوم لا ینحی اللہ النبی: الایۃ میں کامل ایمان والوں کا تذکرہ ہے اور معادہ کا قرینہ ہے۔ اور اس آیت میں من تدخل النار عام ہے اور حضرت انس کے بقول اس سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا مراد ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا) لِلظَّالِمِیْنَ سے مراد آگ میں داخل ہونے والے، کفار مراد ہیں انصار سے مراد معاون و سفارشی جو انکی سفارش کر سکیں جیسا کہ ایمان والوں کو ملے ہوئے۔

بڑے منادی کی نداء:

۱۹۳: رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مَنًا وَّيَا بُنَادِي لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ قَامَنًا رَبَّنَا فَاعْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكْفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّئْنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی نداء دے رہا تھا)

مجاور ہے: سمعت رجلاً يقول كذا اس میں فعل کو رجل پر ڈالا اور جو چیز سنی اس کو حذف کر دیا کیونکہ تم نے اس چیز سے اس کا وصف بیان کیا جو وہ سنتا ہے۔ اس لئے سنی ہوئی چیز کے ذکر کی ضرورت نہ رہی۔ اگر فعل سے اس کی صفت نہ کی جاتی تو اس طرح کہتے: سمعت كلام فلان۔ النادی سے مراد یہاں رسول اللہ ﷺ یا قرآن مجید ہے۔ بُنَادِي لِلْاِيْمَانِ: وہ ایمان کی نداء دے رہا تھا۔ یعنی لام اجلیہ ہے وہ ایمان باللہ کیلئے منادی دے رہا تھا اس میں منادی کی شان کو خوب بڑھا کر ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کوئی منادی اس سے زیادہ بڑا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دے رہا ہو۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ اَنْ مصدر یہ اور بکا مقدر یا اَنْ تفسیر یہ منادی ایمان آمنوا کے لفظ سے تھی۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ قَامَنًا (تم ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لے آئے)

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابو منصور ماتریدی پیچیدہ فرماتے تھے کہ ایمان میں اشتناء کے باطل ہونے کی اس میں دلیل ہے۔ (یعنی اس طرح کہنا غلط ہے کہ میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ میں یقیناً مؤمن ہوں۔ رَبَّنَا فَاعْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا) (اے ہمارے رب تو پھر ہمارے گناہوں کو بخش دے) ہمارے کبائر کو بخش دے۔ (فاغفر کی فاسیہ ہے پہلا کلام بعد والے کلام کا سبب ہے۔

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا) (اور ہمارے صغیرہ گناہوں کو ہم سے منادے) وَتَوَقَّئْنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (ہمیں نیکیوں کے ساتھ وفات دے) یعنی انکی دوستی کے ساتھ خاص فرما اور ان میں ہمارا شمار فرما۔ الْاَبْرَارُ جمع بتیابار کی ہے۔ اس سے مراد سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے لوگ۔ اسی طرح کی جمع رب، ارباب اور صاحب اصحاب ہے۔

رَبَّنَا وَإِنَّمَا وَعَدْنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

اے ہمارے رب اور ہمیں عطا فرمائیے جو آپ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجئے، بلاشبہ آپ وعدہ خدائی

الْمِيعَادِ ①۹ فَاَسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

نہیں فرماتے۔ پس اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں ضائع نہ کروں گا تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو

مِّنْ دَّكْرٍ اَوْ اُنْثٰیۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَاُخْرِجُوا مِنۢ

مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے سے ہو سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے

دِيَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِی سَبِیْلِیۚ وَقَتْلُوْا وُقِتْلُوْا لَا کُفْرًا عَنْهُمْ سِيَآئِهِمْ

گئے اور میری راہ میں ان کو ایذا دی مگنی اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کئے گئے سو میں ضرور ضرور ان کے گناہوں کا کفارہ کروں گا۔

وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۖ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ بدلہ لے گا اللہ کے پاس سے

وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ②۰

اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

وعدہ والوں میں شمولیت کی دعا:

۱۹۴: رَبَّنَا وَإِنَّمَا وَعَدْنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (اے ہمارے رب دے

ہمیں جو آپ نے وعدہ فرمایا اپنے پیغمبروں کی زبانی) یعنی رسولوں کی تصدیق کے بدلہ میں جو وعدہ کیا یا پیغمبروں پر جو وعدہ تو نے

نازل کیا تھا یا اپنے پیغمبروں کی زبانی کئے ہوئے وعدے۔

تَحْكُمُ: علی یہ وعدتنا سے متعلق ہے۔ جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ثواب ہے یا دشمنوں پر نصرت۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ

سے وعدے کی تکمیل طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے۔ اے

اللہ ہم آپ سے اس بات کی توفیق طلب کرتے ہیں کہ جو اسباب اس وعدہ کی تکمیل کرنے والے ہیں ہمارے حق میں انکی حفاظت

فرما۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کے حق میں تیرا وعدہ ہے۔ کیونکہ وعدہ میں اس بات کو ظاہر نہیں کیا

گیا کہ یہ کن کے لئے ہے۔ یا مراد یہ ہے ہمیں اس راستہ پر ثابت قدمی عنایت فرما جو ہمیں تیرے وعدے تک پہنچا دے اور اس کی

تائید یا تکمیل کا اگلا حصہ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ کر رہا ہے۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اور تو ہمیں قیامت میں رسوا نہ فرما) اس میں

مزید خشوع و خضوع کو ذکر کیا۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ (بلاشبہ آپ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یہ میعاد مصدر ماضی ہے وعدے کے معنی میں آیا ہے۔

۱۹۵: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَاَلْدٰیْنِ هَاجِرُوْا وَاٰخِرُ جَوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقْتُلُوْا وَقْتُلُوْا لَا تَکْفُرُوْنَ عَنْهُمْ سَبَآئِهِمْ وَلَاذْ حَلَلْتُمْ جَنَّتْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا نَهْرٌ قَوَآءًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (پس ان کے رب نے انکی دعا قبول فرمائی) یہاں استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔

اِنِّیْ یہاں با اس سے قبل محذوف ہے۔ بایں طور لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ (کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کو کوئی عمل ضائع نہیں کروں گا)

مِنْکُمْ یہ عامل کی صفت ہے۔ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی یہ عامل کا بیان ہے۔ خواہ وہ کریمو الامرد ہو یا عورت۔

کاملین کے ساتھ شرکت کا وعدہ:

بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) مرد عورتوں میں سے اور عورتیں مردوں میں سے تم سب اولاد آدم ہو یا تم دین و نصرت میں ایک دوسرے کی معاونت کرنے والے ہو۔ یہ جملہ مختصر ہے۔ اس سے عورتوں کی مردوں کے ساتھ ان وعدہ ہائے ربانی میں شرکت بتلائی جو اس نے اپنے کامل فرمانبردار بندوں سے کر رکھے ہیں۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی معاملہ پیش آئے اور وہ پانچ مرتبہ دینا اتنا ما وعدتنا پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو خوف سے نجات دیتے ہیں اور اس کا مقصد پورا فرمادیتے ہیں۔ فَاَلْدٰیْنِ هَاجِرُوْا (پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی)

فَاَلْدٰیْنِ هَاجِرُوْا مبتداء ہے لَا تَکْفُرُوْنَ عَنْهُمْ یہ خبر ہے۔ فَاَلْدٰیْنِ سے عاملین کے عمل کی تفصیل ذکر فرمائی۔ اس سے عامل کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے گویا اس طرح فرمایا جنہوں نے یہ شاندار، اعلیٰ اعمال انجام دیئے جیسے ہجرت عن الوطن وہ اپنے دین میں اس طرح کامیاب ہیں کہ وہ بارگاہ الہی میں مامون ہونگے۔ ہجرت خواہ آخر زمانہ میں واقع ہو وہ اسی طرح ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی۔ وَاٰخِرُ جَوْا مِنْ دِیَارِهِمْ (وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے) جہاں وہ پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ وَاُوْدُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ (اور ان کو میری راہ میں تکلیف دی گئی) خواہ وہ تکلیف ضرب و شتم کی قسم سے تھی یا ضیاع اموال کی صورت میں تھی۔ سبیلی سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر ہے۔ وَقْتُلُوْا وَقْتُلُوْا (انہوں نے کفار سے لڑائیاں کیں اور شہید کر دیئے گئے)

قراءت: مکی و مکی نے قَتَلُوْا پڑھا ہے۔ اور جزہ علی نے وَقْتُلُوْا الْقَدِیْمِ دتا خیر سے پڑھا ہے۔

مَنْبِتُ اللّٰہ: اس آیت میں دلیل ہے کہ وَاٰخِرُ تَرْتِیْبٍ کَوْلَا زَمَنِیْنِ کر تے لَا تَکْفُرُوْنَ عَنْهُمْ سَبَآئِهِمْ وَلَاذْ حَلَلْتُمْ جَنَّتْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا نَهْرٌ (میں ضروران سے انکی غلطیاں مٹا دوں گا اور ضروران کو ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ قَوَآءًا یہ محذوف فعل کا مفعول مطلق بطور تاکید لایا گیا ہے۔ یعنی اثابة یا تنویباً۔ من عند اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ثواب، یعنی تنویباً من عند اللّٰہ ہے کیونکہ: لَا تَکْفُرُوْنَ عَنْهُمْ سَبَآئِهِمْ وَلَاذْ حَلَلْتُمْ۔

لَا يَغُرَّنَكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۖ (۱۹۶) مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ

ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے آپ کو کافروں کا شہروں میں آنا جانا یہ تھوڑا سا نفع ہے۔ پھر

مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَاِنَّهُمْ لَیْسَ الْیَمَّهَادُ ۖ (۱۹۷) لَکِنَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِهِمْ لَهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا بچھونا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزَّلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا

باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے۔ اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْآبَرَارِ ۖ (۱۹۸)

اللہ کے پاس ہے بہتر ہے نیک بندوں کے لئے۔

لَا یَسْنَمُ کے معنی میں ہے وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے یعنی ذات باری تعالیٰ ہی یہ بدلہ دے سکتی ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

شانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار تو مزے لے رہے ہیں اور ہم بھوک سے غڑھال ہیں اس پر یہ آیات اتریں۔ استقامت علی الحق کا لطیف انداز:

۱۹۶: لَا یَغُرَّنَكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ۔ (اے مخاطب تمہیں کفار کا شہروں میں آنا جانا دھوکہ میں مبتلا نہ کرے) اس میں ہر ایک کو خطاب کیا گیا یا نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے مراد دوسرے لئے گئے یا قوم کے سربراہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور اس کو مخاطب کرنا تمام کو خطاب کے قائم مقام ہوتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لَا یَغُرَّنْکُمْ تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اے مخاطبین۔

نمبر ۲۔ آپ ﷺ تو انکی حالت کی وجہ سے دھوکہ میں مبتلا ہونے والے نہ تھے۔ اس سے آپ کو اس بات پر ثابت قدم رکھنے اور لازم کرنے کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِیرًا لِّلْکَافِرِیْنَ (القصص: ۸۶) وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الانعام: ۱۳) یہ تو نبی میں اس کی دو نظیریں ہیں۔ امر میں اس کی نظیر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (الفاتحہ: ۵) یَا أَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا (النساء: ۱۳۶) ہے۔

فانی بہر حال قلیل ہے:

۱۹۷: مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَاِنَّهُمْ لَیْسَ الْیَمَّهَادُ۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ (تھوڑا نفع حاصل کرنا ہے)

تجوید: یہ مبتدائے محذوف تَقْلِبُهُمْ فِی الْبِلَادِ کی خبر ہے۔ قلیل کہنے کی وجہ۔ نمبر ۱: آخرت باقیہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیا اور فانی

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ

اور بلاشبہ بعض اہل کتاب ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا تمہاری طرف اور جو نازل کیا گیا

إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ

ان کی طرف جو عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کے لئے وہ نہیں خریدتے اللہ کی آیات کے بدلہ تمہاری ہی قیمت، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ شَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۸﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

دنیا کی چند لذات لے لیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے جو ثواب تیار کر رکھا ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ قلیل ہے۔ نمبر ۳۔ دنیا کے ختم ہونے کی وجہ سے یہ ذاتی طور پر حقیر ہے ہرزائل ہونے والی چیز قلیل کہلاتی ہے۔ تم مالاؤ تم جہنم ویش الیہا (پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) گویا انہوں نے اپنے لئے بہت بری چیز تیار کی ہے۔ متقین کو خلود والی نعمتیں ملیں گی:

۱۹۸: لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزْلًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْآبَرَارِ۔

(لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا) یعنی شرک سے بچ گئے۔ لہم جنت تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزْلًا (ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بطور مہمان) النَّزْلُ وَالنَّزُولُ کا معنی مہمان کو پیش کیا جانے والا کھانا۔

تین تراکیب:

نَزْلًا یہ حال ہے۔ جنت سے۔ اس میں عامل لہم کلام ہے۔

نمبر ۲۔ یہ مصدر مؤکد ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ رزقاً یعنی جعل ذلک رزقاً۔

نمبر ۳۔ عطاء۔ جعل ذلک عطاءً

مَنْ عِنْدَ اللَّهِ (اللہ کے ہاں) یہ نَزْلًا کی صفت ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) بے شمار اور دائمی خیر لِّلْآبَرَارِ (وہ ابرار کیلئے بہت بہتر ہے) اس کی یہ نسبت جس کیلئے کفار و فاجر سرمارتے پھر رہے ہیں کیونکہ وہ قلیل و زائل ہے۔

اہل نحو کے ہاں لیکن استدراک کیلئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ وہ نفع اٹھا رہے ہیں لیکن ان کے نفع اٹھانے میں بقاء نہیں۔ یہ بقاء متقین کیلئے ہوگی۔ یہ تشدید کے ساتھ لیکن بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۹۹: وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

(اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں جم کر رہو اور نیک کاموں میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم

تَفْلِحُونَ ﴿۵۵﴾

کامیاب ہو جاؤ۔

فَمَّا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔

شَنَائِنُ النَّارِ: نمبر ۱۔ یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء جمعہ کے متعلق نازل ہوئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اہل کتاب میں سے اسلام قبول کیا۔

نمبر ۲۔ اہل نجران میں چالیس آدمی جو اسلام لائے۔

نمبر ۳۔ اور اہل حبشہ میں سے ۳۲ بتیس آدمی اور آٹھ روم سے آئے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے وہ اسلام لے آئے۔ وَآَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ (بیشک اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں) نحوی تحقیق:

نمبر ۱: اِنْ کے اسم پر لام ابتداء داخل ہے کیونکہ ظرف کی وجہ سے فاصلہ ہو گیا۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ اور جو اتارا گیا تمہاری طرف یعنی قرآن مجید۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ (اور وہ جو اتارا گیا انکی طرف) یعنی تورات وانجیل۔ خَشِعِينَ لِلَّهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں)

نمبر ۲: یہ یومن کے فاعل سے حال ہے کیونکہ من یومن لفظاً اگرچہ مفرد ہے مگر معنای جمع ہے۔ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ فَمَّا قَلِيلًا (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت لینے والے نہیں ہیں) جیسا کہ غیر مسلم اجار اور ان کے دیگر بڑے کرتے تھے۔

نمبر ۳: یہ حال کے بعد حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ خریدنے والے نہیں ہیں۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ایسے لوگوں کیلئے ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے) مراد اس سے وہ مخصوص اجر ہے۔ جو ان کو ملے گا۔ اور وہی اجر ہے جس کا وعدہ اس ارشاد ربانی میں فرمایا گیا ہے اُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرْتِينَ کر ان لوگوں کو اجر دو مرتبہ ملے گا۔ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

صبر و تقویٰ کا میابی کا راز ہے:

۲۰۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ۔ (اے ایمان والو! تم صبر کرو) دین کے سلسلہ میں اور اس کی خاطر آنے والی تکالیف پر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر۔ نفس کو ناپسند چیز پر روکنا اور گھبراہٹ کا اظہار

نہ کرتا۔ وَصَابِرُوْا (اور دشمن کے مقابلہ میں جہاد کے شہداء پر صبر کرو) یعنی لڑائی کی تکالیف برداشت کرنے میں ان پر غالب آ جاؤ۔ اور صبر و ثبات میں ان سے پیچھے نہ رہو۔ وَرَٰبِطُوْا (اور مقابلہ کیلئے تیار رہو) یعنی سرحدات پر پہرے کے ساتھ قائم رہو۔ اور کھوڑے باندھو۔ غزوہ کیلئے ہر وقت تیار اور دشمن کی گھات میں رہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) الفلاح ناپسند چیز سے چھٹکارا پالینے کے بعد پسندیدہ چیز کے ساتھ باقی رہنا۔ لعل کا استعمال اس لئے کیا کیونکہ نتائج تو معلوم نہیں۔ کہیں اعمال کرنے سے پہلے فقط امیدوں پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم میری محبت میں صبر کرو اور میری نعمتوں میں دوسروں سے بڑھ کر صبر کرو۔ اور میری اطاعت میں اپنے آپ کو باندھ کر رکھو۔ تاکہ تمہیں میری قربت میسر ہو۔

فضیلتِ سورت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم الزہرا وین کو پڑھا کرو۔ یعنی البقرہ اور آل عمران۔ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے سائبان ہوتے ہیں یا بادل ہوتے ہیں۔ یا پرندوں کے جھنڈ ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کی سفارش کریں گی۔ (رواہ مسلم)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَالِیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبِ مُحَمَّدٌ اللّٰہُ۔

تمت ترجمہ سورہ آل عمران یوم الجمعہ ۱۲ صفر ۱۴۲۳ھ، ۲۶ اپریل ۲۰۰۲ء

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بَعْدَ قَدْرَتِكَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

سُورَةُ النِّسَاءِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا ثَمَانِيَّةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَفِيهَا ثَمَانِيَّةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَفِيهَا ثَمَانِيَّةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً

سورہ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور پچیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا، اور اس جان سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے

نَسَاءُ لَكُمْ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝۱ وَأَتُوا الْيَتَامَىٰ

آپس میں سوال کرتے ہو، اور قرابت داریوں سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے اور یتیموں کو

أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْخَيْثَ بِالْطَّيِّبِ صَوْلَاتًا كُلُّوْا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ

ان کے مال اور مت بدلو خبیث مال کو اچھے مال سے، اور مت کھاؤ ان کے مالوں کو اپنے مالوں

أَمْوَالِكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝۲

میں ملا کر، بے شک ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو اور آدم و حوا سے پھیلا یا بہت سارے مردوں اور عورتوں کو) يَا أَيُّهَا النَّاسُ (اے اولاد آدم علیہ السلام)۔

صورتِ تخلیق:

اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (آغاز تخلیق کے زمانہ میں ایک اصل یعنی تمہارے باپ حضرت آدم سے بنایا)۔

وَتَخْلُقُ مِنْهَا ذُرِّيَّتَهُمَا يَهْدُوهُمُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۵
 مطلب یہ ہے ایک ذات سے تمہیں نکالا جس کی صورت یہ تھی۔ کہ اس نفس کو مٹی سے بنایا اور ان کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے (مادہ لے کر) ان کی بیوی حواء کو بنا دیا۔ وَتَبَتْ مِنْهُمَا (اور ان دونوں یعنی آدم و حواء سے پھیلا یا)۔ وَجَعَلْنَا كَثِيرًا مِّنْ نِّسَاءٍ (بہت سے مردوں اور بہت سی عورتوں کو)۔ یعنی جنس انسانی کی دونوں انواع یعنی مرد و عورت کو۔ نفس انسانی کی ایسی صفت بیان کی جو انسانوں کی خلقت کی وضاحت و تفصیل کر رہی ہے۔

یا خلیقکم سے متعلق ہے اور یٰٰٓأَيُّهَا النَّاسُ کا خطاب ان لوگوں سے ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نفس آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ اور اسی نفس سے تمہاری ماں حواء کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں تمہارے علاوہ ہلاک ہو جانے والی امتوں کی پیدا فرمائیں اور یہ حصر کے لئے ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: نظم کا انداز تو اس بات کا متقاضی ہے کہ تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ایسی چیز لائی جاتی جو تقویٰ کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ پھر کس طرح ان کا ایک جان سے پیدا کرنا۔ تقویٰ کی طرف ترغیب دینے والا بنتا ہے۔

جواب: تخلیق آدم و اولادہ، عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے اور جس کو اس جہتی قدرت ہو۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کفار و فجار کو مرزا دینا بھی اس کے مقدورات میں سے ہے۔ پس اس میں غور و فکر اس بات کا داعی ہے۔ کہ ایسے قادر مطلق سے ڈرا جائے۔ اور اس کے عقاب کا خطرہ محسوس کیا جائے۔

کامل نعمت کا شکریہ:

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ ایک عظیم الشان کامل نعمت ہے۔ پس انسانوں پر لازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری سے گریز کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے وقت فرمایا۔ عورت کو مرد سے پیدا کیا گیا۔ پس اس کا مقصد مرد میں ہے اور مرد کو مٹی سے پیدا کیا پس اس کا فکر مٹی میں ہے (البہیقی)

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو)۔ صَرْفِ تَسَاءَلِ لَوْنِ اَصْلٍ میں تَسَاءَلِ لَوْنِ تھا۔ تا کو سین کر کے سین میں ادغام کر دیا۔ کیونکہ تا کے قریب حرف ہمس سین ہے۔ قراءت: یہ تَسَاءَلِ لَوْنِ تخفیف کے ساتھ ہے عند الکونی۔ ثانیہ کو اجتماع تاءین ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہو۔ پس اس طرح کہتے ہیں باللہ و بالرحم افعول کذا اور مقصد اس سے شفقت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَالْأَرْحَامَ (اور حموں کا) **بِجُحْوٍ**: یہ لفظ اللہ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قطع رحمی سے ڈرو۔ یا جار مجرور کے مقام پر ہے جیسا کہتے ہیں مودت بنزیدو عمروا۔ یا ضمیر پر عطف کرتے ہوئے مجرور ہے۔ حمزہ کے نزدیک مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ ضمیر متصل وہ اسم متصل کی طرح ہے۔

اور جار مجرور ایک شی کی طرح ہے۔ تو یہ بعض کلمہ پر عطف کے مشابہ ہوا۔
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے) یا تمہیں جاننے والے ہیں۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲:

وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ (اور یتیموں کو ان کے اموال دو) یتامی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے والد فوت ہو جائیں اور وہ اکیلے رہ جائیں۔

یتیم کا معنی:

الْيَتِيمُ۔ افراد کو کہتے ہیں۔ اسی سے کہتے ہیں الدُّرَّةُ الْيَتِيمَةُ۔ یکتا موتی۔ ایک قول یہ ہے کہ یتیم انسانوں میں وہ ہے جس کا باپ مر جائے اور بہائم میں یتیم وہ ہے جس کی ماں مر جائے۔ اس نام کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے پر بولا جائے کیونکہ باپ سے منفرد ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ مگر استعمال میں بلوغ سے قبل تک ہی بولا جاتا ہے جب وہ کسی کفیل و نگران سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ تو یہ نام ختم ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: لَا يَتِيمٌ بَعْدَ الْحِلْمِ۔ (ابوداؤد)
شریعت کے حکم کے طور پر نہ کہ لغت کے لحاظ سے۔ یعنی جب وہ بالغ ہو گیا تو اس پر بچوں کے احکام جاری نہ ہونگے۔

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہے۔ اور تم یتیموں کو ان کے اموال بالغ ہونے کے بعد دو۔ یہاں ان کو یتامی، یتیمی کے زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے فرمایا گیا جو بچپن تھا۔ (اب تو وہ بالغ ہو چکے) اس میں اشارہ فرمایا کہ اگر ان سے سمجھ بوجھ پائی جائے تو ان کے اموال ان کے حوالے کرنے میں حد بلوغ سے تاخیر نہ کی جائے۔ اور یتیمی اور بچپن کا نام زائل ہونے سے پہلے ہی ان کو وہ اموال سپرد کر دیئے جائیں۔

حبث کی مراد:

وَلَا تَنْهَكُوا النِّسْبَ بِالطَّبِیِّ (نہ تبدیل کرو خبیث کو بدلے طیب کے) نمبر ۱۔ حرام مال کو لینے کے طلبگار نہ بنو (یعنی یتامی کا مال) حلال مال کے بدلے میں جو کہ تمہارا اپنا مال ہے۔ نمبر ۲۔ خبیث بات کو بدلے میں نہ لو اور وہ یتیموں کا مال بلا نگرانی چھوڑنا ہے۔ پاکیزہ بات کے بدلے میں اور وہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے بچتا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَقْسِطُوْا فِی الْیَمٰنِیْ فَاَنْکِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنْ

اور اگر تم کو ڈر ہو کہ تمہیں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو عورتیں تم کو

النِّسَاءِ مَشٰی وَتِلْكَ وَرُبْعٌ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا

پسند ہوں دو، تین، چار چار۔ سو اگر تم کو ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کر لو، یا ان

مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعْوِلُوْا ۝۳

لوہڑاؤں پر اس کرو جو تمہاری ملکیت ہوں۔ یہ اس سے قریب تر ہے کہ تم زیادتی نہ کرو۔

نحو و صرف:

یہاں باب تفعل بمعنی استفعال ہے اور یہ آتا رہتا ہے۔ اس کی نظیر تعجل بمعنی استعجال۔ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ (اور ان کے مال نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر) بَخِیْضًا: اِلٰی کا متعلق محذوف ہے۔ اور یہ حال کے موقع پر ہے۔ یعنی اموالکم کی طرف مضاف ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ ان کے اموال کو اپنے مالوں کے ساتھ اس طرح نہ ملاؤ۔ کہ تمہارے اور ان کے اموال میں تفریق نہ رہے۔ اس چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو تمہارے حق میں حلال نہیں اور برابری کرنے لگو اس میں اور حلال میں۔ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا کَثِیْرًا۔ بیشک (وہ بہت بڑا گناہ ہے) ؕ سے مراد اس کا کھانا اور حوبا کثیر کا معنی بڑا گناہ ہے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۳:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَا تَقْسِطُوْا فِی الْیَمٰنِیْ (اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تمہیں کے معاملہ میں) اقسط۔ باب افعال بمعنی عدل کرنا۔ لا تقسطوا کا معنی عدل نہ کرنا۔ الیمائی کا لفظ مذکور و مؤنث دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ جمع یتیمہ و یتیم ہے۔ باقی ایام جمع یتیم ہے فقط۔ فَاَنْکِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنْ النِّسَاءِ (پھر تم نکاح کرو دوسری عورتوں میں سے جو تم پسند کرو) طاب کا معنی حلال:

طاب کا معنی حلال ہوتا ہے۔ یعنی جو تمہارے لئے حلال ہوں۔ کیونکہ ان میں بعض عورتیں وہ ہیں جو حرام ہیں۔ ان کا تذکرہ آیت تحریم میں ہے۔ مَا کَاَسْتَمَالَ ذِیْ عَقْلِ کِیْلَے آتا ہے۔ گویا یہاں اس طرح کہا گیا۔ الطبیبات من النساء۔ پس تم نکاح کرو عورتوں میں سے پاکیزہ عورتوں سے۔ کیونکہ عقلاء میں طبقہ اناث بمنزلہ غیر عقلاء کے شمار ہوتا ہے۔ اور ارشاد الہی او ماملکت ایمانکم میں ماسی معنی میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زنا میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ ولایت یتامی میں حرج سمجھتے تھے۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہیں یتیم بچیوں کے متعلق ظلم و زیادتی کا خطرہ ہو اور زنا کا خدشہ ہو تو جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں

ان سے نکاح کرو اور محرمات کے گرد مت گھومو۔

تیسرا قول: وہ لوگ یتامی کے اموال میں نگرانی سے تنگی محسوس کرتے۔ اور بہت عورتیں رکھنے میں حرج محسوس نہ کرتے۔ اس کے باوجود کہ ان کے مابین کثرت کی وجہ سے زیادتیاں ہو جاتیں۔ تو ان کو مخاطب کر کے اس طرح فرما دیا جب تم اس میں دشواری محسوس کرتے ہو تو اس میں بھی حرج سمجھو اور اس سے بچو۔ اور کہہ دیا گیا۔ **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا** کہ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ یتیم بچیوں کے نکاح کے سلسلہ میں تم انصاف نہ کر سکو گے۔ تو بالغات سے نکاح کرو۔ یہ طاب طابت الثمرۃ سے ہے۔ اپنی میعاد کو پھل پہنچ گیا۔ گویا بالغ عورتیں (مگر اس معنی سے لکم بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔ فتدبر) **مَنْعَى وَنُكْتُ وَرُبَعٍ** (دودو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے) **نِكَاحًا**: یہ نکرہ ہیں۔ غیر منصرف ہیں کیونکہ عدل و وصف ان میں پائے جاتے ہیں۔ سیویہ نے اسی طرح کہا۔ یہ النساء سے محل نصب میں حال ہے۔ یا ما طاب سے حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانکحوا الطیبات لکم جو اس عدد تک پہنچنے والی ہیں۔ دو۔ دو اور تین تین اور چار چار۔

ایک سوال نکاح میں اعداد کے تکرار کی حکمت:

سوال: نکاح کرنے والے کیلئے مطلقاً جمع میں دو یا تین یا چار کو جمع کرنا درست ہے تو پھر معنی **وَفَلَاتٍ وَرُبَاعٍ** میں تکرار کا کیا مطلب ہے۔

جواب: خطاب تمام لوگوں کو فرمایا گیا۔ پس تکرار ضروری ہو گیا تاکہ ہر نکاح کرنے والا اس گنتی کو پورا کر سکے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ جس کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ تم ایک جماعت کو کہو۔ یہ مال تم تقسیم کرلو۔ دودو، تین تین، چار چار اور وہ درہم ایک ہزار ہوں۔ اگر تم یہ اعداد ایک مرتبہ ذکر کرتے تو پھر اس کا کوئی مطلب نہ بنتا اور او کو لا کر بتلا دیا کہ مختلف گروہوں کو مختلف کا جمع کرنا جائز ہے، کوئی (دو سے کوئی تین سے اور کوئی چار سے نکاح کر سکتا ہے) اگر اولایا جاتا تو اختلاف عدد کا جواز ختم ہو جاتا۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُعَدِّلُوا (اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے) اس اعداد میں **تَوْفُوا حِذَّةً** (تو ایک کو لازم کرلو) یا چناؤ کرلو۔ **أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** (جن کے مالک تمہارے لونڈی غلام ہوں) مساوات حقوق جو آزاد عورتوں کے مابین لازم ہے وہ باندیوں کے لئے لازم نہیں نہ ان کی کوئی تعداد مقرر ہے۔ **ذَلِكَ** اس کا اشارہ ایک کے چناؤ اور لونڈیاں رکھنے میں ہے۔ **أَذْنَى أَلَّا تَعُولُوا** (اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے) یعنی یہ فعل اس سے قریب تر ہے کہ تم ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ اور نہ ظلم کرو۔ عرب کہتے ہیں۔ عال المیزان عولاً کہ جب وہ مائل ہو جائے اور کہتے ہیں عال الحاکم فی حکمہ۔ جبکہ ظلم کرے۔

ایک تفسیر عجیب:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے **الاعولوا** کی تفسیر میں فرمایا کہ تم زیادہ عیال والے نہ ہو۔ ان کی اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا گیا کہ کثرت عیال کا معنی اس وقت ہوتا ہے جب اعال یعیل باب افعال سے ہو۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مجرد میں عال الرجل عیالہ یعولہم۔ اس نے عیال کی پرورش کی۔ کہا جاتا ہے اور

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ

اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کر دو۔ سو اگر وہ تمہارے لئے اس میں سے نفس کی خوشی سے

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَّرِيَّتًا ①

کچھ چھوڑ دیں تو اس سے مبارک طور پر خوشگوارگی کے ساتھ کھاؤ۔

مان یمنون بھی اسی معنی میں آتا ہے جبکہ عیال پر خرچ کیا جائے۔ کیونکہ جس کے عیال زیادہ ہونگے وہ ان پر لا زماً خرچ کرے گا۔ اور اس سلسلہ میں اس پر تقویٰ اور کسب حلال کی حدود کا لحاظ مشکل ہو جائے گا۔ اور اسی جیسا کلام علم کے ان ماہرین سے درست رخ پر محمول کیا جائے گا۔ اور یہ بدگمانی نہ کی جائے گی کہ انہوں نے تعیلو کو تعیلو بنا دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کنایات کا راستہ اختیار کیا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۴:

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً (اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو) نحلہ کا لفظ نحلہ کذا سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس کو دے اور صہ کرے اپنے دل کی گہرائی سے نحلہ و نحلہ دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ منصوب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ نحلہ اور ایتاء، اعطاء کے معنی میں ہیں۔ گویا کلام اس طرح ہے:

حسن ادا کیگی مہر:

وانحلوا النساء صدقاتهن نحلہ۔ یعنی ان کو انکے مہر خوش دلی سے دے دیا مخاطب سے حال ہے۔ انکے مہر انکو دو کر تم دلوں کی خوشی محسوس کرنے والے ہو مہر دے کر یا الصدقات سے حال ہے یعنی وہ مہر ادا کیے ہوئے ہوں نفسوں کی خوش دلی سے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مہر عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور عنایت ہے ان عورتوں پر ایک اور قول یہ ہے کہ نحلہ بمعنی ملت کے ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں فلان ينتحل کذا ای بدین بہ۔ مطلب یہ ہوا ان کے مہر ان کو دیا یا نقد دے دو۔ اس صورت میں یہ مفعول لے بنے گا۔ اور اتوا کا خطاب خاوندوں کو ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وراثہ کو ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ بیٹیوں کا مہر وصول کرتے تھے۔

طیب نفس لازم:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ (اگر وہ عورتیں خوش دلی کے ساتھ تم کو مہر کا کچھ حصہ دیں) یہ لکم کا خطاب ازواج کو ہے۔ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ۔ یعنی مہر میں سے۔ صدق اور صدقات ہم معنی ہیں۔ نَفْسًا یہ مفرد لائے کیونکہ مقصد بیان جنس ہے۔ اور واحد جنسیت پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا، اگر وہ مہر میں سے کچھ عطا کریں اور ان کے نفوس اسے خوش دلی سے چھوڑ دیں نہ بے دلی سے کہ جس کے لئے تمہاری بد اخلاقی ان کو مجبور کرے اور بد تہذیبی ہبہ کی طرف مجبور کرے۔

هَٰئِیْنٰنَا: اس آیت میں راستہ کی تنگی کی طرف اشارہ کر دیا اور احتیاط کو لازم قرار دیا۔ اس لئے کہ شرط کی بنیاد طیب نفس پر رکھی چنانچہ فرمایا: ان طبن لکم عن شیء منہ نفسا۔ یہ نہیں فرمایا فان وھبن لکم۔ اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مہر کے کسی حصہ سے علیحدگی میں طیب نفس کا ہونا بہر حال ضروری ہے۔ فَكُلُوْهُ (پس تم اس کو کھاؤ) اس میں ہضمیر شیء کی طرف لوثی ہے۔ هَٰئِیْنٰ (مزے سے) یعنی جس میں گناہ نہ ہو۔

اباحت میں مبالغہ:

مَرِيْنًا۔ (خوشگوار سے) جس میں کوئی بیماری نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی اسی طرح تفسیر فرمائی۔ یا دنیا میں مزید ارکہ بلا مطالبہ ہو۔ مَرِيْنًا فِی الْعَقَبِی۔ آخرت میں خوشگوار کہ اس پر احسان نہ جتلائے۔ یہ دونوں کھانے کی صفات ہیں۔ هٰذَا الطَّعَامُ و مَوْذُ کہتے ہیں۔ جب کھانا ایسا خوش گوار ہو کہ اس میں کوئی گدلا پن نہ ہو۔ یہ دراصل مصدر کی صفتیں ہیں۔ یعنی اَکَلَا هَٰئِیْنًا مَرِيْنًا یعنی ایسا کھانا جو رچنا چچتا ہو۔ یا ضمیر سے حال ہے۔ تم اس کو اس حال میں کھاؤ کہ وہ مزید اردو خوشگوار ہو۔ یہ درحقیقت اباحت میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اور یہ بتلانے کے لئے کہ اس کے دینے کے بعد پیچھا بھی نہ کیا جائے۔

قراءت: هَٰئِیْنًا مَرِيْنًا۔ یزید کے نزدیک بلا ہمزہ ہے۔ اسی طرح وقف کے وقت حمزہ کے نزدیک بھی اسی طرح پڑھیں گے۔ بقیہ تمام قراء نے ہمزہ سے پڑھا ہے۔

ایک لطیف نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے مہر کے تین درہم لے کر پھر اس سے شہد خرید لے اور بارش کے پانی سے اس شہد کو ملا کر مریض کو پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشگوار و شفا و برکت عنایت فرمادیں گے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ

اور بیوقوفوں کو اپنے مال سے دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی گزارنے کا ذریعہ بنایا ہے اور ان مالوں سے ان کو کھانے پینے کے لئے

فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَابْتَئُوا الْيَسْمِيْنَ

دے دو اور ان کو کپڑے پہنا دو، اور ان سے بھلی بات کہہ دو، اور آزما لو تم تئیموں کو

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ

یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل ہو جائیں، سو اگر تم ان کی طرف سے سمجھداری محسوس کرو تو ان کے مال

أَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ

ان کو دے دو، اور مت کھا جاؤ ان کے مالوں کو فضول خرچی کرتے ہوئے اور ان کے بڑے ہو جانے سے پہلے جلدی کرتے ہوئے، اور تم میں سے جو

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

مفلس صاحب مال ہو وہ پرہیز کرے، اور جو شخص محکمت ہو سو وہ مناسب طریقہ پر کھا لے۔

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

سو جب تم دے دو ان کو ان کے مال تو اس پر گواہ بنا لو، اور اللہ کافی ہے

حَسْبًا ۝

حساب لینے والا۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۵:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ (نہ دو اپنے اموال بیوقوفوں کو) سفہاء سے مراد وہ فضول خرچ ہیں۔ جو اپنے اموال کو نامناسب مقام پر لگانے والے ہیں۔ اور ان کو اسکی درستی اور بڑھانے اور اس میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اس میں اولیاء کو خطاب ہے اور کم عقلوں کے اموال کی نسبت اولیاء کی طرف اموالکم کہہ کر کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اس مال کو تھانسنے والے اور قریب والے ہیں۔

اموال کی حفاظت کرو:

الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا (جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگانی بنایا ہے) یعنی تمہارے بدنوں کا قوام اور

تمہارے اہل واولاد کیلئے ذریعہ معاش بنایا ہے۔

قیماً بمعنی قیاماً ہے۔ نافع و شامی کے نزدیک جیسا کہ عوداً بمعنی عباداً ہے اور اصل قیام توام ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یاد کر دیا۔ سلف پیسیدہ کا مقولہ ہے۔ المال سلاح المؤمن۔ مال مومن کا ہتھیار ہے۔ اگر میں مال چھوڑ جاؤں کہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ میں لوگوں کا محتاج بنوں۔ حضرت سفیان پیسیدہ اپنے سامان کو پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ اے مال اگر تو نہ ہو تو بنو عباس مجھے رومال کی طرح بنا لیتے کہ جیسا اس سے جو چیز چاہتے ہیں پونچھتے ہیں۔ وَارْزُقُوهُمْ فِيْهَا (اس سے ان کو کھلاؤ) یعنی اس کو ان کے رزق کی جگہ بناؤ۔ کہ اس سے تجارت کرو۔ اور نفع اٹھاؤ تاکہ خرچہ نفع میں سے نکلتا رہے اصل مال سے نہ ہو۔ کہ خرچہ میں نہ سارا کھالیا جائے۔

معروف و منکر کا فرق:

وَ اٰكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور ان کو پہناؤ اور ان کو طریقے کی بات کہو) ابن جریج پیسیدہ کہتے ہیں۔ قول معروف سے مراد اچھا وعدہ۔ اس طرح کہ تم سمجھ بوجھ پا لوتو تمہارا مال تمہارے سپرد کر دیں گے۔ ہر ایسی بات یا عمل جس کے عقلی یا شرعی حسن کی وجہ سے نفس کو سکون پہنچے وہ معروف ہے۔ اور جس کی قباحت کی وجہ سے نفس اس کو اوپر اقرار دے وہ منکر ہے۔

تفسیر آیت ۶:

وَ اٰتَلُوْا اَلْیَتٰمٰی (تم یتیموں کو آرزماؤ) ان کی عقلوں کا امتحان لو۔ ان کے احوال کی جانچ کرو۔ اور بلوغ سے پہلے تصرف کے ذریعہ پہچان کا اندازہ نہ کرو۔ اگر ہوشیار ہو گئے تو حالت ان کی ظاہر ہو جائے گی۔

عاقل مجاز تجارت ہے:

مَنْ يَتْلٰهُ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ عاقل بچے کو تجارت کی اجازت ہے۔ حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (یہاں تک کہ وہ نکاح کو پہنچ جائیں) یعنی بالغ ہو جائیں۔ کیونکہ بلوغت کی عمر ہی میں نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور توالد کا سلسلہ بھی اسی عمر میں قائم ہوتا ہے۔ فَاِنْ اَنْتُمْ مِّنْهُمْ رُّشْدًا (اگر بلوغت کے بعد ان سے لین دین میں ہوشیاری دیکھو) معاملات میں درستی نظر آئے اور تصرفات میں درستگی ہو۔ فَاَدْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (تو ان کو ان کے مال سپرد کر دو) حد بلوغ سے تاخیر کی چنداں ضرورت نہیں۔

خُجُوْا: فَاَدْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ یہ ابتلاء کی غایت ہے۔ اذا بلغوا طرف ہے لیکن اس میں شرط کا معنی ہے اور ظرف کا تعلق فادفعوا سے ہے۔ حَتّٰی اِبْتَدَاَیَہُ ہے اور حَتّٰی کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے۔ یہ حَتّٰی جارہ نہیں کیونکہ اذا میں ظرف کا معنی ہے اور حَتّٰی جارہ ظرف پر داخل نہیں ہوتا۔ اذا بلغوا شرط اول ہے اور اس کا جواب فان انتستم منہم ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہوا کہ یتیموں کی جانچ کر لو بلوغ کے وقت اور مالوں کی سپردگی کے مستحق ہونے کے وقت اس شرط سے کہ ان میں رشدا محسوس ہو۔ رُشداً انکرہ ذکر کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشد سے مراد مخصوص رشد ہے اور وہ مال میں تصرف و تجارت کی ہے۔ یا تنوین تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی معمولی رشد آجائے کامل رشد آنے تک انتظار نہ کیا جائے گا۔ یہ آیت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے۔ کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کا مال اسے دے دینا چاہیے۔ اور بلوغ کی انتہائی عمر پچیس سال کی ہے۔

حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا (اور نہ یتیم کا مال کھاؤ حدِ اعتدال سے زیادہ اور جلدی جلدی اس اندیشہ سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے) یعنی تم یتیموں کا مال نہ کھاؤ اس حال میں کہ تم حدِ اعتدال سے تجاوز کرنے والے اور ان کے بڑے ہونے کے خطرہ سے جلدی کرنے والے ہو۔

تَجَوُّزٌ: اسرافاً و بداراً یہ دونوں حال ہیں اور ان یکبر و ابتاویل مصدر بداراً کا مفعول ہے اور دونوں مصادر کا مفعول بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمہارے فضول خرچی کرنے کے لئے اور ان کے بڑے ہونے سے جلدی کے لئے تم ان کے مال کو زیادہ خرچ کرنے والے ہو اور تم کہنے والے ہو کہ ہم اپنے پسند کے مقام پر اس کو خرچ کر لیں اس سے پہلے کہ یتیم بڑے ہوں اور وہ اس مال کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیں۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (جو مالدار ہو وہ یتیم کے مال سے بچتا رہے اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے)

آیت میں وصی کو دو قسموں میں بانٹ دیا۔ نمبر ۱۔ مالدار۔ نمبر ۲۔ فقیر۔ غنی کو حکم دیا کہ وہ اس کے استعمال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اور یتیم کا مال نہ کھائے۔ اور استعفف کا لفظ عف سے زیادہ بلیغ ہے۔ گویا کہ وہ کثرت عفت کا طالب ہے۔ رہا فقیر وہ احتیاطی اندازہ کی خوراک کھائے۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ اس سے مراد جو اس کی بھوک کا ازالہ کر دے اور ستر کو چھپا دے۔ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ (جب تم ان کے مال ان کو سپرد کرنے لگو تو گواہ بنا لو) کیونکہ وہ مال تم ان کے سپرد کر رہے ہو اور وہ اس کو لے رہے ہیں۔ اس سے کل انکار کا دعویٰ ختم ہو جائے گا۔ انکار اور جھگڑے کی صورت میں قسم کی طرف متوجہ نہ ہونا پڑے گا۔ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا (اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے) پس تمہیں باہمی سچ بولنا ضروری ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹ مت باندھو۔ یا یہ فلان کل بالمعروف کی طرف راجع ہے۔ کہ وصی اسراف نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا محاسب فرمائیں گے۔ اور اس کو بدل دیں گے۔

تَجَوُّزٌ: باللہ میں باز آمد ہے اور یہ تکفی کا فاعل ہے۔ اور لفظ متعدی الی المفعول لین ہوتا ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ الْبَقَرَةُ ۱۳۷ لَّهُمْ دُفْعٌ مِمَّا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ نے اور رشتہ داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لئے مال میں سے حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا

جو ان کے ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ

مَّفْرُوضًا ۝

مقرر کیا ہوا ہے۔

تَفْسِيرُ آیت ۷:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (مردوں کا حصہ ہے اس میں جو ان کے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں اور عورتوں کا حصہ ہے اس میں جو ان کے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں)۔

اقربوں سے مراد ذوی القربی میں وراثت کے حصہ والے مراد ہیں۔ دوسرے نہیں۔ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ (خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ) یہ ممتارک کا بدل ہے۔ اور اس پر عامل کو بھی دوبارہ لایا گیا ہے۔ اور منہ کی ضمیر ممتارک کی طرف راجع ہے۔ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (طے شدہ حصہ) بَيِّنَات: یعنی کی وجہ سے نصیباً منسوب ہے۔ مفروضاً کا معنی طے شدہ ہے۔ اس کو الگ کرنا ضروری ہے۔

واقعة امّ کلمہ:

شأن نزول: روایات میں ہے کہ اوس بن ثابت نے وفات پائی اور اپنے پیچھے بیوی امّ کلمہ اور تین بیٹیاں وارث چھوڑیں۔ (ابن حبان نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ذکر کیا) اوس کے چچا زاد بھائی خالد اور عرفہ نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اہل جاہلیت عورتوں کو وراثت کا حصہ دار قرار نہ دیتے تھے۔ اسی طرح بچوں کو بھی اور کہتے تھے وارث وہ ہوگا جو تیروں سے دفاع کر سکے گا اور غنیمت جمع کر سکے گا۔ امّ کلمہ رضی اللہ عنہا نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو واپس جا میں انتظار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ پس یہ آیت اتری۔ تو آپ نے خالد و عرفہ کو پیغام دیا کہ مال میں سے کچھ بھی الگ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حصہ مقرر کر دیا۔ اور جب تک وضاحت نہ کی گئی اس وقت تک وضاحت نہ فرمائی۔ پھر یہ آیت اتری یوصیکم اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ کلمہ کو آٹھواں حصہ دیا اور بنات کو دوثلث اور باقی دونوں چچا زاد بھائیوں کو (مگر ابن حبان کی روایت کے مطابق آٹھواں بیوی اور بقیہ بیٹے اور دو بیٹیوں کو)۔

وَإِذَا حَصَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَرْضَوْهُمْ

اور جب تقسیم کرنے کے موقع پر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین حاضر ہو جائیں

مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَلْيَحْشَ الَّذِينَ

تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دے دو اور ان سے اچھے طریقہ پر بات کرو، اور چاہیے کہ وہ لوگ ذریں جو

لَوَّكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّتَهُ ضَعَفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا

اگر اپنے پیچھے ضعیف بچوں کو چھوڑ جاتے تو ان پر خوف ہوتا سو یہ لوگ اللہ سے

اللَّهُ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

ذریں اور ٹھیک بات کریں، بیشک جو لوگ ظلم کے طریقے پر یتیموں کا مال کھاتے

ظُلُمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝

ہیں بات یہی ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، اور غریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

تَفْسِيرُ آیت ۸:

وَإِذَا حَصَرَ الْقِسْمَةَ (جب تقسیم میراث کے وقت آمو جو ہوں) أُولُو الْقُرْبَىٰ (قربا بدار) جو غیر وارث ہیں۔ وَالْيَتَامَىٰ (یتیم و مساکین) اجنبی۔ فَأَرْضَوْهُمْ (پس ان کو بطور خیرات دے دو) مِّنْهُ (اس میں سے) جو قرا بداروں اور اقارب نے چھوڑا ہے۔ یہ امر استجاب کے لئے ہے۔ یہ حکم باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہ لازم تھا پھر آیت میراث سے منسوخ ہوا۔

دستور کی بات:

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (اور ان کو تم دستور کی بات کہو) یعنی مناسب انداز سے معذرت اور مناسب وعدہ کرو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قول معروف یہ ہے خذوا بآرک اللہ لکم یہ لے لو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اور یہ جو کچھ دیا گیا ہے یہ بالکل تھوڑا ہے۔ اور ہم نے دے کر احسان نہیں کیا۔

تَفْسِيرُ آیت ۹:

وَلْيَحْشَ الَّذِينَ لَوَّكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّتَهُ ضَعَفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (اور ذریں وہ لوگ اگر وہ چھوڑ جائیں اپنے پیچھے چھوٹے بچے جن کے بارے میں ڈر ہو (تباہ ہو جانے کا) پس ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

چاہیے اور اور کہیں ٹھیک بات) مراد اس سے وہی ہیں۔

اوصیاء کو نصیحت:

ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان یتیموں کے متعلق خوف کریں اسی طرح کا جیسا وہ اپنی اولاد کے متعلق رکھتے ہیں کہ اگر ان کو چھوٹی عمر میں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنے نفوس میں اس حسرت کا اندازہ کریں اور اس کا تصور کریں تاکہ خلاف شفقت و مہربانی کسی بات کی جسارت نہ کریں۔

نَحْنُ: لو ماسیت الذین کا صلہ ہے۔ یعنی ولی خیش الذین صفتهم و حالهم انهم لو شارفوا ان یتروکوا خلفهم ذریۃ ضعافاً و ذلك عند احتضارهم خافوا علیہم الضیاع بعدہم للذہاب کافلہم اور لو کا جواب خافوا ہے۔ قول سدید کا مطلب اوصیاء کی طرف سے یہ ہے۔ کہ وہ ان یتیموں سے اسی حسن و خوبی سے بات کریں جیسا کہ وہ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔ یا بنی اور یا ولدی کے القاب سے آواز دیں۔

آیت ۱۰: اِنَّ الدِّیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا (بیشک جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں) نمبر ۱۔ ظلماً مصدر ہے موضع حال میں واقع ہے۔ نمبر ۲۔ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (بیشک وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں)

آگ کھانے کا مطلب:

یعنی وہ ایسا مال کھا رہے ہیں جو قبر سے دوزخ میں کھینچ کر لے جائے گا۔ پس گویا وہ آگ ہے۔ روایات میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والا قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ دھواں اس کی قبر سے، اور اس کے منہ ناک اور دونوں کانوں سے بھی اٹھ رہا ہو گا اس سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ دنیا میں یتیم کا مال کھاتا رہا ہے۔ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہو گئے)۔

قرأت: شامی اور ابو بکر نے سَیَصْلَوْنَ پڑھا ہے۔ یعنی عنقریب وہ داخل ہو گئے۔ سعیر آگ کو کہتے ہیں جس کا وصف مبہم کر دیا۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِمْلُ حَظَّ الْأُنثَيَيْنِ ؕ فَإِنْ كُنَّ

اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، لڑکے کے لئے اتنا حصہ ہے جتنے دو لڑکیوں کا ہے۔ سو اگر لڑکیاں

نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ؕ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے اس مال کا دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا، اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے

النِّصْفُ ؕ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ؕ

آدھا ہے، اور اس کے ماں باپ کے لئے یعنی ہر ایک کے لئے چھٹا چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا بشرطیکہ اس کے اولاد ہو۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوَاهُ فَلِلْمِثْلِثِ ؕ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ

پس اگر اس کے لئے اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے، سو اگر مرنے والے کے بھائی ہوں

فَلِلْمِثْلِثِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ

تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو مرنے والے نے کی ہو یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میراث پر ہو۔ تمہارے باپ

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ ؕ إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اور بیٹے جیسے تم نہیں جانتے کسان میں سے تم کو کون فائدہ پہنچائے گا زیادہ قریب تر ہے یہ جسے اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ اللہ جانتے والا حکمت والا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۱:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے) اور تاکید کرتا ہے۔ فِي أَوْلَادِكُمْ (تمہاری اولاد کے متعلق) ان کی میراث کے سلسلہ میں۔ یہ تو اجمالاً فرمایا تفصیل آگے ہے۔ لِلَّذِ كَرِمْلُ حَظَّ الْأُنثَيَيْنِ (ان میں سے مذکر کے لئے حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) یعنی تمہاری اولاد میں سے ضمیر راجع کو حذف کر دیا کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہا ہے۔ یہ اس طرح ہے: السمن منوان بادرهم۔

لڑکے لڑکی کا حصہ:

مذکر کے حصہ سے شروع فرمایا مگر اس طرح نہیں فرمایا۔ لِلْأُنثَيَيْنِ مثل حظ الذكر یا لِلْأُنثَى نصف حظ الذكر۔ کیونکہ مرد کو فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ فضیلت کی وجہ سے اس کا حصہ دوگنا کر دیا گیا۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ فقط مذکر کو وارث قرار دیتے عورتوں کو نہیں۔ اور آیت کا شان نزول بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مذکر کے لئے یہی فضیلت کافی ہے۔ کہ عورتوں سے ان کے حصہ کو دوگنا کیا گیا ہے۔ لیکن رشتہ میں چونکہ دونوں اصناف برابر ہیں اس لئے محروم کسی کو نہ کیا جائے گا اور

یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں صفیں موجود ہوں یعنی جب مذکر و مؤنث دونوں قسم کی اولاد ہو۔ تو مذکر کے دو حصے ہونگے۔ اور دو لڑکیاں ہوں تو دو حصے ان کے ہو جائیں گے۔ اور اگر لڑکا ایک ہی ہو۔ لڑکی کوئی نہ ہو تو وہ کل مال کا وارث ہوگا۔ اور اگر دو لڑکیاں ہوں گی تو دو ٹکٹ لیں گی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فقط اولاد مؤنث کا ذکر کیا۔ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً یعنی اگر اولاد میں صرف عورتیں ہوں۔ بیٹا نہ ہو۔ فَوْقِ اثْنَتَيْنِ یہ دوسری خبر ہے یا نساء کی صفت ہے۔ یعنی عورتیں دو سے زائد ہوں۔ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (تو ان کے لئے متروکہ میت سے دو ٹکٹ ہونگے) کیونکہ یہ آیت بسلسلہ میراث ہے۔ اس لئے تارک سے مراد میت ہی ہے۔ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور اگر لڑکی ایک ہی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔ (بقیہ عصبات کی طرف چلا جائے گا) قراءت: مدنی نے کان نامہ قرار دے کر واحدہ پڑھا۔ مگر نصب فان کن نساء سے زیادہ موافق ہے۔

دو لڑکیوں کا حصہ:

سوال: یہاں بیٹا اور دو بیٹیوں کا حکم ذکر کیا۔ اور ایک بیٹی فقط اور دو سے زائد فقط بیٹیوں کا حکم ذکر کیا گیا۔ مگر دو بیٹیوں کا حکم ذکر نہیں کیا۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کا حکم مختلف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ دو لڑکیوں کا وہی ہے جو ایک کا ہے۔ نصف ملے گا۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو جماعت کا حکم دیا۔ اس آیت کے پیش نظر للذکر مثل حظ الانثیین۔ پس دو تہائی ملے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ جو فوت ہوا اور اس نے ایک بیٹا۔ ایک بیٹی چھوڑے۔ تو لڑکی کو ٹکٹ اور بقیہ لڑکے کو ملے گا۔ تو ایک لڑکی کو جب ٹکٹ ملا تو دو کو دو ٹکٹ ملنا چاہیے۔ کیونکہ سورت کے آخر میں فرمایا۔ اِنْ اَمْرُوْهُ هَلٰکَ لَیْسَ لَہٗ وَلَدُوْ لَہٗ اِخْتٌ فَلِہَا نِصْفُ مَا تَرَکَ وَہُوَ یَرِثُہَا اِنْ لَمْ یَکُنْ لَہَا وَلَدٌ فَانْ کَانَ اِثْنَتَیْنِ فَلِہُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَکَ۔

دو ٹکٹ سے کم نہ ہوگا:

آیت سے معلوم ہوا کہ جب دو عورتیں بہنیں ہوں تو ان کا حصہ دو ٹکٹ سے کم نہیں ہوتا تو دو لڑکیاں جو رحم و رشتہ میں میت کے بہنوں کی بنسبت قریب تر ہیں ان کا حصہ دو ٹکٹ سے کم نہ ہونا چاہئے۔ جب دو بہنوں کے حصہ کی صراحت ہے۔ تو ان سے قریب تر کا حصہ ان سے کم نہ ہونا چاہیے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ایک لڑکی کا اپنے بھائی کے ہوتے ہوئے ٹکٹ ہے۔ تو پھر زیادہ مناسب ہے کہ اس کے لئے ٹکٹ واجب ہو جبکہ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہو۔ جو اس کی مثل ہے۔ اور اس کی بہن کیلئے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس لڑکی کیلئے واجب ہے۔ اس کے بھائی کی موجودگی میں اگر ایک بہن بھائی ہوں۔ پس دو ٹکٹ ان کے لئے لازم ہے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مال مذکر کو مل جائے گا۔ جبکہ اس کے ساتھ مؤنث نہ ہو۔ کیونکہ مذکر کا حصہ دو عورتوں کے برابر برقرار دیا گیا۔ اور مؤنث ایک ہو تو اس کو نصف مال مل جاتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مذکر کا حصہ نصف کا دو گنا ہے اور وہ کل مال ہے۔ وَلَا یُوْثَرُ (اور ماں باپ کیلئے) میں ضمیر میت کی طرف جاتی ہے مراد اس سے ماں باپ ہیں۔ مذکر کا ذکر تغلیباً کر دیا گیا۔ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ یہ ابوہ سے بدل ہے۔ اور عامل بھی دوبارہ لائے۔

فائدہ بدل:

یہ ہے کہ اگر کہا جاتا: لا بویہ السدس (دونوں میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے) تو بظاہر مطلب یہ بنتا کہ دونوں چھٹے حصہ میں شریک ہیں اور اگر عبارت لا بویہ السدسان ہوتی تو دوسرے ان کے مابین برابری کی تقسیم اور الٹ تقسیم کا وہم ہوتا۔ اور اگر عبارت لکل واحد من ابویہ السدس ہوتی تو پھر تاکید کا فائدہ نہ حاصل ہو سکتا۔ حالانکہ یہ اجمال کے بعد تفصیل ہے۔

تحقیق: السدس مبتداء لا بویہ اس کی خبر۔ اور ان کے مابین بدل وضاحت کیلئے ہے۔

قراءت: حسن بنید نے السدس والرابع الثمن العُلْتُ تمام کو تخفیف کے ساتھ پڑھا۔

بطور فرض حصہ:

مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ (اس ترکہ میں سے اگر اس کی اولاد ہو) یہ ولد کا لفظ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اگر مذکر اولاد نہ ہو۔ بیٹی ہو تو باپ کو بطور فرض چھٹا حصہ ہے اور زوجی الفروض کے بعد باقی تمام بطور عصبہ اس کو مل جائے گا۔

ماں باپ کا حصہ:

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبُوهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ (اگر میت کی کوئی صلیبی اولاد نہ ہو) نہ پوتا ہو) اور ماں باپ اس کے وارث ہوں تو ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا) یہ حصہ متروکہ میں سے ملے گا۔ مطلب ورثہ ابوہ کا یہ ہے کہ صرف ماں باپ ہی وارث ہوں۔ کیونکہ جب ماں باپ زوجین میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے وارث بنیں تو اس صورت میں ماں کو ثلث۔ فرضی حصہ زوج نکالنے کے بعد ملے گا۔ کل متروکہ کا ثلث نہ ملے گا۔ کیونکہ باپ وراثت کے حصہ کے لحاظ سے قوی تر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب فقط ماں باپ وارث ہوں تو باپ کو دو ثلث ملتے ہیں۔ اگر ماں کا حصہ کامل میں سے ثلث مقرر کیا جائے۔ تو اس کا حصہ باپ کے حصے تک پہنچ جائے گا۔

ایک صورت:

ایک عورت فوت ہوئی اس نے خاوند اور ماں باپ وارث چھوڑے تو زوج کو نصف اور ماں کو ثلث۔ باقی تمام باپ کو ملے گا۔ ماں نے دو حصے جمع کر لئے اور باپ کو ایک حصہ ملا۔ پس حکم پلٹ گیا کہ مؤنث کو دو مذکر کے برابر حصہ ملا۔ قراءت: فلامہ۔ حمزہ مکسور۔ کسرہ کے جوار کی وجہ سے حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔

ایک اور صورت:

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ (بھائی تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) جب میت کے دو بھائی اور کوئی بہنیں ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور ایک بھائی وہ ماں کے حصہ کو کم نہ کرے گا۔ (اور نہ ہی ایک بہن بلکہ ماں کا حصہ تہائی ہوگا) یعنی علانی، اخیاں بھائی جب دو یا زیادہ ہوں تو ماں کا حصہ گھٹنا کر چھٹا کر دیں گے۔

فرض و وصیت مقدم:

مِنْ بَعْدُ وَصِيَّةٍ (وصیت کے بعد) یہ میراث کی تمام تقسیم جو گزری اس سے متعلق ہے۔ کہ یہ وراثہ میں تقسیم مال وصیت کے نکالنے کے بعد ہوگی۔ گویا اس طرح فرمایا۔ قسمة هذه الانصاء۔ کہ یہ تقسیم حصص وصیت کے بعد ہوگی۔ یُوْصِيْ بِهَا (جو میت وصیت کر جائے)

قراءت: یُوْصِيْ بِهَا کو یُوْصِيْ بِهَا کی شامی اور حماد نے پڑھا۔ اور یحییٰ واعشی نے یہاں یوصی پڑھا۔ اور حفص نے دوسرے میں یوصی پڑھا کیونکہ یُوْرَثُ کے قریب ہے اور یہاں یُوْصِيْ پڑھا کیونکہ یوصیکم اللہ کے جوار میں ہے۔ باقی تمام قراء نے دونوں صادرہ کے ساتھ پڑھے ہیں۔ مراد میت کا وصیت کرنا ہے۔

اَوْ ذٰیْنِ (یا قرض)

تقدیم دین کی حکمت:

اسلام: شرع میں دین وصیت پر مقدم ہے۔ مگر یہاں وصیت کو تلاوۃ دین پر مقدم کیا گیا۔

جواب: نمبر ۱۔ اوکا لفظ ترتیب کے لئے نہیں۔ جیسا کہا جائے جاء نی زید او عمرو۔ تو مطلب یہ ہے۔ جاء نی احد الرجلین پس آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من بعد وصیة یوصی بها او دین ای من بعد احد هذین الشیینین الوصیة او الدین۔ جب او کا لفظ آئے تو ترتیب معلوم نہیں ہوتی بلکہ مقدم کا مؤخر اور مؤخر کا مقدم ہونا جائز ہے۔ باقی قرض کی وصیت پر تقدیم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر ہے۔ الا ان الدین قبل الوصیة اور نمبر ۲: اس وجہ سے کہ یہ میراث کے مشابہ ہے۔ اور بلا عوض دی جاتی ہے۔ پس اس کا دینا وراثہ پر گراں گزرے گا۔ اور اس کی ادائیگی میں تفریط کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطالب کوئی نہیں۔ بخلاف قرض کے۔ اس کو قرض سے مقدم کیا گیا تا کہ اس کی ادائیگی میں غفلت کی جائے اور قرض ساتھ ادا کر دیا جائے۔ اَبَاؤُكُمْ وَ اَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا (تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے تمہیں معلوم نہیں کہ کون ان میں تمہارے لئے نفع میں قریب تر ہے)

مَنْحُوْرٌ: اباء کم مبتداء۔ ابناؤ کم اس کا معطوف۔ لَا تَدْرُوْنَ خبر ہے۔ اِیُّهُمْ مبتداء۔ اقرب لکم خبر ہے۔ اور دونوں موضع نصب میں ہیں۔ عامل تَدْرُوْنَ ہے۔ نفعاً تمیز ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض کو اپنی حکمت کے مطابق لازم کیا۔ اگر یہ تمہارے سپرد ہوتا۔ تو تمہیں معلوم نہ ہوتا کہ کون تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پس تم اموال کو بغیر حکمت کے تقسیم کرتے۔ حصص میں فرق منافع کے فرق کے سبب ہے اور تم ان کا تفاوت نہیں جانتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کی ذمہ داری لی۔ اور تمہارے اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم مقداروں کو پہچاننے سے عاجز تھے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَ

اور تمہارے لئے اس مال میں سے آدھا ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کے اولاد نہ ہو۔ سو اگر

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا

ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو وہ وصیت کر گئیں

أَوْ دِينَ ۖ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ

اور اس قرضے کی ادائیگی کے بعد جو ان کے ذمہ ہے۔ اور ان کے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو تم نے چھوڑا اور تمہارے اولاد نہ ہو۔ سو اگر

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے آٹھواں ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو تم وصیت کر گئے

بِهَا أَوْ دِينَ ۖ

ہو، یا قرض کی ادائیگی کے بعد جو تمہارے ذمہ ہو۔

جملہ معترضہ:

یہ جملہ معترضہ مذکورہ ہے۔ اس کی اعرابی حیثیت کوئی نہیں۔ قَوْلُیَصَّةٌ یہ فعل محذوف کا مصدر مؤکد ہے۔ ای فرض ذلك فرضاً۔ یَنْ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ بیشک اللہ علم والے حکمت والے ہیں) اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے جانتے ہیں۔ اور جو فرض مقرر کیے اور میراث کی تقسیم کی اس میں حکمت برتنے والے ہیں۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۲:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ (تمہارے لئے نصف ہے جو چھوڑا تمہاری بیویوں نے) إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان کی اولاد نہ کر یا مؤنث نہ ہو) فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو) اگر ان کی تم میں سے اولاد ہو یا اور کسی خاوند سے ہو۔

میاں بیوی کی وراثت:

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوَصِّينَ بِهَا أَوْ دِينَ۔ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمْنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ (اور ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی ہے۔ ان کی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد اور ان تمام عورتوں کے لئے چوتھائی ہے جو تم نے ترکہ چھوڑا۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اگر

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَّةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ

اور اگر مرد یا عورت ہو جس کو مورث بنایا جا رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کے ان باپ میں سے کوئی نہ ہو اور نہ کوئی بیٹا بھی ہو اور نہ پوتا پوتی ہو اور اس نے کوئی بھائی یا بہن

مِنْهُمَا السُّدُسُ ؕ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ

چھٹی ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ سو اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب بھائی مال میں شریک ہوں گے اس وصیت کے

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ غَيْرِ مُضَارٍّ ؕ وَصِيَّةٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ

نافذ کرنے کے بعد جس کی وصیت کی گئی ہو اور اسے قرض کے بعد۔ اس حال میں کہ نقصان پہنچانے کی نیت نہ کی ہو۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ

عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۱۶﴾

تعالیٰ علیم ہے اور حلیم ہے۔

تمہاری اولاد موجود ہو تو تمہاری بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں ہے۔ تمہاری وصیت کرنے کے بعد یا قرض ادا کرنے کے بعد (ایک بیوی اور چار بیویاں ربح اور شرن میں برابر ہوں گی۔ خاوند کی میراث کو زوجہ سے دو گنا قرار دیا کیونکہ آیت للذکر مثل حظ الانثیین اس پر دلالت کرتی ہے۔

کلالہ کی میراث:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ (اور اگر کوئی آدمی میت) یُورَثُ (جس کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو) یہ وراثت سے ہے۔ کَلَّةً (کلالہ ہو) کلالہ وہ ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔

نَحْفُورٌ: (۱) رَجُلٌ کَلَّةً کا اسم ہے۔ یورث، رَجُل کی صفت ہے اور کلالہ یہ کان کی خبر ہے۔ اگر کوئی آدمی جس کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے وہ کلالہ ہو۔ کہ اس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ (۲) یَا یُورَثُ۔ کان کی خبر ہے۔ اور کلالہ یورث کی ضمیر سے حال ہے۔ کلالہ جس نے والد و ولد نہ چھوڑا ہو یا پیچھے رہنے والوں میں نہ والد ہو نہ ولد وہ کلالہ کہلاتے ہیں۔ اصل میں یہ لفظ مصدر ہے اور کلال کے معنی میں آتا ہے۔ اور کلال کا معنی ہے تھک کر عاجز آنا۔ اَوْ امْرَأَةٌ یہ رَجُل پر عطف ہے۔ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ (یا عورت کلالہ ہو اور اس کا بھائی یا بہن ہو) یہاں بالاتفاق اخیانی بھائی مراد ہیں۔

ضمیر مفرد کی وجہ:

۱۔ مرد و عورت دونوں کا تذکرہ ہوا۔ مگر ضمیر مفرد مذکر کی لائی گئی۔

۲۔ مفرد ضمیر کی وجہ او ہے جو احد الشہینین کے لئے آتا ہے۔ یا مذکر اس لئے لائے کیونکہ ضمیر رَجُل کی طرف راجع ہے اور وہ مذکر ہے اور ابتداء کلام اسی نے ہے۔ یا دونوں میں سے احد ہمارے طرف لوٹے گی اور وہ مذکر ہے۔ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الْقُلُوبِ (پس ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ثلث میں شریک ہونگے حصہ میں مرد و عورت برابر ہونگے۔ کیونکہ ان کو قرابت ام کی وجہ سے حصہ ملا ہے اور ماں ایک ثلث سے زیادہ کی وارث نہیں ہوتی۔ اسی لئے مذکور مؤنث پر فضیلت حصہ میں حاصل نہ ہوگی۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذُنْبٍ (وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو میت کی طرف سے کی جائے یا قرض کی ادائیگی کے بعد) یہ وصیت و دین کو دوبارہ لایا گیا۔ کیونکہ موصی مختلف ہیں۔ اول تو اولاد و والدین ہیں اور ثانی زوجہ اور ثالث زوج اور چوتھا کالہ۔ غَيْرَ مُضَآءٍ (وہ نقصان نہ پہنچانے والا ہو) اپنے ورثاء کو۔ یعنی وصیت کرنے والا زیادتی کرنے والا نہ ہو وہ اس طرح کہ ثلث سے زائد کی وصیت کر جائے۔ یا وارث کے لئے وصیت کر جائے۔ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے)

یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی وہ تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہے وصیت کرتا۔ غیر مضار۔ یہ حال ہے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ جاننے والے ہیں) اس شخص کو جو ظلم کرنے والا ہے یا وصیت میں انصاف کرنے والا ہے۔ حَلِيمٌ (وہ حلم والا ہے) ظالم کو جلد سزا نہیں دیتا۔ یہ وعید ہے۔

سوال: جنہوں نے یوصی بھا پڑھا تو ذوالحال کہاں ہے؟

جواب: اس کا فاعل مضمحل ہوگا۔ کیونکہ جب کہا: یوصی بھا تو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ وہاں کوئی موصی ہے۔ جس طرح رجال۔ یسبح کا فاعل ہے۔ کیونکہ جب کہا گیا یسبح لہ۔ النور: ۳۶۔ تو خود معلوم ہو گیا کہ وہاں مسبح ہے جو یسبح میں مضمحل ہے۔

ورثاء کی اقسام

نمبر ۱۔ اصحاب فرائض:

یہ وہ ہیں جن کے حصے مقرر ہیں۔ مثلاً بیٹی۔ اس کا نصف ہے اور جب ایک سے زیادہ ہوں تو دو ثلث۔ اور پوتی بیچے تک۔ یہ لڑکا نہ ہونے کی حالت میں بیٹی کے حکم میں ہے اس کا صلیبی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ہے مگر دو صلیبی بیٹیوں اور بیٹے کی موجودگی میں یہ ساقط ہو جائے گی مگر جبکہ اس کے ساتھ لڑکا ہوگا تو وہ اس کو عصبہ بنا دے گا۔ ماں اور باپ کی بہنیں یہ ولد اور ولد الابن کی عدم موجودگی میں بنات کی طرح ہونگی۔ اور باپ کی بہنیں فقط یہ ماں باپ کی بہنوں کی طرح شمار ہونگی۔ جبکہ وہ موجود نہ ہوں، یہ بنت کے ساتھ مل کر یا بنت الابن کے ساتھ مل کر یہ دونوں قسمیں عصبہ بن جائیں گی۔ اور بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں خواہ وہ بیچے جا کر ہو یہ ساقط ہو جائیں گے۔ بلکہ والد اور دادا کی موجودگی میں بھی یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گی۔

ماں کے بیٹے:

ان میں سے ایک کے لئے چھٹا ہوگا اور ایک سے زیادہ کے لئے ثلث ہوگا۔ مذکور مؤنث کا حصہ برابر ہوگا۔ یہ بیٹے اور پوتے کے ہوتے ہوئے بیچے تک ساقط ہو جائیں گے اسی طرح والد اور دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہونگے۔ باپ: بیٹے کی موجودگی میں اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اسی طرح پوتے اور بیچے تک بنت کے ساتھ یا بیٹے کی بیٹی بیچے تک ہو تو چھٹا حصہ

اس کو ملے گا۔ اور باقی بھی ملے گا۔

دادا:

ماں کی عدم موجودگی میں باپ کی طرح ہے۔ مگر ماں کے ٹکٹ کی طرف لوٹنے میں جب تک کہ باقی رہے۔

ماں:

لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کا حصہ چھٹا ہے۔ یا پوتے کے ہوتے ہوئے۔ خواہ نیچے تک ہوں اس کا چھٹا ہے۔ یا دوبہنیں اور کئی بہنوں کی موجودگی خواہ وہ کسی جہت سے ہوں اس کا حصہ چھٹا ہوگا۔ اور جب یہ نہ ہوں تو ماں کو ٹکٹ ملے گا اور باقی کا ٹکٹ ملے گا جب کہ وارث زوج و والدین ہوں اور زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ فرض ہو۔ یا زوجہ اور ابوبین ہوں۔

داوی:

اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اگرچہ ایک سے زیادہ ہو خواہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے۔

قاعدہ:

قرابت والے ہوں تو دور والوں کے لئے حصہ سے روک بن جائیں گے اور ماں کے ہوتے ہوئے تمام اور باپ کے ہوتے ہوئے ابویات کا حصہ نہ ہوگا۔

زوج:

ولد کی موجودگی میں اس کا چوتھائی اور اسی طرح پوتا نیچے تک ہوں تب بھی چوتھائی ہوگا اور جب ولد وغیرہ نہ ہوں تو زوج کو نصف ملے گا۔

زوجہ:

ولد کے ساتھ اس کا آٹھواں اسی طرح پوتا نیچے تک کے ساتھ بھی آٹھواں ہوگا۔ اور جب یہ نہ ہوں تو چوتھائی ہوگا۔

العصبات

یہ وہ لوگ ہیں جو اہل فرائض کے بقیہ کے وارث ہوتے ہیں۔ ان عصبات کی اولاد میں ترتیب اس طرح ہوگی۔ نمبر ۱۔ بیٹا پھر بیٹی پھر نیچے تک اسی ترتیب سے۔ نمبر ۲۔ پھر باپ پھر دادا پھر اس سے اوپر تک اسی طرح۔ نمبر ۳۔ بھائی ماں باپ کی طرف سے۔ پھر باپ سے بھائی۔ نمبر ۴۔ پھر حقیقی بھتیجا پھر باپ جائے بھائی کا بیٹا۔ نمبر ۵۔ پھر چچا پھر باپ کے چچا۔ پھر دادا کے چچا۔ نمبر ۶۔ آزاد کردہ غلام۔ پھر اس کے عصبہ اوپر والی ترتیب کے مطابق۔

وہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نصف اور دو ٹکٹ ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہ بن سکیں گی۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّتٍ تَجْرٰى

یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں۔ اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۳ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ

جاری ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يَدْخُلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۚ وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۴

اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے آگے نکل جائے وہ اسے آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

ذوی الارحام

یہ ایسے اقارب ہیں۔ جو عصبات سے نہیں۔ نہ اہل فرائض سے ہیں۔ ان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے۔

(نکتہ نادورہ: اس آیت میں وصیت و قرض کو عدم ضرر کی قید سے مشروط کیا۔ جبکہ اس سے قبل یہ قید نہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت تو والد اور تعلق زوجیت کا تقاضہ ہے کہ وصیت یا اقرار دین پایا جائے۔ مگر اخپانی بھائی قرابت کا رشتہ نہیں رکھتے یہاں ضرر کا اندیشہ قوی ہے۔ اس لئے اس سے بچانے کی خاطر قید لگادی۔ مترجم)

تَفْسِيْرُ آيَةِ نُمْبَر ۱۳:

تِلْكَ (یہ) اس کا مشاْر الیہ وہ احکام ہیں جن کا تذکرہ باب الیتامی والوصایا واللمواریث میں ہو چکا۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) ان کو حدود کہا۔ کیونکہ احکام شریعت حدود کی طرح ہیں۔ جو کہ مکلفین کے لئے لگائی گئیں۔ ان سے تجاوز ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّتٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جو اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے)

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۴:

وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يَدْخُلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا (اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

لفظ ومعنی کا لحاظ:

خٰلِدِيْنَ: خَالِدًا کو نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے اور پڑوالی آیت میں جمع لائے اور اس آیت میں مفرد لایا گیا۔

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں سو ان پر چار آدمیوں کی گواہی طلب

مِّنْكُمْ ۖ فَإِنْ شَهِدُوا فَاْمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ

کرلو جو تم میں سے ہوں، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ اللہ ان کو موت

الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۝۱۵ وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا مِنْكُمْ فَاذْوَهْمَا

دے دے یا ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرما دے، اور جو بھی دو شخص تم میں سے بے حیائی کا کام کریں ان کو اذیت پہنچاؤ،

فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوهُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۝۱۶

پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے اعراض کرو۔ بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

ایک میں معنی کا لحاظ کیا جبکہ دوسرے میں لفظ کا لحاظ کیا۔

قراءت: ندخلہ دونوں مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے) کیونکہ وہ ذلیل ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

تردید خوارج:

اس آیت کا معتزلہ و خوارج کے فاسد استدلال سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت کفار کے متعلق ہے۔ کیونکہ کافر ہی نے اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کو پھاندا ہے۔

باقی مؤمن تو ایمان کے سبب مطیع ہے توحید کی حدود سے تعدی کرنے والا نہیں۔ اسی لئے ضحاکؒ نے معصیت کی تفسیر شرک سے کی ہے۔ کلبی نے کہا من بعض اللہ و رسولہ بکفرہ بقسمۃ الموارث و يتعد حدودہ استحلالات۔ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی تقسیم میراث میں کفر کے سبب کی اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو حلال قرار دے کر توڑا۔

تفسیر آیت ۱۵:

پھر حکام کو خطاب کر کے فرمایا۔ وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ (وہ عورتیں جو بے حیائی کا ارتکاب کریں)

نَحْوُ: وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ کی جمع ہے۔ اور بوجہ مبتداء موضع رفع میں ہے الفاحشة سے مراد زنا ہے۔ کیونکہ یہ بہت سے قبائح سے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے۔ اتی الفاحشه و تجاء ها، رھقھا و غشیھا۔ ان تمام کا معنی ارتکاب فاحشہ ہے۔ مِنْ نِّسَاءِ كُمْ (تمہاری عورتوں میں سے بعض) یہاں من تعریفیہ ہے۔ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ (ان کے متعلق گواہی طلب کرو)

نَحْوُ: وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ اور فاستشہدوا اس کی خبر ہے۔ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (اپنے میں سے چار) مِّنْكُمْ سے

مراؤمومن۔ فَاِنْ شَهِدُوْا (پس اگر وہ زنا کی گواہی دیں) فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ (تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو) حَتّٰی یَتَوَفَّیْنَ الْمَوْتَ (یہاں تک کہ ان کو موت آجائے) الموت سے قبل مضاف محذوف ملائکہ الموت جیسا کہ دوسری آیت: اَلَّذِیْنَ یَتَوَفَّیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ (انہل: ۲۸) یا دوسرا معنی موت ان کو پکڑ لے۔ اور ان کی ارواح کو پورا پورا لے لے۔

سبیل کی وضاحت:

اَوْ یُجْعَلَ اللّٰهُ لَهِنَّ سَبِیْلًا (یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستہ مقرر کر دے) جو اس کے علاوہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ کنواری کے لئے وہ راہ سو کوڑے اور جلا وطنی ہے اور شیعہ کے لئے سنگسار کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ خلدوا عنی خلدوا عنی قد جعل اللہ لهن سبیلا۔ البکر بالبکر جلد مائة وتغريب عام والشیب بالشیب جلد مائة ورجم بالحجارة۔ (مسلم ۱۱۶۹۰ جلد ۳۱۳ ابوداؤد ۳۳۱۶ ترمذی ۱۳۳۳)

مجھ سے احکام اچھی طرح سمجھ لو۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ متعین کر دیا۔ کہ کنواری لڑکی ولڑکا ان کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلا وطن کیا جائے گا اور شادی شدہ جوڑے کو سو کوڑے اور سنگسار کیا جائے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۶:

وَالَّذٰنِ (اور جو نسے شخص بھی) مرد ازانی اور مزنہ ہے۔ قراءت: وَالَّذٰنِ نون کی تشدید کے ساتھ کی نے پڑھا ہے۔ یَاٰیٰتِہَا مِنْکُمْ (بے حیائی کا کام کریں تم میں سے) اس کا یعنی فاحشہ کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔ فَاَذُوْهُمَا (پس ان کو دکھ پہنچاؤ) ڈانٹ ڈپٹ کرو اور عار دلاؤ۔ اور ان کو کہو تمہیں شرم نہیں آتی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ فَاِنْ تَابَا (پس اگر وہ توبہ کر لیں) بے حیائی سے۔ وَاَصْلَحَا (اور اصلاح کر لیں) اور حالت کو بدل لیں۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا (تو تم ان دونوں سے اعراض کرو) اور تو بیخ و مذمت کو منقطع کر دو۔ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ قَوَّامًا رَّحِیْمًا (بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں) وہ تائب کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور اس پر رحم بھی فرماتے ہیں۔

اولیٰ حدیث نا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زنا کی حد میں سے جو پہلی چیز نازل ہوئی وہ ایذا پہنچانا ہی تھی۔ پھر دوسرے نمبر پر قید کرنا۔ پھر تیسرے نمبر پر کوڑے لگانا اور سنگسار کرنا۔ پس نزول کی ترتیب تلاوت کی ترتیب کے خلاف ہے۔

تین اقسام حد:

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو ان کی حد فقط رجم ہے اور جب کنوارے ہوں تو ان کی حد فقط کوڑے ہیں اور اگر ایک شادی شدہ اور دوسرا کنوارہ ہو تو شادی شدہ پر رجم اور کنوارے پر سو کوڑے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ

پس اللہ کے ذمہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو حماقت کے ساتھ گناہ کر لیتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں

مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

توبہ کر لیتے ہیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ علم والا

حَكِيمًا ۷ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا

حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِثْمَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ

جب ان میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہو جائے تو کہتا ہے کہ بے شک میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ ہے

وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۘ

جو کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اعتراف ابن حجر رحمہ اللہ:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا۔ پہلی آیت ان عورتوں کے متعلق ہے جو مساحقہ کرنے والیاں ہیں اور دوسری آیت لواطت کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں اور سورۃ النور کی آیت وہ زانی و زانیہ کے متعلق ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی واضح دلیل ہے کہ لواطت کی سزا تعزیر ہے۔ حد نہیں ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ الا ذی والی آیت لواطت کے متعلق ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۷:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ (بے شک توبہ قبول کرنا) اس سے اس شخص کی توبہ مراد ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ رجوع فرما کر توبہ قبول کر لیں۔ عَلَى اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے ذمہ) اس سے مراد وجوب نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں۔ بلکہ علی، وعدہ کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ بہر صورت ہو کر رہے گا۔ جس طرح واجب چھوڑا نہیں جاسکتا۔ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ (صرف ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو برائی کر لیتے ہیں) گناہ کو سوء کے لفظ سے ذکر اسلئے کیا۔ کیونکہ گناہ کا وبال برا ہے۔ بِجَهَالَةٍ (نادانی کے ساتھ) جہالت کی قید کا فائدہ:

بِجَهَالَةٍ مَوْضِعُ حَالٍ مِثْلُ يَحْمِلُونَ السُّوءَ جَاهِلِينَ سَفَهَاءَ۔ وہ برائی کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ

تا واقف و نادانی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ قبیح کے ارتکاب کی طرف حماقت آمادہ کرتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے جب تک کہ وہ جہالت سے باز نہ آجائے۔

ترغیب توبہ:

دوسرا قول: اس کی جہالت یہ ہے کہ اس نے فانی لذات کو باقی لذات کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے وہ تاواقف نہیں کہ اس نے گناہ کیا۔ لیکن وہ اس کی سزا سے تاواقف ہے۔ **فَمَّا يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ** (پھر قریب وقت میں وہ توبہ کر لیتے ہیں) احتضار موت سے پہلے پہلے دوسری آیت میں فرمایا حتیٰ اذا حضر احدہم الموت کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ احتضار کا وقت ایسا ہے۔ کہ اس میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ موت سے پہلے کی جانی والی ہر توبہ قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موت کا فرشتہ دیکھنے سے پہلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ان اللہ تعالیٰ یقبل توبۃ العبد مالہ یعو غر۔

(رواہ احمد ۲/۱۳۲، ترمذی ۱۳۵۷، ابن ماجہ ۴۳۵۲)

بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتے ہیں جب تک غرغره میں مبتلا نہ ہو۔ **مِنْ قَرِيبٍ** کے لئے ہے۔ یعنی کسی قریب زمانہ میں توبہ کر لیتے ہیں۔

گویا کہ (ترغیب توبہ کے لئے) معصیت اور حضور موت کے درمیانی زمانے کو بہت قریبی زمانہ قرار دیا۔ (کہ وہ تھوڑا سا وقت ہے فوراً توبہ کر لینی چاہیے)

فَاُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رجوع فرمائیں گے) یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو پورا فرمائیں گے۔ اور بتلادیا کہ بخشش بہر صورت ہونے والی ہے۔ **وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا** (اور اللہ تعالیٰ ان کے توبہ کے ارادہ کو جاننے والے ہیں) **حَكِيمًا** (حکمت والے ہیں) کہ شرمندہ ہونے کو توبہ قرار دیا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۸:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْفُلُقَ (اور توبہ مقبول نہیں ان لوگوں کی جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان سے تکلیف دور ہو جائے اسباب موت جمع ہو کر اور ملک الموت کو سامنے دیکھ کر۔ ایسے لوگوں کی توبہ غیر مقبول ہے کیونکہ یہ اضطراری حالت ہے۔ اختیاری نہیں۔ قبولیت توبہ تو ثواب و رجوع ہے اسکا کوئی کسی سے وعدہ نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند کر لیا جائے۔ **وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارًا** (اور نہ انکی توبہ قبول ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث ہو جاؤ اور تم ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ

لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ

جو مال تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح فحش کام کر بیٹھیں، اور تم ان کے ساتھ اچھے

بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ

طریقہ پر زندگی گزارو، سو اگر تم کو وہ ناپسند ہیں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں

خَيْرًا كَثِيرًا ۙ

زیادہ خیر رکھ دے۔

تجوید: اس کا عطف للذین يعملون السينات پر ہے یہ بھی موضع جر میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیست التوبة للذین يعملون السينات ولا للذین یموتون وهم کفار۔ ہم کفار۔ یموتون کی ضمیر سے حال ہے۔ سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں۔ پہلی آیت مؤمنین کے متعلق اور درمیانی منافقین سے متعلق اور پچھلی آیت کفار کے متعلق ہے۔

نحو و قرأت:

بعض مصاحف میں یہ دو لام کے ساتھ ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر اولئك اعتدنا لهم عذاباً الیما ہے۔ اُولَئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اعتدنا یہ عتید سے ماخوذ ہے۔ عتید کا معنی حاضر ہے یا اس کا اصل اعددنا۔ وال کوتا سے بدل دیا۔ آیت ۱۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا۔ (اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم مالک بن جاؤ عورتوں کے زبردستی)

طریق جاہلیت کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت میں آدمی عورتوں کے اس طرح وارث بن جاتے کہ اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتے اور بلا مہر اس سے شادی کر لیتے۔ خواہ عورت کو پسند ہو یا نہ، یہ آیت اتاری کہ تمہارا ان کو بطور وراثت لینا درست نہیں۔ جس طرح کہ میراث لی جاتی ہے۔ جبکہ عورتیں بھی اس کو ناپسند کرنے والی ہوں۔ یا ان کو مجبور کر کے ایسا کرو۔

نحو قراءت:

تکړھا فتح کے ساتھ یہ کراہت سے ہے۔ اور ضمہ کے ساتھ اکراہ سے ہے اور مصدر ہے۔ حمزہ علیٰ رجبہما اللہ نے ضمہ سے پڑھا ہے۔ یہ مفعول سے حال ہے۔

فائدہ مہمہ:

گرہ کی قید لگانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب گرہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کسی شئی کو ذکر کر کے تخصیص کرنا ماسواہ کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا اس آیت میں ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ۔ کہ تم اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو اور اسراء۔ ۳۱۔ اب بھوک کا خطرہ نہ ہو بلکہ وسعت مالی میسر ہو تو ایسی حالت میں بھی اولاد کا قتل جائز نہیں۔

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ (اور تم ان کو نہ روکو) جاہلیت میں رواج تھا کہ جب آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا حالانکہ اس کو اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کو روک لیتے۔ خود اچھا سلوک نہ کرتے۔ یہ سلوک اس لئے کرتے تاکہ وہ اس کا مال حاصل کر لیں اور وہ مال سے خود علیحدگی اختیار کر لے۔

نَحْوُ: نمبر۔ ان توفوا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لا تا کید نفی کے لئے ہے۔ اب مطلب یہ ہوا۔ نہ ان کا مال میراث کی طرح مالک بننا حلال ہے اور نہ ان کو روک رکھنا حلال ہے۔ نمبر ۲۔ یہ جملہ متانفہ ہے اور لائمی کا ہے۔ اب تکړھا پر وقف ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا۔ تم مت ان کو روکو۔

العصل روکنے اور تنگ کرنے کو کہتے ہیں۔

لَتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا اتَّيْتُمُوْهُنَّ تاکہ جو مہر تمہارے مردہ باپ یا عزیز نے ان کو دیا ہے۔ تم ان سے اس کا کچھ حصہ واپس لے لو۔

نَحْوُ: یہ لَتَذْهَبُوا بتاویل مصدر لام کا مجرور ہو کر لا تعضلوا کے متعلق ہے۔

بدسلوکی میں اجازت خلع:

إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ (مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد خاوند کی نافرمانی اور خاوند اور اس کے اہل و عیال کو بدکلامی سے ایذا دینا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر بدسلوکی ان عورتوں کی طرف سے ہو تو پھر تم خلع کے مطالبہ میں معذور ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ الفاحشۃ سے مراد زنا ہے۔ پس اگر عورت نے ایسا کیا تو اس کے خاوند کے لئے خلع کا مطالبہ درست ہے۔

قراءت: مُبَيَّنَةٍ کوئی اور ابو بکر نے یا کے فتح سے پڑھا۔ استثناء عام ظرف سے زیادہ عام ہے یا استثناء مفعول لہ ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہوگی ان کو تمام اوقات میں مت روکو مگر اس وقت جبکہ وہ فاحشہ کا ارتکاب کریں۔ دوسرا معنی۔ ان کو تم کسی علت و غرض سے نہ روکو مگر روکنے کی علت ارتکاب فاحشہ ہو۔

وَاِنْ اَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۖ وَاتَيْتُمْ اَحَدَهُنَّ قِطَارًا

اور اگر ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ بدلنا چاہو اور تم ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو

فَلَا تَأْخُذْ وَاِمْنَهُ شَيْئًا ۚ اتَّأَخَذُوْنَهُ بُهْتَانًا وَاِنَّمَا مَبِيْنًا ۝۲۰ وَ

تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس کو واپس لو گے بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کر کے، اور

كَيْفَ تَأْخُذُوْنَهُ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا

تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو اور انہوں نے تم سے خوب پختہ عہد

غُلِيْظًا ۝۲۱

لے لیا ہے۔

وہ عورتوں سے بدسلوکی کرتے پس انہیں حکم دیا گیا۔ وَاعْشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (ان سے حسن معاشرت اختیار کرو) اور وہ نفقہ اور مہیت میں انصاف کرنا ہے۔ اور بات مجمل و مناسب کہنا۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ (پس اگر تم ان سے نفرت کرتے ہو) ان کی بد صورتی یا بد اخلاقی کی وجہ سے فَعَسَى اَنْ تَكُوْنُوْا شِيْنًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (پس ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھی ہو) اُ کی ضمیر اس شے کی طرف یا کرہ و ناپسندیدگی کی طرف راجع ہے۔ خیراً کثیراً سے مراد ثواب جزیل ہے یا پھر اولاد صالح۔

مفہوم و مطلب :

آیت کا یہ ہے۔ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ان سے جدائی صرف نفس کی کراہت کی وجہ سے اختیار نہ کرو۔ بسا اوقات نفس ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور بھلائی سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور ایسی چیز کو نفس پسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے انتہائی نقصان دہ ہے بلکہ عورتوں سے جدائی اسباب صلاح پر نظر کرتے ہوئے ہونی چاہیے۔

فَعَسَى اَنْ تَكُوْنُوْا شِيْنًا: فَعَسَى اَنْ تَكُوْنُوْا شِيْنًا: جزاء ہے۔ اور ان کو ہتموہن شرط ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ ان کو ہتموہن فاصبروا علیہن مع الکراہۃ للعل لکم فیما تکرہونہ خیراً کثیراً لیس فیما تحبونہ۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو کوئی بات نہیں صبر کرو باوجود کراہت کے ان کو اپنے ہاں روک کر رکھو۔ شاید کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں بہت سی بھلائی ہو جو اس چیز میں نہ ہو جس کو تم پسند کرتے ہو۔

تَفْسِيْرُ آیت ۲۰: ایک جاہلانہ روش:

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھتا اور وہ اس کو پسند آ جاتی۔ تو اپنی سابقہ بیوی پر بہتان لگا تا اور زنا کی

طرف اس کی نسبت کرتا۔ تا آنکہ مجبور ہو کر وہ اپنے مہر سے دست بردار ہوتی یا اس کو واپس کرتی۔ اس آیت میں فرمایا گیا۔ وَرَآنِ اَرَدْتُمْ اِسْتِیْذَالَ زَوْجٍ مَّكَّانٍ زَوْجٍ (اگر تم ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری کو اس کی جگہ بدلنا چاہتے ہو) وَ اَتَيْتُمْ اِحْدٰیہُنَّ (اور تم نے ایک بیوی کو دے رکھا ہے) اِحْدٰیہُنَّ سے احدى الزوجات مراد ہے۔ اور زوج سے مراد جمع ہے۔ کیونکہ اَتَيْتُمْ میں ضمیر خطاب جماعت رجال کو ہے۔ فَنُقْطَرُا (خزانہ) بہت زیادہ مال جیسا کہ آل عمران میں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا۔ لَا تَغَالُوا بِصَدَقَاتِ النِّسَاءِ عورتوں کے مہروں کے سلسلہ میں گرانی نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا۔ کیا ہم تمہاری بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَ اَتَيْتُمْ اِحْدٰیہُنَّ فَنُقْطَرُا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہر شخص دینی سمجھ میں عمر سے زیادہ ہے۔ تم جتنے مہر پر مرضی ہو نکاح کرو۔ (بکر بن عبد اللہ المزنی کی روایت میں ہے کہ فاروق اعظم نے فرمایا میں تمہیں کثرت مہر سے منع کرنے لگا۔ تو میرے سامنے یہ آیت: اَتَيْتُمْ اِحْدٰیہُنَّ فَنُقْطَرُا آگئی پس میں اس سے رک گیا)

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ (پس تم اس دیئے ہوئے مال میں سے نہ لو) ؕ کی ضمیر فَنُقْطَرُا کی طرف راجع ہے۔ شَیْنًا اَتَاخُذُوْہُ بُہْتَانًا وَّ اِنَّمَا مَبِیْنًا (کیا تم اس مال کو باطل طور پر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے لو گے) مَبِیْنًا بمعنی واضح۔

تعریف بہتان:

البہتان کسی آدمی کے متعلق کوئی ایسی بری بات یا فعل کی نسبت کرنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ وہ اس فعل یا بات کو سن کر مہبوت یعنی حیران ہوگا۔ اس لئے اس کو بہتان کہتے ہیں۔ یہاں فعل ہی مراد ہے۔

بُہْتَانًا: بُہْتَانِیَہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم بہتان لگانے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہو گے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲۱:

پھر اس آیت میں جماع کے بعد مہر لینے کو اور زیادہ برا قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ وَ کَیْفَ تَاْخُذُوْہُ وَقَدْ اَفْطٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ (تم کس طرح اس کو لے لو گے۔ جبکہ تم جماع کر چکے) افشاء۔ ایسی خلوت جس میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی سے نساء بمعنی صحراء ہے۔

احناف کی دلیل:

مَنْتَبَلُہ: یہ آیت ہم احناف کے لئے خلوت صحیحہ کے بعد لزوم مہر کی دلیل ہے۔

آیت میں مہر واپس لینے کو ناپسند قرار دیا گیا۔ اور اس کی علت اگلی آیت میں بیان فرمائی۔

پختہ وعدہ کی مراد:

وَ اَخَذْنَ مِنْکُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا (اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ بھی لے چکیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاَمْسَاکْ بمعروف او تسریح باحسان (البقرہ ۲۲۹) کہ یا تو ان عورتوں کو دستور کے موافق روک رکھو یا احسان سے رخصت کر دو

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو پہلے نذر چکا۔ بے شک یہ بے حیائی کا

وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

اور غصہ کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے بندوں سے ان عورتوں کی خاطر لیا۔ تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے ان عورتوں نے اپنے خاوندوں سے براہ راست لیا۔

دوسری تفسیر: میثاقاً غلیظاً سے مراد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ استوصوا بالنساء خیراً۔ تم عورتوں سے بھلا سلوک کرو فان هن عوان فی ایدیکم اخذتموهن بامانة اللہ۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں ریوڑ کی طرح ہیں۔ واستحللتم فروجهن بکلمة اللہ (ترمذی ۱۱۶۳۔ ابن ماجہ ۷۵۱۔ مسلم ۱۸۵۱۔ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا اور ان کی شرمگاہوں کو بحکم خدا اپنے لئے حلال بنایا۔

آیت ۲۲: جب یہ آیت لایحل لکم ان تروا اتری۔ تو لوگوں نے کہا ہم نے سابقہ رواج کو ترک کر دیا۔ ہم ان کی ناپسندیدگی سے ان کے وارث نہ بنیں گے۔ لیکن ہم ان کو پیغام نکاح دیں گے اور ان کی رضا اور رغبت سے ان سے نکاح کریں گے۔ تو اس پر یہ آیت اتری۔

باپ کی موطوءہ حرام ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے) ایک قول یہ ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔ یعنی ان عورتوں سے وطی نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے وطی کی ہو۔

مَنْ يَنْكِحْهُ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے خواہ وہ موطوءہ نکاح سے ہو یا ملک یمین یا زنا سے جیسا کہ ہمارا مسلک احناف ہے۔ اور اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو اس کی ممانعت کر دی گئی تو اگر اپنی طرف سے ایسا کریں گے تو اس کا حال خود سوچ لیں کیا ہوگا فرمایا۔ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (لیکن جو پہلے ہو چکا) اس پر تو تم سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

نِكَاحٌ: سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔

اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی:

آیت کے اگلے حصے میں عقد کی حیثیت بتلا دی۔ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً (کہ یہ بے حیائی ہے اور قباحت میں انتہاء کو پہنچنے والی ہے) وَمَقْتًا (اور ناراضگی میں) میں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض اور ایمان والوں کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ

حرام ہو گئیں ہیں تم پر تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری چھو بھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھائی

الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَأُمَّهَاتُ النِّسَاءِ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ

کی بیٹیاں، اور بہن کی بیٹیاں، اور تمہاری دو مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں،

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَاءِ بِلَاقَاتِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمُ

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن بیویوں سے دخول کر چکے ہو جو تمہاری گودوں

بِهِنَّ زَفَافٌ لَّمْ يَكُونُوا دَخَلْتُمُ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ذَوَحَلَّيْلُ أَبْنَاءُكُمْ

میں ہیں۔ سو اگر تم نے ان بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کرو، اور حرام ہیں تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو مگر جو گزر چکا۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۳﴾

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

ناراضی کے باوجود اپنے وقار کے لئے ایسا کرتے تھے اور اس کو نکاح محنت کہتے تھے۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہوتی اس کا لقب

المقتی مشہور ہوتا۔ وَمَسَاءَ مَسِيلاً (اور یہ بہت برا راستہ ہے)

تَفْسِيرُ آیت ۲۳..... بیانِ محرمات:

جب شروع سورت میں ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح حلال تھا۔ اور اس سے قبل بعض محرمات کا ذکر دیا گیا۔ اور وہ

باپوں کی موطوءہ ہیں۔ تو اب باقی محرمات کا ذکر فرمایا۔ وہ سات نسب سے ہیں۔ سات سبب سے ہیں۔ ابتداء نسب والی عورتوں

سے کی۔ فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ (تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں) مراد ان سے نکاح کا حرام ہونا ہے عند

البعض۔ ہم نے شرح المنار میں مختار قول ذکر کر دیا ہے۔ ثانی یا دادی وہ بھی امہات میں شامل ہیں۔

وَبَنَاتُكُمْ (اور تمہاری بیٹیاں) پوتیاں، نواسیاں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔

قاعدہ: جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو پھر تقسیم احادی کا ہوا ہوتا ہے۔

پس ہر ایک پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہوگی۔ وَأَخَوَتُكُمْ (اور تمہاری بہنیں) جو باپ یا ماں یا صرف باپ کی طرف

سے یا صرف ماں کی طرف سے ہوں۔ یعنی حقیقی، علاقائی۔ اخائی۔

عمات سے مراد:

وَعَمَّتُكُمْ (تمہاری پھوپھیاں) حقیقی علاقائی، اخائی۔ وَخَلَّتُكُمْ (اور تمہاری خالائیں) تینوں قسم حقیقی، علاقائی، اخائی۔ وَبَنَتْ الْأَخَ (بھتیجیاں) تینوں قسم حقیقی، علاقائی، اخائی۔ وَبَنَتْ الْأُخْتِ (بھانجیاں) تینوں قسم ان دونوں قسم میں پوتیاں اور نواسیاں بھی شامل ہوگی۔

حرمت رضاعت:

آگے سب سے جو حرمت ہیں ان کو بیان کیا۔ وَأَمَّهَتْكُمْ الْيَتَىٰ أَرْضَعْتُمْ وَأَخَوْتَكُمْ مِّنَ الرِّضَاعَةِ (تمہاری رضاعی مائیں اور بہنیں) اللہ تعالیٰ نے رضاعت کو نسب کے قائم مقام کیا ہے۔ اسی لئے مرضعہ کو دودھ پینے والے بچے کی ماں سے تعبیر فرمایا۔ اور اس کی بیٹیوں کو بہن سے تعبیر فرمایا۔ اسی طرح مرضعہ کے زوج کو رضیع کا باپ اور اس کے ماں باپ کو دادا دادی اور باپ کی بہن کو اس کی پھوپھی ہر بچہ جو اس خاوند سے اس عورت کا پیدا ہو وہ اس رضیع کے بھائی، بہنیں حقیقی ہیں۔ اور اس عورت کا جو بچہ دوسرے خاوند سے پیدا ہو وہ اس کے ماں جائے بہن بھائی ہیں۔ اور اس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب۔ بخاری۔ ۵۲۳۹۔ مسلم۔ ۱۳۴۳۔ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

عقد کی حرمت:

وَأَمَّهَتْ نِسَاءً بِكُم (اور تمہاری بیویوں کی مائیں) یہ حرمت فقط عقد سے ہیں۔ وَرَبَّاتٍ بِكُم الْيَتَىٰ فِی حُجُورِكُمْ (وہ ربیبہ جو تمہاری پرورش میں ہوں) عورت کی وہ اولاد جو موجودہ کے علاوہ خاوند سے ہو اس کو ربیبہ اور ربیبہ کہا۔ کیونکہ یہ خاوندان کو پالتا ہے۔ جیسا کہ عموماً والد اپنی اولاد کو پالتا ہے۔ پھر مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی اور تربیت نہ کرنے کی صورت میں بھی نام یہی رکھا گیا۔ الْيَتَىٰ فِی حُجُورِكُمْ (جو تمہاری گودوں میں ہیں) داؤد ظاہری نے کہا اگر وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوں تو حلال ہیں۔

حجور کی قید کا مطلب:

حجور کہم کا تذکرہ غالب حالت کے پیش نظر ہے۔ یہ شرط نہیں۔ باقی اس انداز سے لانے کا مقصد حرمت کی علت بیان کرنا ہے۔ ان کی حرمت تمہارے ان کو گود میں لے لینے کی وجہ سے ہے یا اس بناء پر کہ وہ تمہارے گود میں لینے کے میلان میں ہیں۔ گویا کہ تم ان کی بیٹیوں سے عقد کرنے میں اس طرح ہو گے جیسے اپنی بیٹیوں سے عقد کرنے والے ہو۔

مِنْ نِّسَاءٍ بِكُم الْيَتَىٰ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم نے قربت کی ہو) یہ ربائبہ سے متعلق ہے یعنی کہ اس ربیبہ سے نکاح حرام ہے۔ جو مدخل بہا ہو۔ اگر اس عورت سے دخول نہ ہوا ہو تو پھر وہ ربیبہ حلال ہے۔ اور دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یہ جماع سے کنایہ ہے۔ جیسے عرب کہتے ہیں بنی علیہا، وضرب علیہا الحجاب یعنی تم نے ان کو ستر میں داخل کیا ہو۔ با

تعدیہ کی ہے۔ بس وغیرہ دوائی جماع وہ قائم مقام دخول ہیں۔

بعض علماء نے اللاتنی دخلتم بہن کو نساء متقدمہ اور متاخرہ کی صفت بنایا ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ ایک وصف دوائیہ موصوف کا وصف نہیں بن سکتا جن کا عامل مختلف ہو۔ اور یہاں نساء متقدمہ مجرور بالا ضافت ہیں اور نساء متاخرہ من کی وجہ سے مجرور ہیں۔ اور اس طرح کہنا درست نہیں مردت بنسائلک و حریت من نساء زید الظرفیات اس طور پر کہ پہلی نساء اور دوسرا لفظ نساء کی صفت بنے۔ زجاج نے اس طرح کہا۔ یہ قول صاحب کشاف کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم نے ان سے قربت نہ کی ہو تم پر کوئی گناہ نہیں) کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کرلو۔ جبکہ پہلے ان کو طلاق دے کر فارغ کر دو۔ یا وہ نکاح کے بعد مرجائیں۔ وَحَلَّاهُنَّ لَكُمْ (اور تمہاری بہوئیں) حلال جمع حلیہ ہے۔ زود کہہ جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔ یا ایک دوسرے کا بستر اس کے لئے حلال کیا گیا۔ یہ حل سے ہے یا حلول سے ہے۔

اصلاب کی قید سے متبئی کو خارج کیا:

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ (وہ بیٹے جو تمہاری صلب سے ہیں) وہ نہیں جن کو تم نے متبئی بنایا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔ جب ان کو زیدؓ متبئی رسول اللہ ﷺ نے جدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَكُمْ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِىَ آذَانِهِمْ أَدْعِيَاءَهُمْ (الاحزاب: ۳۷) تاکہ ایمان والوں کو اپنے منہ بولے بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی تنگی نہ رہے۔ یہ آیت رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت کے لئے نہیں ہے۔

رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے:

(اس کی حرمت حدیث: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے) وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ (اور یہ کہ تم جمع کر دو بہنوں کو) یعنی نکاح میں جمع کرنا۔ **نَحْوُ** اس کا عطف محرمات پر ہے۔ اور یہ موضع رفع میں ہے۔ یعنی تم پر جمع بین الاختین حرام کیا گیا۔

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (مگر جو ہو چکا) اب تک جو ہوا وہ معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنش فرمانے والے مہربان ہیں)

امام محمد رحمہ اللہ کا قول:

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت ان تمام محرمات کو جانتے تھے مگر باپ کی بیوہ اور نکاح اختین مروج تھا اسی لئے ان کے متعلق الا ما قد سلف فرمایا۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

اور حرام ہیں وہ عورتیں جو کسی مرد کے نکاح میں ہوں، سوائے ان عورتوں کے جن کے تم مالک ہو جاؤ۔ اللہ نے ان احکام کو تم پر فرض فرما دیا ہے،

وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ

اور تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں کہ تم اپنے مالوں کے بدلہ طلب کرو اس حال میں کہ تم پاک دامنی اختیار کرنے والے ہو۔

مُسْفِحِينَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ

پانی بہانے والے نہ ہو۔ سو ان میں سے جن عورتوں سے نفع حاصل کر لو ان کے ہر دے دو جو مقرر ہو چکے ہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاوَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ مقررہ ہر کے بعد آپس کی رضامندی سے کسی بات پر راضی ہو جاؤ

بلا شبہ اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۲۴﴾

علیم ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۴:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ (اور خاوندوں والی عورتیں) کیونکہ انہوں نے اپنی شرمگاہوں کو نکاح کے ذریعہ محفوظ کر لیا۔

قراءت: یہاں کسائی نے محصنات۔ صاد کے فتح سے پڑھا۔ اور باقی تمام قرآن مجید میں کسرۃ صاد سے پڑھا۔

لوٹد یوں کی حلت:

إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (مگر جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) قید ہو جانے کی وجہ سے جبکہ اس کا خاوند دار الحرب

میں ہو۔ مطلب یہ ہوا، تم پر منکوحہ عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ یعنی وہ عورتیں جن کے خاوند ہوں مگر وہ عورتیں کہ جن کے مالک

تمہارے دائیں ہاتھ بنے ان کے قید ہو جانے کی وجہ سے اور ان کے بلا خاوند نکالنے کی وجہ سے۔ دارین کے مختلف ہونے کی وجہ

سے ان میں فرقت واقع ہو گئی۔ قید کی وجہ سے نہیں۔ دارین سے مراد دار الکفر اور دار الاسلام ہے۔ اسی لئے غانم کے لئے ملک

بیمیں (لوٹد ی) استبرائے رحم کے بعد حلال ہے۔

كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے تم پر) کتاب یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا لکھ دینا اور فرض

کیا فرض کرنا۔ اور فرض کا مطلب جو حرام کی گئی چیزیں ہیں ان کا حرام قرار دینا ہے۔ وَأَحِلَّ لَكُمْ (اور حلال کر دی گئیں تمہارے

لئے)

نَحْوَ: فعل مضمر نے کتاب اللہ کو نصب دی اس پر اس کا عطف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تم پر ان کی تحریم اور اس کو طہال کر دیا تمہارے لئے۔ **مَّا وَرَاءَ ذَلِكَ** (ان مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتیں)۔

قراءت: کوئی قراء نے سوائے ابوبکر کے حرمت پر عطف کرتے ہوئے **وَاجِلْ** ضمہ سے پڑھا ہے۔

نَحْوَ: اَنْ تَبْتَغُوا (یہ کہ طلب کرو تم) یہ مفعول لٹہ ہے۔ یعنی اس چیز کو جو طہال ہے اس چیز سے جدا کر کے جو حرام ہے اس نے بیان کر دیا تاکہ تم طلب کرو ان کو اپنے مالوں کے ساتھ۔ یا یہ **مَّا وَرَاءَ ذَلِكَ** سے بدل ہے۔ اور **تَبْتَغُوا** کا مفعول اس صورت میں مقرر ہے اور وہ النساء ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مقرر نہ مانا جائے۔

بِأَمْوَالِكُمْ (اپنے اموال کے ساتھ) مال سے مراد یہاں مہر ہے۔

لطیف استدلال:

هَنَنْتَنَالَهُ: اس میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ نکاح بلا مہر درست نہیں اور مہر لازم ہو جاتا ہے۔ خواہ مقرر نہ کیا جائے۔ اور غیر مال مہر نہیں بن سکتا۔ اور معمولی مقدار بھی مہر نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ ایک دانہ عادی مال شمار نہیں ہوتا۔

مُعْصِيَيْنَ (اس حال میں کہ تم پاکدامنی اختیار کرنے والے ہو) **غَيْرِ مُسْلِفِيْنَ** (نہ ہونا جائز تعلق رکھنے والے) تاکہ تم اپنے اموال کو ضائع کرنے والے نہ بنو اور اپنے آپ کو محتاج کر لو ایسی چیز سے کہ جس میں تمہارے دین و دنیا کا نقصان ہو۔ اور ان دونوں خساروں میں مبتلا آدمی بہت بڑے بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

الا حصان پاکدامنی حرام میں مبتلا ہونے سے نفس کو بچانا۔ المسافح زانی یہ السخ سے ہے اس کا معنی منی بھانا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ (پس جس طریق سے تم عورتوں سے لذت اندوز ہو چکے ہو) تو ان کے مہر ان کو دو۔ یعنی عورتوں سے تم نکاح کر چکے ہو۔ فاتوہن اجودھن (تو ان کے مہر ان کو دو) کیونکہ مہر بضع کی طرف لوٹنے والا ہے۔ **نَحْوَ:** فَمَا اس موقعہ پر نساء کے معنی میں ہے۔ اور من جمعیضہ یا بیانیہ ہے۔ بہ کی ضمیر لفظ کے لحاظ سے تو من کی طرف راجع ہے اور معنی کے لحاظ سے فاتوہن کی طرف لوٹی ہے۔

فَرِيْضَةً (جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں) **نَحْوَ:** یہ اجودھن سے حال ہے۔ ای مفروضہ مقرر کیے ہوئے۔ یا یہ ایثناء کی جگہ ہے۔ کیونکہ دینا فرض ہے۔ یا یہ مصدر مؤکد ہے اور فعل محذوف ہے فرض ذلك فريضة۔ **وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاۤءَيْتُمْ بِهِ مِنْهُ** (کوئی حرج نہیں اس مقدار میں جس پر تم باہمی رضامند ہو جاؤ مقرر ہو جانے کے بعد) یعنی مہر میں سے جو تم کرے یا تمام بہہ کرے یا اس مقدار میں اضافہ کر دے۔ یا جس پر وہ باہمی ٹھہرانے پر رضامند ہو یا فراق پر۔ **اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی** (بیشک اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے قبل جاننے والے) **حَكِيْمًا** (اور حکمت والے ہیں) اس میں جو اس نے عقد نکاح کو لازم کیا جس سے انساب کا تحفظ ہے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ **فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ** آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ جو اس وقت تین دن کے لئے مباح ہوا جب اللہ تعالیٰ نے کدھج کرایا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا

اور تم میں جس شخص کو اس کا مقدور نہ ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو آپس کی

مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ مِّنْ قَبْلِئِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ ۖ بَعْضُكُمْ

ایمان والی بائعوں سے نکاح کر لے جو تمہاری مملوکہ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو۔ تم سب آپس میں ایک

مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَإِنْ كُفُوهُنَّ يَدْنَ أَهْلِهِنَّ وَأَتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

دوسرے کے برابر ہو، سو تم مذکورہ باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کے مہر بہتر طریقہ پر دے دو،

مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَفِّحَاتٍ وَلَا مَتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أَحْصَيْتُمْ فَإِنْ أَتَيْنَ

یہ منکوحہ باندیاں نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ طریقہ پر دوست بنانے والی ہوں۔ پس جب وہ باندیاں نکاح میں آجائیں تو اگر کوئی

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ

بے حیائی کا کام کر بیٹھیں تو ان پر اس کی آدمی سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اس کے لئے ہے جو تم میں سے رونا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو اور یہ بات کہ صبر کرو بہتر ہے تمہارے لئے اور اللہ غفور ہے

رَّحِيمٌ ﴿۲۵﴾

رحیم ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۵:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً (جو تم میں سے طاقت نہ رکھتا ہو) طول کا معنی زائد کہا جاتا ہے لفلان علی طول یعنی
فلان کو مجھ پر فضل و اضافہ حاصل ہے۔ یہ استطیع کا مفعول ہے۔ اَنْ يَنْكِحَ (کہ وہ نکاح کرے) نِكَاحُ: یہ طول کا مفعول
ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اور اپنے فعل کا عمل کرتا ہے۔ یا طَوْلاً سے بدل ہے۔

الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (پاکدامن مؤمنہ عورتوں سے) مراد آزاد مسلمان۔ قِمْنٌ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ قَبْلِئِكُمُ
الْمُؤْمِنَاتِ (پس جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تمہاری مؤمنہ لونڈیوں میں سے) یعنی اس کو مسلمان لونڈی سے نکاح کر
لیتا چاہیے۔ من قَبْلِئِكُم سے مراد مسلمانوں کی لونڈیاں ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو اس قدر مالی وسعت نہیں رکھتا جس سے وہ آزاد

عورت سے نکاح کرے تو اسے لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ اور کتابی لونڈی سے نکاح ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور یہ قید انتخابی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان تو بالاتفاق آزاد عورتوں میں بھی شرط نہیں حالانکہ اس کے ساتھ قید موجود ہے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر جو سعیتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ لونڈی سے نکاح۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح، اگرچہ وہ خوشحال ہو۔ یہ روایت مسالہ طول میں ہم احناف کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَيْمَانِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو جانتے ہیں) اس میں متنبہ کر دیا کہ ان کے ظاہری ایمان کو قبول کر لیا جائے گا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے زبان کا عمل نہیں۔ کیونکہ ایمان مسوع کا علم تو مختلف فیہ نہیں ہے۔ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) لونڈیوں کے نکاح سے نفرت نہ کرو۔ کیونکہ تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو۔ اس میں ڈرایا گیا کہ انساب پر عیب جوئی اور احساب پر فخر نہ کرنا چاہیے۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (ان سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو) اس میں ہماری دلیل ہے کہ عورتوں کو حق ہے کہ وہ عقد براہ راست کریں۔ لیکن موالیٰ کی اجازت کا اعتبار کیا گیا نہ کہ ان کے عقد کا۔ اور غلام اور لونڈی کے لئے جائز نہیں کہ نکاح اپنے موالیٰ کی اجازت کے بغیر کریں۔

بلا ثال مثل مہر ادا کرو:

وَ اَتَوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور تم ان کے مہر دستور کے موافق دے دو) یعنی ان کے مہر بغیر ثال مثل اور تکلیف پہنچانے کے دے دو۔ اور ان کے مہروں کے مالک ان کے موالیٰ ہیں۔ ان کو ادا کرنا موالیٰ کو ادا کرنا ہی ہے۔ کیونکہ وہ اور جوان کے قبضہ میں ہے۔ وہ ان کے موالیٰ کا ہے۔ یا تقدیر عبارت یہ ہے۔ و اتوا موالیہن۔ وہ مہر ان کے موالیٰ کو دو۔ اس صورت میں مضاف حذف کیا گیا ہے۔

مُحْصَنَاتٍ (وہ پاکدامنی اختیار کرنے والیاں ہوں)

حَقَّقُوا: یہ اتوہن کے مفعول سے حال ہے۔

غَيْرُ مُسْلِفَاتٍ (نہ ہوں وہ علانیہ زنا کرنے والیاں) وَلَا مُتَّخِذَاتٍ اٰخِذَانٍ (اور نہ خفیہ یا رائہ کرنے والیاں ہوں) یعنی خفیہ زنا کرنے والیاں نہ ہوں اخدان۔ پوشیدہ یا رائہ۔ فَاِذَا اُخْصِنَّ (جب پاک دامن ہو جائیں) نکاح کے ذریعہ۔

قراءت: اُخْصِنَّ۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔

یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ (پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان فرمائے تمہارے لئے اور تم کو بتلاوے طریقے ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ تمہاری

عَلَيْكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ قَدْ يُرِيدُ

توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ

خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری گئی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا

عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿۲۸﴾

اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ ارادہ فرماتا ہے

الْمُحْصَنَاتِ (پس ان پر نصف سزا ہے اس کی جو آزاد پاکدامن عورتوں پر ہے) مِنَ الْعَذَابِ سزا۔ مراد حد ہے۔ بچاس کوڑے۔ اور نصف ما علی المحصنات دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی سزا کوڑے ہیں سنگساری نہیں۔ کیونکہ رحم نصف نہیں اور محصنات سے یہاں آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

۱: العنت کا معنی:

ذَلِكَ (یہ اس شخص کے لئے ہے) اس سے لونڈی کے نکاح کی طرف اشارہ کیا۔ لَمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (جس کو تم میں سے گناہ کا خطرہ ہو) ایسا گناہ جو غلبہ شہوت تک پہنچانے والا ہو۔ العنت کا اصل معنی جڑنے کے بعد ہڈی کا ٹوٹنا۔ پھر استعارہ ہر نقصان و مشقت کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور گناہوں میں ابتلاء سے بڑھ کر کوئی نقصان دہ چیز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ العنت کا معنی زنا ہے کیونکہ وہ ہلاکت کا سبب ہے۔ وَأَنْ تَصْبِرُوا (اور تمہارا صبر کرنا) بجائے لونڈی کے نکاح کے۔ خَيْرٌ لَكُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کیونکہ اُس سے اولاد غلام ہوگی۔ اور وہ لونڈی ہر وقت باہر نکلنے والی داخل ہونے والی۔ محنت و مشقت کرنے والی ہے۔ یہ تمام چیزیں نکاح کرنے والے کے لئے نقصان اور توبہ کا باعث ہیں۔

اور عزت ایمان والوں کی صفات سے ہے حدیث میں فرمایا۔ آزاد عورتیں گھر کی درستی ہیں اور لونڈیاں گھر کی ہلاکت ہیں۔ وَاللَّهُ عَفُوٌّ (اور اللہ بخشنش کرنے والے) گناہ چھپانے والے ہیں۔ رَحِيمٌ (مہربان ہیں) رکاوٹ کا ازالہ فرمانے والے ہیں۔

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۲۶:

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُصِيبَ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرے) اصل اس طرح ہے یُرِيدُ اللَّهُ ان یصیب لکم اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ارادہ تمہیں کو پہنچنے کرنے کے لئے لام کو بڑھا دیا۔ جیسا کہ لا اَبالک میں اَب کی طرف اضافت میں تاکید بڑھا دی گئی۔ مطلب آیت کا یہ ہوا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ کہ وہ کھول کر بیان کر دیں وہ مصالح جو تم پر مخفی ہیں اور وہ عمدہ اعمال جو معلوم نہیں۔ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور تمہاری راہنمائی کر دے ان لوگوں کے راستے کی طرف جو تم سے پہلے ہوئے) یعنی پہلے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے راستے اور وہ طریقے جن پر وہ اپنے دین کے سلسلہ میں چلے۔ تاکہ تم ان کی اقتداء کرو۔ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ (اور تمہاری توبہ قبول کرے) اور تمہیں ان باتوں میں جن میں مخالفت ہو جائے توبہ کی توفیق دے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصالِح سے واقف ہیں۔ حَکِیْمٌ (اور حکمت والے ہیں) ان باتوں میں جو ان کے لئے مشروع کی ہیں۔

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۲۷:

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم پر رجوع فرمانا چاہتے ہیں) تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ پختگی اور تقابل کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ وَيُرِيدُ (اور چاہتے ہیں)۔ یعنی غیار شہوت پرستوں کا مقصد:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا (وہ لوگ جو شہوات کے پیروکار ہیں کہ تم مائل ہو جاؤ بالکل مائل ہونا) میل عظیم۔ حق اور میانہ روی سے مائل ہونا۔ اور یہ سب سے بڑا میلان ہے۔ کہ اتباع شہوات، خواہشات میں معاونت کی جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد یہود ہیں کیونکہ انہوں نے باپ کی بہنوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حلال قرار دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کیا۔ تو وہ کہنے لگے تم خالہ کی بیٹیوں اور پھوپھی زاد کو حلال قرار دیتے ہو حالانکہ خالہ اور پھوپھی تو تم پر حرام ہیں بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کر لو۔ پس یہ آیت اتری۔ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان کی طرح زانی بن جاؤ۔ آیت ۲۸: يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف چاہتے ہیں) لونڈیوں کے نکاح کی رخصت دے کر۔ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا (اور انسان کمزور پیدا کیا گیا) کہ شہوات سے صبر نہیں کرتا۔ اور طاعات کی مشقتیں برداشت نہیں کرتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ

تَكُونُ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کوئی تجارت آپس کی رضا مندی سے ہو، اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو۔ ہے شک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝۲۹ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدُوًّا وَإِنَّا وَظَلَمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ

تم پر بہت بڑا مہربان ہے، اور جو شخص زیادتی اور ظلم اختیار کرے گا سو مقرب ہم سے دوزخ میں داخل

نَارًا ۚ وَمَا كَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۳۰

کر دیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

آیت ۲۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (اے ایمان والو! تم اپنے مال اپنے درمیان ناجائز

طریقہ سے مت کھاؤ) جن کاموں کو شریعت نے مباح قرار نہیں دیا جیسے چوری، خیانت، غصب، قمار، معاملہ ربا وغیرہ۔

إِلَّا أَنْ تَكُونُوا تِجَارَةً (مگر یہ کہ تجارت ہو) یعنی کھانے کا ذریعہ تجارت ہو۔ قراءت: کوئی قراء نے تجارت پڑھا ہے۔

یعنی تجارت ہو۔ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (اپنے مابین رضا مندی سے) یہ تجارت کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ تِجَارَةٌ

صادرة عن تراض بالعقد۔ تجارت جو باہمی رضا مندی کے معاہدہ سے ہو یا لیکن تجارت باہمی رضا مندی والی ممنوع طرق

سے نہ ہو۔

تخصیص تجارت کی وجہ:

تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اسباب رزق تجارت سے متعلق ہیں۔ آیت میں بتلایا گیا کہ بیع لین، دین، دست

بدست سے بھی درست ہے۔ اور بیع موقوف کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اجازت پائی جائے کیونکہ رضا مندی پائی گئی اور

مجلس کے خیال کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں تجارت کے ساتھ کھانے کی اجازت مکان عقد سے جدا ہونے کی قید کے

بغیر ہے۔ اور جدا ہونے کی قید لگانا نص پر اضافہ ہے (جو کہ درست نہیں)

قبل نفس کیا ہے؟

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (تم خودکشی نہ کرو) نمبر ۱۔ انفس سے مراد تمہاری جنس سے جو مومن ہیں کیونکہ مومن ایک جان کی

طرح ہیں۔ نمبر ۲۔ خودکشی نہ کرے جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ القتل کا معنی ناجائز اموال کا کھانا ہے۔ پس غیر پر ظلم کرنا

اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے کی طرح ہے نمبر ۴۔ نفس کی خواہشات پر مت چلو ورنہ تم اس کو قتل کر دو گے۔ یا ایسے کام کر گزرو گے

اِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَارَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

جن چیزوں سے تمہیں منع کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے اور تمہیں

مُدْخِلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

جو قتل کو لازم کرنے والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والے ہیں) رحمت ہی کی بناء پر تمہیں ایسی چیزوں کے متعلق خبردار کیا۔ جس میں تمہارے اموال کی حفاظت اور تمہارے ابدان کی بقاء ہے۔

اس کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تو یہ کہ لے لئے نفسوں کو قتل کا حکم دیا اور ان کی غلطیاں مٹانے کے لئے بھی یہی حکم دیا۔ كَانَ بِكُمْ (وہ تم پر مہربان ہے) اے امت محمدیہ! كَرِيْمًا (رحم کرنے والا) کہ ایسی مشکل تکالیف کا تمہیں مکلف نہیں بنایا۔

آیت ۳۰: وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ (جو ایسا کرے گا) یعنی قتل کا اقدام نفسوں پر عُدُوْنَا وَاَنَا وَظُلْمًا (قصداً دوسرے پر زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے) اپنی جان پر یعنی نہ ظلماً نہ قصاصاً۔ یہ دونوں مصدر موضع حال میں واقع ہیں۔ یا مفعول لہ ہیں۔ فَسَوْفَ نُضِلُّهُ نَارًا (عنقریب ہم اسے مخصوص آگ میں داخل کریں گے) جس کا عذاب سخت ہے۔

وَكَانَ ذَلِكَ (یہ آگ کا داخلہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یہ وعید اس کے متعلق ہے جو بیعتی کو حلال قرار دینے والا ہے اور دوسرے کے متعلق آگ کے داخلہ کا استحقاق بتلانے کیلئے ہے۔ اور ساتھ ہی مغفرت کا وعدہ بھی فرما دیا گیا ہے۔

آیت ۳۱: اِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَارَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (اگر تم ان بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جس سے روکا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری چھوٹی غلطیاں مٹا دیں گے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الکبائر۔ بڑے گناہ وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ابتداء سے ان تَجْتَنِبُوا کِبَارَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تک بیان کیا۔

کِبَارُ تَمِینِ ہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کِبَارُ تَمِینِ ہیں۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا۔

ایک تفسیر اس کی کفری اقسام ہیں۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کبیر ماتنہون عنہ ہے اور وہ بڑی بات جس سے تمہیں روکا گیا اور وہ کفر ہے۔ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخِلًا كَرِيْمًا (اور ہم تمہیں داخل کریں گے عمدہ داخل ہونے کی جگہ)۔

سورہ نساء کی آٹھ آیات ساری دنیا سے بہتر:

قراءت: مدنی قراء نے مَذْخَلًا پڑھا۔ دونوں مکان کے معنی میں ہیں اور مصدر ہیں۔ کرمًا کا معنی عمدہ اچھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورہ نساء کی آٹھ آیات اس امت کے لئے اس ساری دنیا سے بہتر ہیں جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ نمبر ۱۔ یرید اللہ لیبین لکم۔ نمبر ۲۔ واللہ یرید ان یتوب علیکم۔ نمبر ۳۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم۔ نمبر ۴۔ ان تجتنبوا کبائر ماتھون عنہ نکفر عنکم۔ نمبر ۵۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ نمبر ۶۔ ان اللہ لا یظلم مفعلاً ذوق۔ نمبر ۷۔ ما یعمل سوءاً او یظلم نفسه۔ نمبر ۸۔ من یفعل اللہ بعدا بکم۔

معززلہ کا استدلال:

اس آیت سے معززلہ نے استدلال کیا کہ صفائے کی بخشش لازمی ہے۔ جبکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے اور کبائر کی بخشش نہیں۔

شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے:

جواب: یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ تمام کبائر و صفائے مشیت الہی میں برابر ہیں۔ ان دونوں پر چاہے تو عذاب دے سکتا ہے۔ اور دونوں کو معاف کر سکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ النساء۔ ۴۸۔ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا۔ اور ان کے سوا جو چاہیں گے جس کو چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ شرک کے علاوہ گناہ پر مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور پھر دونوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ان الحسنات یدھبن السیئات۔ کہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ صفائے کبائر تمام کائنات سے معاف ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ السیئات دونوں پر بولا جاتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ

اور تم کسی ایسی چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے

مِمَّا اكْتَسَبُوا ط وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ

ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور عورتوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور اللہ سے اس کے فضل کا

فَضْلِهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۳۷

سوال کرو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کر دیئے ہیں

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبُونَ ط وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ

جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا۔ ان کو ان کا حصہ

نَصِيبُهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۳۸

دے دو، بے شک اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے۔

بیجا تمنا کی ممانعت:

آیت ۳۲: جب دوسرے کے مال اور جاہ کی تمنا کر کے دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے درست نہ تھا اور قتل نفس ناحق بھی اس ضمن میں تھا۔ تو مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کر دیا۔ کہ وہ مال و جاہ کی اس فضیلت پر دل میں تمنا کرنے لگیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر ان کو دی ہے۔

تقسیم ربانی پر راضی رہو:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ (اور تم نہ تمنا کرو اس کی جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر) کیونکہ یہ فضیلت خدا داد ہے۔ اور تدبیر و حکمت الہیہ سے اس طرح ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حالات کا بخوبی علم ہے۔ کس کے لئے رزق کا کس قدر کھولنا مناسب ہے۔ یا تنگ کرنا۔ ہر شخص کو تقسیم ربانی پر راضی رہنا چاہیے۔ اور دوسرے سے حسد اور نصیب پر حسد نہ کرے۔

حسد و رشک میں فرق:

یہ ہے کہ تمنا کرے کہ یہ چیز اس کو مل جائے اور اس سے چھین جائے۔ غبطہ و رشک۔ جو چیز اس کے پاس ہے اسی چیز کی تمنا کرے۔ اس کی شریعت نے اجازت دی اور حسد سے روک دیا۔

شأن نزول: جب مردوں نے کہا۔ کہ ہمارا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ جس طرح میراث میں ہمارا حصہ عورتوں سے دوگنا رکھا گیا۔ عورتوں نے کہا ہمارا بوجھ بھی قیامت کے دن مردوں کے بوجھ سے نصف ہوگا جیسا کہ میراث کا حصہ۔ تو یہ آیت اتری۔

درجہ بمطابق عمل:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا (مردوں کے لئے حصہ) (ان کے اعمال کا مقرر ہے) جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے (ان کے اعمال کا) حصہ ہے جو وہ کمائیں) یہ میراث کے مطابق نہیں۔ وَسُئِلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ (اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو) اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور جو لوگوں کو فضیلت ملی اس کی تمنائمت کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) پس فضیلت اس کی طرف سے بقدر استحقاق ہے۔ ابن عیینہ بیسید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کا اسی لئے حکم دیا تاکہ وہ عطاء کرے۔

اللہ سے سوال میں خجل:

حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ ۳۸۴۷) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائی بندے سے روک کر رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کو اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک وہ مجھ سے نہ مانگے گا۔

قراءت: وسئلوا کی دشامی نے پڑھا۔

آیت ۳۳: وَلِكُلِّ وِلَايَةٍ نَّصِيبٌ مِّمَّا كَتَبْنَا (ہر ایک کے لئے) نَصِيبٌ: مضاف الیہ محذوف ہے۔ لکل احد او لکل مال۔ جَعَلْنَا مَوَالِيَّ (ہم نے وارث مقرر کر دیئے) جو مال لینے اور میت کے وارث ہوتے ہیں۔ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (اس مال میں سے جو چھوڑا مال باپ اور اقارب نے)

نَصِيبٌ: یہ مال محذوف کی صفت ہے۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ ہر اس مال سے جس کو چھوڑ جائیں والدین الخ۔ یہ فعل محذوف کے متعلق ہے۔ موالی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یروثون مما ترك۔ وہ وارث ہوئے ترکہ کے جس کو چھوڑا والدین و اقارب نے۔

وَالَّذِينَ عَقَدْتَ اَيْمَانُكُمْ (اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں) یعنی تمہارے ہاتھوں نے معاہدہ کیا ہے۔ فَاتُوهُمْ نَصِيْبُهُمْ (ان کا حصہ ان کو دے دو) نَصِيبٌ: الوالدین (الایۃ) یہ مبتداء ہے جس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کی خبر فاتوہم نصیبہم ہے۔

بہتر یہ ہے کہ فاتوہم سابقہ جملہ کی شرح ہو اور الذین کا عطف الوالدان پر ہے۔ فاسمیت۔ کوئی قراء نے عَقَدْتَ پڑھا۔ یعنی عقدت عہود ہم ایمانکم تمہارے دائیں ہاتھوں نے ان کے معاہدوں کو مضبوط کیا ہے۔ مراد اس سے عقد موالات ہے۔ یہ مشروع اور جائز تھے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے

أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

کے مردوں نے اپنے مالوں میں سے خرچ کیا۔ سو جو عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت کرنے والی ہیں۔ مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی تمکیناتی کرنے

اللَّهُ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

والی ہیں، اور جن عورتوں کی بد خوئی کا تمہیں ڈر ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو،

وَأَضْرِبُوهُنَّ فَإِنِ اطَّعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ

اور ان کو مارو، سو اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿۴﴾

رفعت والا ہے بڑا ہے۔

اہل عقود کو وصیت سے حصہ ملے گا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اس کی قائل ہے اور یہی ہم احناف کا قول ہے۔ اس سے وراثت میں حصہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے جب کوئی مرد یا عورت مسلمان ہوتا جس کا کوئی وارث نہ ہوتا اور نہ وہ عربی ہوتا اور نہ کسی کا آزاد کردہ غلام ہوتا۔ تو وہ دوسرے مسلمان کو اس طرح کہتا۔ میں تم سے عقد موالات کرتا ہوں۔ کہ جب میں جنایت کروں تو تو تاوان ادا کرے گا۔ اور اگر میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا۔ دوسرا جواب کہتا میں نے اس معاہدہ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اوپر والا دوسرے کا وارث بن جاتا۔ مگر موالی کا حصہ آیت اولوالارحام سے منسوخ ہو چکا ہے۔ اب صرف بطور وصیت ان کو دیا جائے گا جیسا اس آیت میں صراحت ہے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں) یعنی وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔

آیت ۳۴: أَلَمْ تَرَ أَنَّ الرِّجَالَ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں) وہ ان پر نگرانی امر و نہی کے سلسلہ میں کریں گے۔ جیسے والی رعایا پر کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو قوام فرمایا گیا۔

اسباب فضیلت:

بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی) بعضہم

کی ضمیر مردوں اور عورتوں کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مردان عورتوں پر غلبہ رکھتے ہیں عقل، عزم، حزم، تیر اندازی، قوت، غزوہ و حرب، کمال صوم و صلوٰۃ اور نبوت و خلافت و امامت و اذان اور خطبہ و جماعت و جمعہ کی وجہ سے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی وجہ سے بھی فضیلت والے ہیں۔ بلکہ شہادت فی الحدود و القصاص، دو گنا حصہ وراثت اور میراث میں عصب بننے کی وجہ سے افضل ہیں۔ اسی طرح نکاح و طلاق کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں رکھی ہے اور اولاد کی نسبت نسبی بھی انہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور مرد ہی داڑھیوں اور پگڑیوں سے مزین کیے گئے ہیں۔

وَبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنا مال ان عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یعنی عورتوں کے نفقہ و نان کی ذمہ داری ان مردوں پر ہے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ عورتوں کا نفقہ مردوں پر لازم ہے۔ پھر ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔
عورتوں کی تقسیم:

قسم اوّل: قَالَ الصَّلٰحَةُ فَبَيْنَتْ (پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں ہیں) قاننات کا معنی اطاعت گزار اور خاوندوں کے حقوق کو پورا کرنے والیاں۔ حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ (اور خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہیں) للغیب کا مطلب جو غیر موجودگی میں ان پر لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خاوند موجود نہ ہوں تو اپنی شرمگاہوں، اموال، بیوت کی پوری حفاظت کرنے والی ہوں۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ للغیب کا مطلب ان کے پوشیدہ راز نہ ظاہر کرنے والی ہیں۔ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (اس حفاظت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی) کہ خاوندوں کو ان کے متعلق نصیحت فرمائی: وَعَايِشُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (تسا، ۱۹) کہ عورتوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

یاما کو مصدر یہ مائیں تو مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حفاظت غیب کا حکم دیا اور اس کی توفیق بخشی۔ ماموصولہ ہو، یعنی عورتوں کو اس طرح بنا دیا کہ مردوں کو ان کے حقوق کا نگران بنایا۔ اور اس کے بدلے ان پر عصمت اور مردوں کے اموال و اولاد کی حفاظت ان کے ذمہ کی۔

قسم ثانی: وَ اَلَيْسَ تَخَافُوْنَ نُسُوْزَهُنَّ (اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو) اور خاوند کی اطاعت سے نکل جانے کا۔ النّسْزُ بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ نُسْرُ یہ ہے کہ خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں تخفیف کا مطالبہ کرے اور خاوند کی بات نہ مانے۔

فَعِظُوْهُنَّ (ان کو) (زبانی) نصیحت کرو) یعنی اللہ تعالیٰ کی سزا سے ان کو ڈراؤ۔ العظہ، وعظ اس نرم کلام کو کہتے ہیں۔ جو سخت دلوں کو نرم مادے اور نفرت والی طبائع کو جمع کا دے۔

وَاِنْ حَفِظْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم کو شوہر اور بیوی کے آپس کے اختلاف کا ڈر ہو تو بھیج دو ایک آدمی فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی فیصلہ کرنے والا عورت کے

اَهْلِهَآ اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوْفِقُ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

خاندان میں سے اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا

خَيْرًا ⑤

خبر رکھنے والا ہے۔

کنایہ ترک جماع:

وَاَهْجُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (تم ان کی خوابگاہوں میں علیحدگی اختیار کرو) یعنی اپنے لحاف میں مت داخل کرو۔ یہ ترک جماع سے کنایہ ہے۔ یا بستر میں منہ اس سے پھیر لے۔ کیونکہ فی المضاجع فرمایا عن المضاجع نہیں فرمایا۔ وَاَصْبِرُوْهُنَّ (اور ان کو مارو) جس کا نشان نہ پڑے اللہ تعالیٰ نے اولاً نصیحت کا حکم فرمایا پھر خوابگاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کر لینے اور آخر میں ضرب کا حکم فرمایا۔ گویا پہلی دونوں صورتیں نہ بن پڑیں تو تیسری اختیار کی جائے۔

فَاِنْ اَطَعْتُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِمْ سَبِيْلًا (اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو) یعنی ایذا سے تعرض مت کرو۔

اللہ کی عظمت کا خیال کرو:

تَحْجُوْا: سبیل یہ تہفوا کا مفعول ہے۔ یہ بغیت الامر بمعنی طلبت الامر ہے۔ مت ڈھونڈو ان پر بات اعتراض والی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا كَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں) اگر تمہارے غلبے والے ہاتھ ان پر ہیں تو یقین کر لو کہ اس کی قدرت اس سے بہت بڑھ کر ہے جتنی تم کو ان پر حاصل ہے۔ اس لئے ان پر ظلم سے گریز کرو۔ دوسری تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ تو بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں۔ پھر تم اس کی علوشان کے باوجود اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ بڑی بادشاہت کے باوجود نافرمانی کر رہے ہو۔ پھر تم توبہ کرتے ہو تو وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ پس تمہارے حق میں جو زیادتی کر بیٹھا تم اس کو معاف کرنے کے زیادہ حقدار ہو۔ پس معاف کر دو۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۳۵:

اس آیت میں خاندان و برادری والوں کو فرمایا۔

ضمیر کا مرجع:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (اگر تمہیں اختلاف کا خطرہ ہو ان کے مابین) الشقاق عداوت و دشمنی کیونکہ ہر ایک ان میں سے وہ کام کرتا ہے جو اس کے دشمن پر شاق گزرتا ہے۔ یا شقاق، ایک طرف مائل ہونا۔ گویا ہر ایک ان میں سے اپنے ساتھی کی مخالف جانب میں جھکا ہوتا ہے۔ ضمیر کا مرجع میاں بیوی ہیں حالانکہ ان کا تذکرہ نہیں ہوا مگر ان دونوں کے حالات پر دلالت کرنے والی باتیں گزریں مثلاً مردوں اور عورتوں کا تذکرہ ہوا۔ **تخفیف**: شقاق بینہما۔ اصل میں شقاقاً بین ہما ہے۔ یہاں مصدر کی اضافت ظرف کی طرف کی گئی ہے۔ اور ظروف میں وسعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ بل مکر الیل والنہار۔ سبا۔ ۳۳۔ اصل میں یہ بل مکر کم الیل والنہار تھا۔ فَاَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (تم مقرر کرو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے اہل میں سے اور ایک عورت کے اہل میں سے) حکم میاں بیوی کے خاندانوں میں سے بنانے کا حکم دیا۔ کیونکہ قریبی رشتہ دار اندرونی حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور وہ اصلاح کے بھی دوسروں کی ہنسبت زیادہ طلب گار ہیں اور میاں بیوی بھی ان پر اطمینان و اعتماد کرنے والے ہیں۔ پس وہ اپنی اندرونی بات ان کے سامنے محبت و بغض اور مصاحبت و مفارقت کی قسم سے ظاہر کر دیں گے۔

ضمائر کے مراجع اور اصلاح ذات البین:

نمبر ۱: اِنْ يُرِيدَاْ اِصْلَاحًا (اگر ان دونوں کو اصلاح منظور ہوگی) میں ضمیر حکمین کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور يُوقِي اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادیگے) میں ضمیر زوجین کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں گے اور ان کی نیت صحیح ہوگی۔ تو ان کی وساطت میں برکت دی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ زوجین کے مابین الفت و موافقت کی کوشش کو واقع فرمادیں گے اور ان کے دلوں میں مودت و اتفاق ڈال دیں گے۔ نمبر ۲۔ دونوں ضمائر کا مرجع حکمین ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور میاں بیوی کے خیر خواہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین موافقت ڈال دیں گے۔ پس حکمین ایک بات پر اتفاق رائے کر لیں گے اور موافقت کی تلاش میں اتنی تک و دو کریں گے یہاں تک کہ مراد پوری ہو جائے۔

نمبر ۳: یا دونوں ضمائر زوجین کی طرف راجع ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میاں بیوی اپنے مابین اصلاح کے خواستگار ہونگے اور بھلائی کے خواہاں ہونگے۔ اور باہمی مخالفت دور کرنا چاہتے ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین الفت القاء فرمادیں گے۔ اور دشمنی کو موافقت سے بدل دیں گے۔ اور بغض کو محبت میں بدل دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَكَاَنَّ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے) اور ارادہ حکمین سے بھی واقف ہیں۔ خَبِيْرًا (خبر رکھنے والے ہیں) وہ زوجین میں سے ظالم کو جاننے والے ہیں۔ حکمین کو تفریق کا اختیار نہیں مگر امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي

اور اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اور قرابت

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ

داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے یرودی اور دور والے یرودی اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ إِنَّ

اور مسافر کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مالکانہ طور پر تمہارے قبضہ میں ہیں اچھا سلوک کرو۔ بے شک

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۚ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ

اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ شیخی کی باتیں کرے۔ جو لوگ کبھی کرتے ہیں اور لوگوں کو

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاعْتَدْنَا

کبھی کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۖ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُم رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا

ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ پر

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا

ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور شیطان جس کا ساتھی ہو

فَسَاءَ قَرِينًا ۚ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا

سو وہ بہت برا ساتھی ہے، اور کیا نقصان ہے ان کا اگر وہ ایمان لائیں اللہ پر، اور آخرت کے دن پر اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ

اس میں سے جو اللہ نے انہیں دیا ہے، اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے، بے شک اللہ ظلم نہیں فرمائے گا۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا

ذرہ برابر بھی، اور اگر نیکی ہو گی تو اس کو چند در چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے بڑا ثواب

عَظِيمًا ۚ

عطا فرمائے گا۔

خلاصہ عبودیت اور احکام شرعیہ:

آیت ۳۶: **وَاعْبُدُوا اللَّهَ** (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہا گیا ہے کہ عبودیت چار باتوں کا مجموعہ ہے نمبر ۱۔ وفاء بالعہد۔ نمبر ۲۔ رضا بالجود۔ نمبر ۳۔ حدود کی حفاظت۔ نمبر ۴۔ ہاتھوں سے کھوئے جانے والی چیز پر صبر۔ **وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا** (اور اس کے ساتھ کسی چیز (منصوب وغیرہ) کو شریک نہ ٹھہراؤ) شیناً مفعول بہ ہے یا پھر مفعول مطلق اشراک کی صفت ہے۔ **وَالَّذِينَ أَحْسَنَٰتًا** (اور والدین کے ساتھ احسان کرو) یعنی قول فعل سے اور بوقت ضرورت اتفاق کے ذریعہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ **وَبِذِي الْقُرْبَىٰ** (اور قرابت داروں کے ساتھ) خواہ بھائی ہو یا چچا یا دیگر۔ **وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ** (اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی کے) یعنی پڑوس میں رہنے والا قرابت دار۔ **وَالْجَارِ الْجُنُبِ** دور کا پڑوسی۔ یا پڑوسی قریب النسب اور پڑوسی اجنبی۔

ہم مجلس کی مراد:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ (ہم مجلس کے ساتھ) نمبر ۱۔ پہلو والا ساتھی یعنی زوجہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے۔ نمبر ۲۔ یا وہ شخص جو تیرے پہلو میں رہے خواہ رفیق سفر بن کر یا شریک فی التعليم رہ کر یا شاگرد بن کر۔ نمبر ۳۔ یا تیرے پہلو میں بیٹھنے والا کسی مجلس یا مسجد میں۔

وَأَبْنِ السَّبِيلِ (مسافر یا مہمان) **وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** (اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) مثلاً غلام۔ **لَوْ بَإِيَّانٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فُخُورًا** (بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا شیئی کی باتیں کرنے والا ہو) مختال اس شخص کو کہتے ہیں جو متکبر اور قرابت داروں اور پڑوسیوں سے نفرت کرتا ہو اور ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا ہو۔ **فَوَرَدَهُ** شخص جو تکبر سے اپنی تعریف کرے۔ **شُكُّرًا** اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی اچھائی بطور اعتراف و تحذیر نعت کے ذکر کرے۔

تفہیم آیت ۳۷:

الَّذِينَ يَخْلَوْنَ وَإِيَّامُؤُنَ النَّاسِ بِالْغُلَىٰ (جو لوگ خل کرتے ہیں اور لوگوں کو خل کا حکم دیتے ہیں)

نحو و قراءت:

خُفُوًا نمبر ۱۔ الذین یبخلون، من کان مختلاً فخوراً کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ **مَنْ** کے معنی کا لحاظ کر کے

جمع لائے یا بطور مذمت جمع لائے۔ نمبر ۲۔ ہم مبتداء محذوف اور الذین یبخلون اس کی خبر۔
قراءت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے **الْبَخْلِ** پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جیسا کہ **الرُّشْدُ** اور **الرَّشْدُ**۔

مفہوم آیت:

آیت کا معنی یہ ہے وہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس میں بخل کرتے ہیں اور جو لوگوں کے پاس ہیں اس میں بھی بخل کرتے ہیں کہ ان کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں صرف سخاوت کی دشمنی کرتے ہوئے۔

الفاظ کا باہمی فرق:

البخل : خود تو کھائے مگر دوسرے کو نہ کھلائے۔

الشح : نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلائے۔

السخاء : خود کھائے دوسرے کو کھلائے۔

الوجود : دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے۔

اظہارِ نعمت:

وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (اور وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء کی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال اور خوشحالی دی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمتیں دیکھیں۔ (ترمذی۔ ۲۸۱۹)

واقعہ عجیبہ:

ہارون الرشید کے ایک عامل نے ایک محل اس کے محل کے سامنے بنایا۔ کسی نے ہارون رشید سے اس کی چٹلی کر دی۔ اس عامل نے کہا۔ اے امیر المومنین! جی کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر دیکھے میں نے چاہا کہ آپ کو میں آپ کے احسان پر نگاہ ڈلوں اور خوش کروں ہارون الرشید کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

شأن نزول: ایک قول یہ بھی ہے کہ ان یہود کے متعلق اتری جنہوں نے محمد ﷺ کی تعریف تو رات میں چھپالی تھی۔ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا (اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جس کے ساتھ ان کی تذلیل کی جائے گی۔

آیت ۳۸: وَالَّذِينَ يَبْتُغُونَ أَمْوَالَهُمْ بِرِئَاءِ النَّاسِ (اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں) یہ یسخلون پر عطف ہے یا کافرین پر۔ رِئَاءِ النَّاسِ اس کا مفعول لہ ہے۔ رِئَاءِ کا مطلب فخر کے لئے تاکہ ان کو بڑا محترم کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نہیں۔ اس سے مراد منافقین یا مشرکین مکہ ہیں۔

وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان دوست ہو پس وہ بہت برادرست ہے) اس لئے کہ وہ ان کو بخل اور ریا کاری اور دیگر بد اعمالیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی بھی درست ہے کہ یہ وعید ہے۔ پھر مطلب یہ ہے کہ شیطان کو آگ میں ان کا قرین بنایا جائے گا۔

تَفْسِیْرُ آیت ۳۹:

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ قَوْلًا مَّا نَالُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ (ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے) ان کے ایمان پر کیا وبال پڑتا۔ اور اتفاق فی سبیل اللہ پر کیا بوجھ پڑتا۔ دراصل اس انداز سے ان کی مذمت و توبیخ کی گئی ہے۔ ورنہ تو ہر منفعت اور مصلحت اس میں یہی حکم رکھتی ہے۔ یہ اسی طرح بات ہے جیسے نافرمان بننے کو کہا جائے۔ اگر تو نیک ہوتا تو تیرا کیا نقصان تھا؟ اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ نیکی میں تو کوئی مضرت نہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ توبیخ و مذمت ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا (اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں) اس جملہ میں کافروں کو دھمکی ہے۔

آیت ۴۰: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر ظلم کرنے والے نہیں) ذرہ کی تحقیق:

ذَرَّةٌ۔ اصل میں چھوٹی چیز کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنا ہاتھ مٹی میں داخل کیا۔ پھر اس کو اوپر اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری پھر فرمایا۔ کہ ان میں سے ہر ایک ذرہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دھول اور اڑتے غبار کا ہر جزء ذرہ ہے۔

وَأَنَّ تَكَ حَسَنَةً (اور اگر ذرہ بھر نیکی ہوگی) مثقال کی ضمیر مؤنث لانی گئی۔ کیونکہ اس کی نسبت حسنة مؤنث کی طرف ہے۔

نحو و قراءت:

تَجْزَى: مجازی، تَمَّان کو تامہ قرار دیتے ہیں۔ تَمَّان کی نون کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا۔ يُضْعِفُهَا (وہ اس کا ثواب کئی گنا کر دے گا)۔

قراءت: مکی و شامی قراء نے يَضْعِفُهَا پڑھا ہے۔ وَيُؤْتِي مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا (اسے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس نیکی کرنے والے کو بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس اجر کو خود عظیم فرمایا اس کی مقدار کو کون جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دنیا کے سامان کو متاعِ قلیل کہا۔

ردِ معترکہ:

اس میں معترکہ فرقہ کی تردید ہے کہ جنہوں نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنمی قرار دیا خواہ اس کی کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ ہوں۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ

پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے

يَوْمَ يَدْعُؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ

جس دن وہ آگ آرزو کریں گے جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جاتی

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا

اور یہ لوگ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپائیں گے۔

آیت ۴۱: فَكَيْفَ (ان کفار کا کیا حال ہوگا) خواہ وہ یہود ہوں یا دیگر۔ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (جبکہ ہر امت سے ہم ایک ایک گواہ حاضر کریں گے) جو ان پر ان کی کارکردگی کی گواہی دے گا اور وہ ان کا ختمیہ ہوگا۔

قیامت کی گواہی:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (اور آپ کو اے محمد ﷺ ان پر بطور گواہ لایا جائے گا) هَؤُلَاءِ کا مشا الیہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات ہے۔

شَهِيدًا یہ حال ہے۔ یعنی شاہد کے طور پر لایا جائے گا۔ کہ آپ ایمان لانے والے اور کفر اختیار کرنے والے اور منافقت اختیار کرنے والوں پر گواہ ہونگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سورہ نساء تلاوت کی جب میں وجینا بک علی ہؤلاء شہیداً پر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا حسبنا الحمد ۳۸ جلد ۱ بخاری ۳۵۸۲

آیت ۴۲: يَوْمَ يَدْعُؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ (اس دن کافر چاہیں گے اور وہ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی کاش وہ پیوند زمین ہو جائیں)

قرأت ونحو:

یومئذ یظفر بہ یود المذین کانتسوی تامفتوحہ اور تخفیف سین اور امالہ کے ساتھ اصل میں تنسوی ہے یہ جزوہ علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ تَسَوَّىٰ۔ تاکا سین میں ادغام کر کے مدنی و شامی رحمہما اللہ نے پڑھا ہے۔

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا (اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات نہ چھپائیں گے) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے چھپانے کی قدرت نہ پائیں گے۔ کیونکہ ان کے جو ارح خود ان پر گواہ ہونگے۔

شأنی بقرآن: ابوداؤد ترمذی و حاکم میں ہے۔ کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کے لئے کھانا تیار کرایا۔ یہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا

اے ایمان والو! اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو نماز کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو

مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ

کر کیا کہہ رہے ہو، اور نہ اس حالت میں نماز کے پاس جاؤ جبکہ تم غسل فرض ہو، مگر یہ کہ راستہ گزرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔ اگر تم مرضی

مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَايِبِ أَوْ لَمْ يَسْتَمِ الْبَنَاءُ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص فحشاء حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو

فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

پھر پانی نہ پاؤ تو ارادہ کرو پاک مٹی کا۔ مسح کر لو اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۴۳﴾

بے شک اللہ تعالیٰ عاف فرماتے والا مغفرت فرماتے والا ہے۔

ان دنوں کی بات ہے جب شراب مباح تھی۔ انہوں نے کھایا پیا۔ پھر ایک کو اپنے میں سے نماز کے لئے آگے کر دیا۔ تاکہ مغرب کی نماز پڑھائے۔ اس نے قل یا ایہا الکافرون کولا اعبد کی بجائے اعبد اور انتم عابدون کو بھی لا کے بغیر پڑھا۔

آیت ۴۳: پس یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ جانو۔ جو کچھ تم کہتے ہو) یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تقولون کا مطلب تقرءون ہے۔

نشہ میں کلمہ کفر کا حکم:

مَنْ يَشْكُرْ لِلَّهِ: اس میں دلیل ہے کہ نشہ والے کا ارتداد اقرار نہ ہوگا کیونکہ لفظ لا کو اگر اس سورہ کافرون کا پڑھنا کفر ہے۔ حالانکہ ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ بلکہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب فرمایا۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان کے اور ان کی ازواج کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ تجدید ایمان کا حکم دیا۔ کیونکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کی زبان پر کفر غلطی سے جاری ہوا۔ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

وَلَا جُنُبًا (اور نہ اس حال میں کہ تم جنابت سے ہو) نَجَسٌ: اس کا عطف انتم مسکری پر ہے۔ جملہ محل منسوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تقربوا الصلوة مسکری ولا جنبا یعنی جنابت کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔

جنب کی تفصیل:

الْجَنْبُ: کالفظ واحد و جمع کے لئے اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے جو مصدر الّا جناب کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

مسجد اور جنابت:

الّا عَابِرِي سَبِيلٍ (مگر یہ کہ تم (مسافر ہو) راستہ عبور کرنے والے ہو) یہ جنب کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تقربوا الصلوة جنباً غیر عابری سبیل یعنی جنباً مقیمین غیر مسافرین۔ یہاں جنب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حاجت غسل کے باوجود غسل نہ کیا ہو۔

حاصل کلام: یہ ہوا لا تقربوا الصلوة غیر مغتسلین۔ تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم غسل نہ کرنے والے ہو۔ حتیٰ تَغْتَسِلُوا (یہاں تک کہ تم غسل کر لو) یعنی مگر یہ کہ تم مسافر ہو اور پانی نہ پانے والے ہو۔ تیمم کرنے والے کو مسافر کہا۔ کیونکہ مسافر کی عام حالت بغیر پانی کے ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لا تقربوا الصلوة تم نماز کے مقامات کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی مساجد ولا جنباً کا مطلب تم مسجد کے قریب جنابت کی حالت میں مت جاؤ۔ الا عابری سبیل مگر راستہ عبور کرنے کی غرض سے۔ جنابت والے کے لئے مجبوری کی حالت میں مسجد میں سے گزرتا جائز ہے۔ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْمَآئِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت سے ہو کر آیا ہو)

الغائط۔ نشی زمین کو کہتے ہیں۔ وہ قضاے حاجت کے لئے نشی جگہوں میں جاتے تھے۔ پس وہ بول کر حدث سے فراغت کا کنا یہ کر دیا۔ أَوْلَعْتُمُ النِّسَاءَ (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) یعنی ان سے قربت کی ہو۔ حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر مروی ہے۔

پانی نہ پانے کی حدود:

فَلَمْ يَجِدُوا مَاءً (پس تم پانی نہ پاؤ) یعنی اس کے نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہ رکھتے ہو۔ یا اسی طرح عدم قدرت میں پانی تک پہنچنے کے آگے نہ پانا اور سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کا پانی کے پاس ہونے کی وجہ سے پانی تک نہ پہنچ سکا شامل ہے۔

شرط میں چار اشیاء:

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (پس تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو) چار چیزیں شرط کے تحت داخل ہیں نمبر امریض۔ نمبر۲۔ مسافر۔ نمبر۳۔ بے وضو۔ نمبر۴۔ بے غسل۔ فاء، جزاء کی لاکر تیمم کا امر فرمایا جو کہ تمام سے متعلق ہے۔
فَمَنْ كَانَ مِنَ الْمَرْضَىٰ وَالْمَسْفَرِ: جب مریض پانی نہ پائے خواہ حرکت نہ کر سکے اور پانی تک نہ پہنچے میں عاجزی کی وجہ سے اور مسافروں سے پانی دور ہونے کی بناء پر ان کی دسترس سے باہر ہو۔ اور بے وضو اور جنابت والے جب پانی نہ پائیں تو ان کو تیمم درست ہے۔

معنی صعيد:

زجاج بولتے ہیں، صعيد۔ سطح زمین کو کہتے ہیں۔ خواہ مٹی ہو یا اور کچھ اگر سخت چٹان ہو جس پر مٹی کا نشان بھی نہ ہو اسی پر تیمم کے لئے ضرب مار کر ہاتھ اور چہرے پر پھیر لیا تو تیمم سبب طہارت بن گیا۔ اور من کا حرف سورہ مائدہ میں تعبیض کے لئے نہیں بلکہ ابتدائے غایت کے لئے ہے۔ طیب کا معنی طاہر ہے۔
قُرْءَاتٍ لِّمَسْتَمٍ پڑھا حزمہ اور علی رحمہما اللہ نے۔ فَاُمْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ (تم مل لو اپنے چہروں اور بازوؤں پر) وجوہکم کی با بعض نے زائد قرار دی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَفُوٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے) رخصت و آسانی عنایت فرما کر۔ عَفُوْرٌ (بخشنے والے ہیں) خطاؤں اور تقصیرات کو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوْا السَّبِيْلَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاكُمْ ؕ

اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم راہ سے ہٹک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے

وَكٰفٰی بِاللّٰهِ وَلِيًّا ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

اور اللہ کافی ہے ولی ہونے کے اعتبار سے اور اللہ کافی ہے مددگار ہونے کے اعتبار سے، جو لوگ یہودی ہیں

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کی تحریف کرتے ہیں ان کی سمجھوں سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانیں گے

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِالسِّنِّهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ

اور کہتے ہیں کہ سن لے اس حال میں کہ تو سننے والا نہ ہو، اور اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے لفظ راعنا کہتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاَسْمَعْ وَاَنْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهٖمْ

اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور آپ سن لیجئے اور ہم پر نظر فرمائیے تو ان کے لئے بہتر

وَاقْوَمَ ۚ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

ہوتا اور درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی،

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ رَدَّكَ عَلٰی الْيَهُودِ

آیت ۴۳: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

کچھ حصہ دیا گیا) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا

وانجیل میں دی جا چکی ہے اور یُوْرُیْدُوْنَ اَنْ تَصْلُوْا السَّبِيْلَ (وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے گمراہ ہو جاؤ) تنصّلوا کی ضمیر کا مرجع مؤمن ہیں اور اسبیل سے مراد اسلام کا حق والا راستہ ہے۔ یعنی وہ تمہیں بھی گمراہ دیکھنا چاہتے ہیں جیسے وہ خود گمراہ ہوئے۔
تَفْسِيْرُ آیت ۳۵:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں) اسی نے تمہیں ان کی دشمنی کی اطلاع دی ہے اپنے معاملات میں ان سے کوئی مشورہ مت طلب کرو۔ وَتَكْفِيْ بِاللّٰهِ وَلِيًّا (اللہ تعالیٰ تمہارا پورا کارساز ہے) وہ کارسازی کر کے تمہیں نفع پہنچائے گا۔ وَتَكْفِيْ بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (وہ اللہ پورا پورا مددگار ہے) ان کے ضرر کو دفع کریگا پس اس کی مدد و نصرت پر یقین کرو ان کی مکاریوں سے بچانے کیلئے۔

یا ان کی کچھ بھی پرواہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ان کے خلاف نصرت کرے گا اور ان کی مکاریوں کیلئے کافی ہو جائے گا۔
تَفْسِيْرُ: وَلِيًّا اور نصیراً یہ تیز کی بجہ سے منصوب ہیں یا پھر حال ہیں۔

آیت ۳۶: مِنَ الَّذِيْنَ هَادَوْا يُحَوِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَٰضِعِهِ (کچھ یہود تبدیل کرتے ہیں کلمات (تورات) کو اس کے مقامات سے)۔

ایک نحوی تحقیق:

تَفْسِيْرُ: نمبر ۱۔ یہ الذین اوتوا الكتاب کا بیان ہے۔ یا نمبر ۲۔ اعدائکم کا بیان ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ یا نمبر ۳۔ نصیراً کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے بنصر کم من الذین هادوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَلَنَصْرُهُ مِنَ الْقُوٰمِ الَّذِيْنَ كَتَبُوْا بِالْيَمِيْنِ [الانبیاء: ۷۷]

نمبر ۴۔ محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من الذین هادوا قوم يحوِّفون الكلم۔ پس قوم مبتداء اور يحوِّفون اس کی صفت اور من الذین هادوا اس کی خبر مقدم۔ اس صورت میں موصوف قوم کو حذف کر کے اس کی صفت موضحه يحوِّفون الكلم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

تحریف مواضع کی مثال:

يُحَوِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَٰضِعِهِ (وہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے) يحوِّفون کا معنی پھیرنا اور زائل کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو بدل کر ان کی جگہ دیگر کلمات رکھ دیتے تو گویا ان کے اپنے مقامات سے پھیر دیتے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا تھا۔ اور اس سے زائل کر دیتے۔ اس تحریف کی مثال آپ کی تعریف میں یہ کلمہ تھا۔ اُسمو ربعة مناسب قدسیا سی سفیدی نائل۔ انہوں نے بدل کر گندم کوں طویل القامت کر دیا۔

اس آیت میں عن مواضعہ کے الفاظ ہیں۔ اور مانند ۴۱ میں من بعد مواضعہ ہے۔ دونوں میں فرق: عن مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو ان مقامات سے بناتے جہاں حکمت الہیہ کے مطابق ان کو رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد اپنی شہوات کی

اجتماع ہے۔ اور من بعد مواضع کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلام ایسے مقام پر رکھتا جہاں رکنا زیادہ مناسب تھا۔ جب انہوں نے اس کی تحریف کی تو اس لفظ کو چھوڑ دیا تو وہ اس مسافر کی طرح بن گیا۔ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اپنے ان مخصوص مقامات کے بعد۔ دونوں معانی قریب ہی ہیں۔

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا آپ کا قول اور نافرمانی کی آپ کے حکم کی) دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ عصینا آہستہ کہتے۔ وَاسْمَعُ (تو سن ہماری بات)۔

کلمہ مدح و قدح:

غَيْرُ مُسْمِعٍ (نہ سنائے جاؤ) یہ مخاطب سے حال ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اسمع و انت غیر مسموع۔ یہ کلمہ دو طرفیں رکھتا ہے۔ مذمت و مدح۔ مذمت اس طرح۔ نمبر ۱۔ تو ہم سے سن ہم تمہیں بددعا دے رہے ہیں لا سمعت کی کیونکہ اگر ان کی بددعا قبول ہو تو کچھ نہ سنتے۔ اس لئے کہ ہم غیر مسموع ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بات اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہی کہ ان کا قول لا سمعت مقبول بددعا ہے۔ نمبر ۲۔ تو سن تمہیں ایسا جواب نہ دیا جائے جس کی طرف تم بلاتے ہو مطلب یہ ہے کہ کبھی موافق جواب نہ سننے پاؤ۔ گویا کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔ نمبر ۳۔ تم سنو پسندیدہ بات، نہ سنائے جاؤ۔ کیونکہ تمہارے کان اس کو سننا پسند نہیں کریں گے۔

مدح کا احتمال بھی ہے۔ کہ تم سنو اور نا پسندیدہ بات نہ سنائے جاؤ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے۔ اسمع فلان فلانا۔ فلاں نے فلاں کو خوب جلی کٹی سائیں۔

مراد راعنا:

وَرَاعِنَا (تو ہماری رعایت کر) نمبر ۱۔ راعنا میں یہ احتمال بھی ہے کہ تو ہمارا انتظار کرتا کہ ہم تجھ سے بات کریں۔ اور نمبر ۲۔ عبرانی سریانی کلمے کے مشابہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ گالی دیتے تھے وہ ”راعنا“ ہے۔ وہ اس سے دین کا مذاق اڑاتے اور رسول اللہ ﷺ سے تمسخر کرتے یہ دو معنی (دونوں معنوں کا احتمال رکھنے والا) کلام کر کے گالی اور توہین مراد لیتے اور ظاہر کرتے کہ وہ توقیر و اکرام کر رہے ہیں۔

حق کو باطل کی طرف موڑنا:

لَيَّا بِالْأَسْتِہِم (اپنی زبانوں کو موڑ کر) یعنی بل دے کر اور تبدیل کر کے۔ نمبر ۱۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی زبانوں کے ساتھ حق کو باطل کی طرف موڑتے۔ اس طرح کہ انظر نا کی بجائے راعنا کہتے اور لا سمعت مکر و ہا کی بجائے غیر مسموع کہتے۔ نمبر ۲۔ اپنی زبانوں کو بل دے کر بطور منافقت اس طرف موڑتے جو گالی و برائی ان کے باطن میں چھپی تھی۔ وَطَعْنَا فِي الْأَذْنِ (اور دین میں طعنہ زنی کی خاطر) اس سے مراد ان کا وہ قول ہے کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہوتے تو ضرور یہ اطلاع دیتے اس اعتقاد کی جو ہمارے باطن میں ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (کاش وہ سمعنا اور اطعننا کے لفظ کہتے) اور عصینا نہ کہتے اور واسمع کہتے اور اس کے ساتھ غیر مسموع نہ ملاتے اور انظر نا کہتے راعنا نہ کہتے۔ لَكَاَنَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو اس کا کہنا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْكِتَابَ امْنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

مِّن قَبْلِ أَنْ تَطْمَئِنَّ وُجُوهُكُمْ وَفَتَرُدَّهَا عَلٰی أَدْبَارِهَا أَوْنَلْعَنَهُمْ كَمَا

اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر ان کو اپنی جانب کی طرح بنا دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسا

لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ

کہ ہم نے ہفت کے دن والوں پر لعنت کی، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک

بِهِ وَيَغْفِرَ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ

کیا جائے اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرے تو اس نے بہت

إِثْمًا عَظِيمًا ۚ

بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ان کے حق میں بہتر ہوتا) یعنی ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہوتی۔ وَأَقْوَمَ (اور زیادہ عدل و انصاف والی ہوتی) وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی) اور ان کے کفر اختیار کر لینے کی وجہ سے رحمت سے دور پھینک دیا۔ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (پس بہت تھوڑے ان میں سے ایمان لائیں گے) ان میں سے بعض حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے حضرات مسلمان ہوئے۔ نمبر ۲۔ یہ اتنا کمزور ایمان رکھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہے اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری کتابوں سے انکار کرتے ہیں۔

آیت ۴: جب وہ ایمان نہ لائے تو یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْكِتَابَ امْنُوا بِمَا نَزَّلْنَا (اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا) نزلنا سے مراد قرآن ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (وہ تصدیق کرنے والا ہے، اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) مراد تورات ہے۔

طَمَسَ وَجُوهُ كَامَعْنٰی:

مِنْ قَبْلِ أَنْ تَطْمَئِنَّ وُجُوهُكُمْ (اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں) یعنی عین، ابرو، ناک، منہ کے نشانات کو مٹا ڈالیں۔ فَتَرُدَّهَا عَلٰی أَدْبَارِهَا (اور ہم ان کو گدسی کی طرح کر دیں) کہ نشان مٹ کر وہ بھی گدسی کی طرح سپاٹ ہو جائیں۔ اس میں سیبہ ہے اور فاتحیہ کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو دوسراؤں سے ڈرایا گیا جن میں ایک دوسرے کے بعد آئے گی ان

چہروں کا پشت کی طرف پھیرنا منانے کے بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم چہروں کو منادیں اور چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیں۔ اور گدی کو اگلی طرف یہ بھی کہا گیا کہ طمس سے مراد تبدیل کرنا اور بدلنا ہے۔ جس طرح قبیلوں کے اموال کو پتھر بنا دیا اور وجوہ سے ان کی وجاہت اور سرداری مراد ہو یعنی اس سے قبل کہ ان کے باوجاہت لوگوں کے حالات بدل ڈالیں اور ان کی ترقی چھین کر ذلت اور وجاہت کو پستی سے بدل دیں۔

دو میں سے ایک عذاب:

أَوْ نَلْعَلُهُمْ نَكَامًا لَعَنَّا أَصْحَابَ النَّبِيِّ (یا ان پر ہم لعنت کریں جیسا ہم نے ہفتہ والوں پر لعنت کی) یعنی ان کو مسخ کر کے رسوا کریں جیسا ہفتے والوں کو مسخ کیا۔ ہم ضمیر و جُوه کی طرف راجع ہے اگر اس سے مراد صاحب وجاہت ہوں۔ یا ضمیر الذین اتوا الكتاب کی طرف لُوطی ہے۔ بطریق التفات۔ اور یہ وعید اس وقت ان سے متعلق ہوتی جب کہ کوئی بھی ان میں سے ایمان نہ لاتا۔ حالانکہ بعض ایمان لا چکے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے اس وقت آیت سنی جبکہ وہ شام سے لوٹ رہے تھے۔ وہ گھر جانے سے قبل ہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اپنے گھر بھی پہنچ سکوں گا۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو مسخ کر دے۔

نمبر ۲ دوسری تفسیر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باتوں میں سے ایک سے ڈرایا۔ نمبرا۔ طمس وجوہ۔ نمبر ۲۔ لعنت۔ پس اگر طمس نے ان کے سرداروں کے حالات کو بدل دیا پھر دو میں سے ایک بات تو ہو گئی۔ اور اگر ان رؤسا کو نہیں بدلا تو لعنت ان کو پہنچ گئی۔ وہ ہر زبان سے ملعون ہیں۔

نمبر ۳۔ یہود کے متعلق اس پیش گوئی کے پورے ہونے کا قیامت سے قبل انتظار ہے۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور پورا ہو کر رہتا ہے) امر اللہ سے جس کا حکم دیا گیا۔ اور وہ عذاب ہے۔ جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ مَفْعُولًا یعنی ہر صورت پورا ہوگا۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

آیت ۴۸: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ (بیشک اللہ نہ بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو) نہ بخشے کا مطلب یہ ہے کہ اگر موت شرک پر آگئی۔ ذلک کا مشاڑ الیہ مادون الشریک ہے۔ خواہ کبیرہ بدون توبہ ہو۔

شرک مغفور بالتوبہ:

الحاصل: شرک مغفور بالتوبہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے مگر گناہ شرک کے علاوہ ہوں تو اس سے بخشش کا وعدہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اس کو جو شرک کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مشرک ہے۔ اور گناہگار کو گناہ ہونے کے باوجود بخش دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کی غلطیاں اس کو نقصان نہ دیں گی۔ (احمد ص: ۶۱۲ جلد ۲)

محبوب ترین آیت:

لَمَنْ يَشَاءُ (جس کے لئے وہ چاہے گا) یہ مشیت کی قید آیت کو اس کے عموم سے نہیں نکالتی۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ (الشوریٰ: ۱۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ محبوب آیت
 میرے لئے یہ ہے۔ (اس لئے کہ اس میں مغفرت الہی کی بہت بڑی امید دلائی گئی ہے)۔

معترکہ کا قول اور اس کا جواب:

یہ مَادُون کی مغفرت کا وعدہ توبہ کے ساتھ معلق ہے۔ مگر یہ باطل بات ہے۔ کیونکہ کفر تو مغفور عنہ توبہ کے ساتھ اس آیت
 سے ہے۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ان يَنْتَهُوا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔ الانفال۔ ۳۸۔ پس اس سے کم درجہ کے گناہ تو توبہ سے بخشے
 جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حالانکہ یہ آیت زیر تفسیر ان دونوں چیزوں کے مابین فرق کیلئے اتاری گئی ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی
 ہے جیسا ہم نے کہا۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا پس اس نے بہت بڑا طوفان
 باندھا) اس نے ایسا بڑا جھوٹ بنایا ہے جس سے دردناک عذاب کا حقدار بن گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ وَلَا

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی جانوں کو پاکیزہ مانتے ہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے پاکیزہ بناتا ہے اور لوگوں پر

يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۹ اَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَكَفٰى بِهِمْ اٰثِمًا

مجرور کی عقل کے تارے کے برابر بھی غلط نہ ہوگا۔ دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کا یہ افتراء صریح گناہ

مُبِيْنًا ۝۱۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْحُبِّ

ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ مانتے ہیں بتوں کو

وَ الطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ

اور شیطان کو، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے ان کے نسبت یہ کافر

اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۱۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

زیادہ راہ راست پر ہیں ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو اس کے لئے

يَجْدَلْهٖ نَصِيْرًا ۝۱۲ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذَا لَا يُؤْتُوْنَ

کوئی مددگار نہ پائے گا۔ کیا ان لوگوں کا ملک میں کچھ حصہ ہے سو ایسی صورت میں لوگوں کو

النَّاسِ نَقِيْرًا ۝۱۳

ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔

آیت ۱۲: یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے یہود و نصاریٰ میں سے اپنے آپ کو پاک قرار دیا کہ ہم تو انبیاء علیہم السلام کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور کہا ہمارے سوا جنت میں کوئی نہ جائے گا۔

اللہ کا تزکیہ معتبر ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں) اس میں تمام ایسے لوگ شامل ہیں جو اپنے طور پر پاک باز بنتے ہیں اور اپنے عمل کی پاکیزگی سے اپنے نفس کو موصوف قرار دیتے ہیں۔ اور اطاعت و تقویٰ کے اضافہ سے نفس کو متصف مانتے ہیں۔ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ (بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے پاک کرتے ہیں) اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کا تزکیہ ہی قابل اعتبار ہے۔ کسی دوسرے کا تزکیہ معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

اہل تزکیہ کو جاننے والے ہیں۔ اسی طرح کی دوسری آیت سورہ النجم ۳۲ فَلَا تَزْكُوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى کہ اپنے کو پاک مت قرار دو۔ وہ متقین کو خوب جانتا ہے۔ وَلَا يَظْلُمُونَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) یعنی جو لوگ اپنے آپ کو پندار میں پاک قرار دیتے ہیں۔ ان کو ان کے پاک قرار دینے پر پوری سزا دی جائے گی یا جن کو وہ چاہے گا ان کی پاکیزگی پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ فَيَبَلَّوْا (بے ہوئے دھاگے کی مقدار) الفعیل ہاتھوں سے میل کی مراد ہی بنانا۔

آیت ۵۰: أَنْظِرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ (غور کرو۔ یہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اپنے خیال کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ ہیں۔ وَكَفَى بِهِ أَلْمًا مُّبِينًا (اس افتراء کا کھلا گناہ ہوتا ظاہر ہے) یعنی ان کے تمام گناہوں میں یہ تزکیہ والا زعم گناہ ہونے کے اعتبار سے کافی ہے (کسی دلیل کا محتاج نہیں)

آیت ۵۱: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ (کیا تم نے غور کیا ان لوگوں کی حالت پر جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) یعنی یہود یوں مَنُونٌ بِالْجَبِيتِ (وہ بتوں پر ایمان لاتے ہیں) الحبث ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔ وَالطَّاغُوتِ (اور شیطان) وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (اور وہ کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں) اس کا واقعہ اس طرح ہے جی بنی بنی اور کعب بن اشرف دونوں یہود کی سردار ایک یہودی جماعت کے ہمراہ مکہ گئے۔ تاکہ قریش سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے کا معاہدہ کریں۔ انہوں نے کہا۔ تم اہل کتاب ہو۔ اور محمد ﷺ کے تم زیادہ قریب ہو اور وہ ہماری نسبت تم سے قریب تر ہیں۔ ہمیں تمہارے اس فریب پر اعتبار نہیں۔ بس ایک صورت ہے کہ تم ہمارے محبوبوں کو سجدہ کرو تو ہم تم پر اعتبار کر لیں گے۔ انہوں نے بتوں کو سجدہ کیا۔ پس جنت و طاغوت پر ایمان لانا اسی بات کو قرار دیا گیا کیونکہ اصنام کو سجدہ ریزی اس کا عملی مظاہرہ تھا۔ انہوں نے ابلیس ملعون کی اتباع کی۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم بتاؤ کیا ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یا محمد ﷺ تو کعب کہنے لگا۔ تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

آیت ۵۲: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ (یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) کہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا ہے۔ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ نَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں تم ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے) کہ جو اپنی مدد سے اس کی نصرت کرے۔

آیت ۵۳: پھر یہود کی بخل و حسد سے ان کی تعریف کی حالانکہ یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں۔ وہ اپنے مال کو تو روک کر رکھتے ہیں مگر تمنا اس چیز کے ملنے کی کرتے ہیں جو دوسروں کو ملی۔ چنانچہ فرمایا۔ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (خُفُو) ام۔ منقطعہ ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے۔ ہاں ان کے پاس کوئی سلطنت کا حصہ نہیں ہے۔

یہود کی شدت بخل:

فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا (ایسی حالت میں تو یہ لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے) یعنی اگر حکومت کا کچھ حصہ ہوتا۔ اہل دنیا کی حکومت یا اللہ تعالیٰ کی مملکت تو پھر بھی یہ شدت بخل کی وجہ سے لوگوں کو ایک معمولی چیز بھی نہ دیتے۔ النقییر وہ گڑھا جو گھٹلی کی پچھلی جانب پایا جاتا ہے۔ یہ فیصل کی طرح قلت کی مثال بیان کی۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا

کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، سو ہم نے

آلِ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَنْ

آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے ان کو بڑا ملک عطا کیا۔ سو ان میں سے

أَمِنْ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ، وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝۵۵ إِنَّ

بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس سے روگردانی کی۔ اور کافی ہے دوزخ کا دہشت ہولی آگ ہونا۔ بلاشبہ

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا مقرب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی

بَدَلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۵۶

تو ہم ان کی کھالوں کے علاوہ ان کی دوسری کھالیں پلٹ دیں گے تاکہ عذاب چکھیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے،

آیت ۵۴: أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (بلکہ یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسد کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حسد قبیح چیز ہے۔ اور حسد کی وجہ نصرت و غلبہ اور عزت میں اضافہ اور ہر روز کی ترقی تھی (جوان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی) فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ (تحقیق ہم نے آل ابراہیم کو کتاب یعنی تورات دی) وَالْحِكْمَةَ (اور نصیحت) یعنی دین کی گہری سمجھ بوجھ۔

یہود کو الزامی جواب:

وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (اور ہم نے ان کو بہت بڑی بادشاہت دی) یعنی بادشاہت یوسف و داؤد و سلیمان علیہم السلام یہ یہود کو الزامی جواب دیا خود اسی بات سے جس کو وہ جانتے بوجھتے تھے۔ کہ اسلاف محمد ﷺ یعنی آل ابراہیم علیہم السلام کو کتاب، حکمت اور مملکت دی جا چکی۔ اس لئے اگر آج آل ابراہیم کے جلیل القدر فرزند کو نبوت و حکومت اسلاف کے مشابہ دے دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

آیت ۵۵: فَمِنْهُمْ مَنْ أَمِنْ بِهِ (پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے) اس پر یعنی یہود میں کچھ لوگوں نے آل ابراہیم والی بات پر یقین کر لیا۔ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ (اور کچھ نے اس سے منہ پھیر لیا) باوجودیکہ وہ اس کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں

خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَوُذِّعَتْ لَهُمْ ظِلَالٌ أَظْلِيلاً ۝۵۷

جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو کھسے سائے میں داخل کریں گے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۖ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں دے دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔ بے شک اللہ

سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۵۸

سننے والا دیکھنے والا ہے۔

دوسری تفسیر:

ان یہود میں سے کچھ تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور بعض نے اس نبوت کو اوپر اقرار دے کر انکار کی ٹھان لی۔
وَنُكَفِّي بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (جہنم کی بھڑکتی آگ ان کے لئے کافی ہے) جو ایمان لانے سے باز رہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۵۶:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ (پیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات کے ساتھ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے)۔
نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا (آگ میں۔ ہر دفعہ جب ان کی کھال جل جائے گی۔ تو ہم
پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال بنا دیں گے) نَضِجَتْ کا معنی جلنا۔ بَدَّلْنَا جُلُودًا غَيْرَهَا کا معنی ان کھالوں کو ان جلی کھالوں سے
بدلنا ہے۔ پس تبدیلی اور تغیر دونوں ہیئتوں کے مختلف ہونے کے ساتھ ہوگی، نہ کہ اصل کی تبدیلی کے ساتھ۔ اہل حق کا یہی مسلک
ہے۔ فرقہ کرامیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ فضیل بیہدہ کہتے ہیں جلی کو ان جلی بنادیا جائے گا۔ لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (تا کہ وہ عذاب
کو چکھیں) اور عذاب کا ذائقہ ہمیشہ رہے۔ اور منقطع نہ ہو۔ جیسے کسی عزیز کو تم کہتے ہو۔ اعزك الله یعنی اللہ تمہیں عزت میں دوام
میر فرمائیں۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا (پیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) انتقام لے سکتے ہیں۔ کوئی چیز اس کے ارادے کو بجز میں پر
نافذ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ حَكِيمًا (وہ حکمت والے ہیں) اس کام میں جو کافروں کے ساتھ وہ کریں۔

آيَةِ ۵۷: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ

فِيهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کو جنّتوں میں ضرور داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوگی۔ وہ ان جنّتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے وہاں نہریں بہوئیں گی) مطہرہ کا مطلب نجاسات، حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

خوبصورت سایہ میں داخلہ:

وَ نُنْذِرُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (اور ہم ان کو وسیع سایہ میں داخل کریں گے) ظلیل یہ صفت کا صیغہ ہے جو ظل سے لیا گیا۔ اور اس کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ لیل الیل۔ طویل رات۔ ظلیل وہ سایہ جو دراز خوبصورت ہو۔ نہ اس میں سوراخ ہو۔ اور ہمیشہ کا سایہ ہو کہ جس کو سورج نہ مناسکے اور ایسا سہانا کہ نہ اس میں گرمی ہو نہ ٹھنڈک۔ اور یہ صفات جنت کے سایہ کے علاوہ کسی میں نہیں۔

تمام فرائض امانتیں:

آیت ۵۸: پھر حکام کو مخاطب کر کے ادا نیگی امانات کا حکم دیا۔ اور عدل کا حکم دیا اپنے اس ارشاد سے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں امانت والوں کو ادا کرو) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حکم میں ان فرائض کی ادا نیگی بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جن کو انسان نے اٹھایا ہے۔ اور حواس کی حفاظت بھی انہیں میں شامل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَعْدِلُوا بِالْعَدْلِ (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو) حکمت کا معنی فیصلہ کرنا۔ العدل کا معنی برابری کرنا اور انصاف کرنا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے:

دوسرا قول یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ بن عبدالدار بیت اللہ کا چابی بردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب آیت نازل ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ یہ چابی اس کو واپس کر دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن اتارا ہے۔ یہ آیت عثمان کو پڑھ کر سنائی وہ سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی کہ چابی برداری عثمان کی اولاد میں ہمیشہ رہے گی۔ (حاشیہ کشف)

إِنَّ اللَّهَ يَعْظُمُكُمْ بِهِ (اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی چیز کی نصیحت کرتے ہیں)

نحو و قرأت:

ما مکرہ منصوبہ موصوفہ ہے، يعظُكم سے تقدیر عبارت یہ ہے۔ نعم شیناً يعظُکم بہ۔

نمبر ۲۔ ما موصولہ مرفوعہ المحل۔ باجدا اس کا صلہ۔ تقدیر عبارت یہ ہے نعم الشیء الذی يعظُکم بہ مخصوص بالمدح

محذوف ہے۔ یعنی نعماً يعظُکم بہ ذاک۔ ذاک کا مشار الیہ ادا نیگی امانات اور عدل فی الحکم ہے۔

قرأت: نَعَمْ مدنی اور ابو عمرو نے پڑھا۔ نَعَمْ شامی اور حمزہ علی نے پڑھا۔ إِنَّ اللَّهَ تَكُنَّ سَمِيعًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی فرمانبرداری جو اولوالامر ہیں تم میں سے

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

پس اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اس کو لوٹا دو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۚ أَلَمْ تَرَ إِلَى

اور ایم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اور بہت خوب تر ہے۔ کیا آپ نے

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَكَّمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ

آپ سے پہلے نازل کیا گیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنا قضیہ لے جائیں حالانکہ

أَمْرًا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۖ

ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے منکر ہوں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے دور کی گمراہی میں ڈال دے،

سننے والے) بصیراً (تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں)۔

آیت ربط:

آیت ۵۹: جب حکام کو ادائیگی امانات اور انصاف سے فیصلے کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔ فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ

وَالرَّسُولِ (اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بات مانو۔ پس اگر تم کسی چیز

میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو) اولی الامر سے مراد حکام یا علماء ہیں کیونکہ ان کا حکم حکام پر چلتا ہے۔

اگر تم اور حکام کسی دینی امر میں مختلف ہو جاؤ تو اس میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو

یہ تمہارے لئے سب سے اچھی اور تاویل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے) ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے نہ کہ نافرمانی کو۔ یہ

نہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) (احمد ۴۰۹ جلد ۱) دلچسپ حکایت: مسلمہ بن عبد الملک نے ابو حازم کو مخاطب کر کے کہا کیا تمہیں ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو اللہ کے اس ارشاد میں ہے واولی الامر منکم۔

ابو حازم: کیا جب تم حق کی مخالفت کرو تو تمہاری اطاعت ختم نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ یعنی قرآن اور رسول آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی احادیث کی طرف۔ ذلک اس کا مشارک الیہ الرد ہے۔ کتاب و سنت کی طرف لوٹنا۔ خیر۔ بہت بہتر ہے۔ جلد ملنے والا ہے۔ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا اور بہت بہتر ہے تاویل کے لحاظ سے۔ یعنی انجام کے لحاظ سے۔

بشر منافق اور یہودی کا قصہ:

آیت ۶۰: بشر منافق اور یہودی کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہودی نے اس کو کہا کہ آؤ نبی اکرم ﷺ سے فیصلہ کرو الیس۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آپ رشوت نہیں لیتے۔ منافق نے کہا چلو کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لے۔ پھر دونوں فیصلہ لے کر حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ مگر منافق راضی نہ ہوا۔ اور کہنے لگا آؤ۔ ہم عمر کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ مگر یہ راضی نہیں ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو کہا۔ کیا بات اسی طرح ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں یہاں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس نکل کر آؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے۔ اور منافق کی گردن مار دی۔ اور کہا میرا فیصلہ اس کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا یہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جن کا گمان یہ ہے) جبریل علیہ السلام نے کہا عمر نے حق و باطل میں تفریق کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو فاروق ہے (اسباب النزول للواحدي) اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ وَمَا اَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُوْنَ اَنْ يَّتَحٰكَمُوْا اِلَيْ الطَّاغُوْتِ (کہ وہ ایمان رکھتے ہیں اس رجوع تازی گئی آپ کی طرف اور وہ جو اتاری گئی آپ سے پہلے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ شیطان کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں) **تَحْكُمُوْا**۔ یہویدون۔ یزعمون کی ضمیر سے حال ہے۔

طاغوت سے مراد کون ہے؟

نمبر ۱۔ طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے اس کو طاغوت اس لئے کہا کیونکہ وہ سرکشی میں حد سے بڑھنے والا تھا۔ اور عداوت رسول میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

نمبر ۲۔ اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ نمبر ۳۔ غیر اللہ کی طرف فیصلہ لے جانے کو تحاکم الی الطاغوت قرار دیا اور اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے۔ وَقَدْ اٰمَرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُوْا الشَّيْطٰنَ اَنْ يُّصْلَحَ لَهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (حالانکہ ان کو شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور آ جاؤ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

رَأَيْتَ الْمُتَفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ③ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ

تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے بچنے ہیں، پس کیا حال ہو گا جب ان کو کوئی مصیبت

مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ ④ بِاللَّهِ إِنَّ

بچے ان کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کڑوٹوں کی وجہ سے پھر وہ آئے آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

أَرَدْنَا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوْفِيقًا ⑤ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي

کہ ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی کی صورت نکل آئے اور آپس میں موافقت ہو جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

قُلُوبِهِمْ ⑥ فَاعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا

اللہ سے جانتا ہے۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے، اور ان کی ذاتوں کے تعلق ان سے ایسی باتیں کہہ دیجئے جو ان کے حق میں خوب زیادہ

بَلِيغًا ⑦ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ⑧ وَلَوْ أَنَّهُمْ

فائدہ مند ہوں۔ اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لئے کہ حکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے

إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آئے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے

الرَّسُولُ لَوْ جَدَّوَاللَّهُ تَوَّابًا رَّحِيمًا ⑨

استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پالیتے۔

ضلال بعید کیا ہے:

بضل سے مراد حق سے ہٹانا۔ ضلال بعید سے مراد موت تک قائم رہنے والی گمراہی ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ٦١:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (جب منافقین کو کہا جاتا ہے) تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ (آؤ فیصلہ کرانے کے لئے اس

حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور رسول کی طرف (آیتُ الْمُتَّقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا) تم دیکھو گے کہ منافقین تم سے رکھتے ہیں رکنا یعنی وہ آپ سے اعراض کر کے دوسرے کی طرف جاتے ہیں۔ تاکہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں۔

آیت ۶۲: فَكَيْفَ (پس ان کا کیا حال ہوگا) اور یہ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ إِذَا آصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ لَّجِبَ ان كُوْنِي مُصِيبَتٍ يَنْجِي جَاتِي (یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بشر کا قتل۔ بَعَثَا فَلَمَّتْ أَيْدِيَهُمْ (جوان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی تمہارے سواء اور کسی کے پاس فیصلہ لے گئے اور فیصلے میں آپ پر بے انصافی کی تہمت لگائی۔ ثُمَّ جَاءَ وَكَ (پھر آپ کے پاس مقتول کے منافقین ساتھی آئے) يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا (اس حال میں کہ وہ اللہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے علاوہ دوسرے کے پاس فیصلہ لے جا کر بھلائی اور متخاصمین کے درمیان موافقت کا ارادہ کیا) برائی اور آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی آپ کے فیصلہ پر ناراضگی ظاہر کی ہے۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ حَالٌ بِهِ۔

منافقین کو وعید:

درحقیقت یہ ان کے فعل پر وعید ہے۔ کہ وہ عنقریب شرمندہ ہونگے۔ جبکہ ان کو شرمندگی کچھ کام نہ آئے گی۔ اور نہ معذرت فائدہ دے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ منافق کے رشتہ دار اس کے خون کا مطالبہ لے کر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اور کہنے لگے ہم تو عمر کے پاس فیصلہ لے کر اس لئے گئے تھے۔ کہ وہ عادلانہ فیصلہ سے ہمارے ساتھی پر احسان کریں اور اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان موافقت کروادیں۔ ہمارے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کر ڈالیں گے جو انہوں نے کر دیا۔

آیت ۶۳: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے) یعنی منافقت۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (آپ ان سے اعراض فرمائیں)۔ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو ان کے متعلق مَوْثِرَات کہیں)

اعراض کا مفہوم:

أَعْرِضْ کا مطلب۔ نمرا۔ ان کا عذر قبول کرنے سے اعراض کریں۔ اور ڈانٹ ڈپٹ اور انکار کے ساتھ ان کو نصیحت کریں۔ اور ان کو نصیحت کرنے میں تخویف و انداز میں خوب مبالغہ کریں۔ یا نمبر ۲۔ انجام سے اعراض کریں اور عتاب سے نصیحت کریں اور ان کی اس حرکت کے متعلق آپ کے دل میں جو آخری نصیحت ہے وہ ان کو کریں۔ اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان سے اس حقیقت کو پہنچے جو ان کے دل و جنان میں ہے۔

نَجْوٰی: فی انفسہم یہ قل لہم سے متعلق ہے۔ اے قل لہم فی انفسہم الخبیثۃ وقلوبہم المظویۃ علی النفاق۔ ان کے خبیث نفوس اور نفاق پر لپٹے ہوئے دل کے اندر اترنے والی بات کہیں۔ قولاً بلیغاً پوری بات جو ان تک پہنچ جائے اور ان میں اثر انداز ہو۔

آیت ۶۳: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول کبھی بھی مگر اس لئے تاکہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے) (بإذن اللہ کا مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق بخشی اور اس میں آسانی فرمائی۔ نمبر ۲۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کی اجازت دی۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مبعوث پیغمبر کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دینے والا ہے۔ پس اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا من بطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (اور جبکہ انہوں نے طاعت کے پاس فیصلہ کرانے کیلئے جانے کے سبب اپنے نفوس پر ظلم کر لیا تھا) جَاءُوكَ (آپ کے پاس آجاتے) نفاق سے جی توبہ کر کے اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنے کی معذرت کر لیتے۔ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ (پھر نفاق شقاق سے جی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے) (وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ (اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے) ان کی معافی کی سفارش کر کے لَوْ جَدُّوا اللَّهَ تَوَّابًا (وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا) رَحِيمًا (مہربان پاتے)۔

نَجْوٰی: جاؤ کہ جو کہ اُن کی خبر ہے یہ اذ ظلموا میں عامل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولو وقع مجنبہم فی وقت ظلمہم مع استغفار ہم واستغفار الرسول۔ اگر ان کی آمد اس ظلم کے وقت میں استغفار ذاتی اور شفاعت رسول کے ساتھ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔

شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ:

نکتہ: استغفرت لہم نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے استغفر لہم الرسول فرمایا اس سے آپ کی عظمت شان اور آپ کے استغفار کا مقام و مرتبہ ظاہر فرمایا۔ اور اس پر متنبہ فرمایا کہ جس ہستی کو الرسول کہتے ہیں۔ ان کی شفاعت کا بارگاہ الہی میں بڑا مرتبہ ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بدو آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے اور آپ ﷺ کے دفن ہونے کے بعد آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا اور اپنے آپ کو آپ ﷺ کی قبر مبارک پر ڈال کر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور قبر کی مٹی کا چلو بھر کر اپنے سر پر ڈالا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ نے کہا ہم نے سنا اور آپ پر جو قرآن اترا اس میں یہ آیت ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (الایۃ) میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی خاطر آیا ہوں۔ میرے لئے میرے رب سے استغفار کر دیں۔ آپ کی قبر سے یہ آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی لئے علامہ نسفی نے قبیل کے کمزور الفاظ سے ذکر کیا ہے) صحابہ کرام نے اس کو قبر مبارک کے پاس اس طرح کیونکر چھوڑا ہو گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ جو ان کے آپس کے جھگڑے ہوں ان میں آپ کو فیصلہ کرنے والا بنا کر آپ کے

فِي أَنْفُسِهِمْ حَرْجًا مِّمَّا قُضِيَتْ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۱۵ وَلَوْ أَنَّا

فیصلے سے اپنے دلوں میں کسی بھی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔ اور اگر ہم

كُتِبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ

ان پر یہ فرض کر دیجئے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ

مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ

تو اس پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ، اور اگر وہ لوگ ان کاموں کو کرتے جن کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ

خَيْرٌ لَّهُمْ وَأَشَدَّ ثَبَاتًا ۝۱۶ وَإِذَا لَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۷

ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور یہ ان کے ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا عمل ہوتا اور اس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے ضرور اجر عظیم عطا کرتے۔

وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝۱۸

اور ہم ان کو سیدھے راستے پر چلاتے۔

تفسیر آیت ۶۵:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (پس آپ کے رب کی قسم ہے۔ وہ ایماندار نہیں ہونگے) نَحْنُ: لا زائد ہے قسم کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور لَا یُؤْمِنُونَ جواب قسم ہے یا تقدیر عبارت اس طرح ہے فلا یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں پھر فرمایا: وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہ ہونگے۔ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (یہاں تک کہ وہ آپ کو فیصلہ مابین ان معاملات میں جو ان کے مابین پیش آنے والے ہوں) یعنی جو ان کے مابین مختلف اور غلط ہیں اور اسی سے الشجرہ کو شجرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شاخیں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِیْ أَنْفُسِهِمْ حَرْجًا (پھر وہ نہ پائیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی) مِمَّا قُضِيَتْ (اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا) یعنی آپ کے فیصلے سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں یا شک نہ کریں۔ کیونکہ شک کرنے والا اپنے معاملے میں تنگی محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو واضح یقین نہ ہو جائے۔

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (اور وہ آپ کے حکم کو بلا کراہت بخوشی مان لیں) اور وہ آپ کے فیصلے کے پورے طور پر مطیع ہو

جائیں۔ سلم اور اسلم نفسہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے نفس کو اس کے لئے خالص کر دے۔

تسلیم کا معنی:

تَسْلِيْمًا یہ مصدر ہے جو فعل کیلئے بطور تاکید لایا گیا۔ اور یہ فعل کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔
وَيَقَادُوا لِحُكْمِكَ انْقِيَادًا لَا شِبْهَةَ فِيهِ بظاهر ہم و باطنہم۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں
تک کہ آپ کے حکم اور فیصلے پر رضامند نہ ہوں۔

تَفْسِيْرُ آیت ۶۶:

وَلَوْ اَنَّا كُنَّا عَلَيْهِمْ (اگر ہم ان پر فرض کر دیتے) ہم سے مراد منافقین ہیں۔ اگر ہمارا فرض کرنا ان پر واقع ہوتا۔
قتل نفس کا مطلب:

اَنْ اَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (کہ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو) اَنْ مفسرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کے ذریعے اپنے آپ کو قتل کے
لئے پیش کرو۔ یا اگر ہم ان پر واجب کر دیتے جیسے ہم نے بنی اسرائیل پر قتل نفس لازم کیا تھا۔ اَوْ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا اپنے
گھروں سے نکلو یعنی ہجرت کرو۔ مَا فَعَلُوْهُ (تو وہ ایسا نہ کرتے) بوجہ منافقت کے۔

مَنْ خَوَّنَ: کی ضمیر قتل یا خروج کی طرف راجع ہے۔ یا ضمیر لائے کیونکہ کھنکھانے کی دلالت اس پر موجود ہے۔
اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے)

قرأت: شامی نے قلیلاً پڑھا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے اور حالت نفی، فَعَلُوا کی ضمیر جمع کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُوْنَ بِهِ (اگر یہ لوگ کیا کرتے جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان
کی حکم برداری۔ لَكِنْ خِيَرًا لَهُمْ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا) دونوں جہانوں میں وَأَشَدَّ تَبِيْعًا (اور ان کے ایمان کو اور
زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا) اور اضطراب و بے چینی سے دور ہوتا۔

آیت ۶۷: وَإِذَا (اور اس حالت میں) لَا تَنْهَيْهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا (اور ہم اپنی طرف سے ان کو عطاء کرتے بہت بڑا
ثواب)

جواب سوال مقدر:

مَنْ خَوَّنَ: اذایہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا۔ تثبیت کی صورت میں کیا ملتا تو جواب دیا۔ کہ اگر وہ ثابت قدم ہو
جاتے تو ہم منقطع نہ ہونے والا کثیر ثواب دیتے۔ عظیما سے یہاں کثیر مراد ہے۔

آیت ۶۸: وَلَهَذَا يَنْهَيْهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا (اور ضرور ان کی ہم راہ نمائی کرتے سیدھے راستہ کی طرف) ہدایت سے یہاں
مراد دین پر ثابت قدمی دینا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

اور جو لوگ اللہ کی اور رسول کی فرمانبرداری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی

النَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝

انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں،

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلِمًا ۝

یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

تجوید: ہم مفعول اول اور صراطاً مستقیماً مفعول ثانی ہے۔

خوب رفاقت والے:

آیت ۶۹: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (جو لوگ اللہ اور رسول کے حکم پر چلیں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انعام سے سرفراز فرمائے گا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین)

جو ایسی اطاعت کرے گا جیسے انبیاء علیہم السلام کے افضل صحابہ علیہم السلام۔

الصدیق نبیؐ ہوا۔ سچائی میں مبالغہ کرنے والا کہ اس کا ظاہری معاملہ بھی صدق والا ہو اور باطن کا صدق مراقبہ کے ساتھ ہو۔

نمبر ۲۔ جو اپنے فعل سے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔ والشہداء وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت پائی۔

والصالحین جن کے احوال نیک ہوں اور اعمال خوب تر ہوں۔

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں) یعنی ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔ رفیق۔ صدیق کی

طرح ہے۔ یہ واحد جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

آیت ۷۰: ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ (یہ مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے)

فضل کیا ہے:

تجوید: ذَٰلِكَ مبتدا ہے اسکی خبر الفضل من اللہ ہے یا الفضل مثلاً الیہ ہے اور من اللہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبر ۱۔ کہ فرمانبرداروں کو عظیم اجر کا ملنا اور انعام یافتہ لوگوں کی رفاقت کا میسر آنا یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے ہی یہ نعمت ان کو میسر فرمائی۔

نمبر ۲۔ انعام یافتہ لوگوں کو فضیلت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلِمًا (اور اللہ تعالیٰ پورا پورا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ انفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾

اے ایمان والو! تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر نکل کھڑے ہو چھوٹی جماعتیں یا بڑی جماعتیں بنا کر،

وَأَنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ ۚ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ

اور بلاشبہ تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو دیر لگاتے ہیں، سو اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر

اللَّهُ عَلَىٰ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ

انعام فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تم کو اللہ کا فضل حاصل ہو جائے

لَيَقُولَنَّ كَانَ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَلَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ

تو کہنے لگتے ہیں گویا کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا

فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ

تو مجھ کو بڑی کامیابی حاصل ہوتی۔ سو جو لوگ آخرت کے بدلہ دنیا والی زندگی کو اختیار کرتے ہیں

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ

ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

یا غالب ہو جائے سو غنیمت ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔

جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کو اور ان کو جوان میں سے فضیلت والے ہیں۔

نکتہ: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ بندوں سے اللہ تعالیٰ جو بھی بھلائی والا معاملہ فرماتے ہیں وہ محض اس کا فضل ہے۔ اللہ

تعالیٰ پر لازم نہیں جیسا معتزلہ (خذلہم اللہ) کہتے ہیں۔

آیت ۷۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ (اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لیا کرو) احتیاط کرو اور دشمن سے بچو۔

صرف ولغت:

الحِذْرُ اور الحَذَرُ۔ ایک معنی رکھتے ہیں یعنی بچنا۔ ان کی نظیر رائو اور اُتار کا لفظ ہے۔ محاورہ ہے۔ اخذ حذرہ۔ جبکہ وہ محتاط

ہو جائے۔ اور خوف زدہ چیز سے بچ جائے۔ گویا اس نے احتیاط کو ایسا آلہ بنایا جس سے اس نے اپنے نفس کو بچالیا۔ اور اپنی روح کی حفاظت کر لی۔ فَأَنْفِرُوا بُنَات (پھر نکلو متفرق ٹولیاں بنا کر) یعنی دشمن کی طرف متفرق سرا یا میں جماعت بنا کر نکلو۔ البتات کا معنی جماعت ہے۔ اس کا واحد بُنَات ہے۔

اکٹھے نکلتا:

أَوْ أَنْفِرُوا جَمِيعًا (یا اکٹھے نکلو) یا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں۔ کیونکہ جماعت بلا اطاعت کامل نہیں اور معاہدہ بلا واسطہ کے منظر نہیں ہوتا۔ یا انفروا بُنَات تم متفرق نکلو جبکہ نفیر عام نہ ہو یا جماعتوں کی صورت میں نکلو جبکہ نفیر عام ہو۔

بُنَات اور جمیعاً دونوں حال ہیں۔

تفسیر آیت ۷۲:

وَأَنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيَبْغِطَنَّ (اور تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو ست پڑ جاتے ہیں)
جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں:

لَمَنْ کی لام ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہ ان اللہ لغفور میں ہے۔ من موصولہ ہے۔ لیبطن کا لام قسم محذوف کا جواب ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے۔ وان منکم لمن اقسام باللہ لیبطن۔ قسم اور جواب قسم ل کر مَنْ کا صلہ ہے۔ اور اس کے اندر لوٹنے والی ضمیر لیبطن میں جاگزین ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے لیتنا قلن ولیتخلفن عن الجہاد۔ وہ ضرور بوجھل ہو گئے اور ضرور جہاد سے پیچھے رہیں گے۔ بطو کا معنی ابطاء ہے۔ تاخیر کو۔ کہتے ہیں مابطو بک۔ اور یہ با سے متعدی بنتا ہے۔ اس میں لشکر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے۔ منکم سے مراد یہ ہے کہ ظاہر سے وہ تم میں سے ہیں اور باطن سے نہیں بلکہ وہ منافق ہیں۔ اور خفیہ طور پر کہتے ہیں تم اپنے آپ کو کیوں قتل کرتے ہو۔ انتظار کرو یہاں تک کہ غلبہ ہو جائے۔

فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ (اگر تم پر قتل و شکست کی مصیبت پڑتی ہے) تو وہ سستی کرنے والا منافق کہتا ہے۔ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَیْ اِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا (وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کر دیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا) شہید کا معنی حاضر و موجود (ورنہ مجھے بھی ویسی مصیبت پہنچتی جیسی ان کو پہنچی)

آیت ۷۳: وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی مہربانی پہنچتی ہے) فتح یا غنیمت کی صورت میں۔ لَیَقُولَنَّ سَآءَ لَمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ (وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہیں ہے) یہ سب غنیمت کے فوت ہو جانے کی بناء پر ہے نہ کہ ثواب کی طلب میں۔ گویا اس کی اس سے پہلے تمہارے ساتھ کوئی دوستی نہیں کیونکہ منافقین مومنین سے ظاہر میں دوستی رکھتے اگرچہ باطن میں ان کے لئے فساد کے خواہاں تھے۔

قراءت: نَحْوُ: لم تکن کوئی وحض نے لم یکن پڑھا ہے۔ کان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہ بینکم و بینہ مودۃ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جولیقولن اور اس کے مفعول کے درمیان حائل ہے۔ وہ مفعول یلکینی

كُنْتُ مَعَهُمْ (ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کے شریک حال ہوتا) ہے۔
فَأَفُوزَ يَمْحُو كَاجَابِ هُوْنِہِ كِی ہجے سے منسوب ہے۔ فَأَفُوزَ فُوزًا عَظِيمًا (پس میں بڑی کامیابی پاتا) یعنی غنیمت میں سے وافر حصہ پاتا۔

مخلصین کو جہاد لازم ہے:

آیت ۷۴: فَلْيَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے فروخت کرنے والے ہیں) يَشْرُونَ فروخت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ مومن آخرت کی باقی زندگی کو دنیا کی جلدی ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اگر بیمار دلوں والے اور کمزور نیاں والے کبھی جہاد سے رک جائیں۔ تو ثابت قدم رہنے والے مخلصین کو ضرور لڑنا چاہیے۔

دوسری تفسیر:

يشرون، يشترون کا ہم معنی ہے۔ مراد وہ منافقین ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدنے والے ہیں۔ اس میں ان کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنے نفاق کو بدلیں اور اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسا جہاد کا حق ہے۔ جہاد کریں۔

مقبول کوشش برائے اعزاز دین:

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے گا پس وہ مارا جائے گا یا غالب آئے گا عنقریب ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے)
اس آیت میں اجر عظیم کا وعدہ کامیابی اور مغلوبیت ہر دو صورت میں اس کے اعزاز دین کے لئے کوشش کی بناء پر ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ

اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ضعیفوں کی خاطر جن میں مرد اور عورتیں

وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ

اور بچے ہیں جنگ نہ کرو جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے جس

الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ

کے رہنے والے ظالم ہیں، اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایت کرنے والا اور ہمارے لئے اپنے پاس سے

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝۷۵ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کوئی مددگار بنا دے جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الظَّالِمِينَ فَفَاتَلَتْهُمُ أَوْلِيَاءُ الشَّيْطَانِ

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، سو تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝۷۶

بلاشبہ شیطان کی تدبیر ضعیف ہے۔

آیت ۷۵: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم جہاد نہ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حالانکہ کمزور)۔

تجوید: ما مبتداء لکم خبر ہے۔ یہ استفہام نفی میں سستی پر متنبہ کرنے کے لئے اور اثبات میں انکار کے لئے ہے۔ لَا تُقَاتِلُونَ یہ حال ہے۔ اور اس میں عامل استقرار ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا محاورے میں کہتے ہیں مالک قائماً تو کیوں کھڑا ہے؟ اب مطلب یہ ہوا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم قتال چھوڑنے والے ہو حالانکہ اس کے دواعی موجود ہیں۔

مستضعفین کون لوگ ہیں؟

المستضعفین یہ حالت جبری میں ہے کیونکہ سبیل اللہ پر اس کا عطف ہے۔ یعنی فی سبیل اللہ وفي خلاص المستضعفین۔ یا مستضعفین کی حالت نصی ہے۔ ای اختص من سبیل اللہ خلاص المستضعفین۔ من المستضعفین۔ کیونکہ سبیل اللہ تو ہر خیر میں عام ہے۔ اور کمزور مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں سے چھوڑانا یہ بھلائی کے اعلیٰ و خاص

طرق میں سے ہے۔ مستضعفین سے مراد مکہ میں وہ اسلام لانے والے جن کو کفار نے ہجرت سے روک دیا۔ چنانچہ وہ کفار کے درمیان کمزور و عاجز ہو کر رہے۔ ان سے سخت ایذا پاتے رہے۔ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ (مرد اور عورتیں اور بچے) یہاں بچوں کا تذکرہ ان کے افراطِ ظلم کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ ان کی ایذا سے نابالغ بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ بچوں کو ایذا ان کے والدین کو تکم کرنے کے لئے تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کمزور لوگ اپنے بچوں کو دعاؤں میں شریک کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جلد نازل ہو۔ کیونکہ چھوٹے بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں جیسا کہ قوم یونس علیہ السلام نے کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی ان مستضعفین میں سے تھے۔

کمزوروں کی دُعا:

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا (وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں) القرية سے مراد مکہ ہے۔ الظالم یہ قریہ کی صفت ہے۔ مگر اس کا اسناد اہلہا کی طرف ہے۔ وہ اس کا فاعل ہے۔ اس کا اعراب القرية والا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی صفت ہے اور اہل اس کا موصوف ہے۔ اس لئے اس کی تذکیر اس کے مذکر لانے کا سبب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ من هذه القرية التي ظلم اهلها۔

معاون کی مراد:

وَاَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار) جو ہمارے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ہمیں دشمنوں کے چنگل سے چمڑائے۔ وَاَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے ایسا معاون) جو ان کے خلاف ہماری مدد کرے۔ وہ اخلاص سے دعا کرتے اور اس سے مدد مانگتے۔ چنانچہ بعض کو مدینہ منورہ منتقل ہونا میسر آ گیا۔ اور بعض توفیق مکہ تک رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بہتر ولی و ناصر مقرر فرمادیا۔ اور وہ محمد بن عبد اللہ تھے۔ پس آپ ان کے بہترین نگران بنے۔ اور ان کی زبردست مدد فرمائی۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو عتاب بن اسید بنی نضیر کو حاکم مقرر کیا۔ پس لوگوں نے ان کی طرف سے اسی طرح ولایت و نصرت پائی جیسا ان کو چاہئے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ وہ کمزور کی طاقت ور کے خلاف مدد کرتے۔ یہاں تک کہ وہ ظالموں سے زیادہ عزت والے ہو گئے۔

آیت ۶: پھر مسلمانوں کو رغبت دلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور کارساز ہے اور مسلمانوں کے دشمن شیطان کی راہ میں لڑنے والے ہیں ان کا دوست شیطان ہی ہے الَّذِينَ اٰمَنُوا يَفْقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ شیطان کے راستہ میں لڑتے ہیں) الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِمُوْا الصَّلَاةَ وَاتُوا الزَّكٰوةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیجئے رہو،

فَلَمَّا كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالَ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَحْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشِيَةِ اللّٰهِ

پھر جب ان پر جنگ کرنا فرض کیا گیا تو اس وقت ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسا اللہ سے ڈرتے ہوں

اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اٰخَرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ

بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اے رب آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی ہم کو قہوڑی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی

قَرِيْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۙ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَلَا تُظْلَمُوْنَ فِتْنًا ۝۷

آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا نفع قہوڑا سا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم لوگوں پر جو کوئی ظلم نہ ہو، تم بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

اَيِّنْ مَا تَكُوْنُوْا اِيْدِرْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوجٍ مُّشِيْدَةٍ ۙ وَاِنْ

تم جہاں بھی ہو تم کو موت پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو، اور اگر

تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُوْلُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۙ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

ان کو کوئی اچھی حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آ جاتی ہے

يَقُوْلُوْا هٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۙ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ

تو کہتے ہیں کہ یہ میری جہ سے ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، سو ان لوگوں کو کیا ہوا

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝۸ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۚ وَمَا

کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے، تجھے جو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو کوئی

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۙ وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۙ وَكَفٰی بِاللّٰهِ

بری حالت پہنچ جائے سو وہ میری طرف سے ہے، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی ہے

شَهِيدًا ۝۹

گواہی دینے والا۔

کید شیطانی:

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ (تم شیطان کے دوستوں سے لڑو) اولیاء سے مراد کفار ہیں۔ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ۔

کید۔ نمبر ۱: سے وسوسہ مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ حالت کو بگاڑنے کی کوشش مختلف حیلہ بازیوں سے۔ كَانَ ضَعِيفًا (شیطان کی تدبیر بہت کمزور ہے) کیونکہ وہ دھوکا ہے۔ اس سے حاصل کچھ نہیں۔ نمبر ۳۔ شیطانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔ آیت ۷۷: مسلمان کفار سے لڑائی کرنے سے رکے ہوئے تھے جب تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کو قتال کی اجازت مل جائے۔ پس یہ آیت اتری۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا۔ تم اپنے ہاتھوں کو روکو لڑائی سے) وَاقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جب لڑائی ان پر فرض کر دی گئی مدینہ منورہ پہنچ کر)۔

اِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ (اسی وقت ایک جماعت ان میں سے لوگوں سے ڈرنے لگی جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے) یعنی وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کفار لڑائی کریں۔ جیسا کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی پکڑ اتار دیں گے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو دین میں شک و شبہ ہے۔ بلکہ ارواح کو خطرات میں ڈالنے سے فرار اختیار کرتے ہوئے۔ اور موت سے ڈرتے ہوئے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خوف طبعی ہے۔ یہ اس بناء پر نہیں کہ اعتقاد اودہ اللہ تعالیٰ کے حکم و امر سے نفرت کرنے والے تھے۔ انسانی فطرت ہے کہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے۔ جس میں وہ ہلاکت کا خوف غالب پاتا ہے۔

خجوة: خشية اللہ میں مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یخشون کی ضمیر سے یہ حال ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے اہل خشیت اللہ کی طرح ڈرتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت والے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً (یادہ خشیت میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں) اس کا عطف حال پر ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ اہل خشیت سے زیادہ خشیت والے ہیں اس جگہ او۔ تخییر کیلئے ہے۔ یعنی اگر تم ان کی خشیت کو خشیت اللہ کی طرح قرار دو تب بھی تو درست ہے اور اگر تم کہو کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تو تو درست کہہ رہا ہے۔ کیونکہ ان کو مشیت حاصل ہو گئی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ (وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہم پر لڑائی کو کیوں فرض کیا) لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلَىٰ اَجَلٍ قَرِيبٍ (اس کو تو نے ایک قریبی وقت تک کے لئے مؤخر کیوں نہ کیا) یعنی تو نے موت تک مہلت کیوں نہ دی کہ ہم بستر پر مرنے۔

در حقیقت یہ قاتل کی فرضیت کی وجہ حکمت کے متعلق سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ انکو اس سوال پر توجیح نہیں کی گئی بلکہ اسکا جواب انہیں دیا گیا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ۔ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ (کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے، البتہ آخرت بہت بہتر ہے اس کیلئے جس نے تقویٰ اختیار کیا) متاع دنیا قلیل کا مطلب زائل ہونا ہے اور آخرت کثیر اور دائم ہے اور کثیر بھی اگر زوال پذیر ہو تو قلیل ہے پھر قلیل اور زائل کا خود اندازہ کر لو! وَلَا تَطْلُمُونَّ فَنِيلًا (تم پر دھاگے

براہر بھی ظلم نہ ہوگا) تمہارے اجور میں سے معمولی چیز بھی کم نہ کی جائے گی قتل کی آرزو مندی سے۔ اسلئے اس سے اعراض نہ کرو۔
تظلمون کو بظلمون کی، حمزہ علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

تَفْسِيرُ آیت ۷۸:

پھر اس آیت میں واضح فرمایا۔ کہ احتیاط، تقدیر میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ فرمایا۔ اِنَّ مَا تَكُونُوا يَدْرِكُكُمْ الْمَوْتُ (جہاں بھی تم ہو گے۔ موت تم کو آئے گی) وَتَوَكُّنْتُمْ يَوْمَ بُرُوجٍ مُّشْتَدَّةٍ (خواہ تم بلند قلعوں یا محلات میں ہو)
خجوة: ابن میں شرط کے معنی میں تاکید کے لئے ما کو بڑھایا گیا ہے۔ وَانْ تُصِيبُكُمْ حَسَنَةٌ (اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے)
جیسے خوشحالی، ارزائی يَقُولُوا هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ وَانْ تُصِيبُكُمْ سَيِّئَةٌ (اگر ان کو برائی پہنچتی ہے) یعنی قحط کی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے۔ يَقُولُوا هٰذَا مِنْ عِنْدِكَ (تو وہ کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے) اس کی نسبت آپ کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وہ حیرت کی طرف سے ہے۔ اور حیرت کی نحوست سے ہے (نعوذ باللہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ منافقین اور یہود کو جب کوئی اچھائی میسر آتی تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کی نسبت محمد ﷺ کی طرف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی۔ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آپ کہہ دیں کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) لَمَّا هَلُوْا لِقَوْمٍ لَا يُكَادُوْنَ بِفَقْهٍ حَدِيْفًا (ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھ بھی نہیں سکتے) يَفْقَهُونَ سمجھنے کے معنی میں ہے۔ اگر وہ سمجھتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کھولے اور رزق کے تنگ کرنے والے ہیں۔ اور یہ تمام اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

خجوة: كُلٌّ کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور وہ ذلک ہے۔ یعنی وہی ارزاق کو کھولنے اور بند کرنے والے ہیں۔
آیت ۷۹: پھر فرمایا۔ مَا اَصَابَكَ (جو تجھ کو پہنچے) مِنْ حَسَنَةٍ (کوئی نعمت و احسان) اَنَّكَ كَاخِطَابِ اِنْسَانٍ ہے اور خطاب عام ہے۔ زجاج کہتے ہیں۔ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے اور مراد آپ کے علاوہ ہیں۔
فَمِنْ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یعنی اس کا تفضل و احسان ہے۔ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ (اور جو تمہیں آزمائش و مصیبت پہنچے) فَمِنْ نَفْسِكَ (پس وہ تیری طرف سے ہے) یعنی ان اعمال کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیے ہیں جیسا دوسری آیت میں فرمادیا۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مَّصِيْبَةٍ لَّمَّا كَسَبْتَ اِيْدِيَكُمْ۔

اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں:

وَ اَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) نمبر ۱۔ آپ تقدیر بنانے والے نہیں ہیں کہ آپ کی طرف سختی کی نسبت کر رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو پہنچانا ہے۔ اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ جملہ پہلے کلام سے متصل ہے۔ کہ وہ بات کو سمجھنے کے قریب نہیں جاتے بلکہ کہتے ہیں۔ ما اصابك گویا یہ بھی منافقین کا مقولہ ہے۔ خجوة: شہیداً یہ تیز ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝

جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے روگردانی کی سو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام بات ماننا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے

الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

خلاف کہتے ہیں جو وہ کہہ چکے تھے، اور اللہ لکھتے ہے جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ۔

اللَّهُ ط وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ ۚ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

کرمی، اور اللہ کافی ہے کار ساز کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے سوا کسی غیر کے پاس

غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝

تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

تردید معترزلہ:

معترزلہ نے اس آیت میں حسنة و سينة کو طاعت و معصیت قرار دیا حالانکہ یہ صراحتہ ظلم ہے اور ما اصابك اس پر زور و شور سے دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اصاب و ما اصابت افعال کے لئے محاورہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معترزلہ تو اس بات کے بھی قائل نہیں کہ حسات کا خالق و موجد اللہ تعالیٰ ہے۔ پس آیت میں ان کے استدلال کی قطعاً گنجائش نہیں۔

نَقِشْنِيْزُ آیت ۸۰:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے) کیونکہ وہ رسول تو حکم نہیں دیتے اور منع نہیں کرتے مگر اسی کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا اور جس سے منع کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ وَمَنْ تَوَلَّى (جس نے اطاعت سے منہ موڑا) پس اس سے اعراض کیا۔ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا (نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر) کہ آپ ان کے اعمال کی حفاظت کریں اور ان کا محاسبہ کر کے ان پر ان کو سزا دیں۔

آیت ۸۱: وَيَقُولُونَ (اور مناقب کہتے ہیں) جب آپ ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں۔ طَاعَةٌ۔ نَحْنُ: یہ مبتدائے محذوف امرنا کی خبر ہے۔ امرنا طاعة یا شاننا طاعة (ہمارا کام تو اطاعت ہے) فَإِذَا بَرَزُوا (جب وہ آپ کے پاس سے نکل

کر جاتے ہیں) مِنْ عِنْدِكَ بَيِّنٌ حَافِظٌ مِّنْهُمْ (تو ان میں سے ایک جماعت رات گزارتی ہے)
ملع ساز منافق:

بَيِّنٌ کا معنی ملع سازی کرنا اور ہموار کرنا؛ بنانا یہ البیتوں سے ہے۔ کیونکہ یہ معاملے کا فیصلہ کرنا اور رات کو اس کا منصوبہ بنانے کو کہتے ہیں۔ یا ابیات الشعر سے ہے۔ کیونکہ شاعر بھی شعر کو سوچتا اور موزوں الفاظ ملا کر ادا کرتا ہے۔
قرأت: حمزہ اور ابو عمرو نے ادغام سے پڑھا ہے۔

غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ (اس کے برخلاف جو آپ نے کہا) یعنی جو آپ نے ان کو حکم دیا اور کہا اس کے مخالف۔ یا اس کے برخلاف جو اس جماعت نے کہا اور جو اطاعت اس کے ضمن میں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اندر قبولیت کی بجائے تردید چھپا رکھی ہے اور اطاعت کی بجائے نافرمانی۔ وہ اپنے اس قول و اظہار میں منافقت کرنے والے ہیں۔

اللہ خود انتقام لے گا:

وَاللّٰهُ يَكْتُمُ مَا يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں جس بات پر وہ رات گزارتے ہیں) ان کے صحائف اعمال میں درج کرنے والے ہیں اور اس پر ان کو بدلہ دیں گے۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (پس ان سے اعراض کریں) آپ کے دل میں ان سے انتقام کی بات نہ آئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) ان کے معاملے میں پس وہ ان کی مسرت و نقصان کے لئے کفایت کرنے والے ہیں خود ان سے انتقام لیں گے۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہو جائے گی۔ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کار سازی کافی ہے) اس کے لئے جو اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

تقلید جامد کی تردید:

آیت ۸۲: أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ (کیا پھر وہ قرآن پر غور نہیں کرتے) یعنی کیا وہ قرآن کے مضامین اور عبارت پر غور نہیں کرتے۔

التدبر: معاملے کے پس منظر کو دیکھنا اور پیش منظر کو سامنے رکھنا۔ پھر استعمال میں عام ہو کر ہر اس تاہل و تفکر کے لئے بولا جانے لگا جس میں دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے دل کا تصرف شامل ہو۔

اس سے روافض کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے۔ کہ قرآن کا معنی سمجھا نہیں جاسکتا مگر رسول اللہ ﷺ کی اور امام معصوم کی تفسیر سے یہ آیت قیاس کی صحت اور تقلید (جامد) کو باطل قرار دیتی ہے۔

وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ (اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا) جیسا کہ کفار کا زعم و خیال ہے۔ لَوْ جَدُّوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے)۔

اختلاف کا مطلب:

نمبر ۱۔ تناقض ہے جو توحید شرک اور تحلیل و تحریم کی حیثیت سے پایا جاتا۔ نمبر ۲۔ باغت کے لحاظ سے فرق پاتے۔ کہ اس کا

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آ جاتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے ہیں تو اس کی طرف

وَالْإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُ الَّذِينَ يَسْتَدِيطُونَهُ مِنْهُمْ ۖ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ

اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں سے گہر رکھنے والے ہیں تو ان میں جو ایسے حضرات ہیں جو اس سے اتھار کر لیتے ہیں وہ اس کو جان بیٹھ اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَتَّبِعُمُ الشَّيْطَانَ الْإِقْلِيلَ ﴿۸۳﴾

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے پیچھے دو جاؤ۔ چنانچہ دینیوں کے۔

بعض حصہ آغاز سے قاصر و کوتاہ ہوتا جس کا مقابلہ ہو سکتا اور بعض حصہ حدیثی و روایتی ہے۔ معانی کے لحاظ سے پس اس کا بعض حصہ جس میں غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ وہ اطلاع کے مطابق ہوتا اور بعض حصہ اس کے خلاف نکلتا۔ اس کا بعض حصہ علمائے معانی کے نزدیک صحیح مقصد پر دلالت کرنے والا ہوتا اور بعض ناموافق معانی پر دلالت کرنے والا ہوتا۔

تردید بخیرین:

باقی بخیرین نے جن آیات میں اپنے فاسد گمان کی بناء پر اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہم نے ان آیات میں ان کے اعتقاد کی قطعی کھول دی ہے۔ مثلاً فاذا هي ثعبان مبين (الاعراف: ۱۰۷) کا بھا جان (النمل: ۱۰) فوربك لنسنلهم اجمعين (الحجر: ۹۲) فيومئذ لايسئل عن ذنبه انس ولا جان (الرحمن: ۳۹) وغیره من الآيات الكثیرہ۔

تا تجربہ کار لوگ:

آیت ۸۳: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ (جب ان کو امن کی خبر مل جاتی ہے یا خوف کی) ہم سے مراد کمزور مسلمان جن کو حالات کا پورا تجربہ نہیں یا منافقین۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے جہاد سرایا کی سلامتی و امن کی اطلاع ملتی ہے خوف اور شکست وغیرہ کی۔ اذاعوا بہ (تو وہ اس کو پھیلا دیتے ہیں) ان کا یہ پھیلاؤ نقصان دہ تھا۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ اذاع السر و اذاع بہ۔ اس نے وہ بھید ظاہر کر دیا۔ وہ کسی خیر کا مرنج الامر ہے۔ یا الامن یا الخوف۔ کیونکہ او۔ کسی ایک چیز کا نقصان کرتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ (اور اگر وہ اس خبر کو لوگوں سے رسول اللہ ﷺ اور ان کی طرف جو ان امور کو سمجھتے ہیں) اس سے مراد خبر ہے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَسَىٰ

سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ تکلف نہیں ہیں نہ اپنی جان کے، اور ایمان والوں کو ترغیب دیجئے،

اللَّهُ أَنْ يُكَفِّ بِأَسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَاسًا وَأَشَدُّ تَكْيَلًا ۝۱۵

اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا اور اللہ بہت سخت ہے زور کے اعتبار سے، اور بہت سخت ہے مزاحمت کے اعتبار سے،

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً

جو کوئی شخص اچھی شفاہت کرے۔ اسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری

سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝۱۶

شفاہت کرے اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم:

أُولَى الْأَمْرِ سِرَاد۔ کبار صحابہ جو معاملات میں گہری بصیرت رکھتے تھے یا وہ جن کو امیر و ذمہ دار بنایا جاتا۔ لَعَلَّمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (اس کو وہ لوگ پہچان لیتے جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی تدبیر کو جان لیتے جس کی ان کو اطلاع دی گئی اور اپنی فطانت اور تجربہ اور لڑائی کے داؤچ کو جاننے کی بناء پر اس کی تدبیر نکال لیتے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر کی طرف سے امن اور بعض دشمنوں پر یقینی غلبے کی اطلاع ملتی تھی۔ اور خوف و ڈر کی اطلاع تو وہ اس کو پھیلا دیتے وہ پھیل کر دشمن تک پہنچتی تو اشاعت ایک مستقل خرابی بن جاتی۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ اور ذمہ دار افراد کی طرف وہ بات لوٹاتے اور ان کے سپرد کرتے اور اس خبر کو کسی ان سنی کر دیتے۔ تو گہری سمجھ والے اس کی تدبیر خود کر لیتے کہ اس میں کیا کچھ کرنا ہے۔

النَّبِطُ: وہ پانی جو کنواں کھودنے سے اول مرتبہ نکلتا ہے۔ استنباط اتھا ان کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ استعارۃً ذہن کی تیزی سے جو معانی نکالے جائیں اور مشکل کاموں میں جوتہ امیر اختیار کی جائیں ان کے لئے استنباط ہوتا۔ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل (رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر جو فرمایا) وہ نہ ہوتا) وَرَحْمَتُهُ (اور اس کی رحمت) جو کتاب اتار کر اس نے فرمائی وہ نہ ہوتی۔ لَا تَبِعْتُمْ الشَّيْطَانَ (تو ضرور تم شیطان کی اتباع کرتے) اور کفر پر باقی رہتے۔ إِلَّا قَلِيلًا (مگر بہت تھوڑے)۔ تم میں وہ اس کی اتباع نہ کرتے۔ اور عقل سے ایمان لاتے جیسا زید بن عمرو بن نفیل اور قیس ابن ساعدہ وغیرہ۔

سابقہ آیات سے ربط:

آیت ۸۴: اس سے قبل آیات میں جہاد میں نال مثل کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اور ظاہری طور پر اطاعت کا اظہار اور اندر اس کی

مخالفت چھپانے کا تذکرہ کیا گیا۔ اب اس آیت میں جہاد کا حکم دیا کہ خواہ آپ تنہا ہوں اور کوئی ساتھ نہ دے۔ تب بھی آپ لڑیں۔ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (پس جہاد کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خواہ وہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

تنہا جہاد کا امر:

لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ (آپ مکلف نہیں مگر اپنی ذات کے) آپ اکیلے اپنے نفس کو جہاد کے لئے پیش کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ نہ کہ لشکر ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو بدر صغریٰ کے لئے نکلنے کی طرف بلایا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے بدر کے مقام پر لڑنے کا وعدہ کیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس نکلنے کو نا پسند کیا۔ پس یہ آیت اتری آپ ستر صحابہؓ کا دستہ لے کر نکلے۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ جاتا تب آپ اکیلے ہی نکل کر تشریف لے جاتے۔ وَخَوَّضَ الْمُؤْمِنِينَ (آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کریں) آپ کی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ ان کو آمادہ کریں پس کافی ہے۔ ان پر سختی کرنا نہیں۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِكَ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے گا) باس سے ان کی پکڑو شدت مراد ہے۔ ان کفار سے مراد قریش ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ان پر رعب ڈال دیا وہ نہ نکلے۔ عَسَىٰ: کا لفظ اگرچہ امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر سچی کی امید کہینے کے وعدہ پورا کرنے سے بہتر ہے۔ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا (اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والے ہیں) قریش سے۔ وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا (اور سخت عذاب دینے والے ہیں) وہ لڑائی میں تمہیں اتنا زنجش گے۔

شفاعت حسنہ اور سیئات:

آیت ۸۵: مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً (جو اچھی شفاعت کرتا ہے) وہ شفاعت شرارت کو دور کرنے کی ہو یا فائدہ پہنچانے کی بشرطیکہ شرعاً جائز ہو۔ يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا (تو اس کے لئے ثواب شفاعت کا حصہ ہوگا) وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً (جو بری سفارش کرے گا) سینیۃ وہ سفارش جو حسنہ کے برخلاف ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ میرے سوا اس کا کوئی تفسیر کرنے والا نہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے توحید کا حکم دیا۔ کفار سے لڑائی کی یہ شفاعت حسنہ ہے اور اس کی ضد شفاعت سیئہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ شفاعت حسنہ صلح کرانا اور شفاعت سیئہ چغلی کرنا۔ يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا (اس کو اس میں سے حصہ ملے گا) وَتَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں) المقیت کا معنی قدرت والا۔ من اقات علی الشئ قدر علیہ۔ جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہے۔ یا مقیت کا معنی حفیظ ہے یا پھر یہ قوت سے ہے جس کا معنی خوراک ہے کیونکہ خوراک بھی جان کو روک کر رکھتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ

اور جب تمہیں کسی تحیہ کے ذریعہ دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دے دو۔ یا اسی کو لوٹا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا

کُلِّ شَيْءٍ حَسِيبٌ ﴿۸۶﴾

حساب لینے والا ہے۔

آیت ۸۶: وَإِذَا حُيِّتُمْ (جب تمہیں سلام کیا جائے) سلام کے ساتھ تحیہ ہمارے دین میں یہ دونوں جہاں کی سلامتی کی دعا ہے۔ جیسا کہ النور کی آیت ۶۱ میں فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تحیہ من عند اللہ۔ فرمایا اسی طرح سورہ احزاب آیت ۴۳ میں تحیتہم یوم یلقونہ سلام۔ فرمایا۔

سلام کی انتہاء و برکات:

اسلام سے قبل اہل عرب ملاقات کے وقت حیاء اللہ کہتے یعنی تیری زندگی دراز ہو۔ اسلام نے آکر اس کو اسلام علیکم سے بدل دیا۔ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (کسی طرح کا سلام تو تم اس سے بہتر جواب دو) یعنی کہو علیکم السلام و بیحد جب کہ وہ اسلام علیکم کہے اور برکات کا اضافہ کر دو جبکہ وہ بیحد کہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کی انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء برکات ہے۔ (ذکرہ البغوی) تحیہ یہ تفعیل کا وزن ہے۔ حیاء۔ یحیی۔ تحیہ۔

أَوْ رُدُّوْهَا (یا اسی کو لوٹا دو) یعنی اسی طرح کا جواب دو۔ رد سلام کا مطلب اسی طرح کا جواب دینا ہے۔ کیونکہ جواب دینے والا مسلم کے قول کو واپس لوٹاتا ہے۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی رد و امٹلھا

سلام کے مسائل:

مَنْبَتُهُ: سلام سنت ہے۔ اور جواب سلام فرض ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ زائد الفاظ سے جواب دے۔

مَنْبَتُهُ: جب کسی مسلمانوں کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کرے اور وہ اس کا جواب اگر نہ دیں گے تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں اور ملائکہ خود سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مَنْبَتُهُ: خطبہ میں سلام کا جواب نہیں۔ قرآن کی جبری قراءت کے وقت سلام نہیں۔ اس طرح حدیث کی روایت کے وقت، علم جب پڑھایا جا رہا ہو۔ اذان کے وقت۔ اقامت کے وقت۔

مَنْبَتُهُ: امام ابو یوسف بیحد علیہ فرماتے ہیں۔ شطرنج کھیلنے والے، چوڑے کھیلنے والے گانا گانے والے، قضاے حاجت میں مصروف، کبوتر اڑا کر شگون لینے والے اور حمام میں بلا عذر رنگا ہونے والے وغیرہ کو سلام نہ کرے۔

مَنْبَتُهُ: مرد جب اپنے گھر میں آئے تو اپنی بیوی کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ سوار پیدل چلنے والے کو۔ گھوڑ سوار گدھے سوار کو۔ چھوٹا بڑے کو۔ قلیل تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو جب ملاقات کریں تو سلام میں جلدی کریں۔

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ضرور بالشرع قیامت کے دن تمہیں جمع فرمائے گا۔ جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ؕ

زیادہ کسی کی بات سچ ہوگی

یہود کے سلام کا حکم:

ایک قول باحسن منہا کے متعلق یہ ہے کہ اہل ملت کے لئے ہے۔ اور دو ہا یہ ذمی کفار کے لئے ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔ یعنی وعلیکم مافلتکم۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اس وقت السلام علیکم کہتے تھے کہ تم پر موت واقع ہو۔

ایک اشکال اور اس کا حل:

آپ ﷺ کا ارشاد لا غرار فی تسلیم۔ سلام میں دھوکا بازی نہیں۔ یعنی اس طرح نہ کہیں علیک، بلکہ علیکم کہیں۔ کیونکہ کرانا کا تین بھی ساتھ ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ہر چیز پر خواہ سلام ہو یا اور، وہ محاسبہ کرے گا۔

آیت ۸۷: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ (اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن میں جمع کریگا)

تَحْجُوْا: لفظ اللہ مبتداء۔ لا الہ الا هو۔ خبر ہے یا جملہ معترضہ ہے اور لیجمعنکم خبر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ کی قسم وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا۔

یوم القیامۃ سے مراد تمہیں اٹھائے گا۔ قیامت اور قیام یہ طلبہ اور طلب کی طرح ہیں۔ اور قیام سے قبور سے اٹھنا یا حساب کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے۔ جیسا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ المطففین: ۶۔ میں وارد ہوا۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ قِیَامَتِ مِیْن کوئی شبہ نہیں۔

تَحْجُوْا: یہ یوم القیامۃ سے حال ہے۔ ہا کی ضمیر یوم کی طرف راجع ہے۔ یا مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے جمعا لا ریب فیہ ایسا جمع ہونا جس میں شبہ نہیں۔ اور ہا کی ضمیر جمع کی طرف لوثی ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرَزَّهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۖ أَتُرِيدُونَ

سو منافقین کے بارے میں تم کو کیا ہوا کہ دو گروہ بن گئے۔ اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں اتنا پیچہ دیا۔ کیا تم چاہتے ہو

أَنْ تَهْدُوا ۖ أَمْ أَضَلَّ اللَّهُ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿۸۸﴾

کہ اسے ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے سو تو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا۔

وَذُو الْأَوْتَارِ ۚ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ۖ فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ

ان کی خواہش ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر اختیار کیا پھر تم سب برابر ہو جاؤ۔ سو تم ان میں سے دوست

أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوا ۚ وَهُمْ وَ

نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کے راستے میں، سو اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور

أَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۸۹﴾

ان کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار

اللہ سب سے زیادہ سچے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہے) نَحْنُ: حَدِيثًا یہ تیز ہے۔ اور استفہام بمعنی نفی ہے۔ مطلب یہ ہے اطلاع دینے اور وعدہ و وعید میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں۔ کیونکہ کذب قبیح ہے اور اسکا اطلاق اس کی ذات پر ناممکن ہے۔ کیونکہ کذب کی حقیقت کسی چیز کے متعلق ایسی اطلاع جو اس میں نہیں پائی جاتی اور یہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

آیت ۸۸: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ (تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقین کے متعلق دو گروہ ہو گئے)

نَحْنُ: مَعًا مبتداء اور لکم خبر ہے۔

منافقین کے لئے فیصلہ کن قول:

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ان لوگوں کے متعلق اختلاف میں پڑے ہوئے ہو۔ جو ظاہراً منافقت اختیار کرنے والے ہیں۔ اور تم ان کے متعلق دو گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ تم ان کے متعلق قطعی طور پر کافر ہونے کی بات نہیں کرتے۔ یہ معاملہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت منافقین نے دیہات کی طرف جانے کے لئے آپ ﷺ سے اجازت مانگی۔ ان کو مدینہ کی مرطوب

آب و ہوا کی وجہ سے تکلیف تھی۔ جب وہ مدینہ سے نکلے تو برابر سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے۔ ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا وہ کافر ہیں۔ بعض نے کہا وہ مسلمان ہیں۔

تَحْفُوفٌ: فتنین یہ حال ہے جیسا کہتے ہیں مالک قائمًا۔ نبیوہ کہتے ہیں جب تم کہو مالک قائمًا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم قمت؟ تو کس لئے کھڑا ہے۔ اور اس پر نصب اس تاویل سے آیا ای شئی یستقر لک فی ہذہ الحال؟ کوئی چیز تمہیں اس حالت میں قائم رکھنے والی ہے؟

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دیا ان کے اعمال کی وجہ سے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ ان کے ارتداد اختیار کرنے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔ تم بھی ان کو کفر کی طرف لوٹاؤ اور ان کے بارے میں اختلاف نہ کرو۔

گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو:

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کیا ہو۔ اس کو ہدایت یاب کرو) یعنی اس کو من جملہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے قرار دو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو۔ یا کیا تم ان کا نام ضرور مسلمان رکھنا چاہتے ہو۔ جن کی گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ان کو مسلمان کہا ان کو عار دلانا مقصود ہے۔

اشاعرہ کی دلیل:

نکتہ: یہ آیت ہمارے مذہب اشاعرہ کی دلیل ہے کہ کسب بندے کے لئے ثابت ہے۔ اور خلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وَمَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف۔

آیت ۸۹: وَذُوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا (وہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی ایسے ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ ہو گئے) **تَحْفُوفٌ**: کاف یہ محذوف مصدر کی صفت ہے اور ما مصدر یہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و دوا لو تکفرون کفراً مثل کفرهم۔ وہ چاہتے ہیں کاش تم کفر کرو کفر کرنا ان کے کفر کی طرح۔

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً (تا کہ وہ اور تم برابر ہو جاؤ) اس کا عطف تکفرون پر ہے۔ سواء یہ مستوین کے معنی میں ہے۔ تا کہ تم اور وہ کفر میں برابر ہو جاؤ۔

اسلام سے پہلے موالات نہیں:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ حَتّٰی يَّهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پس تم ان کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں۔) ان سے موالات اس وقت تک نہ کرو جب تک اسلام نہ لائیں کیونکہ ہجرت تو اسلام لانے کے بعد ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ ایمان سے منہ موڑیں) فَخُذُوْهُمْ وَاَقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ (پس ان کو پکڑو اور ان کو قتل کرو جہاں تم

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو ان لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے یا تمہارے پاس اس حال میں آجائیں

حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ

کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے رک رہے ہوں۔ اور اگر اللہ

اللَّهُ لَسَلَطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ ۚ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ

چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا سو وہ ضرور تم سے لڑتے۔ پس اگر وہ تم سے الگ رہیں سو تم سے قتال نہ کریں

وَالْقَوَالِيكُمُ السَّلَامَ ۖ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ سَتَجِدُونَ

اور تمہارے ساتھ سلامت روی کا معاملہ رکھیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں دی۔ غرض یہ کہ دوسرے لوگوں

آخِرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ ۖ كُلَّمَا رُزُّوا إِلَى

کو پڑ گئے جو یہ چاہیں گے کہ تمہاری طرف سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب بھی لوٹائے جائیں گئے

الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ

کی طرف تو اس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ سو اگر وہ تم سے کیسوں ہوں اور تمہاری طرف سے سلامت روی کا معاملہ نہ رکھیں

وَيَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ فخذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقْتُلُوهُمْ ۖ وَأُولَئِكَ

اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں سو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝

جن پر ہم نے تمہارے لئے ایسی جہت دے دی ہے جو واضح ہے۔

ان کو پاؤ جیسا کہ تمام مشرکین کا حکم ہے (وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْهُمْ شَيْئًا وَلَا تَصِيْرُوا) (ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مت بناؤ) اگر وہ اپنی دوستی اور مدد پیش کریں تو ہرگز قبول نہ کرو۔

معاهدہ والوں کا قتل جائز نہیں:

آیت ۹۰: إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ (سوائے ان لوگوں کے جو ایسی قوم کے پاس پہنچ جائیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے)

یصلون کا معنی پہنچ کر ان سے تعلق قائم کر لیں۔ یہ خذوہم و اقتلوہم سے استثناء ہے۔ موالات کی طمع میں قتل مت ترک کرو۔
 یُسَکُنْکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِیقَاتٌ (تمہارے اور ان کے درمیان میثاق و معاہدہ ہو) اس سے مراد اسلامی لوگ ہیں۔ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا اور اس کا واقعہ اس طرح تھا کہ ہلال بن عویمرؓ اسلمی کے مکہ جانے سے پہلے اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ کہ ہلال نہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کرے گا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرے گا۔ اور جو شخص ہلال کی پناہ میں آجائے گا۔ خواہ وہ قبیلہ کا ہو یا غیر قبیلہ کا اس کو بھی ہلال کی طرح پناہ حاصل ہوگی۔ نہ قتل کیا جائے گا اور نہ گرفتار مطلب یہ ہوا کہ ان کو قتل کرو مگر وہ لوگ جو تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ کی وجہ سے متصل ہو جائیں۔

اَوْ جَاءَ وَکُمْ (یا وہ تمہارے پاس آجائیں) نَحْنُ: اس کا عطف قوم کی صفت پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اِلا الذین یصلون الی قوم معاہدین او قوم ممسکین عن القتال لا لکم ولا علیکم۔ مگر وہ لوگ جو ایسی قوم سے مل جائیں جو معاہدہ والی ہو یا ایسی قوم سے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے رکے والی ہوں نہ تو وہ تمہارے حق میں ہوں اور نہ وہ تمہارے مخالف ہوں یا اس کا عطف الذین کے صلہ پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اِلا الذین یتصلون بالمعاهدین او الذین لا یقاتلونکم۔ مگر وہ لوگ جو مل جائیں معاہدین کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑنے والے نہیں ہیں۔
 حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ اَنْ یَّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یَقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ (ان کے دل میں نفرت ہے۔ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم سے لڑنے سے) الحصر۔ تنگی اور گھٹن۔

نَحْنُ: قد کو مضمّر مان کر حصر صُدُورُہم حال ہے۔ اور ان یقاتلوکم میں اُن کے بعد عن محذوف ہے ای عن قتالہم۔ یقاتلوا قومہم سے مراد تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑنا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ لَسَلَطْنٰہُمْ عَلَیْکُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کر دیتے) ان کے دلوں کو مضبوط کر دیتے اور نفرت قتال کو دور کر دیتے۔ فَلَقَاتِلُوْکُمْ (اور وہ تم سے جنگ کرتے) نَحْنُ: اس کا عطف لسلطہم پر ہے۔ اور لام کو تاکید کے لئے داخل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کا مجموعہ جزاء نہیں بلکہ ہر ایک مستقل جزاء ہے۔ کیونکہ تسلط کے بعد لڑنا ضروری نہیں۔
 فَاِنْ اَعْتَزَلُوْکُمْ (اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں) اور تعرض نہ کریں۔ فَلَمْ یَقَاتِلُوْکُمْ وَالْقَوٰا اِلَیْکُمُ السَّلٰمُ (اور وہ تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا سلوک کریں) یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْہِمْ سَبِيْلًا (تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی) یعنی ان سے قتال کی اجازت نہیں دی۔

تَفْسِیْرُ آیت ۹۱:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّأْمَنُوْکُمْ (تم ان کو بھی پاؤ گے جو تم سے بے خوف ہو کر رہنا چاہتے ہیں) منافقت کے ساتھ وَیَأْمَنُوْا قَوْمَهُمْ (اور اپنی قوم سے بے خطر رہنا چاہتے ہیں) موافقت کے ساتھ۔ یہ قبائل اسد و غطفان ہیں۔ جب یہ مدینہ آتے تو اسلام لاتے اور معاہدہ کر لیتے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی کافر قوم کی طرف لوٹ کر جاتے تو تمہارے معاہدے توڑ دیتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً

اور کسی مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر خطا کے طور پر۔ اور جو شخص کسی مومن کو بطور خطا قتل کر دے

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ

تو اس پر واجب ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور اس کے خاندان والوں کو دیت ادا کرے۔ الا یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ مقتول ایسی

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُمْ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۚ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

قوم میں سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ

کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو دیت بھی واجب ہے جو اس کے خاندان والوں کو پیر کر دی جائے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔ بچ

لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

جس شخص کو غلام نہ ملے تو دو گھنٹہ دو ماہ کے روزے رکھے بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ علم والا

حَكِيمًا ۙ

اور حکمت والا ہے۔

كَلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ (جب ان کو فتنہ کی طرف لوٹایا جائے) فتنہ سے مراد ان کی قوم کا ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے دعوت دینا ہے۔ اُرْكُسُوْا فِيْهَا (وہ بدترین صورت سے اس میں پلٹ جاتے ہیں) یہ لوگ اس حالت میں ہر دشمن سے بدتر ہیں۔ فَاِنْ لَّمْ يَعْزَلُوْكُمْ (پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے علیحدگی اختیار نہ کریں) وَيَلْقَوْا اِلَيْكُمْ السَّلَامَ (اور نہ ہی طالب صلح ہو کر تم سے صلح کریں) اس کا عطف لم یعزلوكم پر ہے۔ اور نفی کا اثر یلْقَوْا پر بھی ہے۔ وَيَكْفُوْا اَيْدِيَهُمْ (اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو روکیں) فَخُذُوْهُمْ وَاَقْلُوْهُمْ حَيْثُ تَقْتُلُوْهُمْ (تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ) یعنی جہاں ان پر قابو پاؤ اور غالب ہو۔ وَاَوَلَيْكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی ہوئی دلیل دے دی)۔ یعنی ان سے لڑنے کے جواز کی کھلی دلیل ان کی ظاہر دشمنی کی صورت میں مہیا کر دی اور ان کی حالت کفر و عداوت تمہارے سامنے طشت از بام کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا نقصان پہنچانا بتلادیا۔ یا تسلط ظاہر کر دیا اس طرح کہ ان کے قتل کی اجازت دے دی۔

کافر کا خون مباح، مؤمن کا حرام:

آیت ۹۲: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (کسی مسلمان کو زیبا اور مناسب نہیں) یعنی اس کے لئے صحیح و درست نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے۔ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا (کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے) یعنی ابتدائی طور پر بلا کسی قصاص کے۔ اس میں بتلایا کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں۔ کافر کا خون تو مباح ہے۔ نہ کہ مؤمن کا۔ اِلَّا خَطَاً (مگر غلطی سے) یعنی غلطی کی وجہ سے۔
تجوید: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور لکن کے معنی میں ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ لکن ان وقع خطا۔ لیکن اگر غلطی سے مار ڈالے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی اِلَّا قَتْلًا خَطَاً مگر وہ قتل جو غلط طور پر ہو۔ مطلب یہ ہوا مؤمن کی شان یہ ہے کہ قتل مؤمن کا پایا جانا اس سے منافی ہوا ابتداء۔ مگر جب اس سے بلا قصد غلطی سے پایا جائے۔ اس طرح کہ وہ کافر کو تیر مارے اور مسلمان کو لگ جائے۔ یا کسی کو کافر سمجھ کر مارا اور وہ مسلمان تھا۔
 وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (جس نے کسی مؤمن کو خطا سے قتل کر دیا پس ایک مؤمنہ گردن آزاد کرنا ہے)
تجوید: خطا یہ قتل مصدر محذوف کی صفت ہے۔ اِی قَتْلًا خَطَاً۔ تحریر رقبہ مبتداء ہے اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فعليه تحریر رقبہ۔ پس اس کے ذمہ ایک مؤمن گردن آزاد کرنا ہے۔

حکمت تحریر:

التحریر۔ آزاد کرنا۔ آزاد اور آزاد کیا ہوا شریف شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ شرافت آزاد لوگوں میں ہے۔ جیسا کہ کمینگی غلاموں میں ہے۔ اسی سے عتاق الطیر اور عتاق الخیل عمدہ پرندوں اور گھوڑوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آزادی میں زندگی:

الرقبة: گردن سے مراد جان ہے۔ اہل عرب اس کی تعبیر راس سے کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں: فلانا يملك كذا راساً من الرقيق۔ فلاں اتنے غلاموں کا مالک ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس نے ایک مؤمن جان کو من جملہ زندوں سے نکال دیا تو ضروری ہو گیا کہ وہ ایک مؤمن جان اسی طرح کی آزاد لوگوں میں شامل کرے۔ کیونکہ غلام کو آزادی سے رہا کرنا اس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ کیونکہ غلام کا شمار تو مردوں میں ہوتا ہے۔

کیونکہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر موت ہے۔ جیسا قرآن مجید میں او من كان ميتاً فاحيينه۔ الانعام۔ ۱۲۲۔ اسی لئے اس کو منع کیا گیا کہ وہ آزاد لوگوں جیسا تصرف کرے۔ مگر یہ اشکال والی بات ہے۔ اس لئے کہ اگر بات اسی طرح ہوتی تو قتل عمد میں بھی گردن کی آزادی لازم ہوتی۔ لیکن یہ بات بطور احتمال کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مؤمنہ گردن کی آزادی لازم کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کی مؤمن جان کو باقی رکھا۔ وہ اس طرح کہ قصاص لازم نہ کیا۔ اسکی بجائے اس کی مثل رقبہ مؤمنہ لازم کر دی۔

دیت ترکہ کی طرح ہے:

وَدِيَّةٌ مِّسْلَمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ (اور دیت جو سپرد کی جائے۔ میت کے ورثاء کو) اور وہ اس کو باہمی تقسیم کر لیں۔ جیسا کہ میراث کو وہ تقسیم کرتے ہیں۔ اس میں اور بقیہ ترکہ کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں۔ اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے گا۔ اور وصیت بھی نافذ ہوگی۔ اور اگر کوئی وارث نہ رہے گا تو وہ بیت المال کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اشیم الضبابی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے خاوند اشیم کی دیت سے حصہ دیا۔ دیت کی ادائیگی البتہ عاقلہ پر ہوگی۔ اور کفارہ قاتل پر۔ اِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (مگر یہ کہ وہ دیت معاف کر دیں) یصدقوا اصل میں بتصدقوا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اس پر ہر حال میں دیت ہے۔ مگر معاف کر دینے کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ (اگر وہ اس قوم میں سے ہے جو تمہارے دشمن ہیں) یعنی مقتول خطا تمہارے دشمنوں میں سے ہے۔ العدو کا لفظ مفرد جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ مقتول مؤمن ہے۔

دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم:

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ (تو ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا ہے) اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا۔ اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا۔ کسی مسلمان کے ہاتھوں وہ خطا قتل ہو گیا۔ تو اسلام کی وجہ سے بطور کفارہ لونڈی آزاد کرنی ضروری ہے۔ دیت لازم نہیں۔ کیونکہ خون کی مصومیت تو دارالاسلام پر موقوف ہے۔ اور یہ دارالاسلام نہ تھا۔ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ يَبْغُونَ وَيَبْغِيهِمْ مِيتَانِ (اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے) قَدِيَّةٌ مِّسْلَمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ (تو دیت سپرد کی جائے اس کے اہل کو اور ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے) یعنی اگر مقتول ذمی ہو تو اس کا حکم مسلمان والا ہے۔

مَنْبِتْنَلَا: اس آیت میں دلیل ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی طرح ہے۔ ہم احناف کا قول یہی ہے۔ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ (جو نہ پائے گردن) یعنی اس کا مالک نہ ہو۔ اور نہ اس تک اس کی وسعت ہے۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس پر دو ماہ کے روزے ہیں) مُتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ (جو مسلسل رکھے جائیں یہ توبہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے)

نَحْمَدُ: مضاف محذوف ہے اور شہرین سے حال ہے۔ یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو اس کی طرف سے اور رحمت اس کی طرف سے۔ یہ تاب اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی اذا اقبل توبتہ یعنی یہ توبہ کے لئے مشروع ہوا۔ اس صورت میں یہ مفعول لہ ہے یا فلیتب توبۃ اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ اس کا نصب مصدریت کی وجہ سے ہے اور مفعول مطلق بن گیا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اس کو جو اس نے حکم دیا۔ اور اس میں حکمت والے ہیں) جس میں اس نے قدرت کو ظاہر فرمایا۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا أَفْجَرُ آوُهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ

اور جو شخص کسی مومن کو قصد قتل کر دے تو اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا

وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۳﴾

اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت ۹۳: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا (جس شخص نے قتل کیا کسی مسلمان کو قصداً) متعمداً۔ یہ قاتل کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہو گا وہ مومن کو مومن ہونے کی وجہ سے قتل کرے یا اس کے قتل کو حلال سمجھتے ہوئے قتل کر دے۔ یہ دونوں کفر ہیں۔

خلود سے طول قیام مراد:

فَاجْرُ آوُهُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا (پس اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ یعنی آپ علیہ السلام کے قول کے مطابق اگر وہ اس کو سزا دے تو اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے بعض اوقات خلود سے طول قیام مراد لیا جاتا ہے۔ اور معتزلہ کا یہ کہنا کہ وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ (البقرہ: ۱۷۸) وَعَصِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ (اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے) یعنی اس سے بدلہ لیں گے اور رحمت سے اس کو دور کر دیں گے۔ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے) کیونکہ اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور بڑی مصیبت کا حدیث میں فرمایا گیا۔ دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ پر آسان ہے مومن کے قتل سے۔

(ترمذی۔ ۱۳۹۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تمہارے سامنے اطاعت

أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ

ظاہر کرے اے یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تم دنیا والی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو۔ سو اللہ کے پاس

مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

غنیمت کے بہت مال ہیں، اس سے پہلے تم ایسے ہی تھے، سو اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو خوب تحقیق کیا کرو۔ بے شک اللہ ان

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۖ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِيَ الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي

کاموں سے یا جہاد کرتے ہو۔ جو مسلمان ضرور والے نہیں ہیں۔ ان میں جو بیٹھ رہے والے ہیں اور جو اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

کرنے والے ہیں برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں ان کو پیسے رہ جانے والوں پر اللہ نے بہت درجہ کی

عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۖ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۖ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ

افنیات دی ہے اور سب سے اللہ نے بھائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے فضیلت دی ہے جہاد کرنے والوں کو پیسہ رو جانے والوں پر

عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ دَرَجَتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ

انجر عظیم عطا فرما کر۔ جو اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور مہربانی کی صورت میں ملے گا۔ اور

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۙ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معاملہ کی تحقیق کرو:

آیت ۹۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اے ایمان والو جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی غزوہ میں جاؤ) فَتَبَيَّنُوا (تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو) فَتَبَيَّنُوا حمزہ وعلیٰ رحمہما اللہ نے پڑھا۔ یہ دونوں تعلق سے ہیں اور استعمال کے معنی میں ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ معاملہ کی مکمل تحقیق کر لو اور جانچ لو اور اس میں غلبت سے کام نہ لو۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ

السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا) اور جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مؤمن نہیں)

قرأت: السَّلَامَ کو السَّلَامَ مدنی، شامی، حمزہ نے پڑھا ہے۔ اور دونوں کا مطلب فرمانبرداری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ السلام علیکم کہنا ہے۔ ایک قول ہے۔ اسلام مراد ہے۔

خُجُو: لَسْتُ مُؤْمِنًا۔ یہ موضع نصب میں ہے۔ لا تقولوا کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔
واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ:

روایت میں ہے کہ مرداس بن نہیکؓ اسلام لائے۔ مگر ان کی قوم اسلام نہ لائی۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک لشکر نے علاقہ پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے۔ مرداس وہاں رہا کیونکہ اسے اپنے مسلمان ہونے کا یقین تھا۔ جب اس نے گھوڑوں کو دیکھا تو اپنی کمریوں کو پہاڑ کی اوٹ میں کر دیا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب گھوڑے پہنچے اور انہوں نے تکبیر بلند کی تو اس نے بھی تکبیر بلند کی اور اتر کر آ گیا۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ اور السلام علیکم کہا مگر اسامہ بن زیدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی کمریاں ہٹا کر لے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ اس پر سخت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم نے اس کو قتل کر دیا اس سامان کی خاطر جو اس کے پاس تھا۔ پھر حضرت اسامہ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو) یعنی تم غنیمت چاہتے ہو۔ حالانکہ وہ جلدی ختم ہونے والا سامان ہے۔ یہی تمہیں ثابت قدمی سے چھوڑنے کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور اسی نے تمہیں مقتول کے حالات کی بحث و کرید سے روکا۔ الفرض سے مراد مال ہے۔ عرض کہنے کی وجہ اس کا جلد زوال پذیر ہونا ہے۔

خُجُو: تَبْتَغُونَ، تقولوا کی ضمیر سے حال ہے۔

فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں بے شمار غنائم ہیں) جو اللہ تعالیٰ تمہیں عنایت فرمائیں گے۔ جو تمہیں اسلام کا اظہار کرنے والے کے قتل سے بے نیاز کر دیں گی۔ اور اس سے تم اس کے مال کی طرف تعرض کرنے سے بچ جاؤ گے۔ اس پر قبضہ کرو۔

كَذَلِكَ

كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ (تم بھی تو اس سے قبل اسی طرح تھے) جبکہ تم نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ اور تمہارے مؤمنوں سے کلمہ شہادت سنائیں اسی سے تمہارے مال محفوظ ہو گئے۔ بغیر اس انتظار کے کہ تمہاری زبانیں اور دل موافقت کریں۔ كَذَلِكَ کا کاف کان کی خبر ہے۔ اور اس کو کان کے اسم بلکہ کان سے بھی مقدم کیا گیا ہے۔ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا) ایمان پر ثبات اور ایمان پر شہرت دے کر پس ایمان میں داخل ہونے والوں سے اسی طرح کا سلوک کرو۔ جیسا تم سے کیا گیا۔ فَتَبَيَّنُوا (خوب تحقیق کرلو) تبینوا کو دوبارہ عظمت و تاکید کیلئے لائے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں) پس قتل کی طرف فوراً مت گرو بلکہ اس میں پوری احتیاط و بچاؤ سے کام لو۔

آیت ۹۵: لَا يَسْتَوِي الْفَاعِلُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ (بلاعذر جہاد سے بیٹھے رہنے والے مسلمان برابر نہیں)

قاعدون سے مراد جہاد سے بیٹھ رہنے والے۔

نحو: قراءت: مدنی۔ شامی، علی بنیہ نے غیور پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدون سے استثناء ہے۔ یا حال ہے۔ البتہ حمزہ بینید نے مؤمنین کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔ باقی تمام قراء رحمہم اللہ نے قاعدون کی صفت بنا کر مرفوع پڑھا ہے۔ الضرر سے مراد مرض ہے یا محذوری جیسے نایبنا، لنگڑا، اپانچ پن وغیرہ۔

قاعد و مجاہد برابر نہیں:

وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (اور جہاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال و انفس کے ساتھ) اس کا عطف القاعدون پر ہے۔ بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور مجاہد میں برابری کی نفی فرمائی۔ اگرچہ اس کو معلوم ہو۔ اور جہاد سے بیٹھ رہنے والے کو توجہ کر کے ابھارنا مقصود ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ الزمر۔ ۹۔ اس آیت میں طلب علم پر آمادہ کیا اور جہل پر رضامندی اختیار کرنے پر متنبہ کیا۔

ایک سوال کا جواب:

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں نسبت گھر بیٹھنے والوں کے) اس جملہ کو جملہ اول کے لئے بطور بیان کے لایا گیا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ قاعدین کا درجہ کیوں مجاہدین کے برابر نہیں۔ گویا اس آیت کو سن کر سوال ابھرتا تھا کہ آخر یہ کیوں برابر نہیں تو جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ دَرَجَةً یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ کسی شے کا مفہوم تفصیل میں ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ کانہ فضلہم تفضلاً اس نے ان کو فضیلت دی ایک درجہ۔ جیسا کہتے ہیں ضریہ سوطاً۔ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى (اور ہر دو فریق سے اللہ تعالیٰ نے اچھے بدلے کا وعدہ فرمایا)

خُتْمٌ: کُلًّا یہ وعدہ اللہ کا پہلا مفعول اور الحسنی دوسرا مفعول ہے۔

کُلًّا سے مراد مجاہدین و قاعدین کے دونوں فریق ہیں۔ الحسنی سے مراد جنت ہے۔ اگرچہ مجاہدین کو قاعدین سے درجات میں فضیلت میسر ہوگی۔

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم سے فضیلت دی ہے)

آیت ۹۶: ذَرَجَتْ مِنْهُ مَغْفِرَةٌ وَرَحْمَةٌ (درجات اپنی طرف سے اور مغفرت اور رحمت)

خُتْمٌ: نمبر: اجراً یہ فضل کی وجہ سے منصوب ہے اور درجات و مغفرت و رحمة یہ اجراً سے بدل ہیں گویا عبارت یہ ہے اجراً ہم اجراً.....

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ

ہے شک فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جان پر ظلم کر رکھا تھا ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال

كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ

میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم بے بس تھے زمین میں، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین

اللَّهُ وَاسِعَةٌ فَهَاجَرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ

کشادہ نہیں تھی کہ تم ترک وطن کر کے دوسری جگہ چلے جاتے، سو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ لمبی

مَصِيرًا ۝ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا

جگہ ہے۔ لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی

يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝ فَأُولَٰئِكَ عَسَىٰ

تدبیر کر سکیں اور نہ راستہ سے واقف ہوں امید ہے

اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝

کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نمبر ۲۔ درجات۔ منصوب ہے درجہ کی وجہ سے۔ عبارت اس طرح ہوگی فضلہم تفضیلات۔ جیسا کہتے ہیں۔ ضربہ اسواطاً ای ضربات اور اجراً عظیماً منصوب ہے درجات نکرہ کی وجہ سے اور مغفوة ورحمة منصوب ہیں فعل مضمر کی وجہ سے۔ گویا عبارت اس طرح ہے وغفرلہم ورحمہم مغفوة ورحمة۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بالغذر بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے اور بلاعذر آنحضرت ﷺ کے ہم سے بیٹھ رہنے والے دوسروں کی کفایت کی وجہ سے کئی درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ عذر کو معاف کر کے بخشش کرنے والے اور زیادہ اجر بڑھا کر رحم کرنے والے ہیں)

تفسیر آیت ۹۷:

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق اتری جو اسلام لائے مگر ہجرت نہ کی۔ جبکہ ہجرت فرض تھی۔ اور مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے

مرد ہو کر اور قتل کیے گئے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ تَوَفَّيْ۔ ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور مضارع بھی تو فہم ایک قاتل کو حذف کر دیا گیا۔ التوفیٰ قبض روح کو کہتے ہیں۔ ملائکہ سے مراد ملک الموت اور اسکے معاون۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ (بیشک وہ لوگ جن کی ملائکہ روح قبض کرتے ہیں) ظَالِمِيْۤ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں) یہ تو فہم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر کفر والا، ترک ہجرت والا ظلم کرنے والے ہیں۔

قَالُوْا (وہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں) فِیْمَ كُنْتُمْ (تم اپنے دین کے سلسلہ میں کس چیز پر تھے) اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تم اپنے دین میں کسی چیز پر نہ تھے۔ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعِفِيْنَ (وہ کہتے ہیں کہ ہم ہجرت سے عاجز تھے) اس لئے کہ مغلوب تھے۔ فِی الْاَرْضِ (سر زمین مکہ میں) انہوں نے ہمیں جبر و اکراہ سے نکالا۔ قَالُوْا (ملائکہ ان کو بطور توہین کہتے ہیں) اَلَمْ تَكُنْ اَرْضَ اللّٰهِ وَاَسْعٰۤہُ فَتُحٰۤہُ جَوْۤہُ فِیْہَا (کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے) اس سے مراد یہ ہے کہ تمہیں مکہ سے کسی بھی علاقے کی طرف ہجرت کی قدرت حاصل تھی۔ جہاں تمہیں اپنے دین کے ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہ تھی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی ہجرت کر سکتے تھے۔ فتہاجروا یہ جواب استفہام کی وجہ سے منسوب ہے۔ قَالُوْۤلَکَ مَاۤوٰہُمْ جَہَنَّمُ وَاَسَآءُ مَّصٰیۡرًا (سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کیلئے بری جگہ ہے) یہ ان کی خبر ہے۔ اولئک پر فاس لئے لائے کیونکہ اللہ دین میں ابہام ہے جو شرط کے مشابہ ہے۔ یا قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ اور ضمیر عائد محذوف ہے یعنی قَالُوْا لہم۔

ہٰذِہٖۤ اٰیٰۃٌ لِّلَّذِیْنَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلًا (نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ امکان ہو تو اس پر ہجرت ضروری ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو اپنے دین کو لے کر ایک زمین سے دوسری زمین میں گیا خواہ وہ ایک بالشت دور ہو تو جنت اس کیلئے لازم ہوگی اور وہ اپنے باپ ابراہیم اور نبی محمد ﷺ کا رفیق ہوگا۔) (نقلی نے مرسلاً روایت کی ہے)

تَفْسِیۡرُ آیۡتِ ۹۸:

اِلَّا الْمُسْتَضْعِفٰۤیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے مغلوب کر دیئے گئے)۔ اس میں مغلوب لوگوں کو اہل وعید سے مستثنیٰ کیا گیا۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلًا وَلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا (نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے واقف ہیں)

یعنی محتاجی اور عاجزی کی وجہ سے نکلنے کی تدبیر نہیں رکھتے اور نہ ان کو راستوں کی پہچان ہے۔

حِجْمٌ: لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ یہ مستضعفین کی صفت ہے۔ یا الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ کی صفت ہے اور یہ بات درست ہے۔ جملہ حکما نکرہ ہے۔ موصوف میں حرف تعریف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی نظیر یہ ہے۔ وَلَقَدْ اَمَرَ عَلٰی اللّٰہِمْ یَسْنٰی۔ شعر میں یسنٰی جملہ اللہم کی صفت ہے۔

آیت ۹۹: قَالُوْۤلَکَ عَسٰی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْہُمْ (پس ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا) یہاں عسی کا لفظ اگرچہ امید و طمع کے لئے آتا ہے۔ مگر شاہی محاورہ میں وجوب کے لئے ہے۔ کیونکہ نخی کا طمع دانا وعدہ پورا کرنا ہے۔

وَكَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اپنے بندوں کی تخلف سے قبل ہی عفو و غفور ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَغْمًا كَثِيرًا

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی

وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل کھڑا ہو

ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ

پھر اس کو موت آ پڑے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا

بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت ۱۰۰: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَغْمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ اس کو زمین میں منتقل ہونے کے مقابل جائیں گے)

معنی الرغم:

مرعماً ہجرت کے مقامات اور راستے جن پر چل کر وہ اپنی قوم کی ناک خاک آلود کرنے والا ہوگا۔ یعنی وہ ان سے ان کی ناک خاک آلود کر کے جدا ہو۔ الرغم ذلت و رسوائی کو کہتے ہیں۔ اصل میں ناک کا خاک آلود کرنا ہے۔ رُغَام مٹی کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے راغمت الرجل۔ جب وہ اس سے جدا ہو اور وہ اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے جدائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ کثیراً وَسَعَةً (بہت اور رزق میں وسعت) یا دین کو ظاہر کرنے کی وسعت یا سینے کی وسعت کیونکہ اس کا خوف امن میں بدل گیا۔ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ (جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف مہاجر بن کر نکلا) یعنی جس طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکلنے کا حکم دیا۔ مہاجر یا یہ یخرج کی ضمیر سے حال ہے۔

ہجرت الی اللہ:

ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ (پھر اس کو ہجرت گاہ میں پہنچنے سے قبل موت آگئی) اس کا یخرج پر عطف ہے۔ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا) یعنی وعدۃ الہی کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔ عَلَى اللَّهِ فیما ناصرف تاکید وعدہ کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے مہربان ہیں)

مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا (جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف مہاجر بن کر نکلا) یعنی جس طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکلنے کا حکم دیا۔ مہاجر یا یہ یخرج کی ضمیر سے حال ہے۔ ہجرت الی اللہ: علماء نے فرمایا۔ ہر وہ ہجرت جو طلب علم، حج، جہاد، ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تاکہ وہاں اطاعت الہی میں اضافہ ہو۔ یا قناعت حاصل ہو یا زہد میں ترقی ہو یا پاکیزہ رزق میسر ہو۔ تو یہ تمام اقسام ہجرت الی اللہ و رسولہ میں شامل ہیں۔ اگر ان کے راستہ میں موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں مل گیا۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں

الصَّلَاةَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ

قصر کر لو اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے، ہے شک کافر تمہارے کھلے

عَدُوٌّ وَأُمِّيْنًا ۖ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَافِةً مِنْهُمْ

ہوئے دشمن ہیں اور جب آپ ان میں موجود ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہئے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے

مَعَكَ وَلْيَأْخُذْ وَأَسْلِحَتْهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ

اور یہ لوگ اپنے ہتھیار لے لیں، پھر جب سجدہ کر جائیں، تو یہ تمہارے پیچھے ہو جائیں

وَلَتَأْتِ طَافِةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذْ وَأَسْلَحَتْهُمْ

اور دوسری جماعت آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، اور اپنے ہتھیار کا

حِذْرُهُمْ وَأَسْلَحَتْهُمْ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ

سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔ کافروں کی یہ خواہش ہے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے غافل

وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

ہو جاؤ تو تم پر ایک بارگی حملہ کر نہیں، اور تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ

إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ

اگر بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار رکھ دو

وَخُذْ وَاحِذَرَكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝۱۰

اور اپنے ہتھیار کا سامان لے لو، ہے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے،

آیت ۱۰: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (جب تم زمین میں سفر کرو) الضرب کا معنی یہاں سفر کرنا ہے۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ (کہ تم نماز میں قصر کرو) یعنی رکعات نماز میں قصر کہ چار کی دو پڑھو۔

آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قصر سفر میں رخصت ہے۔ اور تکمیل عزیمت ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کیونکہ لا جناح تخفیف و رخصت کے مواقع میں مستعمل ہوتا ہے۔ لازم ہونے کے معنی میں نہیں آتا۔

نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی:

جواب: قصر عزیمت ہے۔ نہ کہ رخصت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اکمال جائز نہیں۔ صلاة السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم۔ رہی آیت تو انہیں اتمام سے الفت تھی پس اس بات کا امکان تھا۔ کہ ان کے دلوں میں قصر کی وجہ سے نماز میں نقصان کا خیال گزرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نفوس کو قصر کے سلسلہ میں اطمینان دلانے کے لئے گناہ کی نفی کی تاکہ دلوں میں خوشی پیدا ہو۔ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِنَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا (اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں مبتلا کریں گے) یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کفار تمہارے قتل کا قصد کریں گے۔ یا زخمی کرنے کی ٹھانیں گے۔ یا پکڑ لیں گے۔

خارجیوں کے نزدیک قصر کے جائز ہونے کے لئے خوف شرط ہے۔ جیسا کہ ظاہر نص میں خوف کے موقع پر قصر کا جواز اتر ا۔ جمہور کے نزدیک خوف کی شرط نہیں۔ اس کی تاکید حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم کیوں قصر کرتے ہیں جبکہ اب ہم امن میں ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بھی تعجب ہوا جس بات سے تمہیں ہوا۔ تو میں نے دربار رسالت مآب ﷺ میں اس کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقة۔ مسلم ۶۸۶/۲۵

یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے۔ پس اس کو قبول کرو۔

قصر صدقہ ہے:

مَسْنَدُكَ: اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سفر کی صورت میں تکمیل جائز نہیں۔ کیونکہ ایسا صدقہ جس میں تملیک کا احتمال بھی نہ ہو وہ محض اسقاط ہے۔ اور اس کے واپس کرنے کا احتمال بھی نہیں۔ اگر صدقہ کرنے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جس کی اطاعت لازم نہیں مثلاً متولی قصاص جب وہ معاف کر دے۔ پس جس کی اطاعت لازم ہے اس کی طرف سے کیا جانے والا صدقہ لزوم کا زیادہ حقدار ہے۔

وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ:

آیت کے نزول کے وقت ان کی حالت اسی طرح تھی۔ پس حالات کے موافق اتری جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اِنْ اردن تحصناً۔ النور۔ ۳۳۔ (کیونکہ کچھ لوگ ارادہ تحصن کے باوجود ان سے برے کام کرواتے) اس کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی ہے۔ من الصلاة ان یفتنکم ہے یعنی لئلا یفتنکم اس طرح کہ قصر سے مراد حالات میں قصر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوف شدید کے وقت جانور کے اوپر ہی اشارہ کر لے۔ یا رکوع سجود قراءت وتسلیم میں تخفیف کرے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اِنَّ الْكُفْرَيْنَ كَانَُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا (بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں) پس ان سے بچو۔ آیت ۱۰۲: وَاِذَا كُنْتُمْ فِيْهِمْ فَأَقَمْتُ لَهُمُ الصَّلٰوةَ (اے محمد ﷺ جب آپ ان میں ہوں اور نماز پڑھانے کا ارادہ کریں) ہم سے مراد اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اقامت یہاں اردت کے معنی میں ہے۔

صلوٰۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو اپنے ظاہر سے متعلق کیا اسی لئے انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی نماز خوف کو خاص مانا ہے، مگر طرفین رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ ائمہ ہر زمانہ میں آپ ﷺ کے نائب ہیں پس آپ کو خطاب ان تمام کو شامل ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں خدا من اموالہم صدقہ تطہرہم۔ التوبہ۔ ۱۰۳۔ اب زکوٰۃ ہر زمانہ میں ہے اور اس کی دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ (پس ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو) ان کی دو جماعتیں بنادیں۔ ایک ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز ادا کرے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے۔ وَلْيَاْخُذُواْ اَسْلِحَٰتِهِمْ۔ (وہ اپنا اسلحہ ضرور ساتھ لے لیں جو کہ دشمن کے سامنے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر اس سے مراد نمازی ہو تو وہ ایسا اسلحہ جو نماز میں ان کو مشغول کرنے والا نہ ہو لے لیں، مثلاً تلوار، خنجر وغیرہ۔

سجدہ نماز مراد ہے:

فَاِذَا سَجَدُوْا (پس جب وہ سجدہ کر چکیں) یعنی اپنی رکعت کو سجدہ سے مقید کر چکیں۔ سجود سے ظاہری سجدہ مراد ہے۔ مگر امام مالک رحمہ اللہ سجدہ سے نماز مراد لیتے ہیں۔

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآيِكُمْ (پس وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں) یعنی جب آپ کے ساتھ والی جماعت ایک رکعت ادا کر لیں۔ تو وہ پیچھے لوٹ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

وَلْتَاْیَ طَائِفَةٌ اٰخَرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ اور دوسری جماعت آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ لم یصلوا موضع رفع میں طائفۃ کی صفت ہے۔ فلیصلوا سے مراد وہ دوسرا گروہ ہے جو ابھی دشمن کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ رکعت ثانیہ میں شریک ہوگا۔

وَلْيَاْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ (وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں) حذر سے مراد بچاؤ والی چیز زرہ وغیرہ۔ اسلحہ جمع سلاح کی ہے۔ جس سے دشمن کے ساتھ قتال کیا جائے۔ اسلحہ لینا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے۔ اور ہمارے نزدیک مستحب ہے۔ صلوٰۃ خوف کی کیفیت تو معروف ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغَفَّلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْنَتِكُمْ (کافر لوگ تنا کرتے ہیں کہ کاش تم اپنے اسلحہ اور سامان کی طرف سے غافل ہو جاؤ) یعنی ان کی تمنا یہ ہے کہ نماز کے دوران دھوکے سے تم پر حملہ آور ہوں۔ فیمیلون علیکم مینلہ وَاِحْدَہ (پس وہ تم پر ٹوٹ پڑیں یک بارگی) یعنی وہ تم پر یک بارگی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذٰی مِنْ مَّظْلُوْمٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰی اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ وَ تَخْذُوْا حِذْرَکُمْ (اور تم پر گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو۔ کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو اور اپنا بچاؤ لے لیا کرو)

فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَإِذَا

سوجب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔ پھر جب

اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا

مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بے شک نماز مومنین پر فرض ہے جس کا

مَوْقُوتًا ۝ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا

وقت مقرر ہے اور دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو، اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تمہیں

تَأْلَمُونَ ۝ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

تکلیف ہوتی ہے۔ اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

دشمن سے محتاط رہو:

اس آیت میں اسلحہ رکھنے کی رخصت دی جبکہ اسلحہ بوجھل ہو بارش سے تر ہو جانے کی بناء پر یا مرض کی وجہ سے کمزوری ہو۔ اور اس کے باوجود بچاوا لینے سے غفلت نہ اختیار کرو۔ کہیں دشمن اچانک حملہ آور نہ ہو جائے۔ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (یشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے) اس آیت میں مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ اور مسلمانوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ بچاواے کا حکم غلبہ کی توقع میں قبول نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر انجام دینا ہے۔ تاکہ ثواب ملے۔

تین طریقہ تفسیر:

آیت ۱۰۳: فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (جب تم نماز سے فارغ ہو چکو۔ تو اللہ تعالیٰ کو قیام و قعود اور اپنے پہلوؤں پر پڑے یا د کرو) یعنی تمام احوال میں ذکر اللہ کی مداومت کرو۔ یا جب نماز کی ادائیگی کا ارادہ کرو تو کھڑے نماز ادا کرو جبکہ کھڑے ادا کر سکتے ہو۔ اور اگر قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی سکت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ (جب تم اطمینان کی حالت میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو کر اطمینان میسر آ جائے۔ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ (تو نماز کو قائم کرو) یعنی ایک جماعت کے ساتھ اس کو مکمل ادا کرو۔ یا جب تم نماز قائم کرو تو پوری نماز پڑھو قصر نہ کرو۔

یا تیسری تفسیر یہ ہے۔ جب صحت پر اطمینان میسر ہو جائے تو قیام و رکوع و سجود کو مکمل کرو۔ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَىٰ

الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْفُوتًا (بیشک نماز ایمان والوں کیلئے وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے) یعنی اوقات معلومہ کے ساتھ محدود ہے۔

آیت ۱۰۴: وَلَا تَهِنُوا (کافروں کے سلسلہ میں کمزوری نہ دکھاؤ اور سستی نہ کرو) فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (کافروں سے لڑنے کی طلب میں) اور ان کے سامنے رکاوٹ بننے میں۔ پھر اس ارشاد سے مسلمانوں پر حجت قائم کی۔ اِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَلْيَنْهَمُ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ (اگر تم دکھ محسوس کرتے ہو تو وہ بھی زخموں کا دکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو (ثواب کی) اور وہ اس کی توقع نہیں رکھتے)

تلقین صبر:

مطلب یہ ہے کہ زخموں کی تکلیف یا قتل کا دکھ یہ فقط تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمہارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔ ان کو اور تمہیں پانچتا ہے۔ پھر وہ کافر ہو کر صبر کرتے ہیں۔ تم صبر کیوں نہیں کرتے جیسے وہ کرتے ہیں۔ حالانکہ تمہیں بدرجہ اولیٰ صبر کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے وہ توقعات ہیں جو انہیں نہیں۔ جیسے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ اور آخرت کا عظیم الشان وعدہ۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے دکھ و آلام کو جاننے والا ہے۔ حَکِيمًا (ان کے معاملات کی تدبیر میں حکمت والا ہے)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ دیں جو اللہ نے آپ کو

اللَّهُ ۖ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ۝۱۵ ۖ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

سمجھایا۔ اور نہ ہو جائے خیانت کرنے والے لوگوں کے طرف دار، اور اللہ سے استغفار کیجئے، ہے شک اللہ

عَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۶ ۖ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ إِنَّ

بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے جواب دی نہ کیجئے جو اپنی جانوں کی خیانت کر رہے ہیں۔ ہے شک

اللَّهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝۱۷ ۖ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ

اللہ پسند نہیں فرماتا اس شخص کو جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو۔ جو شرماتے ہیں لوگوں سے

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ ۖ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يَبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنْ

اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہے جبکہ وہ راتوں کو اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جس سے

الْقَوْلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝۱۸ ۖ هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ جَدَلْتُمْ

اللہ راضی نہیں ہے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو جاننے والا ہے۔ خبردار تم دو لوگ دو جو جھگڑتے ہو

عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ان کی طرف سے دنیا والی زندگی میں سو کون جھگڑے گا ان کی طرف سے قیامت کے دن

طعمہ بن ابیرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہما کا واقعہ:

آیت ۱۰۵: روایت میں ہے کہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرائی۔ وہ زرہ ایک آنے کی بوری میں تھی۔ بوری میں سوراخ تھا، آتا بوری کے سوراخ سے گرتا گیا۔ اور نشان پڑتا گیا۔ چور نے یہ بوری زید بن اسمین یہودی کے پاس چھپادی۔ تلاش کرنے پر زرہ طعمہ کے پاس نہ ملی۔ اس نے اس کے متعلق قسم اٹھائی کہ اس نے نہیں لی۔ اور نہ اسے اس کا علم ہے۔ انہوں نے اسے چھوڑا اور آٹے کے نشان پر چلتے چلتے یہودی کے مکان پر پہنچے اور اس کو جا پکڑا۔ یہودی نے کہا۔ یہ تو طعمہ رکھ کر گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض یہود نے گواہی دی۔ بنو ظفر نے کہا چلو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں لے چلو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اس کی طرف سے یہود کو جواب دیں۔ اور کہنے لگے۔ اگر آپ نے نہ کیا

تو ہمارا ساقی ہلاک و رسوا ہو جائے گا اور یہودی بری الذمہ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے) حق کا معنی حق ہے حق کو ثابت کرنے والی۔ لَتَخْخُمَنَّ النَّاسُ بِمَا اَرْكَتَ اللّٰهُ (تا کہ تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو۔ اسکے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے) ادنیٰ کا معنی بتلاتا ہے جو وحی کے ذریعہ ہو۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی بما الھمک بالنظر فی اصولہ المنزلة۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابھام کیا اس کے نازل شدہ اصولوں کی روشنی میں۔

مَنْ يَنْتَهِلْهُ: اس میں دلالت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اجتہاد جائز تھا۔ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِيْنَ خَصِيْمًا (آپ خائبن کی خاطر مخاصم نہ بنیں) یعنی بنو نضیر کی خاطر یہود سے مخاصمت نہ کریں۔

آیت ۱۰۶: وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں) اس ارادے کا جو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشش فرمانے والے مہربان ہیں)

آیت ۱۰۷: وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (اور نہ مجادلہ کریں ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے نفسوں کی خیانت کرنے والے ہیں) وہ معصیت کر کے اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہیں۔

معصیت خیانت ہے:

مَنْ يَنْتَهِلْهُ: تا فرمانوں کی معصیت کو ان کے نفوس کی خیانت فرمایا۔ کیونکہ اس کا نقصان بالآخر نفوس کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے مراد طعمہ ہے۔ اور اسی طرح اس کی قوم میں سے جو اس کے معاون تھے۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ وہ چور ہے۔ یا لفظ جمع سے اس لئے ذکر کیا تا کہ طعمہ اور ہر خائن کو شامل ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اٰثِمًا (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتے جو کہ بد خائن گناہ گار ہو) یہاں خَوَّانًا مَبْعَدُ كَالْفَظِ لَا يَأْتِي۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ طعمہ خیانت میں بہت بڑھنے والا ہے اور خیانت پر جم جانے والا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ طعمہ راتوں رات مکہ بھاگ کر مرہٹہ ہو گیا۔ اور وہاں ایک دیوار میں نقب زنی کی۔ وہ دیوار اس پر آگری اور وہ ہلاک ہو گیا۔

گناہ سے گناہ ملتا ہے:

مَنْ يَنْتَهِلْهُ: جب آدمی کا قدم کسی گناہ پر لڑکھڑا جاتا ہے تو اس گناہ کے کئی اور بھائی بھی ہوتے ہیں۔ جو ساتھ آ جاتے ہیں۔ مقولہ عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں روتی ہوئی آئی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ یہ پہلی بار کی چوری ہے جو اس سے ہوئی اس کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بول رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پہلی مرتبہ کی غلطی پر نہیں پکڑتے۔

آیت ۱۰۸: يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ (وہ لوگوں سے حیا کرتے ہوئے چھپاتے پھرتے ہیں) ان کے ضرر کے خطرہ سے۔

أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ

یا کون ہو گا ان کا کار ساز، اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا

پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو پائے گا بخشنے والا مہربان، اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو یہ گناہ کرنا

يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً

اسی پر پڑے گا، اور اللہ علیم ہے عظیم ہے، اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے

أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۝ وَلَوْلَا

یا بڑا گناہ کرے پھر کسی بری آدمی کو اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لا لیا۔ اور اگر

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ ۖ وَمَا

آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، اور وہ

يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ

نہیں بہکاتے مگر اپنی ہی جانوں کو، اور آپ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ نے نازل فرمائی ہے آپ پر

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ

کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل

عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ

بہت بڑا ہے، نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص مدد دے

بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ

کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ

حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عزوجل ہے:

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ سے چھپائیں سکتے) اور نہ اس سے شرم کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَهُمْ (حالانکہ وہ ان

کے ساتھ ہے) ان کے حالات سے مطلع ہے۔ اور اس پر کوئی چھپائی جانے والی چیز مخفی نہیں۔

مَنْ يَنْتَظِرْ: یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے حیا نہیں کرتے اور اس سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے ہیں۔ ان کے اور اس کے سامنے کوئی آڑ نہیں اور نہ اوٹ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اِذْ يَبْسُتُونَ مَا لَا يَرْصُلُ مِنَ الْقَوْلِ (جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے رات گزارتے ہیں) بے یقینوں کا معنی تدبیر کرنا رات کے وقت۔

مَالَا يَرْصُلُ سے مراد طمع کی یہ تدبیر کہ زہرہ زید یہودی کے گھر پھینک آیا۔ تاکہ چور اور بن جائے اور یہ قسم کھالے کہ اس نے چوری نہیں کی۔

کلام دل کا قصد ہے:

مَنْ يَنْتَظِرْ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کلام دراصل وہ مقصد ہے جو دل میں ٹھان لے اس لئے کہ یہاں تدبیر کو قول سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں) کوئی عمل اس کے احاطہ علی سے باہر نہیں۔

ایک نحوی تحقیق:

آیت ۱۰۹: هَٰذَا نَتَمَنَّىٰ هَٰؤُلَاءِ۔ ہا یہ تمہیہ کے لئے ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر ہے۔ جَلَدْتُمْ عَنْهُمْ (ہاں تم تو ایسے لوگ ہو کہ تم نے ان کی طرف سے جواب دی کی باتیں کر لیں) مجادلہ کا معنی ان کی طرف سے جھگڑنا۔ نَبْرًا: یہ جملہ مبینہ ہے۔ کیونکہ اولاء خبر واقع ہو رہی ہے۔ جیسے حتیٰ کو کہیں انت حاتم تجود بمالک۔

نمبر ۲: اولاء اسم موصول بمع اللہین اور جادلتم، صلاب مطلب یہ ہوا۔ چھوڑو! تم تو ان کی طرف سے مجادلہ کر رہے ہو۔ ہم کی ضمیر کا مرجع طمع اور اس کی معاون پارٹی۔

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهُ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (دنیا کی زندگی میں پس کون اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑے گا) یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں پکڑیں گے تو کون طمع کی طرف سے جھگڑے گا۔ اَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَيَكِينًا (یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنائے والا ہوگا) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑنے سے محافظت کرے گا۔

ظلم کی مراد:

آیت ۱۱۰: وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا (جو شخص کوئی برائی کرے) سوء سے مراد ایسا گناہ جو شرک سے کم درجہ ہو۔ اَوْ يَظْلِمَ نَفْسَهُ (یا اپنے نفس پر ظلم کرے) ظلم سے مراد شرک ہے۔ یا ایسی برائی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچے جیسا کہ طمع نے قہارہ اور یہودی کے سلسلہ میں کیا۔ (ایک کی چوری کی دوسرے کے ذمہ جھوٹ لگا دی) اور ظلم سے مراد ایسا برا کام جس کا وبال اسی تک پہنچتا ہو جیسے

جھوٹی قسم کھانا۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهُ (پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہوا) يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بخشے والا مہربان پائے گا)

اس میں طمع کو توبہ و استغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۱۱: وَمَنْ يَكْسِبِ الْإِمَّا فَإِنَّمَا يُكْسِبُ عَلَى نَفْسِهِ (جو شخص گناہ کا کام کرتا ہے۔ تو وہ اپنے نفس پر اس کا اثر پہنچاتا ہے) کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں) پس وہ گناہ کی سزا کرنے والے کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیتے۔

تعریف بہتان:

آیت ۱۱۲: وَمَنْ يَكْسِبِ خَطِيئَةً (جو شخص کوئی جھوٹا گناہ کرے) خطیئۃ سے گناہ صغیرہ مراد ہے۔ أَوْ إِثْمًا۔ اثم کبیرہ گناہ۔ اگر پہلے سے حقوق اللہ کو تلف کرنا مراد ہو تو دوسرے سے حقوق العباد مراد ہونگے۔ ثُمَّ يَرْجِعْ بِهِ بَرِيئًا (پھر اس نے اس کا الزام کسی بے قصور پر ڈال دیا) جیسا کہ طمع نے زید پر ڈالا۔ فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (اس نے بڑا عظیم جھوٹ اپنے اوپر لا دیا اور کھلا ہوا گناہ بے قصور پر ڈالا) کیونکہ وہ کسب گناہ سے گناہ گار بن گیا اور بری الذمہ پر لگانے کی وجہ سے بہتان بن گیا۔ گویا اس نے دو گناہ کیے۔ الْبُهْتَانُ ایسا جھوٹ جس پر عقل حیران رہ جائے اور وہ ایسے آدمی پر باندھا جائے جس کو کچھ علم نہ ہو۔

آیت ۱۱۳: وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ (اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) فضل سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت و عصمت اور رحمت سے مراد اس کی خصوصی مہربانی جس سے ان کو رازوں کی اطلاع دی۔

بنی ظفر کا طرز عمل:

لَهْمَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ (تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو بھٹکانے کا قصد کر چکا تھا) مراد بنی ظفر۔ یا بنو ظفر کا ایک گروہ ہے ہُمْ سے مراد لوگ۔ اَنْ يُضْلُوْكَ (کہ وہ آپ کو بھٹکا دیتے) صحیح فیصلہ سے اور طریق عدل کی پیروی سے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ ان کا ساتھی مجرم ہے۔ وَمَا يُضْلُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ (اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو) کیونکہ اس کا وبال ان کو پہنچے گا۔ وَمَا يَصُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ (وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) کیونکہ آپ نے ظاہر حال کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اور آپ کے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب قرآن اتاری) وَالْحِكْمَةَ اور سنت۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ نہ جانتے تھے) یعنی امور دین و شریعت کے سلسلہ میں یا مخفی امور اور دلوں کے راز و کھان فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے) اس سلسلہ میں کہ آپ کو علم دیا اور انعامات فرمائے۔

ذٰلِكَ اَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُوْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَمَنْ

کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے گا سو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔ اور جو شخص

يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف

سَبِيْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمُ وَاَسَءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۳﴾

کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا عہد کا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک یا جائے اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جس کے لئے اسے منظور ہوگا بخش دے گا۔ اور جو شخص

يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۴﴾

اللہ کے ساتھ شریک کرے تو وہ دور کی بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

آیت ۱۱۴: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں) ہم سے مراد لوگ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ (مگر وہ سرگوشی جو صدقہ کی کی جائے)

نحوی تحقیق:

تجوّز: نمبر ۱۔ کثیر مبدل مناور منْ اَمَرَ بدل مجرور ہے۔ نمبر ۲: یا نجواہم مبدل مناور منْ اَمَرَ بدل۔ نمبر ۳: متشبی منقطع کی وجہ سے مقصوب ہے۔ الا بمعنی لکن ای من امر بصدقہ ففی نجواہ الخیر۔ (الا کو غیر کے معنی میں لینا زیادہ بہتر ہے گویا الا وصفی ہے۔ قدیر)

نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے:

اَوْ مَعْرُوْفٍ (یا کسی نیک کام کا) جیسے نمبر ۱۔ قرض۔ نمبر ۲۔ مظلوم کی دادری۔ نمبر ۳۔ ہر اچھائی۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ لیس تو معروف سے نفلی صدقہ مراد ہے۔ اَوْ اِصْلَاحٍ: بَيْنَ النَّاسِ (یا لوگوں میں صلح صفائی) وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ کام کرے گا) جن کا ذکر ہوا۔ اَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر) اس شرط سے ریا کاری اور شہرت کے لئے کرنا خود خارج ہو گیا۔ یہ مفعول لہ ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

اشکال: پہلے فرمایا الا من امر۔ پھر فرمایا من بفعل ذلك۔ پہلے امر کہا پھر فعل کا ذکر کیا۔ حالانکہ امر تو قول ہے فعل نہیں۔
جواب: امر خیر کے ساتھ امر کا لفظ ذکر کیا تاکہ وہ اس کے کرنے والے پر دلالت کرے۔ کیونکہ جب حکم دینے والا پسندیدہ لوگوں میں آگیا تو قائل بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہوگا۔ پھر من بفعل فرما کر اجر عظیم کا وعدہ اس سے منسلک کر دیا۔ یا حکم دینے والے کو بمنزلہ قائل کے قرار دے کر یہ تعبیر فرمادی۔ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (عنقریب ہم آپ کو بہت بڑا اجر دیں گے) قراءت: ابو عمرو اور جزہ نے یوتیہ پڑھا ہے۔

آیت ۱۱۵: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ (جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا اس کے بعد کہ امر حق ظاہر ہو چکا تھا) یعنی دلیل یقینی سے واضح ہونے اور قطعی طور پر معلوم ہونے کے بعد کہ وہ ہدایت ہے۔ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ (وہ مومنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے گا) سبیل سے مراد دین حنیفی کا راستہ۔

اجماع حجت ہے:

مَنْ تَبَيَّنَ لَهُ: اس آیت میں دلیل ہے۔ کذا اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جیسا کہ کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں۔ غیر سبیل المؤمنین اور مخالفت رسول کو ایک شرط سے مشروط کیا۔ اور اس کی سزا وعید شدید کی صورت میں ذکر کی۔ پس ان کی اتباع بھی مولات الرسول کی طرح ضروری ہے۔ نُؤْتِيهِ مَا تَوَلَّى (ہم اس کو پیچھریں گے جدھر وہ پھرا) یعنی جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہم وہی اس کو دے دیں گے۔ اور دنیا میں جس چیز کو اس نے چنا ہے۔ اس میں اس کو چھوڑ دیں گے۔

وَنُصْلِيهِ جَهَنَّمَ وَنَسَاءُ نَّتْ مَصِيرًا (اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) اس آیت میں طعہ اور اس کے ارتداد کے متعلق جہنم کا ذکر فرمایا یہ آیت اسی کے متعلق اتری (کذا قال البغوی)

شرک کی معافی نہیں:

آیت ۱۱۶: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ اس کی تفسیر گزری بعیداً سے مراد راہ حق سے دور ہوا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کریگا۔ اور شرک کے علاوہ جس کو معاف کرنا چاہے گا معاف کر دیگا (خواہ توبہ کے بعد یا بغیر توبہ کے) اور جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے۔ وہ راہ حق سے ہٹک گیا دور کا بھٹکنا)

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنشَاءً وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا

یہ لوگ اللہ کے سوا صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور نہیں بنکارتے مگر شیطان کو

مَرِيدًا ۱۷۷ لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا

جو سرکش ہے جس پر اللہ نے لعنت کی، اور شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ

مَفْرُوضًا ۱۷۸ وَلَا ضَلَمَ لَهُمْ وَلَا مَنِيَّتَهُمْ وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَبْتَكَنَّ

حصہ لے لوں گا اور میں ان کو گمراہ کروں گا۔ اور امیدیں دلاؤں گا اور ان کو تعلیم دوں گا سو وہ جانوروں کے

أَذَانِ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ط وَمَنْ يَتَّخِذْ

کانوں کو کانٹوں کے اور میں ان کو تعلیم دوں گا سو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلا کریں گے، اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر

الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مَنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُبِينًا ۱۷۹ يَعِدُهُمْ

شیطان کو دوست بنا لے سو وہ مرتج نقصان میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے

وَيُمِيتُهُمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۱۸۰ أُولَٰئِكَ مَاؤُهُمْ

اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے، اور شیطان ان سے صرف فریب والے وعدے کرتا ہے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ

جَهَنَّمَ لَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۱۸۱

جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

اصنام کو اناث کہنے کی وجہ:

آیت ۱۷۷: إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ (نہیں وہ عبادت کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) إِلَّا إِنشَاءً (مگر موعوں کی) اناث جمع انثی کی۔ اور وہ لات عزی و مناة ہیں۔ اہل عرب کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی بت کی پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا نام فلاں قبیلہ کی مؤنث رکھتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اصنام کے متعلق کہتے یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَإِنْ يَدْعُونَ (وہ عبادت نہیں کرتے) إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا (مگر شیطان مردود کی) کیونکہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ پس اس کی اطاعت کو عبادت قرار دیا۔ مَرِيدًا اطاعت سے نکلنے والا اور بھلائی سے عاری اور اسی سے مرد بھی ہے۔

آیت ۱۸۱: لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا (اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور

شیطان نے کہا میں تیرے بندوں میں سے اپنا حصہ ضرور لوں گا (شیطان کی پہلی صفت مریداً اور دوسری لعنۃ اللہ ہے اور شیطان نے یہ انتہائی دشمنی والی بدترین بات کہی۔ مَقْرُوضاً قطعی جو میرے لئے لازم ہوگا۔ ایک ہزار میں سے ۹۹۹ شیطان کے لئے۔ ایک اللہ کے لئے۔

شیطانی چالیں:

آیت ۱۱۹: وَلَا صَلَّيْتَهُمْ (اور میں ضرور ان کو راہ حق سے بھٹکاؤں گا) گمراہی کی طرف دعوت دے کر اور وسوسہ اندازی سے۔ اگر شیطان کے پاس گمراہی کو نافذ کرنے کی قوت ہوتی تو تمام گمراہ جاتے۔

وَلَا مَنِّيْتَهُمْ (اور میں ان کے دلوں میں باطل ہو سیں دلاؤں گا) یعنی باطل و بے کار تمنائیں ان کے دلوں میں ڈالوں گا۔ جیسے درازی عمر، امیدوں کو پالینا۔ وَلَا مَوْنَهُمْ فَلْيَغْتِكُنَّ الْأَنْعَامَ (میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ جانوروں کے کان کاٹیں گے) البتہ کانٹا، کثرت سے چیرنا۔ بار بار چیرنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان کو اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ چوپایوں کے کان کاٹیں۔ وہ پانچ بچے جتنے والی اونٹنی کے کان کاٹ دیتے۔ جبکہ پانچواں بچہ نہ ہو۔ اور اس سے نفع اٹھانا اپنے لئے حرام کر لیتے۔ وَلَا مَوْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ (اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل ڈالیں گے) حامی (نرساؤں) کی ایک آنکھ پھوڑ کر چھوڑ دیتے اور اس پر سواری نہ کرتے۔ یا غلاموں کو خسی کر دیتے۔ یہ جانوروں میں درست ہے البتہ غلاموں میں ناجائز ہے۔ یا گود کر جسم پر تصاویر بناتے۔ انسب کی لمبی کر کے دوسرے نسلوں کی طرف نسبت کرتے۔ یا سفید بالوں کو سیاہ رنگ کرتے۔ یا اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کرتے یا خنثی بناتے۔ یا دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا فطری دین ہے اس کو تبدیل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ۔ الروم۔ ۳۰۔ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ (جس نے شیطان کو اپنا دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور اس بات کو قبول کیا جس کی طرف شیطان نے دعوت دی۔ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا (وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہوا دونوں جہانوں میں)

آیت ۱۲۰: يَعْدُهُمْ (وہ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے) ان کو اس طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ جنت نہیں۔ دوزخ نہیں اور نہ ہی بعث و حساب ہے۔ وَيَوْمَنِّيْتَهُمْ (اور ان کو امیدیں دلاتا ہے) جن کو وہ کبھی پانہیں سکتے۔ وَمَا يَعْدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (اور شیطان کا وعدہ ان سے محض فریب ہی ہوتا ہے) غرور۔ دیکھے کچھ اور ظاہر اس کے الٹ ہو۔

آیت ۱۲۱: أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يُجَدُّونَ عَنْهَا مَحِيصًا (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارے اور بھاگنے کا راستہ نہ پائیں گے)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَمَنْ

نہیں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور کون ہے

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۚ لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ

جس کا کہنا اللہ سے زیادہ سچا ہو۔ نہ تمہاری آرزوؤں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر۔

مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا

جو شخص برا عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی دوست اور

نَصِيرًا ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مددگار، اور جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن ہو

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ

تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور ان پر اتنا ظلم بھی نہ ہوگا جتنا گڑبگڑ کی غصہ میں ہے، اور اس سے بڑھ کر دین کے اعتبار سے کون اچھا

دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے لئے چھوڑ دیا، اور وہ اچھے کام کرنے والا ہے۔ اور اس نے ابراہیم کی ملت کا اتباع کیا جو سارے دینوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف مائل

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۚ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

ہونے والے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۚ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

آیت ۱۲۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے) اور شیطان کی

کفر یہ باتوں میں اتباع نہیں کی۔

سَنُذْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (عنقریب ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)

قرأت: تجنی کی قرأت میں سید خلم ہے۔ وَعَذَّ اللَّهُ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے اس کا سچا وعدہ کیا ہے) **تَحْجُوفٌ**: وعدہ اور حَقُّادوں مصدر ہیں مفعول مطلق برائے تاکید لائے گئے ایک اپنے فعل کی تاکید جبکہ دوسرا اسی فعل کی تاکید ہے۔

استفہام بمعنی نفی:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (کون بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے) قیل کا معنی قول ہے۔ یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں آیا ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں اور شیطان کے جھوٹے وعدوں میں تقابلی موازنہ کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی زیادہ سچا نہیں۔ یہ تیسری تاکید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔

جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے:

آیت ۱۲۳: لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ (حقیقت امر تمہاری تمناؤں پر نہیں) اے مشرک! کہ تمہارے یہ بت تمہیں فائدہ دیں گے۔ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ (اور نہ حقیقت اہل کتاب کی تمناؤں سے وابستہ ہے) جبکہ وہ اس حد تک دعویٰ کرنے والے ہیں: ذُنُوبُ ابْنِوَاللَّهِ وَأَحِبَّاءُكَ (امائدہ ۱۸) کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ اسی طرح: لَنْ تَمْسَسَنَا النَّارُ إِلَّا آيَاتًا مَعْدُودَةً (البقرہ: ۸۰) کہ ہمیں تو آگ چند دن لگے گی۔ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (جو شخص کوئی برائے عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا) خواہ مشرکین سے ہو یا اہل کتاب میں سے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا۔ وَلَا يَجْزِلُهُ مِنْ ذُنُوبِ اللَّهِ وَلَيَّا وَلَا نَصِيرًا (وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی کیونکہ بعد والی آیت میں فرمایا۔

آیت ۱۲۴: وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)۔

تَحْجُوفٌ: جو مؤمن یہ حال ہے۔ اور پہلا مؤمن۔ تمجیذ اور دوسرا من يعمل کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے۔

نکتہ: اس آیت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

ایمان دخول جنت کا اصل سبب ہے:

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ (پس وہ جنت میں داخل ہو گئے)

قرأت: مکی ابو عمرو اور ابو بکر رحمہم اللہ نے يَدْخُلُونَ پڑھا ہے۔ وَلَا يَظْلَمُونَ نَقِيرًا (اور ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی) نَقِيرٌ وہ گڑھا جو گھٹلی کی پشت میں ہوتا ہے۔ لا يظلمون کی ضمیر نیک و بد عمل کرنے والے تمام کی طرف ہے۔ اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ ایک فریق کے ہاں اس کا تذکرہ کرنا دوسرے فریق کے ہاں تذکرہ کرنے کیلئے دلیل ہو۔ اور ارشاد الہی: مَنْ يَعْمَلْ

سُوْرَةُ اٰیٰجِزِبِهْ اور مَنْ یَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ کُوْا اِلٰی کِتَابِ کِی تَمْنِیَاتِ کَے لَعْدُ ذِکْرِ کرنا جیسے کہ دوسری آیت: یٰلَیْکَ مِنْ کَسَبٍ سَیِّئَةٍ وَاَحَاطَتْ بِہِمْ خَصِیَّتُہٗ (البقرہ ۸۱) اور ارشاد الہی: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کُوْا مِنْ اَسْرَارِہٖ اَعْدَیْ۔ وَقَالُوْا لَنْ تَمْسَسَنَا النَّارُ اِلَّا اِیَّامًا مَّعْدُوْدَةٍ۔ (تو گویا ایک فریق کا تذکرہ فرمایا وہاں دوسرا خود اس سے سمجھا اور مانا جاتا ہے) وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْہُہٗ لِلّٰہِ (اور ایسے شخص سے کس کا دین اچھا ہوگا جس نے پھیر لیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف) یعنی جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا اور مکمل طور پر اس کے سپرد کر دیا کہ اس کے سوا کسی کو رب و معبود جانتا ہی نہیں۔ وَہُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ وہ مخلص ہو) یعنی نیک کاموں کو اپنانے والا ہو۔ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا (اور اس نے اتباع کی ملت ابراہیم علیہ السلام کی جو سب سے یکسو ہو جانے والے تھے) حَنِیْفًا باطل دینوں سے منہ موڑ کر راہ حق پر گامزن۔

حَنِیْفًا: حنیفیہ ابراہیم سے حال ہے یا واتبیع سے حال ہے۔

لفظ خلیل کی تحقیق و تعریف:

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلًا (اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا) خلیلا یہ اپنے اصل کے لحاظ سے اِخْتِلَال تھا۔ اس کو کہتے ہیں جو تمہارے خلل اور بگاڑ کی درنگی کرے۔ یا خلل اصل ہے جس کا معنی گھر میں آنا جانا ہے۔ یا خلل کا معنی رخنہ اور شکاف ہے جو تمہارے شکاف و خلل کو اسی طرح دور کرے جیسا وہ اپنے شکاف کو کرتا ہے۔ خُلَّتْ خالص دوستی کو کہتے ہیں۔ جو رازوں کے خالص ہونے کی وجہ سے خصوصیت کو لازم کرتی ہے۔ اور محبت زیادہ مخلصانہ ہے کیونکہ وہ دل کی گہرائی سے ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی عمل اعراب نہیں۔ جیسا کہ شاعر کے اس کلام میں۔

یالیت شعری والحوادث جمۃ

جملہ کا فائدہ:

ملت و طریق ابراہیمی کی اتباع کی تاکید کر دی۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرتبہ کو پہنچا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خلیل بنایا۔ تو اس کا راستہ اتباع و پیروی کے لئے لائق و مناسب ہے۔ اگر اس کو باقبل جملوں پر بطور عطف لایا جاتا تو یہ معنی نہ دے سکتا۔ حدیث شریف میں وارد ہے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا جبرئیل بناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیوں بنایا۔ تو انہوں نے جواب دیا کیونکہ وہ مخلوق کو کھانا کھلاتے۔ اور لوگوں کو خوب سلام کہتے۔ اور رات کو لوگ سوتے اور وہ نماز میں مشغول ہوتے۔ (یعنی ۹۶۱۶ فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں نے تجھے خلیل بنایا کیونکہ تو لینے کی بجائے دینا پسند کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے تو لوگوں کو دیتا ہے خود ان سے طلب نہیں کرتا۔

خلیل کو اللہ کی خلعت کی حاجت ہے:

آیت ۱۳۶: وَلِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے) اس

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۚ وَمَا يُتْلَىٰ

اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو کتاب میں

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ

تم پر تلاوت کیا جاتا ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو تم وہ حق نہیں دیتے جو جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے

وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا

اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔ اور ضعیف بچوں کے بارے میں بھی تم پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور یہ کہ

لِلْيَتَمَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝

تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ قیام رہو۔ اور جو کوئی خیر کا کام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

میں اس بات کی دلیل بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی خُلت کی خلیل کو حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی خُلت کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ اس سے پاک ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے ہیں) اپنے علم کے لحاظ سے۔ فتویٰ، مبہم کی وضاحت کا نام:

آیت ۱۲۷: وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ (وہ عورتوں) (کی میراث) کے متعلق آپ سے دریافت کرتے ہیں) یعنی وہ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ اور افتاء مبہم کو واضح کرنے کو کہتے ہیں۔ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دو کہ اللہ عورتوں کے متعلق تم کو اپنا حکم کھول کر بتاتا ہے۔ اور جو تم پر پڑھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق (یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم بتا رہے ہیں۔

الكتاب سے مراد قرآن مجید اور فی یتامی سے مراد یہ آیت ہے وان خفتم الا تقسطوا فی یتامی النساء۔ ۳۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اعجبنی زید و کرمہ۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈالا۔

نَحْوُ: وَمَا يُتْلَىٰ۔ یُفْتِيكُمْ کی ضمیر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے یا لفظ اللہ پر عطف کی وجہ سے۔ یتلی کا صلہ فی یتامی النساء ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے، یتلی علیکم فی معنائہن۔ نمبر ۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی یتامی النساء فیہن سے بدل ہو۔ اور اضافت من کے معنی میں ہو۔

غلط روش کی تردید:

الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ (وہ عورتیں جن کو تم ان کا لازم کردہ حق نہیں دیتے ہو) یعنی جو ان کا میراث میں حصہ مقرر

ہوا۔ اور عرب میں یتیم بچیوں کو اپنے ساتھ ملاتے اور ان کا مال بھی لے لیتے۔ اگر خوبصورت ہوتیں تو ان سے شادی کر لیتے اور مال کھا جاتے اور اگر بد صورت ہوتیں تو شادی سے ان کو روکتے یہاں تک کہ وہ مرجا تیں اور وہ ان کے وارث بن جاتے۔ وَتَوَّعَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ (اور تم ان سے نکاح میں رغبت رکھتے ہو) ان کی خوبصورتی کی وجہ سے یا ان کی بد صورتی کی وجہ سے نکاح سے بے رغبتی رکھتے ہو۔ وَالْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ (اور کمزور بچے) یعنی یتیم۔

النِّسَاءِ: الْمُسْتَضْعِفِينَ يَهْتَمُّ بِالنِّسَاءِ بِرِغْفٍ كِي وَجْهٍ مَجْرُورٍ۔

نحوی تحقیق:

زمانہ جاہلیت میں مضبوط آدمی کو وارث بناتے بچوں اور عورتوں کو چھوڑ دیتے۔ وَأَنْ تَقُولُوا لِّلنِّسَاءِ (یہ کہ تم قائم کرو انصاف بتائی کے لئے) نَحْوُ: (۱) یہ بھی المستضعفین کی طرح مجرور ہے۔ معنی اس طرح ہے بفتیکم فی یتامی النساء و فی المستضعفین، و فی ان تقوموا۔ نمبر ۲۔ یا منصوب ہے۔ اور معنی یہ ہے۔ یا امر کم ان تقوموا۔ اس صورت میں ذمہ داروں کو خطاب ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔ اور ان کے حقوق پورے پورے دیں۔ بِالْقِسْطِ (انصاف و عدل کے ساتھ) ان کے اموال و میراث کے سلسلہ میں۔ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم بھلائی کا کام کرو) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا (پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

نَحْوُ: مَا تَفْعَلُوا شَرْطُ فَانِ اللَّهُ يَهْجُبُ شَرْطَ۔

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بدمزاجی کا یا بے رخی کا اندیشہ کرے تو دونوں پر کچھ منہا نہیں

أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ

کہ آپس میں کسی خاص طریقہ پر صلح کر لیں۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ اور انسانوں کے نفسوں میں کجی حاضر کر دی

الشَّخْطَ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾

مکلی ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ

اور تم ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہو کہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھو مگرچہ تم جتنی کوشش کرو۔ لہذا تم بالکل ہی نہ

الْمِيلَ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

ڈھل جاؤ جس کی وجہ سے ایک عورت کو دوسری میں مکی ہوئی چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ وَكَانَ

غفور ہے رحیم ہے اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی عطا کی ہوئی وسعت کے ذریعہ بے نیاز کر دے گا

اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿۱۳۰﴾

اور اللہ کشمکش والا اور حکمت والا ہے

شرط پر صلح میں حرج نہیں:

آیت ۱۲۸: وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا (اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بدمزاجی کا خطرہ ہو) یعنی علامات و قرائن سے احتمال ہو۔ النشوز خاوند بیوی سے خشکی دکھائے اور اس کا حق اور خرچہ روک دے۔ اور گالی گلوچ اور ضرب سے تنگ کرے۔ اَوْ إِعْرَاضًا یا رخ پھیر لینے کا خطرہ ہو۔ کہ وہ اس سے میل جول میں کمی کرتا اور انس و محبت میں کمی کرتا ہو خواہ اس کے بڑھاپے یا بد صورتی کی وجہ سے یا اس کے اخلاق یا خلقت یا رنج یا دوسری سے آنکھ لگ جانے کی وجہ سے یا اور اسی طرح کی صورت ہو۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے مابین (کسی شرط پر) مصالحت

کر لیں۔

قراءت: کوئی نے بصالحا پڑھا۔ بصالحا اصل میں بصالحا ہے تاکو صا دکر کے ادغام کیا گیا ہے۔ صلحا یہ مصدر ہے اور ہر دو فعل مصدر کے معنی میں ہیں الصلح کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں باہمی خوشدلی سے صلح کر لیں کہ وہ عورت خوشدلی سے کسی تقسیم پر راضی ہو جائے یا بعض حصے پر راضی ہو جائے یا بعض مہر خاوند کو واپس کر دے یا تمام واپس کر دے یا خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔

صلحا (ان بصالحا کا کو مفعول بنانا صحیح ہے خواہ مجرد مزید کا فرق ہے جیسا کہ اس آیت میں اِنَّتَهُ اللّٰهُ نَهَاۗتًا) وَالصَّلْحُ خَيْرٌ (اور صلح بہت بہتر ہے) جدائی سے یا تافرمانی سے یا ہر چیز میں جھگڑا ڈالنے سے۔ یا الصلح خیر من الخیور کہ بھلائیوں میں سے بڑی بھلائی صلح ہے جیسا کہ جھگڑا شرور میں سے بڑا شر ہے۔

بخل طبع انسانی کا حصہ ہے:

مختصر: یہ جملہ معترضہ ہے۔ جیسا کہ: وَأُخْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ انسانی طبائع سے حرص غائب نہیں ہوتی۔ اس آیت میں بخل کو نفس انسانی کے پاس ہر وقت حاضر باش قرار دیا کہ وہ کبھی اس سے غائب نہیں۔ یعنی وہ طبع انسانی کا حصہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے حصہ سے درگزر کے لئے تیار نہیں اور مرد اس کو اس کا حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جب کہ وہ اس سے بے رغبتی رکھتا ہو۔ ہر ایک اپنے آرام کا طالب ہے۔

احضرت کے دو مفعول ہیں اول نفس اور دوسرا الشح۔

پھر طبیعت کی مخالفت پر آمادہ کیا اور شریعت کی اتباع کا حکم دیا۔ وَإِنْ تُحْسِنُوا (اور اگر تم احسان کرو) اگرچہ وہ تمہیں ناپسند اور دوسری پسند ہوں مگر حق صحبت کا خیال کرتے ہوئے ان کو قائم رکھو وَتَقْوُوا (بے رغبتی اور اعراض سے بچو) اور ان چیزوں سے بھی جو جھگڑے اور ایذا کا باعث ہوں۔ فَإِنَّ اللَّهَ تَنَازَعًا بِمَا تَعْمَلُونَ تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال احسان و تقویٰ سے بخیر (مطلع ہیں) پس وہ تمہیں ثواب عنایت فرمائیں گے۔

لطیفہ: عمران خارجی علیہ ما علیہ بنی آدم کے انتہائی بد صورت لوگوں میں سے تھا۔ اور اس کی بیوی انتہائی خوبصورت۔ عورت نے اس کو دیکھ کر کہا الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور تو جنتی ہیں۔ عمران نے کہا وہ کیسے۔ عورت نے کہا تمہیں مجھ جیسی خوبصورت ملی تو تم نے شکر کیا اور مجھے تجھ جیسا بد صورت ملا تو میں نے صبر کیا اور جنت تو شاکرین و صابرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(اگر خارجی ان میں سے ہوئے تو! افلاہم)

عدل کی تعریف:

آیت ۱۲۹: وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ (تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کرو) یعنی ایسی

برابری اور عدل کہ بالکل جھکاؤ نہ ہو۔ پس عدل کی تکمیل اسی میں ہے کہ ان کے مابین تقسیم نفقہ خیال رکھنے التفات نظر متوجہ ہونا دل لگی کی گفتگو خوش طبعی وغیرہ میں برابری کی جائے۔

ایک قول یہ بھی کہ العدل کا مطلب محبت میں برابری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں تقسیم کے سلسلہ میں برابری فرماتے اور فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم اس سلسلہ میں ہے جو میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن جو بات میرے قبضہ میں نہیں صرف تیرے اختیار میں ہے۔ اس میں تو میری کچھ نہ کر۔ یعنی محبت۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔

حتی الامکان عدل کرو:

وَلَوْ حَرَصْتُمْ (اگرچہ تم اس کی کتنی خواہش کرو) فَلَا تَمِيلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ (مگر کامل طور پر جھک نہ جانا) یعنی اس میں میلان اختیار کر کے مرغوب کی طرف زیادہ نہ جھکو کہ اس کی رضامندی کے بغیر اس کا حصہ روک لو۔ یعنی تمام میلان سے پرہیز تو آسانی اور سہولت کی غرض سے ہے۔ مگر اس میں تفریط سے کام نہ لو کہ بالکل عدل سے ہی تفریط ہو جائے۔ اس ارشاد میں ایک طرح کی توجیح ہے۔

خِصْمٌ: كُلٌّ كَالْفَتْحِ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اس کا حکم مضاف الیہ کا ہوتا ہے۔

فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (کہ تم اس کو ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو) کہ نہ وہ رانڈ رہے نہ سہاگن۔ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا (اور اگر تم ان کی اصلاح کر لو۔ اور بگاڑ سے بچتے رہو) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے مہربان ہیں) وہ دلوں کا میلان تمہیں معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت فرماتے ہوئے سزا نہ دیں گے۔

آیت ۱۳۰: وَإِنْ يَتَّقَوْا (اور اگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں) اور کسی چیز پر صلح نہ کریں اور خلع یا طلاق سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ اور اس کا حق مہر اور نفقہ عدت پورا پورا دے دیں۔ یُعْنِ اللَّهُ كَلًّا (تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دوسرے کا محتاج نہ رکھے گا) تَمْنِ سَعَتِهِ (اپنی وسعت قدرت اور غناء کے ساتھ) یعنی عورت کو بہتر خاوند دے دے گا اور اچھی گزران پہلی گزران سے۔ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) کہ اس نے نکاح کو حلال کر دیا۔ حَكِيمًا (اور حکمت والے ہیں) کہ رخصت کرنے کی اجازت دے دی۔ السَّعَتِ قدرت و غناء کو کہتے ہیں۔ الواسع الغنی، المقدر۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور البتہ ہم نے ان لوگوں کو وصیت کی جن کو تم سے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاَيَاكُمْ اَنْ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو اور اگر کفر کر گئے تو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝۱۳ وَلِلّٰهِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے۔ لائق حمد و ستائش ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكُفِيَ بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۱۴ اِنْ يَّشَأْ

جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور کارساز ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اے لوگو اگر اللہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخِرِيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ

تو تم سب کو ختم کر دے۔ اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ کو اس پر

قَدِيْرًا ۝۱۵ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا

قدرت ہے۔ جو شخص ارادہ کرے دنیا کے ثواب کا تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت کا

وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۶

ثواب ہے اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۳:

اس آیت میں اپنا غنی اور قادر ہونا بتلایا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے) پیدا کرنے کے اعتبار سے، اور وہ اپنے غلاموں کو بطور غلام مالک بنانے والا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے وصیت کی ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی) (الکتاب میں الف لام جس کا ہے اور تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں۔ مِنْ قَبْلِكُمْ (تم سے پہلے) گزشتہ امتیں۔

اصل سعادت تقویٰ ہے:

نَحْمَدُكَ : یہ وصینا یا وتوا سے متعلق ہے۔ **وَاَيُّكُمْ** (اور تمہیں) یہ الذین او تو کا معطوف ہے۔ **اَنِ اتَّقُوا اللَّهَ** (کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یا ان مفسرہ ہے کیونکہ وصیت قول کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ پرانی وصیت ہے جو پرانے زمانہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرماتے ہیں۔ یہ صرف تمہیں ہی نہیں کی گئی کیونکہ بندے تقویٰ سے ہی اس کے ہاں سعادت مند بننے رہے ہیں۔ **وَاِنْ تَكْفُرُوْا** (اور اگر تم کفر کرو) اس کا عطف بھی اتقوا پر ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور تمہیں تقویٰ کا حکم دیا۔ اور انہیں بھی کہا اور تمہیں بھی کہتے ہیں۔ اگر تم ناشکری کرو گے۔ **فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا** (پس بیشک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہیں) غنی ہیں یعنی مخلوق سے اور ان کی عبادات سے اور حمید ہیں یعنی مستحق حمد ہیں اس کی تعریف کثرت انعام کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خواہ ان کی کوئی تعریف کرے یا نہ کرے (وہ ان کی تعریف کا محتاج نہیں)

حکم تقویٰ مالک ہونے کی وجہ سے:

مَلِكَةً : **نُفَرًا**۔ **لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ** دوبارہ لایا گیا۔ تاکہ یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی جائے کہ اس کے تقویٰ کا سبب یہ ہے کہ ساری خلق اسی ہی کی ہے اور وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔

نمبر ۲۔ اس میں یہ بھی ثبوت مہیا کر دیا کہ تقویٰ تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ اور تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ان تکفروالاکربلا دیا کہ مراد تقویٰ سے شرک سے بچنا ہے۔

کارساز وہی ہے:

آیت ۱۳۲: **وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيلًا** (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور جویں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کارساز ہونا کافی ہے) پس اسی کو کارساز بناؤ۔ غیروں پر بھروسہ نہ کرو۔

عظمت قدرت:

آیت ۱۳۳: اس آیت میں بندوں کو ڈرایا اور اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ **اِنْ يَشَا يُدْهِبْكُمْ** (اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے) **اَيُّهَا النَّاسُ وَبَيِّنَاتٍ بِالْخَوَارِیْنِ** (اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے یا انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق لے آئے) **وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِيْرًا** (اور اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔ (اور کفار کو دھمکی دی)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

(اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ اگرچہ تمہاری جانوں

أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ؕ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهِمَا ؕ

یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے۔ اگر غنی ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ مطلق ہے

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ؕ وَإِنْ تَلَوْا أَوْ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

سو تم انصاف کرنے میں خواہش لیس کا اتباع نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ﴿۱۵﴾

سب کاموں سے بہتر ہے۔

فقط طلب دنیا طلب خیس ہے:

آیت ۱۳۴: مَنْ كَانَ يُرِيدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا (جو دنیا کے ثواب کا طالب ہے) جیسے کوئی مجاہد اپنے جہاد سے مال قیمت کا طالب ہو۔ فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور آخرت کا ثواب ہے) پس یہ شخص کیوں صرف ایک کا طالب بننا اور دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ اور جو یہ طلب کرتا ہے وہ تو بہت ہی حقیر و خیس ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے ہیں) بَصِيرًا (اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں) اس حصہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں پائے جاتے ہیں (سبحان اللہ)

تَفْسِيرُ آیت ۱۳۵:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے ہو جاؤ) یعنی اقامت عدل میں خوب کوشش کرو یہاں تک کہ ظلم نہ کرو۔ شُهَدَاءَ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے) یعنی تم اپنی گواہی خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دو۔

تَحْفُوفٌ: قوامین خبر اول اور شہداء خبر ثانی ہے۔

اقرار شہادت علی النفس:

وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ (اگرچہ وہ گواہی اپنے نفسوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) شہادت علی نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف اقرار کیونکہ یہ بھی شہادت ہے۔ کیونکہ حق کو اپنے اوپر اس نے لازم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ

شہادت اقرار یہ تینوں چیزیں کسی ایک کے دوسرے پر حق کی خبر و اطلاع میں برابر ہیں۔ البتہ تینوں میں فرق یہ ہے کہ دعویٰ یہ اپنے ذاتی حق کی اطلاع ہے جو غیر کے ذمہ ہے۔ اقرار کسی دوسرے کا حق اپنے اوپر تسلیم کرنا۔ شہادت دوسرے کے حق کے لئے دوسرے کے خلاف اطلاع دینا ہے۔

أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (یا والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہو) یعنی اگر شہادت اپنے ماں باپ اور اقارب کے خلاف ہو۔ اِنْ يَكُنْ (اگرچہ وہ شخص) جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔ غَنِيًّا (مالدار ہو) تو پھر بھی گواہی سے نہ رکے اس کی مالدار کی وجہ سے کہ اس کی رضامندی کو چاہنے لگے۔ اَوْ فَقِيرًا (یا فقیر ہو) اس پر شفقت و رحمت گواہی سے نہ روکے۔ فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا (اللہ تعالیٰ کا تعلق ان دونوں سے زیادہ ہے) یعنی ان کو دیکھ کر اور ان پر رحمت کھاتے ہوئے۔

ایک لغوی تحقیق:

مَحْضَر: بہما میں ضمیر تثنیہ لائے حالانکہ ضمیر واحد لانی چاہئے تھی۔ کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ان دونوں میں سے ایک ہے اس لئے کہ جس پر قول باری تعالیٰ غنیا او فقیراً دلالت کرتا ہے ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور وہ فقیر و غنی کی جنس ہے۔ گویا

کلام اس طرح ہے۔ فاللّٰهُ اولىٰ بجنسی الغنی والفقیر یعنی بالا غنیا والفقراء۔ پس دونوں کی جنس مراد ہے تو تثنیہ کی ضمیر درست ہوئی۔

(جس کے حق یا خلاف شہادت دی جا رہی ہے۔ وہ دونوں سیاق کلام سے معلوم ہو رہے ہیں ان کی طرف ضمیر لونا لی جائے تو اشکال نہیں رہتا۔ فافہم)

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى (نہ اتباع کرو خواہش نفس کی) بِالْاِرَادَةِ اَنْ تَعْدِلُوْا (کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ) یہ عدول سے ہے یا اس بات کے خطرے کے پیش نظر کہ تم لوگوں کے درمیان عدل سے مڑ جاؤ۔ وَاِنْ تَلَوْاْ اَوْ تَعْرِضُوْا (اگر تم کج بیانی کرو یا پہلو تہی اختیار کرو)

قرأت و نحو:

تَلَوْاْ۔ ایک واؤ اور لام کے ضمہ سے۔ شامی و حمزہ نے پڑھا ہے۔ یہ الو لایۃ سے ہے۔ اگر تمہیں شہادت کے قائم کرنے کا ذمہ دار بنایا جائے یا اس کے قائم کرنے سے اعراض کرو۔ ان کے علاوہ قراء نے دو واؤ اور سکون لام سے پڑھا۔ اس صورت میں یہ اکتی سے ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تم موڑو اپنی زبانیں حق کی شہادت سے یا عادلانہ فیصلہ سے۔ یا تم شہادت سے اعراض کرو جو تمہارے پاس ہے اور اس کو روک لو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا خبر ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

وَالْكِتَابِ الَّذِي آتَزَلْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ

اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائیں۔ اور جو شخص منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا

وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝۱۳۶ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوا تَمَّ آمَنُوا تَمَّ كَفَرُوا تَمَّ أَزْدَادُ الْكُفَرِ أَلَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرَ

پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو

لَهُمْ وَلَا إِلَهَ يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۝۱۳۷

نہیں بخشنے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔

تفسیر آیت ۱۳۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (اے ایمان والو)۔

ثبات و اخلاص کی دعوت:

اٰمِنُوْا (ایمان کے سلسلہ میں اتباع کرو) اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے یا اہل کتاب کو کیونکہ کتاب کے بعض حصے پر ان کو ایمان تھا اور کچھ رسل پر۔ اور بعض رسل کا انکار کرتے تھے۔

یا منافقین کو خطاب فرمایا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اے وہ لوگو! جو منافقت کے طور پر ایمان لائے ہو تم مخلص مسلمان بن جاؤ۔

بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول) یعنی محمد ﷺ پر۔ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ (اور اس کتاب) (یعنی قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول پر اتارا) وَالْكِتَابِ الَّذِي آتَزَلْ مِنْ قَبْلُ (اور وہ کتاب جو اس نے اس سے پہلے اتاری) الکتاب سے جس کتاب مراد ہے۔ جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اتریں۔ اور اس پر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد و کتبہ دلالت کرتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے جو منافقین کو چھوڑ کر

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْبَتُغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝

کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بلاشبہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ

اور اللہ نے تم پر کتاب میں حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق کیا

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذَا

جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ بلاشبہ تم اس حالت میں

مَثَلُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ

ان جیسے ہو جاؤ گے، بلاشبہ اللہ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع

جَمِيعًا ۝

فرما دے گا

قرأت ونحو:

نَزَلَ وَأَنْزَلَ: مکی دشامی نے پڑھا اور ابو عمرو نے بھی۔ اور دوسرے قراء نے ان دونوں الفاظ کو مکی للفاعل پڑھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نزل علی رسولہ اور انزل من قبل کیلئے ہے کیونکہ قرآن مجید جدا جدا تھوڑا تھوڑا ایس سال میں اترا بخلاف ان کتب کے جو اس سے پہلے اتریں۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور جو شخص اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا) یعنی ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے گا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (پس تحقیق وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا) کیونکہ بعض کا انکار تمام کا انکار ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۳۷:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا (پیشک وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی مومن پر۔ ثُمَّ كَفَرُوا (پھر انہوں نے انکار کر دیا) جبکہ پھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ ثُمَّ آمَنُوا (پھر دوبارہ مومن پر طور سے واپس پر ایمان لے آئے) ثُمَّ كَفَرُوا (پھر انہوں نے عیسائی کا انکار کر دیا)۔

از دیا و کفر خطرناک ہے:

ثُمَّ اِذَا دُؤُوْا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد ﷺ کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ ثُمَّ يَكُنِ اللّٰهُ لِيُغْفِرَ لَهُمْ وَلَا يَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے اور ان کی مغفرت فرمانے والے اور ان کو ہدایت کی طرف راستہ دینے والے نہیں ہیں) سبیل سے مراد نجات کا راستہ یا جنت کا راستہ۔ یا پھر اس سے مراد منافقین ہیں جو کہ ظاہر میں ایمان لائے اور پوشیدہ طور پر کفر کرتے رہے مسلسل۔ اب از دیا و کفر سے مراد موت تک کفر پر قائم رہنا ہے۔ اور اس کی تائید اس ارشاد الہی سے ہوتی ہے۔ يَشْرُ الْمُتَفِقِيْنَ (کہ منافقین کو تم خوشخبری دے دو) یعنی اطلاع دے دو اور بشر کا صیغہ تھکم اور استہزاء کے لئے لایا گیا۔ يٰۤاَيُّهَا لَّهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

منافقین کا طریقہ عمل:

آیت ۱۳۹: اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَسْتَعُوْا عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ (وہ لوگ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں ایمان والوں کو چھوڑ کر کیا وہ ان کے ہاں عزت کے طالب ہیں)

نَحْوُ: الذین نمبر ۱۔ ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نمبر ۲۔ مرفوع ہے۔ بمعنی اریذ الذین۔ یا نمبر ۳۔ ہم الذین۔ منافقین کفار سے دوستی اختیار کرنے والے تھے۔ ان سے مدد و حفاظت کے طالب ہوتے اور کہتے کہ محمد ﷺ کا معاملہ تکمیل پذیر ہونا نظر نہیں آتا۔ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (پس بیشک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) مکمل اور جس کو وہ عزت دے جیسے نبی اکرم ﷺ اور مومن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ المنافقون۔ ۸۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۴۰:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْنَا (تحقیق اس نے تم پر اتارا) فِي الْكِتَابِ (یعنی قرآن میں) قُرْآنَاتٍ نُّزِّلَ نُونُ الْفَتْحَةِ کے ساتھ عاصم نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

محالست منافقین کی ممانعت:

اِنْ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاٰیٰتَ اللّٰهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَهْزِءُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی يَخْرُجُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غٰیِرِہ (کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور استہزاء ہوتا ہوا دیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں) یعنی یہاں تک کہ کفر و استہزاء قرآن کے علاوہ کوئی اور بات شروع کر دیں۔ الخوض شروع ہوتا۔ اَنْ یَّیْہ مخففہ من المشقلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اِنَّہ اذا سمعتم یعنی تم پر اتارا کہ معاملہ اس طرح ہے۔ والشان سے مراد وہ حالت جو جملہ سے شرط جزاء سمیت معلوم ہو رہی ہے۔

نَحْوُ: اِنْ اِنِ اس موقع کے لحاظ سے نَزَّلَ سے موضع رفع میں ہے۔ یا پھر نَزَّلَ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے اور المنزل علیہ۔ کتاب میں وہ آیات ہیں جو مکہ میں اتریں جیسا یہ آیت: وَاِذَا رَاَیْتُ الَّذِیْنَ یَخْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمُ ۖ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

جو اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ تمہارے اوپر کوئی مصیبت آ پڑے، سو اگر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے فتح یا پی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم

وَلِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۚ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعَكُمْ مِّنَ

تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل جائے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے

الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَاللَّهُ يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ

نہیں بچایا، سو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ اور اللہ برتر کافروں کو مسلمانوں سے مقابلہ

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝

میں غالب نہ فرمائے گا۔

حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ [الانعام: ۲۸]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ قرآن مجید کا تذکرہ اپنی مجالس میں کر کے اس کا مذاق اڑاتے۔ مسلمانوں کو ان کی مجالست سے روک دیا گیا۔ جب تک کہ وہ اس میں مصروف رہیں۔ مدینہ میں منافقین نے بھی مشرکین مکہ کا طرز عمل اپنا لیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ جیسا کہ ان کو مشرکین مکہ کی ہم مجالس سے روکا گیا۔ گناہ کے اعتبار سے تمثیل:

إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ (بیٹھ کر تم اس وقت ان کی طرح ہو) گناہ میں جبکہ تم ان کے ساتھ ٹھہر رہے۔ یہاں ہر اعتبار سے تمثیل مقصود نہیں۔ منافقین کا ایسی باتوں میں مصروف ہونا کفر ہے۔ اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ بیٹھنا مصیبت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيعًا (بیٹھ اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار کو جہنم میں جمع کرنے والے ہیں) کیونکہ وہ کفر و استہزاء میں دونوں جمع ہیں۔

آیت ۱۴۱: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمُ (وہ ایسے ہیں کہ تم پر مصیبت و افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں) کہ تمہیں کوئی کامیابی و غنیمت نہ ملے یا تمہارے میں ایسی چیز کے منتظر ہیں جس سے نئی فتح میسر ہو۔ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ہو گئی) اور نصرت و غنیمت مل گئی۔ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (تو کہتے ہیں کیا ہم تمہاری پشت پناہی کرنے والے نہ تھے) پس ہمیں بھی غنیمت میں شریک کرو۔

مؤمن و کافر کی کامیابی میں فرق:

وَأَن تَكُونَ مِنَ الْكَافِرِينَ نَصِيبٌ (اور اگر کافروں کو حاصل جاتا ہے) مسلمانوں کی کامیابی کو فتح فرمایا تاکہ ان کی عظمت شان ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے۔ جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کفار کی کامیابی کو نصیب کہا جو کہ ایک خسیس حصہ ہے۔ کیونکہ بچی کچھی دنیا ان کو ملے گی۔

حکومت: الذین یہ الذین یتخذون سے بدل ہے یا منافقین کی صفت ہے۔ یا فعل ذم کی وجہ سے منصوب ہے۔
 قَالُوا (وہ کہتے ہیں) یعنی کفار کو اَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَیْکُمْ (کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے) اور تمہارے قتل پر قدرت نہ پائی تھی مگر ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ الاستحواذ کا معنی غلبہ و استیلاء ہے۔ وَنَنْعَمُکُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچا نہیں لیا) کہ ہم نے ان کو ایسا خیال دلایا جس سے ان کے دل کمزور ہو گئے۔ اور وہ تمہارے قتال سے ست پڑ گئے۔ اور تمہارے خلاف ان کی معاونت میں ہم نے سستی کی پس ہمارا حصہ نکالو! جو تم نے مال غنیمت پایا ہے۔

قیامت میں کافر مغلوب ہوگا:

قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اے مومنو اور منافقو فیصلہ فرمائے گا) يَوْمَ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن) پس منافقین کو آگ میں داخل کرے گا۔ اور مومنین کو جنت عنایت فرمائیں گے۔ وَلَكِنْ يَجْعَلُ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (اور ہرگز اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر کوئی راستہ نہیں دیا) قیامت میں جس کی دلیل اول آیت کا حصہ ہے۔ حضرت علیؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ یا سبیل کا معنی حجت ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۖ وَإِذَا قَامُوا إِلَى

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کی دھوکہ بازی کی ان کو سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے

الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا

ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر

قَلِيلًا ۚ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَٰ ذَٰلِكَ ۚ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ

تھوڑا سا آخر میں لٹکے ہوئے ہیں اس کے درمیان، نہ ان لوگوں کی طرف نہ ان لوگوں کی طرف،

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۚ يَٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے تو ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا، اے ایمان والو! مومنوں کو

تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ

چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ

تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۚ

اپنے اپنے اللہ کی صبح جہت قائم کر لو،

منافقین کے اعمال کی کیفیت:

آیت ۱۴۲: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ (بیشک منافق اللہ تعالیٰ سے خداع کرتے ہیں) یعنی وہ ایسا معاملہ کرتے ہیں جو دھوکا دینے والے کی طرح ہو۔ کہ ایمان کا اظہار اور دل میں کفر۔

منافق جو ایمان کو ظاہر کرے اور باطن میں کفر چھپائے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دھوکا دیتے ہیں یعنی مومنوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دھوکا کو اپنے ساتھ دھوکا قرار دیا مسلمانوں کی عظمت و شرافت کو بڑھانے کے لئے۔ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (اور وہ ان کی چال بازی کی سزا ان کو دینے والے ہیں) اللہ تعالیٰ ان سے وہ سلوک فرمانے والے ہیں جو دھوکا میں غالب آنے والا کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کو دنیا میں محفوظ اموال و دماء والا کر دیا۔ اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا سب سے نچلا طبقہ منتخب فرمایا ہے۔ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ (جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں) ناپسندیدگی اور بوجھل پن سے۔ البتہ غفلت کا شکار تو کبھی کبھی مومن بھی ہو جاتا ہے۔ کسالی جمع کسلان جیسے۔ کسالی جمع سکران۔ يَرَآءُونَ النَّاسَ (وہ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں) یہ حال ہے۔ وہ اپنی نماز سے دکھلاوے اور شہرت کا قصد

کرتے ہیں۔ المراءۃ یہ رویت سے باب مفاعلہ ہے۔ کیونکہ دکھاوے والا ان کو اپنا عمل دکھا رہا ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کو استحسان کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں) وہ تھوڑی نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی غیر موجودگی میں تو وہ بالکل نماز نہیں پڑھتے۔ یا تسبیح تلیل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت قلیل۔ اللہ کے لئے قلیل بھی بہت ہے:

حضرت حسن بصریؒ فرماتے اگر وہ قلیل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو بہت ہوتا۔

مذذب کی حقیقت:

آیت ۱۴۳: مُذَذَّبِينَ یہ منصوب علی الذم ہے۔ یعنی رد کیے ہوئے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور خواہشات نے ان کو کفر و ایمان کے درمیلں مذذب کر دیا ہے۔ وہ ان کے مابین حیران پھرنے والے ہیں اور مذذب کی حقیقت تو یہی ہے کہ وہ دونوں طرفوں سے ہی دفع کیا جاتا ہے۔ وہ ایک جانب قرار نہیں پاتا۔ الذذبہ میں جوتا کید ہے وہ الذب میں نہیں۔

بَيِّنْ ذَلِكَ (اس کے درمیان) یعنی کفر و ایمان کے درمیان۔ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ (نہ تو وہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ وہ مؤمن شمار ہوں اور نہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ ان کو مشرک کہا جائے) وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف ان کو راہ نہ ملے گی۔

آیت ۱۴۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أْتَرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا (اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے لئے واضح حجت اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہو جائے) سلطان مبین سے عذاب دینے کی واضح دلیل مراد ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿۶۹﴾

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کے لئے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور اللہ پر مشہود بھروسہ رکھا اور اپنا دین اللہ کے لئے

للَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا

خالص کر دیا۔ تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہوں گے اور عظیم اجر عظیم

عَظِيمًا ﴿۷۰﴾ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدَائِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ

فرمائے گا۔ اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لاؤ اور اللہ

اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۷۱﴾

تقدیر دان ہے جاننے والا ہے۔

منافقین کا عذاب سخت ہونے کی وجہ:

آیت ۱۳۵: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بیشک منافقین آگ کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے) یعنی اس طبقہ میں جو جہنم کی گہرائی میں ہے اور آگ کے سات درکات ہیں ان کو درکات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پے درپے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور منافق کا عذاب کافر سے زیادہ رکھا گیا۔ کیونکہ وہ دنیا میں تلوار سے محفوظ رہا پس اس کے بدلے میں آخرت میں سب سے نچلے طبقے کا حقدار بنا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کفر میں کافر کی طرح ہے۔ اور کفر کے ساتھ استہزاء بالاسلام و باہل الاسلام کا اس نے اضافہ کر لیا ہے۔

قرأت: الدرك کو سکونِ راء کے ساتھ سوائے اعطشی کے تمام کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ اور دیگر تمام قراء نے راء کا فتح پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ زجاج بیہیض نے ذکر کیا کہ مختار قول راء کے فتح کا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے) جو ان سے عذاب کو روک سکے۔

تائسین کا مقام:

آیت ۱۳۶: إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا (مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی نفاق سے)

مَنْحَفُوفٌ: یہ لن تجد کی ضمیر مجرور سے استثناء ہے۔ وَأَصْلَحُوا (اور درست کر لی) جو احوال و اسرار اپنے انہوں نے حالت نفاق

میں بگاڑے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پر اسی طرح وثوق رکھیں) جس طرح مومن مخلص اعتماد کرتے ہیں۔ وَاخْلَصُوا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ (اور انہوں نے خالص کیا اپنے دین کو اللہ کے لئے) وہ اپنی اطاعت کے سبب اس کی ذات ہی کے طالب ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پس وہ مومنوں کے ساتھ ہونگے) یعنی وہ مومنوں کے ساتھی اور دارین میں رفیق ہیں۔ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا (اور عظیم اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دیں گے) پس وہ لوگ اس میں ان کے ساتھ شریک ہونگے۔ یہاں لفظ کی اتباع میں یا کو لکھنے میں بھی حذف کر دیا گیا۔

تقدیم شکر کی حکمت:

آیت ۱۴۷: پھر دوبارہ تاکید سے سمجھایا۔ کہ وہ شاکر مومن کو عذاب نہ دیں گے۔ پس فرمایا۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا۔ اگر شکرگزاری کرو اللہ کے لئے) وَامْنْتُمْ (اور ایمان لے آؤ) ما منصوب ہے بفعول کی وجہ سے۔ اور بمعنی ای شئی ہے۔ یعنی اس نے تمہیں عذاب دے کر کیا کرتا ہے۔

الایمان: انعام کرنے والے کی پہچان۔

الشکر: اعتراف نعمت۔

کفر منعم ہو یا نعمت یہ عناد ہے۔ اسی لئے کافر عذاب کا حقدار ہے۔ اور یہاں شکر کو ایمان سے مقدم لائے۔ کیونکہ عقل مند اپنے اوپر عظیم انعامات پاتا ہے جو اس کی خلقت یا حصول منافع میں حاصل ہو رہے ہیں۔ پس وہ مبہم انداز میں شکر یہ ادا کرتا ہے۔ جب اس کی نگاہ منعم کی پہچان تک پہنچتی ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔ پھر تفصیلی شکر یہ ادا کرتا ہے۔ پس گویا کہ شکر ایمان پر مقدم ہے۔

وَتَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا (اور اللہ تعالیٰ شکر کے قدردان ہیں) وہ تمہیں تمہارے شکر یہ پر بدلہ دیں گے یا معمولی عمل کو قبول کر لیتا ہے۔ اور بہت زیادہ ثواب دیں گے۔ عَلِيْمًا (وہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم رکھنے والے ہیں)۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا

اللہ تعالیٰ بڑی بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ

علیمًا ۱۵۸ اِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوهُ أَوْ تُعْفَوْا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۱۵۹

سننے والا جاننے والا ہے۔ اگر تم خیر کو ظاہر کرو یا اس کو چھپو یا برائی کو معاف کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا قدرت رکھنے والا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے

اللَّهُ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۖ وَيُرِيدُونَ أَنْ

درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں

أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۱۶۰ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ

کہ اس کے درمیان راہ تجویز کر لیں یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً کافر ہیں،

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۱۶۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ

اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور

يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرُهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ

ان میں کسی کے درمیان میں فرق نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان کو ان کے اجر عطا فرمائے گا۔ اور اللہ

عَفُوٌّ رَّحِيمٌ ۱۶۲

بخشنے والا مہربان ہے۔

جہر کا ذکر زیادہ تفصیل کیلئے:

آیت ۱۵۸: لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (اللہ تعالیٰ بری بات کو زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے سوائے مظلوم کے) اللہ تعالیٰ تو جہر اور غیر جہر تمام بری باتوں کا زبان پر لانا پسند نہیں کرتے مگر جہر زیادہ قبیح ہے اس لئے اس کو خصوصاً ذکر فرمایا۔ اگرچہ مظلوم اپنی بات ظالم کے متعلق کہہ سکتا ہے۔ الا کے ذریعہ ناپسندیدہ جہر میں سے مظلوم کی بات کو مستثنیٰ کر دیا اور وہ یہ ہے کہ ظالم کے متعلق بدعوا کرے اور اس کے اندر پائی جانے والی برائی ذکر کرے۔

بعض کا کہنا کہ الجہر بالسوء سے مراد گالی دینا ہے۔ اگر مظلوم اسی طرح کی گالی دے تو درست ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمه۔ وَتَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے) مظلوم کی شکایت کو عَلِیمًا (جاننے والا ہے) ظالم کے ظلم کو۔

تَقْسِیْرُ آیت ۱۴۹:

اس آیت میں معافی پر آمادہ کیا اور کوئی شخص کسی کی برائی کو سرعام نہ کہے خواہ بدلہ کے طور پر ہی ہو۔ مظلوم کے لئے ظالم کی مذمت مطلقاً ظہار کی اجازت کے بعد یہاں افضلیت کا ذکر کیا اور خیر کے ظاہر کرنے اور اخفاء کرنے کو معافی کا سبب قرار دیا۔ پس فرمایا۔

معافی پر آمادہ کیا:

إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا (اگر تم نیک کام علانیہ کرو) برائی کو سرعام بیان کرنے کی بجائے۔ أَوْ تَخْفَوْهُ (یا پوشیدہ طور پر کرو) پھر ان دونوں پر غنوکو بطور عطف ذکر کیا۔ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ (یا برائی سے درگزر کرو) یعنی اپنے دلوں سے اس کو مٹا دو۔

نکتہ: یہاں ابتداء اگرچہ خیر کے ابتداء و اخفاء سے کی مگر اصل مقصود غنوکا ذکر کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے قدرت والے ہیں) یعنی وہ ہمیشہ سے گناہ کو معاف کرنے والے ہیں اس کے باوجود کہ اسے انتقام کی قدرت حاصل ہے۔ پس تمہیں اس کے طریق کو اپنانا چاہیے۔

آیت ۱۵۰: إِنْ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں ہم بعض پیغمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کو سچا نہیں مانتے) جیسے یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا انکار کیا اور اسی طرح انجیل اور قرآن مجید کا انکار کیا۔ اور نصرائیوں کی طرح کہ جنہوں نے حضرت محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کیا۔ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (اور وہ چاہتے ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان راہ اختیار کریں) یعنی درمیانہ دین جو کفر و ایمان کے درمیان ہو حالانکہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

آیت ۱۵۱: أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں) یعنی وہ مکمل کافر ہیں کیونکہ ایک کا انکار تمام کا انکار ہے۔ حَقًّا: (پکے)

نحوی نکتہ:

نَحْوِي: یہ گزشتہ جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ حَقًّا یعنی یہ پکی بات ہے قطعاً یا یہ کافرین کے مصدر کی صفت ہے تقدیر یہ ہے۔ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَفْرًا حَقًّا ثَابِتًا يَقِينًا لَا شَكَّ فِيهِ۔ تاکید اس لئے لائے تاکہ ظاہر کر دیا

جائے کہ وہ کفر میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ تقدیر عبارت کا ترجمہ وہی لوگ ہیں جو کہ پہلے کافر ہیں ایسا کفر جو ثابت ہونے والا ایسا یقینی ہے کہ جس میں شک نہیں۔

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جو آخرت میں ان کو ملے گا۔ آیت ۱۵۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يَفْرِقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور انہوں نے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کیا)

نَحْمَدُہُ: لفظ احد کی طرف اضافت یقین کی درست ہے کیونکہ احد کا لفظ واحد مذکر مؤنث اور جمع حثیہ و جمع مذکر مؤنث میں برابر ہے۔ نکرہ ہے عموم فہی پر دلالت کرتا ہے۔ اُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ اُجُورُهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا (ان لوگوں کو ضرور اللہ تعالیٰ ان کا ثواب عنایت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں)

قراءت: یؤتیہم کو حفص نے یا سے پڑھا جبکہ حمزہ عاصم، ابن کثیر، ابو عمر و نافع، ابن عامر و کسائی و ابو جعفر خلف نے یؤتیہم نوں سے پڑھا ہے۔

اجور سے مراد موعودہ ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سینکڑوں کو چھپا دیتے ہیں۔ رحیمًا مہربان ہیں کہ نیکیاں قبول کرتے ہیں۔

تردید معتزلہ: اس آیت میں معتزلہ کے اس باطل اعتقاد کی تردید ہے کہ کبیرہ گناہوں والا ہمیشہ آگ میں رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور اس نے اعتقاد میں رسولوں کے درمیان تفریق نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر دیتے ہیں۔ اور مرتکب کبیرہ ان تمام عقائد کو ماننے والا ہے۔ پس وہ بھی اس وعدہ میں داخل ہو گیا۔

اسی طرح ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات کے قدیم ہونے کے قائل نہیں جیسے رحمت مغفرت وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيْمًا کہ وہ غفور رحیم ہے۔ حالانکہ ان کا قول یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازل میں غفور رحیم نہیں بلکہ اب غفور رحیم بنا ہے۔ (فافہم و تدبر)

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنِزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں۔ سو وہ موسیٰ سے

مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْقَةُ

اس سے بھی بڑی بات کا سوال کر چکے ہیں انہوں نے یوں کہا کہ تو ہمیں آسمان سے اللہ کو دکھا دے، سو ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے بجلی نے

بِظُلْمِهِمْ ۖ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا

پکار لیا۔ پھر انہوں نے عجلے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل آ چکے تھے، پھر ہم نے

عَنْ ذَلِكَ ۚ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۖ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

اس کو معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو صریح غلبہ دے دیا اور ہم نے لوگوں پر طور کو

الطُّورَ بِمِثْلَانِ ۖ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا

انہو دیا۔ ان سے مضبوط عہد لینے کی وجہ سے، اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں داخل ہو جاؤ جیسے ہوئے، اور ہم نے ان سے کہا کہ زیادتی نہ کرو

فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّثْقًا عَظِيمًا ۝۶۹

سبّط کے دن میں، اور ہم نے ان سے لے لیا تھا بہت مضبوط عہد۔

فخاص یہودی کی بڑ:

آیت ۱۵۳: یہودی عالم فخاص اور اس کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا اگر تم سچے نبی ہو۔ تو آسمان سے اکٹھی کتاب اتار لاؤ۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تو یہ آیت اتری۔ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنِزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ (آسمان سے ایک کتاب) یعنی اکٹھی کتاب کرتے ہیں کہ تم ان پر اتار لاؤ

قراءت: تُنِزِّلُ تخفیف کے ساتھ کی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ (آسمان سے ایک کتاب) یعنی اکٹھی کتاب جس طرح تو رات یکبارگی اتری۔ یہ بات انہوں نے ضد کی وجہ سے کہی۔ حسن بصری پہنچتے کہتے ہیں۔ اگر ہدایت کی غرض سے وہ مانگتے تو ایسی کتاب مل جاتی۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکٹھا اتارنا جانا بالکل ممکن ہے۔ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ (انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑا سوال کیا)

سوال: انہوں نے تو سوال نہ کیا تھا بلکہ ان کے آباء اجداد جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں تھے انہوں نے کیا مگر سوال کی نسبت ان کی طرف کردی گئی۔ اور وہ ستر منتخب افراد تھے۔

نسبت کی وجہ رضائے اعمال ہے:

جواب: یہ یہودان کے مذہب پر تھے۔ اور ان کے اس سوال پر راضی و خوش تھے۔ فَقَالُوا اَرَنَا اللّٰهُ جَهَنَّمَ (اللہ تعالیٰ ہمیں آگ سے سا منے دکھاؤ) یعنی کھلم کھلا ہمیں دکھاؤ تاکہ ہم کھلم کھلا دیکھیں۔ فَاَخَذَتْهُمْ الصَّيْقَةُ (ان کو کڑک نے پکڑ لیا) خوفناک عذاب یا جلانے والی آگ (بِظُلْمِهِمْ) (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔ جو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیا نامناسب سوال کر کے یا معجزات کے سلسلہ میں اپنے پیغمبر سے خدا اختیار کی اور دیدار کا سوال کر کے ہٹ دھرمی اختیار کی۔ مطلقاً دیدار کا سوال اس کا سبب نہیں کیونکہ وہ ممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کو یکبارگی اتروانے کا سوال اور دلیل یہ ہے کہ اگر یہ سزا فقط سوال رویت پر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی سوال کیا وہ پھر اس کے (نعوذ باللہ) زیادہ حقدار تھے۔ انہوں نے رب اونی انظر الیک کہا مگر ان کو صاعقہ نے نہ پکڑا مگر ان کو مزید طبع دلائی اور امکان کی قید لگائی۔ اور ممکن سے معلق ممکن الثبوت ہی ہوتا ہے۔ پھر ان کو زندہ کر دیا۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (پھر انہوں نے بچھڑے کو بنالیا معبود) مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آئے) یعنی تورات اور معجزات مسیح علیہ السلام۔ فَعَقَّبْنَا عَنْ ذَلِكَ (پھر ہم نے ان کو معاف کر دیا مہربانی کرتے ہوئے) اور ان کا استیصال نہیں کیا۔ وَاتَيْنَا مُوسٰی سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح معجزات دیئے) یعنی مخالفین کے خلاف غالب دلائل۔

آیت ۱۵۴: وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِثْقَاثِهِمْ (ہم نے ان کے ميثاق کے سبب طور کو ان پر بلند کیا) تاکہ وہ ڈریں اور وعدے کو نہ توڑیں۔ وَقُلْنَا لَهُمْ (اور ہم نے انہیں کہا) جبکہ طور ان پر لٹکنے والا تھا۔ اذْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہو) یعنی دروازہ بیت المقدس (ایلیا) میں داخل ہوتے وقت اپنے سروں کو جھکائے داخل ہو۔ وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْبُدُوا (اور ہم نے انہیں کہا حد سے تجاوز نہ کرو)

قرأت: ورش مجید نے تعبدوا پڑھا۔ تعبدوا سکون عین اور تشدید دال کے ساتھ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے پڑھا یہ دونوں ادغام کے ساتھ ہیں۔ البتہ قراءت ابی بن سہب میں تعبدوا ہے۔ تاکہ ادغام میں ادغام کیا اور عین کو ساکن رکھا ایک روایت میں اور دوسری روایت میں تاکہ فتح عین کی طرف منتقل کر دیا۔

فِي السَّبْتِ (ہفتہ کے سلسلہ میں) مچھلیاں پکڑ کر۔ وَآخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (اور ہم نے ان سے پکا وعدہ لیا) غلیظ سے مراد انتہائی تاکید والا۔

فَمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ

سو ہم نے اس وجہ سے (ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ اور نبیوں کو

بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۖ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

ناحق قتل کیا۔ اور انہوں نے یوں کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ

يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَيَكْفُرُهُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝۱۵۸

ایمان نہ لائیں مگر تھوڑے سے لوگ۔ اور (اس وجہ سے بھی ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا

اور انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول ہیں حالانکہ

كَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ

انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ صلی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے

لَفِيَ شَكٍّ مِّنْهُ ۖ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ

بارے میں شک میں ہیں۔ انھیں پر پلنے کے سوا ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں، اور یقیناً انہوں نے ان کو

يَقِينًا ۝۱۵۹ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۶۰ وَإِنْ مِنْ

یقیناً نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے اور اہل کتاب میں سے

أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝۱۶۱

کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ان پر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

تَفْصِيْلُ آيَتِ ۱۵۵:

فَمَا نَقْضِهِمْ (پس ان کے توڑ دینے کے سبب سے)

بِحُجُوْرٍ: ما تاکید کے لئے لایا گیا۔ ہا، حرمانا علیہم سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ حرمانا علیہم طیبات بقضہم ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کیں ان کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے۔ مِثَاقُهُمْ (اپنا پختہ وعدہ)

نحوی تحقیق:

نَحْنُ: فبظلم من الذین هادوا۔ یہ فیما نقصہم سے بدل ہے۔ اور تاکید کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ طیبات کی حرمت نقص عہد اور اس کے معظوفات کفر قتل انبیاء وغیرہ کی وجہ سے تھی۔

وَكُفِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ (اور ان کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کے باعث) آیات سے مراد معجزات موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وَقُتِلِهِمُ الْأَنْبِيَاءُ (اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کے سبب) جیسے زکریا و یحییٰ وغیرہ علیہم السلام بغير حق (ناحق) یعنی بغیر کسی ایسے سبب کے ارتکاب کے کہ جس سے قتل کے مستحق ٹھہریں۔ وَقُولِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ (اور ان کی اس بات کے سبب کہ ہمارے دل پردے میں ہیں) غُلف یہ جمع غلغلف ہے۔ اس کا معنی بند ہونا کہ جس میں کوئی وعظ و نصیحت اثر انداز نہ ہو۔

فخر یہ دعویٰ کی تردید:

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی) یہ جملہ قلوبنا غلغلف کے فخر یہ دعویٰ کی تردید ہے۔ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (پس نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے) جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔

بار بار کفر کا ارتکاب:

آیت ۱۵۶: وَيَكْفُرْهُمْ (اور ان کے کفر کے باعث)

نَحْنُ: اس کا عطف فیما نقصہم پر ہے یا اس کے قریب بکفر ہم پر اس لئے کہ انہوں نے بار بار کفر کیا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اسی لئے ان کے ایک کفر کو دوسرے پر عطف کیا۔ وَقُولِهِمْ عَلَى مَرْئِمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (اور ان کے اس قول کی وجہ سے جو انہوں نے مریم پر ایک عظیم بہتان کے طور پر لگایا) وہ بہتان عظیم ان پر زنا کا الزام تھا۔

مسح کہنے کی وجہ:

آیت ۱۵۷: وَقُولِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ (اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ بیشک ہم نے قتل کیا مسیح کو)

مسیح کو مسح کہنے کی وجہ یہ ہے نمبر ۱۔ کہ جبریلؑ نے ان کو برکت سے چھوا۔ پس وہ مسح ہوئے گویا مسح بمعنی مسح ہے۔ نمبر ۲۔ وہ مریض اور مادر زاد نابینا اور کوروزی کو ہاتھ لگاتے تو وہ درست ہو جاتا۔ تو مسح بمعنی ماح ہوا۔

رسول اللہ کہنے کی وجہ:

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ (عیسیٰ بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں) نمبر ۱۔ یہود کو آپ کی رسالت کا اعتقاد نہ تھا۔ یہ جملہ انہوں نے بطور استہزاء کہا۔ جیسا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ نمبر ۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کیلئے یہ لقب ذکر فرمایا۔ انہوں نے نہ کہا ہو (بلکہ اس کی جگہ کوئی قبیح لفظ کہا ہو) وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ لیکن انکو اشتباہ ہو گیا)۔

اسرائیلی روایات:

روایت اسرائیل میں وارد ہے کہ یہودی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں دیں۔ آپ نے ان کے لئے بد دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَبِكَلِمَتِكَ خَلَقْتَنِیْ۔ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ مِنْ سَبْنِیْ وَسَبِّ وَالِدَتِیْ۔ اے اللہ تو میرا رب ہے اور اپنے کلمہ سے تو نے مجھے پیدا کیا۔ اے اللہ تو ان پر لعنت کر جنہوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بد دعا سے ان کی صورتیں۔ بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں۔ اس پر تمام یہود نے آپ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ میں تم کو آسمان کی طرف اٹھاؤنگا اور یہود کے ہاتھوں سے پاک کر دوں گے۔

اس پر آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا۔ تم میں کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کو میری شکل دیدی جائے اور وہ قتل ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور جنت میں میرے ساتھ داخل ہو۔ پس ایک شخص نے ان میں سے اٹھ کر رضامندی ظاہر کی۔ کہ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی یعنی اسکی شکل عیسیٰ جیسی کر دی۔ پس اسکو پکڑ کر قتل کر دیا اور صلیب پر لٹکادیا گیا۔

دوسری روایت:

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھتا تھا۔ جب یہود نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو اس نے جاسوسی کی پیش کش کی۔ چنانچہ پولیس کو لے کر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا اور اس منافق کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی گئی۔ پس پولیس نے اسی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ پولیس کو یقین تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ نکتہ: ان دونوں میں سے جو صورت ہو ایسے لوگوں کے حق میں بالکل درست ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر طعنہ زنی کرنے والے اور ایمان قبول نہ کرنے میں ضد پرستے ہوئے ہوں۔

ایک نحوی تحقیق:

نَحْوُ: شبہ کا اسناد لہم جار مجرور کی طرف ہے۔ جیسا کہتے ہیں خَبِلَ الْیَہ۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولکن وقع لہم النشبه اور لیکن ان کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔

نمبر ۲۔ ضمیر مقتول کی طرف اسناد ہے جس پر انا قتلنا دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ولکن شبہ لہم مَن قتلوه۔ لیکن ان کو شبہ پڑ گیا جنہوں نے اس کو قتل کرنے کی کوشش کی)

وَأَنَّ الَّذِیْنَ اَخْتَلَفُوا فِیْہِ (اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں) ہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اختلفوا کی ضمیر کا مرجع یہود ہیں۔

یہودی کہنے لگے۔ چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام والا ہے اور بدن ہمارے ساتھی کا ہے۔ یا نصاریٰ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔ اللہ اور ابن اللہ تینوں میں تیسرا۔

گمان کے پیروکار:

لَفِیْ شَلٰکٍ مِّنْہٗ مَا لَہُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اِتِّبَاعَ الظَّنِّ (ان کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں مگر

صرف گمان کی اتباع)۔

یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ اتباع ظن علم کی جنس سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ گمان کی اتباع کرتے ہیں۔ البتہ شک سے تعبیر کی وجہ یہ ہے۔ شک یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں سے کوئی جانب رائج نہ ہو پھر ظن سے تعبیر کیا۔ ظن یہ ہے کہ ایک جانب رائج ہو۔ کیونکہ مقدمہ یہ ہے۔ ان کو شک تھا کچھ بھی علم نہ تھا۔ لیکن علامات نظر آئیں تو انہوں نے ظن قائم کر لیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین اختلفوا فیہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع فی قتل عیسیٰ ہے۔ اور لفظی شک منہ سے مراد بھی انکے قتل میں شک ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں ہیں؟

ایک نحوی تحقیق:

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا) یعنی نمبر یقینی قتل نمبر ۲۔ انہوں نے اس کو نہیں قتل کیا اس حال میں کہ وہ یقین کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا قطعاً۔ پس یقیناً کا لفظ تاکید ہے ماقتلوہ کی تقدیر اس طرح حق انتفاء قتلہ حقاً۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا جیسا اس کے قتل کے انتفاء کا حق تھا۔

آیت ۱۵۸: بَلَّ رَقَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا) نمبر ۱۔ اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کے حکم کا دخل نہ ہوگا۔ نمبر ۲۔ اس کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

وَتَكُنَّ اللَّهُ عَزِيزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے) یہود سے انتقام لینے میں حَکِيمًا (وہ حکمت والا ہے) اس تدبیر میں جو اس نے اپنی طرف اٹھانے کے لئے فرمائی۔

آیت ۱۵۹: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (اور کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا شخص نہیں مگر مرنے سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائے گا)

جملہ قسمیہ:

لِيُؤْمِنُوا بِهِ یہ جملہ قسمیہ ہے۔ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ وان من اهل الكتاب احدا الا ليؤمنن به کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا۔ اور اس کی مثل دوسری آیت میں ہے۔ وما منا الا له مقام معلوم۔ الصافات ۱۶۴۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو یعنی ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

آیت کا مطلب چار تفاسیر:

اب مطلب آیت کا یہ ہے۔ یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں مگر وہ ضرور ایمان لائے گا اپنی موت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) پر اور اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں یعنی جب اسکی روح پر واز کے قریب آتی ہے اور اسکا ایمان لانا بھی فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ مجبوری کا ایمان ہے یا دوسری تفسیر یہ ہے۔ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف راجع ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ کی موت سے پہلے۔ اس طرح اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو انکے زمانہ نزول کو پائینگے۔

فَيُظْلَمُ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں، اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلَهُمْ

راستہ سے روکنے میں زیادہ مشغول رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ سود لینے رہے حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۶۰

مال بھل طریقے پر کھاتے رہے، اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

لَكِنِ الرَّاسُخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر،

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ

اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے، اور جو لوگ قائم کرنے والے ہیں نماز کو اور دینے والے ہیں زکوٰۃ کو اور جو ایمان لانے والے ہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۶۱

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایسے لوگوں کو مغرب ہم بڑا ثواب عطا کریں گے۔

روایات میں ہے کہ وہ آسمان سے آخری زمانہ میں اتریں گے۔ پس اس وقت سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہاں تک کہ ایک ہی ملت ہو جائے گی۔ اور وہ ملت اسلام ہی ہے۔

نمبر ۳۔ تیسری تفسیر یہ ہے۔ بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

نمبر ۴۔ بہ کی ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں۔ اور دوسری ضمیر کتابی کی طرف لوثی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں کراہتے مرنے سے پہلے محمد ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو نہ مان لے۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِدًا (اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے) یعنی وہ یہود کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے اس کو جھٹلایا اور نصاریٰ کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان کو ابن اللہ کہہ کر پکارا۔

آیت ۱۶۰: فَيُظْلَمُ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ (یہودیوں کی بے جا حرکتوں کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان پر حلال کی گئیں تھیں) اور اس کا تذکرہ سورۃ انعام کی اس آیت و علی الذین هادوا حرمنا کل ذی ظفر (الانعام۔ ۱۳۶) میں ہے

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہوا ہم نے ان پر طہیات حرام نہیں کیں مگر اس عظیم ظلم کی وجہ سے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور وہ وہی ہے جو ابھی شمار کیا گیا ہے۔ وَبَصَّيْتَهُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے سبب سے) یعنی دوسروں کو ایمان سے روکنے کی وجہ سے۔ گنجیو (بہت زیادہ) یعنی بہت زیادہ مخلوق کو یا بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔

حرمت سود بنی اسرائیل میں بھی تھی:

آیت ۱۶۱: وَأَخَذْنَاهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ (اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا) بنی اسرائیل پر بھی سود اسی طرح حرام تھا جیسا ہم پر حرام ہے۔ مگر وہ آپس میں لیتے دیتے تھے۔ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (اور لوگوں کے مال ناجائز ذرائع سے کھانے کی وجہ سے) یعنی تمام حرام ذرائع اور رشوت وغیرہ۔ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان میں سے کفار کے لئے) نہ کہ ایمان والوں کے لئے۔ عَذَابًا أَلِيمًا (دردناک عذاب آخرت میں)

صفات کاملین:

آیت ۱۶۲: لَكِنَّ الرُّسُخُونَ فِي الْعِلْمِ (مگر جو علم میں پختہ ہیں) یعنی دین میں جتے رہنے والے۔ متقین جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر منہم (ان میں سے) ہم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُونَ (اور مؤمن) یعنی ان میں سے ایمان والے اور مہاجرین و انصار کے مؤمن یومنون (وہ ایمان لانے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

الراسخون مبتداء اور یومنون اس کی خبر ہے۔ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ (جو آپ پر اتارا گیا) یعنی قرآن وَمَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ (اور وہ جو اتارا گیا آپ سے پہلے) یعنی تمام کتب منزلہ۔ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ (اور وہ جو نماز ادا کرنے والے ہیں) **تحقیق:** یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت مذکور ہے۔ عبد اللہ کے صحیفہ میں المقیمون ہے۔ مالک بن دینار کی قراءت میں یہی ہے۔

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (اور وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں) وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں) أُولَئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا (یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عظیم اجر عنایت فرمائیں گے) قراءت: حمزہ مبنیہ نے سیو تہم پڑھا ہے۔

تحقیق: الْمُؤْتُونَ بمع معطوف مبتداء وَأُولَئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ خبر ہے۔

ہود صالح و شعیب علیہم السلام وغیرہم۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا (اور ہم نے وحی کی ابراہیم واسماعیل واسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان کی طرف اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور دی)

قراءت: حمزہ نے زَبُور پڑھا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی مفعول والا ہے یہ داؤد علیہ السلام پر اتارنے والی کتاب کا نام ہے۔

آیت ۱۶۳: وَرُسُلًا: اَوْحَيْنَا کے ہم معنی فعل ارسلنا و نانا وغیرہ سے منصوب ہے۔ قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان کر دیئے) مِنْ قَبْلُ سے مراد اس سورت سے پہلے۔ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے)

تعداد و رسل والی روایت:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے تو فرمایا مائۃ الف واربعة و عشرون الفاً۔ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) پھر سوال کیا ان میں سے رسول کتنے ہیں۔ تو فرمایا تین سو تیرہ۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام اور سب سے آخری تمہارے نبی محمد ﷺ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ چار عربی ہود و صالح، شعیب اور محمد ﷺ۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ (۳۶۱)

تمام انبیاء پر ایمان شرط لازم ہے:

آیت دلالت کر رہی ہے کہ رسل کی پہچان معین طور پر شرط لازم نہیں۔ جس پر ایمان کا دار و مدار ہو۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ ان تمام پر ایمان لائے اگر تمام کی معرفت بنام و تعداد سے لازم ہوتی تو آیت میں بیان کر دی جاتی۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کلام کرنا) یعنی بلا واسطہ جبرئیل۔

بعثت کا مقصد:

آیت ۱۶۵: رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو کوئی عذر باقی نہ رہے)

خُجُوع: نمبر۔ رسلا یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اعنی رسلاً۔

نمبر ۲۔ اور پہلے رُسُلًا سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ نمبر ۳۔ مفعول ہو فعل محذوف ارسلنا کا اور لئلا کی لام مبشرین اور منذرین کے متعلق ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا بھیجنا یہ اس سبب کی وضاحت اور لوگوں پر حجت کو تمام کرنے کے لئے ہے۔ تاکہ قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں کہ لولا ارسلنا لہنا رسولاً۔ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا جو ہمیں چکا تا اور غفلت سے خبردار کرتا۔ اور اس پر متنبہ کرتا جس پر متنبہ ہونا چاہئے تھا۔ اور ہمیں فرمانبرداری کا طریق کار سکھاتا مثلاً عبادات، شریع، میری مراد اس سے

عبادات کی مقدار اوقات کیفیات ہیں اصول مراد نہیں۔ کیوں کہ اصول تو عقل کی روشنی سے پہچانے جاتے ہیں۔
وَسَكَانَ اللَّهُ غَرِيْبًا حَكِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں) انکار کی سزا پر قدرت رکھتے ہیں اور رسولوں کی
بعثت میں حکمت والے ہیں تاکہ ان کو ڈرایا جاسکے۔

کتاب کی صحت کا ثبوت اظہار معجزات سے:

آیت ۱۶۶: جب آیت اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ نشہد لك بهذا۔ ہم آپ کے متعلق اس
بات کے گواہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلْ اِلَيْكَ لٰكِنِ اللّٰهُ تَعَالٰی گواہ ہے۔ اس کا جو آپ
پر اتاری۔

شَهَادَةُ اللّٰهِ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ کا مطلب یہ ہے اس کتاب کی صحت کا ثابت کرنا معجزات کے اظہار کے ذریعہ ہے۔ جیسا کہ
دعاوی کا ثبوت دلائل سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حکیم جموںے کی تائید و مدد معجزات سے نہیں کرتا۔

قرآن آپ کے لائق ہونے کے سبب اُتارا:

اَنْزَلْنٰهُ يٰعِلْمِہ (اس نے اپنے علم سے اس کو اتارا) مطلب یہ ہے۔ نمبر ۱۔ کہ اس نے قرآن کو اتارا ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے
کہ تم اس کے اتارے جانے کے لائق ہو اور تم اس کو پہنچانے والے ہو۔

تردید معترزلہ:

نمبر ۲۔ اس کو بندوں کی مصلحتیں جانتے ہوئے ان کے مطابق اتارا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے علم کو
ثابت کیا تو صفات فعلیہ کے متعلق معترزلہ کے باطل عقیدہ کی تردید ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ (اور فرشتے بھی گواہ ہیں) آپ کی
نبوت کے۔ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) اگر اور کوئی گواہی نہ بھی دے تو پرواہ نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلًّا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا ہے شک وہ بڑی دور کی گمراہی میں

بَعِيدًا ۱۷ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا يَهْدِيَهُمْ

جا پڑے، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشنے گا اور نہ جہنم کی راہ

طَرِيقًا ۱۸ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۱۹

کے علاوہ انہیں اور کوئی راہ بتائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے رسول آ گیا سو تم ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے

لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ

بہتر ہے۔ اور اگر تم کفر اختیار کرو سو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ

اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۲۰

جاننے والا ہے حکیم ہے،

آیت ۱۶: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) محمد ﷺ کی تکذیب کر کے۔ اور مراد اس سے یہود ہیں۔ وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو روکا) اور لوگوں کو حق کے راستے سے منع کیا اس قسم کی باتیں کر کے انا لا نجد فی کتابنا ہم اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں پاتے۔

قَدْ ضَلُّوا ضَلًّا بَعِيدًا (یہ گمراہ ہوئے بہت دور کا گمراہ ہونا) بعید سے مراد شد و ہدایت سے دور ہونا۔

آیت ۱۷: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَظَلَمُوا (اور انہوں نے ظلم کیا) محمد ﷺ کے ساتھ زیادتی کی آپ کی تعریف کو تبدیل کر کے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہ کرے گا) جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں گے۔

آیت ۱۸: وَلَا يَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (اور نہ ان کو کوئی راستہ دکھائے گا سوائے جہنم کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھنا اس کے لئے آسان ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح بعاقبہم خالدین۔ وہ ان کو مخلوق کی سزا دے گا۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ یہ دونوں آیات ان لوگوں کے متعلق ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان کی موت کفر پر آئے گی۔

يَا هَلْ الْكِتَابَ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

اے اہل کتاب غلو نہ کرو اپنے دین میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر

الْحَقُّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ

حق بات، مسیح جو عیسیٰ بن مریم ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ کا

كَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ فَ

کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہے، سو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت

تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ إِنَّهُمْ خَيْرَ لَكُم ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَنَهُ

کہو کہ تین خدا ہیں اس سے باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ معبود صرف اللہ ہی ہے جو اکیلا ہے وہ اس سے پاک ہے

أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۚ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۚ

کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

آیت ۱۰۷: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس رسول حق لے کر تمہارے رب کی طرف سے آئے) حق سے مراد یہاں اسلام ہے۔ اور یہ حال واقع ہے اس حال میں کہ حق کو ثابت کرنے والا ہے۔

ایمان و توحید خیر ہے:

فَآمَنُوا خَيْرًا لَّكُمْ - (تم ایمان لاؤ جو تمہارے لئے بہتر ہو) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ: إِنَّهُمْ خَيْرَ لَكُم ۚ

(النساء: ۱۷۱)

تَحْقِيقاً: خیراً یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کو ایمان پر آمادہ کیا۔ اور تثلیث سے باز رہنے کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا ایک بات پر ان کو آمادہ کیا جا رہا ہے پس فرمایا خیراً لکم۔ تم قصد کرو اور ایک ایسے امر پر ثابت قدم رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کی نسبت جس میں تم مبتلا ہو یعنی کفر و تثلیث۔ اور وہ بہتر چیز ایمان اور توحید ہے۔ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (اور اگر تم ناشکری کرو تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) تمہارا کفر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَتَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں جو ایمان لانے والے اور انکار کرنے والے ہیں) حَکِیمًا (وہ حکمت والے ہیں) دونوں کے بدلے میں برابری نہیں برتتے۔

آیت ۱۰۸: يَا هَلْ الْكِتَابَ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) یعنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہود

نے مسیح علیہ السلام کو کم کرنے میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کو زانیہ کا بیٹا قرار دیا (معاذ اللہ)۔ اور نصاریٰ نے ان کو بڑھانے میں غلو سے کام لیا یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا (معاذ اللہ)۔ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ الْإِلَهَ الْفَقْ (اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کہو جو سچی ہے) اور وہ اس کا شرک و انہیت سے پاک ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (بیشک مسیح عیسیٰ بن مریم ہے) ابن اللہ نہیں ہے۔ رَسُولُ اللَّهِ (اللہ کا رسول ہے) حَقُّقًا: اس مبتداء عیسیٰ عطف بیان یا بدل اور رسول اللہ اس کی خبر۔ کلمتہ کا عطف رسول اللہ پر ہے۔ وَكَلِمَتُهُ (وہ اللہ کا کلمہ ہے) ان کو کلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کلام سے کی جاتی ہے۔ أَلْفَهَا إِلَى مَرْيَمَ (وہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا مریم تک) یہ حال بھی ہے اور اس کے ساتھ مراد بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ کلمہ پہنچایا مریم تک اور ڈالا اس میں۔

روح کہنے کی وجہ:

وَرُوحٌ (اور روح ہے)۔

حَقُّقًا: اس کا عطف بھی رسول اللہ پر ہے۔

ان کو روح کہنے کی وجہ نمبر ۱۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے جیسا کہ قرآن کو بھی روح فرمایا۔ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا۔ الشوریٰ۔ ۵۲۔ نمبر ۲۔ وہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔

قِنْدُ (اس کی طرف سے) یعنی اس کی تخلیق اور تکوین سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ۔ الجاثیہ۔ ۱۳۔

عجیب لطیفہ:

ہارون رشید کے دربار میں ایک نصرانی غلام تھا۔ اس نے مجلس ہارون رشید میں کہا تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اللہ میں سے ہیں علی بن حسین بن واقد جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے فرمایا اگر قِنْدُ سے عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر قرآن مجید میں سورہ جاثیہ میں ارشاد ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ۔ پھر اب تو ساری مخلوق اس کا حصہ بن گئی۔ عیسیٰ کی کیا خصوصیت رہی۔ وہ لا جواب ہو گیا۔

قَامِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَلَا تَقُولُوْا لَقَوْلُهُ (پس تم مانو اللہ اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ معبود تین ہیں) حَقُّقًا: ثلاثہ یہ خبر ہے اس کا مبتداء الالہۃ مخدوف ہے۔

اِنَّهُمْ (تم باز رہو) یعنی تثلیث سے۔ خَيْرًا لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہوگا) قرآن مجید کی واضح دلالت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں اللہ مسیح اور مریم تین معبود ہیں۔ اور مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جو مریم سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارشاد الہی میں

ہے: اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاٰمِيَ الْهَيْمٰنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [المائدہ: ۱۱۶] دوسری آیت میں فرمایا: وَقَالَتِ النَّصْرٰى الْمَسِيْحَةُ ابْنُ اللّٰهِ (انجیل: ۳۰)

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (بیشک اللہ ہی تنہا معبود ہے)

تجوید: لفظ اللہ مبتداء الہ خبر واحد تاکید برائے الہ۔

تزییہ باری تعالیٰ:

مُسَبِّحُوْهُ اَنْ يَّكُوْنَ لَكُمْ وَلَدًا (وہ اس امر سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) میں اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ لَمْ يَكُنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی تزییہ کا بیان ہے۔ اس غلط نسبت سے جو اس کی طرف کی گئی۔ اس طرح کہ آسمان و زمین میں سب اس کی مخلوق و مملوک ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ بعض ملکیت اس کا حصہ ہو۔ کیونکہ بیٹا ہونا اور ملک ہونا دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جزء ہونا تو اجسام کی خصوصیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو جسمیت سے پاک ہے۔

وَسَكْفٰ بِاللّٰهِ وَكِيلًا (اور اللہ کافی کارساز ہے) وہ حافظ ہے آسمان و زمین کا اور ان میں تدبیر امر کرنے والا ہے اور جو کسی امر کی کفایت سے عاجز ہوتا ہے وہ بیٹے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی معاونت کرے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط

مسیح ہرگز اس کو عار نہیں سمجھے گا کہ اللہ کا بندہ ہے اور نہ مقرب فرشتے،

وَمَنْ يَسْتَنْكِفَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۷۷﴾

اور جو کوئی شخص عار کرے اللہ کی عبادت سے اور تکبر کرے تو وہ ان کو مغرب اپنے پاس جمع فرمائے گا،

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ

سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو پورے پورے بدلے عطا فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے

مِنْ فَضْلِهِ ؕ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور زیادہ دے گا۔ اور جن لوگوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب

أَلِيمًا ؕ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۷۸﴾ يَا أَيُّهَا

دے گا اور یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہ پائیں گے۔ اے

النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۷۹﴾

لوگو! بے شک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے اتارا ہے تمہاری طرف واضح نور

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے پکڑا تو مغرب ان کو اپنی رحمت اور فضل میں

وَفَضْلٍ ؕ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا ﴿۸۰﴾

داخل فرمائے گا اور ان کو اپنی طرف سے سیدھے راست پر پہنچا دے گا۔

نصاری کے اعتراض کا جواب:

آیت ۱۷۲: جب وفد نجران نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے صاحب عیسیٰ کے عیب کیوں نکالتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں نے کیا کہا ہے! کہنے لگے تم نے کہا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو عار کی بات نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو۔ انہوں نے کہا کیوں کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ (مسیح ہرگز عار نہیں کریں گے) یعنی نفرت نہیں کریں گے۔ اَنْ يَكُوْنَ عَبْدًا لِلّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے بندے کہلائیں) اس میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَلَا الْمَلَائِكَةُ (اور نہ ملائکہ) اس میں عرب کے ان لوگوں کی مذمت ہے جو فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا عطف مسیح پر ہے۔ الْمُقَرَّبُونَ (مقرب) یعنی کروڑوں فرشتے جو عرش الہی کے گرد رہتے ہیں مثلاً جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل علیہم السلام اور جو ان کے طبقہ میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ملائکہ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے میں عار محسوس نہ کریں گے۔ اس کلام کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ عبد اللہ کا لفظ ہے مختصراً۔

اعتراض:

معتزلہ نے اس آیت سے ملائکہ کی انسانوں پر فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلیل یہ دی ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان لا يستنكف عن خدمتي ولا ابوء۔ اگر کہا جائے ولا عبده۔ تو یہ کلام درست نہیں۔ آیت میں وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ کا مطلب یہ ہے کہ نہ ملائکہ مقربوں اور نہ وہ جو ان سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں۔ اور عظمت میں بڑھ کر ہیں اور مقربین کی تخصیص اس پر دلالت کر رہی ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ثانی کو اول پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ جس میں تنازع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آیت بتا رہی ہے کہ ملائکہ مقربین تمام وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ تمام ملائکہ مقربین ایک انسانی رسول سے افضل ہیں۔ بعض اہلسنت نے یہ جواب دیا ہے۔ کیونکہ آیت کی مراد یہ ہے کہ ملائکہ عظیم طاقت کے باوجود جو انسانوں سے بڑھ کر ہیں اور لوح محفوظ کے علوم جن سے وہ براہ راست فیضیاب ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی سے بالکل خالی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے سے عار محسوس نہیں کرتے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے کیسے عار و انکار کر سکتا ہے۔ جو دوسرے سے پیدا ہوا۔ اور قدرت و طاقت بھی محدود قسم کی ہو۔ اور علم بھی فرشتوں کی طرح کا نہ ہو۔

اور اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے سخت پکڑ۔ وسعت علم۔ وجود کی غرابت حماقت کا شکار کر دیتی ہے۔ جیسا کہ عیسائی۔ اور عبودیت سے بلند ہونے کا وہم پیدا کر دیتی ہے۔ پس عیسائیوں کو کہا گیا کہ یہ اوصاف تو ملائکہ میں مسیح کی نسبت زیادہ کامل ہیں مگر وہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی عبودیت سے عار محسوس نہیں کرتے تو مسیح کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

خَلَاَصَةُ الْكَلَامِ:

خلاصہ کلام یہ ہے۔ خاص انسان یعنی انبیاء علیہم السلام وہ خاص ملائکہ سے افضل ہیں اور وہ خاص ملائکہ کہ رسل ملائکہ ہیں مثلاً جبریل میکائیل عزرائیل وغیرہ۔ اور خاص ملائکہ عام مؤمنین سے افضل ہیں۔ اور عام مؤمن انسان۔ عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

تفضیل بشری دلیل:

انسانوں نے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دبا یا باوجود اس بات کے کہ خواہشات فطرت بشریہ ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام ملائکہ پر عصمت میں فوقیت لے گئے۔ اور نفسانی واردات کو دبانے میں ان کو فرشتوں پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ اور جسمانی دواعیٰ کو مغلوب کرنے میں ان پر بڑھ گئے پس ان کی اطاعت و عبادت وہ فرشتوں کی نسبت بہت شاق و گراں

ہے۔ کیونکہ وہ مختلف چکروں سے گزر کر کرنا ہوتی ہے اور ملائکہ کی اطاعت جبلی و فطری ہے۔ پس انبیاء علیہ السلام کی اطاعت ثواب میں بڑھتی۔

وَمَنْ يَسْتَكْبِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ (جو اس کی بندگی سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا) فَسَيَحْشُرُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا (پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ہاں جمع کریگا) پھر ان کے غرور آمیز انکار و تکبر پر ان کو سزا دے گا۔ پھر تفصیل فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔

اجمال کی تفصیل:

آیت ۳۷: فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ اُجْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاَمَّا الَّذِينَ اسْتَكْبَفُوا وَ اسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيْرًا (پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ تو ان کو ان کا ثواب پورا پورا دیا اور اپنی مہربانی سے زیادہ عطا فرمائے گا اور پھر جن لوگوں نے عار محسوس کی اور بڑے بڑے تو اللہ تعالیٰ ان کو دکھ آمیز عذاب دے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی کارساز و مددگار نہ پائیں گے) اہم سوال: تفصیل اجمال کے مطابق نہیں۔ کیونکہ تفصیل میں دو فریق ہیں۔ اور اجمال میں ایک فریق کا تذکرہ ہے۔

الجواب بالصواب: اس کی مثال اس طرح ہے کہ امام نے خروج کرنے والوں کو جمع کیا۔ پس جنہوں نے اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا ان کو لباس و سواری دینا اس کے ذمہ ہے اور جنہوں نے خروج کیا ان کو سزا دینا اس کے ذمہ تھا۔ یہ جواب دو اعتبار سے صحیح ہے۔ نمبر ۱۔ بڑی دلیل ایک فریق کے تذکرہ کو حذف کر دیا کیونکہ تفصیل اس پر خود دلالت کر رہی تھی۔ نمبر ۲۔ ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ کی دلیل ہے۔ جیسا کہ تفصیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ایک فریق کو حذف کر دیا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوا بِهِ۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دوسروں پر احسان ان کو غم میں مبتلا کرنے والا ہے۔ تو یہ غم بھی من جملہ عذاب میں داخل ہے۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ جو اس کی بندگی اور عبادت سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا۔ پس عنقریب اس کو حسرت کا عذاب میسر آئے گا جبکہ وہ عمل کرنے والے کے بدلے ملاحظہ کرے گا اور اس سبب سے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو پہنچے گا۔

ایک نکتہ:

آیت میں: لَنْ يَسْتَكْبِفْ میں غیر مستکفین اور من يستكف میں مستکفین کا ذکر موجود ہے۔

پس تفصیل اجمال کے بالکل مطابق ہے۔ طویل بادیہ پبائی کی حاجت نہیں۔ (الحمد للہ)

آیت ۴۲: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی) یعنی وہ رسول ہیں جو نکرین کو معجزات سے حق واضح کر رہے ہیں۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُورًا مُبِيْنًا (اور ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی اتاری) ایسا قرآن جس سے حیرت کے اندھیرے روشن کیے جاتے ہیں۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۖ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ

لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے

لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ

اس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر دو بہنیں ہیں تو اس کے لئے اس مال میں کا آدھا ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور اگر اس کے پورے مال کا وارث ہوگا اور اس بہن

يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۖ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشِّلْهُنِ مِمَّا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانُوا

اس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر دو بہنیں ہیں تو ان کے لئے اس مال میں سے دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور اگر یہ لوگ

إِخْوَةٌ رِّجَالٌ وَلَوْ نِسَاءٌ فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن

بہن بھائی ہوں تو ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، اللہ تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ

تَصْلَحُوا ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۷۶﴾

تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

قَالُوا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ (جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوطی سے تھام لیا) یعنی اللہ پر ایمان لائے یا قرآن پر ایمان لائے۔

فَسَيُجْزِيهِمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ (وہ عنقریب ان کو اپنی رحمت و فضل میں ضرور داخل فرمائے گا) رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد زیادتی نعمت و بھلائی ہے (اور وہ ان کی راہنمائی کرے گا) اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف) یا فضل کی طرف یا اپنے راستے کی طرف۔ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (سیدھا راستہ)

صراطا یہ مضاف محذوف سے حال ہے۔

کلالہ کا حکم:

آیت ۷۱: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں)۔

واقعہ جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ بیمار تھے۔ رسول اللہ عیادت کیلئے تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں کلالہ ہوں۔ میں اپنے مال کا کیا کروں؟ تو یہ آیت اتری ان امروا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ (اگر کوئی آدمی مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو)

امرو مرفوع ہے اس مضمرب کی وجہ سے کہ ظاہر جس کی تفسیر ہے اور لیس له ولد یہ صفت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ تقدیر

عبارت یہ ہے۔ ان هلك امرؤ غیر ذی ولد۔

الولد سے یہاں مراد بیٹا ہے۔ ویسے یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ابن کی وجہ سے اخت (بہن کا حصہ) ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر بنت کی وجہ سے بہن کا حصہ ساقط نہیں ہوتا)

حقیقی بھائی بہنوں کا مسئلہ:

(یاد رہے کہ یہ آیت حقیقی بھائی بہنوں کے متعلق ہے جیسا شروع سورت میں روایت مذکور ہوئی)
وَلَوْ اُخْتُ (اور اس کی حقیقی بہن ہو) یعنی ماں باپ کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (تو بہن کو حقیقی بھائی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا) جو اس میت نے چھوڑا ہے۔

وَهُوَ يَرِثُهَا لِيَكُنْ اِذَا مَرَّتْ حَقِيقَتُهُ مَرَجَا (اور اس کی اولاد نہ ہو) تو بھائی حقیقی اس کے تمام مال کا وارث ہوگا۔ اگر معاملہ علی العکس اس کی موت کا پیش آئے۔ اور وہ بھائی اس کی موت کے بعد باقی ہو۔ (اور میت کا باپ دادا موجود نہ ہو۔)

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ (اگر اس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو) یہاں ولد سے مراد بیٹا ہے۔ کیونکہ بیٹا۔ بھائی کو ساقط کرتا ہے بیٹی نہیں۔
سوال: بیٹا کیلئے بھائی کو ساقط نہیں کرتا۔ باپ بھی اسقاط میں اس کی مثل ہے۔ پھر آیت میں ولد کی نفی پر انتفاء کیونکر فرمایا گیا۔

جواب: انتفاء ولد کا حکم واضح بیان کر دیا اور انتفاء والد کا حکم سنت کے بیان پر چھوڑ دیا۔ اور وہ ارشاد نبوت ﷺ ہے۔ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فلاولى عصبه ذکر۔ البخاری۔ ۶۷۳۲۔ مسلم۔ ۱۶۱۵۔ احمد۔ ۲۹۲۲۔ جلد ۱

اور باپ بھائی سے زیادہ حقدار ہے۔

اخوت کو تغلیباً ترجیح دی:

فَاِنْ كَانَتَا اُنْتَيْنِ (اگر ہمیں دو ہوں) اور اس پر وَلَوْ اخت بھی دلالت کر رہا ہے۔ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً (تو ان کے لئے) بھائی کے ترکہ سے) دوثلث ہو گئے اس میں سے جو میت نے چھوڑا اور اگر بھائی بہنوں کی جماعت ہو) یعنی اخوت کی وجہ سے میراث پانے والے بہن بھائی بہت سے ہوں۔ یہاں اخوات پر اخوت کو غلبہ دے کر ذکر کیا۔

رِجَالًا وَّنِسَاءً (مذکر و مؤنث دونوں ہوں) فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثٰی بَيْنَ اللّٰهِ لَكُمْ اَنْ تَصْلُوْا (پس ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) (تقسیم میں) اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ)

حجۃ الوداع کی راہ میں اُتری:

بین سے سچا بیان۔ یہ بین کا مفعول محذوف ہے۔ اور ان تصلوا سے قبل کراہۃ کا لفظ محذوف ہے۔ (ان کے بعد لا محذوف ہے) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے) وہ اشیاء کو ان کے وجود سے قبل اور ان کے بعد انکی حقیقتوں اور امثلہ سمیت جانتے ہیں (اس آیت کو آیت الصیف گرمیوں والی کہتے ہیں۔ اور یہ آیت حجۃ الوداع کے بعد راستہ میں اُتری۔

الحمد لله افضل الصلوات علی رسولہ تمت ترجمۃ سورۃ النساء

یوم الاربعاء سبعة عشر یوماً مضت من شهر ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ اَرْبَعُوْنَ اَيَّاتٍ وَخَمْسُوْنَ اَمْرًا وَتِسْعِيْنَ اَمْرًا مَنَعًا

سورہ مائدہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو تیس آیات اور سولہ کوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے انعام میں سے،

إِلَّا مَا يَتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرُ مُحْلَىٰ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ①

مگر وہ جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا جائے گا اس حال میں کہ جس وقت تم احرام میں ہو شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا شَهْرَ الْحَرَامِ وَلَا الْهَدْيَ

اے ایمان والو! مت حلال کرو اللہ کے شعائر کو، اور نہ شہر حرام کو اور نہ ہدیٰ

وَلَا الْفُلَايِدَ وَلَا أَمِّينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ

کو اور نہ بچے ڈالے ہوئے جانوروں کو، اور نہ ان لوگوں کو جو بیت حرام کا قصد کر کے جا رہے ہوں! وہ اپنے رب کا فضل

وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ

اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو، اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی کہ انہیں نے

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِن تَعْتَدُوا ۚ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا

تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور آپس میں نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور

تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②

مکناہ اور زیادتی پر آپس میں مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

عہد کی پابندی کا حکم:

تفسیر آیت ۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يَتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرُ مُحْلَىٰ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

(اے ایمان والو! تم وعدوں کو پورا کرو۔ حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے چوپائے۔ سوائے ان کے جو تمہارے سامنے تلاوت کی جارہی ہے۔) لیکن (شکار کو حلال نہ سمجھنا اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے) کہا جاتا ہے: وفی بالعہد، وافی بہ۔ کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا۔ اس کے تقاضے کو ادا کیا۔ العقد۔ مضبوط عہد کورسی کی گرہ سے تشبیہ دی۔ مراد اس سے وہ معاہدے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیے۔ اور ان کا مکلف بنا کر ان پر لازم کیے۔

یادہ معاہدے جو محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں سے لیے۔

یا پھر وہ معاہدے جو تم باہمی باندھتے ہو۔ اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں حرام و حلال کے سلسلے میں باندھے ہیں۔ البتہ یہ کلام اجمالی ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے پھر تفصیل اسی طرح کی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ۔ البہیمۃ۔ خشکی وسندری چوپایا۔ انعام کی طرف اس کی نسبت بیانی ہے۔ اور یہ اضافت من کے معنی میں ہے۔ جیسے خاتم فضۃ۔

اب مطلب یہ ہوا کہ چوپایا جو پالتو جانوروں میں سے ہے ان کی آٹھ اقسام ہیں اونٹ، گائے، بھیڑ، بکریاں وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بہیمۃ الانعام سے مراد ہرنی اور جنگلی گائے ہے۔ اَلَا مَا يُتْلٰی عَلَیْكُمْ سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کی جائیں گی۔ اس سے مراد یہ جو آیت حرمت علیکم میں بیان کیے گئے ہیں۔ **بِحَبْمٍ**۔ غیور محلی الصيد (شکار کو حلال مت سمجھنا) یہ لکم کی ضمیر سے حال ہے اور وانتم حرم یہ محلی الصيد سے حال ہے گویا عبارت اس طرح ہے۔ ہم نے تمہارے لیے بعض چوپائے حلال کئے جبکہ تم احرام کی حالت میں شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ تم پر نجی نہ ہو۔ الحورم جمع حرام ہے اور مراد اس سے عزم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحْكُمُ مَا یَرِیدُ: بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے یا حکم دیتا ہے حلال و حرام میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِنِ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَفَوَّنَ فُضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرُ مِنْكُمْ شَتَانٌ قَوْمٌ أَنْ صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْبُدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ (اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی) شعائر جمع شعیرۃ ہے۔ اس چیز کو کہتے ہیں جن کو بطور علامت مقرر کیا جائے۔ یعنی حج کے مقامات پر عبادات کی علامات۔ ری کے مقامات۔ مطاف۔ سعی اور وہ افعال جو حجاج کی علامات ہوں۔ جن سے وہ پہچانے جائیں۔ جیسے احرام طواف، سعی، حلق و نحر وغیرہ۔ وَلَا

الشَّهْرَ الْحَرَامَ (اور نہ ماہ حرام کی) اس سے مراد حج کے مہینے ہیں وَلَا الْهَدْيَ (اور نہ ہدی) اس سے مراد وہ جانور جو بیت اللہ کی طرف بطور ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے حج کے احکام میں قرب الہی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور یہ ہدیہ کی جمع ہے۔ وَلَا الْقَلَائِدَ (اور نہ قلابہ والے جانور) یہ قلابہ کی جمع ہے یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نعل یا درخت کا چھلکا اور لوٹے کا منہ وغیرہ ڈال دیا جائے۔

وَلَا آتِیْنَ النِّبْتِ الْحَرَامِ (اور نہ بیت اللہ کا قصد کرنے والوں کی) یعنی تم ان لوگوں کی توہین نہ کرو۔ جو مسجد حرام کا قصد کر کے حج و عمرہ کے لئے آئے۔

ان چیزوں کو حلال قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ شعائر کی تعظیم میں سستی ہوگی۔ اور عبادت گزاروں اور شعائر کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔ اور حج کے ایام میں ایسی چیزوں کا ارتکاب کریں گے۔ جس سے وہ لوگوں کو حج کرنے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔ اور ہدی اور اس کے غصب کی ٹھان لیں گے۔ یا ہدی کو اپنے مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گے۔

ہدایا پر تعرض سے بطور مبالغہ ممانعت:

القلائد: سے مراد ممکن ہے کہ قلابہ والے جانور مراد ہوں اور وہ اونٹ ہیں۔ اور ہدی پر اس کا عطف خصوصیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ہدایا میں یہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسے فرشتوں کا ذکر کر کے جبرئیل اور میکائیل کو اس آیت میں ذکر فرمایا و جبریل و میکال البقرہ ۹۸ گویا عبارت اس طرح ہے۔ القلائد منها خصوصاً کہ ہدایا میں سے خاص طور پر قلابہ والے جانور۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدایا کے قلابہ پر ہاتھ ڈالنے سے روک کر ہدایا پر تعرض کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے قلابہ کی بھی بے حرمتی نہ کرو۔ چہ جائیکہ تم خود ان ہدایا کی بے حرمتی کرو۔ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح اس آیت میں: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ (النور: ۳۱) زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے تاکہ مواقع زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت میں مبالغہ ہو جائے۔

يَسْتَفُونَ (وہ چاہنے والے ہیں) خَجَفٌ: آمین کی ضمیر سے حال ہے۔

فَصَلُّوا مِنْ رِبِّهِمْ وَرَضُوا (اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی تاکہ وہ راضی ہو جائے) تم ایسی قوم پر جو ان صفات والی ہو۔ تعرض نہ کرو ان کی عظمت کی بناء پر وَاذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (جب تم احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو) پہلے غیر محلی الصيد وانتم حرم فرما کر شکار کی ممانعت فرمائی گئی تھی فاصطادوا اسے اس کو مباح قرار دیا۔

دشمنی برائے دشمنی مت کرو:

وَلَا يَجْعَلُ مِنْكُمْ شَنَاٰنًا قَوْمٌ اَنْ صَلُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوا (اور نہ تم کو آمادہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ تم حد سے بڑھو اس لئے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا) خَجَفٌ: جرم کا لفظ کسب کی طرح ہے کہ کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے کبھی دو کی طرف جیسے کہتے ہیں۔ جرم ذنباً جیسے کسبہ۔ جرم ذنباً جیسے کسبہ ایہا۔ یہاں پہلا

مفعول ضمیر مخاطب ہے اور دوسرا ان تعتدوا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ یہ شَتَانُ سے متعلق ہے۔ اور علت کے معنی میں ہے۔ شتان سخت بغض کو کہتے ہیں۔

قراءت: شامی اور ابوبکر نے شتان کو نون کے سکون سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوا کسی قوم کا بغض تمہیں حد سے نہ بڑھائے اور نہ اس پر آمادہ کرے اس لیے کہ انہوں نے تمہیں روکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ شرط ہے مکی اور ابو عمرو نے اسی طرح قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو مسجد سے اسی طرح روکو جیسے اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو حدیبیہ کے دن عمرہ سے روک دیا۔

اعتداء کا معنی کسی ناپسندیدہ چیز کو ملا کر ان سے انتقام لینا۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى (اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو) ہر اور تقویٰ سے یہاں مراد غفوی چشم پوشی ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو) یعنی انتقام اور غصے کو شفاء دینے کے لئے۔ یا ہر مامور کو ادا کرنا۔ تقویٰ۔ ممنوع کو ترک کرنا۔ اثم مامور کو چھوڑنا۔ الْعُدْوَانِ ممنوع کو ادا کرنا۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ہر بر و تقویٰ عام مانیں۔ اور اثم، عدوان کو تمام گناہوں کے لئے عام مانیں۔ پس اپنے عموم کے لحاظ سے معافی اور بدلے دونوں کو شامل ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو اس کی نافرمانی کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ

حرام کیا گیا تم پر مردہ جانور، اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا،

بِهِ وَالْمَنْخِيقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ

اور وہ جانور جو گھٹا گھٹے سے مر جائے، اور وہ جانور جو کسی ضرب سے مر جائے، اور وہ جانور جو کسی سے کھا کر مر جائے، اور وہ جانور جسے کسی اور مردہ نے کھا لیا

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذَبَحَ عَلَى النَّصَبِ وَاَنْ تَسْقِسُمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذِكْرُكُمْ فَسُقُط

مگر وہ جسے تم ذبح کر لو، اور حرام کیا گیا وہ جانور جو ذبح کیا گیا پر سشل گاہوں پر، اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط

آج کافر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

آج میں نے پورا کر دیا تمہارا دین اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر

اِلِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنْ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِآيٰتِيْ فَاِنَّ

اختیار کرنے کے لیے پسند کر لیا سو جو کوئی شخص مجبور ہو جائے سخت محکوم میں جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو سو یقیناً

اللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳

اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

اہل جاہلیت کے ماکولات:

آیت ۳: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمَنْخِيقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذَبَحَ عَلَى النَّصَبِ وَاَنْ تَسْقِسُمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذِكْرُكُمْ فَسُقُط اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِآيٰتِيْ فَاِنَّ اللَّهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

پھر اہل جاہلیت کے ماکولات کو بیان فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردہ کو حرام کیا گیا) یعنی ایسے چوپائے جو اپنی موت مر جائیں۔ وَالْدَّمُ (اور خون) یعنی بنے والا خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے۔ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (اور خنزیر کا گوشت) خنزیر تمام

نخس ہے گوشت کو اس لیے خاص کیا۔ کیونکہ اصل مقصود وہی ہے۔ وَمَا أَهْلُ لَغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (اور وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو) اور وہ اہل جاہلیت کا قول ہے کہ بوقت ذبح کہتے تھے باسم اللات والعزى وَالْمُنْحِقَةُ (اور وہ جس کا نامایا گیا ہو) یعنی اس قدر اس کا گلاد بایا کہ وہ مر گیا۔ یا چال وغیرہ میں اس کا گلاد ب کر مر گیا۔ وَالْمَوْفُوذَةُ (اور چوٹ کھا جانے والا بھی و پتھر سے اس کو چوٹ لگائی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

وَالْبَذِيَّةُ (اوپر سے نیچے گر کر مرنے والا جانور) خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں گر کر مر گیا ہو۔ وَالنَّطِيخَةُ (اور سینگ لی مگر سے مرا ہوا جانور) نطیخہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر مار دیا ہو۔ وَمَا أَكَلَ الشَّعْ (اور وہ جانور بھی جس کو درندہ پھاڑ کھا کھیں) اور جس جانور کو کسی درندہ نے بعض حصہ کھالیا اور وہ اپنے زخم کی وجہ سے مر گیا۔ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مگر وہ جو تم ذبح کر پاؤ) یعنی وہ مذبوح کی طرح مضطرب تھا اور تم اس کو ذبح کرو۔ نَحْنُ: استثناء کا تعلق منخنقة اور جو اس کے مابعد ہے اس کے متعلق ہے۔ پس اگر جانور کو زندہ پا کر بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لیا گیا تو وہ پاک ہے۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (اور جو جانور تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو) اہل جاہلیت کے کچھ پتھر تھے جو کعبہ شریف کے ارد گرد گاڑے گئے تھے۔ ان پر بطور تعظیم کے مشرکین ذبح کرتے تھے۔ اور اس سے ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ ان کو انصاب کہتے تھے۔ اس کا واحد نَصْب ہے یا نَصْب جمع اور واحد نصاب ہے۔

پانے کے تیروں کی ممانعت:

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ (اور جوئے کے تیروں سے تمہارا فال نکالنا) نَحْنُ: مینہ پر عطف کی وجہ سے یہ موضع رفع میں ہے عبارت اس طرح ہوگی حرمت علیکم المینہ..... والاستقسام بالأزلام ازلام جمع زَلَمٌ وَ زَلَمٌ کی ہے یہ نشان زدہ تیر تھے۔ جب کوئی سفر یا لڑائی یا تجارت یا نکاح وغیرہ کا ارادہ کرتا تو تین تیروں کا قصد کرتا۔ جن میں سے ایک پر لکھا تھا امرنی دبی۔ دوسرے پر نہانی دبی اور تیسرے پر غفل لکھا تھا اگر امر والا تیر نکلتا تو اپنے کام پر روانہ ہو جاتا۔ اور منع والا نکلتا آتا تو کام سے رک جاتا۔ اور اگر غفل والا تیر نکلتا تو اس کو دوبارہ لوٹاتے۔ پس استقسام بالأزلام کا معنی ازلام کے ذریعے کسی چیز کی تقسیم کا مطالبہ کرنا۔ زجاج کہتے ہیں کہ مشرکین کی اس حرکت اور نجومیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق نہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے مت سفر کرو اور فلاں ستارے کا طلوع ہے تم سفر پر جاؤ۔ شرح تاویلات۔ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ انہوں نے وجہ فرق یہ ظاہر کی کہ نجومی یہ نہیں کہتا کہ فلاں ستارہ تمہیں اس بات سے روکتا ہے۔ اور فلاں ستارہ تمہیں فلاں کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ مشرکین نے کر رکھا تھا۔ لیکن نجومیوں نے اپنی طرف سے احکام الہی کے لئے مختلف دلائل اور علامتیں مقرر کی ہیں۔ اور یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نجوم میں ایسے معانی اور علامتیں پیدا کر دے جس سے احکام معلوم ہو جائیں اور اس سے کئی چیزوں کا استخراج کیا جاسکے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حرج اس بات میں ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائے اور اس پر اس کو گواہ بنائے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ جُوا ہے جس سے وہ اونٹ کو مختلف حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ ذَلِكُمْ فُسْ (یہ استقسام بالأزلام اطاعت سے نکلتا ہے) اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ تمام مندرجہ بالا حرمت مراد ہوں جو آیت میں مذکور ہیں۔ اَلْيَوْمَ

یہ یسّٰی فعل کا ظرف ہے اس سے کوئی معین دن مراد نہیں اس کا معنی ”اب“ ہے جیسے کہتے ہیں انا الیوم کبوت۔ میں اب بوڑھا ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے الیوم سے آیت کے اترنے کا دن مراد ہے۔ اور یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور عرفات کے دن نماز عصر کے بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر اتری۔

اَلْیَوْمَ یَسِّرُ اللّٰہُ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ (آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے) یعنی تمہارے دین کو باطل کرنے سے مایوس ہو گئے یا اس بات سے ناامید ہو گئے۔ کہ وہ تمہارے دین پر غالب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان پر غلبہ کا وعدہ پورا کر دیا۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ (پس تم ان سے نہ ڈرو) دین کے غالب آنے کے بعد اور کفار کے خوف کے زائل ہونے کے بعد اور ان کے غالب سے مغلوب بن جانے کے بعد وَ اَخْشَوْنَ (اور مجھ ہی سے ڈرو) یعنی خشیت کو میرے لیے خالص کر دو۔
قراءت: وصل ووقف میں بغیر یاء کے آتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنِکُمْ (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا)۔

تکمیل دین کا اعلان:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنِکُمْ۔ الیوم۔ یہ اکملت کا ظرف ہے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس طرح کہ تمہارا حال یہ تھا کہ ہر وقت دشمنوں کا خوف تم پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے ان پر تم کو غالب کر دیا۔ یہ ارشاد اس طرح ہے کہ بادشاہ کہا کرتے ہیں الیوم کمل لنا الملک۔ یعنی جن دشمنوں سے ہم ڈرتے تھے ان کی طرف سے محفوظ کر دیے گئے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ میں نے تمہارے تکلفی معاملات حرام و حلال کی تعلیم اور شرائع اسلام جن پر موقوف ہے اور قیاس کے قوانین مکمل کر دیے۔ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی) مکہ کو فتح کر کے اور اس میں امن و غلبہ کے ساتھ داخلے کے ذریعے اور جاہلیت اور اس کے طور طریقے منادینے۔ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (اور تمہارے لیے دین اسلام کو تمام دینوں میں سے منتخب کر لیا) اور تمہیں بتلادیا کہ یہی اکیلا دین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہٗ (آل عمران: ۸۵) فَمَنْ اضْطُرَّ (جو آدمی مجبور ہو) محرمات کے تذکرہ سے متصل اس کا ذکر کیا اور اسی طرح ذلکم فسق بھی۔ یہ جملے معترضے ہیں جن کو لانے کا مقصد تحریم کے معنی کی تاکید ہے۔ اور اسی طرح اس کا مابعد بھی۔ کیونکہ ان خباثت کی حرمت منجملہ دین کی تکمیل اور اتمام نعمت کا حصہ ہیں اور اسلام کی صفت اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ دین سے فرمائی ہے نہ کہ دوسری ملتیں۔ پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ جو آدمی میتہ کے استعمال پر مجبور ہو جائے یا اسکے علاوہ کسی اور عہدہ کے استعمال پر۔

فِیْ مَخْصَصَةٍ غَیْرِ مُتَجَانِفٍ لِاٰنِہِ (بھوک کی وجہ سے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو) یعنی جان بچانے والی مقدار سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کو بخشے والے ہیں) مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ رَحِیْمٌ (مہربان ہیں) اس لئے معذور و محفوظ کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی۔ نَحْنُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یہ حال ہے۔ اسی طرح غیر متجانف یہ بھی حال ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ۚ وَمَا عَلَّمْتُم

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے جو ان کے لیے حلال کیا گیا ہے، آپ فرمادیجئے حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں اور جن شکاری جانوروں کو

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۚ فَكُلُوا مِمَّا

تم نے تعلیم دی اس حال میں کہ تم ان کو سدھانے والے ہو، ان کو سکھاتے ہو اس طریقہ سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا سو اس میں سے کھاؤ جو انہوں نے

أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

تمہارے لئے روک لیا اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

جلد حساب لینے والا ہے۔

حلال شکار کا بیان:

آیت ۴: يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ۚ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

يَسْأَلُونَكَ (اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ماذا احل لہم وارد ہوا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ وہ آپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا کیا چیزیں حلال ہیں) مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ۔ ماذا احل لنا نہیں کہا۔ کہ ان کے قول کی حکایت بنے۔ کیونکہ یسئلونک خود غائب کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اقسام زید لیفعلن اور اگر لیفعلن کی بجائے لافعلن کہتے تو تب بھی درست تھا۔ اسی طرح احل لنا کہتے تو درست تھا۔ **مُكَلِّبِينَ**: ماذا، مبتداء اور احل لہم یہ اس کی خبر ہے یہ اس طرح ہے کہ جیسے تم کہو اقی شئی احل لہم ہم طلب یہ ہوا کہ ان کے لئے کون سی کھانے والی چیزیں حلال ہیں گویا کہ جب آپ نے ان پر حرام و خبیث ماکولات پڑھیں تو انہوں نے سوال کیا ان چیزوں کے متعلق جو ماکولات میں سے ان کے لیے حلال ہیں۔ پس فرمایا۔ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ (فرمادیں تمہارے لئے تمام وہ پاکیزہ چیزیں حلال ہیں) جو کہ خبیث نہیں۔ یا وہ تمام چیزیں حلال ہیں جن کی حرمت کتاب اللہ اور سنت و اجماع اور قیاس سے ثابت نہیں ہے وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ (اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سکھایا ہے) (ان کا کیا ہوا شکار حلال ہے) **مُكَلِّبِينَ**: وما علمتم کا عطف الطبیات پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے احل لکم الطبیات وصيد ما علمتم پس مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا باشرطیہ ہے اور اس کا جواب فکلوا ہے۔

شکار کے متعلق ہدایات:

الجوارح جو جانور یا پرندے شکار کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کتا، چیتا، باز، شکرہ، بحری شاہین وغیرہ۔ بعض نے کہا کہ یہ جراثیم سے ہے۔ پس حلال وہ تب ہوگا جب وہ زخم لگائے۔ مُکْتَلِبِینَ (ثرینگ دیئے ہوئے) یہ علمتم سے حال ہے۔ اور اس حال کا فائدہ باوجودیکہ علمتم کی وجہ سے خاص ضرورت نہ تھی۔ یہ ہے کہ جو آدمی ان جانوروں کو تعلیم دے وہ ٹرینگ کا ماہر ہونا چاہیے۔ مُکْتَلِبُ مَکَلَبِ اس آدمی کو کہتے ہیں جو جانوروں کو تعلیم دے۔ یہ لفظ الکلب سے مشتق ہے اور کلاب میں عام طور پر یہ سلسلہ ہوتا ہے اور عام پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی جنس کو سینکے میں بقیہ پر غلبہ دے کر اسی سے لفظ مشتق کر کے تمام کے لئے استعمال کر لیا۔ دوسرا یہ قول بھی ہے کہ ہر درندے کو کلب کہتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم کی روایت میں اللہم سلط علیہ کلبا من کلابک ہے تو اس میں شیر کو کلب کہا گیا۔ کیونکہ حتیہ کو شیر نے کھایا تھا۔ تَعَلَّمُوْهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ (اس طریقہ سے تم نے ان کو تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا) اس میں یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ ہر شکار پکڑنے والا یہ جان لے کہ وہ شکار اس وقت پکڑے جب اس کو ایسے جانور نے قتل کیا ہو جو سکھایا ہوا ہو۔ اور سمجھ بوجھ سے ذبح کیا ہو۔ کیونکہ بہت سے پکڑنے والے اپنے فن میں ناپختہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اوقات کو ضائع کیا۔ اور جب علماء و ماہرین سے ملاقات ہوئی تو انگلیاں کاٹنے لگے۔ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ سے مراد ٹرینگ ہے۔ فَكُلُوا مِمَّا امْسَكْنَ عَلَيْكُمْ (پس تم اس شکار میں سے کھا لو جو وہ تمہارے لیے روک کر رکھیں) امساك علی صاحبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں سے خود نہ کھائیں۔ اگر وہ خود کھالیں تو ایسے شکار استعمال کے قابل نہیں۔ جبکہ کتے وغیرہ کا شکار ہو۔ البتہ باز وغیرہ کا شکار ہو تو کھالینے سے حرام نہیں ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے۔ وَادْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ (اور ان پر اللہ کا نام لو) اذکروا کی ضمیر ما امسکن کی طرف لوثی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جب تم کو ان کے ذبح کا موقع مل جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر ما علمتم کی طرف لوثی ہے۔ کہ جب تم ان کو چھوڑنے لگو تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ان تمام معاملات میں بچو۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) وہ تمہارے اعمال کا خود محاسبہ کریں گے۔ اور محاسبہ کرنے میں اس کو انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ ۝

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۚ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ

اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہیں اور وہ پاک دامن عورتیں جو

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں جبکہ تم ان کو ان کے مہر دیدو اس طریقہ پر کہ تم پاک دامن

غَيْرِ مُسْلِفِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ط وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

اختیار کرنے والے ہو۔ غیہ طریقہ پر روٹی کرنے والے نہ ہو۔ اور جو کوئی شخص ایمان کا انکار کر دے تو اس کے اعمال

عَمَلُهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝

اکارت ہو گئے اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

آیت ۵: الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسْلِفِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ۔

الْيَوْمَ (سے مراد سوا ب) أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ (تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں) احسان کی خاطر دوبارہ ذکر فرمایا۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ (اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے) طعام سے یہاں مراد ذبائح ہیں۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت کسی ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (اور تمہارے کھانے ان کے لیے حلال) یعنی انکو کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان والوں کا کھانا ان کیلئے حرام ہوتا تو انکا کھانا کھانا ناجائز نہ ہوتا۔

یہ قید استثنائی ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ (اور ایمان والیوں میں سے پاک دامن عورتیں) المحصنات سے مراد یہاں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں یا پاک دامن عورتیں۔

مَنْسَدًا: یہ صحت نکاح کے لیے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ مسلمان باندیوں سے نکاح حلال ہے اور غیر عقیقہ سے بھی نکاح حلال ہے۔ اس تخصیص سے مقصود یہ ہے کہ مؤمنین اپنے فراش کے لیے پاک دامن عورتیں منتخب کریں۔ تاکہ پاکیزہ گھریلو زندگی میسر ہو۔

نَجْوًا: اس کا عطف الطبیات پر ہے۔ یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ حَلَّ لَكُمْ۔ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور پاک دامن عورتیں اہل کتاب کی جو تم سے پہلے ہیں) الْمُحْصَنَاتُ سے یہاں مراد پاک دامن کتابیہ عورتیں۔ یا آزاد کتابیہ عورتیں۔ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ (جب تم ان کے مہراں کو دے دو)۔ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْلِفِينَ (اس طرح کہ تم بیوی بنانے والے ہو، نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے ہو) وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ (اور خفیہ آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں) الْخِدَانُ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ (جو ایمان کا انکار کرے گا) یعنی شرائع و احکام اسلام۔ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (اس کے اعمال اکارت و ضائع ہو جائیں گے) وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے منہوں کو اور اپنے

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى

باتھون کو کہیں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو اور دھو لو اپنے پیروں کو

الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ

تخنوں تک، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح سے پاک ہو جاؤ، اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں

سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَايِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کی جگہ سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو یا پھر

تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

تم پانی کو نہ پاؤ تو ارادہ کر لو پاک مٹی کا۔ سو اس سے اپنے پیروں کا اور اپنے ہاتھوں کا مسح

مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کر لو۔ اللہ ارادہ نہیں فرماتا کہ تم پر کوئی سختی ڈالے لیکن وہ ارادہ فرماتا ہے تاکہ تم کو پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۱۰ وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے،

وَمِمَّا يَقُولُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۚ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا

اور اس پختہ جہد کو یاد کرو جو تم نے اللہ سے منبطلی کے ساتھ کیا ہے، جبکہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۱

ڈرو بے شک اللہ جاننے والا ہے ان باتوں کو جو سینوں میں ہیں۔

ارادہ فعل ہے:

آیت ۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ (اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تم اپنے پیروں کو دھو) قُمْتُمْ سے مراد ارادہ کرنا ہے جیسا کہ دوسری آیت اذا قرأت القرآن انحل آیت ۹۸۔ میں ہے کہ جب تم

قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ گویا ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ فعل ارادے کا سبب ہے پس مسبب کو قائم مقام سبب کے ذکر کر دیا۔ کیونکہ ان کے درمیان ملاہست پائی جاتی ہے اور کلام میں اختصار کے لیے ایسا کیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں کما تدین لندن۔ فعل ابتدائی جو جزء کا سبب ہے اس کو لفظ جزاء سے تعبیر کر دیا۔ جو کہ مسبب عند ہے۔ اور تقدیر عبارت انتم محدثون ہے۔ یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا من النوم مقدر ہے کیونکہ نوم دلیل حدت ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پہلے ہر نماز کے لئے وضو واجب تھا۔ جبکہ پہلے پہل فرض ہوا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

وَأَيِّدْكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ (اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) الی یہاں مطلق غایت کا فائدہ دے رہا ہے۔ باقی غایت کے حکم میں داخل یا خارج ہونا یہ دلیل کا محتاج ہے۔ یہاں خروج کی دلیل ندارد ہے جیسا کہ آیت فَنُظِرَ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ الْبَقَرَةِ ۲۸۰ تم مہلت دو آسانی آنے تک اس آیت میں تنگ دستی ہی مہلت کی علت ہے۔ اور آسانی آنے سے یہ علت دور ہو جائے گی۔ اگر آسانی اس میں داخل مانی جائے تو انتظار دونوں حالتوں عسرو یُسْر میں لازم آتا ہے۔ اور اسی طرح آیت واتصوا بالصيام الی الیل۔ البقرہ۔ ۱۸۷۔ کہ تم رات تک روزہ پورا کرو۔ اگر رات کو روزے میں داخل مانا جائے تو روزے میں وصال لازم آتا ہے پس غایت داخل مغیانہ ہوئی۔ اور جہاں داخل ہونے کی دلیل ہو مثلاً تم کہو۔ حفظت القرآن من اولہ الی آخرہ۔ یہاں تمام قرآن کے حفظ کے لیے لایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ الاسراء۔ یہ بات علم میں آچکی کہ اب آپ کو بیت المقدس میں داخل کرنے کے لئے لایا گیا تھا۔ الی الْمَرَافِقِ میں کوئی دلیل بھی مغیانہ میں غایت کے داخل ہونے یا نہ ہونے کی نہیں پائی جاتی۔

جمہور کا قول:

اس لیے جمہور نے احتیاط کو اختیار کیا۔ پس غسل میں شامل مان کر دھونے کا حکم دیا۔ اور زفر اور داؤد نے یقینی کو اختیار کر کے داخل نہ مانا اور حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ پانی کو کہنیوں پر گھماتے تھے۔ (دارقطنی ۸۳ جلد ۱)

مقدار مسح کا مسئلہ:

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (اور تم اپنے سروں کا مسح کرو) مقصود مسح کو سر کے ساتھ ملحق کرنا ہے۔ سر کے بعض حصے پر مسح کرنے والا اور تمام سر پر مسح کرنے والا دونوں ہی مسح کو سر کے ساتھ ملحق کرنے والے ہیں۔ پس امام مالکؒ نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کل مسح کو لازم قرار دیا۔ اور امام شافعیؒ نے یقین کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے قلیل حصہ جس پر مسح کا اطلاق ہو سکتا ہے اس کو لازم قرار دیا۔ اور ہم احناف نے آپ ﷺ کا ارشاد لیا۔ کہ آپ ﷺ نے اپنی پیشانی پر مسح فرمایا۔ مسلم صفحہ ۲۷۴ جلد ۱ اور ناصیہ کا اندازہ چوتھائی سر سے لگایا گیا ہے۔ وَأَرْجُلُكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (اور اپنے پاؤں کو گتھنوں سمیت)

قراءت: شامی، نافع، علی، حفص رحمہم اللہ نے أَرْجُلُكُمْ نصب سے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو گتھنوں سمیت دھوؤ۔ اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ تقدیم و تاخیر کے قائل ہوتے کہ مفسولات کے درمیان ایک

ممسوحہ کو بیان فرمایا گیا۔ دیگر قراء نے ان جلیکم کی لام کو کسرہ سے پڑھا۔ اور روس پر عطف کیا۔ کیونکہ ارسل تین مفعولہ اعضاء کے درمیان واقع ہے۔ ان کو خوب پانی بہا کر دھویا جائے گا۔ اس لیے خطرہ تھا کہ ممنوعہ اسراف کی حد تک نہ پہنچ جائیں۔ پس مسوح پر عطف کر دیا گیا۔ مسح کی خاطر عطف نہیں کیا۔ بلکہ اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ پانی بہانے میں میانہ روی اختیار کرنا ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ الی الکعبین کی غایت کو اسی لیے ذکر کیا گیا تاکہ کوئی آدمی اس کو وضو ممسوحہ نہ سمجھے کیونکہ ممسوحہ وضو کی شریعت میں کوئی غایت مقرر نہیں کی گئی۔ جامع العلوم میں یہ بات مندرج ہے کہ یہ جرجوار کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار بخاری صفحہ ۶۰ و مسلم صفحہ ۳۴ مشہور تابعی عطاء بن یدنا کا قول ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ قدمین پر مسح کرتا ہو۔ ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا گیا۔ تاکہ پاؤں کو میل سے پاک کیا جائے۔ جوان پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ پاؤں اکثر کھلے رہتے ہیں۔ اور نماز بارگاہ الہی میں میل کچیل سے پاک ہو کر تعظیم کی مقتاضی ہے۔ پس اس سے بندگی کا لہ انداز سے ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ مشاہدہ میں ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو صاف سترے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آدمی بہترین کپڑوں میں نماز ادا کرے۔ عمامہ پہن کر نماز کھلے سر نماز سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں تعظیم زیادہ ہے۔ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب طہارت حاصل کرو) یعنی اپنے ابدان کو دھوؤ۔

رازی کا قول:

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرُوضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کسی نے قضاے حاجت کی ہو) رازی بیان فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آؤ واؤ کے معنی میں ہے تاکہ مریض و مسافر پر تیمم بلا حادث لازم نہ آئے۔ مِّنَ الْغَائِطِ سے اطمینان والی جگہ یہ قضاے حاجت سے کنایہ ہے۔ اَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ (یا تم نے چھوا ہو عورتوں کو) لمس سے جماع مراد ہے۔

فَلَمَّ تَجَلَدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ (پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک زمین سے اس طرح تیمم کر لو کہ اس سے اپنے ہاتھوں اور چہروں کا مسح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا) یعنی طہارت کے سلسلے میں کہ تم کو تیمم کی رخصت نہ دی جائے۔ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ تم کو پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں) مٹی کے ذریعہ۔ جب کہ تم پانی کے ساتھ طہارت سے عاجز ہو۔ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کرے) اور تاکہ وہ اپنی رخصتوں سے اپنے انعام کو تم پر مکمل کرے اپنے عزائم کے ذریعہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (تاکہ تم ادا کرو شکریہ) اس کی نعمتوں کا اور وہ تمہیں ثواب دے۔

بیہاق سے مراد:

آیت ۷: وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر اسلام کے ذریعہ کیا) وَمِمَّا فَهُ الذِّي وَافَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (اور اس کا وہ پختہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی) یعنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا

اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ اور

يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ ۤأَلَّا تَعْدِلُوا ۖ اِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ وہ سبھی سے زیادہ

لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَ

قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جنہیں تم کرتے ہو، اللہ نے

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

ان لوگوں سے وعدہ فرمایا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے،

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

تم نے پکا وعدہ کیا اور اس سے مراد وہ بیثاق ہے جو مسلمان سے لیا گیا جب کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ کہ آپ کی ہر بات سنیں گے۔ اور غصہ و کد میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور ہر خوشی اور غمی میں آپ کا حکم مانیں گے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

بعض نے کہا کہ اس سے لیلۂ عقبہ اور بیعت رضوان والا بیثاق مراد ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ بیثاق کو توڑو) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینے کی باتیں خواہ خیر ہوں یا شر تمام کو جاننے والے ہیں) اور وہ وعدہ اور وعید دونوں ہی ہیں۔

کفار سے بھی عدل کرو:

آیت ۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوْمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! تم اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ ۤأَلَّا تَعْدِلُوا (اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو) یہاں ججو منکم کو غلطی سے متعدی بنایا گیا۔ حالانکہ یہ جمل کا صلہ ہے۔ جو ججو منکم کا معنی ہے۔ تاکہ بتلادیا جائے کہ کسی قوم کا بغض و عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کو چھوڑ بیٹھو۔ اِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (تم انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے قریب ہے) پہلے تو ان کو اس سے منع کیا تھا کہ بغض ان کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے۔ پھر جملہ مستانہ لا کر ان کو صراحت کے ساتھ عدل کی سخت تاکید کر دی۔ پھر جملہ مستانہ لا کر عدل کے حکم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے تم پر

يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ

دست درازی کا ارادہ کیا سو اس نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا، اور اللہ سے ڈرو

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ١١

اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

دینے کی وجہ بیان کی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا قرب للتقویٰ ہے۔

مَنْبِتُ كَلَامِهِ: جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ انداز ہے پھر ایمان والوں کے ساتھ عدل کا لزوم کس قدر شدید ہوگا۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس کے اوامر و نواہی میں۔ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی اطلاع ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے تو اس کے بعد وعدے کی آیت ذکر فرمائی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

آیت ۹: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے) وعدہ کا لفظ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ پہلا مفعول الذين امنوا۔ اور دوسرا محمد و ف ہے اور اس مفعول سے استغناء اس لیے اختیار کیا گیا کیونکہ لهم مغفرة و اجر عظیم کا جملہ موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس مفعول کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ أَجْرٌ عَظِيمٌ (ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے) اور وعید اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آ رہی ہے۔

آیت ۱۰: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو وہ جہنم کے ساتھی ہیں) یعنی اس سے جدا نہ ہونگے۔

بنو قریظہ کی غداری:

آیت ۱۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا) روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ساتھ شیخین ابوبکر و عمر اور دونوں داماد علی و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اور ان سے دو مسلمانوں کے قتل کی دیت میں مدد لیں یہ

مسلمان قبیلہ بنو سلیم سے تھے۔ جو مسلمانوں کا معاہدہ تھا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے خطا قتل ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو مشرکین میں سے سمجھا تھا۔ جب یہود کے ہاں تشریف لے گئے تو یہود نے کہا! ہاں اے ابوالقاسم (ﷺ) آپ بیٹھیں آپ کو کھانا کھلائیں گے۔ اور پھر آپ کو قرض بھی دیں گے۔ اور آپ کو ایک چبوترے میں بٹھا دیا۔ اور آپ کو اچانک قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عمرو بن جحاش یہودی جنگی کے پاٹ کے متعلق ارادہ کر کے گیا کہ وہ آپ پر گرا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا۔ جبریل علیہ السلام اترے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ کو ہاں سے نکلے یہ آیت اتری۔ اِذْ يَنْفُتُكَ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ (کہ وہ کھولیں) اِلَيْكُمْ اَيُّدِيَهُمْ (اپنے ہاتھ تمہاری طرف قتل کے ساتھ) جیسے محاورہ میں کہا جاتا ہے بسط لسانہ الیہ جب کہ وہ اس کو گالی دے۔ اور کہتے ہیں بسط الیہ یدہ جب وہ اس سے دودو ہاتھ کرے۔ جیسا کہ اس آیت: وَيَبْسُطُوا اِلَيْكُمْ اَيُّدِيَهُمْ وَالْاَسْنَنَةَ بِالسُّوْرِ (امتد: ۲) میں مذکور ہے۔ اور بسط الید کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو پکڑنا چاہا اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ کو اس کی طرف دراز کرنا۔ فَكَفَّ اَيُّدِيَهُمْ عَنْكُمْ (پس اس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا) کہ وہ تمہاری طرف دراز ہوں۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیے) اس کی ذات کافی دافع اور مانع ہونے میں بس ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور بلاشبہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ

عَشَرَ نَفِيسًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ

نمائندے بھیجے اور اللہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ

الزَّكَاةَ وَأَمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ ثَمُوهُمْ ۖ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ

ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھے طور پر

قَرْضًا حَسَنًا ۖ لَّا كُفْرًا عَنْكُمْ سَيَاتِكُمْ ۖ وَلَا دَخِلْتُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي

قرض دیتے رہو میں ضرور تمہارے تمناہوں کا کفارہ کروں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے پتے

مِنْ تَحْتِهَا الْإِنهَارُ ۖ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں جاری ہوں گی۔ سو اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر اختیار کرے وہ راہِ راست

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۖ فِيمَا نَقُضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ ۖ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

سے دور جا پڑا، سو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو ملعون قرار دے دیا، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت

قَسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۖ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا

بنا دیا وہ کلمات کو ان کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور وہ اس نصیحت کا بہت بڑا حصہ بھول گئے

ذُكِّرُوا بِهِ ۖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا

جو انہیں کی گئی تھی۔ اور آپ برابر ان کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے باستثناء

مِّنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

تمہارے سے لوگوں کے، سو آپ انہیں معاف فرمائیے اور درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ غولی کا معاملہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۱۲: وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَفِيسًا (اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے) تنبیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کے حالات کی تہنیتی اور جانچ پڑتال کرے۔ جب بنی اسرائیل مصر میں مضبوط ہو گئے اس کے بعد کہ فرعون ہلاک ہو چکا۔ (مگر یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو عرصہ دراز کے

بعد مصر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزمین شام کے مقام اریحا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش و قرار کی جگہ قرار دیا ہے پس نکل کر تم ان کنعانیوں سے جہاد کرو۔ میں تمہارا مددگار ہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں ایک نقیب مقرر کریں۔ جو اس معاملے کو پورا کرانے کا ذمہ دار ہو جو ان سے لیا گیا ہے پس نقیب مقرر ہوئے اور بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا گیا۔ نقیب نے ان کی طرف سے کفالت کی ذمہ داری لی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کران کو روانہ ہوئے۔ جب سرزمین کنعان کے قریب پہنچے تو چند افراد کو علاقہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انہوں نے ان کے بڑے بڑے ذیل ڈول اور نہایت درجہ قوت و شان و شوکت دیکھی۔ وہ ان سے ڈر گئے اور واپس لوٹے اور اپنی قوم کو یہ حالات ذکر کیے۔ حالانکہ ان کو صیغہ راز میں رکھنے کا حکم تھا۔ انہوں نے عہد توڑ کر ان کو بتا دیا۔ صرف کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون عہد پر قائم رہے یہ دونوں بھی نقیب میں سے تھے۔ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) یعنی تمہارا مددگار اور معاون ہوں۔

قراءت: یہاں وقف ہے کیونکہ آگے جملہ ابتدائیہ ہے۔ جس پر لام داخل ہے۔ جو تمہید قسم کے لئے آتی ہے اور وہ یہ آیت ہے: لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ (اگر تم نماز ادا کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے) اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پر بھی زکوٰۃ اور نماز دونوں فرض تھے۔ وَأَمْسَلْتُمْ يَوْمَئِذٍ (اور میرے رسولوں پر ایمان لائے) بغیر اس کے کہ ان کے مابین کسی پر ایمان لانے میں تفریق کرو۔ یعنی ایک کو مانو اور دوسرے کو نہ مانو۔ وَعَزَّزْتُ مُؤْمِنَهُمْ (اور تم نے ان کی تعظیم کی) یا ان کی اس طرح مدد کی کہ ان کے دشمن کا ان سے دفاع کیا۔ العز و لغت میں لوٹانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے عزوت فلانا یعنی میں نے اس کو ادب سکھایا۔ یعنی اس کے ساتھ وہ کام کیا جو اس کو قبايح سے روکنے والا تھا۔ یہ زجاج پرینید کا قول ہے۔

وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (تم نے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیا) یعنی بغیر احسان جملانے کے۔ بعض نے کہا کہ قرض حسن سے ہر خیر و بھلائی مراد ہے۔

نیک اعمال پر کفارہ سیدئات کا وعدہ:

لَا تُكْفِرُونَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (تم سے تمہاری غلطیاں مٹا دوں گا) لام جواب قسم میں لائی گئی ہے۔ اور یہ جواب دراصل شرط اور جواب قسم دونوں کے قائم مقام ہے۔ وَلَا تَذْكُرْ لَكُمْ بَخْسَ تَجَرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ (اور البتہ ضرور داخل کروں گا تم کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا) یعنی اس تاکید والی شرط جو کہ عظیم وعدہ سے متعلق ہے۔ تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا۔ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (وہ سیدھی راہ سے ہٹ گیا) یعنی اس نے حق کے راستہ سے خطا کی۔ ہاں جس نے اس سے قبل بھی کفر کیا وہ بھی سیدھی راہ سے ہٹ گیا۔ لیکن اس حالت کے بعد ضلال و گمراہی تو ظاہر اور بڑی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ (پس ان کے وعدہ توڑ دینے کی وجہ سے) ماضی زندہ ہے۔ معاملے کی عظمت کو بڑھانے کے لئے لایا گیا۔ لَعَنَهُمْ (ہم نے انکو ہانک دیا اور اپنی رحمت سے نکال دیا) یا ہم نے اسکو خرد دیا یا ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

قسیۃ (اور ہم نے انکے دلوں کو سخت کر دیا) قاسیہ کا مطلب ہے ایسے سخت جن میں ذرا رحمت نہ تھی۔ اور نہ نرمی پائی جاتی تھی۔
 قرأت: حمزہ اور علی نے اس کو قسیۃ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ردی ہے۔ جیسا کہتے ہیں درہم قسی۔ ردی درہم۔
 دلوں کی قساوت:

يُحَرِّقُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (وہ کلمات کو ان کے مقام سے بدلتے ہیں) یعنی ان کی تفسیر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ یہ ان کے دلوں کی سختی کا بیان ہے۔ کیونکہ افترا علی اللہ سے بڑھ کر اور کوئی سختی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی وحی کو تبدیل کرنے سے بڑھ کر اور کیا سختی ہو سکتی ہے۔ وَنَسُوا حَظًّا (وہ بہت بڑا حصہ اور پورا حصہ بھول گئے) مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (ان نصائح کا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی) یعنی تورات سے ان کا اعراض اور ترک درحقیقت بڑے نصیب سے غفلت کرنا ہے یا ان کے دل سخت ہو گئے اور بگڑ گئے پس انہوں نے تورات کو بدل ڈالا اور اپنے حافظہ سے اس کی بہت سی چیزوں سے بھول گئے۔

گناہ سے علم بھولتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بھی تو آدمی علم کا کچھ حصہ گناہ کی وجہ سے بھولتا ہے۔ اور پھر آپ نے دلیل و استشہاد کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی۔
 دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کا حصہ بھلا دیا۔ جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی صفات کی جو وضاحت کی گئی تھی اس کو بھلا دیا۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ (اور اے محمد ﷺ آپ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے) گویا یہ ان کی عادت ثانیہ ہے۔ جس پر ان کے سلف گزرے۔ کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے خیانت کرتے تھے۔ اور یہ آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ پر اچانک حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ عَلَى خَائِنَةٍ سے خیانت مراد ہے۔ خائنة بمعنی خیانة ہے یا مراد ایسا فعل جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا نفس جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا گروہ جو خیانت والا ہو۔ محاورہ ہے رجل خائنة۔ جیسا کہ رجل راویۃ للشعر کہتے ہیں گویا تائبانہ کی ہے، تائبانہ کی نہیں ہے۔ اِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور وہ وہی لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کریں) اس میں ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ہے۔ یا ان میں سے جو مؤمن ہیں ان سے درگزر فرمائیں اور ان سے جو کچھ ہوا اس پر مواخذہ نہ فرمائیں۔ وَاصْفَحْ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور ان سے درگزر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مخلصوں کو پسند کرتے ہیں)

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا

اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے پختہ عہد لیا سو وہ اس چیز کا بڑا حصہ بھول گئے

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ

جس کے ذریعہ ان کو نصیحت کی گئی سو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض کو

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۹﴾

ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتلا دیگا جو کام وہ کیا کرتے تھے،

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۹:

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ (اور بعض نصاریٰ نے کہا کہ بیشک ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے پختہ عہد لیا) یہاں مِن، اخذنا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اخذنا من الذين قالوا انا نصارى ميثاقهم۔ ميثاق سے مراد ایمان باللہ والرسول اور افعال خیر کا عہد ہے۔ جار مجرور کوفعل سے مقدم کیا گیا ہے اور اس طرح نہیں فرمایا من النصارى کیونکہ انہوں نے یہ نام اللہ تعالیٰ کی مدد کے دعوے دار بن کر لیا تھا۔ اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نحن انصار اللہ کہا تھا پھر انہوں نے بعد میں اختلاف کیا اور یعقوبیہ، نسطوریہ اور ملاکیہ۔ شیطان کے انصاری بن گئے۔ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (پس انہوں نے نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا) فَأَغْرَيْنَا (پس ہم نے چٹا دی لازم کر دی) یہ غری بالشی سے بنایا گیا ہے جس کا معنی لازم کرنا۔ اور چٹانا آتا ہے۔ اور انگری اسی سے ہے۔ جو چٹ جائے۔ بَيْنَهُمْ سے مراد نصاریٰ کے وہ فرقے جو باہمی اختلاف کرنے والے تھے۔ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (ان کے درمیان بغض اور عداوت قیامت کے دن تک) ان کی خواہشات کے مختلف ہونے کی وجہ سے وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ کرے گا۔ ان کے ان اعمال کے متعلق جو کچھ وہ کرتے تھے) یعنی قیامت کے دن ان کو بدلہ و سزا دے کر مطلع کرے گا جو وہ کرتے تھے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ

اے اہل کتاب تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارا رسول جو تم سے بہت سی باتیں ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ

تم اللہ کی کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور

اللَّهُ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ مِصْوَانَهُ

اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے، اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلاستی کے راستے بتاتا ہے جو اس کی رضا مندی

سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ

کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور ان کو اپنے حکم سے اندھروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ البتہ تحقیق انہوں نے کفر کیا جنہوں نے یوں کہا کہ بیشک اللہ مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ

ابن مریم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جو کچھ بھی

الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَآلِهٖ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

و زمین میں ہے ان سب کو ہلاک فرمانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو انہیں اللہ سے بچا سکے اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۵: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ (اے اہل کتاب) یہ یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ اور الکتاب جس ہے اس لیے واحد لائے۔ قَدْ

جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارے رسول) سے مراد محمد ﷺ ہیں یسین لکم کثیراً مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ

مِنَ الْكِتَابِ (وہ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تمہارے سامنے وہ بہت سی باتیں جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے) جیسے رسول

اللہ ﷺ کی صفات اور حکم رجم وغیرہ۔ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (اور وہ بہت سے امور سے اعراض کر لیتا ہے) ان میں سے جن کو تم چھپا

لیتے ہو۔ وہ بیان نہیں کرتے یا تم میں سے بہت سے لوگوں سے درگزر کرتے ہیں مواخذہ نہیں کرتے۔

نور کی مراد:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی) نور سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ وہ شرک و شک کی ظلمتوں کو کھولتا ہے۔ جو حق لوگوں پر مخفی تھا اس کو واضح کرتا ہے۔ یا اس لئے نور کہا کہ اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ ہدایت آپ ﷺ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر آپ کو مراح فرمایا گیا۔

سبل سلام کیا ہے؟

آیت ۱۶: يَهْدِي بِهٖ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اس قرآن سے راہنمائی فرماتے ہیں) مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ (جنہوں نے اس کی رضا مندی کی اتباع کی) جو ان میں سے ایمان لائے۔ سُبُلُ السَّلَامِ (سلامتی کے راستوں کی طرف) اور عذاب الہی سے بچانے والے راستوں کی طرف۔ یا اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف۔ اس صورت میں السلام اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

پس السلام سے مراد سلامتی یا اللہ تعالیٰ۔ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اور ان کو وہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالنے ہیں) یعنی کفر کے اندھیروں سے نور اسلام کی طرف۔ يٰٰذِيْهِ (اپنے حکم) یعنی ارادہ و توفیق سے۔ وَيَهْدِيْهِمْ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (ان کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کرتے ہیں)

مذہب نصاریٰ

آیت ۱۷: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کو پختہ کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وہی مسیح ہے نہ کہ کوئی دوسرا، ایسا کہنے والے کچھ کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نصاریٰ میں ایک فرقہ ایسا تھا جو ایسا کہتے تھے۔ یا یہ کہ ان کا مذہب اس حد تک پہنچا دیتا ہے جہاں انہوں نے اعتقاد کیا۔ کہ وہ (مسیح) پیدا کرتے، زندہ کرتے اور مارتے ہیں (اس سے خود لازم آتا ہے کہ جب وہ مسیح میں خدائی صفات مانتے ہیں تو گویا خود ان کو خدا مانتے ہیں۔ خواہ زبان سے نہ کہیں) قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (ان سے) کہہ دو اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کون فحش ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (یعنی کون اس کی قدرت اور مشیت سے ذرہ بھر بھی روک سکتا ہے۔ (یعنی کوئی روک نہیں سکتا۔)

حادث لقلب ربو بیت کا مستحق نہیں:

اِنْ اَرَادَ اَنْ يَّهْلِكَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَ اُمَّهُ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں) یعنی اگر وہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائیں کہ جس مسیح اور اس کی والدہ کو وہ اللہ کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ مسیح ایک مخلوق بندہ ہے دوسرے بندوں کی طرح۔ آیت میں وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کا مسیح اور ائمہ پر عطف یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ یہ دونوں ان کی جنس سے ہیں۔ ان کے اور ان کے مابین کچھ فرق نہیں۔ معنی یہ ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۖ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلَ خَلْقٍ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں آپ فرمادیجئے کہ بھر وہ تمہیں

یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلَ خَلْقٍ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب دے گا؟ بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے بشر ہو وہ بخشے گا جس کو چاہے

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۖ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

اور عذاب دے گا جس کو چاہے، اور اللہ ہی کا ملک ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَالِيهِ الْمَصِيرُ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو ایسے وقت میں تمہارے لیے بیان کرتا ہے

عَلٰی فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٌ

جبکہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا،

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

سو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس میں امویت والا رحم جس کو اپنے اندر رکھنے والا ہو۔ اس سے نقص بشریت کیسے جدا ہو سکتا ہے؟ اور جس پر حدوث کے شواہد روشن ہوں وہ ربوبیت کے لقب کا کب حق دار ہے۔ اور اگر وہ تمام موجودات سے صفت بقاء کو چھین لے تو اس کی حمیت میں ذرہ بھر بھی نقص نہیں آئے گا۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں) یعنی مذکر بنائے یا مؤنث اور وہ تو مؤنث سے بغیر مرد کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اور مذکر سے بغیر مؤنث کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے بنایا۔ اور بغیر مذکر اور مؤنث سے بناتا ہے جیسا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ یا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ پرندوں کو بطور معجزہ عیسیٰ کے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ اس پر کوئی اعتراض کی مجال نہیں۔ کیوں کہ وہ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں)

آیت ۱۸: وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (کہا یہود و نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں) یعنی اس کے ہاں اسی طرح معزز ہیں جیسے بیٹا باپ کے ہاں یا اللہ تعالیٰ کے بیٹوں مسیح و عزیر کے حمایتی ہیں۔ جیسا کہ

عبداللہ بن زبیر ابوضیب کے پیروکاروں کو الغیبیوں کہا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ میلہ کذاب کا گروپ کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ابناء ہیں اور بادشاہ کے اقداب اور خدام کہا کرتے ہیں کہ: نحن ابناء الملوك۔

یا مضاف محذوف ہے نحن ابناء رسل اللہ۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ (کہہ دیں کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے سزا کیوں دیتے ہیں) یعنی اگر یہ صحیح ہے کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو پھر تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں مسخ اور کچھ دنوں آگ کا عذاب بقول تمہارے کیوں دیا جائے گا۔ کیا باپ اپنے بیٹے کو مسخ کرتا ہے؟ کیا والد اپنے بیٹے کو آگ کا عذاب دیتا ہے۔ پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ (بلکہ تم دوسرے آدمیوں کی طرح آدمی ہو) اس کی جملہ مخلوقات میں سے۔ نہ یہ کہ تم اس کے بیٹے ہو۔

يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ (وہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے) جو کہ کفر سے تاب ہو جائے گا۔ محض اپنے فضل سے۔ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ (اور جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے) جو کہ کفر پر سر گیا۔ بطور عدل کے وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَلِٰٓهِ الْمَصِيْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے۔ اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) اس میں متنبہ کر دیا کہ مسیح عبد ہیں کیونکہ ملوک اور بیٹا ہونا باہم منافی ہے۔ (بیٹا ملوک نہیں ہو سکتا)

فترت رسل کا زمانہ:

آیت ۱۹: يَا هَلْ اِلٰهٌ اِلَّا كُنُوزٌ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا (اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آئے) یعنی محمد ﷺ۔ لَكُمْ (وہ کھول کھول کر یعنی احکام بیان کرتے ہیں) الشرائع کو ظاہر ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یا وہ چیز مراد ہے جن کو تم چھپاتے ہو۔ اور اس کو حذف کیا کیونکہ پہلے گزر چکا۔ یا مبین کو مقدر مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمہارے سامنے اظہار کر رہے ہیں۔ عَلٰی قَفَرٍ مِّنَ الْوَسْلِ (انقطاع رسل کے زمانہ میں) یہ جاء کم سے متعلق ہے یعنی وہ تمہارے پاس اس وقت میں آئے کہ مدت سے پیغمبر نہ آئے تھے۔ اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ یا پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ تم کہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم کہو مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَلَا نَذِيْرٍ (کہ ہمارے پاس کوئی بشیرونذر نہیں آیا) فَقَدْ جَاءَكُمْ میں فامحذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ تعذر و افقد جاء کم بشیر للمؤمنین و نذیر للكافرين۔ تم معذرت کرو کہ تمہارے پاس مومنوں کو بشارت اور کافروں کو ڈرانے والے آ گئے۔ اس میں اصل احسان جتلا یا کہ ہم نے اس زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا جب کہ آثار وحی مٹ چکے تھے۔ اور انسانوں کو جس چیز کی ضرورت ہوگی۔

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَنَذِيْرٌ (سو تمہارے پاس بشیرونذر آچکے) تاکہ اس کی طرف بڑھیں اور اس کو ایک عظیم نعمت خیال کریں اور ان پر رحمت تمام ہو جائے۔ پس کل وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا۔ جو ان کو غفلت سے خبردار کرتا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) پس وہ محمد ﷺ کو بھی ضرورت کے وقت نبی بنا کر بھیجے پر قادر ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يَقَوْمِ اِذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلٰیكُمْ اِذْ جَعَلَ

۱۱ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں

فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَ جَعَلَ لَكُمْ مُلُوْكَ ۚ وَ اَتٰكُمْ مَّا لَمْ يُوْتِ اَحَدًا مِّنْ

۱۲ مولا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو

الْعٰلَمِيْنَ ۝ يَقَوْمِ اَدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ

۱۳ تمہیں دیا، اے میری قوم! مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی

لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا حٰسِرِيْنَ ۝ ۱۴ قَالُوْا يٰمُوسٰى

۱۴ ہے اور پیچھے واپس مت لو، ورنہ نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ!

اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبّٰرِيْنَ ۚ وَ اِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ

۱۵ یہ واقعی بات ہے کہ اس سر زمین میں بڑے زبردست لوگ ہیں، اور بے شک ہم اس جگہ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک لوگ نہ نکل جائیں۔

فَاِنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا اَدْخِلُوْنَ ۝ ۱۶ قَالَ رَجُلٰۤیۡنِ مِّنَ الَّذِيْنَ

۱۶ سو اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ دو آدمیوں نے کہا جو

يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا اَدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

۱۷ ڈرنے والے تھے اللہ نے ان پر انعام فرمایا تھا کہ تم لوگ ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ سو جب تم اس میں داخل ہو گے

فَاِنَّكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَ عَلٰی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۱۸

۱۸ تو بلاشبہ تم غلبہ مانے والے ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

آیت ۲۰: وَ اِذْ قَالَ مُّوسٰى لِقَوْمِهٖ يَقَوْمِ اِذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلٰیكُمْ اِذْ جَعَلَ لَكُمْ اَنْبِيَآءَ (اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے میری قوم! یاد کرو اللہ کی ان نعمتوں کو جو تم پر کہیں۔ جب بنائے تم میں انبیاء) جعل فیکم انبیاء اس لیے فرمایا کیونکہ کسی امت میں اتنے نبی مبعوث نہیں کیے گئے جتنے بنی اسرائیل میں آئے۔

خوشحالی کی نعمت:

وَ جَعَلَ لَكُمْ مُلُوْكَ (اور تمہیں بادشاہ بنایا) یہ اس لیے فرمایا کہ ان کوفرعون کے بعد اس کے ملک کا مالک بنایا۔ اور جبارہ کے

بعد سرزمین فلسطین کا مالک بنایا۔ اور ان میں کثرت سے بادشاہ ہوئے۔ جیسے انبیاء کثرت سے ہوئے۔ بعض نے کہا کہ الملک سے مراد وسیع مکان والا جس میں جاری پانی ہو۔ بنی اسرائیل کے وسیع مکانات تھے جن میں جاری پانی تھا۔ گویا خوشحالی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک وہ ہے جس کے پاس مکان ہو۔ اور خدام ہوں کیونکہ یہ خود قطیوں کے ہاں غلامانہ زندگی گزارتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بے نجات دی۔ تو نجات دینے کو ہی مِلْک فرمایا۔ وَأَنْتُمْ مَّا لَمْ يُولَدْ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ (اور تمہیں وہ کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا) جیسے سمندر پھاڑا۔ دشمن کو ڈبویا۔ من و سلوئی اتارا۔ بادلوں سے سایہ کیا۔ وغیرہ اس طرح کے بڑے بڑے کام یا مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں۔ گویا الف لام کا عوض حذف ہے۔

قدس وشام کی سرزمین میں داخلے کا حکم:

آیت ۲۱: يَقَوْمُ اَدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو) المقدسہ سے مراد پاکیزہ یا مبارک اور وہ سرزمین بیت المقدس وشام ہے۔ اَلَيْسَ كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے) كِتَابٌ کا معنی ہے قسمت میں کر دیا۔ یا تمہارے نام لگا دیا۔ یا لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ کہ وہ تمہارا مسکن بنے گی۔ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ اَدْبَارِكُمْ (اور تم اپنی پشت پھیر کر مت لوٹو شکست کھا کر) جبارہ کے خوف سے بزدلی اختیار کر کے یا اپنے دین میں پشت پھیر کر مت لوٹو (یعنی دین کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو)۔ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ (اگر تم لوٹو گے تو پھر دنیا و آخرت کے ثواب سے ناامداد ہو کر لوٹو گے)

بزدلی کی انتہاء:

آیت ۲۲: قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبّٰرِيْنَ (کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں) اَلْجَبّٰرِیِّہ فعال کے وزن پر ہے۔ یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی اجبرہ علیہ ہے مجبور کرنا۔ جبار اس سرکش کو کہتے ہیں۔ جو لوگوں کو اپنی مرضی پر مجبور کرے۔

وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا
حَتّٰی يَخْرُجُوْا مِنْهَا
فَاِنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا
فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ

(ہم اس میں ہرگز قتال سے داخل نہ ہو گئے)
(یہاں تک کہ وہ بغیر لڑائی کے نکل نہ جائیں)
(پس اگر وہ اس سے بلا قتال نکل گئے)
(تو ہم پھر اس علاقہ میں داخل ہو گئے)

آیت ۲۳: قَالَ رَجُلٰنِی (ان دو شخصوں نے کہا) رجلان سے مراد کالب اور یوشع ہیں۔ مِنَ الدِّیْنِ یَخَافُوْنَ (ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھتے تھے) گویا اس طرح کہا کہ دو حق مردوں نے کہا۔

خجور: یہ عمل رفع میں رجلان کی صفت ہے اس طرح انعم اللہ علیہما بھی۔

قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلُهَا أَبَدًا مَّادَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنْتَ

وہ کہتے تھے کہ اے موسیٰ ہم ہرگز کبھی بھی اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ ملک اس میں موجود نہیں لہذا تو اور تیرا رب

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا

دلوں جانیں پھر دلوں جنگ کر لیں بے شک ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب اے شک میرے بس میں صرف

نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۶﴾ قَالَ فَإِنَّهَا

میری جان اور میرا بھائی ہے، لہذا ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو یہ سرزمین

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ

ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام رہے گی۔ زمین میں حیران پڑتے رہیں گے سو آپ

عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۷﴾

نا فرمان قوم پر رنج نہ کیجئے۔

غلبے کا وعدہ:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا (جن پر اللہ تعالیٰ نے) اپنے سے ڈرنے کا) انعام فرمایا تھا۔ اَدْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ (تم ان کے شہر کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ) فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَانْكَبُوْا عَلَيْنَہُمْ (جو نبی تم اس میں داخل ہو گے تم غالب آ جاؤ گے) اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور غلبہ تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ بات انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اطلاع دینے سے معلوم کی۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو) اس لئے کہ اس پر ایمان اس پر توکل کا تقاضا کرتا ہے۔ توکل کی حقیقت علاقائی دنیوی کو قطع کرنا۔ اور مخلوقات سے تعلق کا توڑنا اور اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

جہاد سے پس و پیش:

آیت ۲۴: قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلُهَا (انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز داخل نہ ہو گئے) یہ تاکیدی انداز سے مستقبل میں داخل ہونے کی نفی ہے۔ اَبَدًا (ہیشہ) یہ لفظ لاکر نفی مؤکد کو طویل زمانے سے متعلق کیا گیا۔ مَّادَامُوا فِيْهَا (جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں) یہ ابد کا بیان ہے۔ فَاِذَا دْهَبَ اَنْتَ وَرَبُّكَ (پس تو اور تیرا رب جائے) علماء کی ایک جماعت نے اس کا ظاہری معنی مراد لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ مگر ایسا نہیں کیونکہ بطور اعتقاد یہ بات ہوتی تو وہ کفر کرتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام ان سے جہاد کرتے۔ کیونکہ اس وقت جہارین کی ہمسیت یہ جہاد کئے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر اس میں بہتر بات یہ

ہے کہ کہا جائے کہ تم جاؤ اور تمہارا رب اور وہ لڑائی میں تمہاری امداد فرمائے۔ یا ربک سے مراد یعنی ہارون آپ کے بڑے بھائی مراد ہیں۔ یا اس سے ہیئتہ جانا مراد نہیں بلکہ یہ محاورہ ایسی بات ہے جیسے کہتے ہیں کَلِمَتُهُ فذهب یحییٰ میں نے اس سے بات کی وہ مجھے جواب دینے لگا۔ یعنی جواب کا ارادہ کیا۔ گویا انہوں نے کہا کہ تم دونوں ان سے قتال کا ارادہ کرو۔ فَقَالَا اِنَّا هُنَا فَعِلُوْا (پس لڑو تم دونوں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) قاعدوں کا معنی ٹھہرنے والے ہیں تمہارے دین کی مدد میں ہم ان سے نہ لڑیں گے۔ جب انہوں نے نافرمانی اور مخالفت کی۔

غَمُّ وَشُكُوْهُ کا اظہار:

آیت ۲۵: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ (کہا اے میرے رب میں اختیار نہیں رکھتا) تیرے دین کی مدد کے لئے اَلَا نَفِیْسُ وَاٰخِی (مگر اپنے اوپر اور بھائی پر) نَفِیْسُ: انہی کا عطف نفسی پر ہوتا ہے معنی ہے مجھے اپنے نفس پر اور بھائی پر قابو ہے یا ان کے اسم پر عطف ہوتا ہے معنی ہوگا۔ میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر اور میرا بھائی بھی اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر۔ یا یہ مرفوع ہے جبکہ اس کا عطف ان اور اس کے اسم دونوں کے محل پر ہو۔ یا لا املک کی ضمیر پر اس کا عطف ہو اور فصل کے لیے یہ درست ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ولا یملک اخی الا نفسه اور میرا بھائی بھی مالک نہیں مگر اپنے نفس کا یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و اخی کذلک۔ میں اپنے اوپر قابو رکھتا ہوں اور میرا بھائی بھی اسی طرح ہے۔ یہ درحقیقت غم اور شکوہ ہے۔ جو بارگاہ الہی میں پیش کیا گیا ہے اور رقت قلب ہے تاکہ رحمت الہی کو جوش آئے۔ اور مدد خداوندی کا نزول ہو۔ گویا کہ ان دونوں آدمیوں پر کامل وثوق نہیں فرمایا اور فقط نبی معصوم کا ہی تذکرہ فرمایا۔ یا پھر مراد یہ ہے کہ میں اور جو دین کے سلسلے میں مجھ سے مواخات رکھنے والا ہے۔

فَاَفْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ (ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے) اور ان کے بارے میں وہ فیصلہ فرما جس کے وہ اہل ہیں۔ یہ ان کے متعلق بددعا کے مفہوم میں ہے یا ہمارے اور ان کے درمیان دوری پیدا کر دے اور ان کی معیت سے نجات عنایت فرما۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَتَجْنِبْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ [التحریم: ۱۱]

آیت ۲۶: قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْہُمْ (فرمایا وہ ان پر حرام کر دی گئی) ہا کی ضمیر سے الارض المقدسہ مراد ہے۔ محرمۃ کا مطلب روک دینا ہے۔ کہ وہ اس میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ حرمت تعبدی نہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ [القصص: ۱۳]

ایک اعتراض:

مچھلی آیات میں کتب اللہ لکم فرمایا۔ اور یہاں محرمۃ فرمادیا۔

جواب: کتب اللہ کا معنی وہ سر زمین تمہارے لیے لکھ دی۔ اس شرط سے کہ تم وہاں کے رہنے والوں سے جہاد کرو۔ جب انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا تو فرمایا فانھا محرومة علیہم کہ وہ ان پر حرام کر دی گئی یہ حرمت چالیس سال کے لیے تھی۔ جب چالیس سال گزر گئے تو جو لکھا تھا وہ ہو کر رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بقیہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے۔ یوشع بن نون مقدمۃ الجیش پر افسر تھے۔ اور اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم رہے۔ جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ وفات پا گئے۔ اربعین سنہ (چالیس برس) اربعین محرومة کا ظرف ہے۔ اور سنہ پر وقف ہے۔ یا یہ بیٹھون کا ظرف ہے اور وقف علیہم پر ہے۔

فاسق قابل افسوس نہیں:

تقدیر عبارت یہ ہے: یسیرون فیہا متحیرین لا یہتدون طریقاً اربعین سنہ۔ کہ وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے۔ یَتَّهِوْنَ فِی الْأَرْضِ (وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے زمین میں) اس سے نکلنے کا راستہ چالیس سال تک نہیں پائیں گے۔ یہ قید کی سزا ان کو اس لیے دی گئی کہ وہ جہاد سے رکے۔ تو ان کو اس جنگل میں روک دیا گیا۔ تیز چلنے کے باوجود صبح کو جہاں سے چلتے شام کو وہیں ہوتے۔ اور شام کو جہاں سے چلتے صبح کو وہیں ہوتے۔ یہ چھ فرسخ کا علاقہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس بددعا سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِینَ (ان فاسقوں پر افسوس مت کرو) کیونکہ یہ فاسق ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے میں نہیں رہے۔ کیونکہ تیر کی رہائش تو ایک سزا تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ سے ان سے نجات مانگ چکے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے مگر وہ ان کے لیے باعث راحت تھا۔ اور باعث سلامتی تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام تیر میں وفات پا گئے اور ان کے ایک سال بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات پائی۔ اور کالب اور یوشع علیہما السلام کے علاوہ تمام نقباء بھی تیر میں وفات پا گئے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلَ مِنْ

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سچ طور پر پڑھ کر سنائے جبکہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی، سو ان میں سے ایک کی نیاز

أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخِرِ قَالَ لَا قُتْلَكَ ؕ قَالَ إِنَّمَا

قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نیاز قبول نہ کی گئی، اس نے کہا کہ میں تجھے ضرور بالضرر قتل کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ

يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۷۷﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي

اللہ صرف متقوی والوں سے قبول فرماتا ہے، یقینی بات ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا

مَا أَنَا بِبَاسٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا قُتْلَكَ ؕ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ

تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں ہوں گا۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا

الْعَالَمِينَ ﴿۷۸﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ

پروردگار ہے، بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر دھر لے پھر تو دوزخ والوں میں

أَصْحَابِ النَّارِ ؕ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۷۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ

سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر

قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۸۰﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ

آباد کر لیا سو اس نے اسے قتل کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا

فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يُوِيلَتْنِي أَعَجَزْتُ أَنْ

بھیا وہ زمین کو کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے عاجز ہو گیا

أَكُونُ مِثْلَ هَذِهِ الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ الْمُدَمِينِ ﴿۸۱﴾

کہ اس کو سے کی طرح ہو جاؤں سو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں۔ پھر وہ بچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

منہاجیل وقایع کا واقعہ:

آیت ۷۷: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے حاسدین کو وہ واقعہ سناؤ جو حسد کی وجہ سے پیش آیا۔ تاکہ وہ حسد کو چھوڑ دیں۔ اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (آپ ان اہل کتاب کو پڑھ کر سنائیں)

نَبَا ابْنِي آدَمَ (آدم کے دو صلیبی بیٹے ہاتیل و قاتیل کا) یا وہ بنی اسرائیل کے دو آدمی تھے۔

بِالْحَقِّ (ایسی اطلاع جو حق سے ملی ہوئی ہے) اور پہلی کتب کے بالکل موافق ہے۔ یا ایسی تلاوت جو حق و صحت سے ملی ہوئی ہے۔ یا آپ ان کو پڑھ کر سنائیں کہ آپ حق بیان کرنے والے سچے ہیں۔ اِذْ قَرَّبَاہِ نَبَاکِی وَجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قصہ ہما و حدیثہما فی ذالک الوقت۔ یعنی ان دونوں کا قصہ اور بات جو اس وقت میں پیش آئی یا نبأ سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتل علیہم النبأ نبأ ذالک الوقت۔ آپ ان پر پڑھیں واقعہ یعنی اس وقت کا واقعہ گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔ قَرَّبَا نَبَا ایسی قربانی یا صدقہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے قرب صدقہ و تقرب بہا کہ اس صدقہ سے تقرب حاصل کیا۔ کیونکہ تقرب کا باب قرب کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب ان میں سے ہر ایک نے اپنی قربانی سے تقرب حاصل کیا۔ اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ فَتَقَبَّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا ان دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی) اور وہ ہاتیل تھا۔ وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی) اور وہ قاتیل تھا۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہونے والی بچی سے شادی کر لے۔ قاتیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت تھی۔ اس کا نام آقلیمہ تھا۔ اس پر اس کے بھائی نے اس لڑکی کے سلسلہ میں حسد کیا۔ اور ناراض ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی قبول ہوگی اسی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ہاتیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آگ نے اتر کر اس کو جلا دیا۔ اس پر قاتیل کا حسد اور بھڑک اٹھا اور ناراضگی زیادہ ہوئی پس ہاتیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

قَالَ لَا تَقْتُلَنَّكَ (اس نے ہاتیل کو کہا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا)

قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقین سے قبول کرتے ہیں) تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہاتیل نے اسے کہا تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی کو قبول کیا ہے۔ اور میری قربانی قبول نہیں کی۔ اس پر اس نے کہا انما يتقبل الله من المتقين کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والوں کی قربانی قبول کرتے ہیں۔ اور تو غیر متقی ہے۔ اور یہ تیرے نفس کے قصور سے ہے۔ کہ اس نے تقویٰ کے لباس کو اتار پھینکا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔

ایک لطیفہ:

حضرت عامر بن عبد اللہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ان کو کہا گیا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اور آپ تو بڑی فضیلتوں والے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا ہے انما يتقبل الله من المتقين۔ (معلوم نہیں کہ ہم ان میں سے ہیں یا نہیں)

آیت ۲۸: لَیْسَ بِسَطَطٍ (اگر تو نے دراز کیا) اَللّٰی یَذٰکَ لِیَقْبَلْنِیْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیْ اِلَیْکَ (اے ہاتھ میری طرف تاکہ تو مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ پھیلائے والا نہیں تیری طرف) قرأت: مدنی ابو عمر اور حفص نے یدِی پڑھا ہے۔

ہاتیل کو بے خبری میں قتل کیا گیا:

لَا تَقْتُلُوا إِنَّمَا أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (تاکہ میں تجھے قتل کروں میں بیشک اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا ہوں) روایت میں ہے کہ وہ قاتیل سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور زیادہ مضبوط۔ لیکن اپنے بھائی کے قتل کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھایا کیونکہ اس زمانہ میں مدافعت جائز و مباح نہ تھی۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ واجب تھی۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو خود ہلاک کرنا ہے اور قاتل کے گناہ میں شرکت کرنا ہے۔ البتہ معنی یہ ہے کہ میں ابتداء سبیری طرف اپنے ہاتھ کو دراز کرنے والا نہیں۔ جیسا کہ تو میرے بارے میں ارادہ رکھتا ہے ہاتیل ارادہ قتل پر مدافعت کا عزم رکھتے تھے۔ مگر قاتیل نے بے خبری میں اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔

قراءت: اِنَّمَا کَوْنَتِیْ اَخَافُ پڑھا حجازی اور ابو عمرو نے۔

آیت ۲۹: اِنَّمَا اُرِيدُ (میں چاہتا ہوں) قراءت: مدنی نے اِنَّمَا پڑھا ہے۔ اَنْ تَبُوْا تَوَاثَمَ (یا لو نے پانچویں) (میرے قتل کے گناہ کے ساتھ) اگر تو نے مجھے قتل کر دیا تو اِنَّمَا (اور اپنے گناہوں کے ساتھ) جس کی بنا پر تیری قربانی قبول نہیں کی گئی۔ اور وہ والد کی نافرمانی، حسد، کینہ ہے قاتیل نے اس بات کا ارادہ کیا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مسترد کر کے کفر کیا تھا یا وہ ظالم تھا اور ظالم کی سزا یہ مراد لی جاسکتی ہے۔ فَتَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاُ الظَّالِمِيْنَ (تاکہ تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالم کی سزا ہے)

آیت ۳۰: (فَكَوْنَتْ لَهٗ نَفْسٌ مِّمَّنْ قُتِلَ اَخِيْهِ) (اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا) طوعت کا معنی آسان کر دیا منجائش پیدا کر دی یہ طالع له الموعود کہ چراگاہ آسانی سے اس کو میسر آگئی سے بنا ہے۔ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ (پس اس نے اس کو قتل کر دیا پس وہ ہو گیا خسارہ پانے والوں میں سے)۔

آیت ۳۱: فَجَعَلَ اللَّهُ عُرَاثًا يَّحْكُمْنَ لَیْ اَرْضُہِیْ لِبِیْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے یا وہ کو اس کو دکھائے) کَیْفَ یُوَارِیْ سُوْءَۃَ اَخِيْہٖ (کہ وہ کس طرح بھائی کی لاش چھپائے) سُوْءَۃَ کا معنی ستر اور وہ چیز جسم میں جس کا کھولنا جائز نہیں۔ روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مقتول زمین پر بنی آدم میں یہی تھا۔ جب اس کو قتل کر دیا تو چھیل میدان میں چھوڑ دیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ پس اس کو خطرہ ہوا کہ اس کو درندے پھاڑ دیں گے۔ پس ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر ایک سال تک اٹھائے پھر تار ہا۔ یہاں تک کہ اس سے بدبو پیدا ہوئی۔ اور اس پر درندوں نے هجوم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دو کتے بھیجے جو کتے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ اور اپنی چونچ اور پنجوں سے دوسرے کتے کے لئے گڑھا کھودا پھر اس کو اس میں ڈال دیا۔ پس اس وقت قاتیل کہہ رہا تھا۔

بے وقت شرمندگی:

قَالَ یٰوَيْلَتَیْ اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ الْعُرَابِ فَاُوَارِیْ (کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گھبرا گیا گذرا کہ اس کو بے ہی کے برابر ہوتا اور چھپا دیتا) فَاُوَارِیْ کا عطف اکون پر ہے سُوْءَۃَ اَخِيْہٖ فَاصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (اپنے

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو بلا عوض جان

نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا

کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دے جو زمین میں ہو تو گویا قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا

فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ

تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا، اور یہ واقعی بات ہے کہ ان کے پاس ہمارے رسول مکی ہوئی و بلیں لے کر آئے پھر اس

كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿۳۱﴾

کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

بھائی کی لاش کو پس وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا) اس کے قتل پر کیونکہ اس کے اٹھائے پھرنے نے اس کو تھکا دیا۔ اور وہ اس کے بارے میں شدید پریشانی میں مبتلا ہوا۔ مگر یہ شرمندگی توبہ کرنے والوں جیسی نہیں تھی۔ یا ندامت فقط ہماری شریعت میں توبہ ہے۔ ان کی شریعت میں نہ تھی۔ یا اس کے اٹھائے رہنے پر شرمندہ ہوا نہ کہ اس کے قتل پر۔ (پس توبہ نہ بنی) اور آیت میں کہ جب اس نے اسے قتل کیا اس کا جسم سیاہ ہو گیا حالانکہ اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگا میں اس کا گمان تو نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے تو میرا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پس سیاہ لوگ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

مرثیہ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے:

اور یہ کسی روایت میں نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کسی شعر میں ہاتیل کا مرثیہ کہا ہو۔ جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شعر سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت ۳۲: مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ (اس قتل کی وجہ سے) اجل کا معنی سبب و علت ہے اور ذالک کا مشاڑ الیہ قتل مذکور ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلی آیت سے متصل ہے۔ پس اس صورت میں اس پر وقف کریں گے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی فاصبح من النادمین لاجل حملہ ولا جل قتلہ کہ وہ اس کے اٹھانے اور قتل کرنے کی وجہ سے شرمندگی والوں میں سے ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ اور النادمین پر وقف ہے۔ اور من کا تعلق کتبنا سے ہے نادمین سے نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے قانون قصاص:

كُتِبْنَا عَلَىٰ نَبِيِّ اِسْرَآءَ اَنْ يَلَّ (ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا) بنی اسرائیل کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا۔ حالانکہ تمام ہی اس میں شریک تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات پہلی ایسی کتاب ہے جس میں احکام اتارے گئے۔ اِنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا (کہ جو شخص کسی کو) قتل کرے) (حق) قتل کرے) (انہ کی تمیز شان ہے۔ اور من شرط یہ ہے۔

بَغِيْرَ نَفْسٍ (بغیر اس کے کہ وہ کسی نفس کو قتل کرے) (اَوْ فُسَادٍ فِى الْاَرْضِ (یا وہ زمین پر فساد کرے) یہ نفس پر عطف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بغیر فساد فی الارض اور زمین میں فساد کے بغیر۔ فساد سے مراد یہاں شرک ہے۔ یا ڈاکہ زنی یا ہر وہ فساد جس کا نتیجہ قتل کو واجب و لازم کر دے۔ فَكَانَتْ قَتْلَ النَّاسِ جَمِيعًا (تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا) یعنی گناہوں میں تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کیونکہ قاتل نفس کی سزا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ اگر وہ تمام لوگوں کو قتل کر ڈالتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا۔ وَمَنْ اَحْيَاهَا (جس نے ان کو زندہ کیا) یعنی ان کو ہلاکت کے بعض اسباب سے نکالا۔ مثلاً قتل، غرق، جلنا، گرانا یا اور کوئی دیگر وغیرہ۔

ایک کی زندگی سبکی کی زندگی:

فَكَانَتْ اَحْيَا النَّاسِ جَمِيعًا (اس نے گویا سب کو زندہ کیا) ایک آدمی کے قتل کو تمام آدمیوں کا قتل قرار دیا گیا۔ اسی طرح زندہ کرنا بھی تمام کا زندہ کرنا قرار دیا۔ یہ ترغیب و ترہیب کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک آدمی کے قتل پر تعرض کرنے والا ہے اگر وہ تصور کرے کہ اس کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے۔ تو اس پر اس کا قتل گراں ہوگا۔ پس وہ اس سے باز آ جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو اس کو زندہ کرتا ہے۔ جب اس کے تصور میں یہ ہے اس ایک آدمی کی زندگی تمام انسانوں کی زندگی کے مترادف ہے تو اس کو سلامت رکھنے اور بچانے کے لئے خوب رغبت اختیار کرے گا۔ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آچکے ہیں) اِنَّمَا سَلَامٌ مِّنْ رَّبِّكَ (ہمارے پیغمبر) قراءت: اَبُو عَمْرُوْنَ وَسَلَامٌ پڑھا ہے۔ بِالْبَيِّنَاتِ (واضح دلیل کے ساتھ) اِنَّمَا اَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ (پھر اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ) پھر ان میں سے پہلے سے۔ اس کے بعد کہ جو ہم نے ان پر لکھ دیا۔ یا رسولوں کے دلائل لانے کے بعد فی الْاَرْضِ لَمُسْرِ قُوْنٍ (اور زمین میں حد سے بڑھنے والے ہیں) قتل میں اس کی عظمت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

”جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يَصْلَبُوا أَوْ تَقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

دوڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے، یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ جَزَاؤُ فِي الدُّنْيَا

دیے جائیں یا زمین سے نکال دیے جائیں یہ دنیا میں ان کی سزا ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ

اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ

تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَٰ أَيُّهَا

تم ان پر قدرت پاؤ، سو جان لو کہ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔“

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں

سَبِيلَهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَ أَنَّ لَهُمْ مَّا

جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس وہ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس جیسا اس کے ساتھ اور بھی ہو تاکہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے

الْقِيَمَةِ مَا تَقْبَلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يُرِيدُونَ أَنْ

دیدیں تو یہ ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وہ ارادہ کریں گے کہ

يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

دوزخ سے نکلیں اور وہ اس میں سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ پانی رہنے والا عذاب ہے۔“

محاربین کی اقسام اربعہ:

آیت ۳۳: اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِي يَحَارِبُكَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے محاربہ سے مراد اولیاء اللہ سے محاربہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من اهان لی ولیا فقد ہار ذلی بالمحاربة۔ جس نے میرے کسی دوست کی توہین کی اس نے محاربہ کے لئے مجھے دعوت دی۔ ابن ماجہ ۳۹۸۹ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا (وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں) یعنی وہ فساد کرنے والے ہیں۔ اور فساداً مفعول یہ بھی بن سکتا ہے۔ یعنی وہ فساد کی خاطر زمین میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اور جزاء کی خبر ان یقتلوا ہے۔ یقتلوا میں تا پر تشدید کا فائدہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے قتل۔ اب اَنْ یُقْتَلُوْا کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے سولی ندی جائے۔ اگر انہوں نے صرف قتل کیا ہو۔

اَوْ یُصَلَّبُوْا (یا ان کو صلیب دی جائے قتل کے ساتھ) اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔ اَوْ تُقَطَّعْ اَیْدِیْہُمْ وَ اَرْجُلُہُمْ (یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں) اگر انہوں نے مال لیا ہو تو مِّنْ خِلَافٍ (مخالف جانب سے) یہ ایدی سے حال ہے یعنی ارجل۔ ایک دوسرے کے اُلٹ۔ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (یا ان کو قید کر کے جلاوطن کر دیا جائے) جبکہ انہوں نے فقط ذرا یاد رکھا ہو (ذلک یہ مذکورہ سزائیں۔ لَہُمْ یُخْزٰی فِی الدُّنْیَا (ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی کا ذریعہ ہیں) وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے)

آیت ۳۴: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تُقَدِّرُوْا عَلَیْہُمْ (مگر وہ لوگ جو تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں) تو ان سے یہ حد دوسرا قہ ہو جائیں گی۔ وہ معاملات جو بندوں کے حقوق کے متعلق ہیں۔ لَعَلَّہُمْ اَنْ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کی توبہ سے ان کو بخش دیں گے اور رحیم ہیں رحم فرما کر ان کو عذاب نہ دیں گے۔

آیت ۳۵: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پس اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

قرب الہی کا ذریعہ:

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الْوَسِیْلَۃَ (اس کی طرف سے وسیلہ تلاش کرو) ہر وہ قرابت عبادت، جس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یا وہ واسطی یا دیگر مرتبہ و درجہ یہ دراصل ان چیزوں کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو طاعات و ترک منہیات کی قسم سے ہے۔ اور ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

آیت ۳۶: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَہُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں) مَّا فِی الْاَرْضِ سے مراد قسم کے احوال۔ وَمَعْلَہٗ مَعًا (اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور ہو) اور وہ اس کو خرچ بھی کر ڈالے۔ لَیَقْعُدُوْا بِہٖ (تا کہ اس کو اپنے نفس کا فدیہ بنائیں)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَانَا لَا مِّنْ

جو چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ہو سو ان کے کردار کے عوض ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ بطور سزا کے اللہ کی

اللَّهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۵۸ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ

طرف سے ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے، سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے

فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۵۹ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ

سو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرما لے گا بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ

اللَّهُ لَهُ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ

بلاشبہ اللہ کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے

يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۶۰

چاہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

قیامت کے دن فدیہ کی نفی:

بَحْمُورٍ: کو اپنے ساتھ والے سمیت خبرنا ہے۔ لیفتدوا ہم میں ہضمیر کو واحد لایا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر یہاں اشارہ کے قائم مقام ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ لیفتدوا بذالک اس لئے واحد لانا صحیح ہے۔ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا تَقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے مگر ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے جس سے کسی طرح ان کے لئے چھوٹنے کا راستہ نہیں)

آیت ۳۷: يُؤَيَّدُونَ (وہ چاہیں گے) یعنی تمنا کریں گے یا مطالبہ کریں گے۔ اَنْ يَّخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا) معنی کا معنی دائمی عذاب۔

چوری کی سزا:

آیت ۳۸: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے)

بَحْمُورٍ: یہ دونوں مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔ خبر ان کی محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فیما یبطلی علیکم

السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما۔ فاقطعوا ايديهما (سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو) ایسی بول کر دونوں دائیں ہاتھ مراد ہیں۔ اس کی دلیل قرأت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے فلا اس لئے ہے کہ سابقہ کلام میں شرط کا معنی مضمّن تھا۔ کیونکہ مطلب اس طرح ہے والذی سرق والنی سرقت وہ مرد جو چوری کرے اور وہ عورت جو چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ اسم موصول میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ نکتہ: البتہ سارق کہہ کر مرد سے ابتداء کی گئی۔ کیونکہ سرقہ کا تعلق جرأت سے ہے اور وہ مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور دوسری آیت میں الزانی کو مؤخر لائے کیونکہ زنا شہوت سے پیش آتا ہے۔ اور شہوت عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ سرقہ و چوری کا آلہ ہے ادھر کہ زنا کے قطع کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ اس سے نسل انسانی کا انقطاع لازم آتا ہے۔ بخوراء: بِمَا كَسَبَتْ لِكُلٍّ مِنْهُ لُزُومٌ (اس کی سزا میں جو کچھ انہوں نے کمایا) جزاء یہ مفعول لہ ہے۔ نكالاً مِنَ اللَّهِ (سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نکالنا یہ جزاء کا بدل ہے واللہ عَزَّوَجَلَّ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں) اس کے فیصلوں میں معارضہ نہیں کیا جاسکتا حَكِيمٌ (وہ حکمت والے ہیں) اس میں جوہ حکم دیں جیسے چور کے لئے قطع یہ وغیرہ۔

تائیین کا ذکر:

آیت ۳۹: قَمَنْ تَابَ (جو شخص توبہ کرے) چوری سے مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ (اپنے اس ظلم (یعنی سرقہ) کے بعد) وَأَصْلَحَ (اور اپنی درستگی کر لے) مسروقہ مال واپس کر کے فَإِنَّ اللَّهَ يُتَوُّبَ عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر کے اس کی طرف توجہ فرمائیں گے) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں اس کا گناہ بخش دیں گے اور رحیم ہیں اس پر رحمت فرمائیں گے) بخشش مطبوع:

آیت ۴۰: أَلَمْ تَعْلَمْ (کیا تمہیں معلوم نہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ (اللہ لے مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ) (کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے جس کو چاہے عذاب دے) عذاب دیں گے جو کفر پر مر جائے گا۔ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (اور بخش دیں گے جس کو چاہیں گے) جو کفر سے تائب ہو جائے گا۔ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) یعنی عذاب و مغفرت وغیرہ پر قَدِيرٌ (قادر ہیں) نکتہ: یہاں عذاب کو مغفرت سے پہلے اس لیے ذکر کیا۔ کیونکہ چوری توبہ سے قبل کی تھی۔ یلف و نشر مرتب کی قبیل سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوزخ کو گھر میں کرتے ہیں جو

الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَمِنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے منہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان

الَّذِينَ هَادُوا ۖ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ ۖ لَمْ

لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں یہ لوگ جھوٹ کو بہت زیادہ سننے والے ہیں، جو لوگ تمہارے پاس نہیں آئے ان کو بائیں پہنچانے کے لئے خوب

يَا تُوَكِّلُ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ

دھیان سے سنتے ہیں، یہ لوگ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

أَوْ تَنْتِمْ هَذَا فَاخْذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاخْذَرُوا ۖ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو لے لیتا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے پرہیز کرنا، اور اللہ جس کو قتل میں ڈالنے کا

فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

ارادہ فرمائے تو اسے غالب اس کے لیے اللہ پر حیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں

اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۖ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي

اللہ نے یہ ارادہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ أَكْلُونَ لَسْتُمْ

آخرت میں بڑا عذاب ہے یہ لوگ جھوٹ کو خوب زیادہ سننے والے ہیں خوب حرام کھانے والے ہیں،

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے یا ان سے اعراض فرما لیجئے، اور اگر آپ اعراض کریں

فَلَنْ يَضُرَّوكَ شَيْئًا ۚ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ

تو یہ آپ کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر آپ فیصلہ دیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے، بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ

اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے

فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝

جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد وہ دگردہانی کرتے ہیں اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں:

آیت ۳۱: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (اے رسول جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ کرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں) لَا يَحْزُنْكَ کا معنی اہمیت نہ دیں کفر کی طرف منافقین کے جلد بھاگ جانے کو۔ اور پرواہ نہ کریں یعنی اسلام کے متعلق ان کی خفیہ تدابیر کے ظاہر ہو جانے کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اور اسی طرح ان کی مشرکین کے ساتھ سوالات ظاہر ہونے کی پرواہ نہ کریں۔ میں ان کے خلاف تہارامد دگا اور ان کے شر کے لیے کافی ہوں۔ کہا جاتا ہے اسرع فیہ الشیب یعنی وہ جلد بوڑھا ہو گیا۔ اس طرح کفر میں ان کی مسازعت سے مراد جلد کفر اختیار کرنا ہے۔ کہ جب بھی وہ فرصت پاتے ہیں تو فوراً کفر میں چا کرتے ہیں۔ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا (خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہتے ہیں) یہ الذين يسارعون في الكفر کا بیان ہے۔ امنا (کہ ہم ایمان لائے) یہ قالوا کا مقولہ مفعول ہے۔ بِالْقَوْلِ اِهْلَهُمْ (اپنے منہ سے) یہ قالوا کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قالوا بافواھم امنا انہوں نے اپنے منہوں سے امنا کہا و لَمْ تَوْمُنْ قُلُوبُهُمْ مگر ان کے دل مؤمن نہیں۔

تجوید: یہ محل نصب میں حال ہے اور من الذين هادوا کا عطف من الذين قالوا پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے من المنافقين واليهود ومن الذين هادوا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے ہیں۔ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ (وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں)

تجوید: ہُمْ مبتداء مضر اور سماعون اس کی خبر ہے ضمیر کا مرجع دونوں جماعتیں ہیں۔ تقدیر عبارت ہم سماعون اس صورت میں وقف علی الذين هادوا پر ہے۔ یا سماعون مبتداء اور اس کی خبر من الذين هادوا ہے۔ اس صورت میں قلوبہم پروقف ہے۔ اور سماعون للکذب کا مطلب یہ ہے کہ تجھ سے سننے اس لئے ہیں۔ کہ تم پر جھوٹ باندھیں اس طرح کہ جو کچھ آپ سے سنا اس کو مسخ کر کے پیش کریں۔ اضافہ یا کی یا تبدیلی اور تغیر کے ساتھ۔ سَمِعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوکَ (آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر رہتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو) یعنی وہ آپ سے سننے والے ہیں یہودیوں کی خاطر اور وہ ان کو چاسوس بنا کر بھیجتے ہیں۔ تاکہ جو آپ سے سنا وہ ان کو پہنچا دیں یَحْرِفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ (بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلے رہتے ہیں) یحرفون کا معنی اس کو زائل کرتے اور اس کو ان مواقع سے مائل کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے۔ ان کو غیر مقام پر جوڑتے ہیں حالانکہ اس کا ایک مقام ہے۔

تجوید: یحرفون یہ قوم کی صفت ہے جیسا کہ لم یا توک یا مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ یعنی ہُمْ یحرفون ضمیر کا مرجع الکلم ہے۔

مقصد پرست یہود کا طریقہ عمل:

یَقُولُونَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا (کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو) المحرف اس کو کہتے ہیں جس کو اس کے موقع سے ہٹا دیا جائے۔

تجوید: یقولون یہ یحرفون کی طرح قوم کی صفت ہے یا یحرفون کی ضمیر سے حال ہے۔ فَخَذُوْهُ (اس کو اختیار کر لو) اس کو جانو کہ

تجوید: برحق ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ وَاِنْ لَمْ تَوْتُوْهُ (اور اگر وہ تمہیں نہ دیا جائے) اور محمد ﷺ اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو فَاحْذَرُوْا (اس سے بچو) اور اپنے کو بچاؤ وہ باطل ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک سردار یہودی نے ایک سردار

عورت سے خیر میں زنا کیا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ اور تورات میں ان کی حد سنساری تھی۔ یہود نے ان کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے ان کو رجم کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کریں۔ اور کہنے لگے کہ اگر وہ کوڑے لگانے کا حکم کریں اور چہرے کو کالا کرنے کا حکم کریں تو قبول کر لو اگر رجم کا حکم دیں تو مت قبول کرو۔ پس آپ نے جب ان کو رجم کا حکم دیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وَمَنْ يُؤَدِّ اللَّهُ فَتْنَةً (اور جس کا خراب ہونا اللہ ہی کو منظور ہو تو) یہاں فتنہ سے مراد مصلحت و گمراہی ہے یہ آیت ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے یوید اللہ الایمان ولا یوید الکفر۔ فَلَنْ تَعْمَلَ لَكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا) حضرت محمد ﷺ کی امید کو ان کے ایمان کے سلسلے میں ختم کر دیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُؤَدِّ اللَّهُ اَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ (یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کفر سے پاک کرتا نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پسند سے کفر کو اختیار کیا۔

تردید معتر لہ:

یہ آیت بھی ہماری دلیل ہے کہ جو لوگ خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتے۔ لَہُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ (ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) منافقین کی رسوائی اور یہود کے لئے ذلت۔ وَلَہُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (اور آخرت میں ان کیلئے سزائے عظیم ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔

آیت ۴۲: سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ (یہ جھوٹ کو سننے والے ہیں) یہ دوبارہ تاکید کے لائے ہیں یعنی وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں اور اس کی مثل۔ اَكْلُونَ لِلسُّحْتِ ہے (کہ وہ حرام کو کھانے والے ہیں) السحت ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو۔ یہ مسحتہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنا ہے کیونکہ اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے حدیث میں فرمایا گیا فیصلوں میں رشوت لینا اس سے مراد ہے وہ احکام پر رشوت لینے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے بھی رشوت لیتے۔ قراءت: للسحت۔ کی اور بصری اور علی نے ثقل سے پڑھا ہے۔

فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم:

فَاِنْ جَاءَ وَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ (اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ فرمادیں یا ان سے اعراض فرمائیں) یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا۔ کہ جب اہل کتاب آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لے کر آئیں کہ ان میں فیصلہ کر دیں یا نہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اختیار منسوخ کر دیا گیا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وان احکم بینہم بما انزل اللہ المائدہ ۴۹ کہ ان کے درمیان بما انزل للہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ وَاِنْ تَعَرَّضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرَّوْكَ شَيْئًا (اگر تم ان سے اعراض کرو تو وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں دے سکتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ (اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے) قسط کا یہاں معنی عدل ہے۔ اِنَّا اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (اللہ تعالیٰ عدل والوں کو پسند کرتے ہیں)

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۖ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

اِسے شک ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت ہے اور روشنی ہے، اس کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے انبیاء

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

جو اللہ کے فرمانبردار تھے، یہ فیصلے ان لوگوں کو دیتے تھے جو یہود تھے، اور اللہ والے اور علم والے بھی فیصلہ دیتے تھے بوجہ اس کے کہ

اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا

ان کو اللہ کی کتاب کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے

النَّاسَ وَاحْشَوْنَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَمْ

نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے ذریعہ تمہاری سی قیمت مت خریدو، اور جو شخص اس کے

يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۱۱﴾

موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ سو یہی لوگ کافر ہیں

آپ کی تحکیم پر ان کی رضامندی قابل تعجب ہے:

آیت ۴۳: وَكَيْفَ يُحْكِمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ (اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ

ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے) اس آیت میں ان کے آپ ﷺ کی تحکیم پر راضی ہونے پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

حالانکہ وہ آپ کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور نہ آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم خود ان کی کتاب میں موجود ہے جس کو

ماننے کے وہ دعویدار ہیں۔ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ یہ تورات سے حال ہے۔ التوراة مبتداء اور عندهم خبر ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ

ذَلِكَ (پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں) اس کا عطف بحکمونک پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ثُمَّ يَعْرُضُونَ بِهِ مِنْ بَعْدِ

تحکیمک الموافق لما فی کتابہم لایعرضون بہ پھر وہ آپ کے فیصلے کے بعد اعراض کرتے ہیں۔ جو فیصلہ انکی اپنی کتاب

کے فیصلے کے مطابق ہے۔ اور وہ فیصلے پر راضی نہیں ہوتے۔ وَمَا أَوْلَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (وہ آپ پر ایمان لانے والے نہیں) یا اپنی

کتاب پر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ جیسا کہ ان کو دعویٰ ہے۔

تورات ہدایت و نور ہے:

آیت ۴۴: إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى (ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی) ہُدًى یعنی حق کی طرف راہنما

ہے وَنُورٌ (اور روشنی تھی) وہ کھول کر بیان کرتی ہے مبہم احکامات کو۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ اسْلَمُوا (انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ

کے مطیع تھے حکم دیا کرتے تھے) اسلموا کا معنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جو تورات میں تھی یہ النَّبِيُّونَ کی صفت ہے جو ان کی مدح و توصیف کے لئے لائی گئی ہے اور اس کو لا کر یہود پر تعریض کی گئی کیونکہ وہ ملت اسلامیہ سے بہت دور تھے۔ جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ لِلَّذِينَ هَادُوا (اس کے موافق یہود کو) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر میں اتباع کی للذین میں لام بحکم سے متعلق ہے۔

اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے:

اور وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ زَكَاةً (اور اہل اللہ اور علماء بھی) یہ النَّبِيُّونَ کے معطوف ہیں۔ الربانی کا معنی ہے زاہد۔ اور احبار کا معنی علماء ہے۔ بِمَا اسْتَحْفَظُوا (جس کا ان کو امین بنایا گیا تھا) یہ بھی جائز ہے کہ یہ بحکم بھام میں ہا ضمیر سے بدل ہے مِنْ كِتَابِ اللَّهِ (اللہ کی کتاب کا) یہ من بنیاد یہ ہے اور اسْتَحْفَظُوا کی ضمیر انبیاء اور ربانین اور احبار تمام کی طرف لوٹی ہے۔ اور اسْتَحْفَظُوا مِنَ اللَّهِ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی حفاظت کا مکلف اور ذمہ دار بنایا۔ یا ضمیر صرف الرِّبَّانِيُّونَ اور احبار کی طرف لوٹائی جائے اور اسْتَحْفَظُوا انبیاء کی طرف سے ہو۔ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (وہ اس پر مگر ان تھے) تاکہ اس کو بدلہ نہ جائے۔ فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ (پس تم بھی لوگوں سے مت ڈرنا) حکام کو اس آیت میں منع کیا گیا کہ وہ اپنے فیصلوں میں غیر اللہ سے نہ ڈریں۔ اور اس کے خلاف جاری کریں جیسا ان کو حکم دیا گیا۔ جیسا ظالم بادشاہ سے ڈر کر انصاف سے رک جائیں۔ یا کسی کی اذیت کے خوف سے حق ترک کر دیں۔ وَآخِشُونَ (اور میرے حکم کی مخالفت میں مجھ سے ڈرو) قراءت: سہل نے دونوں کو یا سے پڑھا ہے۔ خواہ حالت وقف ہو یا وصل دونوں میں۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوا بِآلِهَتِي (اور نہ لومیرے احکام کے بدلہ میں) یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کے بدلے میں کَمَنَّا قَلِيلًا (تھوڑی قیمت) سے مراد رشوت اور مرتبہ چاہنے کے لئے رقم لینا۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے۔ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرے) جس نے بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا اس کی تحقیر کرتے ہوئے۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (وہ وہی کافر ہیں)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے انکار کرتے ہوئے مَا انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا۔ وہ کافر ہے اگر مکر تو نہ ہو لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت یہود اور غیر یہود تمام کے حق میں عام ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

اور ہم نے ان پر تورات میں لکھ دیا کہ جان جان کے بدلہ۔ اور آنکھ آنکھ کے بدلہ اور ناک ناک کے بدلہ

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ

اور کان کان کے بدلہ اور دانت دانت کے بدلہ اور زخموں کا بدلہ ہے۔ سو جو شخص

تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ

معاف کر دے وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ

سو یہی لوگ ظالم ہیں اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ

کو بھیجا جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور ہم نے ان کو انجیل دی

فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۖ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى

جس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی اور وہ تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور وہ تھوکی اختیار

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۚ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ ۖ بِمَا أَنزَلَ

کرنے والوں کے لئے ہدایت تھی اور نصیحت! اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے موافق جو اللہ نے

اللَّهُ فِيهِ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

نازل فرمایا اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا سو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

یہود میں قصاص کی اصل نوعیت:

آیت ۳۵: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا (ہم نے یہود پر فرض کر دیا جو حکم تورات میں تھا) أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (ہیکل نفس قابل مواخذہ ہو گا۔ نفس مقتولہ کے بدلے میں) جو کہ اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ وَالْعَيْنَ (پھوڑی ہوئی آنکھ) بِالْعَيْنِ (بدلے آنکھ کے) وَالْأَنْفَ (ناک کٹا ہوا) بِالْأَنْفِ (بدلے ناک کے) وَالْأُذُنَ (کان کٹا ہوا) بِالْأُذُنِ (بدلے کان کے) وَالسِّنَّ (دانت اکھاڑا ہوا) بِالسِّنِّ (بدلے دانت کے) وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (زخموں کا بدلہ جو قصاص والے ہوں) اور نہ حکومت عدل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہ کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ان النفس بالنفس۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے

کہ مسلمان کو ذی کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور آزاد بدلے غلام کے۔
 قراءت: نافع، عاصم، حمزہ نے تمام معطوفات کو ان کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ اور علی نے محل ان النفس پر عطف کر کے رفع دیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ان پر لکھ دیا ہے جان کے بدلے جان۔ اجراء لکھنا مجبوری قلنا۔

باقی نے تمام کو نصب اور الجروح کو رفع اور الاذن سکون وال کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نافع اور باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اذن یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے السُّحْتُ وَ السُّحْتُ کی طرح فَمَنْ تَصَدَّقْ (جس نے صدقہ کر دیا) اصحاب حق میں سے بہ (قصاص کو) اور اس کو معاف کر دیا۔ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ (وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا) پس صدقہ صدقہ کرنے والے کے لئے اس کے احسان کے بدلے کفارہ گناہ بن جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تصدق بدم فدا دونہ کان کفارۃ لہ من یوم ولدته امہ (درمنثور) جس نے دم کو یا اس سے کم کو معاف کر دیا تو وہ اس کے لئے ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا جو آج تک اس سے ہوئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (جس نے ما نزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا پس وہی ظالم ہے) کیونکہ وہ اس کا حکم ماننے سے رک گئے۔

انجیل میں بھی ہدایت و روشنی اُتاری:

آیت ۴۶: وَقَفِينَا (اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا) لَقِيتُ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ کا معنی پیچھے چلانا۔ گویا اس کی گدی میں رکھ دیا قفوا یقفوا کہتے ہیں جب وہ اس کا پیچھا کرے۔ عَلَی النَّارِ هُمْ (ان کے نشانات پر) انبیاء کے نشانات پر ان لوگوں کو جنہوں نے فرمانبرداری کی۔ یَعِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا (عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو اس حال میں کہ وہ تصدیق کرنے والے ہیں) یہ عیسیٰ بن مریم سے حال ہے۔ لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيَّهِ مِنَ التَّوْبَةِ وَ اتَّيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَ نُورٌ وَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ (اپنے سے قبل تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضاحت تھی اور وہ اپنے سے قبل کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی تھی) مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت و روشنی ثابت تھی اور وہ مصدق تھی۔ **تَحْقِيقًا:** مصدق اس ثابت کے متعلق ہے جس کے ساتھ فیہ لگتا ہے۔ اور فیہ اس کے قائم مقام ہے۔ ہُدًى و نور۔ مرفوع ہیں بوجہ ثابت کے جس کے قائم مقام فیہ ہے۔ وَ هُدًى وَ مَوْعِظَةٌ (اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہادیا اور اعطا کے معنی میں ہیں۔ لَمَّا تَقَيَّنَ (پرہیزگاروں کے لئے) کیونکہ وہ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں۔

آیت ۴۷: وَلْيَحْكُمِ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ (اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اسکے موافق حکم کیا کریں) ہم نے انکو کہا کہ تم اسکے حکم کے موافق فیصلہ کرو۔ لیحکم میں لام امر ہے اور اصل میں کسور ہے۔ قراءت: حمزہ نے لام کے کسرہ اور میم کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لام گھٹی ہے تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ وَقَفِينَا لِيُؤْمِنُوا وَلِيَحْكُمَ بِمَنْ نَزَّلَ اللَّهُ فِيهِ الْإِنْجِيلَ (اور جو جنس اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل نافرمانی کرنے والے ہیں) فاسق کا معنی اطاعت سے نکلنے والا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ

”اور ہم نے حق کے ساتھ آپ کی طرف کتاب اتاری وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں

وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

اور وہ ان کتابوں کی محافظ ہے اور آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل فرمایا اور جو حق آپ کے پاس

عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا

آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور خاص راہ مقرر کر دی ہے،

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا،

فَأَسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ

سو تم غم کے کاموں کی طرف دوڑو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، سو وہ ان باتوں کے بارے میں تم کو باخبر فرمائے گا جن میں

تَخْتَلِفُونَ ۚ وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

تم اختلاف رکھتے تھے، اور یہ کہ آپ ان کے درمیان اسی کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ نے اتارا اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں

وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُواكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا

اور اس بات سے پرہیز کریں کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کے دیئے ہوئے احکام میں سے کسی حکم سے ہٹا دیں۔ سو اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۚ وَإِنْ كَثِيرًا مِّنَ

تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو سزا دیدے اور بے شک لوگوں میں بہت سے

النَّاسِ لَفَسِقُونَ ۚ أَفَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

ایسے ہیں جو نافرمان ہیں، کیا یہ جاہلیت کے حکم کو چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر

حُكْمًا لِّلْقَوْمِ يُوقِنُونَ ۚ

فیصلہ کرنے والا ان لوگوں کے لیے کون ہے جو یقین کرتے ہیں۔“

ظالم فاسق، کافر کی وضاحت:

شیخ ابومنصور رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ تینوں میں شدید انکار پر محمول کیا جائے۔ پس وہ کافر ظالم فاسق ہوگا۔ کیونکہ مطلق فاسق اور مطلق ظالم تو کافر ہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے بھی بے انزال اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا منکر ہے اور اس کے حکم میں ظلم و زیادتی کرنے والا اور اپنے قول میں شرع سے نکلنے والا ہے۔

آیت ۴۸: **وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ** (اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری) یعنی قرآن کو اتارا ہے کتاب میں الف لام عہد خارجی کیلئے ہے بالحق (حق کے سبب) اور اس کے اثبات کی وجہ سے اور درست کو خطا سے واضح کرنے کے لئے مُصَدِّقًا (تصدیق کرتی ہے) یہ کتاب سے حال ہے۔

بین یدید کا استعمال:

لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيَّهِ (اس سے پہلے جو ہیں) بین یدید سے مراد جو اس سے پہلے اتری ہے اور جو کسی چیز سے قبل ہوتی ہے اس کو بین یدی کہہ دیتے ہیں کیونکہ جو کسی چیز سے مؤخر ہو اس کو خلف و وراء بولتے ہیں پس جو اس سے پہلے ہوتی تو وہ قدم اور بین یدی کہلائے گی **مِنَ الْكِتَابِ** (کتاب میں) یہاں کتاب سے مراد جنس کتب منزل ہیں کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں کا مصدق ہے پس حرف تعریف اس میں جنس کے لیے ہے اور تصدیق کتب کا مطلب یہ ہے توحید و عبادت میں موافقت جیسا کہ اس آیت میں ہے **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ**۔ الانبیاء ۲۵۔ **وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ** (اور اس پر نگہبان ہے) شاید ہے کیونکہ وہ اس کی صحت و ثبات کی گواہی دیتا ہے۔

قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتح کا فائدہ:

فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ (پس تم ان کے درمیان بے انزال اللہ کے مطابق فیصلہ کرو) بے انزال اللہ سے مراد قرآن ہے۔ **وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ** (اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔ اس کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس حق آ چکا) اس میں ان کی تحریفات کے مطابق فیصلہ کرنے سے منع کیا اور جو انہوں نے بدلاتھا ان کی بات پر اعتماد کر کے اور لا تتبع اپنے اندر لا تحرف کا معنی بھی رکھتا ہے۔ اس لیے تو اس کو عن سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح فرمایا کہ لا تحرف عما جاءك من الحق متبعًا اھو انھم آپ اس حق سے جو آپ کے پاس آچکا انحراف نہ کریں۔ ان کی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے یا پھر تقدیر عبارت یہ ہو عا دلا عما جاءك اس سے عدول کرتے ہوئے جو آپ کے پاس آچکا۔ **لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ هِرَاقًا** (لئے تم میں سے اے لوگو ہم نے بنائی شریعت) (ایک شریعت) **وَمِنْهَا جَا** (اور واضح طریق)۔

شرائع فاسق کا حکم:

اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل پیش کی جو کہتے ہیں کہ ہم سے قبل شرائع ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔ کذا فی البیضاوی۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جو احکام عام ہیں اور ان کے نسخ کا اعلان ہماری شریعت نہیں کرتی بلکہ نقل کر دیتی ہے اس پر

عمل بوجہ عموم ہم پر بھی لازم ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتارنے کا ذکر کیا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتارنے کا ذکر کیا۔ پھر حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید اتارنے کا ذکر کیا۔ اور واضح کر دیا کہ فقط اس کا سننا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شروع میں فرمایا یہ حکم بھا النبیون اور ثانی میں فرمایا ولیحکم اهل الانجیل اور تیسرے میں فرمایا فاحکم بینہم بما انزل اللہ۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے) یعنی ایک متفق جماعت جو ایک ہی شریعت پر ہو۔ وَلٰکِنْ لِّیْنِ اس نے ارادہ فرمایا۔ لَّیَبْلُوْکُمْ (تا کہ تم سب کا امتحان کر لے) تا کہ تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والا معاملہ کرے فِیْ مَا اَنْتُمْ (اس میں جو تمہیں مختلف شرائع ملی ہیں) پس ہر امت عبادت کرے جو حکمت تقاضا کرے۔

بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (تو مفید باتوں کی طرف دوڑو) تم بھلائی کے ماحول میں بڑھ کر حصہ لو۔ اس میں جلدی کرو اور ان کو فوت ہونے سے قبل انجام دو۔ الخیرات سے مراد ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اِلَیَّ اللّٰهُ مَوْجِعُکُمْ (تم نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) یہ جملہ مستافہ ہے استباق خیرات کی علت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جَمِیْعًا یہ ضمیر کم جو کہ مجرور ہے، اس سے حال ہے اور اس کا عامل مصدر مضاف ہے کیونکہ وہ مصدر الیہ ترجعون کے حکم میں ہے۔ فَمَنْ یَنْتَظِرْکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (پھر وہ تم سب کو جٹلا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے) اور وہ مطلع فرمائیں گے جس کے ہوتے ہوئے تم اس جزا میں سامنا کر سکو گے۔ جو سچے اور چھوٹے عامل اور عمل میں کوتاہی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

فتنہ پر دازوں سے محتاط رہیں:

آیت ۴۹: وَ اَن اَحْکُمُ (اور آپ فیصلہ فرمائیں) یہ بالحق پر معطوف ہے یعنی و انزلنا الیک الكتاب بالحق وبان احکم اور ہم نے تمہاری طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا اور اس کے ساتھ اتارا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَہُمْ وَاَحْذَرُہُمْ اَن یَّفْتِنُوْکَ (ان کے مابین اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ اور ان کی خواہشات پر عمل نہ کریں اور محتاط رہیں ان کے فتنہ میں مبتلا کرنے سے) یفتنوک کا معنی وہ تمہیں پھیر دیں یہ مفعول لہ ہے یعنی معافانہ ان یفتنوک اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

مَنْ یَنْتَظِرْکُمْ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے محتاط کیا حالانکہ رسول ﷺ مامون و محفوظ ہیں۔ یہودی طمع کو ختم کرنے کے لئے عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ فَاَن تَوَلَّوْا (کسی حکم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) اگر وہ بھا انزل اللہ کے مطابق فیصلہ سے منہ موڑیں اور بات کا ارادہ کریں۔

بعض گناہ شدید مہلک:

فَاعْلَمْ اَنَّہٗمَ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَہُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِہُمْ (تو یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں

پران کو سزا دیں) ذنوب سے مرد اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنے کا گناہ اور اس کی مخالفت کا ارادہ کرنے کا گناہ پس یہاں بعض ذنوبہم کو اس جگہ لائے۔ یہ ابہام منہ موڑنے کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ہے اور گناہ کا بڑا ہونا معلوم ہو اور یہ کہ بعض گناہ انتہائی ہلاک کن ہیں تو تمام گناہوں کا کیا حال ہوگا۔ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ (بہت لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنے والے ہیں)

تمام کفر ایک ملت ہے:

آیت ۵۰: أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ (یہ لوگ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں) یبغون یہ یطلبون کے معنی میں ہے۔ قراءت: شامی نے تبغون پڑھا ہے اس میں بنی تفسیر کو خطاب کیا گیا کیونکہ وہ بنو قریظہ پر اپنی فضیلت جتلاتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا القسلی سواء۔ مقتول برابر ہیں تو بنی تفسیر کہنے لگے ہم اس پر رضامند نہیں اس پر یہ آیت اتری حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی اپنے بعض لڑکوں کو بعض پر فضیلت دے (تقسیم وغیرہ میں) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

نحوی تحقیق:

يَبْغُونَ: یبغون کی وجہ سے افحکم الجاہلیہ منصوب ہے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ (اور کون اچھا ہوگا) یہ مبتداء اور خبر ہے یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا احد احسن۔ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا (اللہ تعالیٰ سے فیصلہ میں) یہ تمیز ہے۔ لِقَوْمٍ يُؤْفِقُونَ (یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے) اس میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ ہیت للک۔ سورہ یوسف آیت ۲۳ میں لام۔ یعنی یہ خطاب اور استفہام یقین کرنے والی قوم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی عدل والا نہیں اور نہ اس سے بہتر کوئی حکم دینے والا ہے ابوعلی نے کہا کہ لام۔ یہاں عند کے معنی میں ہے کیونکہ یہ دونوں قریب المعنی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے

أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ مِّنْ يَّتَوَلَّاهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

کے دوست ہیں اور جو کوئی ان میں سے ان سے دوستی کرے تو بلاشبہ وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا، سو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے کہ دوڑ کر ان میں گئے

فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا آيَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَن يَأْتِيَ

جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گمشدہ آجائے، سو قریب ہے کہ اللہ فتح کو

بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصِيبُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنفُسِهِمْ نَذِيرٌ ۝

لے آئے گا یا اپنے پاس سے کسی اور چیز کو، پھر اس بات پر نادم ہوں گے جو انہوں نے اپنے نفسوں میں چھپائی،

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

اور اہل ایمان یوں کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خوب مغیبتی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھائیں

أَنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرَ لَّكُمْ ۝

کہ وہ ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال اکارت ہو گئے جس کی وجہ سے نقصان میں پڑنے والے ہو گئے۔

قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے:

آیت ۵۱: دین کے دشمنوں سے سوالات کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ (اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ) ان کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے مددگار و

معاون ہو۔ اور ان سے نصرت و معاونت طلب کرنے والے اور ان سے مواخات اور ایمان والوں جیسا میل جول اختیار کرنے

والے ہو۔ پھر نبی کی وجہ اس ارشاد سے تِلَاٰی بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (کہ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں) اور سارے مل کر

ایمان والوں کے دشمن ہیں اس میں دلیل ہے کہ تمام کفار ملت واحدہ ہیں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (جو ان سے دوستی

اختیار کرنے والا ہے وہ انہیں میں سے ہے) اور اس کا حکم انہی جیسا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختی کی گئی ہے اور دین کے مخالفین

سے علیحدگی اختیار کرنے کو انتہائی ضروری و لازم قرار دیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (ان ظالموں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی نہیں فرماتے) جو کفار سے دوستی کر کے اپنے نفوس پر ظلم کر چکے ہوتے ہیں۔

منافق مولات کفار میں تیز ہیں:

آیت ۵۲: فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تم ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری دیکھو گے) يُسَارِعُوْنَ (جلدی کرنے والے ہیں) **بِخِيَارِهِمْ**: یہ حال یا مفعول دوم ہے کیونکہ قرآنی سے آنکھ سے دیکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور دل سے دیکھنا بھی۔ فِيْهِمْ ان میں یعنی ان کفار کی مسلمانوں کے خلاف معاونت میں اور مولات میں جلدی کرنے والے ہیں۔ يَقُولُوْنَ وہ اپنے نفوس میں کہتے ہیں یہ دل میں کہنا اس لئے مراد لیا کیونکہ علی ما اسروا اسی آیت کے آخر میں آ رہا ہے ما اسروا قول نفس ہی ہے۔ نَحْنُ اَنْ نُّصَيِّبًا ذَا بَرَةٍ (ہمیں خطرہ ہے کہ کوئی حادثہ حالات کو گھما دے جس پر وہ ہیں) فَقَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَنَا بِالْفَتْحِ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے اپنے رسول ﷺ کو ان کے دشمنوں پر اور ایمان والوں کو غلبہ دے دے۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ يَاوَهُنَّ نَفْسًا مِّنْهُمُ منافقین کے اسرار ظاہر کرنے کا حکم دے اور ان کے قتل کا آرڈر دے دے۔ فَيُضْبَحُوْا پھر منافق اس پر علی مَا اَسْرَوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ جو اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہیں۔ لَنُذِيعَنَّهُمْ شُرَكَاءَ مُّشْرِكِيْهِمْ ہونے والے ہیں یہ فتنہ جو ان کی خبر ہے۔

منافقین کی بد حالی:

آیت ۵۳: وَيَقُولُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَنْصُرُنَا اللّٰهُ وَلَيُهْزِلَنَّهُمُ اللّٰهُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ اس وقت ایک دوسرے کو کہیں گے۔

قراءت: بصری نے ان باتی پر عطف کے طور پر يقول پڑھا ہے اور شامی اور حجازی نے يقول کو واؤ کے بغیر پڑھا ہے اسی لئے کہ کہنے والے کا جواب ہے کہ مومن اس وقت کیا کہیں گے۔ تو جواب دیا يقول الذين امنوا ایمان والے اس وقت یہ کہیں گے۔ اَهْلُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اِيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ (یعنی وہ کئی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دوست ہیں اور کفار کے خلاف تمہارے معاون ہیں)

بِجَهْدِهِمْ: جہد ایمانہم یہ مصدر ہے جو حال کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ وہ تمہاری قسموں کی چٹنگی میں خوب کوشش کرنے والے ہیں۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے وہ اعمال ضائع ہو گئے) جو انہوں نے ریا کاری اور شہرت کی خاطر کیے۔ یقین و وعدہ کی بنیاد پر نہیں کیے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اعمال جھٹ ہونے کی شہادت ہے اور ان کی بری حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے فَاَضْبَحُوْا خُسْرٰیْنِ وہ دنیا و آخرت میں اعانت کے فوت ہونے اور دائمی سزا کی وجہ سے نقصان میں پڑ گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے بھر جائے سو غریب اللہ ایسی قوم کو پیدا

بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُجِبُّونَهُ ۖ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ

افرادیک جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے،

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكُمْ فَضْلُ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا

اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۱۱۱ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ

فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے، تمہارا ولی بس اللہ

وَرَسُولُهُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَهُمْ رَٰكِعُونَ ۝۱۱۲ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ

اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو کوئی شخص دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے سواس میں شک نہیں

حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝۱۱۳

کالشا جو گروہ ہے وہی غالب ہونے والا ہے۔

قتال مرتدین کی پیشینگوئی خلافتِ شیخین کی حقانیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ ۖ (جو تم میں سے دین اسلام سے اسی کفر کی طرف پھر جائیگا جس پر وہ پہلے تھا۔)

قراءت: مدنی اور شامی نے یروثہ پڑھا ہے۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ محبت سے مراد ان کے اعمال سے راضی ہونا اور ان کے ان اعمال پر ان کی تعریف کرنا ہے یحبونہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا ہے اس میں حضور علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اس چیز کی اطلاع دی جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ نیز خلافتِ صدیقی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔ اور ان کی خلافت کے برحق ہونے اور خلافتِ فاروقی کی

حقانیت کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ والے اگر ایمان ثریا میں مطلق ہو تو ابنائے فارس اس کو پالیں گے اور جزاء کی ضمیر اس اسم کی طرف لوٹ رہی ہے جو شرط محذوف کے معنی میں متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عنقریب ان کی جگہ ایک قوم لائیں گے جو اذلة یہ ذلیل کی جمع ہے۔ رہا لفظ ذلول اس کی جمع ذلل آتی ہے۔ جن لوگوں نے اس کو الذل سے کہا ہے جو کہ صوبت بمعنی مشکل کی ضد ہے ان سے بھول ہوئی ہے کیونکہ ذلول کی جمع اذلة نہیں آتی۔ بقول جوہری الذل یہ العز عزت کے بالمقابل ہے کہتے ہیں رجل ذلیل جس کی ذلت واضح ہو چکے کہا جاتا ہے۔ قوم اذلاء واذلہ۔ الذل کسرہ ذال کے ساتھ نری کو کہتے ہیں اور یہ صعوبت کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں دابة ذلول و دواب ذلل (مصنف)۔ بیضاوی کا قول نقل کیا مگر صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ ذلیل کی جمع ذلال اور اذلاء اور اذلة اور ذلول کی جمع ذلل اور اذلة ہے پس اذلة ذلیل اور ذلول دونوں کی جمع ہے دراصل دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ (فتدبر) عَلَى الْمُؤْمِنِينَ يَهَا لِلْمُؤْمِنِينَ نہیں فرمایا کیونکہ ذلل کا لفظ مہربانی و شفقت کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا عاطفین علی وجہ التذلل والتواضع وہ ان پر تواضع و عاجزی کے طور پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اَعَزُّهُ عَلَى الْكُفْرَيْنِ کافروں پر سخت ہیں۔ العزاز: اصل میں سخت زمین کو کہا جاتا ہے پس وہ ایمان والوں کے ساتھ تو اس طرح سلوک کرنے والے ہیں۔ جیسا والد اپنے بیٹے پر اور آقا اپنے غلام پر اور کافروں کے ساتھ جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وہ کفار سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح قوم کی صفت ہے جیسے یحیہم اور اعزہ اور اذلة۔ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَاوَّاس میں ممکن ہے حالیہ ہو یعنی وہ جہاد کرتے ہیں اور ان کا حال جہاد میں منافقین سے الگ ہے۔ اس لئے کہ وہ یہود کے ساتھ دوستی کرنے والے ہیں۔ جب وہ ایمان والوں کے ساتھ جہاد میں نکلتے ہیں۔ تو یہودی دوستوں کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس میں خدشہ ہو کہ یہودی کی طرف سے ان کو ملامت پہنچے گی۔ رہے مومن ان کا جہاد فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے جس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کرتے یا داؤ ممکن ہے کہ عطف کے لئے ہو پھر مطلب یہ ہوگا ان کی خصوصیت جہاد فی سبیل اللہ ہے اور وہ اپنے دین میں مضبوط ہیں۔ جبکہ وہ دین کے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرتے ہیں تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کو روک نہیں سکتی۔ اللومة ایک مرتبہ ملامت کرنا۔ اس لفظ کو کمرہ اور ایک مرتبہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ کبھی ذرہ بھر ملامتوں میں سے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ذَلِكْ کا مشاۃ الیہ قوم کے جو اوصاف بیان ہوئے وہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت عاجزی بختم، مجاہدہ، ملامت کے خوف کی نفی۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) وَاللَّهُ وَاسِعٌ (بہت زیادہ فضل والے ہیں) عَلَیْہِم (اس کو جاننے والے ہیں) جو اس فضل کا حق دار ہے۔

ولایت کے حقدار لوگ:

آیت ۵۵: جن لوگوں سے دشمنی لازم ہے ان کی موالات سے ممانعت کرنے کے بعد ان کا تذکرہ کیا جن سے موالات لازم ہے۔ فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اِنَّمَا كَلِمَةٌ ظَاهِر کر رہا ہے کہ موالات کے ساتھ یہ لوگ خاص ہیں۔ الولی کا لفظ جمع نہیں

لائے۔ کیونکہ جس سے موالات کا حکم دیا وہ ایک جماعت ہے اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے کہ اصل ولایت اللہ ہی کی ہے دوسروں کی ولایت و دوستی تو جعاً ہے۔ اگر اس طرح کہا جاتا تھا اولیاءکم اللہ ورسولہ تو کلام میں اصل و تبع کوئی نہ بنتا۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ مَحَلًّا مَرْفُوعًا** ہے کیونکہ یہ الذین سے بدل ہے۔ یا ہم الذین سے مرفوع ہے یا منصوب ہے مدح کی وجہ سے **وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ** کی واو اور **وَهُمْ رَاكِعُونَ** کی واو حالیہ ہے یعنی وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ وہ نماز میں رکوع کی حالت میں ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری ان سے ایک سائل نے سوال کیا جبکہ وہ اپنی نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی گویا وہ خضر کے متعلق ہے تاب تھے۔ پس انہوں نے اس کے اتارنے میں عمل کثیر نہیں کیا جس سے نماز فاسد ہو۔ (مگر باہر کی بات سن کر جوابی عمل سے نماز کیسے قائم رہتی ہے فافہم روایت خود محتاج ثبوت ہے مجہول الاسناد روایت ہے) جمع کا لفظ لایا گیا اگرچہ سبب ایک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کے فعل کی اتباع کریں۔ تاکہ ان جیسا ثواب حاصل ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں صدقہ درست ہے اور فعل قلیل مفسد نماز نہیں ہے۔

آیت ۵۶: **وَمَنْ يَقُولِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا يَتَوَلَّى كَامِعْنٍ دُوسْت بَنَانَا۔ يَادُوسْت ہوتا۔ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ** ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔ یعنی فانہم ہم الغالبون کی بجائے ان حزب اللہ فرمایا۔ یا حزب سے رسول اللہ ﷺ اور مؤمن مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے ان سے دوستی اختیار کی تو اس نے اللہ کے لشکر سے دوستی کی۔ اور اس سے بھائی بندی کر لی جو مغلوب نہیں ہوتا۔ الحزب کا معنی کسی پیش آنے والے کام کے لئے جو لوگ جمع ہوتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَ

اے ایمان والو! ان کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

لَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ

بنا لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان کے علاوہ جو دوسرے کافر ہیں ان کو بھی دوست نہ بناؤ

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۵۷ وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ

اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو

اتَّخِذُوا هَاهُزُؤًا وَلَعِبًا ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝۵۸ قُلْ

تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرمادیجئے!

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقُمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ

کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اس لیے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف

إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِن قَبْلُ ۖ وَإِنَّ أَكْثَرَكُمْ فَسِقُونَ ۝۵۹ قُلْ هَلْ

اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا، اور ایک یہ بات ہے کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں، آپ فرمادیجئے کیا

أَنبِئُكُمْ بِشَرِّ مِمَّنْ ذَٰلِكَ مُتُوبَةٌ عِنْدَ اللَّهِ ۖ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ

میں تمہیں وہ طریقہ بتاؤں جو اللہ کے نزدیک مزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برا ہے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور جن پر اللہ

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۖ

غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور سور بنا دیا۔ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝۶۰

یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بدترین لو ہیں اور سیدھے راستہ سے بہت زیادہ ٹپکے ہوئے ہیں

موالات کفار سے ممانعت:

آیت ۵۷: روایت میں ہے کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن الحارث نے کھلے طور پر اہل لام قبول کیا۔ پھر منافقت اختیار کی۔ بعض مسلمانوں کی ان سے دوستی تھی تو یہ آیت اتری۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا عَنِ ذَٰلِكَ

تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور تماشہ بناتے ہیں۔ اور تم ان سے دوستی اختیار کرتے ہو۔ یہ کہاں تک درست ہے وہ تو اس قابل ہیں کہ ان کا سامنا بغض اور علیحدگی سے کیا جائے۔ مِّنَ الَّذِينَ اَوْتُوا الْكِتٰبَ يَهْتَابُونَ الْمُنَافِقِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِيْ عَذَابٍ مُّهِمٍّۢ ۝۱۰۸

قراءت: بصری، علی نے الکفار پڑھا ہے۔ اور الذین مجرور پر اس کا عطف قرار دیا۔ مطلب اس طرح ہے کہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی۔ اور کفار میں سے۔ **أُولَئِكَ وَانظُرُوا إِلَهُ رَبِّكَ** تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کفار سے موالات کے سلسلے میں **إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** اگر تم سچے مومن ہو۔ کیونکہ سچا ایمان دشمنان دین کے ساتھ موالات سے روکتا ہے۔

اذان ولالت النص سے ثابت ہے:

آیت ۵۸: وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا وُجُوهُهُمْ مُدْبِرِينَ ۚ وَذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۖ كَيُونَكُنْ اَلْاَسْتِهْرَاءُ اور کھیل بنانا یہ بے وقوف اور جہلاء کے افعال میں سے ہے۔ گویا یہ لوگ عقل سے خالی ہیں۔

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں دلیل ہے کہ اذان کتاب کی نص سے ثابت ہے۔

کیا اللہ پر ایمان باعث انتقام شے ہے:

آیت ۵۹: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمُ اللَّهَ وَإِنَّمَا اتَّخَذْتُمُ اللَّهَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِن قَبْلُ بغيرِ علمٍ عَنِ الَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ۔ اور تمام نازل شدہ کتابوں کو ہم نے مانا ہے؟ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ اس کا عطف مجرور پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے مانتقمون مثلاً الايمان بالله وما انزل وبان اکثرکم فاسقون۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم ہم سے اس لئے دشمنی کرتے ہو کیونکہ ہمارا اعتقاد اللہ تعالیٰ کی توحید انبیاء کی صداقت پر ہے اور تمہارا فسق ان باتوں میں ہماری مخالفت کی بنیاد پر ہے؟ اور یہ بھی درست ہے کہ دواؤ مع کے معنی میں ہو۔ مطلب یہ ہوگا تم ہم سے انتقام نہیں لیتے مگر صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا۔ حالانکہ تمہاری اکثریت فاسقوں کی ہے۔

سزا کا حقدار وہ جو ملعون ہے:

آیت ۶۰: قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَ مَعُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَعُوبَةٌ كَامِنَةٌ ثَوَابٌ هُوَ۔ اور یہ تمہیز کی وجہ سے مضموب ہے۔ اگرچہ ثواب احسان کے ساتھ خاص ہے۔ لیکن اس کو عقوبت کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا فرمایا فبشرهم بعدذاب الیم (آل عمران۔ آیت ۲۱) کہ بشارت کو عذاب کے سلسلے میں بطور استہزاء استعمال کیا گیا ہے۔ یہود کا گمان تھا کہ مسلمان سزا پائیں گے تو ان کو جواباً کہا گیا۔ مَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہو وہ حقیقت میں سزا کا زیادہ مستحق ہے اس سزا کا جو تمہارے خیال کے مطابق اہل ایمان کو ملے گی۔ ذَلِكْ یہ اقل کی طرف اشارہ ہے یعنی ایسے ایمان سے زیادہ برا بدلے کے لحاظ سے جس پر تم ناراض ہوتے ہو مضاف کا حذف من سے پہلے یا بعد ضروری ہے تقدیر عبارت یہ ہے بشر من اهل ذالك یا دین من لعنة الله اس سے بھی زیادہ برا وہ ہے جو اس لعنت والا ہے یا اس کا دین برا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمْ الْفِرْدَاةَ وَ الْخَنَازِيرَ الْقَرُودَ بِنَدَرِ بَنِي دَالِے اصحاب سبت تھے۔ جبکہ خنازیر اہل مائتہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کافر ہوئے

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حانانہ وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے۔ اور کفر کی ہی حالت میں نکل گئے، اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ

خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور آپ ان میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے جو گناہ میں اور ظلم

وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السَّحْتِ ۚ لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا

اور حرام کھانے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے کہ وہ اعمال برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں کیوں نہیں

يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السَّحْتِ ۚ

منع کرتے ان کو درویش اور اہل علم گناہ کی باتیں کرنے سے اور حرام کھانے سے،

لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

واقعی وہ کرتوت برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

وہ تھے یا دونوں مسخ اصحاب سبت ہی کو پیش آئے۔ ان کے نوجوان بندر بنا دیئے گئے اور بوڑھے خنازیر بنا دیئے گئے۔ وَخَبَدَ الطَّاغُوتِ الطَّاغُوتِ سے یہاں نبھڑا مراد ہے یا شیطان کیونکہ نبھڑے کی عبادت شیطانی تہمتیں سے تھی۔ اور اس کا عطف بھی من کے صلہ پر ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ وَمِنْ عِبَادِ الطَّاغُوتِ اور وہ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی۔

قراءت: حمزہ نے عَبَدَ الطَّاغُوتِ پڑھا ہے اس کو اسم قرار دیا ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا۔ جیسے کہتے ہیں: رَجُلٌ حَذِرَ وَفُطِنَ وہ آدمی جو انتہائی محتاط اور فطین ہے۔ اس کا عطف القرود اور خنازیر پر ہے یعنی جعل اللہ منہم عبد الطَّاغُوتِ اللہ تعالیٰ نے ان میں شیطان کے پیروکار بنا دیئے۔ أُولَئِكَ مَسْخُودٌ ملعون شَرُّ مَكَانًا مکان کے لحاظ سے بدترین ہیں۔ یہاں شرارت کے لئے مکان ثابت کیا گیا۔ اس سے اہل شرارت کے لئے مبالغہ مقصود ہے۔ وَأَصْلٌ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وہ سیدھے راستے سے جو جنت کی طرف جانے والا ہے۔ بہت زیادہ دور ہٹنے والے ہیں۔

منافقانہ اسلام:

آیت ۶۱: یہ آیت یہود کے اس گروہ کے متعلق اتری جو آپ ﷺ کے پاس داخل ہوتا تو منافقت سے اسلام کا اظہار کرتا۔ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ بِالْحَالِ اس حال میں کہ وہ کافر تھے اور وہ نکل کر گئے تو اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔ تقدیر عبارت ملتبسین بالکفر ہے کہ وہ داخل ہوئے اور نکلتے

قبائح یہود:

سب سے سخت آیت:

منزل ۴

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يُدِّدُ اللَّهُ مَعْلُولَةً ۖ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا

اور کہا یہودیوں نے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ، بند ہوئے ان کے ہاتھ، اور ان کے قول کی وجہ سے ان پر لعنت

قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَتٌ ۖ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۖ وَلِيَزِيدَنَّ

کی گئی ، بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے ، اور آپ کے رب کی طرف سے

كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ وَالْقَيْنَا

جو آپ پر نازل کیا گیا، وہ ان میں سے بہت سوں کو سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بن جائے گا۔ اور ہم نے ڈال دی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۖ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ، انہوں نے جب بھی لڑائی کی آگ جلائی

لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۖ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۖ وَاللَّهُ

اللہ نے اسے بجھا دیا۔ اور یہ لوگ فساد کے لیے دوڑتے ہیں، اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا، اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَآدْخُلْنَهُمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿٧٠﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا

ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے، اور ہم انہیں ضرور نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے، اور اگر وہ قائم کرتے

التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ

توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو تمہیں نازل ہوا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے تو ضرور کھاتے اپنے اوپر

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ

سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ، ان میں ایک جماعت سیدھی راہ اختیار کرنے والی ہے اور ان میں بہت سے

مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

ایسے لوگ ہیں جو برے کرتوت کرتے ہیں

بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی:

آیت ۶۳: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَةٌ رَوَايَت میں ہے کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے جو ان پر وسعت کی تھی روک دی اور یہود سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اس پر فحاش یہودی نے کہا ید اللہ مغلولة کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ اس کی اس بات کو باقی یہود نے پسند کیا۔ اور اس کے ساتھ شرکت کی۔ غل الید و بسط الید یہ بخل و سخاوت سے مجاز ہیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط (الاسراء-۲۹) ایہا سے مشکلم کا مقصد ہاتھ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ اور نہ باندھا جانا اور کھلنا مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو اس بادشاہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جو اشارہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے اور اگر کندھے تک ہاتھ کٹنے والا کثیر عطیہ دے تو کہتے ہیں ما بسط یدہ بلینوال اس کا ہاتھ عطیہ میں کتنا کھلا ہے (حالانکہ اس کا ظاہری ہاتھ تو کٹا ہوا ہے) اور ایسے مقام پر بھی استعمال ہوا۔ جہاں ہاتھ درست نہیں۔ کہا جاتا ہے بسط الباس کفہ فی صدری کہ خوف نے میری دونوں ہتھیلیاں میرے سینے میں کھول دیں۔ جو کہ ایک معنوی چیز ہے۔ دو ہتھیلیاں ثابت کیں۔ جو شخص علم بیان سے واقف نہ ہو وہ اس جیسی آیات کی تاویل میں حیران رہ جاتا ہے۔ غُلَّتْ أَيْدِيَهُمْ یہ ان کے متعلق بخل کی بددعا ہے اسی وجہ سے یہود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ جہنم میں ان کو طوق پہنائے جائیں گے۔ پس گویا وہ ابھی سے بیڑیوں والے بن گئے۔

دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلغ کیلئے:

سوال: ید اللہ مغلولة میں ایک ہاتھ کا ذکر کیا تھا مگر بل یداہ مبسوطنان میں دو کا ذکر کیا گیا۔

جواب: تاکہ ان کے قول کی تردید انتہائی مبلغ انداز میں ہو جائے۔ اور جو دو سخائے باری تعالیٰ میں زیادہ سے زیادہ دلالت کرے۔ اور اس کی ذات سے پورے طور پر بخل کی نفی ہو جائے پس نخی اپنی سخاوت میں دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرتا ہے۔ یُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اس میں سخاوت کے وصف کی تاکید کی گئی۔ اور اس بات پر دلالت ہے کہ وہ جو بھی خرچ فرماتے ہیں وہ حکمت کا متعنا ہے۔ وَلَئِنْ يَدُنَا كَفِّرُوا مِنْهُمْ هُمْ سَ عَمَرَادِ يَهُودِ هِیں۔ مَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا اَعْنٰی حسد کی وجہ سے جب قرآن نازل ہوتا ہے تو ان کا انکار شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار ترقی کر لیتا ہے۔ اس آیت میں فعل کی اضافت سب کی طرف کی گئی جیسا کہ اس آیت میں ہے فَرَادَتْهُمْ رَحْسًا اَلٰی رَحْسَهُمُ (التوبة-۱۲۵)

یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں:

وَالْقِيَامَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ ان کی بات ہمیشہ مختلف اور ان کے دل منتشر ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان اتفاق اور موافقت نہیں ہوتی۔ كُلَّمَا اَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ اُطْفِئَهَا اللّٰهُ جَبْ کبھی وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے ہیں تو مغلوب و مقہور کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد قائم نہیں ہوتی۔ جب اسلام آیا تو وہ اس

وقت مجوسیوں کی حکومت کے ماتحت تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم کسی شہر میں جس یہودی کو پاؤ گے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و خیس ہوگا۔ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وہ اسلام کو کھست دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا تذکرہ اپنی کتابوں سے مٹانے کے لئے دن رات سرگرداں ہیں۔ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو نہیں چاہتے۔

ایمان و تقویٰ سے سب گناہ دھل سکتے ہیں:

آیت ۶۵: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا اگر اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ اس کو مان لیں باوجود ان تمام برائیوں کے جو ہم نے شمار کی ہیں۔ وَاتَّقُوا اور اپنے ایمان کو تقویٰ سے ملا تے لکَفَرْنَا عَنْهُمْ مَتَابِعِهِمْ تو ان کی برائیوں پر مواخذہ نہ کرتے وَلَا ذَنْبَهُمْ جُنُوبُ النَّعِيمِ اور ان کو نعمتوں والے باغات میں مسلمانوں کے ساتھ داخل کرتے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ اور اگر وہ تورات و انجیل کے احکام کو قائم کرتے اور ان کی حدود کی پابندی کرتے اور اس میں جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے اس کو تھا متے۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ اور تمام منزل کتب کو کھاتے کیونکہ ان کو ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا تھا گویا وہ خود انہی کی طرف اتری تھیں۔ بعض نے کہا کہ ما انزل سے مراد قرآن پاک ہے لَا تَكُلُوا مِنْ فَوَهِهِمْ تو وہ پھل کھاتے اپنے سروں کے اوپر سے۔ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ پھیتیاں پاؤں کے نیچے سے۔ یہ دراصل وسعت کی دلیل ہے جیسے کہتے ہیں فُلَانٌ فِي النِّعْمَةِ مِمَّا فَوْقَهُ الی قدمہ یعنی وہ کشائش رزق و خوشحالی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و وسعت رزق کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الاعراف: ۹۶) ایک اور آیت میں فرمایا: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [الطلاق: ۳۲] سورہ نوح میں فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا [نوح: ۱۰]۔ وما بعدها من الآيات سورہ جن میں فرمایا: وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِينَهُمْ مَّاءً غَدَقًا (الجن: ۱۶) مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ۔ ان میں سے ایک میانہ رو جماعت ہے جو عداوت رسول اللہ ﷺ میں میانہ روی اختیار کرنے والی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مؤمن گروہ ہے جو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ اور اثنا لیس ۳۸ عیسائی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا۔ کہ ان کی اکثریت کا عمل کس قدر برا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس سے کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی والے مراد ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا

اے رسول! آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۖ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

تو آپ نے اللہ کا پیغام نہ پہنچایا، اور لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا، بے شک اللہ کافر لوگوں کو

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

راہ نہیں دکھائے گا۔

بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں:

آیت ۶۷: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مَا أُنْزِلَ سے مراد وہ تمام جو آپ کی طرف اتارا گیا۔ اور جو آپ کی طرف اتار دی گئی ہے اس کو دوسری طرف پہنچانے میں کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کسی خطرہ کی ضرورت ہے۔ کہ آپ کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچے گی۔ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ اگر وہ تمام آپ نے نہ پہنچایا جیسا میں نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ تو آپ نے اس وقت نہ پہنچایا اس چیز کو جس کا آپ کو ادائے رسالت کے سلسلے میں مکلف بنایا گیا اور آپ نے گویا اس میں سے کوئی چیز کبھی بھی ادا نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ ادائیگی میں غفلت برتی۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ جو آدمی اس کے بعض حصہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام وحی ایک ہی حکم میں ہے۔ کیونکہ وہ ساری ایک خطاب میں داخل ہے۔ اور ایک چیز پہنچائی ہوئی نہ پہنچائی ہوئی نہیں بن سکتی اس پر ایمان والا بھی ہو اور ایمان نہ لانے والا بھی ہو۔

مُحَرِّينَ کا قول:

یہ کلام بے فائدہ ہے۔ یہ کلام اس طرح ہے جیسے تم اپنے غلام کو کہو کل هذا الطعام فان لم تاكله فانك ما اكلته یہ کھانا کھاؤ اگر تو نے نہ کھایا تو گویا تو نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔

پیغام پہنچانے کا مطلب:

حوالہ: یہ مستقبل میں پیغام رسالت کے پہنچانے کا حکم ہے یعنی تم مستقبل میں اس چیز کو پہنچاؤ جو آپ کی طرف اتاری گئی آپ ﷺ کے رب کی طرف سے اگر آپ نے مستقبل میں نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ دوسرا قول یہ ہے اگر تم نے نہ پہنچایا تو آپ اس شخص کی طرح ہیں جس نے بالکل نہ پہنچایا۔ تیسرا قول یہ ہے آپ اس پیغام کو پہنچائیں کسی کا خوف کے بغیر۔ اگر آپ نے اس وصف کے ساتھ نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ پھر آپ کو حوصلہ دلانے کے لئے فرمایا۔ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ قُل سے آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے۔ اگرچہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْبَةَ وَالْإِجْبِلَ

”آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ توبیت کو اور ایجیل کو

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ وَلِيُزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ

اور اس چیز کو قائم کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی اور ضرور ضرور ان میں سے بہت سوں کی سرکشی کو اور

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٩﴾

کفر کو وہ مضمون زیادہ کر دے گا جو آپ کی طرف نازل کیا گیا، سو آپ کافر قوم پر افسوس نہ کیجئے،

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور فرقہ سابقین اور نصاریٰ ان میں سے جو شخص

أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٧٠﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ

عالمین ہوں گے، بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے

رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ ۖ فَرِيقًا كَذَّبُوا

رسول بھیجے جب بھی کوئی رسول ان کے پاس آیا جو ان کی خواہشوں کے موافق نہیں تھا تو انہوں نے نبیوں کی ایک جماعت کو جھٹلایا

وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧١﴾ وَحَسِبُوا أَن لَّاتَكُونَ فَتْنَةً فَعَمَوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ

اور ایک جماعت کو قتل کر دیا اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بھی فتنہ نہ ہو گا پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر

تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمَوْا وَصَمُّوا كَثِيرًا مِّنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا

اللہ نے ان پر توبہ فرمائی پھر ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جن

يَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾

کودہ کرتے ہیں۔“

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک احد کے دن زخمی ہوا اور آپ کا چھلا سامنے والا دایاں دانت شہید ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیات ان تکالیف کے پہنچنے کے بعد اتریں۔ الناس سے مراد کفار ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ یعنی ان کے لئے ممکن نہ ہو سکے گا۔ جن کا وہ آپ کی ہلاکت کے سلسلے میں ارادہ باندھ رہے ہیں۔

یہود جب تک تو رات پر نہ چلیں تو وہ کسی دین پر نہیں ہیں:

آیت ۶۸: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ذِكْرُ اللَّهِ حَتَّىٰ تَفْقَهُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ إِلَّا كِتَابٌ فِيهِ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (کیونکہ وہ قرآن سن کر کفر و سرکشی میں پختہ ہوتے ہیں تو گویا بدھانے کا سبب ہے) فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ پس آپ ان پر افسوس نہ کریں۔ اس کا نقصان ان کی طرف لوٹے گا آپ کی طرف نہیں۔

آیت ۶۹: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا يَجْزِيكَ اللَّهُ أَجْرَهُم بِمَا صَبَرُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَالنَّصَارَىٰ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَوَلَّوْنَ (اور اس زبانِ ایمان پر دوسری آیت دلالت کر رہی ہے۔ ولا يحزنك الذين يسارعون في الكفر من الذين قالوا 'امنا بافواهم ولم تؤمن قلوبهم' وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَالنَّصَارَىٰ اور وہ لوگ جو یہودی اور صابی اور نصاریٰ ہوئے۔ یہودی کہتے ہیں کہ الصابون کا رفع ابتداء کی وجہ سے ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ اور مقصد اس سے یہ ہے ان اور جو اس کے متعلق اسم و خبر ہے اس سے یہ مؤخر ہے گویا عبارت اس طرح ہے ان الذين امنوا والذين هادوا والنصارى من امن بالله واليوم الآخر وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالصَّابِقُونَ كَذَلِكَ۔ مطلب یہ ہے کہ من امن بالله واليوم الآخر فلا خوف عليهم کو مقدم کیا اور الصابون کی خبر حذف کر دی۔ جیسا کہ اس شعر میں فَمَنْ يَكُ امْسَىٰ بِالْمَدِينَةِ رَحْلَهُ۔ فانسى و قَيَّارًا بَهَا لَغَرِيبٌ مطلب یہ ہے فانی غریب و قیَّارٌ كَذَلِكَ غَرِيبٌ۔ لغریب کی لام دلالت کرتی ہے کہ یہ ان کی خبر ہے۔ ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی وجہ سے مرفوع نہیں ہو سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ ان زیدًا و عمروا منطلقان البتہ یہ بلاشبہ جائز ہے ان زیدًا منطلق و عمرو۔

پس والصابون اپنی محذوف خبر کے ساتھ جملہ معطوف ہے۔ جملہ ان الذين امنوا الخ۔ اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہے۔ جیسا کہ اس جملے کا کوئی محل اعراب نہیں جس پر اس کا عطف ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: یہ ہے کہ اس کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: یہ ہے کہ اس بات پر متنبہ کرنا مقصد ہے۔ کہ صائب لوگوں کی توبہ قبول کر لی جائے گی اگر وہ صحیح طریقہ سے ایمان لے آئیں۔ حالانکہ وہ ان تمام سے بڑھ کر گمراہ ہیں تو پھر ان کے علاوہ کی توبہ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے؟ مَنْ آمَنَ یہ مبتداء کی

وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اس کی خبر فلا خوف علیہم ہے۔ اور خبر پر فاس لئے لائی گئی کیونکہ مبتداء میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ پھر یہ مکمل جملہ جس طرح ان کی خبر ہے اور ضمیر جو ان کے اسم کی طرف لوٹتی ہے وہ محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح من امن منہم۔

آیت ۷۰: لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ قُلْ ہم نے بنی اسرائیل سے توحید کا وعدہ لیا۔ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ مُسْلِمًا کی طرف رسول بھیجے تاکہ وہ ان کو ان چیزوں پر جو انہوں نے کرنی ہیں اور جو چھوڑنی ہیں ان کو واقف کرا سکیں۔ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ جَوَّامٍ ان کی خواہشات کے مخالف تھا اور شہوات سے متصادم تھا۔ جیسے سخت تکالیف اور شرائع پر عمل۔ جواب شرط محذوف ہے جس پر فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح کہا گیا کَلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ نَاصِبُهُ کہ جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ان میں سے آیا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ فَرِيقًا كَذَّبُوا۔

ایک سوال کا جواب:

یہ جملہ مستفہ ہے جو قائل کے قول کا جواب ہے کہ انہوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو جواب دیا وہ قتل کرتے رہے۔ ماضی کی حالت کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ان کے قتل کی شاعت کو بیان کرنے کے لئے۔ اور اس بات پر خبردار کرنے کے لئے کہ قتل ان کی عادت تھی بن چکی تھی۔ فَرِيقًا اور فَرِيقًا دونوں منصوب ہیں۔ اس لئے کہ یہ کذبوا کے مفعول ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تکذیب یہود و نصاریٰ میں مشترک پائی جاتی تھی۔ مگر قتل والا فعل یہود کے ساتھ خاص تھا۔ انہوں نے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا۔

بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کر لیا:

آیت ۷۱: وَحَسِبُوا أَنَّ تَكْوِينَ قِرَاءَت: حمزہ اور علی اور ابو عمرو نے کہا ہے کہ یہ اَنْ تَحْفَہُ من المفقلة ہے اس کی اصل انه لا تکون ہے پس ان کو ان تخفیف سے بدل دیا۔ اور ضمیر شان کو حذف کر دیا حسان کو بمنزلہ علم کے رکھا گیا۔ کیونکہ وہ گمان ان کے دلوں میں نہایت پختہ تھا۔ اس وجہ سے حسان کے فعل کو ان جو تحقیق کے لئے آتا ہے اس پر داخل کیا گیا۔ لَفِتْنَةً بِلَاءٍ وَعَذَابٍ مطلب یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے گمان کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل انبیاء پر کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح تکذیب رسل پر ان کو سزا نہ ملے گی۔ اور ان اور ان کے صلہ کو جو کہ مسند اور مسند الیہ ہے حسب کے دو مفعولوں کی جگہ رکھ دیا۔ فَعَمُوا وَصَمُوا وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پس انہوں نے جو دیکھا اس پر عمل نہ کیا۔ اور جو سنا اس پر نہ چلے دوسرا قول یہ ہے وہ سیدھے راستے سے اندھے ہو گئے اور وعظ و نصیحت سے بہرے ہو گئے۔ ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ پھر اللہ نے ان کو توبہ کی توفیق دی۔ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا کَثِيرٌ مِنْهُمْ مگر پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اکثر ان میں سے۔ یہ ضمیر سے بدل ہے یعنی داؤ سے اور یہ بدل ابھڑ ہے یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یعنی اولئك كثير منهم ایسے ان میں بہت ہیں۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں۔ پس وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

”بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے فرمایا ہے

کہ اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، بلاشبہ جو فضل اللہ کے ساتھ شرک کرے

تو اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں،

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے حالانکہ ایک معبود کے علاوہ کوئی

اور اگر اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ضرور ضرور ان لوگوں کو جو ان میں کفری پر جے رہیں دردناک معبود نہیں۔

عذاب پہنچ جائے گا، کیا وہ اللہ کے حضور میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت نہیں چاہتے، اور اللہ غفور ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور ان کے مرہوب ہونے میں فرق نہیں کیا:

اور حکم حضرت عیسیٰ نے اپنے اور ان کے درمیان اس بات میں کوئی سر نہیں لیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے مہربان بندے ہیں تاکہ یہ

اللہ علیہ الجنۃ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ کیونکہ وہ موحدین کا گھر ہے۔ جی اس میں ان کا داخلہ حرام ہے اور اس

اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (یعنی ادخال الہی) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا حصہ ہے۔

الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہر حال کفر ہے:

آیت ۷۳: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثُلُوثٍ مِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

اشکال کا جواب:

ایک اشکال: اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدہ: ۷۱) اور دوسری آیت میں لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (دو نوں آیتوں کا مفہوم مختلف معلوم ہوتا ہے۔ جواب: بعض نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بیٹہ اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات کسی شخص پر تجلی ڈالتے ہیں۔ پس وہ اس وقت عیسیٰ کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اسی لئے تو عیسیٰ کی شخصیت سے ایسے افعال ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا اگر وہ نصاریٰ اس طرف گیا کہ الہ تین ہیں۔ اللہ مریم اور مسیح۔ اور یہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے مریم سے (معاذ اللہ) وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ میں من استغراق کے لئے ہے۔ کہ کوئی کبھی بھی وجود میں نہیں آیا مگر وہ الہ جو وحدانیت سے موصوف ہے۔ اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور وہ وحدۃ لا شریک ہے اور اس ارشاد میں۔ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ فِي يَوْمٍ مَضْرُكٍ وضاحت کے لئے ہے جو فاجتنبوا الرجس من الاوثان (حج آیت ۳۰) میں ہے یہاں لیمسہم نہیں فرمایا۔ بلکہ مضرکی بجائے ظاہر کو لا کر ان کے متعلق کفر کی گواہی کو مزید پختہ کر دیا۔ یا من تبعیض کے لئے ہے یعنی ضرور ان لوگوں کو عذاب چھوئے گا۔ جو ان میں سے کفر پر باقی رہیں گے۔ کیونکہ بہت سے ان میں سے نصرانیت سے تائب ہو گئے۔ عَذَابٌ لَكُمْ ان کے لئے عذاب کی شدید قسم ہوگی۔

اصرار کفر پر تعجب:

آیت ۴: اَقْلًا يَتُوبُونَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْهُ وَهُوَ كَيُوْلُ مَا يَفْعَلُ ۝۴
 چکی - در حقیقت یہ سخت وعید ہے۔ ان کی اس حالت پر جس پر وہ تھے۔ اور اس میں ان کے اپنے کفر پر اصرار کرنے پر تعجب کیا گیا۔
 وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللّٰهُ تعالیٰ ان لوگوں کو توبہ کرنے پر بخش دیں گے۔ اور دوسروں کو بھی۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

ریم ہے، نہیں ہے سچ ابن مریم مگر ایک رسول، ان سے پہلے رسول

الرُّسُلُ ۚ وَامُّهُ صِدِّيقَةٌ ۚ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ۚ أَنْظُرْ كَيْفَ بُيِّنُ

گزر چکے ہیں اور ان کی ماں نجی ہے وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ لیجئے اہم کیسے ان کے لیے دلائل

لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَتَى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ وہ لوگ کہاں الے جا رہے ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾

عبادت کرتے ہو جو تمہارے ضرر اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے، اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے،

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی

أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ

خواہشات کا اتباع نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے

السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾

بیک گئے۔

آیت ۷۵: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ اس میں مسیح علیہ السلام سے الوہیت کی نفی ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ان سے پہلے رسول گزرے۔ یہ رسول کی معیت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ نہیں ہیں مگر ایک رسول ان رسولوں کی جنس سے جو اس سے پہلے ہو گزرے۔ اور باقی رہا ان کا اندھے اور ابرص کو درست کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا۔ وہ خود ان کی اپنی جانب سے نہ تھا۔ مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں:

کیونکہ وہ خود معبود نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر اندھوں کو ڈھیوں کو درست کیا اور مردوں کو زندہ کیا۔ جیسا کہ لاشیٰ کو زندہ کر کے موسیٰ کے ہاتھ پر دوڑا تھا وہ اسانپ بنا دیا گیا۔ اور بغیر باپ کے ان کی پیدائش وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ جن کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ وَامُّهُ صِدِّيقَةٌ یعنی ان کی ماں ایک عورت ہی تھی۔ جو دوسری عورتوں کی طرح انبیاء کی تصدیق کرنے والی

اور ان پر ایمان لانے والی تھی۔

صدیقہ کی وجہ

ان کو صدیقہ اس لئے فرمایا کیونکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ و صدقت بکلمات رہا و کتبہ (التحریم۔ آیت ۱۲) پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے اس (محبودیت والی) بات سے دور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

بطلان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل:

كَانَا يَا تُكْلِي الطَّعَامَ کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ کیونکہ جو کھانے سے غذا کا محتاج ہے اور پھر جو کھانے کے بعد ہضم اور ان کا فضلہ بنا کر بھیجنا وہ اس جسم کا کام ہے جو گوشت اور ہڈیوں اور اعصاب و عروق وغیرہ کے سب چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر کھلی دلالت ہے کہ وہ بنائے گئے اور مختلف چیزوں کا مجموعہ ہیں۔ جیسا کہ دوسرے اجسام۔ اَنْظُرْ كَيْفَ نَبِّئُ تِلْكَ الْاٰلِيَةِ غُور تو فرمائیں کہ ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کر رہے ہیں۔ یعنی ان کے قول کے باطل ہونے پر ظاہر دلائل دے رہے ہیں۔ اَنْظُرْ اَتِيْ يُّوْفِكُوْنَ پھر دیکھو اس حق کے سننے سے کس طرح پھرتے ہیں۔ اور اس پر غور سے کس طرح ہٹتے ہیں۔ اس میں ان پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ کہ وہ رب اور مربوب کے درمیان فرق کرنے سے بھی گئے گزر رہے ہیں۔

ذره بھر نفع و نقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادر مطلق کیسے بن گیا:

آیت ۷۶: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا۔ (کیا تم اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہو جو ذرہ بھر نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے) من دون اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جو تمہیں نقصان پہنچانے کی طاقت نہ رکھتی ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بلاء و مصائب تمہارے انفس و اموال میں اتارتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ چیزیں جو تمہیں نفع دے سکیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ بدن میں صحت اور وسعت رزق اور خوشحالی عنایت فرماتے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ انسان جس نفع و نقصان کی طاقت رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے گویا کہ انسان کو اس پر بھی ذرہ بھر اختیار نہیں۔ اور یہ قطعی دلیل ہے کہ ان کا معاملہ ربوبیت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ ان کو اس طرح قرار دیا۔ کہ وہ ذرہ بھر نفع و نقصان کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ربوبیت کی صفت تو یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی مقدور اس کی قدرت سے نکل نہیں سکتا۔ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ یہ اتعبدون سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ اور

لَعْنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ

”بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے وہ ملعون ہوئے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرِيْمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ

کی زبان پر، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے

عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا، واقف برے تھے وہ افعال جو وہ کرتے تھے، تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھو گا

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخَطَ

کہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا، واقف برے ہیں وہ افعال جو ان کی جانوں نے آگے بھیجے یہ کہ اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں، اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور نبی پر

وَمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِمَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱

اور اس پر جو اتارا گیا ہے نبی کی طرف تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن بہت سے لوگ ان میں سے فرما نبرداری سے خارج ہیں۔

اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ حالانکہ وہ تمہاری تمام باتوں کو سننے والا اور تمہارے تمام اعتقادات کا علم رکھنے والا ہے۔

اہل کتاب کو غلو کی ممانعت:

آیت ۷۷: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِيْنِكُمْ۔ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) غلو حد سے تجاوز کو کہتے

ہیں۔ نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ ان کو ان کے مرجے سے اٹھا کر الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اور یہود کا غلو یہ تھا کہ ان کو استحقاق

نبوت سے ہی گرا دیا۔ غَيْرَ الْحَقِّ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے غلوا غیر الحق یعنی باطل غلو۔ وَلَا

تَتَّبِعُوْا اَهْوَاَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ یعنی تمہارے وہ اسلاف اور وہ مقتدا جو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گمراہی پر

تھے۔ وَاصْلُوْا كَثِيْرًا ان کو جو ان کا ساتھ دینے والے تھے۔ وَاصْلُوْا گمراہ ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معوث

ہوئے۔ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ جبکہ انہوں نے حضور ﷺ کو جھٹلادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے خلاف بغاوت پر اتر آئے۔

بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا:

آیت ۷۸: لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ كَمَا جَاءَتْهُمْ يَدُ اللَّهِ وَفَتْهُمُ الْمَوْتُ وَكَانُوا يَكْفُرُونَ۔ اے اللہ تو ان پر لعنت کر اور ان کو عبرت کا نشان بنا دے۔ اس پر ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔ اور جب عیسیٰ کے ساتھیوں نے ماندہ کے بعد کفر اختیار کیا تو عیسیٰ نے ان الفاظ میں دعا کی اللھم عذب من كفر بعد ما اكل من المائدة عذاباً لم تعذب احداً من العالمين۔ والعنهم كما لعنت اصحاب السبت۔ اے اللہ ان کو عذاب دے جنہوں نے ماندہ کو کھانے کے بعد کفر کیا ہے ایسا عذاب جو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور ان پر ایسی لعنت کر جس طرح ہفتہ والوں پر لعنت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر بنا دیا۔ ان کی تعداد پانچ ہزار مرتھی۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ لعنت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور وہ اس میں حد سے گزرنے والے تھے۔

منکر پر ترکِ ممانعت اعتداء ہے:

آیت ۷۹: پھر ان کی معصیت اور اعتدائی کی وضاحت کی۔ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ (کہ وہ ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے)۔ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ (اس برائی سے جو وہ کرتے تھے)۔ آیت میں منکر کی مفت فلولہ سے کی ہے۔ حالانکہ فعل کے بعد تو نمی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اس برائی کے بار بار کرنے سے وہ باز نہیں رہتے تھے۔ جس کو ایک دفعہ کر لیتے یا اس برائی کی مثل وہ دوسرے کام کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ جس برائی کو اختیار کرتے یا جس منکر کے کرنے کا ارادہ کرتے اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ یا مراد یہ ہے اس منکر سے نہ رکتے تھے جس کو کر لیتے بلکہ ایسی برائی پر اصرار کرتے۔ کہا جاتا ہے فلان تناهی من الامر و انتھی عنه جبکہ وہ اس سے باز آجائے اور اس کو چھوڑ دے۔ پھر ان کی بد اعمالیوں سے تعجب کیا اور اس کو قسم سے مؤکد کر دیا یہ فرما کر لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کہ وہ البتہ بہت برے کام کرتے تھے۔ مَنَنِتَلَا: اس میں دلیل ہے کہ منکر پر ممانعت کو چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ افسوس اس وقت کے مسلمانوں پر جنہوں نے اس بات کو بالکل چھوڑ دیا۔

کفار کی دوستی غضبِ الہی کا سبب ہے:

آیت ۸۰: تَوَالَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (ان میں اکثریت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) مراد منافقین اہل کتاب ہیں جو کہ مشرکین سے دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔ (بہت بری ہے وہ چیز جس کو انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گئے۔

BestUrduBooks.wordpress.com

مِنْهُمْ قَتِيسِيْنٌ وَرُهْبَانًا۔ قَتِيسِيْن سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عباد ہیں۔ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ نصاریٰ کے نرمی والے پہلو کی علت بیان فرمائی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ قریبی موافقت کی وجہ بتلائی کہ ان میں علماء اور عباد ہیں ان میں عاجزی ہے اور یہود اس کا الٹ ہیں۔

هَنِيئَةُ لِّذٰلِكَ: اس میں دلیل ہے کہ علم انتہائی مفید چیز ہے۔ جو خیر کی طرف راہنما ہے۔ اگرچہ وہ علم علمائے نصاریٰ کا ہی ہو اور اسی طرح آخرت کا علم اگرچہ وہ کسی راہب میں ہو۔ اور تکبر سے برأت کا ذریعہ ہے خواہ وہ کسی نصرانی میں ہو۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ

”اور جب انہوں نے اس چیز کو سنا جو نازل کی گئی رسول کی طرف تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

الذَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

بہرہ رہی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے

الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۖ وَنَطْمَعُ

جو تصدیق کرنے والے ہیں اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آ گیا اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں

أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَنَّا بِهِمْ اللَّهُ بِمَا قَالُوا

کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرمائے گا سو اللہ نے ان کے قول کی وجہ سے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ

ایسے باغِ ثواب میں دیدینے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اچھے کام

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

کرنے والوں کا بدلہ ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ

الْحَجِيمُ ۝

والے ہیں۔“

رقتِ قلب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ اور وفدِ نجاشی کی تعریف:

آیت ۸۳: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الذَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ اس میں رقتِ قلب سے نصاریٰ کی تعریف کی۔ اور یہ بیان کیا کہ وہ قرآن سن کر روتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہا۔ جب اس کی مجلس میں مہاجرین اور مشرکین جمع ہوئے اور مسلمان قرآن پڑھتے تھے۔ کہ تمہاری کتاب میں مریم علیہا السلام کا تذکرہ ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ایک سورت ایسی ہے جس کا نام ان کے نام پر ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم ذلک عیسیٰ بن مریم آیت ۳۴۔ تک اور سورۃ طہ وھل اتاک حدیث موسیٰ آیت ۹۔ تک پڑھ کر سنائی۔ تو نجاشی رو پڑا۔ اسی طرح اس کے ان لوگوں کو پیش آیا جو وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی تعداد ستر افراد پر مشتمل تھی۔ جب ان پر سورۃ یسین پڑھی گئی تو وہ رو پڑے تفیض من الذمیع ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں

یہاں تک کہ بہہ پڑیں۔ کیونکہ برتن کا بہنا اس کے بھر جانے کے بعد ہوتا ہے یا دوسرا معنی یہ تا کہ اس کے جوانب میں جو کچھ ہے اس کا علم ہو جائے۔ پس بہہ جانا جو بھرنے کے بعد ہوتا ہے بہہ جانے کے قائم مقام رکھا۔ یا ان کے رونے کے وصف میں مبالغہ مقصود ہے۔ پس ان کی آنکھوں کو اس طرح قرار دیا گویا بذات خود بہہ رہی ہیں یعنی رونے کی وجہ سے بہہ رہی ہیں۔ معارفوا میں من ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ یہ آنسو بہانا ابتداء ہے۔ اور حق کی پہچان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی کی وجہ سے ہے۔ اور من الحق میں من۔ معارفوا کے موصول ہونے کی وضاحت کے لئے ہے۔ یا یہ بھی تفسیر ہے اس طرح کہ انہوں نے حق کو پہچانا۔ جس نے ان کو رلا دیا۔ پس ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ حق کو مکمل پہچان لیتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے اور سنت کی پیروی کرتے۔ یَقُولُونَ یہ عارفوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ رَبَّنَا اَمْنًا اے ہمارے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ مراد اس سے اقرار ایمان اور اس میں داخل ہونا ہے۔ فَكُنْتُمْ مَعَ الشَّهِيدِينَ۔ شاہدین سے مراد امت محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے لکنکونوا شهداء علی الناس (البقرہ۔ آیت ۱۴۳) انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کیونکہ انجیل میں انہوں نے اس امت کا تذکرہ اس طرح پایا۔

اللہ کے انعام کی طمع موجبات ایمان سے ہے:

آیت ۸۴: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ اِيْمَانًا نَدْلَانِ پُرانکار اور استبعاد کا اظہار ہے۔ کہ آخر ہم ایمان قبول کیوں نہ کریں جبکہ موجبات ایمان موجود ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی طمع ہے جو نیک لوگوں کی محبت سے ان کو میسر آئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے علاقے میں لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان کو ملامت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ وما لنا الا یہ مبتداء اور خبر ہے اور لا نوم اس کا حال ہے یعنی غیر مؤمنین جیسے کہتے ہیں مالک قائما تو کیوں کھڑا ہے۔ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ اس سبب سے کہ ہمارے پاس حق آچکا۔ یعنی محمد ﷺ اور قرآن کی صورت میں۔ وَنَطْمَعُ یہ نوم کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و نحن نطمع حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں۔ کہ اَنْ يَدْخِلَنَا رَبَّنَا کہ ہمارا رب ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ انبیاء اور مؤمنوں کے ساتھ۔

آیت ۸۵: فَاتَّخِذْهُمْ اللّٰهُ يَمًا قَالُوا قَوْلَ رَبِّنَا اَمْنًا مراد ہے اور اس کی تصدیق جنت تجزئی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَلِيلِينَ فِيْهَا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ہے۔

مَنْبِتُ كَلْمَہ: اس میں دلیل ہے کہ اقرار ایمان میں داخل ہے جیسا کہ فقہاء کا مذہب ہے۔

فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید:

کرامیہ کہتا ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے۔ اور دلیل میں بما قالوا کو پیش کیا۔ مگر آنسو بہانے سے جو ایمان کی تعریف کی گئی پہلے اور سیاق میں احسان کے ساتھ وہ ان کے قول کی تردید کر رہی ہے۔ غور تو کرو۔ فقط قول ایمان کیسے بن سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ومن الناس من يقول انا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین (البقرہ۔ ۸) منافقین سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ

”اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت قرار دو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں“ اور حد سے آگے نہ بڑھو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَكُلُوا وَمِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ

بے شک اللہ حد سے بڑھ جانے والے کو پسند نہیں فرماتا اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تم کو حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

ایمان کی نفی کی گئی حالانکہ ان کا قول اہلنا تو موجود تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تصدیق قلبی نہ تھی۔

اہل معرفت کی علامات:

اہل معرفت نے فرمایا کہ عارف میں تین باتیں پائی جانی چاہئیں نمبر ۱۔ سختی پر رونا۔ نمبر ۲۔ عطاء پر دعا کرنا۔ نمبر ۳۔ قضاء پر راضی ہونا۔ جو معرفت کا مدئی ہو اس میں یہ تین باتیں نہ پائی جائیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

تردید حق کا اثر:

آیت ۸۶: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ پہلی آیت میں اولیائے برحق کے قبول کرنے کا اثر مذکور تھا۔ یہ صحابہ کرام کی اس جماعت کے سلسلہ میں اتری جنہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ رہبانیت اختیار کر لیں اور ٹاٹ پہنیں اور ساری رات قیام کریں اور تمام دن روزے رکھیں اور زمین میں سیاحت کریں اور اپنے مذاکیر کو کاٹ ڈالیں اور گوشت و چربی کو ترک کر دیں اور عورتوں سے قربت ترک کر دیں اور خوشبو نہ لگائیں تو یہ آیت اتری۔

حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو:

آیت ۸۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۚ۔ اور لا تحریموا کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اسی طرح نفع نہ اٹھاؤ جیسے حرام سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ یا یہ مت کہو کہ ہم نے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ زہد کے طور پر اس کے ترک پر پختہ عزم میں مبالغہ اختیار کرتے ہوئے اور بہت بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے۔ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مرغی کا گوشت اور فالودہ استعمال فرماتے۔ اور آپ کو طحلوہ اور شہد بہت پسند تھے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ مؤمن خود میٹھا ہے طحلوہ کو پسند کرتا ہے (یہ فردوس دیلی کی روایت ہے) حضرت حسن بیٹہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک کھانے میں بلایا گیا جبکہ میرے ساتھ فرقہ خفی اور اس کے ساتھی بھی تھے۔ وہ دسترخوان کے گرد گرد بیٹھ گئے۔ دسترخوان پر مرغ مسلم فالودہ وغیرہ تھا۔ فرقہ ایک طرف ہو گیا۔ حضرت حسن بیٹہ نے سوال کیا کہ اے فرقہ کیا تو روزہ دار ہے اس کے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اِيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ

”اللہ ایسی قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں‘ لیکن وہ ایسی قسموں پر مواخذہ فرماتا ہے جن کو تم

الْاِيْمَانِ ؕ فَكُفَّارُتُهُ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تَطْعَمُوْنَ

باندھ دو‘ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھر والوں کو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ

کھاتے ہو‘ یا ان کو کپڑا پہنا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ سو جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے

اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كُفَّارَةُ اِيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوا اِيْمَانَكُمْ ؕ

ہیں‘ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ‘ اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۷﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔“

ساتھیوں نے کہا نہیں لیکن وہ ان رنگ رنگ کھانوں کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرقہ کیا شہد کی مکھی کا لعاب گندم کے لباب کے ساتھ خالص گھی میں بنایا گیا ہو کیا اس کو کوئی مسلمان عیب لگا سکتا ہے؟ انہیں سے روایت ہے کہ ان کو بتلایا گیا کہ فلاں شخص فالودہ نہیں کھاتا۔ اور کہتا اس طرح ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو آپ نے فرمایا عجیب بات ہے کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں فرمایا پھر وہ جاہل ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ٹھنڈے پانی میں فالودہ سے بڑھ کر ہے۔ وَلَا تَعْتَدُوا (تم حد سے تجاوز نہ کرو) جو تمہارے لیے حلال و حرام مقرر کر دی گئی ہیں یا جو چیزیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو چھوڑ کر حرام کی طرف تعدی نہ کرو یا طبیبات کے کھانے میں اسراف نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں جو اس کی حدود میں تعدی کرنے والے ہیں)۔

حلال کا استعمال تقویٰ ہے:

آیت ۸۸: وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ سَ حَالٍ هُوَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اَسْ مِ اللّٰهِ تَعَالٰی نے جو حکم دیا اس کو لازم پکڑنے کی تاکید ہے۔ اور اس میں مزید تاکید اپنے ارشاد الدِّیْنِ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ سے کر دی کیونکہ ایمان باللہ تقویٰ کو لازم کرتا ان تمام کاموں میں جن کا اللہ نے حکم دیا۔ اور جن کی ممانعت فرمائی۔

یٰمِیْنِ لغوی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ:

آیت ۸۹: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اِيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں فرماتا) یٰمِیْنِ لغو وہ ہے جو

ساقط الاعتبار ہو۔ اس پر کوئی حکم نہ لگے۔ وہ اس طرح ہے کہ کسی چیز پر حلف اٹھائے۔ یہ خیال کر کے کہ وہ اس طرح ہے حالانکہ وہ اس کے گمان کے مطابق نہ تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طیبات کو اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم اس بنا پر اٹھائی تھی کہ یہ عبادت ہے جب وہ آیت اتری تو انہوں نے کہا کہ ہماری قسموں کا کیا بنے گا؟ تو یہ آیت اتری۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یمن لغوہ ہے جو زبان پر بلا قصد جاری ہو۔ وَلَٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ جوتم نے کچی قسمیں اٹھائی تھیں تعقید تو یمن کو ہی کہا جاتا ہے۔

قرأت ونحو:

عقدتم۔ حفص نے عاصم سے تشدید کے ساتھ اور حمزہ 'کسائی' عاصم بروایت شعبہ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ العقد موافقت پر پختہ ارادہ کرنا۔ اور اس کا ماضی میں تصور نہیں ہو سکتا۔ یمن غموس میں کفارہ نہیں ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دل سے ارادہ کرنا۔ اور یمن غموس مقصودہ (قسم کی ہوئی) پس وہ منعقد ہو جائے گی۔ پس اس میں کفارہ شروع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم قسم توڑ دو تو اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ کریں گے تمہارے عقد باندھنے کے سبب پس وقت مواخذہ کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ان کے ہاں جانا پہچانا تھا یا تمہارے عقد کو توڑ دینے کے سبب سے گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ:

فَكْفَارَتُهُ پس اس کے توڑنے کا کفارہ یا قسم باندھنے کا کفارہ ہے۔ کفارہ یہ ایسا ایک مرتبہ کا کام جس کی حالت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غلطی کو مٹا دے۔ یعنی چھپا دے۔ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنَ صبح شام کا کھانا کھلانا اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو بطور تسلیم ایک ٹائم ہی دے دیا جائے۔ ہر ایک کو نصف صاع گندم، ایک صاع جو، ایک صاع بھجور، امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ایک مسکین کو ایک منہ دیا جائے گا۔ مِنْ اَوْسَطِ مَا تَطْعَمُوْنَ اُھلِیْکُمْ وہ درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ صبح شام گندم سے اگر وسعت ہو تو تین مرتبہ سالن کے ساتھ۔ اور کم سے کم ایک مرتبہ بھجور میں سے یا جو میں سے اَوْ يَكْسُوْنَهُمْ بِیَا طَعَامٍ پر عطف ہے۔ یا پھر من اوسط کے محل پر عطف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ من اوسط یہ اطعام سے بدل ہے اور کلام میں مقصود بدل ہوتا ہے کسوہ سے مراد اتنا کپڑا جس سے ستر چھپ جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ازاء قمیص یا رداء۔ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ایک مؤمنہ یا کافرہ مردن آزاد کرنا۔ کیونکہ نص مطلق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کفارہ قتل پر محمول کرتے ہوئے یہاں بھی رقبہ مؤمنہ ضروری قرار دی ہے۔ اوکا معنی اختیار ہے کہ تین کفارات میں سے جس کو چاہو ادا کر دو۔ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ جِوَانٍ میں سے کسی ایک کو بھی نہ پائے وہ تین دن روزے رکھے۔ لَبِیْسًا مِّنْ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ یہ روزے پے در پے رکھے کیونکہ قراءت الی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں اسی طرح وارد ہے ذَلِکَ یَذْکُرُہُ حَمْدُ کَفَّارَةٍ اَیْمَانِکُمْ اِذَا خَلَفْتُمْ جب تم قسم توڑ دو۔ حٹ کا تذکرہ چھوڑ دیا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ کفارہ فقط قسم سے واجب نہیں ہوتا۔ اسلئے قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ جائز نہیں ہے۔ وَ احْفَظُوْا اَیْمَانِکُمْ تم اپنی قسموں کو پورا کرو۔ اور ان کو مت توڑو۔ جبکہ توڑنے میں بھلائی نہ ہو۔ یا بالکل قسم نہ اٹھاؤ۔ (کہ توڑنے کی نوبت آئے) تَحْلِیْلُکَ اس وضاحت کی طرح یَمِیْنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَللّٰہُ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتے ہیں آیات سے مراد شریعت کے نشانات اور احکام شرع ہیں۔ لَعَلَّکُمْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں“

مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ

شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہذا تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے

أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے

ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آنے والے ہو اور فرمان برداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو

الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ

رسول کی اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر

الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾

پہنچا دینا ہے۔“

تَشْكُرُونَ تَاكُمُ شُكْرِيہ ادا کرو۔ اس کی اس نعمت کا جو تمہیں بتلاتے اور اس سے عہدہ برآ ہونا تمہارے لئے آسان کرتے ہیں۔

شراب و جوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے یا بچ انداز:

آیت ۹۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ۔ (اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا) المیسر کا معنی جوا۔

وَالْأَنْصَابُ: بت کیونکہ ان کو گاڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ وَالْأَزْلَامُ جوئے کے تیر جن کا شروع سورت میں ذکر

ہوا۔ رِجْسٌ پلید ہیں یا خبیث گندگی والے ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کیونکہ شیطان ان پر آمادہ کرتا ہے۔ گویا یہ اسی کا عمل اور

کارروائی ہے۔ اور فَاجْتَنِبُوهُ میں ضمیر رِجْس کی طرف لوٹ رہی ہے یا عمل شیطان کی طرف راجع ہے۔ یا مذکور کی طرف راجع

ہے۔ یا مضاف محذوف ہے گویا اس طرح فرمایا گیا انما تعاطی الخمر و المیسر بیشک شراب و جوا کی مشغولیت سے پرہیز

کرو۔ اس لئے تو اس کو رِجْس فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شراب اور جوئے کی حرمت کو کئی لحاظ سے پکا کر

دیا۔ نمبر ۱۔ جملہ کو انما کلمہ حصر سے شروع فرمایا۔ نمبر ۲۔ ان کو عبادت اصنام کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ ان ارشادات نبوت میں اسی

طرف اشارہ فرمایا شراب الخمر کما بد الوثن (مسند امیراز) نمبر ۳۔ ان کو رِجْس عمل اعمال شیطانی میں سے قرار دیا کیونکہ

شیطان سے شر کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ نمبر ۴۔ ان سے پرہیز کا حکم دیا۔ نمبر ۵۔ ان سے پرہیز کو فلاح قرار دیا جب پرہیز فلاح ہے تو استعمال یقیناً خسارہ ہے۔

شراب و جوئے کی بنیادی خرابیاں:

آیت ۹۱: إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ۔ (شیطان تمہارے درمیان شراب و جوئے سے دشمنی و بغض ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد و نماز سے روکنا چاہتا ہے) اس آیت میں شراب و جوئے سے پیدا ہونے والا فساد و وبال ذکر فرمایا۔ نمبر ۱۔ دشمنی اور بغض شراہیوں اور جوہازوں میں پیدا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے رکاوٹ بنتے ہیں۔ نمبر ۳۔ نماز کے اوقات کی رعایت سے باز رکھنے والے ہیں نماز کو خصوصی مقام کی وجہ سے تمام اذکار میں سے ذکر فرمایا گیا اس طرح فرمایا۔ کہ یہ نماز سے خاص طور پر رکاوٹ بنتے ہیں یہاں خمرو میسر کو انصاف و ازلام کے ساتھ اولاً جمع فرما کر پھر الگ ان کا ذکر کیا۔ کیونکہ مخاطب ایمان والے ہیں۔ بلاشبہ ان کو اس شراب نوشی کی قبیح عادت سے روکا اور جوئے بازی کی عادت جو کھنٹی میں پڑی تھی اور انصاف و ازلام کا تذکرہ درحقیقت شراب و جوئے کی حرمت کو اور پختہ کرنے کے لئے فرمایا۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ مشرکین کے اعمال میں سے ہے گویا بتوں کے پجاری اور شراب نوش اور جوئے باز کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پھر ان کو الگ لایا گیا۔ تاکہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں اصل ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ یہ نبی کا انتہائی مبلغ انداز ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ کہ تم پر قسم قسم کے زواجر و صوارف پڑ گئے ہیں۔ کیا ان تمام ممانعتوں کے باوجود رکتے ہو یا تم اسی طرز پر ہو۔ جس پر تم تھے۔ گویا تم نے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور نہ تم ڈرے؟

اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت منہ موڑو:

آیت ۹۲: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْدُوْا۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو) تم احتیاط کرنے والے اور ڈرنے والے بنو۔ کیونکہ جب وہ احتیاط کرتے تو احتیاط ان کو ہر برائی سے بچالیتی۔ اور ہر بھلائی پر عمل پیرا کرو دیتی۔ فَإِنْ قُلْتُمْ أَكْرَمَ اس سے منہ موڑو گے فَأَعْلَمُوْا اِنَّمَّا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ یعنی یقین کرو کہ تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ کر۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری واضح طور پر صرف پہنچانا ہے بے شک تم اپنا نقصان کرو گے۔ جب تم اس سے اعراض کرو گے۔ جس کے تم مکلف بنائے گئے ہو۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے کھایا یا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا

وَأَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَمْنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیک اعمال میں لگے اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِئْسَ إِلَهُكُمْ اللَّهُ بَشَىٰ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَ

”اے ایمان والو! اللہ تم کو قدرے شکار سے ضرور آزمائے گا تمہارے نیزے شکار کو پہنچیں گے اور

رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

ہتھیار تاکہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے اس سے کون ڈرتا ہے سو جس نے اس کے بعد زیادتی کی اس کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

دردناک عذاب ہے۔“

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۹۳..... تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں:

شأنُ بَرَوْنِ: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتنی جو شراب و جوئے کے تحریم سے قبل کچھ عادی تھے۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعُمُوا۔ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کچھ گناہ نہیں اس میں انہوں نے کھایا)۔ یعنی انہوں نے شراب پی اور تحریم سے قبل جوئے کا مال کھایا۔ إِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچتے ہوں۔ وَأَمْنُوا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوں۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور ایمان کے بعد عمل صالح کرنے والے ہوں۔ ثُمَّ اتَّقَوْا پھر تحریم کے بعد شراب اور جوئے سے بچنے والے ہوں وَأَمْنُوا اور ان کی حرمت پر یقین کرنے والے ہوں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تمام محرمات سے بچتے ہوں۔ یا پہلا اتقوا شرک سے بچتے اور دوسرا محرمات سے بچتے اور تیسرا شبہات سے بچنے کے لیے لایا گیا وَأَحْسَنُوا اور وہ لوگوں پر احسان کرنے والے ہوں وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں۔

شأنُ بَرَوْنِ: آیت ۹۳: جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حدیبیہ والے سال شکار کے ذریعے امتحان لیا۔ صحابہ کرام پر رحمہم حالت احرام میں تھے۔ شکار کی کثرت تھی۔ یہاں تک کہ کبادوں کے گرد شکار جمع ہو جاتے۔ جن کو ہاتھ سے پکڑا جاسکتا تھا۔ اور نیزوں کے ذریعے شکار کیا جاسکتا تھا تو یہ آیت اتنی:

حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِئْسَ إِلَهُكُمْ اللَّهُ بَشَىٰ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ

”اے ایمان والو! شکار قتل نہ کرو اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو“ اور تم میں سے جو شخص شکار کو قصداً قتل

مُتَعَمِّدًا فَجْزَاءُ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا

کر دے تو اس کا بدلہ اس جانور کا جیسا ہوگا جس کو قتل کیا۔ تم میں دو انصاف والے آدمی اس کا فیصلہ کریں گے اس طرح سے کہ وہ بدلہ والا جانور

بَلِغِ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامٍ مَّسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّذَوِّ

بطور ہدی کے کعبہ تک پہنچنے والا ہو۔ یا مسکینوں کو کفارہ کے طور پر کھانا دینا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لے تاکہ اپنے کئے کی

وَبِالْأَمْرِ ؕ عَفَا اللَّهُ عَنْ سَلَفٍ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمِ اللَّهُ مِنْهُ ؕ وَاللَّهُ

سزا چھ لے۔ اللہ نے معاف فرمایا جو پہلے گزر چکا“ اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ

عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۹۵ أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ

زبردست ہے انتقام لینے والا“ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے اور

وَالسِّيَارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

مسافروں کے واسطے ہے اور تم پر حرام کیا گیا جنگی کا شکار جب تک کہ تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۹۶

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔“

کی طرف سے جب ہو تو اس کا مطلب اب بندے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) یہ امتحان غیر معلوم کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ من یہ تعبیہ ہے کیونکہ ہر شکار حرام نہیں یا بیان جنس کے لئے ہے۔ لَيُعَلِّمَنَّ اللَّهُ مَنْ يُنَافِقُهُ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والے کا خوف ظاہر کر دے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر موجودہ شکار سے رکتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ وہ اس کے وجود سے قبل جانتا ہے کہ ایسا پایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہا تاکہ بندے کو اس کے عمل پر ثواب ملے نہ کہ اس علم پر جو وہ اس کے متعلق جانتا ہے۔ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ۔ ذَٰلِكَ كَاسًا مِّنْ آتِزَاءٍ ۚ فَاللَّهُ عَذَابُ الْيَمِينِ اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد بشی من الصيد کہہ کر اس کو قلیل قرار دیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کوئی بڑی آزمائش نہیں۔ اور تنالہ یہ بشی کی صفت ہے۔

آیت ۹۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ اے ایمان والو! تم شکار کو قتل نہ کرو۔ الصيد سے مراد مصید بمعنی شکار کیا ہوا

ہے کیونکہ قتل اسی میں ہو سکتا ہے۔ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ جب کہ تم محرم ہو۔ جرم جمع حرام ہے۔ جیسے رُذُوح جمع راح ہے۔

نَحْفُو: تقتلوا کی ضمیر فاعلی سے انتم حرم حال ہے۔

حرام کی حالت کے شکار میں تعمد و خطا برابر ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مِنْكُمْ مَتَعِمًّا ضَمِيرُ فاعلی سے حال ہے۔ یعنی ذاکراً لا حرامہ۔ یا عالمًا۔ اس کو احرام یاد ہو۔ یا وہ جانتا ہو کہ وہ جس جانور کو قتل کر رہا ہے اس کا قتل اس پر حرام ہے اگر اس نے بھول کر قتل کر دیا یا اس نے شکار کو تیر مارا اور اس کا گمان تھا کہ وہ شکار نہیں۔ تو اس صورت میں وہ خطا کا رہے۔ آیت میں تعمد کی شرط لگائی گئی ہے باوجود یہ کہ محظورات احرام میں خطا و عمد کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت اس کے بارے میں اتنی تھی جس نے عمد ایسا کیا تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک حمار وحشی ظاہر ہوا۔ ابوالیسر نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ ان کو کہا گیا کہ تم نے شکار کو قتل کیا ہے حالانکہ تم حالت احرام میں ہو۔ تو یہ آیت اتنی اور دوسری بات یہ ہے کہ اصل تو محمد کا فعل ہے اور خطا کو اس کے ساتھ تغلیظاً شامل کیا گیا ہے امام زہری سے مروی ہے کہ کتاب اللہ میں حکم عمد اتر اور سنت میں خطا کا تذکرہ وارد ہے۔ فَجَزَاءُ قَتْلِ مَا قَتَلَ يَحْزَرُهُ كَسَائُ عَصَمِ كِ قراءت ہے پس اس کے ذمہ بدلہ ہے جو شامل ہوگا۔ اس کے جو اس نے شکار مارا تھا۔ اور وہ شکار کی قیمت ہے۔ اس کی قیمت وہیں لگائی جائیگی۔ جہاں شکار کیا گیا۔ اگر اسکی قیمت بدی کی قیمت کو پہنچ جائے اسکو بدی چوپاؤں میں سے جس کی قیمت شکار کے برابر ہو دینا پڑے گی اور اسکو اختیار ہے کہ اسکی قیمت کے بدلے کھانا خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ دے اور اگر چاہے تو ہر مسکین کے طعام کے بدلے روزہ رکھے۔ پس اگر اس جانور کی نظیر نہ ہو تو اسی طرح حکم ہے جو گزرا ہے۔

شکار والا مثل سے بدلہ دے:

قراءت: دوسرے قراء نے فجزاء مثل پڑھا ہے اور اس کی اصل فجزاء مثل ما قتل یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے اس کی مثل جو اس نے قتل کیا۔ پھر اس کو مضاف کر دیا گیا۔ جیسا تم کہو گے عجب من ضرب۔ یذاً یحز من ضرب زید۔ من النعم یہ قتل میں ضمیر سے حال ہے اس لئے کہ مقتول چوپاؤں میں سے ہو۔ یا یہ جزاء کی صفت ہے۔ نَحْفُو بہ فیصلہ کریں مثل کا جو قتل ہوا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ دو مسلمان عادل فیصلہ کرنے والے ہوں۔ اس میں دلیل ہے کہ مثل قیمت ہے کیونکہ قیمت ہی نظر و فکر و اجتہاد کی محتاج ہے۔ مشاہداتی چیزیں اس کی محتاج نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تو مثل مطلق کا ذکر ہے اور اجماع مثل صوری اور مثل معنوی کے لئے مفید ہے۔ یا صرف معنوی کے لئے فائدہ مند ہے نہ کہ صورت کے لیے۔ یا صورت کے لئے مفید بلا معنی ہے۔ اور قیمت کو مثل صوری اجماعاً قرار دیا گیا۔ جن کی کوئی مثال نہیں۔ پس اب اس کے حدود اور کوئی چیز مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مشترک میں عموم کا معنی نہیں پایا جاتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: من النعم کے ارشاد سے مثل بالقیمت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ مال تو چوپایہ نہیں۔ **جواب:** جس نے قیمت کو واجب کیا

اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اس کے بدلے ہدی خریدے یا طعام یا روزے رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں اختیار دیا ہے۔ پس من النعم یہ اس ہدی کے لئے بیان ہوگا۔ جو اس قیمت سے خریداجائے۔ ان اختیاری صورتوں میں سے ایک صورت میں۔ کیونکہ جس نے شکار کی قیمت لگائی اور قیمت سے ہدی خریدی۔ پھر ہدی دیدی۔ تو اس نے چوپایوں میں سے جو جانور قتل کیا تھا۔ اس کا بدلہ مثل دے دیا۔ اس طور پر کہ آیت میں ہدی سے کفارہ ادا کرنے کا یا طعام سے کفارہ ادا کرنے یا روزے رکھنے کا اختیار حاصل تھا۔ اور یہ مطلب اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب اس نے قیمت کا اندازہ لگایا اور قیمت میں غور و فکر کیا۔ کہ تینوں میں سے کس کا انتخاب کرے۔ باقی اگر اس نے نظیر کا قصد کیا۔ اور بلا اختیار اس کو لازم قرار دیا تو پھر بھی اگر کوئی ایسی چیز آجائے گی جس کی کوئی مثل نہیں تو اس کی قیمت لگائے گا۔ پھر اس کو طعام و صیام کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ پس اس طرح ماننے سے آیت کے مفہوم سے دوری لازم آتی ہے۔ ذرا آیت کے اس حصہ او کفارة طعام مساکین او عدل ذالک صیامہ پر غور کرو تینوں چیزوں میں اختیار کیسے ہوا۔ اور اس کے لئے قیمت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ ہڈیا یہ بحکم بہ کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے بحکم بہ فی حال الہدی ہدی ہونے کی حالت میں وہ اس کا فیصلہ کریں۔ بلغ الکعبۃ یہ ہڈیا کی صفت ہے کیونکہ اس کی اضافت غیر حقیقی ہے۔ اور اس کا معنی اس کا کعبہ میں پہنچنا۔ تاکہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ باقی صدقہ تو جہاں چاہے کیا جاسکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صدقہ بھی حرم میں ہی ہوگا۔

نحو و قراءت:

اَوْ كَفَّارَةً اَسْ كَاعُطْفْ جَزَاءُ پَر ہے۔ طَعَامُ۔ یہ کَفَّارَةُ سے بدل ہے، یا پھر مبتداء محذوف کی خبر سے یعنی۔ هِيَ طَعَامُ۔ قراءت او کفارة طعام بطریق اضافت مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ یہ اضافت تبیین مضاف کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا او کفارة من الطعام۔ مسکین جیسا کہا جاتا ہے خاتم فضة ای من فضة۔ اَوْ عَذْلُ اُس کو عین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے فراء پیسہ نے کہا العدل جو کسی چیز کے معادل ہو۔ مگر اس کی جنس سے نہ ہو۔ مثلاً روزہ اور طعام العدل اس کی جنس میں سے اس کا ہم مثل ہو۔ اسی سے عدل اُحمل ہے۔ کہا جاتا ہے عندی غلام عدل غلام کسرہ کے ساتھ جب کہ ان کی جنس ایک ہو۔ پس اگر دونوں کی قیمت تو ایک جیسی ہو۔ مگر جنس ایک نہ ہو تو کہا جائے گا۔ هُوَ عَذْلُ غَلَامٍ عین کے فتح کے ساتھ۔ ذلک کا مثلاً الیہ طعام ہے۔ صیاماً یہ تمیز ہے جیسے لی مثلہ رجلاً۔ اس میں اختیار قائل کو ہوگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک اختیار حکمین کو ہوگا۔ تَبْدُوْقُ وَبَالَ اَمْرِهِ یہ فجزاء سے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے یا کفارہ ادا کرے تاکہ حرام کی جگہ عزت کا انجام وہ چھ لے الویال ناپسندیدگی اور نقصان جو اس برے عمل کے انجام پر اس کو ملے کیونکہ اس کا بوجھ تو اسی پر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاخذْنَاهُ اخْذًا وَّبِيْلًا (الزلزلہ آیت ۱) میں اخذ و بیل کا معنی نفل شدید ہے۔ اور الطعام الوتیل اس کو کہتے ہیں جو معدہ پر بوجھل ہو۔ جلد ہضم نہ ہو۔ پس چنی کو وبال فرمادیا گیا۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْمَا مَسَلَفُ اللّٰهِ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ شکار جو حرم سے قبل تم سے ہوا تھا۔ وَمَنْ عَادَ جَوَادِيَ تَحْرِيمِ کے بعد پھر قتل صید کا مرتکب ہوا یا اس احرام میں دوبارہ ارتکاب کیا۔ فَيَسْتَقِمْ اللّٰهُ مِنْهُ اللّٰهُ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے سزا کے ساتھ۔ يَخْجُوْا: یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر

جَعَلَ اللهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

”کعبہ جو احرام والا گھر ہے اللہ نے اسے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور ہدی کے جانوروں کو اور ان کے گئے

وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

میں جو پٹے پڑے ہوں ان سب کو لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۷ اَعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ شَدِيْدُ

زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۸ مَا عَلٰی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَاللهُ

والا ہے اور اللہ بلاشبہ بخشنے والا مہربان ہے رسول ﷺ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے اور اللہ

يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۱۹

جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔“

عبارت یہ ہے فَهَؤُلَاءِ يَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ اللّٰهُ تعالیٰ احکام کو لازم کرنے میں زبردست ہیں۔ ذُوْا اِنْتِقَامٍ اس سے انتقام لینے والے ہیں۔ جو حدود اسلام سے تجاوز کرنے والا ہو۔

سمندری شکار کی حلت:

آیت ۹۶: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ۔ (حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندری شکار) سمندری شکار جس کا کھانا حلال ہے اور وہ بھی جس کا کھانا حلال نہیں۔ وَطَعَامُهُمْ اور وہ جو اس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمام سمندری شکاروں سے اشغاع تمہارے لئے حلال ہے اور اس میں سے جو کھایا جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے اور وہ فقط مچھلی ہے۔ مَتَاعًا لَّكُمْ یہ مفعول لہ ہے یعنی اس کو تمہارے نفع اٹھانے کے لئے حلال کر دیا گیا۔ وَلِلنَّاسِ ذَرَاةٍ اور مسافروں کے لئے مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا تمہارے فائدہ کے لئے حلال کیا گیا۔ تاکہ رہائشی تو تازہ کھائیں اور مسافروں کے لئے بھی۔ تاکہ وہ زادراہ کے طور پر کھڑے بھون کر ساتھ لے جائیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مچھلی بھون کر بطور توشہ ساتھ لی تھی۔ وَحُرْمَ عَلَیْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ صید بر، وہ ہے جو خشکی پر بچے دے خواہ بعض اوقات پانی میں رہے۔ مثلاً بطخ یہ خشکی کا جانور ہے کیونکہ یہ خشکی پر بچے دیتا ہے اور دریائے سمندر اس کی چراگاہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں کے لئے تجارت گاہ ہے۔ مَا ذُمَّمُ حُرْمًا جب تک احرام میں ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ تَمَّ اللّٰهُ تعالیٰ سے ڈرو۔ حرم میں شکار نہ کرو۔ یا احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شکار نہ کرو۔ اَلَّذِیْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

کعبہ لوگوں کی بقاء کا سبب ہے:

آیت ۹: جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ جَعْلَٰهَا صِیْرَ كَعْبٍ مِّنْ مَّاءٍ (اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے باقی رہنے کا سبب بنایا) **تَفْصِیْل**: یہ کعبہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ قیاماً مفعول ثانی ہے یا جَعَلَ، خَلَقَ کے معنی میں ہے اور قیاماً حال ہے۔ قِیَامًا لِلنَّاسِ ان کے دین میں بلندی کا ذریعہ اور معاش اور معاد میں سرفرازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے ان کے حج و عمرہ کے معاملات پورے ہوتے اور قسم قسم کے منافع میسر ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیت اللہ کو اگر ایک سال چھوڑ دیں تو ان کو مہلت نہ دی جائے اور نہ وہ مؤخر کیے جائیں۔ وَالشَّهْرُ الْحَرَامُ وہ مہینہ جس میں افعال حج کرتے ہیں۔ اور وہ ذی الحجہ ہے کیونکہ تمام مہینوں میں حج کے قائم کرنے کا جو اس کو موسم بنایا اس میں ایک عظمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ یا اس سے جنس اشہر حرم یعنی رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ محرم مراد ہیں۔

وَالْهَدْيُ وَهُوَ جَوْهَرٌ مِنْ حَبِيبَاتِ الْإِبْرَةِ يُقَالُ لَهُ هَدْيٌ إِذَا كَانَ مِنْ حَبِيبَاتِ الْإِبْرَةِ وَهُوَ أَجْزَلُ مِنْ الْوَسْمِ وَالْهَدْيُ وَهُوَ جَوْهَرٌ مِنْ حَبِيبَاتِ الْإِبْرَةِ يُقَالُ لَهُ هَدْيٌ إِذَا كَانَ مِنْ حَبِيبَاتِ الْإِبْرَةِ وَهُوَ أَجْزَلُ مِنْ الْوَسْمِ

تَفْسِيرُ آیت ۹۸:

اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (تم جانو! اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو حرم یا احرام کی تذلیل کرے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ اَوْسَرُ اس کے گناہوں کو بخشنے والا ہے جو ان عظیم مشاعر کی توقیر کرتا ہے۔ وَحِمٌّ رَّحِمٌ کرنے والے ہیں۔ اس جنایت کرنے والے پناہ گزین پر جو بلند حرام میں پناہ لے۔

رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے:

آیت ۹۹: مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ۔ (رسول پر صرف پہنچا دینا ہے) جس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لزوم پورا پورا کرنے میں تشدید کی گئی ہے۔ کہ رسول تو اپنے ذمہ جو تبلیغ تھی اس سے فارغ ہو چکا اور تم پر حجت تام ہو چکی اور اطاعت فرض ہو گئی اب اس میں کوتاہی کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا بُدُونُ وَمَا تَكْتُمُونَ : اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا

”آپ فرما دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہیں اگرچہ اسے مخاطب! تجھے خبیث کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سو اسے

اللَّهُ يَا وَلِيَّ الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۝ يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا

عقل والوالہ اللہ سے ڈرو۔ تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔“ اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ

عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدِّلَكُمْ نَسْأَلُكُمْ ۚ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ

اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ

تُبَدِّلْ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے ان کے بارے میں معافی دیدی اور اللہ بخشنے والا ہے۔ ایسی ہی باتیں تم سے پہلے بھی لوگ پوچھ

قَبْلَكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝

پچھلے ہیں پھر جلدی وہ ان کے منکر ہو گئے

اللہ نے خبیث و طیب کو ایک جیسا نہیں بنایا:

آیت ۱۰۰: قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ (کہہ دیں خبیث اور طیب برابر نہیں) جب اس بات کی اطلاع دے دی کہ وہ جو کچھ چھپاتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں سب کو جاننے والا ہے تو اب ذکر کر دیا کہ ان میں خبیث اور طیب برابر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان امتیاز و فرق کر دے گا۔ پس خبیث (کافر) کو سزا دے گا اور طیب (مسلم) کو بدلہ دے گا۔ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَكْرَمُ عَلَيْكُمْ ۚ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبَدِّلْ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝

بیجا سوالات کی ممانعت:

آیت ۱۰۱: اِنَّ الَّذِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ: لوگ امتحان رسول اللہ ﷺ سے بعض چیزوں کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ۔ (اے ایمان والو! مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تمہیں بری لگیں)

نحو و صرف:

خلیل و سیبویہ اور جہور بھریشین نے کہا کہ اصل اشیاء کی شیناء دو ہمزہ جن کے درمیان الف ہے اور وہ فعلاء کا وزن بنا۔ لفظ شئی اس کا ہمزہ تانیث کا ہے۔ اس لئے یہ حراء کی طرح منصرف نہیں ہے یہ لفظاً مفرد ہے۔ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ جب دو جمع ہونے والے ہمزہ قتل ہوئے تو لام کلمہ والا ہمزہ مقدم کر دیا۔ اور شین سے پہلے لائے پس اس کا وزن افعاء بن گیا۔ اور جملہ شرطیہ اور معطوف اشیاء کی صفت ہے وہ ان تَبَدَّلْکُمْ تَسُوْکُمْ وَ اِنْ تَسْتَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یَنْزِلُ الْقُرْاٰنُ تَبَدَّلْکُمْ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اگر تم ان تکالیف معبہ کے متعلق وحی کے زمانہ میں سوال کرو گے اور وہ زمانہ جب تک رسول تم میں موجود ہیں تو تمہیں وہ تکالیف ظاہر کر دی جائیں گی۔ اور وہ تمہیں بری لگیں گی۔ اور غم میں مبتلا کریں گی۔ اور وہ تم پر گراں گزرے گی۔ اور تمہیں ان کے اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ تو تم اعراض کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی پر ناراض ہونگے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا جواب تک سوال کر لیے وہ معاف کر دیئے دوبارہ ایسے سوال نہ کرنا۔ وَاللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ اللّٰهُ تعالیٰ بخشنے والے حوصلہ والے ہیں۔ وہ انداز کے بعد تم کو سزا دیں گے۔

ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں:

آیت ۱۰۲: قَدْ سَأَلَهَا اس میں ضمیر اشیاء کی طرف نہیں لوٹی۔ تاکہ عن سے متعدی کرنا پڑے۔ بلکہ اس مسئلہ کی طرف راجع ہے یعنی اس مسئلہ کا سوال کیا۔ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ تم سے پہلوں نے۔ ثُمَّ اَصْبَحُوا بِهَا پھر اس کے سبب سے ہو گئے۔ کَلْفُوْنِ انکاری جیسا کہ بنی اسرائیل کے متعلق معروف ہے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَكِنَّ

”اللہ نے مقرر نہیں فرمایا نہ کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام“ لیکن

الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۳﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں جو کچھ نہیں رکھتے۔“

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف“ تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہ کافی ہے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۖ أُولَٰئِكَ هُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۴﴾

جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ کیا باپ دادوں کے پیچھے چلیں گے اگرچہ ان کے باپ دادے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۖ إِلَىٰ

”اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو“ جو شخص گمراہ ہو گا وہ تمہیں ضرر نہ دے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو گے“

اللَّهُ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جاتا ہے پھر وہ تم کو ان سب کاموں سے باخبر کر دے گا جو تم کیا کرتے تھے“

محرماتِ جاہلیت کی تردید:

آیت ۱۰۳: مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ۔ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ سائبہ وصیلہ و حام مقرر نہیں کئے) اہل جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لیتی جن میں آخری نہ ہو تو اس اونٹنی کا کان چیر کر اس کو بحیرہ بنا دیتے (بحیرہ کان چیری ہوئی) اور نہ اس کو کسی چراگاہ یا پانی سے ہٹایا جاتا۔ ایسی اونٹنی کا نام بحیرہ تھا۔ ان کا رواج یہ تھا۔ آدمی کہتا کہ اگر میں سفر سے واپس لوٹ آیا یا مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہے اس کو بحیرہ کی طرح کر دیتے۔ نہ سواری کرتے نہ نفع اٹھاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آدمی اپنا غلام آزاد کرتا تو کہتا کہ میرا غلام سائبہ ہے۔ اب اس غلام اور اس کے درمیان نہ میراث نہ عقل و دیت۔ اسی طرح بکری سات بچے جنتی اگر ساتواں بچہ نہ ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اگر مؤنث ہوتی اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے۔ اگر جوڑا زادہ ہوتا تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملی ہے پس الوصلہ بمعنی واصلہ ہے جڑواں پیدا ہونے والی بکری اسی طرح اگر کسی نراؤنٹ سے دس بطن گا بھن ہوتے تو وہ کہتے اس کی پشت گرم ہے اس پر سواری نہ کی جائے اور نہ اس پر بوجھلا دیا جائے۔ اور اس کو پانی اور چراگاہ سے نہ روکا جائے۔ اور ما جعل کا معنی اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں قرار دیا۔ اور نہ اس کا حکم

دیا۔ وَلَٰكِنَّ الْاٰدِیْنَ كَفَرُوْا (لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اس کی تحریم کر کے جو انہوں نے حرام قرار دیا۔ یَقْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں)۔ اس لئے کہ اس تحریم کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ وَاَكْفَرُوْهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (اور ان کی اکثریت بے عقل ہے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔ اکثریت سے مراد عوام ہیں۔

آبائی تقلید میں وحی سے انکار:

آیت ۱۰۴: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلٰی الرَّسُوْلِ۔ (جب ان کو کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف آؤ۔ اس طرح کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ اور اس کے رسول کی طرف آؤ۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا یعنی ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ نَحْنُ: حسبنا مبتداء اور ما وجدنا خبر ہے۔ اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ اور واؤ اَوَلَوْ كَانَ الْاَبَآؤُ هُمْ فِیْ حَالٍ كَیْ لَیْسَ۔ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَلَا یَهْتَدُوْنَ اقتداء اس عالم کی درست ہے۔ جو صحیح راہ پانے والا ہو۔ اور اس کی ہدایت حجت و دلیل سے معلوم ہوگی۔

اہل عناد کے متعلق خود کو گھلانے (غملگین ہونے) کی ضرورت نہیں:

آیت ۱۰۵: یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰیكُمْ اَنْفُسُكُمْ۔ (اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو) انفسکم منصوب ہے علیکم کی وجہ سے اور علیکم اسائے افعال میں سے ہے یعنی اپنے نفوس کی اصلاح کو لازم پکڑو۔ اس میں کاف اور میم موضع جرم ہیں۔ کیونکہ اسم فعل وہ جار مجرور ہے۔ فقط علی اکیلا نہیں۔ لَا یَضُرُّكُمْ یہ جملہ مستانہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یا جواب او کی وجہ سے مجرور ہے۔ اور راء کا ضمہ تو ضمہ ضاد کی اتباع میں دیا گیا ہے مَنْ صَلَّٰ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ مِّنْ اٰیٰتِنَا جَاۤئِیْنَ اٰیٰتِنَا جَاۤئِیْنَ اٰیٰتِنَا جَاۤئِیْنَ اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کی تمنا کرتے پس ان مسلمانوں کو کہا گیا عَلٰیكُمْ اَنْفُسُكُمْ تم اپنے نفوس کو لازم پکڑو۔ جن کی اصلاح کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لَا یَضُرُّكُمْ تمہیں ان کا گمراہ ہونا تمہارے دین سے نقصان نہیں دے گا۔ جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان کا ترک قدرت کے باوجود جائز نہیں۔ اِلٰی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ فَمَنْ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پھر وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ

اے ایمان والا جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جبکہ وصیت کا وقت

الْوَصِيَّةِ أَتَيْتُمْ ذَوَّاعِدِلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرِينَ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ

ہو تو دو وصی ہوں جو دیندار ہوں تم میں سے ہوں یا تمہارے علاوہ دوسری قوم سے ہوں اگر تم

ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ ۖ تَحْسِبُونَهُمَا

سڑ میں گئے ہوئے ہو پھر تم کو موت کی مصیبت پہنچ جائے اگر تمہیں شک ہو تو ان دونوں کو

مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيقْسِمُنْ بِاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُمْ لَا تَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ

نماز کے بعد رک لو پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اپنی قسم کے عوض کوئی قیمت نہیں لیتے اگرچہ

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَلَا تَنْكُتُمْ شَهَادَةَ ۚ اللّٰهِ إِنَّا إِذًا لِّمِنَ الْاٰثِمِينَ ۝۱۶

قربابت دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں چھپاتے بلاشبہ ایسا کرنے کی صورت میں ہم گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے۔

فَإِنْ عُرِضَ عَلَىٰ أَثَمًا فَاسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرِينَ يَقُومُنْ مَقَامَهُمَا مِنْ

پھر اگر اس کی اطلاع ملے کہ وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو گئے تو ان کی جگہ ایسے دو آدمی کھڑے ہوں جو

الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلٰئِنَ فَيُقْسِمُنْ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ

ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں پہلے دو شخصوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہ بعد والے دو شخص وہ ہوں جو قریب تر ہوں سو یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ واقعی ہماری گواہی ان دونوں کی

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا ۚ إِنَّا إِذًا لِّمِنَ الظّٰلِمِينَ ۝۱۷

گواہی کے مقابلہ میں زیادہ درست ہے اور ہم نے تجاوز نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم ظلم کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔

أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ

قریب تر ہے کہ وہ گواہی کو صحیح طریقے پر ادا کریں۔ یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان کی قسموں کے بعد ان پر پھر قسمیں لوٹا دی

بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ۝۱۸

جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

افتخیم وعدی:

شَٰنِ نَزْوٰی: آیت ۱۰۶: روایت میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص کے مولیٰ بدیل بن بکتر شام کی طرف ایک سفر پر نکلے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ تمیم وعدی جو دونوں نصرانی تھے وہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت بدیل بیمار ہوئے انہوں نے ایک پرچہ لکھا جس میں اپنے سارے سامان کا اندارج کیا۔ اور اس کو سامان میں رکھ دیا۔ اور اس رقعہ کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو نہ دی۔ اور ان کو وصیت کی کہ یہ سامان میرے گھر دے دینا۔ وہ فوت ہو گئے انہوں نے ان کے سامان کو ٹوٹا اور ایک چاندی کا پیالہ اس میں سے لے لیا۔ بدیل کے اہل و عیال نے پیالہ نہ پایا تو ان سے پیالہ کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهِادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ الثَّلَاثِ - (اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کے وقت دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو)۔

نحوی تحقیق:

ثَلَاثِ: اثنتان شہادۃ مبتداء کی خبر ہے اور شہادۃ کو مقدر ماننا پڑے گا۔ شہادۃ بینکم شہادۃ الثنیں یا الثنان شہادۃ بینکم، کا فاعل ہے۔ تقدیر یہ ہے فیما فرض علیکم ان یشہد الثنان اور بین میں وسعت ہے اس کی طرف مصدر کی اضافت ہو سکتی ہے۔ اذا حضر یہ شہادت کا ظرف ہے اور حین الوصیۃ اس کا بدل ہے۔ اور اس کے بدل ہونے سے وصیت کے وجوب کی دلیل بنتی ہے۔ کیونکہ حضور موت تو تکنوینی معاملہ ہے اور حین الوصیۃ اس سے بدل ہے پس وہ وجود وصیت پر دلالت کرتا ہے پس اگر وہ بلا اختیار پائی جائے تو ابتلاء ساقط ہو جاتا ہے پس اس کو وجوب میں منتقل کر دیا۔ حضور موت سے موت کو جھانکنا اور مدت مقررہ کے پہنچنے کی علامات کا ظاہر ہوتا ہے۔ ذَوَا عَدْلٍ یہ اثنین کی صفت ہے۔ قِنْتُکُمْ سے مراد قرابت دار کیونکہ وہ میت کے حالات سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اَوِ الْاٰخِرَانِ یہ اثنان پر عطف ہے۔ مِنْ غَیْرِکُمْ جو اجنبی ہو۔ اِنَّ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ جب تم سفر میں ہو۔ انتم فاعل ہے بعد والافعل ظاہر اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فَاصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ یا منکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غیر کم سے مراد ذمی۔ بعض نے کہا کہ یہ منسوخ ہے اس لیے کہ ذی کی گواہی مسلمان کے خلاف درست نہیں۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے جائز تھی۔ تَحْبِسُوْهُمَا تم ان دونوں کو حلف کے لیے کھڑا کرو۔ نَحْنُ: یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ یا یہ او الْاٰخِرَانِ میں من غیر کم کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی: او الْاٰخِرَانِ من غیر کم محبوبان اور ان اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ یہ صفت اور موصوف کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یعنی عصر کی نماز کے بعد کیونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کا وقت ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ عصر کے بعد یا ظہر کے بعد کیونکہ اہل حجاز فیصلوں کے لیے ان دونوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ اور حدیث بدیلؓ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز اور افرامائی اور عدی اور تمیم کو بلایا۔ منبر کے پاس ان سے حلف طلب کیا۔ دونوں نے حلف اٹھایا۔ پھر وہ برتن مکہ میں مل گیا۔ تو ذکر انداز نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خرید لیا ہے۔

(ترمذی: ۳۰۵۹)

نکات:

الا اولین کہا کیونکہ شہادۃ بینکم میں ان کا تذکرہ پہلے ہوا۔ فَيَقْسِمْنَ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ہماری قسم قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں وصیوں کی قسم سے جنہوں نے خیانت کی ہے۔ وَمَا اَعْتَدَيْنَا اور ہم نے اپنی قسم میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔ اِنَّا اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ اگر ہم جھوٹی قسم اٹھائیں تو ہم اس وقت البتہ ظالموں میں سے ہونگے۔

آیت ۱۰۸: ذٰلِكَ يَـٰ جَسَدٌ كَاذِبٌ بِمَا نَبَاہُكَ مِنْهُ لَمَّا كَانَتْ سَـََٔاتُ الْيَوْمِ ۚ وَكَذٰلِكَ يَـٰ جَسَدٌ كَاذِبٌ بِمَا نَبَاہُكَ مِنْهُ لَمَّا كَانَتْ سَـََٔاتُ الْيَوْمِ ۚ وَكَذٰلِكَ يَـٰ جَسَدٌ كَاذِبٌ بِمَا نَبَاہُكَ مِنْهُ لَمَّا كَانَتْ سَـََٔاتُ الْيَوْمِ ۚ

سوال: یہاں او کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ قریب تر بات ہے۔ کہ وہ گواہی کو حق و صدق سے ادا کریں۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی وجہ سے یا کم از کم شرم کے مارے۔ کہ رسوائی اور ذلت ہوگی۔ جب کل ان کی قسم جھوٹی نکل کر لوٹائی جائے گی۔

ایک سوال کا جواب:

سوال : معلوم ہوتا ہے کہ مدعی پر قسم کا رد کرنا درست ہے؟

حجاب: اس واقعہ میں ورثاء نے دو نصرائیوں کے خلاف دعویٰ کیا تھا۔ جنہوں نے خیانت کی تھی۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا دی۔ جب بعد میں ان کی قسم میں جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ان دونوں نے اس مسروقہ پیالے کے متعلق شرعاً کا دعویٰ کر دیا۔ وراثاء نے انکار کر دیا پس قسم ورثہ پر شرعاً کے دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے آئی۔ (تو قسم مدعی علیہ ہی پر ہوتی نہ کہ مدعی پر)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ

”جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا“ پھر ان سے سوال فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ ۖ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ ۖ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ ۖ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ ۖ

بلشبہ آپ عیوب کو خوب جاننے والے ہیں۔ جب اللہ نے فرمایا کہ اے یحییٰ بن مریم یاد کر

نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ ۖ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

میرا نعمت جو تجھ پر ہے اور تیری والدہ پر جب کہ میں نے روح القدس کے ذریعہ تیری تائید کی

تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تو بات کرتا تھا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور جبکہ میں نے تجھے تعلیم دی کتاب کی اور حکمت کی

وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي

اور تورات کی اور انجیل کی اور جبکہ تو بناتا تھا مٹی سے پرندہ جیسی صورت میرے حکم سے

فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتَبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ

پھر تو اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ صورت پرندہ بن جاتی تھی میرے حکم سے اور تو اچھا کرتا تھا زائد اندھے کو اور برص والے کو میرے حکم سے

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ

اور جبکہ تو زندہ قہاروں کو میرے حکم سے اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا

إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا

جبکہ تو ان کے پاس دلیلیں لے کر آیا ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ یہ نہیں ہے

سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱﴾

”جلا ہوا چاروں“

آیت ۱۰۹: یَوْمَ يَآذُكُورُ اَمْحُذُوفُ کی وجہ سے منصوب ہے یا اَحْذُورُ اَمْحُذُوفُ کی وجہ سے۔

منکرین کی توبیخ کیلئے انبیاء علیہم السلام سے سوال:

يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ - (جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان سے فرمائے گا تمہیں کیا

جواب ملا یعنی وہ جواب جو تمہاری امتوں نے تمہیں دیا۔ جب کہ تم نے ان کو ایمان کی دعوت دی۔ دراصل یہ سوال ان لوگوں کی توخ کے لیے ہے۔ جنہوں نے انکار کیا۔ **نَحْنُ** : ماذا کا لفظ اجنبی کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسے مصدر معنی کے لحاظ سے منصوب ہوتا ہے۔ اسی اجابہ اُجنبم۔ تو وہ کہیں گے قَالُوا لَا عَلِمَ لَنَا اِثْنِ قَوْمِ كَ اِخْلَاصِ کَا۔ اس کی دلیل اَنْتَ اَنْتَ عَلَامُ الْغُیُوبِ ہے یا ان چیزوں کو جاننے والا ہے جو انہوں نے ہمارے بعد ایجاد کیں اس کی دلیل: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ (المائدہ: ۱۱۷) ہے۔ یا یہ بات انبیاء بطور ادب کے کہیں گے۔ یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے۔ اور ڈھکا ہوا ہے اور چھپا ہوا ہے گویا کہ ہمیں علم ہے ہی نہیں۔

تذکرۃ انعامات:

آیت ۱۱۰: اِذْ قَالَ اللّٰهُ یَوْمَ یَجْمَعُ سَہْلٌ بِہے۔ یَعِیْسٰی اِبْنُ مَرْیَمَ اِذْ کُوِّرَ نَعْمٰی عَلَیْکَ وَعَلٰی الْاِدْنِکَ۔ (۱) عیسیٰ بن مریم! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں (یعنی جب اس کو پاک اور تمام جہان کی عورتوں میں اس کو چنا۔ اِذْ اَیَّدْتُکَ اس میں عامل نعمتی ہے ایدتک کا معنی میں نے تمہیں قوت دی۔ یَرْوُوحُ الْفُودِ جبریل کے ساتھ ان کی مدد کی۔ تاکہ ان پر رحمت ثابت ہو جائے۔ یا اس کلام کے ساتھ جس سے دین زندہ ہو۔ اور اس کی اضافت القدس کی طرف اس لیے ہے کیونکہ وہ پاکیزگی کا سبب ہیں۔ گناہ کی چنگاریوں سے۔ تَحْلِیْمُ النَّاسِ فِی الْمَہْدِ یہ حال ہے یعنی تو ان سے کلام کرے گا بچپن کی حالت میں بطور اعجاز کے۔ وَکَهْلًا تَبْلِیْغَ کے طور پر۔ وَاِذْ عَلَّمْنٰکَ **نَحْنُ** : اس کا عطف اِذْ ایدتک پر ہے اور اسی طرح اِذْ تَخْلُقُ اور اس طرح اِذْ کَفَفْتَ اور اِذْ اَوْحِیْتَ الْکِتٰبَ لَکُمَا۔ وَالْحِکْمَۃَ وہ کلام جو مضبوط و با صواب ہو۔ وَالنُّوْرَ وَالْاِنْجِیْلَ تَخْلُقُ کا معنی تقدیر اندازہ کرنا۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ ایسی حالت جو پرندوں کی ہیئت جیسی تھی۔ بِاِذْنِیْ میرے آسان کر دینے کے ساتھ۔ فَتَنْفُخُ فِیْہَا اس میں ضمیر کاف کی طرف لوثی ہے۔ کیونکہ وہ اس ہیئت کا بیان ہے۔ جس حالت پر عیسیٰ علیہ السلام بناتے اور پھونک مارتے تھے۔ ضمیر اس ہیئت کی طرف نہیں لوثی جو اس کی مضاف الیہ ہے کیونکہ وہ ان کی تخلیق سے نہ تھی۔ اسی طرح ضمیر فَتَکُونُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ میں بھی۔ وَتَبْرِیْ الْاَکْھَمَۃَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ کو تخلیق پر عطف کیا گیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی قُبُورَ سَہْلٌ سے زندہ کر کے۔ بِاِذْنِیْ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح اور دوسروں اور ایک عورت اور ایک لوطی کو زندہ کر کے نکالا۔ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ یعنی یہود جبکہ انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اِذْ جُنَّتْھُمْ یہ کففت کا ظرف ہے۔ بِالْبَیِّنٰتِ لَقَالِ الدِّیْنُ کَفَرُوْا مِنْھُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

قرأت: حمزہ علی نے ساحر پڑھا ہے۔

وَ اِذَا وُحِّیْتُ اِلَى الْحَوَارِیِّیْنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ؕ قَالُوْۤا

اور جب میں نے وحی کے ذریعہ حواریین کو حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا

اٰمَنَّا وَاَشْهَدُ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۱۱ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسٰی

کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ بلاشبہ ہم فرماں بردار ہیں اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ

اِبْنُ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُنْزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ

ابن مریم! کیا آپ کا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے خوان نازل

السَّمَاءِ ؕ قَالَ اَتَقُوْا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۲ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ تَاْكُلَ

فرما دے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے

مِنْهَا وَ تَطْمِیْنُ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا وَ نَكُوْنُ عَلَیْهَا مِّنَ

کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم اس بات کو جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر

الشَّٰهِدِیْنَ ۝۱۳ قَالَ عِیْسٰی اِبْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً

گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ اے اللہ! جو ہمارا رب ہے ہم پر آسمان سے خوان نازل

مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا اَوَّلٰیْنَا وَ اٰخِرٰنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ ؕ وَ اَرْزُقْنَا

فرمادے جو ہمارے موجودہ لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور آپ ہمیں عطا فرمائیے!

وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّزٰقِیْنَ ۝۱۴ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنْزِلُهَا عَلَیْكُمْ ؕ فَمَنْ یَكْفُرْ بَعْدُ

آپ بہترین عطا فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ خوان تم پر اتاروں گا اس کے بعد جو

مِّنْكُمْ فَاِنِّیْ اَعَذِّبُهٗ عَذَابًا اَلًا اَعَذِّبُهٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۵

میں سے کسی کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔

آیت ۱۱: وَ اِذَا وُحِّیْتُ اِلَى الْحَوَارِیِّیْنَ خَیْرًا یٰ عِیْسٰی ؕ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ؕ اَمَّا وَاَشْهَدُ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ یعنی تم گواہ ہو کہ ہم اخلاص برتتے والے ہیں ان کے ساتھ۔ جنہوں نے اپنے چہروں کو سپرد کر دیا۔ فرمانبردار بنادیا۔

حواریوں کا مطالبہ:

آیت ۱۱۲: اِذْ قَالَ الْخَوَارِيُّوْنَ - (جب حواریوں نے کہا) یعنی اذکروا اذ اس وقت کو یاد کرو۔ یَعِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بن مریم! عیسیٰ منصوب ہے۔ کیونکہ اسکی حرکت ابن کی حرکت کے تحت ہے۔ مثلاً یازید بن عمرو۔ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ يُادَهُ كَرَدَے گا۔ یا کیا تیرا رب تیری بات مانے گا۔ اگر تو اس سے سوال کرے۔ استطاع اور اطاع ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسے استجاب اور اجاب۔ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ عَلٰی هَلْ یعنی ہل تستطیع سوال ربك پس مضاف حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو اس سے سوال کریگا بغیر کسی رکاوٹ کے جو تمہیں سوال سے باز کر دے۔ اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا قُرْآنًا: ہنکی اور نصیری نے یَنْزِلَ پڑھا ہے۔ مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ مادہ دسترخوان کو کہتے ہیں۔ جبکہ اس پر کھانا ہو۔ یہ مادہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی دینا عطا کرنا ہے گویا وہ عطا کرتا ہے اسکو جو اسکی طرف بڑھتا ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ نَظَاتَاتِ کے مطالبے میں اسکے بعد کہ معجزات ظاہر ہو چکے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اسلئے کہ ایمان تقویٰ کو لازم کرتا ہے۔ آیت ۱۱۳: قَالُوْا نُرِیدُ اَنْ نَّكُلَّ مِنْهَا - (ہم اس سے کھانا چاہتے ہیں) یعنی بطور تبرک وَتَطْمَیْنُ قُلُوْبُنَا اور یقین میں اضافہ ہو جائے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ وَلٰكِنْ لَّيَطْمَیْنَنَّ قُلُوْبُنَا (البتہ آیت: ۳۶۰)

مشاہدہ معجزہ اضافہ علم کیلئے:

وَنَعْلَمَنَّ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا یعنی ہم کھلی آنکھوں آپ کی سچائی جان لیں۔ جیسا کہ ہم نے استدلال سے جانی ہے۔ وَنَكُوْنُ عَلَیْهَا مِنَ الشَّاهِدِیْنَ اس کا جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ ان لوگوں کے لیے جو ہمارے بعد آئیں گے۔ اس بناء پر کہ سوال اضافہ علم کے لیے تھا۔ تعنت کی بناء پر نہ تھا۔

نزولِ مادہ کی دعا اور قبولیت:

آیت ۱۱۴: قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عَیْدًا (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے ہمارے رب! تو ہم پر آسمان سے مادہ اتار جو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہو) اس کی اصل یا اللہ ہے پس یا کو حذف کر دیا اور اس کے عوض یم لگا دی۔ بَنَاتِیَہِ نَدَاۤیَہِ ثانی ہے۔ یعنی اسکے نزول کا دن ہمارے لیے عید کا دن بن جائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا۔ اسی وجہ سے نصاریٰ نے اس کو عید بنایا۔ العید لوٹنے اور خوشی کو کہتے ہیں۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یوم عید پس اسکا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے سرور و خوشی کا باعث ہو۔ لَا تَزَلْنَا وَ لَا تَجْعَلْنَا لَیْلًا یَہِ تَلْنَا سے بدل ہے اور عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کیلئے جو ہمارے زمانہ میں ہمارے اہل دین ہیں اور ان کیلئے جو ہمارے بعد آئیں گے یا اس سے پچھلے لوگ بھی کھائیں گے جیسے پہلوں نے کھائی یا پھر یہ ہم سے پہلے لوگوں اور پیروکاروں کیلئے ہوگی۔ وَ اٰیۃٌ مِّنْکَ مِیْرٰی نبوت کی صحت پر پھر اسکو اپنے اس ارشاد سے اور مضبوط کیا۔ وَ اَرَزَقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّزٰقِیْنَ اور تو ہمیں دے جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے۔ اور آپ سب سے بہتر دینے والے ہیں۔

آیت ۱۱۵: قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنْزِلُهَا عَلَیْکُمْ۔ منزل لہا یہ تشدید کے ساتھ مدنی اور شامی اور عاصم نے پڑھا ہے۔ اتارنے کا وعدہ فرما دیا اور ان پر ایک شرط یہ کہ کر عائد کر دی۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدَ مِنْکُمْ (جو ناشکری کرے گا تم میں سے اس کے اتارے جانے کے بعد) فَاِنِّیْ اَعَذُّبُہٗ عَذَابًا۔ (تو بے شک میں اُس کو ایسا عذاب دوں گا) یعنی عذاب دینا۔ یہ سلام بمعنی تسلیم کی طرح ہے اور فہم

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؑ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ

اور جب اللہ کا فرمانا ہو گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے

مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ مَا إِنْ

سواہ معبود بنا لانا عرض کریں گے میں آپ کی پائی بیان کرتا ہوں میرے لئے یہ بات زیادہ نہیں ہے کہ کسی بات کہیں جس کے کہنے کا مجھے کئی حق نہیں اگر

كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۖ تَعَلَّمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ

میں نے کہا ہوتا تو وہ آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو میرے دل میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے دل میں ہے۔ بے شک

أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۖ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُ وَاللَّهُ رَبِّي وَ

آپ انہوں کے جاننے والے ہیں۔ میں نے ان سے سوائے اس کے کہ جو نہیں کہا جو آپ نے مجھے علم فرمایا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور

رَبِّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ

تمہارا رب ہے اور میں ان کے بارے میں باخبر تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ہی

الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۖ إِنَّ تَعَذُّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

ان کے گرد نظر کرتے ہیں اور آپ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو بے شک وہ آپ کے بندے ہیں

وَأَنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۖ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ

اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہو گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی

صَدَقَهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَضِيَ

نفع دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے

اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ

اور وہ جو ان کے درمیان ہے

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اعذابہ میں ضمیر مصدر کے لیے ہے اور اگر عذاب سے وہ مراد لیا جائے جس سے عذاب دیا جاتا ہے تو با کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لَا اَعْدَبُهُ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِيْنَ (کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مائدہ نہیں اترتا۔ اگر وہ اترتا تو قیامت تک کے لیے یوم عید بن جاتا۔ کیونکہ فرمایا۔ وَاِخْرَاجًا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ دسترخوان نازل ہوا۔ وہبؓ سے مروی ہے دسترخوان اترتا۔ اوپر سے ڈھکا ہوا۔ اس کو ملائکہ اڑا کر لائے۔ اس پر گوشت کے علاوہ ہر کھانا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس دسترخوان پر جو چاہتے پالیتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان پر صبح و شام اترتا تھا۔

حضرت عیسیٰؑ سے خصوصی سوال:

آیت ۱۱۶: وَادَّ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاٰمِیَ الْهٰیۡنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ وہ تمہیں اور تمہاری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالیں) جمہور اس بات پر ہیں کہ یہ سوال عیسیٰؑ سے قیامت کے دن ہوگا۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق و سباق ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب ان کو اس وقت کیا گیا۔ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اس کی دلیل اذ ہے۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ تَوَپَاک ہے اس بات سے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ مَا یُکُوْنُ لِیْ میرے لیے یہ مناسب نہیں۔ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقِّیْ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اِنْ کُنْتُ قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُ اگر یہ بات صحیح ہے کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں کہی تھی۔ تو تو اس کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معذرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہی۔ اگر میں نے کہی ہوتی تو تو اس کو جانتا کیونکہ تو عَلِمْتُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ جانتا ہے جو میری ذات میں ہے۔ میں آپ کی ذات میں جو کچھ ہے نہیں جانتا۔ نفس الٰہی ذات وحقیقت کو کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو میرے معلوم کو جانتا ہے۔ مگر میں تیرے معلوم کو نہیں جانتا اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ یہ دونوں جملوں کو اکٹھا پختہ کیا گیا کیونکہ جو کچھ نفوس میں ہے وہ من جملہ غیوب میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو علام الغیوب جانتا ہے اس کی طرف کسی کا علم نہیں پہنچتا۔

جواب عیسیٰ:

آیت ۱۱۷: اِنَّمَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہ۔ (میں نے وہی کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا) یعنی میں نے انکو حکم نہیں دیا مگر اس بات کا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی وضاحت و تفسیر کی اور کہا۔ اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبَّیْ وَرَبَّکُمْ۔ اَنْ مفسرہ ہے بمعنی ای۔ وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا انگر ان رہا۔ مَا دُمْتُ فِیْہِمُ اتنی مدت جتنا میں ان میں رہا۔ فَلَمَّا تَوَقَّیْتَنِیْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہِمُ رقیب حفیظ کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ میرے قول و فعل اور ان کے قول و فعل کے متعلق۔

معفرت و سزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں:

آیت ۱۱۸: اِنْ تَعَذَّبْہُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحٰکِیْمُ۔ (اگر آپ عذاب دیں تو وہ تیرے

بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دیں تو تو زبردست حکمت والا ہے) زجاج نے کہا عیسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ ان میں کچھ ایمان لائے اور بعض ان میں کفر پر قائم رہے۔ پس ان کے متعلق ان تعذبہم فرمایا یعنی اگر تو ان میں سے جو کافر ہوئے ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ جن کو تو جانتا ہے کہ انہوں نے تیری آیات کا انکار کیا تیرے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور تو اس سلسلے میں عدل کرنے والا ہے۔ انہوں نے حجت کے لازم ہو چکنے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر تو ان کو بخش دے جو ان میں سے کامیاب ہوئے اور ایمان لائے وہ محض تیرا فضل ہے۔ اور آپ زبردست ہیں۔ آپ کے ارادے کو کوئی باز نہیں کر سکتا۔ آپ اس سلسلے میں حکمت والے ہیں۔ یا زبردست طاقت والے ہیں۔ ثواب پر قدرت رکھتے ہیں حکمت والے ہیں۔ حکمت اور صواب سے ہی آپ سزا دیتے ہیں۔

سچائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے:

آیت ۱۱۹: قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ۔ (اللہ فرمائیں گے یہ ایسا دن ہے جس دن سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا) یوم کا مرفوع ہے۔ اور مضاف ہے اس طرح کہ یہ مل کر ہذا کی خبر بنتی ہے۔ یعنی اللہ فرمائیں گے۔ ہذا یوم ینفع الصادقین فیہ صدقہم المستمر فی دنیاہم والاخرتہم یہ ایسا دن ہے کہ اس میں سچے لوگوں کو ان کا مسلسل سچ دنیا اور آخرت میں فائدہ دے گا۔ یہ جملہ مبتداء اور خبر مل کر مفعولیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے جیسا کہ تم کہو۔ قال زید عمرو منطلق (عمرو منطلق مقولہ محل نصب میں ہے۔ یوم کا نصب نافع نے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ ظرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ لَہُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا) سے ان کی قابل قدر کوشش پر۔ وَرَضُوا عَنْهُ (اور وہ اس سے راضی ہو گئے) بھرپور جزاء سے۔ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یہ بہت بڑی کامیابی ہے) کیونکہ باقی رہنے والی ہے۔ بخلاف دنیا کی کامیابی کے کہ وہ فناء ہونے والی ہے۔

ملکیت عامہ سے ثبوت قدرت:

آیت ۱۲۰: لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ (اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے) اس کی شان بلند ہے اس سے جو اس کے متعلق نصاریٰ نے کہا۔ کہ اس کے ساتھ ایک اور معبود بھی ہے۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) روکنے دینے اور ایجاد کرنے اور فناء کرنے پر (ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رضا مند یوں کی توفیق عنایت کر دے اور ہمیں کامیاب لوگوں میں کر دے۔ اپنی جناب میں اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر)۔

سُورَةُ النَّازِعَاتِ وَهُوَ الَّذِي يَنْزِلُ فِي السَّيِّئَاتِ وَيُنْزِلُ فِي السَّيِّئَاتِ وَهُوَ الَّذِي يَنْزِلُ فِي السَّيِّئَاتِ وَهُوَ الَّذِي يَنْزِلُ فِي السَّيِّئَاتِ

سورۃ النعام کی ہے اس کی ایک سو پچیس آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۚ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا تاریکیوں کو اور روشنیوں کو

تُمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ ۱ ۚ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ

پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں ۱ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا کچھ سے پھر

قَضَىٰ آجَلًا ۚ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ ۝ ۲ ۚ وَهُوَ اللَّهُ

اہل مقرر فرمائی اور اس کے پاس ایک اہل مقرر ہے پھر تم شک کرتے ہو ۲ اور وہ اللہ ہے

فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۚ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝ ۳

آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمہارے باطنی حالات کو اور ظاہری حالات کو اور وہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ ۴ فَقَدْ

اور جب ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔

كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَشْبَٰهُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ ۵

سو بلاشبہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا۔ سو قریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا مذاق بنایا کرتے تھے۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّهِمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ يُمْكِنْ

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا“ ان کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جو تم کو

لَكُمْ ۚ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مَدْرَارًا ۚ وَجَعَلْنَا الْآلِهَةَ جُرُجًّٰی مِنْ

نہیں دیا اور ہم نے ان پر زور دار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنا دیں جو ان کے نیچے جاری

تَحْتَهُمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝ ۶

تھیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں

تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اس نے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اور در پردہ اس بات کی تعریف کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی حمد کی ضرورت نہیں۔ وہ ان کی تعریف سے بے نیاز ہے خواہ اس کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے۔ وہ واقع میں تمام تعریفوں کے لائق ہے۔

سماوات کے جمع اور ارض کے مفرد لانے کی وجہ:

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ السَّمٰوٰتِ جمع لایا گیا کیونکہ آسمان ایک دوسرے پر طبق کی صورت میں ہیں۔ الگ شکل والے ہیں۔ اور الارض زبثیں بھی اگرچہ جمہور کے نزدیک سات ہیں مگر ان کے لیے لفظ مفرد لائے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم شکل ہیں۔ اور ایک ماہیت رکھتی ہیں۔ صرف: جعل کا لفظ جب احدث اور انشاء کے معنی میں ہو تو مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جب صیغہ کے معنی میں ہو۔ جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبَدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (الزخرف: ۱۹) اس میں بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ نور و ظلمت قدیم ہیں۔ النور کو مفرد لائے کیونکہ جس مراد ہے۔ اور نور ایک ہی قسم ہے جو مختلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اندھیرے مختلف ہوتے ہیں۔ ظلمات کو جمع لائے کیونکہ ہر ایک چیز کی ظلمت الگ ہے۔ رات کی الگ۔ سمندر کی الگ۔ اندھیرے مقام کی الگ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اور ظلمات کو مقدم لایا گیا اس کی وجہ ترمذی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنے نور کا ایک چھینٹا ڈالا۔ پس جس پر وہ نور کا چھینٹا پڑ گیا۔ وہ ہدایت یاب ہو گیا۔ جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا (رواہ احمد ایضاً منسہ) ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ پھر کافر لوگ اس وضاحت کے بعد، ہر بَہْمٍ یَّعْدِلُوْنَ۔ پھر بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

نحوی تحقیق نمبر ۱:

جیسے تم کہو: عدلت ہذا ای ساویتہ بہ۔ میں نے اس کو اس کے برابر کر دیا ہے لیا گیا ہے۔ ہو بہم میں باء یہ عدل کا صلہ ہے۔ کفروا کا نہیں۔ نمبر ۲۔ یعدلون کے بعد اس کا صلہ عن محذوف ہے۔ یہ اعتراض کے معنی میں ہے اس صورت میں باء کفروا کا صلہ ہوگی۔ اور یعدلون کا صلہ عن محذوف ہوگا۔ اگر ثم الذین کفروا کو الحمد للہ پر معطوف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حقیقاً لائق حمد ہے۔ اس طور پر کہ سارے جہان کو پیدا کرنے والے ہیں۔ اور جہان کو پیدا کرنا محض اس کی نعمت ہے۔ لیکن پھر بھی کافراں کی نعمتوں میں برابر قرار دے کر اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ خلق السملوت پر عطف ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تو پیدا کیا جو پیدا کیا۔ جس کی تخلیق میں سوائے اس کے اور کسی کو قدرت نہیں۔ پھر بھی کافر ایسی مخلوق کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔ جس کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں۔ ثم کا لفظ یہاں تعجب کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیات اس قدر واضح ہونے کے بعد کافروں کا اس کے برابر دوسروں کو قرار دینا قابل تعجب ہے۔ اور بعید از

انصاف ہے۔

خالق وہی پھر بھی شک میں پڑے ہیں:

آیت ۲: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ۔ من یہ ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ یعنی ابتداء خلق اصلکم ای ادم منہ تمہارے اصل آدم کی پیدائش اسی سے کی۔ ثُمَّ قَطَعْنَا أَجْلًا پھر مدت موت کا فیصلہ کیا۔ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ وقت معین سے قیامت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ پہلے اجل سے مراد پیدائش سے موت تک اور دوسرے اجل سے موت و بعث کے مابین اور وہ برزخ ہے۔ نمبر ۳۔ اول نیز ثانی موت۔ نمبر ۴۔ ثانی سے بھی اول ہی مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و هو اجل مسمى ای معلوم وہ وقت مقرر یعنی معلوم ہے۔ **نَحْنُ**: اجل مسمی مبتداء اور خبر عندہ ہے اور مبتداء کو نکرہ ہونے کے باوجود مقدم کر دیا۔ کیونکہ خبر طرف ہے اور ظرف مؤخر ہی ہوتا ہے۔ اور نکرہ کی صفت آجانے سے وہ معرفہ کے قریب ہو گیا۔ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ پھر تم شک میں پڑے ہو۔ تَمْتَرُونَ مریۃ سے ہے۔ نمبر ۲۔ مراد سے ہے جس کا معنی جھگڑا کرنا۔ ثُمَّ اسْتِجَادُ کے لیے ہے۔ اس بات سے کہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو زندہ کرنے والے موت دینے والے اور ان کو اٹھانے والے ہیں۔

نحو و صرف:

آیت ۳: وَهُوَ اللَّهُ۔ **نَحْنُ**: یہ مبتداء فی السموات و فی الارض خبر ہے۔ نمبر ۱۔ لفظ اللہ کو صیغہ مشتق کہا جائے۔ گویا اس طرح ہو گیا ہو المعبود فیہا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ۔ الزخرف آیت ۸۲۔ نمبر ۲۔ اللہ کے لفظ کو علم کہا جائے تو مشتق کی تاویل سے اس طرح ہوگا۔ هو اللہ المعروف بالالہیۃ فیہا۔ وہی اللہ الوہیت کے ساتھ معروف ہے ان دونوں میں۔ نمبر ۳۔ اللہ کے لفظ کو علم مان کر هو الذی یقال له اللہ فیہما وہ وہی ہے جس کو ان دونوں میں اللہ کہا جاتا ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔ **نَحْنُ**: یہ دوسری خبر ہے۔ یا ابتدائی کلام ہے۔ یعنی وہ تمہاری باطنی اور ظاہری حالت کو جانتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ بھلائی برائی میں سے اور وہ اس پر ثواب و عذاب دے گا۔

عدم تدبر انجام کی سوچ نہ ہونے سے ہے:

آیت ۴: وَمَا تَنْتَبِهُوا مِنْ آيَةٍ۔ اس میں مِنْ استغراق کے لیے ہے۔ مِنْ آيَةٍ رَبِّهِمْ اس میں مِنْ جمعیہ ہے۔ یعنی جو کوئی دلیل کبھی ان کے سامنے ظاہر ہوتی ہے جس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ان پر غور و تدبر چھوڑنے والے ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کو بہت کم خوف اور انجام کی سوچ نہیں ہے۔

آیت ۵: فَقَدْ كَذَّبُوا اس کو محذوف کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان كَانُوا معرضین عن الآیات فقد كذبوا۔ اگر یہ آیات سے منہ موڑ رہے ہیں تو انہوں نے واقعہ حق کو جھٹلایا۔ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ یعنی وہ جو کہ عظیم ترین نشانی اور سب سے بڑا معجزہ ہے اور وہ قرآن ہی تو ہے جس کے ذریعے ان کو چیلنج کیا گیا۔ جس کے جواب میں وہ عاجز رہے۔

قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی:

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمُ الْبُيُوتُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ یعنی اس چیز کی خبریں جس کو وہ جھٹلاتے تھے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآن کی خبریں اور جو حالات اس نے بیان کیے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عنقریب وہ جان لیں گے کہ کس چیز کے ساتھ انہوں نے استہزاء کیا ہے یہ اس وقت پتہ چلے گا جب دنیا میں ان پر عذاب اترے گا۔ یا قیامت کے دن نازل ہوگا یا اسلام کے ظہور و غلبے کے وقت (جیسا کہ دشمن ذلیل ہوئے الحمد للہ علی ذالک)

گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑو ان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی:

آیت ۶: اَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ مَكَّدَيْنَا لَكُمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ تَكْفُرُ بِهٖ۔ قرن سے مراد ہر زمانے والوں کے ختم ہونے کی مدت اور وہ اسی سال یا ستر سال ہے۔ مَكَّدْنَاهُمْ۔ یہ قرن کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع جر میں ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع لائے۔ فی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ تَمَكِّنْ فِي الْبِلَادِ سے مراد قدرت بخشا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے اہل مکہ کو وہ کچھ نہیں دیا جو عاد و ثمود کو دیا گیا تھا۔ ان کے اجسام بڑے۔ اموال میں وسعت اور اسباب دنیا کی فراوانی۔ وَارْسَلْنَا السَّمَاءَ۔ السماء سے بارش مراد ہے۔ عَلَيْهِمْ مَقْدَرًا مِّمَّا زَيَّادَہِ السَّمَاءِ سے حال ہے۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ تحت کا مضاف الیہ اشجار ہم مطلب یہ ہے کہ وہ پھلوں اور نہروں میں خوشحالی سے جیے اور بارش کی کثرت سے سیراب کیے گئے۔ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ اور ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہ آ سکی۔ وَانْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْوٰنًا اٰخَرِيْنَ (اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں) ان کے بدلے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ قَرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝۷ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۝۸

اور اگر ہم اتار دیں آپ پر کاغذ میں لکھا ہوا کوئی نوشتہ پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیں تب بھی کافر لوگ

یوں کہیں گے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر صریح جادو ہے ۷ اور وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ

وَلَوْ أُنْزِلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۝۸ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ

مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلِيْسُونَ ۝۹ وَلَقَدْ

بناتے تو اس کو آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑ رہے ہیں اور بلاشبہ

اسْتَهْزَؤُا بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ

آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق

يَسْتَهْزِءُونَ ۝۱۰ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اڑایا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا

الْمُكَذِّبِينَ ۝۱۱

کیا انجام ہوا۔

آیت ۷: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ قَرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ یہ ماقبل کی تاکید ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تو آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔ اور بعض ائمہ نے پن کی حجت بازی بنالیں۔ لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ حق کے ساتھ محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کے باوجود کہ حق ظاہر ہو چکا۔

عدم مہلت زیادہ شدید ہے:

آیت ۸: وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ نَذِيرٌ مِّنْ رَبِّهِ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ یہ ماقبل کی تاکید ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تو آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔ اور بعض ائمہ نے پن کی حجت بازی بنالیں۔ لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ حق کے ساتھ محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کے باوجود کہ حق ظاہر ہو چکا۔

جائیں گی۔ یہاں ہم کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد کہ انہوں نے دو باتوں کو واضح کر دیا۔ معاملہ کا فیصلہ اور عدم مہلت۔ آیت میں عدم مہلت کو فیصلہ سے زیادہ شدید قرار دیا گیا۔ کیونکہ کسی مصیبت کا اچانک ٹوٹ پڑنا اصل مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔

فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے:

آیت ۹: وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا اَگر ہم رسول کو فرشتہ کی صورت میں بھیجیں جیسا کہ ان کے خیالات میں ہے کیونکہ وہ کبھی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نہیں اترا اور کبھی کہتے یہ تو تم جیسا انسان ہے۔ (نبوت اس کو نہیں دی گئی) اگر اللہ چاہتا تو فرشتہ ضرور اتارتا۔ لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا س کو ضرور صورت انسانی میں بھیجتے۔ جیسا کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمومی حالات میں وحی بکلی صورت میں آتے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی شکل میں دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ وَلَكَبَسْنَاهُ عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ان پر ہم خلط ملط کر دیتے۔ اور اس کے معاملے کو ان پر مشتبہ کر دیتے۔ اس لئے کہ اس کا راستہ بھی تیرے والا راستہ تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس فرشتوں کو صورت انسانی میں دیکھ کر کہتے کہ یہ انسان ہے فرشتہ تو نہیں۔ کہا جاتا ہے لبست الامر على القوم۔ والبسته جبکہ وہ ان پر مشتبہ اور مشکل ہو جائے۔ پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کی طرف سے پہنچنے والے استہزاء پر تلی دی۔

تسلیم برائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

آیت ۱۰: وَلَقَدْ اٰمَنَتْهُمْ بِرُسُلِيْ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ پس ان کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔ حالانکہ وہ برحق ہے اس لیے ان کو اس کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہلاک کر دیا گیا۔ مِنْهُمْ یہ سَخِرُوا کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ (التوبہ: ۷۹) اور ہم کی ضمیر رسل کی طرف جاری ہے۔ قراءت: لقد کا دال الیوم و حفص کے نزدیک مکسور ہے۔ کیونکہ دوسرا کن جمع ہیں۔ اور دوسرے قراء نے دال کا ضمہ استہزی کی تاکہ ضمہ کی اتباع میں پڑھا ہے۔

نکتہ: فَا اور ثم لانے کا فرق:

آیت ۱۱: قُلْ يَسِّرْوَا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِيْنَ۔ (آپ فرمادیجئے کہ چلو زمین میں پھرو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) فانظروا اور ثم انظروا میں فرق یہ ہے کہ فانظروا میں نظر کو سیر کا سبب قرار دیا گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا سیر والا جل النظر ولا تسیروا سیرا لغافلین کہ تم عبرت کی خاطر سیر کرو۔ اور چلو پھرو۔ اور غافل لوگوں کی طرح مت چلو۔ سیر وا فی الارض ثم انظروا کا معنی یہ ہے۔ کہ زمین میں تجارت وغیرہ کی غرض سے بھی سیر و سفر مباح ہے۔ اور ہلاک شدہ لوگوں کے آثار پر غور و فکر واجب ہے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ثم لایا گیا۔ کہ مباح اور واجب میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلْ لِلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهٖ

آپ فرما دیجئے اس کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے اس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم

الرَّحْمَةِ ۚ لِيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ الَّذِيْنَ

فرما لیا ہے ' وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ' جن لوگوں نے

خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۷ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِی الْاَيْلِ

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے ' اور اسی کے لئے ہے جو ساکن ہے رات میں

وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۱۸ قُلْ اَغٰیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور دن میں ' اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے ! کیا میں اللہ کے سوا کسی کو مددگار

وَلِیًّا فَاَطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ۚ قُلْ

بنا لوں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ کھاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔ آپ فرمائیے !

اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَشْرِکِیْنَ ۝۱۹

بلشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا ' اور آپ ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جائیے۔

قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصٰیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۲۰

آپ فرما دیجئے ! کہ بے شک ! میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں '

آیت ۱۲: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ بِحُجُوْبٍ: من استفہامیہ ہے اور ماہ الذی کے معنی میں ہے۔ ماموضع مبتداء میں مرفوع ہے۔ اور لمن اس کی خبر ہے۔ قُلْ لِلّٰہ میں اس بات کو پختہ کیا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس میں میرے اور تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی:

کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهٖ الرَّحْمَةِ کتب کا اصل معنی واجب کرنا ہے۔ مگر اس کو ظاہر پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو بندے کی کوئی چیز لازم نہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پختہ عہد کیا ہے اور وہ اس کو ہر صورت پر پورا فرمانے والے ہیں۔ نفس کا ذکر خاص کرنے اور وساطت ختم کرنے کے لیے کیا۔ پھر ان کو غور و فکر میں غفلت کرنے اور اپنے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک ٹھہرانے پر ڈرایا۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اپنے اس ارشاد سے لِيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی يَوْمِ

الْقِيَمَةِ۔ وہ ضرورتاً ہمارے شرک پر تمہیں سزا دے گا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس دن میں کوئی شبہ نہیں۔ یا جمع کرنے میں کوئی شبہ نہیں۔

دو تراکیب:

الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ (جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا) یہ منصوب علی الذم ہے تقدیر کلام یہ ہے ارباب الذین خسروا انفسهم باختیارهم الکفر۔ کہ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو کفر اختیار کر کے نقصان میں مبتلا کیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قول اخفش۔ الذین یہ بدل ہے لیجمعنکم کے ٹکڑے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیجمعن هؤلاء المشرکین الذین خسروا انفسهم۔ وہ ضرور ان مشرکین کو جمع کرے گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔ اور بہتر قول پہلا ہے کیونکہ سیبویہ نے کہا۔ اس طرح کہنا درست نہیں۔ مردت ہی المسکین ولا بلک المسکین۔ کہ تم اس میں مسکین کو یا سے بدل بناؤ یا کاف سے بدل بناؤ۔ کیونکہ وہ دونوں نہایت واضح ہونے کی بناء پر بدل و تفسیر کے محتاج نہیں۔

جب وہ مدبر کائنات ہے تو ہر حرکت و سکون کا مالک بھی وہی ہے:

آیت ۱۳: وَلَهُ اس کا عطف اللہ پر ہے۔ مَا سَكَنَ فِی الْبَلَدِ وَالنَّهَارِ بُرْہا۔ یہ السکنی سے لیا گیا ہے تاکہ ساکن و متحرک دونوں کو شامل رہے۔ یا نمبر ۲۔ السکون سے ہے مطلب اس طرح ہے کہ ماسکن و متحرک فیہما جو دن رات میں سکون و حرکت کرتا ہے ضدین میں ایک کا تذکرہ کافی ہے۔ جیسا فرمایا تفسیر الحرح۔ اکل آیت ۸۱۔ تو الحرح البر و مراد ہیں۔ اسی طرح سکون کو ذکر کیا کیونکہ یہ حرکت سے زیادہ ہے۔ اس میں مشرکین کے خلاف دلیل دی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق الکل ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس کو دابر الامور بھی مانتے تھے۔ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ ہر مسموع کو سنتا اور ہر معلوم کو جانتا ہے۔ پس جس چیز پر دلیل و نہار مشتمل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

نحو و قرأت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار:

آیت ۱۴: قُلْ اَغٰیثَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَتٰی۔ (کیا میں اللہ کے سوا کسی (اور) کو مددگار بنا لوں) ولی کا معنی ناصر و معبود ہے۔ یہ اَتَّخِذُ کا مفعول ثانی ہے اور پہلا مفعول اَغٰیثَ ہے۔ یہاں ہمزہ استفہام کو اَتَّخِذُ کے مفعول پر داخل کیا گیا ہے۔ خود اَتَّخِذُ پر نہیں۔ کیونکہ انکار غیر اللہ کو کارساز بنانے کا ہے۔ ولی بنانے کا انکار نہیں۔ اسلئے اسکو شروع میں لانا زیادہ مناسب تھا۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان میں جو پڑھا جائیگا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یعنی وہ انکا ایجاد کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے فاطر کا معنی اچھی طرح واضح نہ تھا۔ یہاں تک کہ دو اعرابی میرے پاس ایک کنویں کا جھنڈا لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا انا فطر تھا کہ میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ وہ رزق دیتا ہے اس کو رزق دیا نہیں جاتا۔ یعنی تمام منافع کا اختیار اسی ہی کو ہے۔ اور اسکے حکم کے خلاف انتفاع جائز نہیں۔ قُلْ اِنِّیْ اَمْرٌ اَنْ اُکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (آپ فرما دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا) کیونکہ نبی اکرمؐ امت سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَبَدَّلَ الْمَرْءَ وَآلَہٗ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ الانعام آیت ۱۶۳۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُنْشَرِکِیْنَ تم ہرگز مشرکین

مَنْ يُصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۶﴾ وَإِنْ

اس دن جس سے عذاب ہٹا دیا گیا سو میرے رب نے اس پر رحم فرمایا اور یہ سب کچھ ہوئی کامیابی ہے اور اگر

يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَمَسُّكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس تکلیف کا دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچا

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾

دے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے باخبر ہے۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَتَوَّجِحِي

”آپ فرما دیجئے کہ گواہی کے لئے سب سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف

إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأَنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۖ أَنتُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ

یہ قرآن وہی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے اسے ڈراؤں، کیا تم گواہی دیجئے ہو کہ

مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ ۖ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي

اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا، آپ فرما دیجئے کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور بلاشبہ میں

بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۱۹﴾ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو، جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ انہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو

أَبْنَاءَهُمْ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾

پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ضائع کر دیا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سے نہ بنوا اور مجھے کہا گیا ہے ولا تتکونن من المشرکین۔ نون خفیفہ کے ساتھ اور اگر اس کا عطف ماقبل پر لفظ ہوتا تو کہا جاتا۔ والا اکون۔ مطلب یہ ہے کہ امرت بالاسلام و نہیت عن الشرک مجھے اسلام کا حکم دیا گیا اور شرک سے روکا گیا ہے۔

اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ اتم ہے:

آیت ۱۵: قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ یعنی مجھے خطرہ ہے بڑے دن کے عذاب کا اور وہ قیامت ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ بَخِجُوہ: جس شرط فاعل اور مفعول یہ کے درمیان آرہی ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

آیت ۱۶: مَنْ يُصْرِفْ عَنْهُ لِعَنِي عَذَابٌ يُؤْمَدُ فَقَدْ رَحِمَهُ رَبُّهُمُ كَرَمٌ عَظِيمٌ اور وہ ظاہری نجات ہے۔
 قراءت: مَنْ يُصْرِفْ معروف پڑھا حذر علی اور ابو بکر نے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے عذاب پھیر دیا۔ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

نفع و ضرر پر اختیار اسی کو ہے:

آیت ۱۷: وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَضَرٌّ مِنْهُ ضَرٌّ يَأْتِيكَ اور اسی قسم کی آزمائش فَكَلَّا تَكَاشَفَ لَكَ إِلَّا هُوَ كَوْنِي اس کے سوا اس کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَجَيْسٌ عَيْنَايَ اور صحت۔ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور وہ اس کے دوام اور ازالہ پر قدرت رکھتا ہے۔

نحوی ترکیب:

آیت ۱۸: وَهُوَ الْفَاقَهُوْهُ بِمَبْدَءٍ اور خبر ہے۔ یعنی غالب و مقتدر ہے۔ فَوْقَ عِبَادِهِ یہ دوسری خبر ہے یعنی ان پر قدرت سے غالب ہے۔ الْقَهْرُ مراد کو پالینا۔ جبکہ دوسرا اس کو پالینے میں رکاوٹ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ اپنے مقصد کے نفاذ میں۔ الْغَبِيرُ اپنے بندوں میں سے اہل قہر کو جاننے والا ہے۔

قرآن کے وحی ہونے پر اللہ کی شہادت کافی ہے..... نحوی تحقیق:

آیت ۱۹: قُلْ أَنتُمْ شَيْءٌ وَكُنْتُمْ شَهَادَةً أَيْ شَيْءٌ وَكُنْتُمْ شَهَادَةً اور اُن کُتُبُ اس کی خبر ہے۔ شہادۂ تمہیر ہے۔ اسی سے ایک ایسا لکھ ہے کہ اس سے مضاف الیہ کا بعض مراد ہوتا ہے۔ جب یہ استفہام کے لیے ہو تو اس کا جواب مضاف الیہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اور اسی کا جواب ہے یعنی اللہ اکبر شہادۂ کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت سب سے بڑی ہے پس لفظ اللہ مبتداء اور خبر محذوف ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ شیء کے لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا جاسکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیء موجود کو کہتے ہیں اور شیء معدوم پر بولا ہی نہیں جاسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے پس شیء ہوا۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیء لا کمالا شیاء اللہ تعالیٰ شیء ہے مگر اشیاء کی طرح نہیں۔ پھر جملہ ابتدائیہ لایا گیا۔ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ یعنی ہو شہید بینی و بینکم۔ وہ گواہ ہے میرے اور تمہارے مابین اور یہ بھی درست ہے کہ جواب اس طرح ہو۔ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان شہید ہے۔ تو سب سے بڑی شے شہید کی آپ کے حق میں گواہی ہے۔ وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ لِأَنْذَرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغْ جَنِّ كَوْنِ قُرْآنِ قِيَامَتِ کی ساعت تک پہنچے گا حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جس کو قرآن پہنچ گیا گویا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (یہ موقوف روایت ہے) اور مَنْ مَحَلِّ نَسَبٍ میں کُم پر معطوف ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ وَمَنْ بَلَغْ اور بَلَغْ کا فاعل ضمیر ہے جو قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ أَيْنَكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ یہ استفہام انکاری ہے اور تکلیف کفار کے لیے لایا گیا ہے۔ قُلْ لَا أَشْهَدُ جس کی تم گواہی دیتے ہو۔ اس کو دوبارہ لائے۔ قُلْ تَاكِيدُ

کے ساتھ۔ اِنَّمَا هُوَ الْاِلهُ وَاحِدٌ مَّا نَعْبُدُ کے عمل کو روک دیا۔ ہو مبتداء ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور واحد اس کی صفت ہے۔
یاماء الذی کے معنی میں کل نصب میں ہے بوجہ ان کے اور ہو مبتداء ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور جملہ الذی کا صلہ ہے اور واحد خبر
ان ہے۔ اور یہ چیز زیادہ بہتر ہے۔ وَ اِنِّیْ بَرِیُّۤہُمْ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ شریک کرتے ہو اس کے ساتھ۔

اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں:

آیت ۲۰: اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا الْکِتٰبَ یعنی یہود و نصاریٰ اور کتاب سے تورات و انجیل مراد ہیں۔ یَعْرِفُوْنَ یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو آپ کے چہرے اور مہرے اور دونوں کتابوں میں ثابت شدہ صفات کے ساتھ۔ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اِنْتَاء ہُمْ ان کے
چہروں اور ان کی صفات کے ساتھ۔ یہ اہل مکہ کے سامنے گواہی اور شہادت پیش کی۔ کہ اہل کتاب آپ ﷺ کو جانتے اور آپ کی
نبوت کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ یعنی مشرکین میں سے اور عبادی اور ضدی اہل کتاب میں
سے۔ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ؕ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے۔ اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے

الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ

کامیاب نہیں ہوتے۔ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے ہم کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں

شُرَكَاءُكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فَتْنُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا

ہمارے شریک جن کے بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ پھر نہ ہو گا ان کا فریب اس کے سوا کہ وہ کہیں گے

وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۱۳﴾ أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

تم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو کیا جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور وہ سب کچھ غائب ہوا

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۱۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ؕ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ

جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔ اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَإِنْ يَرَوْا كَلًّا آيَةً لَا

پر دے ڈال دیتے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن کر دیا ہے۔ اور اگر یہ لوگ ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تب

يُؤْمِنُوا بِهَا ؕ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا

بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں، جنہوں نے کفر کیا

إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْوُونَ عَنْهُ ؕ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور وہ لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے دور ہوتے ہیں۔

وَأِنْ يُّهْلِكُون إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۶﴾

اور وہ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی ہی جانوں کو اور سمجھتے نہیں ہیں۔“

یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں:

آیت ۲۱: وَمَنْ أَظْلَمُ یہ استفہام نفی کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی ان سے بڑھ کر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا کوئی نہیں۔ الظلم کسی چیز کو اپنے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا۔ اور سب سے بدترین ظلم یہ ہے کہ حقوق کو معبود بنادیا جائے۔ مِمَّنْ افْتَرَىٰ جس

نے جھوٹ باندھا۔ عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا وہ اس کی ایسی صفت بیان کرتا ہے جو اس کے لائق نہیں۔ اَوْ کَذَّبَ بِالْحَقِّ قرآن اور معجزات کو۔ اِنَّہٗ ضمیر شان ہے۔ بیشک معاملہ اور شان یہ ہے کہ لَا یَفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ انہوں نے دو باطل باتیں جمع کر لیں پس اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات جھوٹ لگا کی جس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو جھٹلایا جو پختہ دلیل سے ثابت ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور قرآن مجید اور معجزات کو سحر کا نام دیا۔

تمام کا حشر:

آیت ۲۲: یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا یومِ نحشرہم مفعول بہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذکر یومِ نحشرہم اور جمعیاً حال ہے مفعول کی ضمیر سے ثُمَّ لَقَوْلٌ لِّلَّذِیْنَ اٰسَرُوْا شَرِکَیْہِا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو۔ یہ تو بخ کے طور پر کہا جائے گا۔ قراءت یعقوب نے نحشرہم اور نقول میں یحشرہم اور یقول یاء سے پڑھا ہے۔ اَیْنَ شَرَّکَاؤُكُمْ یعنی تمہارے وہ معبود جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا۔ اَلَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کو تم اپنے خیال میں شریک سمجھتے ہو۔ یَحْشُرُکُمْ: دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کفر کا بے وقت انکار:

آیت ۲۳: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ: قراءت: حمزہ اور علی نے یکن یا سے پڑھا ہے۔ فَسْتَنْہَمُ اِنْ کَفَرَاۤ اَلَا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ یعنی پھر ان کے اس کفر کا انجام جس کو انہوں نے ساری عمر لازم پکڑا اور اس پر لڑائیاں کیں اور بیزاری ہوگی اور اس کو اختیار کرنے کی نفی ہوگی۔ پھر ان کا یہ جواب ہوگا (وَاللّٰہُ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ) پس اس جواب کو فتنہ اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ جھوٹ ہے۔ قراءت: الفتنۃ کو کی نے مرفوع پڑھا ہے اور اسی طرح شامی اور حفص نے بھی۔ جن قراء نے تکن تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور فتنہ کو رفع دیا۔ تو انہوں نے اس کو لم تکن کا اسم قرار دیا۔ اور ان قائلو کو خبر۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کی آزمائش ان کی یہ بات ہوگی۔ جن قراء نے تاء سے پڑھا ہے لیکن الفتنۃ کو منصوب پڑھا تو انہوں نے فتنہ کو مقلوبہ قرار دیا۔ حمزہ اور علی نے ندا کی وجہ سے ربنا کو منصوب پڑھا ہے۔ یا ربنا۔ دوسرے قراء نے اللہ تعالیٰ کے اسم کی صفت قرار دیکر مجرور پڑھا ہے۔

اپنے منہ اپنی تکذیب:

آیت ۲۴: اَنْظُرْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تکذّبوا عَلٰی اَنْفُسِہِمُ یہ بات کہہ کر کہ ہم مشرک نہ تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ملاحظہ کریں گے اور مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اسی طرح مومنین کی دوسرے مومنوں کے متعلق شفاعت دیکھیں گے تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ آؤ شرک چھپائیں شاید کہ ہم بھی اہل توحید کے ساتھ نجات پا جائیں۔ پس اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء دی جائے گی۔ اَیْنَ شَرَّکَاؤُكُمْ اَلَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (انعام: ۲۲) تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم شریک گمان کرتے تھے۔ مشرک اس وقت کہیں گے۔ وَاللّٰہِ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ (انعام: ۲۳) کہ اے اللہ ہمیں آپ کی ربوبیت کی قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا۔ اور ان کے جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وَصَلَّ عَلَیْہِمْ اور ان سے غائب ہو

جائیں گے۔ مَا كَانُوا يَنْتَرُونَ جن کی الوہیت اور شفاعت کو جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت ۲۵: وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ جَبَلٌ أَسْفَلَ مِنْهَا قَرَأَ نَارَ الْجَهَنَّمَ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ابوسفیانؑ ولیدؑ نضر اور ان کے ہم مثل جمع ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سننے لگے۔ ان تمام نے نضر کو کاحمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ میں گزشتہ زمانے کی حکایات تمہیں سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کو سچا خیال کرتا ہوں۔ اس پر ابو جہل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دلوں پر پردے ہیں:

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً۔ اکنہ جمع اکنان کی اس کا معنی پردے۔ اکنہ کی نظر عنان اور اعنہ آئی ہوئی ہے۔ اَنْ يَفْقَهُوْهُ اس کراہت سے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَلَقَدْ اِذَا لِيْهِمْ وَقُرْاٰنًا مَعْنٰی بُوْجھ جو سننے سے مانع ہو۔ وقر کو مصدر کی وجہ سے واحد لائے۔ اس کا عطف اکنہ پر ہے۔ اور مسئلہ اصلح للبعد میں یہ ہمارے لیے حجت ہے معتزلہ کے خلاف۔ وَاِنْ يَّوْا۟ا۟ كُلُّ اٰیَةٍ لَا يُوْمِنُوْا بِهَا حَتّٰی اِذَا جَآءَ وَكَ يَجَادِلُوْكَ يَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ حَتّٰی جملہ اذا جاء وک کی طرف مضاف ہے۔ اور یجادلونک موضع حال میں ہے۔ اور حتی جارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اذا جاء وک موضع جرم میں ہو اس وقت حتی کے بعد وقت مجہینہم ہوگا اذا جاؤ وک مصدر کے معنی میں ہو جائے گا۔ اور یجادلونک حال ہے اور یجادلونک اس کی تفسیر ہے مطلب اس طرح ہوگا نہ بلغ تکذیبہم الایات الہی انہم یجادلونک وینا کروناک ان کی تکذیب آیات اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ آپ سے جھگڑا کرتے اور اس کو اوپر اترار دیتے ہیں۔ اور ان کے مجادلہ کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ وہ کہتے ہیں اِنْ هٰذَا اِلَّا سَاطِرٌ مِّمَّا۟ تَلٰوْنٰں مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھوٹوں کا پلندا اترار دیتے ہیں۔ اساطیر کا واحد اسطورہ ہے۔

دہرے گناہ کے مرتکب:

آیت ۲۶: وَهُمْ لَیْسَ بِمُشْرِکِیْنَ بِنَبِیِّہٖۡنَ عَنْہُ وہ لوگوں کو قرآن سے منع کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ آپ کی اتباع اور ایمان سے روکتے ہیں۔ وَيَنْتَوْنٰ عَنْہُ اور اپنے نفوس کو دور کرتے ہیں۔ پس خود گمراہ ہوتے ہیں اور کرتے ہیں۔ وَاِنْ یَّهْلِكُوْا۟ اس کے ساتھ اِلَّا اَنْفُسُہُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ یعنی نقصان ان سے دوسروں کی طرف تعدی نہیں کرے گا۔ اگرچہ ان کے اپنے خیال میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ابو طالب ہے۔ کیونکہ وہ قریش کو آپ ﷺ پر تعرض کرنے سے روکتا۔ مگر وہ آپ پر ایمان نہ لاتا۔ بلکہ ایمان سے دور ہوتا۔ تفسیر اول زیادہ مناسب ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتَنَّا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ

اور آپ اگر اس وقت دیکھیں جب وہ کھڑے کئے جائیں گے دوزخ پر تو کہیں گے ہائے! ہماری بربادی کا کاش ہم واپس کر دیئے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو

رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ بَلْ بَدَأَ الْهَمَّ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ

نہ جھٹلاتے! اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے! بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اس سے پہلے چھپایا کرتے

قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوا

تھے وہ ظاہر ہو گئی اور اگر وہ واپس کر دیئے جائیں تب بھی وہ کام کریں گے جس سے وہ منع کئے گئے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا

إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٧٩﴾ وَلَوْ تَرَى إِذْ دُفِنُوا

کرس بھی ہے ہماری دنیا والی زندگی اور ہم نہیں ہیں اٹھائے جانے والے' اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کھڑے کئے جائیں گے

عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۖ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ

اپنے رب کے حضور رب تعالیٰ شانہ کا سوال ہو گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب میں کہیں گے کہ ہاں، ہاں۔ بس یہ حق ہے! اب تعالیٰ شانہ فرمائیں گے

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٠﴾

کہ چکھ لو عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔“

تکذیب پر قیامت میں افسوس:

آیت ۲: وَلَوْ تَرَىٰ اس کا جواب محذوف ہے اگر تم دیکھو۔ تو ایک عظیم چیز کا مشاہدہ کرو۔ اِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ وہ آگ ان کو دکھائی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب اس کا معائنہ کر لیں گے یا ان کو پہلے صراط پر آگ کے اوپر ہی روک لیا جائے گا۔ فَقَالُوا يَلَيْتُنَا نَرُودُ دُنْيَا کی طرف۔ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا ایمان لانے کے لئے کریں گے اور اگر ان کی تمنا پوری ہوئی پھر وہ یہ کہتے ہوئے ابتداء کریں گے۔ وَلَا نَكْذِبُ بَابِلَ رَبَّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اس حال میں کہ وہ ایمان کا وعدہ کرنے والے ہونگے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم تکذیب نہ کریں گے۔ بلکہ ایمان لائیں گے وَلَا نَكْذِبُ وَنَكُونُ حمزہ اور حُفص نے تمہنی کا جواب ہونے کی وجہ سے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اُن کو مضمر مانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم لوٹائے گئے تو تکذیب نہ کریں گے اور مؤمن ہو جائیں گے۔ بلکہ شامی نے وَنَكُونُ میں ان دونوں قراء کی موافقت کی ہے۔

آیت ۲۸: بَلْ جَسَّاسٍ كُفٍّ أَفْكَرٍ ۚ اس کے پورا کرنے سے اضراب و اعراض کے لیے ہے۔ بِذَٰلِہُمْنَ اَن کے لیے ظاہر ہوا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِيقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی طاعات کو چھڑایا یہی تک کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے گی

قَالُوا يَحْسَرْتَنَا عَلَى مَا قَرَرْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ

تو کہیں گے کہ ہمارے حسرت اس پر جو ہم نے دنیا میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمزوری پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

الْإِسَاءَ مَا يَزُرُونَ ﴿٣٩﴾ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

خبردار! برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھا رہے ہیں مے اور نہیں دنیا والی زندگی مگر ایک لمحہ اور لہو..... اور البتہ آخرت والا مگر

لِلَّذِينَ يَقُولُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣١﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي

ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو برہنہ گاری اختیار کرتے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟“ ”ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ

يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يَكْدِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَحَدُّونَ ﴿٣٧﴾

کرتی ہیں۔ سو یہ یقینی بات ہے کہ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے اور یکن غلم کرنے والے اللہ کی آجوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبْرٌ وَعَالِي مَأْكُذِّبُوا وَادُّوا حَتَّى

اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا سو انہوں نے جھٹلائے جانے پر اور ایذا میں پہنچنے پر صبر کیا یہاں تک

أَتَهُمْ نَصْرُنَا ۖ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبِيٍّ

کہ ان کے پاس جاری ہو آگئی اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اللہ پیغمبروں کی بعض خبریں آپ کے

الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾

پاس پہنچ چکی ہیں

منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانا ہوگا:

آیت ۳۱: قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ آخِرَتِ اور اس کے متعلقات پہنچ جانے کے سبب یا اس کا ظاہری مطلب لیا جائے گا۔ کیونکہ منکرین بعثتِ رویت باری کے منکر ہیں۔ حتیٰ یہ کذبِ بوا کی غایت ہے خوس کی غایت نہیں کیونکہ ان کے نقصان کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اِذَا جَاءَ تَهُمُ السَّاعَةُ السَّاعَةُ سے مراد قیامت ہے کیونکہ اس کے متاخر ہونے کی مدت بعدِ ازلے زمانہ سمیت ایک گھڑی کی طرح ہے۔ بَعَثْنَا اَحَاکِمَ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی باعثة ہوئے کی وجہ سے

منسوب ہے۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح تھی۔ بغتہم الساعة بغتہ کسی چیز کا کسی شخص پر بغیر اس کے کہ اس کا وقت معلوم ہو آجانا۔ قَالُوا يَحْسُرُنَا اَنفُسُ كِي نَدَاءُ ہے۔ اس کا معنی اے انفس تو آ موجود ہو۔ یہ تیرا وقت ہے۔ عَلٰی مَا قَرَّطْنَا جَوْہِمَ نَے کوتاہی کی فہمہا دنیا کی زندگی میں۔ یا قیامت کے متعلق اعتقاد میں۔ یعنی ہم نے اس کی شان کو گھٹایا۔ اور اس پر ایمان لانے میں کوتاہی کی۔ وَهُمْ يَحْمِلُونَ اَوْ زَادَهُمْ۔ اوزار کا معنی گناہ ہے۔ عَلٰی ظُہُورِهِمْ پست کو خاص طور پر ذکر کیا۔ پست ہی بوجھ کے لیے عموماً مقرر ہے۔ جیسا کہ کئی عام طور پر ہاتھوں سے کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ مجاز ہے اس بات سے کہ وہ ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کو ایک انتہائی بدترین شکل سامنے آئے گی۔ جس سے غضب و بدبو اٹھ رہی ہوگی۔ اور وہ صورت پکار رہی ہوگی کہ میں تیرا برا ہوں۔ تو دنیا میں طویل عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ (اعاذنا اللہ منہا) اَلَا مَسَاءَ مَا يَزُوْنُ بہت بری چیز وہ اٹھانے والے ہیں۔ اَلَا كَلَفٌ مَّا بَعْدَ كِي تَعْظِيمِ و بڑائی کو ظاہر کرتا ہے۔ متقین کے اعمال کے علاوہ لقیہ دنیا سب کھیل تماشہ ہیں:

آیت ۳۲: وَمَا الْخَلْقُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَتَهْوٰی كَفَارَے اس قول کا جواب ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حِيلُوْنَا الدُّنْيَا۔ الانعام آیت ۲۹۔ الملعب نفع مند چیز کو چھوڑ کر بے فائدہ کے پیچھے پڑنا۔ اللہ و وقار سے مذاق کی طرف جھکاؤ اختیار کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے تمام اعمال لہو و لعب ہی ہیں۔ کیونکہ ان کے نتیجے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اعمال آخرت کا آخرت میں عظیم بدلہ ملے گا۔ وَلَلْآخِرَةُ الْآخِرَةُ۔ الدار موصوف آخرت صفت اور خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط () خیر ہے۔ قراءت: شامی نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ تقدیر کا موصوف الدار الساعة الاخرة کیونکہ شی اپنے آپ کی طرف مضاف نہیں ہوتی۔ دونوں قراءتوں کے مطابق خبر خیر ہی ہے۔

مَنْ يَنْتَبِذْ لَہ: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متقین کے اعمال کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لہو و لعب ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ قراءت: مدنی اور حفص نے قاء سے پڑھا ہے۔

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں:

آیت ۳۳: جب ابو جہل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ ہم تو اس کی تکذیب کرتے ہیں جو تو تمہارے پاس لے آیا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہ۔ ضمیر شان ہے۔ لِيَحْزَنَنَّكَ الَّذِي يَتَّقُوْنَ فَاَنْتُمْ لَا يَكْذِبُوْنَ لَہ تیری نسبت کذب کی طرف نہیں کرتے۔ قراءت: نافع و علی نے تخفیف سے پڑھا ہے اس وقت یہ اکْذَبَہ سے ہے جبکہ اس کو جھوٹا پایا جائے۔ وَلَكِنَّ الظَّالِمِيْنَ بَابِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا اس میں واضح دلیل ہے کہ انہوں نے انکار میں زیادتی کی۔ بآء یہ یجحدون کے متعلق ہے یا پھر الظالمین کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فظلموا بھا۔ الاعراف آیت ۱۰۳۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی تکذیب یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جن کی حجرات کے ذریعے تصدیق کی گئی۔ حقیقت میں وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ اللہ

وَإِنْ كَانَ كِبُرُ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلْمًا

اور اگر آپ کو ان کا اعراض کرنا گراں گزر رہا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں

فِي السَّمَاءِ فَتَاتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ

کوئی زندہ مثال کر لیں پھر آپ ان کے پاس مجوزہ لے آئیں تو آپ یہاں کر لیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہذا آپ ناانوں

مِنَ الْجَاهِلِينَ ۚ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۚ وَالْمَوْتُ يَبْعَثُهُمْ

میں سے نہ ہو جائیے بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ زندہ

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يَرْجَعُونَ ۚ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ

فرمائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور انہوں نے کہا کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔

قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْمُونَ ۚ

آپ فرما دیجئے! کہ بلاشبہ اللہ اس پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

تعالیٰ کو جھٹلارہے ہیں۔ کیونکہ رسول کی تکذیب خود مرسل کی تکذیب ہے۔

تسلی کا دوسرا انداز:

آیت ۳۴: وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِّن قَبْلِكَ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تسلی دی۔ اس میں دلیل ہے کہ فافہم لا یکذبونک میں آپ کی تکذیب کی نفی نہیں۔ بلکہ یہ بات اس طرح ہے۔ جیسے تمہارے غلام کی لوگ تو ہیں کریں تو تم کہو کہ وہ تو تیری نہیں کرتے بلکہ وہ میری تو ہیں کرتے ہیں۔ فَصَبْرٌ وَاصِرٌ۔ کسی ناپسند طبع پر نفس کو روکنا۔ عَلٰی مَا كَذَّبُواْ وَآوْذُواْ اپنی تکذیب پر اور ایذا پر۔ حَتّٰی اَتَتْهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مَبْدَلَ لِّلْعٰلَمِیْنَ اللّٰہ یعنی اس کے وعدوں کو۔ جیسا کہ دوسری آیت: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اِنَّهُمْ لَمُنْصُورُوْنَ (الصافات: ۱۷۲) انا لنصر رسلنا۔ غافر آیت ۵۱۔ تو کلمات سے مراد وعدے ہیں۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبِیِّ الْمُرْسَلِیْنَ (نبأ سے مراد یعنی خبریں۔ اور بعض واقعات اور جو مشرکین کی طرف سے انہوں نے تکالیف برداشت کیں۔ تَحْجُجُ: انھیں رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ من زائدہ ہے فاعل نبأ المرسلین ہے جبکہ سیبویہ واجب میں اس کو زائدہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

آیت ۳۵: شَذَّانِ نَزُّوْنَ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم کا انکار و اعراض گراں گزرا اور آپ کی چاہت تھی کہ ایسی علامات ظاہر کر دی جائیں جس سے وہ اسلام لے آئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

BestUrduBooks.wordpress.com

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ

”اور جو بھی کوئی جانور زمین میں چلنے والا ہے اور جو بھی کوئی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے یہ سب تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں۔“

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے اور جن لوگوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صَمٌّ وَبِكُمْ فِي الظُّلُمَاتِ ۚ مَنْ يَشَاءِ اللَّهُ يُضِلَّهُ ۚ وَمَنْ يَشَأْ

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں گمراہے ہیں ’ اندھیروں میں ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے

يَجْعَلَهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۷﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَشْكُمُ عَذَابَ اللَّهِ أَوْ أَتَشْكُمُ

سیدھے راستے پر ڈال دے۔ آپ فرمائیے کہ تم بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تمہارے پاس

السَّاعَةُ أَغَيَّرَ اللَّهُ تَدْعُونَ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۸﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ

قیامت آجائے کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو ’ بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پھر وہ اگر چاہے تو اس

مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿۱۹﴾

معبیت کو دور کر دیتا ہے جس کی طرف تم اسے پکارتے ہو اور تم جو شرک کرتے ہو اسے بھول جاتے ہو۔“

عظمت قدرت کے کھلے دلائل:

آیت ۳۸: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ دَابَّہِ ہر چلنے والے جانور کو کہتے ہیں۔ یہ مذکور مومنوں پر بولا جاتا ہے۔ فی الارض۔
 نَحْوَ: یہ موضع جر میں دابہ کی صفت ہے۔ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ پرندے کے ساتھ جناحین کی قید اس لیے بڑھائی گئی
 تاکہ مجاز کا احتمال نہ رہے۔ کیونکہ کبھی پرندے کے علاوہ بھی کہتے ہیں کہ طار فلان جبکہ وہ تیز چلے۔ اَلَا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ زمین میں
 مخلوق ہونے وقوع مدت اور بحث میں اور کسی مدد برکی تدبیر کی طرف محتاج ہونے میں جو ان کے مقامات رشد کی طرف ان کی
 راہنمائی کرے۔ مَا فَرَّطْنَا (ہم نے نہیں چھوڑا)۔ فی الْكِتَابِ لوح محفوظ میں۔ مِنْ شَيْءٍ اس میں سے جس کو ہم نے نہ لکھا
 ہو۔ اور اس میں وہ ثبت نہ کیا ہو جس کا ثبت کرنا ضروری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے جن شئی سے
 مراد وہ شئی احکامات میں سے جن کی طرف ان کی احتیاج ہو سکتی ہے۔ پس یہ کتاب ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن سے ہماری
 عبادت کی جاسکتی ہے۔ عبارت النص ’اشارة النص دلالت النص پر۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ یعنی تمام جماعتیں
 جو جانور ہوں یا پرندے ان تمام کا ایک دوسرے سے انصاف کیا جائے گا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ بے سینگ کا سینگ والے

جانور سے بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم مٹی ہو جاؤ۔ اِلَّا اُمَمٌ فرمایا گیا ہے حالانکہ دابہ اور طائر مفرد ہے جمع کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔ کیونکہ ان دونوں میں استغراق کا معنی پایا جاتا ہے۔

قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں:

آیت ۳۹: جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور آثار قدرت کا ذکر کیا جو کہ ربوبیت حق تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی عظمت کا کھلا ثبوت ہے۔ تو فرمایا۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُومٌ وہ تمبیہ کرنے والے کے کلام کو سنتے ہی نہیں۔ وَبِكُمْ وَهٍ حَنِیْطٌ کہتے ہیں۔ فِی الظُّلُمٰتِ اور جہالت و حیرت کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور سوچ و پکار سے غافل ہیں۔ نَحْمُومُ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا۔ یہ مبتداء ہے اور صَمٌ و بُكْمٌ اس کی خبر ہے۔ واو کا داخل ہونا اس کیلئے رکاوٹ نہیں۔ اور فِی الظُّلُمٰتِ، یہ خبر ثانی ہے پھر ان کو مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ مَن يَشَأِ اللّٰهُ يُضِلُّهُ یعنی اس کی مشیت میں جس کی ضلالت ہوتی ہے اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَمَن يَشَأِ يُعْضِلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں۔ اور ارادہ معاصر اور فی الصلح کے متعلق بھی دلالت موجود ہے۔

کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے:

آیت ۴۰: قُلْ أَرَأَيْتُمْ قُرْآنَات: مدنی نے ہمز کو لین کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ علی نے ترک ہمزہ سے پڑھا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا تمہیں کہا جاتا ہے۔ پس جو بات تمہاری طرف سے ہو وہ بتاؤ۔ ضمیر ثانی کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اور قاضی ضمیر فاعلی ہے۔ اور استخبار کا متعلق محذوف ہے ارا یتکم۔ اِنْ اَتَّكُم عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَّكُمُ السَّاعَةُ تَوْكُسْ کُوپکارو گے؟ پھر یہ کہہ کر لا جواب کر دیا۔ اَعْلَمَ اللّٰهُ تَذَعُونَ یعنی تم اپنے معبودوں کو فقط پکارو گے۔ جیسا کہ تمہاری عادت ثانیہ ہے۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پیش آتی ہے یا پھر ان کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اس بات میں کہ اصنام معبود ہیں۔ پس ان کو پکارو تا کہ وہ تمہیں چھکارا دلائیں۔

اس مصیبت میں تو اسی کو یکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو:

آیت ۴۱: بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ بَلْ تَمُوتُونَ اسی کو ہی خالص پکارتے ہو۔ اپنے آپ کو چھوڑ کر فیکٹشیف مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ یعنی جس کو تم پکارتے ہو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے۔ اِنْ شَاءَ اللہ اگر وہ تم پر اپنا فضل فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وَتَسْتَوْنَ مَا تُشِيرُ كُنْ تَمُوتُ اپنے معبودوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ یا تم اس وقت اپنے معبودوں کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ کیونکہ تمہارے ذہن تمہارے رب کی یاد میں ڈھکے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی نقصان کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ استخبار، اغیر اللہ تدعون کے متعلق ہو۔ پھر مطلب اس طرح ہوگا ایتکم اغیر اللہ تدعون ان اتاکم عذاب اللہ۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اتر پڑے؟

”اور ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے سو ہم نے ان کو سختی کے ذریعہ اور تکلیف کے ذریعہ پکڑا تا کہ وہ

ماجری کریں سو کیوں انہوں نے ماجری نہ کی۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا ، لیکن ان کے دل سخت ہو گئے

اور شیطان نے ان کے اعمال کو حزیں کر کے دکھایا۔ سو جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی مٹی تھی تو ہم نے

ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز پر اترائے جو ان کو عطا کی گئی تو ہم نے ان کو اجالک

کچل لیا۔ سو اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے۔ سو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“

آیت ۴۳: فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا يَعْنِي وہ توبہ کے ساتھ کیوں نہیں گڑ گڑاتے۔ معنی اس کا ان سے تضرع کی نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ جب ان کے پاس ہماری پکڑ آئی تو انہوں نے تضرع اختیار نہ کیا۔ لیکن اسلوب میں لولا لا کر ظاہر کر دیا کہ ترک تضرع میں ان کے پاس سوائے عناد کے کوئی عذر نہیں۔ وَلَٰكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ پھر ان امتلاء سے انہوں نے کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ وَذَرَوْهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور وہ شیطان کے حزن کردہ اعمال کو پسند کرنے لگے۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ

”آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِ اللّٰهِ يَاتِيْكُمْ بِهِ ؕ اَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ

تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں دیدے۔ دیکھ لیجئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں بھر وہ

يَصْدِقُوْنَ ۝۱۱۱ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَنۡتَكُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

امراض کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بے خبری میں یا خبرداری میں

هَلْ يَهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱۲ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

تو کیا ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک کیا جائیگا۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف خوش خبری سنانے والے

وَمُنۡذِرِيْنَ ؕ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۱۳

اور ڈرانے والے بھیجتے رہے ہیں۔ سو جو شخص ایمان لایا اور اصلاح کر لی سو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

آیت ۱۱۲: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ یعنی تنک دتی۔ تکالیف و امراض سے انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ اور برائیوں سے باز نہ آئے۔ فَتَحَنَّا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی صحت، وسعت، مالی، قسم قسم کی نعمتیں۔ قراءت: شامی نے فَتَحْنَا پڑھا ہے۔ حَتّٰی اِذَا قَرِخُوا بِمَا اَتَوْا یعنی مال و نعمت آخذتْهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ تا امید حیرت زدہ۔ ابلاس کا اصل معنی غم کی وجہ سے سر جھکانا۔ یا ماتھ سے نکل جانے والی چیز پر ندامت سے سر جھکانا۔ اِذَا مَفَاجَاتٍ کے لیے آتا ہے۔

آیت ۱۱۵: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تمام ظالم ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس میں اعلان کیا گیا کہ ظالموں کی ہلاکت پر الحمد للہ کہنا واجب ہے۔ اور ظالموں کی ہلاکت عظیم نعمت ہے اور بہت بڑی قسم ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔

اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے:

آیت ۱۱۶: پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اس طرح استدلال فرمایا۔ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ کہ تمہیں اندھا اور بہرہ کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ پس تمہاری عقل کو چھین لے اور امتیاز کی قوت سلب کر لے۔ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِ اللّٰهِ يَاتِيْكُمْ بِهِ اس کو جو اس نے لیا۔ اور اس پر مہر لگا دی۔ نَحْنُ مُبْتَدِئُوْهُ: مَنْ مُبْتَدِئُوْهُ اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور غیر اللہ کی صفت ہے اس طرح یاتیکم بھی۔ یہ جملہ اراہتم کے دو مفعولوں کی جگہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو اس سبب سے عذاب پہنچ جائے گا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ

آپ فرمادیجئے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور (نہی میں یہ کہتا ہوں) کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا

لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ؕ إِنِ اتَّبَعِ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَىٰ ذَٰلِكُمْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو ای کا اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ فرمادیجئے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا

وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۶﴾

اور دیکھنے والا کیا تم غور نہیں کرتے۔

اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفَ اَنْ كَيْلے۔ اَلْاٰیٰتِ بار بار دہراتے ہیں۔ ثُمَّ هُمْ يَصْطِفُوْنَ پھر بھی وہ آیات کے ظاہر ہونے کے بعد اعراض کرنے والے ہیں۔ الصدوف کسی چیز سے منہ موڑنا۔

اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے:

آیت ۴۷: قُلْ اَوْءَٰیَّتِكُمْ اِنْ اَتَكُمُ الْعَذَابُ الْلّٰهُ بَعَثَ اَسْ طرَح کد اس کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ اَوْ جَهْرَةً اس طرَح کد اس کی علامات ظاہر ہوں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رات کو یادن کو۔ هَلْ يَهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ عَذَاب اور ناراضگی کی ہلاکت کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

انبیاء علیہم السلام مبشر و منذر ہیں مَنہ مانگی آیات کے لئے نہیں:

آیت ۴۸: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ بشارت دینے والے جنتوں کی اور ڈرانے والے آگ سے ایمان والوں اور کفار کو روشن دلائل اور واضح براہین کے بعد ہم انبیاء کو اس لیے نہیں بھیجتے کہ ان سے آیات کا مطالبہ کیا جائے۔ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ پس جو شخص ایمان لایا اور اس نے درستگی کر لی۔ یعنی ایمان لانے پر پیشگی اختیار کی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ قراءت: یعقوب نے فلا خوف پڑھا ہے۔

فسق و کفر سبب عذاب ہے:

آیت ۴۹: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ یہاں چھوئے والا فرمایا۔ گویا کہ وہ ایک زندہ چیز ہے جو دکھان کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ اپنے فسق کے باعث اور کفر کی وجہ سے اطاعت سے خارج ہو جانے کے سبب۔

میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے:

آیت ۵۰: قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ يَخْزَاهُنَّ اللَّهُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ هَذَا الْقَوْلُ وَلَا هَذَا الْقَوْلُ۔ کہ میں نہ تمہیں یہ بات کہتا ہوں اور نہ یہ بات وَلَا أَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَلَكٌ لِّعْنَةِ اللَّهِ يَلْعَنُ الْكَاذِبِينَ۔ اور نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ارہوں۔ اور میں تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں جو بہت سے انسانوں کو حاصل ہوا اور وہ نبوت ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ اس بات ہی کی اطلاع دیتا ہوں جو مجھ پر اتاری جاتی ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ يَهْدِيْهِمْ اِلَآ اِذْ يَشَآءُ۔ یا یعنی جو درست بات کا دعویٰ ارہے یعنی نبوت یا جو ناممکن بات الوہیت کا دعویٰ کرنے والے کی مثال ہے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔ پس تم اندھوں کی طرح گمراہ نہ بنو۔ نمبر ۱۔ یا تم اچھی طرح جانو کہ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو۔ نمبر ۲۔ پس تم اچھی طرح سمجھ لو کہ وحی کی اتباع کرنے کے بغیر مجھے کوئی چارہ کار نہیں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ

”اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرایے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ

دُونَهُ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۵﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔ تاکہ یہ لوگ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ

پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، جو چاہتے ہیں اس کی رضا کو، ان کا حساب آپ کے ذمہ

مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ بھی نہیں۔ اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں کہ آپ ان کو دور کریں

فَتَكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۶﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا

پھر آپ ظالموں میں سے ہو جائیں اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں

أَهْوَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۷﴾

کیا ہمارے درمیان سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

اور جب آ جائیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیات پر تو ان سے کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے ذمہ

عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ

رحمت کو مقرر کر لیا ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کر لے پھر اس کے بعد توبہ

بَعْدَهُ وَأَصْلَحَ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۸﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ لَّا

کرتے اور اپنا حال درست کر لے تو بخاطر وہ غفور ہے، رحیم ہے، اور اسی طرح ہم تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں، تاکہ مجرموں کا راستہ ظاہر

الْمُجْرِمِينَ ﴿۹﴾ قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا

ہو جائے۔ ”آپ فرمادیجئے اے ملک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ آپ فرمادیجئے! میں تمہاری خواہشوں کا

اتَّبِعْ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذْ أَوْمَأَ آنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۱۰﴾

اتباع نہیں کرتا۔ اپنا کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔

میں تو آخر بلا ڈروالوں کے لئے منذر ہوں:

آیت ۵۱: وَ اَنْذِرْ بِهِ جَوَّابِ كِي طَرَف وحي كى گئی ہے۔ اَلَّذِينَ يَخَافُونَ اَنْ يُّحْشَرُوا اِلَى رَبِّهِمْ وَه مسلمان هیں جو كه بعث بعء الموت كے قائل هیں۔ مكر وه عمل ميں كو تا هى كرنے والے هیں۔ پس وه ان كو ذرا كس وحي كے ذريعے يا نمبر ۲۔ اهل كتاب مراد هیں كيونكه وه بهي بعث بعء الموت كے قائل هتے۔ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ يَه يحشروا سے موضع حال ميں هے تقدير عبارت يه هے يخافون ان يحشروا غير منصورين ولا مشفوعاً لهم۔ وه ذرتے هیں كه ان كو اٹهايا جائے اس حالت ميں كه نه ان كى مدد كى جائے اور نه ان كا كوئى سفارشى هو۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ زمره متقين ميں داخل هو جائیں۔

فقراء صحابه رضی اللہ عنہم كواپنے پاس سے هٹانے كى ممانعت:

آيت ۵۲: جب نبى اكرم صلى الله عليه وسلم كو حكم ملا كه غير متقين كو ذرا كس۔ تاكه وه متقين بن جائیں۔ اس كے بعء متقين كو قريب كرنے كا حكم ديا۔ اور دور هٹانے سے روك ديا گیا۔ ارشاد فرمايا۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ ان كى تعريف فرمائی كه وه اپنے رب كى پكار ميں تسلسل قائم ركهنے والے هیں۔ (دعا سے عبادت مراد هے) اور اس پر مواظبت اختيار كرنے والے هیں۔ يهاں العشى اور الغداة كا ذكر صرف اظهار دوام كے ليے هے۔ يا اس كا معنى صبح وعصر كى نماز ادا كرنے والے هیں يا پانچوں نمازيں ادا كرنے والے هیں۔ قراءت: شامى نے الغدوة پڑھا هے اور عبادت ميں ان كى اخلاص كى نشان دهى اس فرمان سے كى۔ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ الْجَه بول كر ذرات هى سے تعبير كى گئی اور اس كى حقيقت يه هے كه يه فقير صحابه كرام بلال صهيب عمار رضى الله عنهم اور ان هيسے ديكر حضرات كے متعلق اترى۔ جبكه ان كو روسائے مشركين نے كها اگر تم ان حقير لوگوں كو اپنے پاس سے هٹا ديتے تو هم آپ كے پاس بيٹھتے۔

تو آپ صلى الله عليه وسلم نے فرمايا۔ ما انا بطارد المؤمنين۔ پھر انھوں نے كها كه ايك دن ان كا مقرر كرویں اور ايك دن همارا۔ اس كے متعلق ايك تحرير لكھ ديں اس پر آپ ﷺ نے حضرت على رضی اللہ عنہ كو بلایا تاكه وه لكھیں۔ پس فقراء كهڑے هوئے اور ايك طرف بيٹھ گئے۔ تو يه آيت اترى۔ آپ صلى الله عليه وسلم نے كاغذ كو پھينك ديا اور فقراء كے پاس تشریف لائے۔ اور ان كو گكلے لگايا۔ (اسباب نزول واحدی) مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ يه اس آيت كى طرح هے جو سوره شعراء آيت ۱۱۳ هے ان حسابهم الاعلى دہى۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ اور اس كى وجه يه بهي هے كه كفار نے ان كے دين اور اخلاص ميں طعن زنى كى تھی۔ تو الله تعالى نے فرمايا كه ان كا حساب انھیں كو لازم پكرنے والے هیں۔ وه تيرى طرف بڑھ كر نہ آئے گا۔ جيسا كه تمھارا حساب تم پر هے وه تمھارى طرف بڑھ كر نہ جائے گا۔

يہ جواب نفى ہے:

فَتَطْرُدْهُمْ يه جواب نفى هے اور وه نفى ما عليك من حسابهم هے۔ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ يه نفى كا جواب هے اور وه نفى ولا تطرد هے اور يه بهي درست هے كه فطر دهم پر اس كا عطف هے بطور تسبب كے۔ كيونكه ان كا ظالم هو تا ان كے هٹانے كا

مسبب ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکالیں اور ظالموں میں سے ہو جائیں۔ مگر نبی کا جواب زیادہ بہتر ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان کو اپنے پاس سے نہ نکالو اور نہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

کثرت دُنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے:

آیت ۵۳: وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ اَوْرَاسِ اَزْمَاشِ كِی طرَحِ ہِم نے اغْنِیَاء کو فقراء کے ذریعے آزما یا۔ یَقُولُوا یعنی مالدار۔ اَهْلُوْا لَآءٍ مِّنَ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ مِّنْ بَیِّنَاتٍ یعنی ان پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کا انعام کیا۔ حالانکہ ہم ان سے بڑھ کر ایمان والے ہیں۔ اور وہ فقراء ہیں۔ اس میں اس بات سے انکار کیا گیا کہ ایسے لوگ حق پر ہونگے۔ اور ہم میں سے صرف ان پر بھلائی کا احسان کر دیا جائے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوا الْيُسْرٰی (الاحقاف: ۱۱) اگر اس دین میں کوئی بھلائی ہوتی تو پھر یہ لوگ ہم سے پہلے قبول نہ کرتے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشَّاكِرِیْنَ کہ کون اس کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔

شانِ فقراء اول ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی:

آیت ۵۴: وَاِذَا جَاءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْحِسَابِ فَقُلْ عَلَیْكُمْ اَسْلَمَ عَلَیْكُمْ اِسْلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی كَا سْلَامِ ان کو پہنچا دیں اور خواہ اس کا کہ ان کے اکرام میں ان کو سلام کہنے میں ابتداء کریں اور ان کے دلوں کی خوشی کے لیے اسی طرح یہ ارشاد۔ تَحَبَّبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃِ یہ بھی من جملہ ان باتوں میں سے ہے جو ان کو کہی گئی۔ تاکہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی خوشخبری دیں۔ اور ان کی قبولیت توبہ کی بشارت دیں۔ اب معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ رحمت کا پکا وعدہ فرمایا ہے۔ اَنَّهُ ضَمِیْرُ شَانَہِ۔ مِّنْ عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوْءٍ اُوْکُوْیْ گناہ بَجْہَالِۃِ اس نے اس حالت میں عمل کیا ہے کہ وہ اس کے نقصان سے ناواقف ہے یا اس کو جاہل اس لیے کہا۔ کیونکہ اس نے اطاعت پر محصیت کو ترجیح دی۔ ثُمَّ قَابَ مِنْۢ بَعْدِہِ اس برائی کے بعد یا عمل کے بعد۔ وَاَصْلَحَ اور مخلصانہ توبہ کی۔

قرأت ونحو:

فَاِنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ شامی و عاصم نے اَنَّهُ کو فَاِنَّہٗ پڑھا ہے۔ نمبر ۱۔ اَنَّهُ کی صورت میں یہ الرحمت سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ اور دوسری صورت میں مبتداء محذوف کی خبر ہے پس اسکی شان یہ ہے کہ وہ غفور رحیم ہے۔ اَنَّهُ، فَاِنَّہٗ مدنی نے پڑھا۔ اول بدل الرحمت ہے اور دوسرا مبتداء اَنَّهُ فَاِنَّہٗ دوسروں نے متاثرہ پڑھا ہے۔ گو یا رحمت کے متعلق استفسار کیا گیا تو جواب دیا گیا۔ اِنَّہٗ مِنْ عَمَلٍ مِنْكُمْ۔

مجرموں کے راستہ کی وضاحت تاکہ ہر ایک دیکھ کر چلے:

آیت ۵۵: وَكَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْاٰیٰتِیْنَ لِّلْمُتَنَبِّیْنَ حَزْرہ اور علی اور ابو بکر نے پڑھا ہے۔ سَبِّلُ الْمُتَجَرِّبِیْنَ سَبِّیْلُ كُوْنِیْبِ کے ساتھ مدنی نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے رَفْعِ کے ساتھ پڑھا ہے۔ رَفْعِ کی صورت میں تَسْتَبِیْنِ کو یا د اور تا دونوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مذکور اور مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ اور جب منصوب ہو تو تا سے خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا۔ کہا جاتا ہے استبان الامر و تبین واستبنتہ وتبینتہ گویا استبان اور تبین ہم معنی ہیں۔ مطلب یہ ہوگا۔ ایسی واضح تفصیل ہم

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ط مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ط

آپ فرما دیجئے کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلایا ہے۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔

اِنَّ الْحُكْمُ لِلّٰهِ ط یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفَصِلِیْنَ ۵۷ قُلْ

کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے، وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے!

لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ

اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ

اَعْلَمُ بِالظَّالِمِیْنَ ۵۸

ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

آیات قرآن کی کرتے ہیں اور ان مجرموں کے سلسلہ احوال میں ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جن کے دل پر مہر لگ چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے سامنے بھی ذکر کرتے ہیں۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی ہے۔ تاکہ ان کا راستہ واضح ہو جائے اور ہر فریق اپنی اپنی مرضی پر عمل پیرا ہو جائے۔ ہم نے یہ تفصیل اسی خاطر کی ہے۔

میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا، وہ تو گمراہی ہے:

آیت ۵۶: قُلْ اِنِّیْ نُهَیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی مجھے عقل اور سعی دلائل کے ذریعے ان معبودوں کی عبادت سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو منع کر دیا گیا اور روک دیا گیا۔ قُلْ لَا اَتَّبِعُ اَهْوَاءَ کُمْ یعنی میں تمہارے اس طریقہ پر چلنے والا نہیں جس پر تم اپنے دین کے سلسلے میں چل رہے ہو۔ جس میں محض اتباع ہوا ہے۔ نہ کہ اتباع دلیل۔ دراصل اس میں وہ سبب ذکر کر دیا جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے قَدْ ضَلَلْتُ اِذَا یعنی میں اگر تمہاری خواہشات پر چلے لگوں تو پھر میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ذرہ بھر بھی۔ یعنی بے شک تم اسی طرح ہو۔

آیت ۵۷: جب اس بات کی پچھلی آیت میں نفی فرمادی۔ کہ خواہشات تو قابل اتباع نہیں۔ تو جس کی اتباع لازم تھی اس کو فرمایا۔ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ یعنی میں اپنے رب کی معرفت کے سلسلہ میں واضح دلیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اس طرح کہ تم نے دوسروں کو اس کا شریک بنایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور وہ قرآن ہے اور تم نے اس بیئہ کو جھٹلایا ہے۔ یہاں ضمیر مذکر بتاویل برہان بیان یا قرآن مذکر ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔ پھر اس کے بعد ایسی بات ذکر کی جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں فرمایا۔ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ یعنی وہ عذاب جو تم اپنی اس طرح کی باتوں میں جلد طلب کرتے ہو۔ جیسا سورہ انفال آیت ۳۲۔ فَاصْطَبِرْ عَلَیْہَا

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا

"اور اسی کے پاس غیب کی کھیاں ہیں۔ ان کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور تری میں ہے، اور نہیں

تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظِلْمِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا

گرتا ہے کوئی پتہ مگر وہ اسکو جانتا ہے، اور نہیں گرتا ہے کوئی دانہ زمین کے اندروں میں اور نہیں ہے کوئی تر چیز اور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ فَتَفْشَلُوا وَلَا تَعْلَمُوا

خشک مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں بقدر میں لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کچھ

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

کرتے ہوں میں، پھر وہ تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔ تاکہ پوری کردی جائے میعاد مقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ

پھر وہ تمہیں ان کاموں کی خبر دیکر جو تم کیا کرتے تھے۔"

حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ - اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ تمہارے عذاب کو موخر کرنے کے متعلق اَلْحَقُّ حَازِیْ عَاصِمٌ نے پڑھا ہے
یعنی وہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس میں حق و حکمت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور اس کا اندازہ فرماتے ہیں۔

باقی قراء نے اس کو یَقْضُ الْحَقُّ وہ حق کا فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ جلدی یا تاخیر کرتے ہیں۔ پس الحق سے مراد قضاء ہے
پس الحق اس صورت میں یَقْضِیْ کے مصدر کی مفت ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصْلِیْنِ وہ حق فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔ الفصل قضاء
ہی کو کہتے ہیں۔ اور یا کا گرنا اتقائے سائنین کی وجہ سے اتباع لفظ کی خاطر ہے۔

میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے:

آیت ۵۸: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ عِزٌّ مِّمَّنْ لَّيَبْسُنَّ ثِيَابًا مِّنْ تُرَابٍ اِذْ يَفْجُرُ السَّمَاءُ وَتَكُونُ السُّجُودُ اَرْضًا
تم جلدی ہلاک ہو جاؤ غضب الہی کی وجہ سے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالظَّالِمِیْنَ پس وہ تم پر ایسے وقت عذاب اتارے گا جس میں وہ جانتا
ہے کہ وہ زیادہ روکنے والا ہے۔

وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے:

آیت ۵۹: وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ الْمَفَاتِحُ جمع مفتح ہے اور وہ مفاتیح کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ
مفاتیح سے مراد خزائن عذاب اور رزق ہیں۔ تیسرا قول، لوگوں کی نگاہوں سے جو چیزیں غائب ہیں۔ مثلاً ثواب عقاب آجال

تم ہر وقت اس کے احاطہ علم و قدرت میں ہو:

نکتہ: کسی چیز کا خاص طور پر ذکر کرنے سے ماسواء کی نفی نہیں ہو جاتی۔ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى تاکہ مدت اعمال کو پورا کیا جائے۔

قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا:

 منزل

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ

”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ

موت آجاتی ہے تو اسکو ہمارے فرشتے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ کوتاہی نہیں کرتے، پھر وہ اللہ کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں جو ان کا مالک

الْحَقُّ ۖ اِلٰهَ الْحُكْمِ ۚ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يَّبْجِیْكُمْ مِّنْ

حقیقی ہے خبر دہائی کے لیے حکم ہے اور وہ حساب لینے والوں میں سب سے جلدی حساب لینے والا ہے۔ آپ فرمائیے کہ کون تم کو نجات دیتا ہے

ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ لَّیْنٌ اَنْجِسًا مِّنْ هٰذِهِ

تنگی اور سمندر کی اندھیریوں سے، تم اسے جیکے جیکے عاجزی کے ساتھ پکارتے ہو بلاشبہ اگر ہمیں اس معصیت سے نجات دیدی

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّكِرِیْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يَّبْجِیْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

تو ہم ضرور ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے، آپ فرمادیجئے اللہ تمہیں معصیت سے نجات دیتا ہے اور ہر بے چینی سے، پھر تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

شکر کرتے ہو۔“

صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے:

آیت ۶۱: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً مُّحَافِظَةً فرشتے جو تمہارے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں۔ وہ کرانا کاتبین ہیں۔ تاکہ برائی سے بچنے کے لیے یہ چیز زیادہ معاون بنے۔ جب وہ اس بات کو سوجھیں۔ کہ ان کے صحائف تمام انسانوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ حَتَّىٰ حَفَظَ اَعْمَالِ کی غایت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ یعنی فرشتوں کی یہ عادت مکلفین کے ساتھ پوری زندگی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ موت ان پر آ کر طاری ہو جاتی ہے۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ملک الموت اور اس کے معاون ہیں۔ قراءت: توفیہ واستوفیہ امالہ کے ساتھ حمزہ نے پڑھا ہے۔ رُسُلُنَا میں کے جزم کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ وہ سستی و تاخیر نہیں کرتے۔

تمام معاملات سچے مولا کے پاس:

آیت ۶۲: ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ اس کے حکم اور اس کے بدلہ کی طرف یعنی مرنے والوں کو ملائکہ کے لوٹانے سے اللہ کی بارگاہ کی

طرف لوٹایا جائے گا۔ مَوْلٰہُمْ جو ان کا ایسا مالک جو ان کے امور کا متولی ہے۔ اَلْحَقُّ وہ ایسا عادل ہے کہ سچائی فیصلہ کرتا ہے۔ یہ دونوں لفظ اللہ کی صفات ہیں۔ اَلَا لَہُ الْحُکْمُ اس دن کسی دوسرے کا اس میں ذرہ بھر حکم نہ ہوگا۔ وَہُوَ اَمْرُ الْخَیْسِیْنِ اس کو ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ وہ تمام قلوب کا حساب بکری دوہنے کے وقت کے برابر لے لے گا۔ محاورہ اللہ الی من ربّاک خیر من البقاء مع من اذاک تیرا اس کے پاس لوٹنا جس نے تیری تربیت کی اس سے بہت بہتر ہے کہ تو اس کے ساتھ رہے جس نے تجھے ایذا دی ہو۔

اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو:

آیت ۶۳: قُلْ مَنْ یَنْجِیْکُمْ۔ قراءت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یُنْجِیْکُمْ بغیر تشدید پڑھا ہے۔ مَنْ ظَلَمْتَ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ دونوں کے خوفناک اور ہولناک مواقع سے مجاز ہے دوسرا قول ظلمات البر سے مراد گرہیں اور ظلمات البحر سے امواج بحر مراد ہیں۔ جبکہ دونوں رات اور بادل میں ہوں۔ تَذَعُوْنَ۔ نَجْمٌ: یُنْجِیْکُمْ کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ تَضَرُّعًا اس حال میں کہ تم گڑ گڑانے کا اظہار کر رہے ہوتے ہو۔ یہ مصدر ہے حال واقع ہے اسی طرح وَخُفِیَّةٌ بھی مصدر و حال ہے یعنی اپنے دلوں میں چھپانے والے قراءت: تمام قرآن میں خُفِیَّةٌ کو خُفِیَّةٌ ابو بکر نے پڑھا ہے۔ دراصل یہ دونوں لغتیں ہیں۔ لَیْنٌ اُنْجَلْنَا۔ قراءت: عاصم نے پڑھا ہے حزہ و علی نے امالہ سے پڑھا۔ اور بقیہ قراء نے اُنْجَلْنَا پڑھا مطلب یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو خلاصی دی۔ مِنْ ہٰذِہِ اِن اندھیروں سے۔ لَنُکُوْنَنَّ مِنَ الشَّکْرِیْنَ اللہ تعالیٰ کے لیے۔

نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔ تعجب ہے:

آیت ۶۴: قُلِ اللّٰهُ یَنْجِیْکُمْ تشدید کے ساتھ کوئی نے پڑھا۔ مِنْہَا یعنی اندھیرے وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ غم و رنج ثُمَّ اَنْتُمْ تَشْکُرُوْنَ تم شکر ادا نہیں کرتے (بلکہ شرک کرتے ہو)۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

”آپ فرما دیجئے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیج دے تمہارے اوپر سے یا تمہارے

تَحْتَ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَآسَ بَعْضٍ ۝

پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف جماعتیں کر کے اور چھکا دے ایک کو دوسرے کی سختی

اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کیسے مختلف پہلوؤں سے آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں، اور آپ کی قوم نے اسے جھٹلایا

وَهُوَ الْحَقُّ ۝ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِّكُلِّ نَبِيٍّ مَّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ

مالاں کہہ دے حق ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر داروغہ بنا کر مقرر نہیں کیا گیا۔ ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے اور عترتِ

تَعْلَمُوْنَ ۝

تم جان لو گے۔“

ہر طرح کی پکڑ پھراسے ہر وقت کامل قدرت ہے:

آیت ۲۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ وہ وہی ذات ہے کہ جس کا قادر ہونا تمہیں معلوم ہے یا قادر کا معنی کامل القدرت اس میں لام عہد و جنس دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ عَلٰی اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ جیسا اس نے قوم لوط پر عذاب کی بارش برساتی اور اصحابِ نیل پر پتھروں کی۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ جیسا اس نے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ یا تمہارے سلاطین اور کہینے لوگوں کی طرف سے یا اس سے مراد بارش کا بند ہونا۔ اور نبات کا نسا گنا ہے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا تمہیں فرقوں میں بانٹ دے جن کی خواہشات مختلف ہوں ہر گروہ اپنے مقتدا کے ساتھ چلنے والا ہو۔ خلطہم کا مطلب ان میں باہمی لڑائی کا پھوٹ پڑنا۔ جس سے وہ لڑائی کے مواقع میں آپس میں گڈمڈ ہو جائیں۔ وَيُذِيقُ بَعْضَكُمْ بَآسَ بَعْضٍ ایک دوسرے کو وہ قتل کریں۔ الباس تلوار کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت پر اوپر سے عذاب نازل نہ فرمائے۔ یا پاؤں کے نیچے سے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کیا کہ وہ آپس میں نہ لڑیں پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔ یعنی قبول نہیں فرمایا۔ اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ میری امت کی فناء تلوار سے ہوگی۔ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰيٰتِ وعدہ اور وعید کے ساتھ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي

”اور اے مخاطب! جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ ہو جا! یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری

حَدِيثٌ غَيْرُهُ ٥ وَامَّا يَسِينُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ

بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ

الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَٰكِنْ ذِكْرَىٰ

مت بیٹھو۔ اور جو لوگ اعتیاد کرتے ہیں ان پر ظالموں کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن نصیحت ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذُرِّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لِبَآءًا وَلَهُمْ أُولَٰئِكَ الْحَيٰوةُ

تا کہ وہ ڈرنے لگیں، اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دعوے

الدُّنْيَا وَذِكْرِهِمْ أَنْ تَبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

میں ڈالا ہے۔ اور قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کیجئے تاکہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے نہ پھنس جائے جس کے لیے اللہ کے علاوہ

وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۖ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر نفس ہر طرح سے جان کا بدلہ دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

جو اپنے اعمال کی وجہ سے پھنسن گئے۔ ان کیلئے چنا ہے گرم پانی ہے، اور درد ناک عذاب ہے، کفر

يَكْفُرُونَ ٧٠

کمرنے کی وجہ سے۔“

سچے قرآن کو جھٹلایا، عذاب کا انتظار کرو:

[illegible]

وہ اپنے وقت پر آئے گا، پھر خبر ہوگی:

آیت ۶۷: لَکَلْ نَبِئًا مُسْتَقَرًّا سے ہر وہ چیز جس سے خبر دی جائے۔ یعنی ان کا مطلع کرنا۔ کہ ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان

کا اس کے ذریعہ ڈرانا مستقر وقت استقرار و حصول بہر صورت ہے۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ اس میں ان کو ڈرایا گیا ہے۔

قرآن پر طعن کرنے والوں کے پاس مت بیٹھو:

آیت ۶۸: وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي الْأَيْتِٰنِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْفَٰسِقِينَ۔ یعنی قرآن کے استہزاء اور طعن میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور قریش اپنی مجالس میں ایسا کرتے تھے۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔ اور ان کے پاس سے اٹھ جاؤ۔ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ قرآن کے علاوہ جو کہ حلال ہے۔ پس اس وقت ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔ وَرَأَىٰ يَنْفِسُكَ الشَّيْطَانُ جَسَدِیٰ سے نہیں منع کیا گیا ہے۔ قراءت: شامی نے يَنْفِسُكَ سین کے تشدید سے پڑھا ہے۔ نَسِیٰ اور انسانی کا معنی ایک ہی ہے۔ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ یٰۤاَیُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بَعْدَ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِیْنَ۔

ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا:

آیت ۶۹: وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَنْفِقُونَ مِنْ حَسَابِهِمْ ان لوگوں کو محاسبہ سے جو قرآن مجید کی تکذیب میں مصروف ہیں۔ اور استہزاء کر رہے ہیں۔ مِّنْ شَيْءٍ یعنی ان متقین پر جو ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان کے محاسبہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی وہ محاسبہ جو ان کے گناہوں پر کیا جائے گا۔ وَلَٰكِنْ ان پر لازم ہے کہ ان کو نصیحت کرتے رہیں۔ ذِکْرُیٰ جب کہ ان کو سنیں کہ وہ استہزاء میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کے اس فعل سے نفرت کرتے ہوئے اور ان کو نصیحت کرتے ہوئے۔ ذِکْرُیٰ منصوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو نصیحت کریں نصیحت کرنا۔ یا مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے لیکن علیہم ذِکْرُیٰ پس ذِکْرُیٰ مبتداء اور علیہم اس کی خبر ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَنْفِقُونَ شاید کہ وہ استہزاء میں مصروف ہونے سے بطور حیا باز رہیں یا ان کی برائی کو ناپسند کرتے ہوئے۔

دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے:

آیت ۷۰: وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ وَهَٰؤُلَاءِ لَعْنَةُ اللَّهِ اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ دِينًا سَلَامًا۔ لَعْنَةُ اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ دِينًا سَلَامًا اس کے ساتھ تسخر کیا اور استہزاء کیا۔ ذرہم کا معنی ان سے اعراض کریں اور ان کی تکذیب کی بالکل پرواہ نہ کریں اور استہزاء کو خاطر میں نہ لائیں۔ لہو وہ چیز جو انسان کو مشغول کر دے۔ خواہشات سے ہو یا خوش طبعی سے وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكَّرَهُ قُرْآنُہِ کے ذریعہ نصیحت فرمائیں۔ اَنْ تَسْلُ نَفْسُہِ بِمَا كَسَبَتْ اس خطرہ سے کہ نفس ہلاکت و عذاب کا شکار ہو۔ اور اپنے برے اعمال کا مہربون ہو۔ اِنْسَال کا معنی روکنا ہے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيٌّ جِو اس کی طاقت سے مدد کرے۔ وَلَا شَفِيعٌ جِو شفاعت سے دفاع کرے۔ صحیح قول کے مطابق کسبت پر وقت نہیں۔ کیونکہ لیس لہا یہ نفس کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ نصیحت فرماتے رہیں اس کراہت سے کوئی نفس ہلاک ہو کسی دوست اور شفیق کو

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتِي أَخَذَ اصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَخَافُكَ

”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری

وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ

قوم کو مکمل کمرائی میں دیکھ رہا ہوں۔ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی مخلوقات

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُون مِنَ الْمُؤَقِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

دکھائیں۔ تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا،

قَالَ هَذَا سِرِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ

کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو یوں کہا کہ میں غائب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھا، پھر جب چاند کو

بَارِئًا قَالِ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ

چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ

مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَارِئَةً قَالِ هَذَا رَبِّي هَذَا

لوگوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے

أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۖ

بڑا ہے، پھر جب سورج غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بری ہوں، جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو،

قَوْلِكَ الصَّدَقِ كَانَن يَوْمَ الْجُمُعَةِ تِيرِي كَجِي بَات جَعَدَ كَعَدَ وَتَقَعُ هَوْنِي وَآلِي هُوَ۔ اور اليوم بمعنی صبح ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔ جس وقت وہ کسی چیز کو فرماتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ اس کی بات سچی اور حکمت والی ہے۔ یعنی آسمان و زمین اور تمام کائنات میں جو چیز بھی ہوتی ہے وہ حکمت و صواب پر مبنی ہے۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ لِهُ الْمَلِكُ كَالْظَرْفِ هُوَ۔ فِي الصُّورِ لَعْنُ مَن مِّنْ صُورٍ سَبَّحَ كَوَكَبَةٍ هُوَ۔ يَابِ صُورَةٍ كِي جَعَدَ (مگر قرطبی نے اس کو جمع ماننے سے انکار کر کے تردید کی ہے۔ (صفحہ ۲۰ جلد ۷) عَلِيمُ الْغَيْبِ وَهُوَ الْعَالَمُ الْغَيْبِ

ہے۔ وَالشَّهَادَةُ یعنی پوشیدہ اور علانیہ وَهُوَ الْحَكِيمُ ثَمَّاءُ كَرَنَ اور زندہ کرنے میں الْخَبِيرُ حساب و جزا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ و نصیحت کرنا:

آیت ۷۴: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتِي أَخَذَ اصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَخَافُكَ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُون مِنَ الْمُؤَقِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَذَا سِرِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَارِئًا قَالِ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَارِئَةً قَالِ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۖ

والد کا نام تاریخ ہے۔ یہ اُزر، ایہ کا عطف بیان ہے۔ اور اس کا وزن فاعل ہے۔ اَتَّخِذُ اَصْنَامًا اِلٰهَةً یہ استفہام توتخی ہے۔ کیا تو ان کو معبود بناتا ہے۔ حالانکہ یہ الوہیت کے مستحق نہیں۔ اِنِّیْ اَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی:

آیت ۷۵: وَكَذٰلِكَ جِیْسے ہم نے ان کو شرک کی قباحت دکھائی تھی۔ نُوْنِیْ اِبْرٰهیمَ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ہم اس کی بصیرت کو آسمان وزمین کی تخلیق کے لطائف دکھا رہے تھے نُوْنِیْ ماضی کی حکایت حال میں بیان کی گئی۔ المملکوت یہ المملک سے زیادہ بلوغ ہے۔ کیونکہ اس میں واو اور تاء مبالغہ کے لیے بڑھائے گئے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے آپ نے ان کے مابین جو کچھ تھا وہ دیکھا حتیٰ کہ ان کی نگاہ عرش الہی تک پہنچی۔ اور ساتوں زمینیں کھول دی گئیں۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان میں تھا وہ دیکھا۔ وَلَیْسَ کُوْنٌ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ہم نے اسی طرح کیا تاکہ وہ استدلال کرے۔ ولیکون من المؤمنین عیاناً کما یقین بیانا تاکہ وہ آنکھوں سے دیکھ کر اس طرح یقین کرے جیسا کہ وہ بیان سے یقین کرنے والے ہیں۔

نظر واستدلال سے قوم کی راہنمائی:

آیت ۷۶: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الْغَیْلُ یعنی چھا گئی اس کا عطف قال ابرہیم لابیہ پر ہے۔ اور کذالک نوری ابرہیم یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ اَتَّخَذُوا شُرَکَآءَ لِّیْزِیْرَہٗ یَا شُرَکَآءَ اِبرٰہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم بت پرست سورج چاند ستارہ پرست تھی۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ان کے مذہب کی غلطی واضح کرنے کا ارادہ فرمایا اور نظر واستدلال کے انداز سے ان کی راہنمائی چاہی۔ اور ان کو یہ بتلانا چاہا۔ کہ صحیح نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس قابل نہیں کہ معبود کہلا سکے۔ کیونکہ اس میں حدوث و زوال کی دلیل پائی جاتی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کوئی تو ان کا موجد ہے جس نے ان کو ایجاد کیا ہے اور ان کا کوئی مدبر ہے۔ جو ان کے طلوع و غروب کا انتظام کرتا ہے۔ اور انتقال و چلاؤ دیگر تمام احوال کا منظم ہے۔ جب آپ نے اس ستارہ کو دیکھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے تو فرمایا۔ قَالَ لٰہٰذَا رَبِّیْ یعنی ان کو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے بقول تمہارے۔ یا مراد اھذا ربی جو کہ بطور استہزاء آپ نے فرمایا ان پر انکار کرتے ہوئے یہ بات فرمائی محاورہ عرب میں حرف استفہام کی بجائے انداز و آواز پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس کا قول ہے جو اپنے مخالف سے انصاف کا طالب باوجود یہ کہ وہ جانتا ہو کہ وہ باطل پر ہے۔ پس اس کی بات کی حکایت وہ اس انداز سے کرے گا گویا کہ وہ غیر متعصب ہے۔ کیونکہ یہ طرز عمل حق کی طرف سے زیادہ بلانے والا اور شور و غلب سے خالی ہے۔ پھر وہ اس کے اعتقاد کو نقل کر کے اس پر مز کر حملہ کرتا ہے اور دلیل سے اس کو باطل کرتا ہے۔ فَلَمَّا اَقْلَّ غَآیِب ہوا۔ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یعنی میں ایسے ارباب کی عبادت پسند نہیں کرتا جو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے والے ہوں کیونکہ یہ اجسام مرکب کی صفات میں سے ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ
 ۷۹

ہے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف موزا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا میں سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف مائل ہونے والا ہوں، اور میں

الْمُشْرِكِينَ ۷۹ وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ ۸۰ قَالَ أَتُحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ
 ۸۰

شُرکوں میں سے نہیں ہوں، اور اس کی قوم نے جنت بازی کی تو اس نے جواب میں کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے جنت بازی کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت عطا فرمادی، اور میں

وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۸۱ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ
 ۸۱

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو مگر ہاں جو کچھ میرا رب چاہے، میرے پروردگار کا علم ہر چیز

شَيْءٍ عِلْمًا ۸۱ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۸۲ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا
 ۸۲

کو احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور میں کیونکر ان سے ڈروں جنہیں تم نے شریک بنایا ہوا ہے حالانکہ

تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۸۳ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ
 ۸۳

تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنالیا ہے جس کی کوئی دلیل تم پر اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ سودوں فریقوں میں کون

أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۸۴ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ
 ۸۴

اس کا استحقاق ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش

يُظْلِمُونَ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ۸۵

نہی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ دیا کرتے ہیں

ثبت انداز میں تذکرہ توحید:

آیت ۷۹: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۷۹۔ یعنی اس ذات کے لیے کہ یہ محدثات دلالت کرتے ہیں کہ وہی ان کا بنانے والا ہے۔ حنیفایہ حال ہے یعنی تمام ادیان سے اسلام کی طرف مائل ہونے والا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو اس کی مخلوقات میں سے۔

میرا رب نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا:

آیت ۸۰: وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ ۸۰ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور اس سے شرکاء کی نفی کے متعلق قَالَ أَتُحَاجُّونِي فِي اللَّهِ اس کی توحید کے متعلق

ابراہیم علیہ السلام کو دلائلِ قاہرہ ہم نے دیئے:

آیت ۸۳: وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آسَٰءِ ان تَمَٰم دَلَالِی کی طرف اشارہ ہے جن سے ابراہیم علیہ السلام نے حجت پکڑی۔ اپنی قوم کے خلاف فلما جن علیہ الیل سے وہم مہتدون تک۔ اَتَيْنَهَا اِبْرٰہِیْمٌ عَلٰی قَوْمِہِ یہ خبر کے بعد خبر ہے۔ تَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مِّنْ نَّسَبًا ؕ عَلٰم و حکمت میں۔

قرأت: درجات کو کوئی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ اس میں معجزہ کے اس قول کی تردید ہے کہ جو اصل کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ رَفَعُ کے ساتھ عَلَیْہِمُ الْاٰلِیْتُ کو جانتے ہیں۔

آیت ۸۴: وَوَهَبْنَا لَهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتُبًا وَنَعَّمْنَا عَلَيْهِ بِمَا كَانُوا يَسْتَعْجِلُونَ۔ اسطحق و یعقوب کٹلا ہدیت یعنی تمام کو۔ کٹلا پر نصب ہدینا کی وجہ سے ہے یعنی ہدینا نوحا کہ ہم نے نوح کو ہدایت دی۔ مِنْ قَبْلِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سے پہلے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ ۖ ضَمِيرُ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ کی طرف جاتی ہے۔ یا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَامُ کی طرف۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ یونس و لوط ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَامُ کی اولاد میں سے نہ تھے۔ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَآيُوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُونَ تفسیر عبارت یہ ہے و ہدینا من ذریتہ ہؤلاء کہ اس کی اولاد میں سے ان کو ہم نے ہدایت دی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ہم محسنین کو اس جیسا بدلہ دیتے ہیں۔ کاف موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ

اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو۔ سب صالحین میں سے ہیں اور اسماعیل کو اور اسحاق کو اور یونس کو

يُوْنُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۶ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاٰخَآئِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷ ذٰلِكَ هُدٰى

اور یونس کو۔ اور سب کو ہم نے فضیلت دی جہانوں پر اور ان کے کچھ باپ دادوں اور کچھ اولاد اور

اٰخَآئِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷ ذٰلِكَ هُدٰى

کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو چن لیا۔ اور ان کو ہدایت دی سیدھے راستے کی طرف۔ یہ اللہ کی

اللّٰهُ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنۢ يَّشَآءُ ۚ مِّنۢ بَيْنِ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحِطَّ عَنَّهُمْ مَّا

ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اگر یہ حضرات شرک اختیار کر لیتے تو جو اعمال کیا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

کرتے تھے وہ سب جط ہو جاتے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور نبوت عطا کی۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هَآؤُلَآءُ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لّٰيْسُوْا بِهَا بِكَفِرِيْنَ ۝۸۹ اُولٰٓئِكَ

سو اگر زمانہ موجودہ کے لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے بہت سے لوگ ایسے مقرر کر دیے ہیں جو اس کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ وہ

الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فَيُهْدِيْهِمْ اِقْتَدٰهُ ۚ قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۚ

لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ ان کی ہدایت کا اقتداء کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا

اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰

یہ تو صرف نصیحت ہے جہانوں کے لیے۔

ایک استدلال:

آیت ۸۵: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان کے ساتھ کر کے ثابت کر دیا کہ نسب ماں سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کو نوح علیہ السلام کی اولاد سے قرار دیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ اتصال صرف ماں کی طرف سے ہے۔ اسی دلیل کے ساتھ حجاز کو جواب دیا گیا تھا۔ جب اس نے بنو قاطمہ کے بارے میں انکار کیا کہ وہ

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

”اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسے پہچانی تھی جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی بھی چیز نازل نہیں فرمائی،

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُّوْسٰی نُوْرًا وَهُدٰی لِّلنَّاسِ

آپ فرما دیجئے کہ کس نے اتاری وہ کتاب جسے موسیٰ لے کر آئے جو نور تھی اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی۔

تَجْعَلُوْنَہٗ قَرٰطِیْسَ یُبَدُّوْنَہَا وَتُخَفُّوْنَ کَثِیْرًا ؕ وَعِلَّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا

تم نے اسے الگ الگ ورقوں میں کر رکھا ہے جنہیں تم ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نے اور تمہارے

اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ ذَرَهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۹۱

باپ دادوں نے نہیں جانا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے نازل فرمایا۔ پھر ان کو چھوڑ دیجئے اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں گے۔

ہو جاتی ہے۔ یہاں وقف کو ترجیح دینا بہتر ہے تاکہ مصحف میں ہا قائم رہے۔ البتہ قراءہ جزء علی وصل میں اس کو حذف کرتے ہیں اور شامی اختلاف کرتے ہیں۔ قُلْ لَا اَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِ وِجۃً پر یا تبلیغ رسالت پر توحید کی طرف دعوت دینے پر اجوراً۔ انعام مَنِیْنٌ اِنَّہٗ اس میں دلیل ہے کہ تعلیم قرآن اور روایت حدیث پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ قرآن جن انسان کے لیے نصیحت ہے۔

یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار:

آیت ۹۱: وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ انہوں نے بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اچھی طرح نہیں پہچانا۔ اسی طرح وحی جیسی رحمت کو نہ جانا۔ حالانکہ یہ تو عظیم ترین رحمت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (الانبیاء ۱۰۷) روایات میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت جس میں مالک بن صفی بھی تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو کہا کہ کیا تورات میں یہ لکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ موسیٰؑ کو اپنا پسند کرتے ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو الحبر السمین ہے اس پر وہ غضب ناک ہوا اور کہنے لگے ما انزل اللہ علی بشر من شیء کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز اتاری نہیں۔ حَقَّ قَدْرُہٗ یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُّوْسٰی نُوْرًا وَهُدٰی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرٰطِیْسَ یُبَدُّوْنَہَا وَتُخَفُّوْنَ کَثِیْرًا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے یعنی اس کے حصے کر دیئے اور الگ الگ اور اوراق میں رکھا۔ اور جدا جدا کاغذوں میں کر دیا۔ تاکہ ایجاد و انشاء پر قدرت پائیں۔

قراءت: سبکی اور ابو عمرو نے تینوں کو یا سے پڑھا ہے۔ وَعِلَّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا انتم قراءت: سبکی اور ابو عمرو نے تینوں کو یا سے پڑھا ہے۔ وَعِلَّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا انتم وَلَا اٰبَاؤُكُمْ تمہارے دین کے سلسلہ میں اور دنیا کے معاملہ میں قُلِ اللّٰہُ یہ جواب ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی اتارا ہے۔ انکو انکار

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبْرُكٌ مُصَدِّقٌ لِّلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۲﴾

”اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلے کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔“

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ

”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا یوں کہے کہ میری طرف وحی کی گئی۔ حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی۔ اور اس سے

إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذَا الظَّالِمُونَ

بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہوگا جو یوں کہے کہ میں ایسا کلام نازل کروں گا جیسا اللہ نے نازل کیا اور اگر تو اس منظر کو دیکھے جبکہ ظالم لوگ

فِي عَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ ۖ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ

موت کی عتیں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ نکالو اپنی جانیں آج

تُخْرَجُونَ عَذَابَ الْهُونِ ۖ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے

آيَتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فِرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

سے تکبر کرتے تھے، اور البتہ تم ہمارے پاس آؤ گے الگ الگ جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ

اور تم نے اپنے پیچھے پیچھے وہ چھوڑ دیا جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا، اور ہم نہیں دیکھ رہے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشچیوں کو

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۖ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے خیال کیا تھا کہ وہ تمہارے بارے میں شریک ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا آپس کا تعلق منقطع ہو گیا اور تمہارے دعوے گئے گذرے ہوئے جو تم

تَزْعُمُونَ ﴿۹۴﴾

کیا کرتے تھے۔“

کی قدرت نہیں۔ ثُمَّ ذَرَهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ وہ اپنے اس باطل میں جس میں وہ مصروف ہیں۔ یَلْعَبُوْنَ یہ ذرہم سے حال ہے۔ یا خوضہم سے حال ہے۔ (اس حال میں کہ بے ہودگی میں ہیں) آیت ۹۲: وَهَٰذَا یُکْتَبُ اَنْزَلْنٰهُ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ مَبَارَکَ مَنَافِع اور فوائد سے بھرپور۔ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ یعنی کتاب وَلَقَدْ اَوْکَرْنَا یَا سے پڑھا ہے یعنی کتاب۔ اس کا عطف اس پر ہے جس پر کتاب کی صفت دلالت کرتی ہے گویا اس طرح فرمایا انزلناہ لبرکات و تصدیق ما تقدمہ من الکتاب ولا نذار۔ ہم نے اس کو برکات کے ساتھ اتارا اور یہ تصدیق کے لئے اس کتاب کی جو پہلے گزریں اور ڈرانے کے لئے۔

اُمّ القریٰ کا لقب:

اُمّ القریٰ، مکہ المکرمہ۔ اس کو ام القریٰ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ زمین کی ناف ہے اہل قریٰ کے لیے قبلہ ہے۔ اور شان میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ لوگ اس کا قصد کر کے جاتے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهَا اہل شرق و مغرب وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ۔ انجام کی تصدیق کرتے اور آخرت سے ڈرتے ہیں۔ یُؤْمِنُوْنَ یہ، ہ سے کتاب مراد ہے۔ دین کی جزو خف عاقبت ہے۔ جو اس سے ڈرا اس پر خوف ہمیشہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آتا ہے۔ وَهُمْ عَلٰی صَلَآتِہِمۡ یَحَافِظُوْنَ نماز کا خاص طور پڑ کر کیا۔ کیونکہ وہ علامت ایمان اور دین کا ستون ہے۔ جس نے اس کی محافظت کی تو وہ اس کے ہم مثل دیگر اعمال کی بھی حفاظت کرے گا۔

تمام افتراء والے شامل ہیں مدعیان نبوت ہوں یا اور:

آیت ۹۳: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ الْفَرِیِّ عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا وہ مالک بن صفیہ یہودی حبر ہے۔ اَوْ قَالَ اَوْحٰی اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ حٰیۃ وہ مسیلہ کذاب ہے۔ وَمَنْ قَالَ یہ موقع جرم میں ہے اس کا عطف ممن الفریٰ پر ہے یعنی وممن قال۔ سَاَنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلْتُ اللّٰہُ یعنی عقرب میں کہوں اور اہماء کرواؤں گا یہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ہے جو کاتب وحی تھانی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ولقد خلقنا الانسان سے خلقاً اخر تک۔ تو اس کی زبان پر فتبارک اللہ احسن الخالقین کا کلمہ آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی طرح لکھو۔ یہ اسی طرح اتری ہے۔ پس اس کو شک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو میری طرف بھی اسی طرح وحی آتی ہے جیسا کہ اس کی طرف۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں نے بھی اسی طرح کہہ دیا جس طرح وہ کہتا ہے۔ اور وہ ارتداد اختیار کر کے مکہ چلا گیا۔ یا نضر بن حارث مراد ہے جو کہا کرتا تھا۔ وَالطَّاحِنَات طَحْنًا فَالْعَاجِنَات عَجِنَا فَالْعَاجِبَات خَبْرًا۔ (اب اس بڑی قرآن کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے) گویا وہ قرآن کا معارضہ کرتا ہے۔ وَتَوَّی اس کا جواب مذوف ہے لواءت امرًا عظیمًا۔ اِذِ الظَّالِمُوْنَ مراد وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ ہوا۔ خواہ یہود سے تھے یا مدعیان نبوت اس میں الف لام عہد کا ہے جس کے لیے بھی درست ہے۔ اس میں یہ بھی بطور بدل اشتمال شامل ہونگے کیونکہ وہ لام ان تمام لوگوں پر مشتمل ہے۔ فِیْ عَمَرَآتِ الْمُؤْمِنَاتِ موت کی سختیاں اور موت کے سکرات۔

روح کو بلا مہلت نکالنے کی تعبیر:

وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ آخِرُ جَوْاۗءِ اِنۡفُسِكُمْ اِنۡ كُنۡتُمۡ رَٰحِلُوۡنَ ۚ
روحوں کو ان کو اپنے جسموں سے نکال کر ہمارے سامنے پیش کرو۔ یہ درحقیقت روح کو سختی اور بلا مہلت نکالنے کی تعبیر ہے۔ اَلْیَوْمَ تَجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُنۡ اِس سے موت کا وقت مراد لیا گیا ہے اور وہ شدت نزع جس کا ان کو عذاب دیا جائے گا الھون ذلت اور اس میں جم جانا۔ بِمَا كُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلٰی اللّٰهِ غَیۡرَ الْحَقِّ کہ اس کا شریک اور بیوی اور اولاد ہے۔ **نَحْنُ** : غیر الحق یہ تقولون کا مفعول ہے۔ یا مصدر مضاف کی صفت ہے۔ لَعَنَ قَوْلًا غَیۡرَ الْحَقِّ۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَكْبِرُوۡنَ پس تم ان پر ایمان نہیں لاتے ہو۔

آیت ۹۴: وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا حَسَابٍ وَجُزْءٍ مِّنْ دُونِهَا وَلَكِن مَّن جِئْتُمُوهُ فَلَا جَزَاءَ لَكُم بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا بِمَا لَا يَنْفَعُكُم بِهِ فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرَانَكُمْ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا بِمَا لَا يَنْفَعُكُم بِهِ فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرَانَكُمْ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا بِمَا لَا يَنْفَعُكُم بِهِ فَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرَانَكُمْ

إِنَّ اللَّهَ فَلِئُلَى الْحَبِّ وَالنَّوَى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

”بے شک اللہ دانوں اور مٹھلیوں کا بھانسنے والا ہے، اور نکالنے والا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ ۖ ذَلِكُمْ اللَّهُ فَإِنِّي تُؤْفَكُونَ ۝ فَاِلْقِ الْأَصْبَاحَ ۖ وَجَعَلَ اللَّيْلَ

زندہ سے، یہ اللہ ہے پھر تم کہاں اٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ بھانسنے والا ہے صبح کا اور اس نے بنایا رات کو

سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۖ ذَلِكِ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَهُوَ

آرام کی چیز، اور اس نے چاند اور سورج کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے، یہ مقرر کرنا ہے اس کا جو غالب ہے علم والا ہے، اور وہ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِيَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ قَدْ فَصَّلْنَا

ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا فرمایا تاکہ تم ان کے ذریعہ نشانی اور دریا کی اندھیروں میں ہدایت پاؤ۔ ہم نے آیات

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

کھول کر بیان کر رہی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا سو ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے

وَمُسْتَوْدَعٌ ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

اور ایک جگہ محفوظ ہے سے وقت رہنے کی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں جس نے آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَآخَرَجْنَا مِنْهُ نَبَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ ۖ فَآخَرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی اگنے والی چیزیں نکالیں، پھر ہم نے نکالا اس سے ہبزہ والی چیزیں کو۔ ہم نکالتے ہیں

مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۖ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ

اس سے دانے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور کھجور کے درخت یعنی اس کے کھجوروں سے خوشے نکالے جو جھنگے ہوئے ہیں، اور انڈوروں

أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونِ وَالرُّمَّانِ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۖ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ

کے باغ اور زیتون کے باغ اور انار جو آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ملتے جلتے نہیں ہیں۔ انکے پھلوں کی طرف دیکھو تو

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

اور اس کے پکھنے کی طرف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔“

مکرین بحث کے لئے مشاہداتی دلائل:

آیت ۹۵: اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی نبات اور درخت یعنی اس نے سٹے سے دانے کو اور سمگل سے کھجور کو پھاڑ نکالا۔ اَلْفٰلِقُ مجاہد کہتے ہیں اس سے وہ شکاف مرا ہے جو سمگل اور دانے میں پائے جاتے ہیں۔ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ بڑھنے والی تروتازہ نبات خشک دانے سے وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ خشک دانہ تروتازہ نبات میں سے یا انسان نطفہ سے اور نطفہ انسان سے۔ یا مؤمن سے کافر اور کافر سے مؤمن۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف اس مخلوق سے دلیل پیش کی جو ان کے مشاہدہ میں تھی۔ کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے مکر تھے۔ پس ان کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا پس وہ ان کو دوبارہ اٹھانے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔

نکتہ: البتہ یہاں مخرج الحیت لفظ اسم فاعل سے استعمال فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف فاعل الحب پر ہے۔ فعل پر نہیں ہے۔ اور اوپر مخرج الحی من المیت میں مضارع کا استعمال اس لیے ہے کہ وہ جملہ مبینہ کے طور پر آ رہا ہے اور فاعل الحب والنوی ہی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ حب اور نوی سے نباتات و اشجار نامیہ کا خروج زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے۔ کیونکہ نموداری چیز بمنزلہ حیوان کے ہے اس کی دلیل اس ارشاد میں پائی جاتی ہے ویحیی الارض بعد موتها۔ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ یَمُوتُ اور زندگی بخشے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ربوبیت اسی کا حق ہے نہ کہ بتوں کا فانی تُوَفِّکُوْنَ تم کس طرح اس سے پھرے جا رہے ہو۔ جو معاملہ ہم نے بیان کیا اس کے بعد بھی اس سے رخ پھرنے والے ہو۔

مزید دلائل:

آیت ۹۶: فَاٰتٰی الْاَصْبَاحِ یہ مصدر ہے جس کا نام الصبح ہے۔ یعنی صبح کے ستون کورات کی سیاہی میں سے پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ وَ جَعَلَ الْبَیْلَ کَوْنِی کی قراءت میں ہے کیونکہ اس سے قبل اسم فاعل الحی کے معنی میں ہے جب فاعل فلق کے معنی میں ہے تو جعل کا اس پر عطف کر کے ظاہر کیا کہ ان میں معنوی موافقت ہے۔ مَسْکُنًا اس میں سکون حاصل کریں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: لَتَسْكُنُوا فِيْهِ (یونس: ۶۷) تاکہ مخلوق کام کاج کی مشقت سے غفلت کی نیند کے ذریعہ سکون حاصل کرے۔

مزید دلائل سورج و چاند ذریعہ حساب:

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کی وحشت سے ہٹ کر حق کے ساتھ انس حاصل کرو۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یہ دونوں جَعَلَ فعل کی وجہ سے منصوب اور اس پر دلیل جاعل اللیل ہے۔ حُسْبَانًا ان دونوں کو حساب کی علامت بنا دیا۔ کیونکہ اوقات کے دوران اور چلنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الحُسبان ضمہ کے ساتھ یہ حسب کا مصدر ہے جیسا کہ حُسبان کسرہ کے ساتھ حسب کا مصدر ہے۔ ذٰلِکَ ان کا حُسبان بنانا یعنی یہ چلانا ایک مقررہ حساب سے ہے۔ تَقْدِیْرُ الْقَزِیْبِ جس نے ان کو مغلوب کیا اور مسخر کیا۔ الْعَلَمِ ان کی تدبیر اور تدویر جانتا ہے۔

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملاپست ہے:

آیت ۹۷: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ أَنْ كَوَيْدًا لِيَسْتَنَظُّوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور رات کے اندھیروں میں ظلمات کی اضافت بروبحر کی طرف ملامت کی وجہ سے کی گئی ہے یا مشترکہ رستوں کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ہم نے علم والوں کے لیے توحید پر دلالت کرنے والے دلائل واضح کر دیئے۔

مستقر و مستودع کی تفسیر:

آیت ۹۸: وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَهَآءِ آدَمُ هِيَ۔ كَمْ مُسْتَقَرٌّ وَ مُسْتَوْذِعٌ۔ قراءت: مکی اور بصری نے مستقر کمرہ قاف سے پڑھا ہے جنہوں نے قاف کو فتح دیا تو ان کے ہاں وہ اسم مفعول وظرف بن گیا۔ جیسا مستودع اسم مفعول وظرف ہے جنہوں نے کمرہ دیا انہوں نے اسم فاعل بنایا اور مستودع کو اسم مفعول بنایا۔ یعنی تمہارا مستقر رحم مادر، مستودع صلب پدر یا مستقر زمین پر رہائش اور مستودع قبر یا بعض تم میں قرار پکڑنے والے ہیں اور بعض امانت رکھے جا چکے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ الْقَوْمَ يَفْقَهُونَ پہلے يعملون اور یہاں یفقهون فرمایا کیونکہ وہاں دلالت بالکل ظاہر تھی اور یہاں دقیق ہے۔ کیونکہ انسانوں کا ایک جان سے پیدا کرنا اور مختلف حالات میں ان کا بدلنا یہ دقیق بات ہے پس سمجھ کا ذکر کرنا جو کہ وقت نظر پر دلالت کرتا ہے زیادہ مناسب ہے۔

آسمان سے یا فی ایک ہی اُتارا اور اس سے نباتات بے شمار اُگائیں:

آیت ۹۹: وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بَادِلُونَ سَ بَارِشَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتٍ كُلِّ شَيْءٍ عَرَبِيٍّ وَدَالِي نَبَاتٍ مِّنْ سَرَقَمِ اَكِي۔ مراد سب ہے اور وہ پانی ہے۔ جو کہ ایک ہے مگر اگنے والی اشیاء بے شمار قسم کی ہیں۔ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ نَبَاتَاتٍ سَ عَصِيْرًا، تر دوازہ سبزہ محاورہ میں اخضر اور خضر کہا جاتا ہے اور اصل میں اس کو کہتے ہیں جو دانے سے نکلنے والی نبات سے پھوٹ کر نکلے، نَخْرُجُ مِنْهُ مَعْنٰی سبزے سے حَبًّا مَثَرًا كَبَادٍ ش ہے جس کے دانے پے در پے جڑے ہوئے ہیں۔ وَمِنْ النَّخْلِ مِّنْ ثَلَاثِهَا فَنَوَانٌ يَّه مَبْدَاءُ هُوْنِ كِي بِنَاءُ پَر مَرْفُوع ہے اور وَ مِنَ النَّخْلِ اِس كِي خَبْرِ مَقْدَم ہے اور مِنْ طَلْعِهَا اِسْكَ بَدَل ہے عبارت اس طرح ہے وَ حَاصِلَةُ مِنْ طَلْعِ النَّخْلِ فَنَوَانٌ اُور نکلنے والے ہیں کھجور کے گاجھے سے خوشے یہ تو ان جمع قنوں ہے جیسا صنوان جمع صنو۔ مراد کچھے ہیں۔ ذَابِنَةٌ پھل کے بوجھ کی وجہ سے چنے کیلے ٹھکنے والے ہیں۔ یا پوری کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے قریب ہیں۔ اس میں اکتفاء ہے یعنی وہ طوالت کی وجہ سے ٹھکنے والے نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں: سَرَابِيلٌ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل: ۸۱) كُوْا جَنَّتْ يَه مَنصُوب ہے نبات کُل شَيْءٍ پَر طَف کی وجہ سے یعنی اخر جنا بہ جنات کہ ہم نے اس کے ذریعہ باغات پیدا کیے۔ مِّنْ اَعْنَابٍ یعنی کھجور کے ساتھ اور اسی طرح وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانُ اَشْيٰی نے جنات کو رَفْع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وَكَمْ جَنَاتٍ مِنْ اَعْنَابٍ یعنی مع النخل اس جگہ انگور کے باغات کھجور کے ساتھ ہیں۔ مُشْتَبِهًا وَ غَيْرَ مُشْتَبِهٍ۔ محاورہ میں اشتبه الشبان و تشابه۔ جیسا کہ استویا و تساویہ اور عام طور پر دونوں بہت باتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور ان لوگوں نے جنات اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں حالانکہ اس نے انکو پیدا فرمایا ہے، اور اس کے لئے انہوں نے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے تراش رکھے ہیں۔

سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُصِفُوْنَ ۝۱۱۰ بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ اَنّٰی یَّکُوْنُ لَهُ

وہ ان باتوں سے پاک ہے اور برتر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، وہ آسمانوں کا نور زمین کا بے مثل پیدا فرمانے والا ہے کہاں ہو سکتی ہے اس کی

وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۖ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۱۱

اولاد حالانکہ اس کی بیوی نہیں ہے، اور اس نے پیدا فرمایا ہر چیز کو، اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے،

ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۖ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰی

یہ اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝۱۱۲ لَا تَدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ یَدْرِکُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ

تمہارا جان ہے نگاہیں اسے محیط نہیں ہو سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہے اور وہ

الطِّیْفُ الْخَیْرِ ۝۱۱۳

بڑا ہر ایک بین خبردار ہے۔

والزینون متشابہا و غیر متشابہ۔ اسی طرح انار بھی بعض متشابہ اور بعض غیر متشابہ ہیں۔ مقدار اور رنگت اور ذائقے میں۔ اَنْظُرُوْا اِلٰی قَمَرٍ اِذَا اَفْتَمَرَجَ وہ اپنا پھل نکالتا ہے تو کس طرح کمزور نکالتا ہے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ قَمَرٌ۔ حمزہ اور علی نے پڑھا جمع شمار اور یہ جمع الجمع ہے۔ قَمَرٌ و قَمَرٌ۔ نمار و قَمَرٌ۔ و یَنْعِمُ اور اس کے پکنے کو یعنی اس کے پکنے کی حالت کو دیکھو کس طرح بہت سے منافع کی جامع فہمی بن کر آئی۔ عبرت کی نگاہ ڈالو اسکے بنانے والے کی قدرت اور تدبیر کرنے والے کی تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنے والے کی تقدیر پر اِن فِیْ ذٰلِکُمْ لَا یَتَّبِعُ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہ کا شریک بنایا حالانکہ وہ شرکت سے منزہ ہے:

آیت ۱۰۰: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ اَگر تم للہ شرکاء کو جعل کے دو مفعول قرار دو تو الجن شرکاء سے بدل ہے۔ ورنہ شرکاء الجن دونوں مفعول ہیں۔ دوسرے کو پہلے سے مقدم کیا اور تقدیم کا فائدہ یہ ہے۔ یہ بات بعید تر ہے کہ کسی فرشتہ یا جن یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جنات کی اتباع ان کاموں میں کی جن کو انہوں نے حزن کرنے کے ان کے سامنے پیش کیا۔ نتیجتاً ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔ وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اس نے جنات کو پیدا کیا۔ پس مخلوق اپنے خالق کی شریک

وسیم کیونکر ہو سکتی ہے۔ **تفسیر**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ ایک دوسری تفسیر۔ اس نے ان کو پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے والے ہیں۔ پھر یہ کس طرح اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔ **وَعَرَفُوا لَهُ** یعنی انہوں نے گھڑا کہا جاتا ہے۔ خلق الافلک و خرقہ واختلقہ و اخترقہ تمام کا معنی ایک ہے۔ دوسری تفسیر یہ خرق الثوب سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ یعنی انہوں نے نکالے اس کے لئے یسین جیسے اہل کتاب صبح اور عصر علیہا السلام کے متعلق مانتے ہیں۔ **وَبَنَت** جیسے بعض اہل عرب فرشتوں کے متعلق کہتے تھے۔ **قراءت**: وخرقوا تشدید کے ساتھ کثرت کا معنی پیدا کرتا ہے۔ مدنی نے اسی طرح پڑھا ہے۔ بنین اور بنات جمع کی وجہ سے کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ **يَغْيِرُ عَلِيمٌ** بغیر اس بات کے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانیں۔ جو انہوں نے کہا غلط ہے یا درست ہے۔ لیکن جہالت سے انہوں نے ایک بات نکالی ہے۔ **تفسیر**: یہ خرقو کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کراپنے مقولے سے ناواقف ہیں۔ **سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ** یعنی شریک و اولاد۔

اجسام کو بلا نمونہ وجود دینے والا:

آیت ۱۰۱: **يَبْدِئُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ** کہا جاتا ہے **بدع الشئ** فهو بدیع۔ یہ اضافت صفت مشبہ الی فاعلہا کی قسم سے ہے۔ یعنی وہ اپنے آسمانوں و زمین کو نو ایجاد کرنے والا ہے دوسرا معنی بدیع یعنی اس کو نو ایجاد کرنے والا ہے۔ **تفسیر**: مبتداء محذوف کی خبر ہے یا مبتداء ہے اور اس کی خبرانی یکون لہ ولد ہے یا تعالیٰ کا فاعل ہے۔ **أَنِّي يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ** یہ مبتداء کی خبر ہے۔ **وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً** یعنی کہاں سے اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ ولد تو بیوی سے ہوتا ہے حالانکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں۔ یعنی ولادت اجسام کی صفات سے ہے اور اجسام کو بلا نمونہ ایجاد کرنے والا جسم نہیں ہو سکتا کہ اس کا بیٹا ہو۔ **وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ** یعنی کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اس کا خالق و عالم ہے اور جو ایسا ہو وہ ہر شئی سے مستغنی ہے اور لڑکے کا طالب تو محتاج ہوتا ہے۔

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے:

آیت ۱۰۲: **ذَلِكُمْ** یہ اشارہ ماقبل مذکور کی طرف ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد اخبار مترادفہ ہیں۔ **اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ** اور **فَاعْبُدُوهُ** یہ مضمون جملہ کا مسبب ہے۔ یعنی جس میں یہ تمام صفات جمع ہوں وہی عبادت کے لائق ہے۔ پس تم اس ہی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ اس کی بعض مخلوق کی عبادت مت کرو۔ **وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ** یعنی وہ ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ اشیاء کے ازراق ۱۱ اجال کا مالک اور اعمال کا نگہبان ہے۔

معزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رویت برحق ہے:

آیت ۱۰۳: **لَا تَذَرْنَهُ الْآبْصَارُ** آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں یا ان کی آنکھیں جن کا تذکرہ پہلے ہوا جنات و ملائکہ معزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دیدار محال ہے مگر ان کا یہ استدلال محض باطل ہے۔ کیونکہ نفی ادراک کی ہے رویت کی نہیں۔ ادراک کا معنی کسی چیز کی حقیقت پالینا۔ اور اس کو ہر طرف سے گھیر لینا۔ اور کامل طور پر کسی چیز کی تک پہنچ جانا۔ اور جس کی حدود و

جہات محال ہوں تو اس کا ادراک محال ہے نہ کہ رویت۔ پس ادراک رویت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسا احاطہ بمقابلہ علم پس رویت بھی اس طرح ہے۔ کیونکہ وہ بھی علم کا ایک حصہ ہے۔ اس طور پر کہ آیت کا مورد تو تدرج (تعریف چاہتا ہے) ہے جو ثبوت رویت کو لازم کر رہا ہے اس لیے کہ ایسی نفی ادراک جس سے رویت کا محال ہونا نکلے اس میں تدرج پایا ہی نہیں جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو دیکھا نہیں جاسکتا اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ نفی ادراک میں تدرج کے پانے کی صورت ثبوت رویت ہے رویت کے ثبوت کے ساتھ ادراک کی نفی تو ذات باری تعالیٰ سے متناہی و محدود ہونے کا نقص زائل کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے آیت ہماری دلیل بن گئی۔ جو معتزلہ کے خلاف ہے۔ اگر وہ گہری نگاہ ڈالتے تو اس ذمہ سے علیحدگی کو غنیمت شمار کرتے۔ جو آدمی رویت کی نفی کرتا ہے اس کو اس بات کی نفی کرنا پڑے گی کہ وہ معلوم و موجود ہے۔ ورنہ وہ جب موجود کو بلا کیفیت و جہت کے جانتا ہے ہر موجود کے برخلاف تو پھر یہ کیونکر درست نہیں کہ وہ ہر مرئی کے برخلاف ہر چیز کو بلا کیفیت و جہت کے دیکھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رویت نام ہی اس بات کا ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کا اسی طرح ثابت ہونا جس طرح وہ ہے پس اگر وہ فی جہت میں ہوگی تو وہ اس جہت میں دیکھے گا اگر وہ جہت نہ ہوگی تو وہ اس جہت میں نہیں دیکھے گا۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ اگر رویت و ادراک کے معنی کو مان بھی لیں تب بھی نفس رویت کی صراحت ہے رویت کے محال ہونے کی صراحت نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔

وَهُوَ لَطِيفٌ اَدْرَاکُ سَے یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ یعنی دقیق امور کو جاننے والا اور ان کی مشکلات سے واقف ہے۔ الْخَبِيرُ وہ اشیاء کے ظواہر و بواطن سے واقف ہے۔ یہ لف و نشر مرتب کے قبیل سے ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ

”تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت والی چیزیں آچکی ہیں سو جو شخص دیکھے گا سودا اپنے ہی لیے، اور جو اندھا بنے گا اس کا وبال اس کی جان پر ہوگا۔

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝۱۵ وَكَذَلِكَ نَصْرِفُ الْأَيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسَتْ

اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور ہم اسی طرح وائیکل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں اور تاکہ یہ لوگ یوں کہیں کہ آپ نے پڑھ لیا ہے

وَلَنُبَيِّنَ لَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۱۶ اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ

اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے بیان کریں جو جانتے ہیں، آپ اس کا اتباع کیجئے جس کی آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی، کوئی معبود نہیں ہے

إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۷ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۚ وَمَا جَعَلْنَاكَ

مگر وہی، اور آپ مشرکین سے روگردانی کیجئے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۸ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ

نگران نہیں بنایا اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ اور ان کو برا مت کہو جنہیں یہ لوگ

مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذَلِكَ زَيْنًا لِّكُلِّ أُمَّةٍ

اللہ کے سوا پکارتے ہیں سو وہ اللہ کو برا کہیں گے براہ جہالت حد سے گزر کر، ہم نے ایسے ہی حریں کر دیا براست

عَمَلِهِمْ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۹

کے لیے ان کے عمل کو۔ پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹا ہے۔ سو وہ انہیں ان کاموں کو بتلا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے:

آیت ۱۰۳: قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ بصیرت۔ دل کی وہ روشنی جس سے دل دیکھتا ہے۔ جس طرح بصر اس آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں جس سے آنکھ دیکھتی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو وحی و تشبیہ آتی ہے وہ دلوں کے لئے آنکھوں کی طرح ہے۔ فَمَنْ أَبْصَرَ جس نے حق کو دیکھا اور ایمان لایا۔ فَلِنَفْسِهِ اس نے دیکھا اور اس کا نفع بھی وہ اٹھائے گا۔ وَمَنْ عَمِيَ اس سے اور گمراہ ہوا۔ فَعَلَيْهَا اس کے اندھے پن کا وبال اس پر پڑے گا اور خود اسی کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ میں تمہارے اعمال کی حفاظت کروں اور تمہیں اس پر بدلہ دوں۔ بلاشبہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تم پر نگہبان ہے۔

آیت ۱۰۵: وَكَذَلِكَ نُنْصِرُ الْأَيْلِيَّتِ - كَذَلِكَ میں کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ہم آیات کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تم پر پڑھی ہیں۔ وَلَيَقُولُوا اس کا جواب محذوف ہے یعنی وَلَيَقُولُوا ذَرَسْتَ تا کہ وہ کہیں تو نے پڑھ لیا ہے۔ نصرف کا معنی درست۔ قرات کتب اہل الکتاب تو نے اہل کتاب کو پڑھ لیا ہے۔ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے درست پڑھا ہے یعنی اہل کتاب سے پڑھ پڑھا لیا ہے۔ شامی نے ذَرَسْتَ یعنی یہ آیت پہلے گزر چکی اور ہو چکی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ وَلَيَسْمَعَنَّ یعنی قرآن۔ اگرچہ اس کا تذکرہ گزر انہیں۔ کیونکہ وہ تو معلوم و معروف ہے یا آیات مراد ہیں کیونکہ وہ معنی قرآن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دوسری لام حقیقی ہے اور پہلی لام عاقبت و صبر و استقامت کی ہے یعنی تا کہ ان کے معاملہ کا انجام یہاں تک پہنچے کہ وہ کہنے لگیں کہ تو نے پڑھ لیا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں فَالْنَقْطَةُ اِلٰ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا الْقِصَصِ - ۸۔ فرعونوں نے عداوت کی خاطر نہ اٹھایا۔ انہوں نے آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے اٹھایا تھا۔ لیکن ان کے معاملے کا انجام وحشی تک پہنچا۔ پس اسی طرح آیات تو بار بار وضاحت کے لئے لائی گئیں اس بات کے کہنے کے لئے نہیں لوٹائی گئیں۔ کہ تو نے کسی سے پڑھ لیا ہے۔ لیکن تعریف آیات سے کفار یہی کہنے لگ گئے۔ جیسا کہ تین وضاحت حاصل ہو تو اس سے تشبیہ دی اور کہا وَلَيَقُولُوا جیسا کہ کہا جاتا ہے لَنْبِيْنَهٗ اور ہمارے نزدیک اس طرح نہیں جیسا پہچانا جا چکا ہے۔ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ حق کو باطل سے۔

وحی پر چلتے رہیں:

آیت ۱۰۶: اَتَّبِعْ مَا اَوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ اِنَّ خَوَاشِئَاتِى الْاَبَاحَ نَذَرْتُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يَهْدِىْ جُلُوسَ مَقَرِّهِ لَآ اَكْرَهُ الْاَبَاحَ وَحٰى كُو
 وَاَجِبْ كَرِيَا- اس کا کوئی عمل اعراب نہیں۔ دوسری تفسیر من ربك سے حال منوکر ہے۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُبْشِرِ كَيْفَ فِي الْهَالِ
 یہاں تک کہ قتل کا حکم وارد ہو۔

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر.....:

آیت ۱۰۷: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُواْ إِن كَآئِمَانِ يِہَا مَفْعُولٌ مَحذُوفٌ ہے۔ مَا أَشْرَكُواْ اس سے واضح کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر شرک نہیں کرتے۔ اگر اللہ ان میں ایمان اختیار کرنا چاہتے تو ان کو ہدایت دیتے۔ لیکن ان کا شرک اختیار کرنا اس کو معلوم ہے پس ان کا شرک پھیل گیا۔ پس اس کی مشیت سے انہوں نے شرک کیا۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِیْظًا اِنَّمَا نَعْلَمُ مَا تُكِنُّ السُّرُورُ اور اے محمد! تو ان پر ان کے اعمال کی نگرانی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ کل ان کے جرائم میں آپ کو پکڑا جائے۔ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِیْلٍ نہ ہی آپ ان پر مسلط ہیں۔

آیت ۱۰۸: مسلمان ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے تھے پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ تاکہ ان کا گالی گلوچ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا سبب نہ ہو۔

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيُؤْمِنُوا

اور انہوں نے اپنی قسموں میں خوب زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے گی تو وہ ضرور ضرور اس پر ایمان

بہا۔ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ

لے آئیں گے۔ آپ فرمادیجئے کہ نشانیاں اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور تمہیں اس کی کیا خبر کہ جب وہ نشانی آجائے گی تب بھی یہ لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَنَقَلَبُ آفَئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ

ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو پلٹ دیں گے جیسا کہ وہ اس پر پہلی بار ایمان نہ لائے

مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

اور ہم ان کو اس حال میں پھوڑے رہیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے رہیں۔

جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ جَوَابِ نَبِيِّ كَبْرٍ عَظِيمٍ اَوْ يَدْعُوا اِلٰهًا غَيْرَ عِلْمٍ اَللّٰهُ تَعَالٰی کے متعلق جہالت کے سبب اور ان صفات سے جہالت کے سبب جن کے ساتھ اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ گھڈلک اس تزمین کی طرح زینا لکھنے کے لئے اُمّہ ام کفار سے عمل لکھو وہ اسی طرح جب یہ ارشاد اَللّٰهُمَّ زَيْن لِّهٖ سُوٓءَ عَمَلِهٖ فَرَاہِ حَسَنًا اَللّٰهُ یَضِلُّ مِنْ یَشَاءُ وَ یَهْدِی مِنْ یَشَاءُ (فاطر ۸) یہ آیت صلح کے سلسلے میں ہماری دلیل ہے۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ اِنْ کَالُوْا فَنَنْصِبُنَّهُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اور اس پر ان کو جزاء دے گا۔ معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے:

آیت ۱۰۹: وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ جہد مصدر ہے اور حال کے مقام پر واقع ہے۔ یعنی مجاہدین فی الایمان باو کد الایمان۔ اس حال میں کہ وہ کئی قسمیں اٹھانے والے ہیں۔ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ اِنَّ ان کی منہ مانگی آیات سے لَیُّوْمِنَنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں۔ میں نہیں۔ پس کس طرح میں تمہارے پاس لاؤں۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اور تمہیں معلوم نہیں۔ اُنہا مانگی تجویز کردہ نشانی۔ اِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ان پر یعنی میں جانتا ہوں کہ جب وہ آئے گی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور تم اس کو جانتے نہیں۔ مسلمان ان کے ایمان کی طمع رکھتے تھے جبکہ وہ نشانی آجائے چنانچہ وہ بھی اس کی آمد کی توقع رکھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ جو

میرا علم ان کے بارے میں سبقت کر چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اِنّھا یہ کسرہ کے ساتھ ہے مکی بصری اور ابو بکر نے پڑھا اس طور پر کہ کلام اس سے پہلے تمام ہو چکا یعنی وما يشعركم ما يكون منهم۔ تمہیں کیا معلوم کہ ان سے کیا ہوگا۔ پھر اپنے علم سے ان کے بارے میں خبر دی پس فرمایا جب وہ نشانی آجائے گی تو وہ بالکل ایمان نہیں لائیں گے۔ بعض نے فتح والی قراءت میں لا کا اضافہ کیا جیسا اس ارشاد میں ہے: وَحَرَمُوا عَلَىٰ قُرَيْشٍ اَهْلَكْنَهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (الانبياء: ۹۵) لَا تُؤْمِنُونَ شَامِي اور حمزہ نے پڑھا ہے۔

یہ قبول حق سے عاری ہیں:

آیت ۱۱۰: وَنُقَلِّبُ اَلْقُلُوبَ اَنَّهُمْ قَبُولِ حَقٍّ سَ وَابْصَارَهُمْ حَقٍّ دیکھنے سے اس نشانی کے اترنے کے وقت جس کو وہ تجویز کر رہے ہیں۔ پس وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ کہا گیا کہ اس کا عطف لا یؤمنون اور وما يشعركم پر کر کے حکم میں داخل ہے یعنی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کے دل اور آنکھیں پلٹ دیں گے۔ پس وہ نہ سمجھیں گے اور نہ ہی حق کو دیکھیں گے۔ کَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ ہماری آیات اترنے کے وقت اولاً ایمان نہ لائے تھے۔ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ کہا گیا تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

وَلَوْ اَنَّا نَزَّلْنَاهُ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

”اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیں اور ان سے مردے بات کر لیں اور ہم جی کر دیں ان پر ہر چیز ان کے

قَبْلًا مَا كَانُوا لِيَوْمُنَا۟ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

آئے سامنے تب بھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ ایمان لے آئیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور لیکن ان میں اکثر وہ ہیں جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شٰطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحٰی بَعْضُهُمْ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن مقرر کر دیئے ہیں جو شیاطین ہیں انسانوں میں سے اور جنات میں سے ان میں بعض بعض کو

اِلَى بَعْضٍ يُخْرِفُ الْقَوْلَ غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرَهُمْ

ایسی باتوں کا دوسرا ڈالتے ہیں جو ظاہر اچھی لگتی ہیں وہ یہ کام دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اگر تیرا رب چاہے تو یہ لوگ یہ کام نہ کریں ہو چھوڑ دیجئے ان کو

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰی اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ

اور ان باتوں کو جو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور تاکہ وہ اسے پسند کریں،

وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور تاکہ وہ مرتکب ہو جائیں ان کاموں کے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔“

ایمان والوں کے شاید کے جواب:

آیت ۱۱۱: وَلَوْ اَنَّا نَزَّلْنَاهُ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ۔ جیسا کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں۔ لَوْ لَا اَنزَلْنَا عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی

جیسا کہ وہ کہتے ہیں فاتوا باباننا۔ وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ ہم جمع کر دیں۔ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا جو ہم نے ان کو بشارت دی اس کی ذمہ دار

اور جس سے ڈرایا اس کی کفیل۔ قَبْلًا جمع قبیل بمعنی کفیل۔ قراءت: قَبْلًا مصدر شامی اور مدنی نے پڑھا۔ اس کا معنی سامنے دونوں

صورتوں میں حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَا كَانُوا لِيَوْمُنَا۟ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ ان کا ایمان پس وہ ایمان لائیں یہ ایمان

والوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ شاید وہ اس نشانی کے آنے پر اسلام قبول کر لیں۔ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُوْنَ یہ لوگ

ایمان نہ لائیں گے جب ان کو مطلوبہ نشانی بھی مل جائے۔

وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے:

آیت ۱۱۲: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا ۚ جَس طرح مشرکین تمہارے دشمن بنے ہیں اسی طرح پہلے انبیاء علیہ السلام کے بھی دشمن

بنے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس میں آزمائش ہے جس کی وجہ سے ثبات و استقلال اور صبر و آخرت کا ثواب و اجر ظاہر ہوتا ہے۔
 شَيْطَانِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ - نَحْنُ: یہ عدد اسے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا یہ مفعول اول ہے اور عدو مفعول ثانی ہے۔ یُوْجِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ شَیْطٰنِیْنَ جِنِّ، شَیْطٰنِ اِنْسِ کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح جنات ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں مالک بن دینار فرماتے ہیں انسانی شیطان مجھ پر جنی شیطان کی نسبت زیادہ بھاری ہے کیونکہ تعوذ سے جنی شیطان فرار اختیار کرتا ہے اور انسانی شیطان میرے پاس آ کر مجھے سرعام گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قِرَاءَةُ السُّوْرِاتِ شَرُّ مِنْ شَیْطَانِ الْجِنِّ کہ برے ساتھی شیطان جن سے بدتر ہیں۔ (ابن کثیر بنحوہ) زُخْرُوفُ الْقَوْلِ مَزِیْنٌ شَدِیْدٌ بَاتٌ۔ وسوسہ اور گناہ پر ابھارتا۔ غُرُورٌ دھوکہ فریب۔ یہ مفعول لہ ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ یعنی اشارہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شیطان کو وسوسہ سے روکنا چاہتا تو روک سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے امتحان لیا جو ثواب کے لحاظ سے کثیر اور عظیم تر ہے۔ فَذَرُوْهُمْ وَمَا یَقْتَرُوْنَ آپ پر اور اللہ تعالیٰ پر پس اللہ تعالیٰ ان کو سوا فرمائیں گے۔ اور تمہیں بدلہ دیں گے اور نصرت فرمائیں گے۔

وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر ادھر جھکیں:

آیت ۱۱۳: وَلَتَصْغٰی اِلَیْهِ الْفَلٰئَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تاکہ ملع سازی والی بات کی طرف کفار کے دل مائل ہوں۔ اس کا عطف غُرُوراً پر ہے۔ یعنی تاکہ وہ دھوکہ میں مبتلا ہوں اور اس کی طرف مائل ہوں۔ وَلَیْسَ ضَوْءُهَا کَدُوْهُ اسے اپنے نفسوں کے لئے پسند کریں۔ وَلَیْقَتِرْ لَّوْا مَا هُمْ مُقْتَرِفُوْنَ یعنی گناہ۔

أَفَعَيِّرَ اللَّهُ أَتَّبَعِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ

”تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والوں کو تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں کو

آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ سو آپ شک کرنے والوں میں سے

الْمُمْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ

نہ ہو جائیں اور آپ کے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پورے ہو گئے اس کے کلمات کو کوئی بدلے

لِكَلِمَتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ تُطِيعُوا أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ

والا نہیں، اور وہ سنے جانے والا ہے۔ اور اگر آپ بات مان لیں ان میں سے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ نہیں اتباع کرتے مگر گمان کا اور وہ صرف اٹکل بچہ بانس

يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ

کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور اللہ ہدایت پر چلنے والوں کو

بِالْمُهْتَدِينَ ۝

خوب جانتا ہے۔“

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے:

آیت ۱۱۳: أَفَعَيِّرَ اللَّهُ أَتَّبَعِي حَكَمًا یعنی کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حکم و فیصلہ تلاش کروں جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور حق پرست اور باطل پرست کو الگ کر دے۔ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا یہ کتاب سے حال ہے اس میں حق و باطل کا الگ الگ امتیاز کیا گیا۔ اور میری صداقت کی گواہی دی گئی اور تمہارے متعلق افراء کی گواہی موجود ہے۔ پھر اس کی مزید تاکید اس طرح کی کہ قرآن کی حقانیت کا علم تو اہل کتاب کو بھی ہے کیونکہ قرآن تورات و انجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور بنیادی مضامین میں ان کے موافق ہے۔ (پس قرآن کی سچائی واضح ہو گئی) وَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ یعنی عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی یَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (بتشہید الزراء)

فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا

سو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو اور تمہارے لیے

لَكُمْ اَلَاتًا كُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ

اس کا کیا باعث ہو سکتا ہے کہ اس میں سے ذکر کیا گیا ہو۔ حالانکہ اس نے تمہیں تفصیل سے بتا دیا ہے جو تم پر حرام کیا

عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنْ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاءِهِمْ

میں۔ مگر اس صورت میں کہ تمہیں سخت مجبوری ہو۔ بلاشبہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ذریعہ بغیر علم کے

بَغِيْرَ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ

گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے آگے بڑھنے والوں کو، اور چھوڑ دو ظاہری

الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيَجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

گناہ اور باطنی گناہ، بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں عقرب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اِسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

دیا جائے گا۔ اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اور بے شک وہ گناہ ہے

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوْحُوْنَ اِلَىٰ اَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ؕ وَإِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

اور بلاشبہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دھتکتے ہیں تاکہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝

تو بے شک تم مشرک ہو جاؤ گے۔"

حالت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے:

آیت ۱۱۸: فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ اس آیت میں ان گمراہ لوگوں کی اتباع کے انکار کا سبب ذکر کیا گیا۔ جو خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے اے مسلمانو تم زعم رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ جس کو اللہ تعالیٰ مارے وہ اس کی نسبت زیادہ حق دار ہے جس کو تم مارو۔ پس

وَإِذَا جَاءَ تَهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۗ

"اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو ایسی چیز نہ دی جائے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی،

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ

اللہ جانتا ہے جہاں اپنے پیغام کو بھیجے۔ عقریب ان لوگوں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت

وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲﴾ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ

عذاب بھیجے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔" "سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے

يُشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا

اس کے سینہ کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے بارے میں یہ ارادہ فرمائے کہ اسکو گمراہ فرمائے اس کے سینہ کو تنگ

كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۳﴾

کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہے ایسے ہی ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔"

کُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرُ مُجْرِمُهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا تاکہ وہ اس میں لوگوں پر زبردستی کریں اور معاصی پھیلانیں۔ اہلسنت کے ہاں یہ لام اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ لام عاقبت نہیں۔ اکابر کو خاص کیا گیا مراد اس سے رؤساء ہیں۔ کیونکہ جن کے پاس اقتدار اور وسعت مالی ہوتی ہے وہ دوسروں کی نسبت زیادہ کفر و مکر کی دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا في الارض (الشوریٰ ۲۷) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ کیونکہ ان کا مکر انہی پر الٹ دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُونَ کہ وہ ان کا مکر ان پر واپس کرنے والا ہے۔

يَجْعَلُ: یہ مفعول اول ہے اور فی کل قریۃ دوسرا مفعول ہے اور مجرم میہا یہ اکبر سے بدل ہے یا اول مفعول مجرم میہا مفعول دوم اکبر تقدیر عبارت اس طرح ہے مجرم میہا اکبر۔

شأن نزول: آیت ۱۲: جب ابو جہل نے یہ بات کہی کہ ہم نے جو عبد مناف کے ساتھ شرف و مرتبہ میں مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ہم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح بن گئے۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس وقت تک راضی نہ ہونگے اور نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اس طرح وحی آجائے جس طرح ان پر اترتی ہے۔ تو یہ آیت اتری۔ وَإِذَا جَاءَ تَهُمْ یعنی اکابر ایۃ معجزہ یا قرآن مجید کی آیت جس میں ان کو ایمان کا حکم دیا گیا۔

احتجاج کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے:

قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتٰی مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ وَهٰنَآئِیَا دِی جَائِیْسَ۔ جو انبیاء کو دی گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں۔ جو نبوت کے لائق ہیں۔ اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهُ کٰی اور حفص نے اسی طرح پڑھا اور دیگر قراء نے رسالۃ پڑھا ہے۔ نَحْنُ: حَيْثُ مَفْعُولُ بِهِ اور عامل محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے یَعْلَمُ مَوْضِعَ رِسَالَتِهِ وہ اپنے پیام کی جگہ جانتا ہے۔ سَيَصِیْبُ الدِّیْنِ اَجْرُمُوْا ان کے اکابر میں سے صَغَارٌ ذِلّت و رسوائی عِنْدَ اللّٰهِ قیامت کے دن وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ دونوں جہانوں میں جیسے قتل و قید عذاب نَارِیْمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ دُنْیَا میں۔

ہر دل نور ایمان و نبوت کے قابل نہیں:

آیت ۱۲۵: فَمَنْ یُّرِِدُ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیْہٖ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اس کو وسعت دیتا ہے اور اس کے دل کو منور کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ فِی الْقَلْبِ اَنْشَرَحَ وَانْفَتَحَ (جب نور ایمان دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے) آپ سے عرض کی گئی قیل مَا عَلَامَتُهُ ذٰلِکَ؟ اس کی علامت کیا ہے قَالَ اِلَا نَابَةِ الٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَافٰی عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالَا سْتِعْدَادَ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوِلِ الْمَوْتِ۔ کہ بھٹکی کے گھر کی طرف رجوع اور دھوکہ کے گھر سے لاتعلقی اور موت کی آمد سے قبل اس کی تیاری (ابن جریر ج: ۸) تَبَهَّتْ فِی شَعْبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اِبْنِ مَسُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ) وَمَنْ یُّرِیْدُ لَعْنُ اللّٰہِ عَلٰی اَنْ یُّضِلّٰہُ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضِیْقًا۔

قراءت و نحو:

کئی نے ضیق اور حر جاکوڑ جاضیق کی صفت قرار دیکر مدنی و ابوبکر نے پڑھا معنی انتہائی تنگ۔ دوسرے قراء نے حَرَجًا پڑھا مصدر کی صفت قرار دیا۔ کَانَتْمَا یَصْعَدُ فِی السَّمَآءِ گویا اس کو آسمان میں چڑھنے کی تکلیف دی گئی ہے جبکہ اس کو اسلام کی دعوت دی ہے یہ ضیق صدرہ عنہ سے لیا گیا ہے تنگ آ جانا۔ دوسری تفسیر ضاقت علیہ الارض اس پر زمین تنگ ہوگئی۔ پس اس نے آسمان کی طرف چڑھنے والی بیڑھی منگوائی۔ تیسری تفسیر بے رائے آدمی کی طرح اور ہوا میں اس کا دل اڑنے والا پرندہ ہے۔ قراءت: کئی نے یصاعد پڑھا اس کا اصل یصاعد ہے۔ باقی قراء نے یصعد پڑھا۔ اور اس کا اصل یصعد ہے۔ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَذَابَ اٰخِرَتِیْ اور دُنْیَا میں لعنت۔ عَلٰی الدِّیْنِ لَا یُؤْمِنُوْنَ یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے۔ ارادہ معاصی کے سلسلہ میں۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۳۶﴾

اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بے شک ہم نے واضح طور پر ان لوگوں کے لیے آیات بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۷﴾ وَيَوْمَ

ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس، اور وہ جو اعمال کرتے ہیں ان کے سبب اللہ ان کا مددگار ہے، اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَمْعَشُرُ الْجِنُّ قَدْ اسْتَكْرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۚ وَقَالَ

ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنات کی جماعت تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کر لیا۔ اور انسانوں میں

أُولَئِهِمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي

جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں بعض نے بعض سے نفع حاصل کیا۔ اور ہم پہنچ گئے اس مقررہ میعاد کو

أَجَلَتْ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثُوبُكُمْ خُلِدْتُمْ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ

جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔ فرمانِ خداوندی ہوگا کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سوائے اس کے جسے اللہ چاہے

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۸﴾ وَكَذَلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا

بے شک تیرا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ولی بناتے ہیں۔ سبب ان کے

كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۳۹﴾

اعمال کے جوہہ کرتے ہیں۔

یہ سیدھی راہ ہے، شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے:

آیت ۱۳۶: وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ یعنی وہ طریقہ جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے شرح صدر فرما دیتے ہیں جس کی وہ ہدایت کا ارادہ فرمائیں اور جس کی گمراہی کا ارادہ کریں اس کے لئے تنگ کر دیتا ہے۔ مُسْتَقِيمًا عدل والا، چلتا ہوا راہ یہ حال مؤکد ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں:

آیت ۱۳۷: لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ اس نصیحت کو قبول کرنے والے لوگوں کے لئے دَارُ السَّلَامِ اللہ کا گھر ہے یعنی جنت اپنی ذات کی طرف اضافت اس کی عظمت بتانے کے لئے ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے ہر آفت اور مگد لے پن سے محفوظ۔ تیسری تفسیر۔ سلامتی والا گھر۔

اس کا نام دارالسلام اس ارشاد کی وجہ سے ہے: وَتَحْتِهِمْ فِيهَا سَلَامٌ (یونس) الا قِيْلَا سَلَامًا سَلَامًا (الواقعة ۲۳) عِنْدَ رَبِّهِمْ اس کی ضمان میں۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ان کے محبت یا دشمنوں کے خلاف مددگار۔ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کے اعمال کے بدلے۔ دوسری تفسیر ان کے اعمال کی جزاء کا متولی ہے۔ قول دیگر وہ دنیا میں ہمارا ولی توفیق اعمال کے سبب ہے اور آخرت میں امید پوری کر دینے کے سبب۔

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعترافِ مجرمین:

آیت ۱۲۸: وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا خَفِضَ يَاءُ کے ساتھ پڑھا۔ اور نافع ابن کثیر ابو عمر و ابن حمزہ نے نحشر ہم پڑھا ہے یعنی اذ کریوم نحشر ہم یا یوم نحشر ہم قلنا یلعشر الجن اس دن ہم ان کو جمع کر کے کہیں گے اے گروہ جن۔ يَمْعَشَرُ الْجِنِّ قَدْ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور ان کو اپنا پیر بنایا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ استکبر الامیر من الجنود۔ امیر نے لشکروں کو تابع بنایا۔ وَقَالَ أَوْلِيُوهُمْ مِنَ الْإِنْسِ وہ جنہوں نے ان جنات کی اطاعت کی اور ان کے وسوسہ کی طرف کان لگایا۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ یعنی انسانوں نے شیاطین سے نفع اٹھایا۔ اس طرح کہ ان کی راہنمائی شہوات اور اس کی طرف پہنچنے والے اسباب کی طرف کی اور جنات سے انسانوں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ انسانوں کو اپنا مطیع بنایا۔ اغواء کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کو اپنا معاون و دوست و بازو بنایا۔ وَتَلَفْنَا أَجَلَنا الَّذِي أَجَّلْنَا لَکَ وہ اس سے یوم بعث مراد لے رہے ہیں اور اس کلام میں ان سے جو شیاطین کی اطاعت اور خواہشات کی اتباع اور تکذیب بعث اور اپنی حالت پر افسوس وغیرہ پایا گیا۔ اس کا اعتراف ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوًى لَّكُمْ تمہارا ٹھکانہ خُلْدِیْنِ فِیْہَا۔ نَحْوُ: یہ حال ہے اور اضافت کا معنی اس میں عامل ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان دابر ہؤلاء مقطوع مصبحین (الحجر: ۶۶) پس مصبحین ہؤلاء سے حال ہے۔ اور حال میں اضافت کا معنی عامل ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی مخالفت اور ملنا ہے۔ مَثْوًى عامل نہیں ہے۔ کیونکہ مکان کسی چیز میں عامل نہیں ہوتا۔ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وہ ابد الابد تک آگ میں رہیں گے۔ مگر جو چاہے اللہ یعنی وہ اوقات جس میں وہ سیر کے عذاب سے زمہریر کے عذاب میں منتقل ہو گئے۔ إِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ اس معاملہ میں جو وہ اپنے اولیاء اور اعداء سے کرتا ہے۔ عَلَیْہُمْ جَانِے والا ہے ان کے اعمال کو پس تمام کو ان کے عمل کے موافق بدل دے گا۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز:

آیت ۱۲۹: وَكَذَٰلِكَ نُؤْتِیُ بَعْضَ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا آگ میں ان کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیں گے۔ دوسری تفسیر ایک دوسرے پر مسلط کر دیں گے۔ تفسیر دیگر۔ ایک دوسرے کا دوست بنادیں گے۔ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر و معاصی کمائے۔ پھر ان کو قیامت کے دن توخی کے طور پر کہا جائے گا۔

يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ

”اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے وہ میرے احکام بیان کرتے

اِتَيْنِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۖ قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنی جانوں پر

أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

گواہی دیتے ہیں، اور ان کو دنیا والی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا۔ اور وہ اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہ

كٰفِرِيْنَ ۝۳۰ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلَہَا

کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کے سبب ہلاک کرنے والا نہیں ہے اس حال میں کہ وہاں کے لوگ

غٰفِلُوْنَ ۝۳۱ وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا ۖ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں، اور تیرا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو کام وہ

يَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ اِنْ يَّشَآءْ يُدْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

کرتے ہیں۔ اور تیرا رب غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے جس کو چاہے

مِّنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ ۚ كَمَا اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝۳۳ اِنْ مَّا

آباد کر دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسری قوم کی نسل سے پیدا فرمایا۔ بلاشبہ جس کا

تُوْعَدُوْنَ لَاۤ اِلٰهَ ۙ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۴ قُلْ يٰۤاَقْوَمِمْ اَعْمَلُوْا عَلَىٰ

تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ فرما دیجئے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر

مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْۤ اَعَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ مَنْ تَكُوْنُ لَہٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۚ

عمل کرتے رہو بلاشبہ میں عمل کر رہا ہوں، سو مقرب جان لو گے کہ کس کے لیے ہے اس عالم کا انجام کار

اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ ۝۳۵

بے شک کامیاب نہیں ہوتے ظالم لوگ۔“

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا

"اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کر دیا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں، سو انہوں نے

هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَ

اپنے خیال سے یوں کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو ان کے معبودوں کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ

نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے یہ لوگ برا

مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۳﴾

فیصلہ کرتے ہیں۔

لگاپن ضروری ہونے والی ہے۔ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ آگے بڑھ جانے والے۔ یہ ان کے اس قول کی تردید ہے جو زبان زد عام تھا ان مات فقد مات جو مر گیا وہ گزر گیا۔

انذار کا لطیف انداز:

آیت ۱۳۵: المکانۃ مصدر ہوتا ہے۔ محاورہ مَکَنَ مَکَانَةً جب وہ اس پر پورا قابو پالے اور مکان کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے مکان و مکانۃ مقام و مقامۃ اور ارشاد الہی قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اس میں احتمال یہ ہے کہ مطلب یہ ہو تم کام کرو اپنے معاملہ میں قدرت کی حد تک اور اپنی انتہائی استطاعت اور امکان کی حد تک اور تم اپنے انداز اور اس حال کے مطابق عمل کرو۔ جس پر تم ہو۔ آدمی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کو اپنی حالت پر ثابت قدمی کا حکم دیا جائے۔ علی مکانک یا فلان یعنی تو ثابت قدم رہ جس پر تو ہے۔ یعنی عَمِلْ اپنے اس مرتبے پر جس پر ہوں یعنی تم اپنے کفر اور میرے متعلق عداوت پر قائم رہو۔ پس میں اسلام پر ثابت اور قائم ہوں اور تمہاری ایذاؤں پر یہ تہدید اور وعید ہے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ یعنی عقرب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کے لئے اچھا انجام ہے۔ یہ انداز کا لطیف طریقہ ہے۔ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُونَ یعنی کافر۔ قراءت۔ ابو بکر نے ہر جگہ مکانا تکم پڑھا حزرہ دہلی نے یکون پڑھا مَنْ جب النبی کے معنی میں ہوگا تو محل رفع میں ہوگا اور فعل علم کو اس کے مطلق فرمایا یہ منصوب ہوتا ہے جب یہ الذی کے معنی میں ہو۔

کفار کی من مانی تحریکات کی مذمت:

آیت ۱۳۶: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا یعنی بتوں کے لئے حصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی

دلالت پر اکتفا کیا گیا۔ فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرْكَائِنَا۔ قراءت: علی نے بزعمہم پڑھا اور اسی طرح مابعد بھی۔ یعنی زعموا انہ للہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو حکم نہیں دیا اور نہ ان کے لئے وہ تقسیم جائز تھی۔ فَمَا كَانَ لِشُرْكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلٰی اللّٰهِ یعنی ان مصارف میں نہ مل سکتا جن میں وہ اس کو صرف کرتے تھے۔ یعنی مہمانوں کی میزبانی اور مساکین پر صدقہ۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰی شُرْكَائِهِمْ ان کے خرچہ جات میں صرف کر لیتے اور ان کے سادھوؤں کو جاری کر دیتے روایت میں مذکور ہے کہ وہ بعض چیزوں جیسے کھیتی اور جانوروں کے بچے اور ان دونوں میں سے کچھ اشیاء اپنے معبودوں کے لئے جب وہ دیکھتے کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ عمدہ اور بڑھنے والا ہے تو رجوع کر کے اصنام کے لئے مقرر کر دیتے اور جب بتوں والا حصہ بڑھا ہوا ہوتا تو اس کو ان کے لئے ہی چھوڑ دیتے۔ اور زبان سے کہہ دیتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ حالانکہ یہ حرکت اپنے معبودوں سے محبت کی بناء پر تھی۔ اور ان کو ترجیح اور اہمیت دینے کی وجہ سے تھی۔

اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اضافے والا حصہ ان کے نام پر مقرر کیا جائے۔ کیونکہ اسی نے تو وہ پیدا کیا۔ پھر ان کی اس قبیح حرکت کی اس طرح مذمت فرمائی۔ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کو ترجیح دیکر۔ اور ان کا عمل غیر مشروع چیزوں پر ہے۔ ساء موضع رفع میں ہے یعنی ساء الحكم حکمہم ان کا فیصلہ بدترین ہے۔ یا منصوب ہے یعنی ساء حکمًا حکمہم حکم کے لحاظ سے برا ہے ان کا حکم۔

وَكَذَلِكَ نَرِيَنَّ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ وَهُمْ

اور اسی طرح مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے اولاد کا قتل کرنا مزین کر دیا

لِيُرَدُّوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ

تا کہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور تا کہ وہ ان پر ان کے دین کو زلا بلا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے

فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ جُرْحُهَا

سراپ ان کو اور جو کچھ وہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑ دے۔ اور ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق یوں کہا کہ یہ مویشی ہیں اور کبھی ہے جس پر پابندی ہے

لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَاءَ بَزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا

اس کو بس وہی لوگ کھائیں گے جن کو ہم چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پیشش حرام کی گئی ہیں۔

وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ أَسْمَاءَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءٌ عَلَيْهِ ۖ سَيَجْزِيهِمْ

اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیے جاتا پر بہتان باندھتے ہوئے عقرب وہ انہیں سزا دیگا۔

بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ

بسبب اس کے کہ وہ افتراء کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے

لَذِكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَنْزِلِ وَأَجْنَاءُ وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۖ

خالص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام قرار دینا گیا ہے۔ اور اگر وہ مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۖ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا

سو وہ انہیں عقرب اس بات کی سزا دیگا جو بیان کرتے ہیں، بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے

أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَىٰ

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر علم کے قتل کیا اور اللہ نے انہیں جو رزق عطا فرمایا اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اسے حرام

اللَّهِ ۖ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

قرار دینا بے شک وہ لوگ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت پر چلنے والے نہیں ہیں۔

مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ:

آیت ۱۳۷: وَكَذَلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ لَعْنِ جِسْرِ طَرَحِ ان کے لئے مزین کیا۔ اموال کے حصے بنانا مزین کیا گیا اسی طرح لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا بھی مزین کیا گیا۔ قُتِلَ یہ ذین کا مفعول ہے۔ اُولَادِهِمْ شُرَكَاءُ وَهُمْ یہ ذین کا فاعل ہے۔ قراءت: ذین زاء کا ضمہ قتل کی لام پر ضمہ۔ اولاذہم کی دال پر نصب شر کا پہم کی ہمزہ مکسور پر ہی شامی نے قتل کی اضافت شرکاء کی طرف کی مراد اس سے شیاطین ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ بغیر ظرف کے ہے اور وہ مفعول ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ذین لکثیر من المشرکین قتل شرکائهم اولاذہم۔ بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکاء کا ان کی اولاذ کو قتل کرنا مزین کیا گیا۔ شرکاء سے مراد شیاطین ہیں۔ لِيُرْذُوهُمْ تاکہ وہ ان کو اغواء سے ہلاک کریں۔ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کر دیں اور ان کا اصل دین تو اسماعیل علیہ السلام کا تھا یہاں تک کہ وہ اس سے پھسل گئے اور شرک میں جا پڑے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ اس میں واضح دلیل ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ فَعَلُوهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ جو وہ افتراء باندھتے تھے یا مصدر کا معنی ان کے افتراء کو کیونکہ اس افتراء کا ضرر ان کو پہنچے گا نہ کہ ہمیں۔

افتراء پر دوازی کے مزید نمونے:

آیت ۱۳۸: وَقَالُوا هَذِهِ الْأَنْعَامُ وَخَرْتُ عَنْ جَحْوَ حَرَامٍ ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔ جیسا ذبح بمعنی مذبح طعن بمعنی مطعون اور اس صفت میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع برابر ہیں کیونکہ اس کا حکم اسماء کا ہے جو صفت نہیں ان کا طرز عمل یہ تھا کہ جب وہ بعض اشیاء اپنی کھتی اور چوپاؤں میں اپنے الہ کے نام عین کر لیتے تو وہ کہتے لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَاءَ بِزَعْمِهِمْ من انشاء سے وہ بتوں کے خدام اور فظ مرد عورتیں مراد لیتے تھے۔ الزعم گمان سے کوئی بات کہنا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ وَأَنْعَامٌ حَرُمَتْ طُهُورُهَا وہ بحیرہ سائبہ حرام تھے۔ وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا ذبح کی حالت میں وہ ان پر بتوں کا نام لیتے۔ الْفِتْرَاءُ عَلَيْهِ مفعول لہ ہے یا حال ہے یعنی انہوں نے اپنے چوپاؤں کی تقسیم اس طرح کی۔ نمبرا۔ حجر۔ نمبرا۔ جن پر سواری نہ کی جائے۔ نمبرا۔ ۳۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ ان تمام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور افتراء پر دوازی کے کر دی۔ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ یہ وعید ہے۔

ایجاد کردہ مصنوعی شرائط:

آیت ۱۳۹: وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُنُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَيْنَا آزَوَانَا وہ بحائر اور سوانب کے بچوں کے متعلق کہا کرتے تھے جو زندہ پیدا ہو مردہ دکھائیں عورتیں نہ دکھائیں اور جو مردہ پیدا ہو اس میں مرد و عورتیں شریک ہوتے۔ خَالِصَةٌ کا لفظ مؤنث ہے حالانکہ وہ ما کی خبر ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے ایسا کہا گیا کیونکہ ما یہ اجنبہ کے معنی میں ہے۔ لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے محرم کو مذکر لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خالصہ کی تاء نسابة کی طرح مبالغہ کیلئے ہے۔ وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً لِّغَيْرِ الْغَرَضِ جو اسکے پیٹ میں ہو مردہ ہو۔ قراءت: ابوبکر وان تکن مینة پڑھا یعنی ان تکن الاجنبہ مینة اور شامی نے ان تکن مینة کان تامة قرار دیکر پڑھا کی نے ان یکن مینة فعل کے مقدم ہونے کی بناء پر پڑھا۔ فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ میں ضمیر کو مذکر لایا گیا۔ کیونکہ مینہ

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوسَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوسَاتٍ وَالتَّخْلُ وَالزَّرْعِ

ممدوحی ہے جس نے اپنے پیدا فرمائے جو چر جائے جاتے ہیں چھریں پر بند ایسے گی ہیں جو چھریں پر نہیں چر جائے جاتے، اور پیدا فرمائے کھجور کے درخت اور کھجور جس میں

مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونُ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ

مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہیں اور پیدا فرمایا زیتون کو اور انار کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور غیر مشابہ بھی ہیں۔

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۚ وَلَا تُسْرِفُوا ۚ

کھاؤ ان کے پھلوں سے جبکہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن اس کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۚ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ ۚ كُلُوا

انہوں نے جو پاؤں میں سے ایسے جانور پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور ایسے جانور بھی جو

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں عطا فرمایا اس میں سے کھاؤ، شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا

مُبِينٌ ۚ

دکھن ہے۔

ہر مردہ کو کہا جاتا ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث گویا اس طرح کہا گیا وان یکن میت فہم شرکاء۔ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ اَنۡكَ حلال و حرام میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہنے کی سزا۔ اِنَّہٗ حَکِیْمٌ اَنۡكَ سزا دینے میں عَلِیْمٌ اَنۡكَ اعتقاد کو۔

یہ تمام حماقت کے چکر ہیں:

آیت ۱۳۰: قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ وَفَقِرُوا فَخَرُوا ۚ وَاللَّهُ يَخْتَارُ ۚ قَرَأْتُ: مکی اور شامی نے قتلوا پڑھا ہے۔ سَفَہًا بَغِیْرِ عِلْمٍ عقل کی کمی کی وجہ سے اور اس بات سے ناواہمی کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کا رازق ہے وہ نہیں۔ وَخَرَمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ بَہَآءِ سَوَابِ وَغِیْرَہٗ کے ذریعے الْفِیْرَ آءٌ عَلٰی اللّٰہِ یہ مفعول لہ ہے۔ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِیْنَ سیدھی راہ کی طرف۔

حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو:

آیت ۱۳۱: وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ پیداکر جن جن کے مَعْرُوسَاتٍ بلند چھروں والے وَغَیْرَ مَعْرُوسَاتٍ زمین پر

چھوڑے ہوئے جن کے لئے چھپر نہیں بنائے گئے۔ کہا جاتا ہے عرشت الکرم جب کہ اس کیلئے بلندیاں اور نیکیں بنادی جائیں اور شاخوں کو ان پر موڑ دیا جائے۔ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا رَّغًا ذَاتَ انْقِصَاجٍ، خوشبو وغیرہ میں وہ حال مقدرہ ہے۔ کیونکہ کھجور میں نکلنے کے وقت ذات انقصائیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ مختلف نہ ہو جائے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (الزمر ۷) اُكْلُهُ حَازِلٍ نے اُكْلُهُ پڑھا ہے۔ کھائے جانے والے پھل کو کہتے ہیں۔ اس کی ضمیر نخل کی طرف جارہی ہے اور الزرع بھی اس کے حکم میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے۔ یا ہر ایک کی طرف لوثی ہے۔ وَالزَّيْتُونَ وَالرَّثْمَانُ مُتَشَابِهًا رَّغًا میں۔ وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذَاتِ انْقِصَاجٍ میں۔ کُلُّوا مِنْ ثَمَرِهِ ہر ایک کا پھل کھاؤ۔ اِذَا اَنْتَمُوكُمْ كَافَا نَدَہ ہے کہ جب درخت پر پھل ظاہر ہو جائے تو کھانا مباح ہے اور یہ وہم نہ ہو کہ اس وقت کھانا صرف مباح ہے جب وہ اس کو پائے۔ (ادائے حق شرعی سے پہلے مالک کو پھل کھانے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے) وَاتَّقُوا حَقَّهُ اس کا عشر۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عشر کے عام ہونے کی دلیل ہے۔ يَوْمَ حَصَادِهِ حَصَادِہِ حاء کے فتح کے ساتھ۔ بصری شامی اور عاصم نے پڑھا۔ باقی قراء نے حاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ وَلَا تُسْرِفُوا تمام دیکر اور عیال کو ضائع کر کے۔ اِنَّہٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔

خُفُو: کُلُّوا سے لے کر اِنَّہٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ تک جملہ معترضہ ہے۔

آیت ۱۴۲: وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسًا اس کا عطف جنات پر ہے۔ یعنی انشامن الانعام ما یحمل الانتقال۔ اس نے ایسے چوپائے بنائے جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو ذبح کے لئے لٹائے جاتے ہیں۔ یا بڑے بوجھ بردار جانور اور الفرس سے چھوٹے جیسے بھیڑ، بکری، اونٹ گائے کے بچے کیونکہ وہ قد کے لحاظ سے زمین سے قریب ہوتے ہیں۔ جیسے فرس جو زمین پر بچھا ہوا ہو۔ کُلُّوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تمہارے لئے حلال کیے ہیں ان کو زمانہ جاہلیت کی طرح حرام مت قرار دو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ حرام و حلال میں اس کے طریقوں کی۔ جیسا اہل جاہلیت کرتے تھے۔ اِنَّہٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ اپنے دین کے متعلق اس کو متبہم سمجھو۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الصّٰنِ اُنْثٰی وَ مِنَ الْمَعْرِ اُنْثٰی ۚ قُلْ

”آٹھ طرح کے نر اور مادہ پیدا فرمائے بھڑ میں سے دو اور کبریٰ میں سے دو، آپ فرمائیے

اَلْذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثٰی اَمَّا اَسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثٰی ۚ

کہ اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو۔ یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں،

نَبِّؤْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۶ وَمِنَ الْاِیْلِ اُنْثٰی وَمِنَ

تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو

الْبَقَرٰتَيْنِ ۚ قُلْ اَلْذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثٰی اَمَّا اَسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ

پیدا فرمائیے کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں

اَرْحَامُ الْاُنْثٰی اَمْ كُنْتُمْ شٰهَدَآءُ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

لے ہوئے ہیں۔ کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں انکی وصیت فرمائی۔ سو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا

مَنْ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی

جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باغوا، تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۴۷

راہنیں بتاتا۔“

یا التوجانوروں کی اقسام ثمانیہ اور سکی تحریمات کی تردید:

آیت ۱۴۳: ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ یہ حملہ و فرشا سے بدل ہے۔ مِنَ الصّٰنِ اُنْثٰی وَمِنَ الْمَعْرِ اُنْثٰی دو جوڑے مراد مذکر و مؤنث ہیں۔ واحد کا لفظ جب اکیلا ہو تو ایک مراد ہے اور جب اس کے ساتھ اس کی جنس میں سے ہو تو پھر ان میں سے ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ دونوں زوجان کہلاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے خلق الزوجین الذکر والانثی (انجم ۳۵) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دال ہے ثمانیہ ازواج پھر بطور تفسیر من الصّٰنِ اُنْثٰی ومن المعزائین۔ وَمِنَ الْاِیْلِ اُنْثٰی وَمِنَ الْبَقَرٰتَيْنِ الصّٰنِ اور المعز جمع ضائن اور ماعز ہیں۔ جیسا کہ تاجراور تاجر۔ قراءت: کی شامی اور ابو عمرو نے معزین کے فتح کے ساتھ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ قُلْ اَلْذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثٰی اَمَّا اَسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

الْاَنْعَامِ اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے۔ الذکرین سے مراد اھان اور المعز کے مذکر ہیں۔ اور الانثین سے اھان اور المعز کی مؤنث مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات سے انکار مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ضان اور معز دونوں نوع میں سے مذکر اور مؤنث کو حرام کیا ہو۔ اور نہ ہی جو حالات کے پیٹ میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی تو مذکر چوپایوں کو حرام کرتے اور کبھی مؤنث کو اور ان کی اولاد میں جیسا کہ مذکر و مؤنث دونوں ہوتے یا کبھی ملے جلے ہوتے تو کہتے ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ان کی اس بات کا انکار کیا گیا۔

نَحْنُ: الذکرین یہ منصوب حرم کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ام الانثین یعنی ام حرم اسی طرح جو اما اشتملت میں ہے۔ نَبُوْنِیْ بِعِلْمٍ تم مجھے کسی معروف بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوالہ دے کر ثابت کرو جو اس چیز کا حرام ہونا ثابت کرے جو تم نے حرام ٹھہرائی ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا۔

چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید:

آیت ۱۴۴: وَمِنَ الْاِبِلِ الْاُنثٰی وَمِنَ الْبَقَرِ الْاُنثٰی۔ فَلَا الذَّكَرَیْنِ اِنْ دُوْنُوْنَ مِنْ حَرَمِ اَمِ الْاُنثٰی اِنْ مِنْ اَمَّا اُشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنثٰی اَوْ اَرْحَامُ الذَّكَرِ اَوْ اَرْحَامُ الذَّكَرِ اَوْ اَرْحَامُ الْاُنثٰی اَوْ اَرْحَامُ الذَّكَرِ اَوْ اَرْحَامُ الْاُنثٰی۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّیْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَاۤ اَمْ تَنْسَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ تم نے اپنے رب کو دیکھا جس وقت وہ تمہیں ان کی تحریم کا حکم دے رہے تھے۔ جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس کو ہم حرام کر رہے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ تو ام کنتم شہداء کہہ کر ان پر تنہم کیا گیا کہ کیا تمہیں مشاہداتی صورت میں یہ بات معلوم ہوئی ہے جبکہ تم سرے سے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ (تو پھر تمہاری یہ بات کیونکر ممکن ہے) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا پس اس کی طرف ایسی چیز کی حرمت منسوب کی گئی جو اس نے حرام نہیں کی۔ لَيَبْلُغَنَّ النَّاسُ بَغْیَرِ عَلَمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یعنی وہ لوگ جن کے کفر پر خاتمہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ یہاں جو چیزیں شمار کی جارہی تھیں ان میں بعض کو شمار کیا اور بعض آئندہ مذکور ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ لائے۔ جو معدود سے غیر اجنبی تو نہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر چوپائے بنا کر اور ان میں منفعتیں رکھ کر احسان فرمایا جملہ معترضہ سے ان چوپاؤں کی حلت کی تاکید مقصود ہے اور وہ لائے بھی اسی لئے جاتے ہیں۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ اِلَّا اَنْ

”آپ فرما دیجئے جو کچھ میری طرف وحی بھیجی گئی میں اس میں کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ

يَكُوْنُ مَيِّتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهُ رِجْسٌ اَوْ فُسْقًا

مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو۔ کیونکہ بلاشبہ وہ ناپاک ہے۔ یا ایسی چیز کو حرام پاتا ہوں۔

اَهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ؕ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو سو جو شخص حالت اضطراری میں ہو اس حال میں کہ باغی اور عد سے آگے بڑھنے والا نہیں سو تیرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۵ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَمْنَا كُلَّ ذٰی طُفْرِ ؕ وَمِنْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائے

الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحْوَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا

اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیوں حرام کر دیں۔ سوائے اس کے جو ان کی پشت پر یا ان کی آنتوں پر لگی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزٰیْنُهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۗ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۱۶۶

یا جو ہڈی کے ساتھ مل جائے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کو جزا دی۔ اور بے شک ہم سچے ہیں۔

تحريم صرف وحی سے ہے:

آیت ۱۶۵: قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اس وقت میں یا وحی قرآن میں کیونکہ وحی سنت میں اور بھی حرام کیے گئے۔ یا چوپائے مراد ہیں کیونکہ یہ آیت بحیرہ وغیرہ کی تردید کے سلسلہ میں ہے۔ باقی موقوفہ، مترزیہ اور نسیج یہ میتہ کی ہی اقسام ہیں (جن کا تذکرہ سورہ مائدہ میں ہے) اس آیت میں خبردار کر دیا کہ تحريم اللہ تعالیٰ کی وحی اور تشریح سے ثابت ہوتی ہے۔ خواہش نفس سے نہیں۔ مُحَرَّمًا وہ حیوان جس کا کھانا حرام ہو۔ عَلٰی طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّا اَنْ يَكُوْنُ مَيِّتَةً مگر یہ کہ وہ حرام شے مردار ہو۔ قراءت: ان تکون شامی، کئی، حزنہ نے تا سے پڑھا میتہ شامی نے پڑھا۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون۔

مَنْبِيْنَلْه: جو خون گوشت یا جگر یا تلی میں ہوتا ہے وہ حرام نہیں۔ اَوْ لَحْمٍ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهُ رِجْسٌ پلید ہے۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ

سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرمادیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔ اور اس کا عذاب مجرموں سے نہیں ٹالا

الْمُجْرِمِينَ ۱۴۷ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا

جانے گا۔ جن لوگوں نے شرک کیا وہ مغرب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم کسی چیز

حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ

کو حرام قرار دیجئے، اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب کچھ لیا۔ آپ فرما دیجئے

هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے۔ سو تم اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم صرف گمان کے پیچھے چلتے ہو اور صرف

أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۱۴۸ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَاكُمْ

انکل سے باتیں کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے لیے ہے حجت بالغہ۔ سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت

أَجْمَعِينَ ۱۴۹ قُلْ هَلَمْ شُهِدَ آءُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ

دیجتا۔ آپ فرما دیجئے کہ لے آؤ اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ بے شک اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار

هَذَا ۖ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

دیا۔ سو اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں، اور آپ ان لوگوں کی خواہش کا اتباع نہ کریں جنہوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ

ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر

يَعْدِلُونَ ۱۵۰

مخبراتے ہیں۔

ان کو تکذیب کی سزا ذرا ٹھہر کر ملے گی:

آیت ۱۴۷: فَإِنْ كَذَّبُوكَ اس میں جو آپ کی طرف قرآن کی وحی کی گئی۔ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ اس لئے کہ

تکذیب کرنے والوں کو مہلت دیتا ہے اور ان کو جلد سزا نہیں دیتا۔ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ اس کا عذاب اور اس کی وسعت رحمت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ جب آجائے پس اس کی وسعت رحمت کو دیکھ کر عذاب سے بے خوف نہ ہونا چاہئے۔

جواز شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے:

آیت ۱۳۸: سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ اس کی اطلاع ہے جس کو وہ عنقریب کہیں گے۔ لَوْ شَاءَ اللَّهُ يَكُنْ لَهُ شُرَكَاءُ مِثْلُ مَا أَشْرَكُوا وَلَا آتَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ لیکن اس نے چاہا۔ پس یہ ہمارا عذر ہے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کا شرک اور ان کی وہ تحریمات جو ان چیزوں میں انہوں نے کیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی۔

یہ جواب دیا کہ یہ عذر لنگ ہے:

كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جس طرح یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ حقد میں کی تکذیب ایسی ہی تھی اور وہ بھی اس قسم کے بہانے کرنے والے تھے۔ انکو اس بات نے کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ یہ بات بطور اعتقاد کے انہوں نے نہیں کہی بلکہ استہزاء کے طور پر کہی۔ اور اسلئے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اپنی معذوری کیلئے جھٹ بنایا۔ حالانکہ یہ صریحاً مردود ہے۔ یہ مشیت کا اقرار نہیں۔

مشیت کا معنی:

مشیت کا معنی یہاں رضا ہے جیسا کہ حسن بصریؒ نے کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے شرک پر راضی ہے۔ شرک مراد (ارادہ سے ہوتا ہے) ہے مگر وہ پسندیدہ نہیں۔ کیا تم اس آیت کو نہیں دیکھتے کہ فرمایا اَللّٰهُ لَهْدَاكُمْ اَجْمَعِينَ۔ اس میں خبر دی کہ اگر وہ ان کی ہدایت چاہتا تو وہ تمام ایمان لے آتے لیکن تمام کا ایمان نہ چاہا۔ بلکہ بعض کا ایمان چاہا اور بعض کا کفر چاہا۔ پس لازم ہے کہ مشیت کو اس پر محمول کیا جائے جو ہم نے ذکر کیا تاکہ تناقض دور ہو۔ حَتَّىٰ ذَا قَوْا بِأَسْنَاءِ یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب اتارا۔ قُلْ مَلِٰٓءَ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ ایسی کوئی معروف بات جس سے تمہاری اس بات کی دلیل بن سکے۔ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا پس اس کو ظاہر کرو۔ اِنْ تَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُونَ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ کی دلیل کامل ہے:

آیت ۱۳۹: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ جو تم پر اس کی طرف سے لازم ہے اس کے اوامر و نواہی کی وجہ سے اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت کی کوئی (صحیح) دلیل موجود نہیں۔ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَاكُمْ اَجْمَعِينَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت چاہتا اس آیت سے معترضہ کا دبدبہ محض باطل ٹھہرا۔ کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ:

آیت ۱۵۰: قُلْ هَلَمْ يَشْهَدْ اَعْيُنُكُمْ لَا تَحْمِلُوْا سِيْرَةَ الشُّرَكَاءِ وَاَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔ اور نزدیک کرو۔ هَلَمْ کے کلمہ میں واحد جمع، تذکیر و ناتیث اہل حجاز کے نزدیک برابر ہے۔ البتہ بتوہم اس کی مؤنث اور جمع بناتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَمَ هٰذَا یعنی وہ جو اپنے خیال میں حرام سمجھتے

ہیں۔ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ تو انکی گواہی تسلیم نہ کر اور نہ انکی تصدیق کر۔ کیونکہ جب اسکو تسلیم کر لیا گیا تو گواہی کی گواہی کی طرح وہ گواہی ہو گئی اور انہی میں سے بن گیا۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْغَنَىٰ۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے۔ تاکہ اس سے ثابت ہو جائے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے وہ خواہش پرست ہے۔ اسلئے کہ وہ اگر دلیل کا پیرو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق ضرور کرتا اور اسکو وحدہ لا شریک جانتا۔ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وہ مشرک ہیں۔ وَهُمْ يَرْبِيهِمْ يَعْبُدُون وہ بتوں کو برابر قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ

”آپ فرمادیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر بتاؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور

بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ

اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو ٹھک رتی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم

نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنٌ ۚ

تم کو رزق دیں گے اور ان کو بھی، اور مت قریب جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ

اور مت قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

تا کہ تم عقل سے کام لو، اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اسی طریقہ سے جو اچھا ہو۔

حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكِلِفُ

یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت

نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ وَبِعَهْدِ اللَّهِ

سے زیادہ عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کو اختیار کرو اگرچہ وہ تمہارا قربات دار ہی ہو۔ اور اللہ کے عہد کو

أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۲﴾ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ

پورا کرو، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم دیا تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس

فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

کا اتباع کرو۔ اور مت اتباع کرو دوسرے راستوں کا سو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمہیں تاکید کی حکم دیا ہے تا کہ تم

تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پر ہمیز گار ہوا پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے اپنے عمل کرنے والوں پر نعت پوری ہوگی۔ اور جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

وَهْدًى وَرَحْمَةً لِّعَلَّهُمْ يُلْقَا رَبَّهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ

اور جو ہدایت ہے اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین کریں۔ اور یہ کتاب ہم نے نازل کی

مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا عَالَمَكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ اِنْ تَقُولُوا اِنَّمَا

جو بابرکت ہے۔ سو اس کا اتباع کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتنی قیمتی

أَنْزَلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

سو انہیں دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے

لَغَفْلِينَ ۝

غافل تھے

نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳:

آیت ۱۵۱: قُلْ اِنْ لَوْغُلُوْا سَے جنہوں نے کھیتی اور چوپائے حرام کیے۔ تَعَالَوْا یہ خاص فعل تھا۔ پھر عام استعمال ہونے لگا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بلند مقام پر کھڑا شخص وادی میں کھڑے شخص کو کہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ مطلق بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيْكُمْ وہ جس کو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کیا ہے۔ عَلَیْكُمْ یہ حَرَّمَ کا صلہ ہے۔ اَلَا تُشْعِرُوْا بِہٖ شَيْئًا یہ اُن مفسرہ ہے۔ فعل تلاوت کی تفسیر کی جارہی ہے اور لائی کا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور تم والدین کے ساتھ احسان کرو احسان کرنا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنا بجائے خود برا سلوک و گناہ ہے۔ اور بدسلوکی تو بدترین گناہ ہے۔ اس لیے اس کو محرمات میں ذکر کیا۔ اور یہی حکم بعد والے اوامر کا بھی ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ فقر کی وجہ سے اور فقر کے خوف سے جیسا دوسری جگہ فرمایا خشیعہ املاق (الاسراء ۳۱) نَحْنُ نَزَدُكُمْ وَاَبَاہُمْ کیونکہ بندوں کا رزق ان کے آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہو۔ یہ الفواحش کا بدل ہے۔ وَمَا بَطَّنَ اور جو اللہ اور تیرے مابین ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ مثلاً قصاص وارثہ اور قتل اور جرم زانی۔

ذَلِكُمْ وَصَّكُمْ بِہٖ یعنی یہ مذکورہ تفصیلی احکامات ہیں جن کی تمہاری جان کا تمہارے رب نے تمہیں تاکید کی ہے۔ لَعَلَّكُمْ

تَعْلُوْنَ: تاکہ تمہیں ان احکام کی عظمت اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم ہو۔

آیت ۱۵۲: وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ: مگر اس طریقہ سے جو کہ اچھا ہو اور وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو بار آور کرنے والا طریقہ ہے۔ حَتّٰی يَبْلُغَ اَشَدَّهُ: یعنی بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کرو۔ اَشَدُّ: یہ شدت کی جمع ہے جیسے: فلس و الفلس۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْيَمَانَ بِالْقِسْطِ: قسط کا معنی برابری اور عدل ہے۔ یعنی تم ماپ تول میں برابری کرو۔ لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے مراد جن سے انسان عاجز نہ رہے اس کو کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

ایک حکمت:

ماپ تول میں انصاف کا حکم دینے کے بعد اس کو اس لئے لائے کیونکہ ماپ تول میں حد کی پوری رعایت کو جس میں ذرہ بھر کی بیشی نہ ہو انصاف کہلاتا ہے اور اس میں تھوڑی بہت کی بیشی ہونا عین ممکن ہے۔ اس تنگی کو اٹھاتے ہوئے اِلَّا وُسْعَهَا لائے کہ اپنی طاقت کی حد تک اس میں کمی نہ ہونے پائے اور جو طاقت سے زائد ہے وہ معاف کر دی جائے گی۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا کا معنی سچ بولنا ہے۔ یعنی جب تم بات کرو تو سچائی کا دامن تھامے رہو۔ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی: اگرچہ جس کے متعلق بات کہی گئی یا جس کے خلاف گواہی وغیرہ دی گئی وہ کہنے والے کے قرابت داروں میں سے ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں ہے: وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَوَالُوْلَدِيْنَ وَالْاَقْرَبِيْنَ [النساء: ۱۲۰]۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُواْ ذٰلِكُمْ وَصَدِّقْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ عہد اللہ عام ہے۔ یوم میثاق والا ہوا امر وہی اور وعدہ وعید اور نذر قسم والا ہو سب ہی مراد ہیں۔ ذٰلِكُمْ کا مشاغلہ گزشتہ تمام چیزیں۔

قراءت: حمزہ علی، حفص کے ہاں قرآن مجید میں جہاں بھی آئے گا ایک تاکہ حذف اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ دیگر قراء نے تشدید سے پڑھا ہے۔ یہ اصل میں تتذکرون تھا دوسری تا کو ذال میں ادغام کر دیا۔ تذکرون بن گیا۔ معنی یہ ہے: یعنی تمہیں اس لئے حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت ۱۵۳: وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ اِس سے پہلے لام مقدر ہے کیونکہ یہ اتباع کی علت ہے۔ یعنی تم اتباع کرو اس لئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔

قراءت: شامی نے ان کو تخفیف کے ساتھ ان پڑھا ہے۔ یہ اصل میں وانہ ہے۔ ضمیر شان والحدیث ہے۔ (۲) حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے جملہ ابتدائیہ قرار دے کر ان پڑھا ہے۔ مُسْتَقِيْمًا۔ سیدھا۔

مُسْتَقِيْمًا: یہ حال ہے۔ یعنی بے شک یہ میرا راستہ ہے۔ اس حال میں کہ وہ سیدھا ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ السُّبُلَ سے مختلف راستے یعنی یہودیت نصرانیت مجوسیت اور تمام بدعات و ضلال کی راہیں مراد ہیں کیونکہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس تم اس کی اتباع کرو اور متفرق راستوں یہودیت وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ پھانسنے والے درندوں کے ہاتھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام سے جدا کر دیں گے۔

روایت میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا۔ یہ ہدایت کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پس

اس پر چلو پھراس کی ہر جانب چھ خط ادھر ادھر ٹیڑھے جانے والے کھینچے۔ پھر فرمایا یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے۔ جو اس راستہ کی طرف جا رہا ہے۔ پس تم ان راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (الحدیث) وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ..... پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلے۔ پس یہ بہتر بن گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت حکمت ہیں ان میں سے کوئی چیز کسی آسمانی کتاب میں منسوخ نہیں ہوئی اور کعب لہتے ہیں یہ آیات میں سب سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم بھی تقویٰ کے اُمیدوار بن سکو۔

الطیف نکتہ:

پہلی آیت میں تعلقون پھر دوسری میں تن کرون اور تیسری میں تتعون فرمایا۔ کیونکہ جب وہ سمجھیں گے تو سوچیں گے پھراس کو یاد رکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو۔

حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق:

آیت ۱۵۴: ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا لِّمَنِّي تَمَّ كُؤْبَرِي هُوَ کہ ہم نے دی یا اس کا عطف قل پر ہے کہ پھر کہو ہم نے دی یا ثُمَّ جملہ کے ساتھ واؤ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں ثُمَّ اللہ شہید (یونس ۳۶) عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ اس پر جو محسن اور صالح ہو۔ مراد اس سے جنس محسن ہے اس کی دلیل قراءت عبد اللہ ﷺ علی الذین احسنوا۔ یا اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی تکمیل کرامت کے لئے اس بندے پر جس نے تبلیغ میں خوب اطاعت اختیار کی اور ہر حکم میں اچھی تابعداری کی۔ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ دین میں جس چیز کی ان کو ضرورت تھی۔ اس کی بالتفصیل وضاحت وَهْدَى وَرَحْمَةً لِّعَالَمِهِمْ یعنی ہم سے مراد نبی اسرائیل ہیں۔ يَلْقَاءُ رَبَّهُمْ يُؤْمِنُونَ تصدیق کرتے ہیں۔

قرآن مجید سے مزید تصدیق:

آیت ۱۵۵: وَهَذَا قُرْآنُ كِتَابِ الْاَنْزِلَةِ مُبْرَكًا كَثُرَتْ خَيْرُهَا فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا اس کی مخالفت سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ:

آیت ۱۵۶: اَنْ تَقُولُوا اس کراہت سے کہ تم کہو یا تاکہ تم یہ نہ کہو۔ اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قُلَيْنَا یعنی اہل تورات اور اہل انجیل۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجوس اہل کتاب نہیں ہیں۔ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ان کتابوں کی تلاوت سے لَغْفَلِينَ۔ اس میں سے کسی چیز کا ہمیں علم نہ تھا۔ اِنْ خَفِضَ مِنْ اَمْتَلِهِ ہے۔ اور لام اس لیے لائی گئی کہ اِنْ تافیه سے یہ الگ معلوم ہو۔ اصل عبارت یہ ہے: اِنَّه كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ غَافِلِينَ۔ ہضمیر شان ہے۔ خطاب اہل مکہ کو ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ان پر کتاب اتار کر حجت تام کی گئی۔ تاکہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کریں کہ تورات و انجیل تو ہم سے پہلے لوگوں کو دی گئی اور ہمیں تو ان کے مضامین کی خبر نہ تھی۔ (پس کس طرح ہم ایمان لاتے)

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ

یام یوں کہتے تھے کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان لوگوں سے بڑھ کر زیادہ ہدایت پر چلنے والے ہوتے۔ سو تمہارے رب کی طرف سے

بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ

دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو

اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ

جھٹلائے اور ان سے روکے، ہم عقرب ان کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے روکتے ہیں

بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۸۷﴾

اس سبب سے کہ وہ روکا کرتے تھے۔

قرآن یکے کے اتار کر حجت تمام کر دی:

آیت ۱۵: اَوْ تَقُولُوا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو۔ لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ایام عرب کو خوب یاد کرنے اور ہم کی مضبوطی کی بناء پر فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو جس کا تم اپنے نفوس کو وعدہ دیتے ہو۔ تو تمہارے پاس روشن بیان اور قطعی حجت و دلیل آچکی پس شرط حذف کر دی یہ حذف بہت خوب ہے۔ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللَّهِ اس کے بعد کہ وہ ان کی صحت و صداقت کو پہچان چکا۔ وَصَدَفَ عَنْهَا یعنی اس سے اعراض کیا۔ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ۔ وہ مغلوبیت کی انتہاء ہے۔ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ان کے اعراض کی وجہ سے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ

”یہ لوگ بس اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی نشانیں

آیت رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

میں سے کوئی نشانی آجائے جس دن آپ کے رب کی نشانیں میں سے ایک نشانی آجائے گی۔ تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے سے

أَمِنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلْ انتظروا إِنَّا مُنتظرونَ ﴿۱۵۸﴾

ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ قَفَّوْا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ

اُسے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کر دی اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ بس ان کا معاملہ

إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۵۹﴾

اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر ان کے وہ کام ان کو بتا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں:

آیت ۱۵۸: هَلْ يَنْظُرُونَ یعنی ہم نے رسالت کے ثبوت اور وحدانیت کے دلائل قائم کر دیئے اور اس گمراہی کو جو ان کے اعتقادات میں گھسی ہوئی تھی باطل کر دیا۔ اب وہ گمراہی کے چھوڑنے میں کس چیز کے منتظر ہیں۔ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ یعنی موت کے فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے۔ قراءت: حمزہ اور کوئی نے یاتہیم پڑھا ہے۔ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ یعنی تیرے رب کا حکم اور وہ عذاب یا قیامت ہے اور اس لیے کہ اتیان متشابہ ہے اور اتیان امر تو مخصوص علیہ ہے۔ محکم ہے اسی لیے اس کے معنی کو اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ یعنی قیامت کی علامات مثلاً مغرب سے طلوع شمس وغیرہ۔ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا اس لیے کہ یہ ایمان اختیاری نہیں۔ بلکہ یہ ایمان تو عذاب اور جہنم کو اپنے سے دور کرنے کی خاطر ہے۔ لَمْ تَكُنْ أَمِنْتَ مِنْ قَبْلُ یہ نفسا کی صفت ہے۔ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا خیر کا معنی اخلاص ہے جیسا کہ طلوع شمس من المغرب کے بعد کافر کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح منافق کا اخلاص بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔ یا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ لَا يَنْفَعُ إِيمَانُ مَنْ لَمْ يَلْمِزْ وَلَا تَوْبَةُ مَنْ لَمْ يَتُبْ قَبْلَ جَوَائِزِ نَفْسِهِ لایا اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی جس نے توبہ نہیں کی۔ قُلْ انتظروا تین آیات میں سے ایک کا انتظار کرو۔ إِنَّا مُنتظرونَ کہ ایک ان میں سے کب واقع ہوگی۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا، وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا

”جو شخص نیک کام کرے سوائے اس جیسے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برائی کا کام کرے تو اسے صرف اس کے برابر ہی

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦﴾ قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ

”آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دئی ہے سزا ملے گی۔ اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔“

دِينًا قِيَمًا لِّإِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٩١﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي

یہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم کی ملت ہے جو حق کی راہ اختیار کرنے والا تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ آپ فرمادیتے ہیں کہ بلاشبہ

وَنُفُوسِكُمْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِكُمْ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ

میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا

أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (١٦٣)

گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔“

فرقہ بندی میں صحیح راہ:

آیت ۱۵۹: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ دِیْنَ مِیْلَیْنِ فِیْ خِلَافٍ ذٰلَکَ اُوْرْفُوْا بِنِ غَیْیٍ مِّمَّیْنِ ۚ فَاِیْسَیْءٌ مَّا یَفْعَلُوْنَ ۚ
ہے کہ یہود کہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ تمام جنہی ہیں سوائے ایک کے جو نجات پانے والا ہے۔ اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ایک کے سوا تمام جنہی ہیں۔ میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ تمام جنہم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ سواہ اعظم ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ابن ماجہ ابوداؤد ابن حبان۔ احمد)

کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں بعض باتوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔

قراءت: حمزہ، علی نے فارقوا پڑھا۔ یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑا۔ وَكَانُوا شِيعًا (شیعاً) گروہ، ہر گروہ نے اپنا ایک مقتدی بنالیا۔ كُنْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ یعنی ان کے متعلق سوال کے آپ ذمہ دار نہیں اور نہ ان کے تفرقہ کے متعلق یا ان کے عذاب کے متعلق اِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا:

آیت ۱۶۰: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا اس کی تقدیر عبارت یہ ہے عشر حسنات امثالها کہ دس نیکیاں اس

قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَبْنِيَّ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ طَوْلاً تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ

”آپ فرمادجئے! کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی رب تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے، اور جو بھی کوئی شخص کوئی گناہ کرے اس کا وبال اسی پر ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ

اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں وہ چیزیں بتا دے گا جن میں

تَخْتَلِفُونَ ۖ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

تم اختلاف کرتے تھے اور اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اور درجات کے اعتبار سے تم میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دی تاکہ وہ تمہیں

دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۶

ان چیزوں کے بارے میں آزمائے جو تم کو عطا فرمائیں، بے شک آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بلاشبہ وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

کے مثل دس جنس امتیزہ کی صفت کو موصوف کے قائم مقام قرار دیا جائے۔ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ثواب کی کمی اور سزا کے اضافہ کے ساتھ۔

میں ملتِ ابراہیم علیہم السلام پر ہوں آؤ مان لو:

آیت ۱۶۱: قُلْ إِنِّي هَدَيْتُ رَبِّي۔ قراءت: ابو عمرو اور مدنی نے ربی پڑھا لی صراطِ مُسْتَقِيمِ دینا (دینا منصوب ہے الی صراطِ مستقیم کے محل کا بدل ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے ہدائی صراطِ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے: وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (الحج: ۲) قِيمًا قِيمَہ فِعْل کے وزن پر قائم ہے یہ قائم سے زیادہ بلند ہے۔ قراءت: قِيمًا کوئی شامی نے پڑھایہ مصدر ہے اور اس کا معنی قیام ہے۔ اس کو بطور صفت کے لایا گیا۔ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ یہ عطف بیان ہے۔ حَنِيفًا یہ ابراہیم سے حال ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اے گروہ قریش۔

خلاصہ ملت: عبادت باری اور شرک سے بیزاری:

آیت ۱۶۲: قُلْ إِنَّا صَلَاتُنِي وَنُسُكِي لِعَنِي مِثْرِي عِبَادَت۔ الناسک عبادت گذار۔ یا میرا ذبیحہ یا میرا حج وَمَعْبَايَ وَمَقَاتِي اور وہ اعمال جو میں نے زندگی میں کئے اور اس پر میں مروں گا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ وغیرہ۔ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اسکی ذات کیلئے خالص ہیں۔ (قراءت) معبای و معماتی میں پہلے یا کاسکون اور دوسرے کا فتح مدنی نے پڑھا دوسروں نے اس کا عکس پڑھا ہے۔

آیت ۱۶۳: لَا شَرِيكَ لَكَ ۚ إِنَّكَ لَشَدِيدُ الْحِسَابِ ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۚ وَإِنَّا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کیونکہ ہر پیغمبر کا اسلام اپنے دین پر امت کے اسلام سے مقدم ہوتا ہے۔

میں تو حقیقی رب کو ماننے والا ہوں:

آیت ۱۶۴: قُلْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ اَبْعٰی رَبّٰی یہ جواب ہے اس دعوت کا جو وہ اپنے معبودانِ باطلہ کی طرف دیتے تھے۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے یعنی میرا اس کے علاوہ کسی اور رب کو تلاش کرنا اوپری بات ہے۔ مفعول کو اس لیے مقدم کیا گیا کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور اس کے علاوہ تمام مربوب ہیں اور کوئی ایسا موجود نہیں اس کے علاوہ جس کو ربوبیت کا اختیار ہو۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِهَا یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں فرمایا: اتَّبِعُوا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيْئَتَكُمْ (احکوت: ۱۲) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی شخص کسی کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ جو گناہ کسی اور نفس نے کیا ہو۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان ادیان میں سے جن میں تم نے اختلاف ڈالا ہے۔

زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے آنے والے حساب کو آیا ہوا سمجھو:

آیت ۱۶۵: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلِیْفَ الْاَرْضِ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی امت آخری امت بنائی گئی کیونکہ وہ ایک دوسرے کے بعد آئیں گے یا وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونگے۔ اور اس کے مالک بنیں گے اور اس میں تصرف کریں گے۔ وَرَفَعَ بَعْضُکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رَّجَبٌ رتبہ میں اور رزق وغیرہ میں ذَرَجَاتٍ یہ مفعول دوم ہے یا تقدیر عبارت یہ ہے اِلٰی ذَرَجَاتٍ رَّجَاتٍ کی طرف یا یہ مصدر کی جگہ آیا ہے گویا اس طرح کہا بلندی کے بعد بلندی لَبَسُوْکُمْ فِیْ مَا اَتٰکُمْ اس میں جو تمہیں جاہ و مال کی نعمت دے رکھی ہے تم کس طرح اس نعمت کا شکر یہ ادا کرو گے۔ کس طرح شریف کہینے کے ساتھ اور مالدار فقیر کے ساتھ اور مالک مملوک کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اِنْ رَّیْتَکَ سَرِیْعَ الْعِقَابِ بے شک آپ کا رب بہت جلدی بدلہ لینے والا ہے جو اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جو اس کے شکر کو ادا کرے گا عقاب کے ساتھ سرعت کی صفت لائی گئی۔ کیونکہ آنے والا ہے اس کو آیا سمجھنا چاہیے وہ قریب ہی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا: وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا کَلَمَیْحٍ الْبَصْرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ط (انحل: ۷۷) کہ قیامت کا معاملہ تو پلک جھپک کی طرح یا اس سے بھی زیادہ قریب تر ہے۔ فَاتَّقُوا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس نے سورۃ انعام کی تین ابتدائی آیات صبح کے وقت تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کے اعمال کی مثل اعمال قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے۔ (فتح القدیر)

تمت بالخیر

ترجمہ سورۃ الانعام یوم الاربعاء بعد العصر۔ وقت مضت اثنا عشر یوماً من شہر جمادی الاولیٰ سنۃ ۱۲۲۳ھ

والحمد لله على ذلك

سُوْرَةُ الْاٰنْكَرَافِ ثَمَّ تِلْكَ وَهِيَ ثَمَّ اَوَّلُ سُوْرَةٍ يَافُو الْاَبْعَ وَتَسْتَوِي رُكُوْعًا

سورۃ اعراف مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی ۲۰۶ آیتیں اور ۲۳ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْمَصِّ ۝ كُتِبَ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حِجٌّ مِنْهُ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُتْمُنٌ ۚ جُئِيتُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ وَبِالرُّسُلِ الَّتِي كُنْتُمْ تَنفَعُونَ ۚ

لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ

تاکہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیمن، اور ایمان والوں کے لیے نصیحت سے اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف اتاری گئی،

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَكَمْ مِنْ

اور اس کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع نہ کرو، تم تکم نصیحت حاصل کرتے ہو، اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ سو

قَرِيَّةٍ أَهْلِهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿٤١﴾ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ

ان راتیں بے وقت میں ہمارا غضب آیا جب کہ وہ رات گذار رہے تھے بالیسی حالت میں غضب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے، سوچا ان پر ہمارا غضب آیا تو

اٰذْجَاءَ هُمْ بِاسْنَانٍ اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

ان کی پکار اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ بلاشبہ ہم ظالم تھے۔“

آیت: اَللّٰهُمَّ اِنَّا اللّٰهُ اَعْلَمُ وَافْضَلُ - میں ہی اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ عظمت والا ہوں۔

آیت ۲: كِتَابٌ (یہ ایک کتاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هُوَ كِتَابٌ وہ کتاب۔ اَنْزَلَ اِلَيْكَ (جو آپ کے اوپر اتاری گئی ہے) یہ کتاب کی صفت ہے کتاب سے مراد سورت ہے۔

تسلیم رسول اللہ ﷺ کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں:

فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ (آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے) حرج کا معنی شک ہے اور شک کو حرج سے تعبیر اس لیے فرمایا کہ شک کرنے والے کا دل تنگ ہوتا ہے جیسا کہ یقین کرنے والے کے دل میں کشائش ہوتی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے جانے میں شک نہ کر۔ یا اس کی تبلیغ کے سلسلہ میں تنگی نہیں ہونی چاہیے آپ ﷺ اپنی قوم کی تکذیب اعراض و ایذاء کا خدشہ پا کر ان کے ایذا سے دل میں تنگی محسوس کرتے تھے۔ اور دل میں اس کے متعلق نشاط پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما کر اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا۔ فلا یکن میں حرج ہی کی نفی فرمائی گئی۔ کیا خوب بلاغت کے ساتھ فرمایا اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کے اتارے جانے کے بعد آپ دل میں تنگی محسوس نہ کریں لَتَنْذِرَ بِهِ (تاکہ اس کے ذریعہ (منکروں) کو ڈرائیں) اس میں لام انزل کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے انزل الیک لانذارک بہ اس کتاب کو آپ کی طرف اتارا گیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لام جو تنذیر کا ہے اس کا تعلق لا یکن کی نفی سے ہے کیونکہ جب آپ ان سے نہ ڈرائیں گے تو ان کو ڈرائیں گے۔ اور اسی طرح جب ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یقیناً آپ کو نافرمانی سے ڈرانے کے لیے جرأت مند بنادے گا کیونکہ صاحب یقین بہادر و جرات مند اور اپنے رب پر توکل کر نیوالا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَذِكْرُیَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (اور اہل ایمان کیلئے یہ ایک نصیحت ہے) یہ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی تنذیر بہ و تذکر تذکیراً تاکہ تم اس کے ذریعہ ڈراؤ اور نصیحت کرو خوب نصیحت کرنا۔ اَلذِّكْرُیَ یہ اسم ہے اور تذکیر مصدر کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ کتاب پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یعنی ہو کتاب و ذکر ۱۔ المؤمنین وہ کتاب اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ نمبر ۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔ نمبر ۴۔ محل جریں واقع ہے تنذیر کے محل پر عطف کی وجہ سے تقدیر عبارت یہ ہے: لانذار وللد ذکر ۱۔ انذار کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

آیت ۳: اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (اس پر چلو۔ جو ہدایت تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے) انزل الیکم سے مراد قرآن و سنت ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِہِ (اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو) ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اُولَیْئَہِ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن و انس شیاطین کی دوستی مت اختیار کرو۔ وہ تمہیں اصنام پرستی، خواہشات پرستی اور بدعات پر آمادہ کریں گے۔ قَلِیْلًا مَّا تَذْكُرُوْنَ (تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو) اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو تم چھوڑتے ہو اور دوسروں کی اتباع کرتے ہو۔

خُجِّرُوا: قَلِیْلًا پر نصب تذکرون کی وجہ سے ہے یعنی تذکرون تذکراً قَلِیْلًا۔ تم بالکل تھوڑی سی نصیحت مانتے ہو۔ مَا قَلَّتْ کی تاکید کے لیے بڑھایا گیا۔ قرأت: شامی نے تنذکرون پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

آیت ۴: وَكَمْ مِنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰہَا (اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا) كَمْ مبتداء ہے اَهْلَكْنٰہَا اس کی خبر ہے مِنْ قَرْیَةٍ۔ من بیان یہ کم خبریہ کی تمیز پر لایا گیا۔ اهلکناھا سے ارادہ ہلاک مراد ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاَغْسِلُوْا (المائدہ ۶) میں ارادہ قیام کو قیام فرمایا گیا۔ فَجَاءَ هَآ اِس کے رہنے والوں پر آیا۔ بَأْسُنَا ہمارا عذاب

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَلَنَقْصُصَ عَلَيْهِمْ

”سو جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، سو ہم ان کے رویہ و

بِعِلْمِهِمْ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۖ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۖ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ

علم کے مطابق بیان کر دیں گے اور ہم غائب نہ تھے، اور اس دن وزن واقع ہونے والا ہے۔ سو جن کے وزن بھاری ہوئے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے سو یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی جانوں کا

أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۚ

نقصان کر لیا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

قیامت کی مسؤلیت برائے تو بیخ:

آیت ۶: فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ (پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا) اُرْسِلَ کا اسنادِ الیہم کی طرف ہے مطلب یہ ہوا فلنَسْأَلَنَّ المرسل الیہم وہم الامم۔ ہم ضرور امتوں سے سوال کریں گے کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے کہ) ان کو کیا جواب ملا۔

آیت ۷: فَلَنَقْصُصَ عَلَيْهِمْ (پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے بیان کر دیں گے) رسولوں اور امتوں پر جو ان کی طرف سے پیش آیا۔ بَعْلَمُ ہم ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہیں۔ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ (اور ہم بے خبر نہ تھے) ان سے جو ان کی طرف سے پایا گیا۔ یہ سوال صرف تو بیخ و خبردار کرنے اور پختہ کرنے کیلئے ہوگا۔ جبکہ وہ زبانوں سے خود اقرار کر لیں گے۔ اور انبیاء ان کے متعلق گواہی دے دیں گے۔

وزن اعمال اظہارِ انصاف اور قطعِ معذرت کیلئے ہے:

آیت ۸: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ يُؤْمَضُّ (اور ٹھیک ٹھیک تول اس روز ہوگی) وزن اعمال اور ہلکے بھاری کا فرق۔

تَحْفَظُ: یہ مبتدا ہے اور یومئذ اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن امتوں اور رسولوں سے پوچھیں گے جملہ کو حذف کر کے اس کی جگہ تین لائے۔ الْحَقُّ عدل یہ وزن کی صفت ہے۔ اقوالِ نبرا۔ ایک ایسے میزان کے ساتھ جس کی

زبان اور دو پلڑے ہو گئے اظہار انصاف اور قطع معذرت کے لئے صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ یہ برابر فیصلے اور عادلانہ حکم کی تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت کا علم ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (پس جن لوگوں کے پلڑے بھاری ہو گئے) جمع میزان یا موزون ہے یعنی جس کے تولے جانے والے اعمال بھاری اور قدر والے ہیں اور ایسے اعمال تو اعمال صالحہ ہی ہیں۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہو گئے) پس یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

خفت وزن:

آیت ۹: وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (اور جن کے پلڑے ہلکے ہو گئے) وہ کفار ہیں ان میں ایمان ہی نہیں۔ کہ جس کے ساتھ عمل معتبر ہوتا۔ ان کے میزان میں خیر نہ ہوگی۔ پس ان کے میزان ہلکے ہو گئے۔ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ۔ (پس وہ لوگ وہی ہو گئے جنہوں نے خود اپنا نقصان کر لیا۔ ہماری آیات کی حق تلفی کرنے کے سبب) يَظْلِمُونَ کا معنی زور سے انکار کرنا۔ آیات سے دلائل مراد ہیں اور آیات سے ظلم کا مطلب ان کو ان کے مقامات سے ہٹانا یعنی انکار کرنا اور ان کو تسلیم نہ کرنا۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۖ قَلِيلًا مَّا

اور بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کا سامان پیدا کیا تم بہت کم

تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا

شکر ادا کرتے ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو

لَادَمَ ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ مَا

سجدہ کرو سو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، وہ سجدہ کرنے والوں میں نہیں تھا۔ اللہ کا فرمان ہوا کہ تجھے کس چیز نے

مَنْعَكَ الْأَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ

اس بات سے روکا کہ تو سجدہ کرے جبکہ میں نے تجھے عزم کیا، اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو پیدا کیا

مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ

کچھ ہے، فرمایا پس تو یہاں سے اتر جا، سو تجھے کوئی حق نہیں کہ اس میں تکبر کرے سو تو نکل جا

إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے، وہ کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، فرمایا بے شک تو ان لوگوں میں سے ہے

الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فِيمَا أُغْوِيْتَنِي لِأَفْعِدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

جنہیں مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا سو اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور ضرور ان لوگوں کے لیے آپ کے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا،

ثُمَّ لَا تَأْتِيهِمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

پھر ضرور آؤں گا ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی داہنی جانب سے اور ان کی بائیں

شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا

جانب سے، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے فرمایا تو یہاں سے نکل جا ذلیل

مَذْذُورًا ۖ لِمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور خوار ہوکر، اس میں شک نہیں کہ جو شخص ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

۱۰۸

انعامات معیشت کا تذکرہ:

آیت ۱۰: وَلَقَدْ مَكَّنَّكُمْ فِي الْأَرْضِ (اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر جمایا) ہم نے اس زمین میں تمہارے لئے جگہ اور ٹھہرنے کا مقام بنایا ہم نے تمہیں اس میں اقتدار دیا اور تصرف پر قدرت دی۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَاشٍ (اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا) جمع معیشتہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر انسانی گزراوقات ہے مثلاً مطعومات و مشروبات وغیرہ۔ قراءت: معاش میں یا کا ظاہر کرنا اصل ہے کیونکہ یا اصل ہے اس کو صحائف پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ یا اس میں زائدہ ہے نافع نے ہمزہ پڑھا ہے۔ جیسا کہ صحائف میں پڑھا جاتا ہے۔

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو) یہ قلیلًا مانند کبرون (الاعراف ۳) کی طرح ہے۔

تخلیق انسانی کا ذکر:

آیت ۱۱: وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ (اور ہم نے تمہارا اندازہ کیا۔ پھر تمہاری صورت بنائی) ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔ ایسی مٹی سے جس پر تصویر تھی پھر ہم نے ان کی تصویر بنادی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلٰسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّٰجِدِيْنَ (پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا) ان میں سے نہ ہوا جو سجدہ کرنے والے تھے۔

سوال تو بخ:

آیت ۱۲: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کوئی بات مانع ہے) مگر ہر نفع ہے اور اُنۡیْ شَیْءٍ کے معنی میں ہے یعنی تمہیں کس چیز نے سجدہ سے منع کیا ہے اور لازائدہ ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِیْدَیْ (ص: ۷۵) اور اسکی نظیر یہ آیت ہے: لَنۡبَلِّغَنَّکَ اَهْلَ الْکُتُبِ (الحدید: ۲۹) ای لیعلم۔ اِذۡ اَمَرْنَاکَ (جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا) یہ حصہ آیت دلیل ہے کہ امر و جواب کیلئے آتا ہے علم کے باوجود سجدہ نہ کرنے والے سے یہ سوال تو بخ کیلئے ہے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ اس نے معاندت و کفر، تکبر اور اپنے اصل پر فخر اور اصل آدم کی تحقیر کرتے ہوئے یہ حرکت کی تھی۔

شیطانی قیاس اور اس کی غلطی:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے) وہ نار جو ہر نورانی ہے وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ (اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے) اور وہ ظلماتی ہے اس خبیث نے اس قیاس میں غلطی کی کیونکہ مٹی میں خبیثی، وقار ہے اسی سے انسان میں حلم و حیا اور صبر پایا جاتا ہے۔ جو کہ تو بہ و استغفار کی طرف لے جانے والا ہے اور آگ میں اضطراب، تیزی، بلند طبعی ہے اور یہی چیز تکبر کی طرف لے جانے والی ہے۔ مٹی ممالک کو پیدا کرنے والی ہے جبکہ آگ ہلاکتوں کو پیدا کرنے والی ہے آگ خیانت کا مرکز اور فناء کا محرک اور مٹی اس کے بالقابل امانت کی معاون اور نشوونما کی معین ہے مٹی آگ کو بجھاتی ہے جبکہ آگ اس کو تلف و ضائع کر دیتی ہے۔ یہ مٹی کی فضیلتیں ابلیس کی نگاہ سے اوجھل رہیں۔ یہاں تک کہ اپنے غلط قیاسات کی وجہ سے پھسل گیا۔

تنبیہ: قیاس کی نفی کرنے والوں کا یہ کہنا کہ سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ یہ محض قیاس ہے کیونکہ قیاس کو ثابت کرنے والوں کے ہاں بھی ایسا قیاس جو نص کے مقابلہ میں ہو وہ مردود ہے جبکہ ابلیس کا قیاس امر منصوص کے ساتھ محض عناد تھا۔ مامنعک کا جواب اتنا ہی تھا کہ وہ کہتا مجھے اس چیز نے روکا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اس لیے کہ اس نے قصہ دہرایا۔ اور اس میں اپنے بارے میں خردی کہ وہ آدم سے افضل ہے اور اپنی فضیلت کے سبب میں اس سے بہتر ہے پس اس ساری بات سے یہ جواب حاصل ہوا۔ گویا اس نے کہا معنی من السجود فضلی علیہ کہ سجدہ سے مجھے میری فضیلت نے روکا اور اس پر بڑائی نے روکا۔ اور یہ تو حکم الہی کا انکار ہے مزید یہ کہ مجھ جیسے کو اس جیسے سجدہ کرنا بعید از عقل ہے کیونکہ فاضل مفضول کو سجدہ نہیں کرتا۔

آیت ۱۳: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے اتر جا) جنت سے یا آسمان سے کیونکہ وہ آسمان میں تھا اور وہ متواضع اور مطیع لوگوں کا مقام ہے فاهبط کی فاء، انا خیر کے جواب میں ہے ای ان كنت تتكبر فاهبط۔ اگر تو تکبر کرتا ہے تو اتر جا۔ فَمَا يَكُونُ لَكَ (تجھ کو حق نہیں) تیرے لیے صحیح نہیں۔

ذلت لازمہ تکبر ہے:

أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا (کہ تو یہاں رہ کر تکبر کرے) کہ تو نا فرمانی کرے۔ فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّٰغِرِينَ (پس نکل بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا) اہل ذلت تو اللہ تعالیٰ اور ان کے دوستوں کے ہاں ذلت و رسوائی والوں میں سے ہے۔ ہر انسان تیری مذمت کرے گا۔ اور تکبر کی بنیاد پر ہر زبان تجھے لعنت کرے گی۔
مَنْ يَنْتَلِهَا: اس سے معلوم ہوا کہ ذلت تکبر کا لازمہ ہے۔

مطالبہ مہلت:

آیت ۱۴: قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (اس نے کہا مجھے اس دن تک چھوٹ دو۔ جس دن اٹھایا جائیگا) مجھے بعث کے دن تک مہلت دو یہ نچھڑا نیہ کا وقت ہے۔

مہلت کا ملنا:

آیت ۱۵: قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی) نچھڑاؤلی تک۔ اس تک اسلئے قبول کر لی گئی کیونکہ اس میں ابتلاء و امتحان ہے اور احباب کے دلوں کو اور قریب کرنے کیلئے ہے کہ یہ میرا سلوک اس سے ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے پس تم اندازہ کرو۔ اس سے کیا سلوک ہوگا۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے شیطان نے سوال کی جسارت اسلئے کی کہ وہ ظلم خداوندی سے واقف تھا۔

مہلت کے بعد بڑا بول:

آیت ۱۶: قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْنِي (وہ کہنے لگا اب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے) تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا یعنی تیرے مجھے اغواء کرنے کے سبب سے۔ بِمَا كِى بَاءِ تَمِ کے محذوف فعل سے متعلق ہے یا با تَمِ کے لیے ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاقسم

باغوانک۔ لَا فَعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ (تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو گمراہ کرنے کیلئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا) پس اسلام کے راستے پر گھات لگا کر واپس لوٹانے کے لیے اور رکاوٹ ڈالنے کیلئے سامنے آؤں گا۔ جیسا کہ دشمن راستے پر اس لئے بیٹھ جاتے ہیں تاکہ چلنے کے لئے اس کو بند کر دیا جائے۔

حَجَرٌ: صِرَاطُكَ ظَرْف کی وجہ سے منصوب ہے جیسا کہتے ہیں ضرب زید الظہر۔ ای علی الظہر لطیفہ: حضرت طاؤس مسجد حرام میں تھے ان کے پاس ایک قدری آدمی آیا اور طاؤس نے اسے کہا تو خود کھڑا ہو گا یا تمہیں کھڑا کیا جائے؟ آدمی کھڑا ہوا اس کو کہا گیا تو ایک فقیہ کو اس طرح کہتا ہے تو اس نے کہا ابلیس اس سے بڑا فقیہ تھا۔ اس نے کہا اب بھلا اغوینتی۔ اور یہ فقیہ کہتا ہے انا اغوی نفسی میرا نفس خود گمراہ ہوتا ہے۔

آیت ۷: لَمْ لَا يَنْهَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ (پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے بھی) آخرت کے متعلق ان کو شک میں مبتلا کروں گا وَمِنْ خَلْفِهِمْ (اور ان کے پیچھے سے بھی) میں ان کو دنیا کی رغبت دلاؤں گا۔ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ (اور ان کے وہی جانب سے بھی) نیکیوں کی جانب سے وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ (اور ان کے بائیں جانب سے بھی) برائیوں کی طرف سے شامل جمع شامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان پر چاروں طرف سے حملہ کروں گا۔ جن سے عموماً دشمن حملہ آور ہوتے ہیں۔ شقیں رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر صبح شیطان چاروں رستوں پر گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے سامنے سے کہتا ہے کہ تو ذر نہیں اللہ تعالیٰ بخشے والے ہیں۔ پس میں پڑھ دیتا ہوں وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً (۸۲) نمبر ۲۔ پیچھے سے آکر مجھے ڈراتا ہے کہ تیری ہوی بچے ضائع ہو جائیں گے تو میں جواب دیتا ہوں وامن وامن اذ ابی الارض الاعلیٰ اللہ رزقہا (مود) ۶) دائیں طرف سے آکر میری تعریف کرتا ہے تو میں کہتا ہوں والعاقبة للمتقين (الاعراف ۱۲۸) پھر بائیں طرف سے آکر شہوات کی طرف متوجہ کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں وحیل بینہم و بین ما یشتہون۔ (سبا ۵۳) آیت میں من فوقہم نہیں کہا اور نہ ہی من تحتہم کہا گیا اس لیے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے اور نیچے انسان کو سجدہ میسر ہوتا ہے۔

حَجَرٌ: اول دونوں میں مِنْ ہے جو ابتدائے قایت کیلئے ہے اور اخیر میں عَنْ ہے جو انحراف کیلئے آتا ہے۔ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پایا گا) شاکرین سے مراد مومنین ہیں یہ اس نے گمان کے طور پر کہا جیسا ارشاد ہے: ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ (سبا: ۲۰) نمبر ۲۔ اس نے فرشتوں کی زبان سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مطلع فرمایا۔

آیت ۱۸: قَالَ فَاعْرِضْ مُنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا) جنت سے یا آسمان سے مَذْهُوٌّ مَا (عیب دار قرار دیا ہوا) عیب دار اور برقرار قرار دیا ہوا۔ یہ ذام سے ہے جو مذمت کے معنی میں ہے حقیر قرار دینا۔ مَذْهُوٌّ (دھتکارا ہوا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لَمْ تَبْعَكَ مِنْهُمْ (جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا) اس میں لام تمہید قسم کے لیے لائی گئی اور اس کا جواب لَا مَلَنَّا جَهَنَّمَ (میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا) یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط کے قائم مقام ہے مِنْكُمْ یعنی منک ومنہم تجھ سے اور ان سے ضمیر مخاطب کو تغلیظاً ذکر کر دیا۔ أَجْمَعِينَ (یہ تاکید ہے)

وَيَا دَمْرُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا

اور اے آدم! رہ تو اور تیری عورت جنت میں، پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ

هَذِهِ الشَّجَرَةُ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۱۹ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ

اس درخت کے، پھر ہو جاؤ گے گنہگار۔ پھر بگایا ان کو شیطان نے تاکہ ان دونوں کے جسم کا وہ حصہ ظاہر

لَهُمَا مَا وَرٰى عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِحِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ

کر دے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا مگر وہ حصہ جو ڈھانک کر رکھنے کا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس درخت سے تمہارے رب نے تمہیں اسی لیے

الشَّجَرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۲۰ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّیْ

روکا ہے کہ تم دونوں اسے کھا کر فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ بلاشبہ میں

لَكُمْ لَمِنَ الصّٰحِحِيْنَ ۲۱ فَذَلَّهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَاَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔ سو فریب دیکران دونوں کو نیچے لے آیا۔ سو جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی

لَهُمَا سَوَآئُهُمَا وَطِفَقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَا

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے، اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا

اَلَمْ اَنْهٰكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَاَقُلْتُ لَكُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ اَعْدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۲۲

کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا۔ اور کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

وہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم تباہ کاروں

الْحٰسِرِيْنَ ۲۳ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

میں سے ہو جائیں گے، فرمایا تم اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں

مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ۲۴ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا

رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک، فرمایا تم اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے

خُرُجُوْنَ ۲۵

نکلے جاؤ گے۔

۱۰۹

آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش:

آیت ۱۹: وَيَا آدَمُ (اور اے آدم) اور ہم نے کہا اے آدم، ابلیس کو جنت سے خارج کر دینے کے بعد اسُکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو) تم دونوں اس کو اپنا مسکن بناؤ۔ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا (پھر جس جگہ سے تم چاہو کھاؤ مگر دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ گے) پس تم ہو جاؤ گے مِنَ الظَّالِمِينَ (جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے)

شیطان کی وسوسہ اندازی:

آیت ۲۰: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ (پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا) وسوسہ خفیہ کلام کو کہتے ہیں۔ اس کو دھرانہ۔ یہ وسوس کا لفظ لازم ہے کہتے ہیں رجل موسوس اس کا مفعول موسوس نہیں آتا۔ البتہ لام یا الی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ موسوس لہ موسوس الیہ اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف وسوسہ ڈالا جائے۔ وسوس لہ کا مطلب یہ ہوا فاعل الوسوسة لاجلہ ان کی خاطر خفیہ کلام کیا۔ اور وسوس الیہ کا مطلب وہ کلام ان کی طرف ڈالا۔ لِيُؤْذِيَ لَهُمَا مَا وُئِيَ عَنْهُمَا مِنْ سُوْاَتِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن جو ان دونوں سے اب تک پوشیدہ تھا دونوں کے سامنے ظاہر کر دے) تاکہ ان کے سامنے ان کے وہ ستر ظاہر کر دے جو ان سے چھپے ہوئے تھے۔

مَنْ يَنْتَلِہ: اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا بڑا گناہ ہے اور طباع اور عقول صحیحہ میں بیج سمجھا جاتا رہا ہے۔

سوال: مَا وَرَی کی واؤ حمزہ سے کیوں نہیں بدلی جیسا کہ او یصل جو اوصل کی تصغیر ہے اس کی اصل وویصل ہے۔ واؤ اول کو حمزہ سے بدل دیا کیونکہ دو واؤ کا اجتماع ناپسند ہے۔

جواب: دوسری واؤ مدہ ہے جیسا کہ واری کی الف پس جس طرح واعد میں اس کا حمزہ گرنا لازم نہیں اسی طرح ووری میں بھی لازم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو واؤ متحرک ہوں تو ان میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے جو اس وقت نہیں ہوتا جبکہ دوسرا ساکن ہو اور یہ ضرورت کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ ثقل کے موقع پر اس کا بدلنا لازم کر دیا۔ دوسرے موقع پر نہیں۔ عبد اللہ نے تو وری قلب سے پڑھا ہے۔ وَقَالَ مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَکَيْنِ (اور کہنے لگا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر صرف اس وجہ سے کہ دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ) مگر اس کراہت سے کہ تم دونوں فرشتے بن کر خیر و شر کو جان لو۔ اور غذاء سے مستغنی ہو جاؤ۔

قراءت: ملکیین پڑھا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر مَلْکٍ لَا یَبْلُی (ط: ۱۳۰) اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِیْنَ (یا کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جن پر موت نہیں آئے گی اور جنت میں مقیم رہیں گے۔

طریق وسوسہ:

آیت ۲۱: وَقَاَسَمَهُمَا اِنِّیْ لَكُمَْا لَمِنَ النَّاصِحِیْنَ (اور ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ یقین جاننے میں آپ دونوں کا خیر خواہ

ہوں) وقاسمہما۔ یعنی ان دونوں کے سامنے قسم کھائی۔ اور کہنے لگا اِنِّیْ لَکُمَا (الایۃ) کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یہاں ابلیس کی قسم کو باب مفاعلہ سے ذکر کیا کیونکہ اگر وہ قسم اٹھانے والا تھا تو وہ اس کی تصدیق کرنے والے تھے۔ گویا قسم دو طرفہ ہوئی۔

اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا:

آیت ۲۲: فَذَلَّلْنَاهُمَا (پس وہ ان دونوں کو نیچے لے آیا) درخت سے کھانے کی وجہ ان کو نیچے اتار لایا۔ بِغُرُودٍ (دھوکے سے) اس وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر دھوکہ دیا۔ اور مومن اللہ تعالیٰ کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو اللہ کے نام سے ہمیں دھوکہ دے گا ہم اس کے دھوکے میں آجائیں گے۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ (جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھ لیا) دونوں نے اس کا ذائقہ پایا جبکہ اس کو کھانا شروع کیا وہ گندم یا انگور کا خوشہ تھا۔

اعضائے مستورہ کا ظہور:

بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا (تو دونوں کے پوشیدہ اعضاء ایک دوسرے پر بے پردہ ہو گئے) ان دونوں کا ستر ان کے سامنے ظاہر ہو گیا کیونکہ ان کا لباس اچانک اتر گیا۔ وہ اپنے اعضائے مستورہ کو نہ دیکھے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا لباس ناخنوں کی جنس سے تھا۔ یعنی سفیدی ناخنوں جیسی تھی اور انتہائی نرم اور لطیف تھا صرف ناخنوں کے پاس وہ لباس رہ گیا تاکہ نعمت یاد آتی رہے اور احساس شرمندگی تازہ ہوتا رہے۔ وَطَفِقَا (اور دونوں لگے) طفق کا لفظ جب اصل فعل پر داخل ہوتا ہے تو جعل کا معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے یَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اپنے اور جنت کے پتے چکانے) وہ اپنے اعضائے مستورہ پر انجیر یا کیلے کے پتے رکھنے لگے اور پتے پر پتہ جوڑنے لگے تاکہ ان سے اعضاء چھپا سکیں جیسا کہ جو تاسیا جاتا ہے۔

عتاب باری تعالیٰ:

وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهٰكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ (اور ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے اور خطاء پر متنبہ کیا گیا روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو کہا گیا اے آدم اس درخت کو چھوڑ کر تیرے لیے جنت کے شاندار درخت کافی نہ تھے۔ جو میں نے تجھے عنایت کیے تھے۔ تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن اے میرے اللہ مجھے تو گمان تک نہ تھا۔ تیرا جھوٹا نام لے کر کوئی قسم اٹھاے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے زمین پر ضرور اتاروں گا۔ پھر وہاں تجھے گزران زندگی، ہاتھ کی کمائی اور خون پسینے کی محنت سے میسر آئے گی پس تم زمین پر اتر جاؤ۔ حضرت آدم کو لوہے کی صنعت سکھادی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں فصل بونے کا حکم دیا۔ پس انہوں نے کھیتی بولی اس کو پانی دیا کاٹا، گھاسا اور اڑایا پیسا آٹا گوندھا اور روٹی بنائی۔ وَاقْلُ لَكُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)

دعائے آدم علیہ السلام:

آیت ۲۳: قَالَا نَسْنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا)۔

مَنْبِتْلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اگر صغیرہ گناہ معاف نہ کئے گئے تو سزا ان کی ہو سکتی ہے اور معتزلہ کی تردید ہے کہ ان کے ہاں صغیرہ گناہ معاف نہ بھی ہوں تب بھی ان پر سزا نہیں دی جاسکتی۔

آیت ۲۴: قَالَ اهْبِطُوْا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نیچے جاؤ) یہ جمع کے لفظ سے آدم و حوا کو خطاب ہے کیونکہ ابلیس اتارا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آسمان میں اتارا گیا ہو پھر زمین میں تمام اکٹھے اتارے گئے ہوں۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (ایسی حالت میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) یہ موضع حال ہے یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے دشمنی کرنے والے ہو گے اور دونوں سے ابلیس دشمنی کرے گا اور وہ دونوں اس سے دشمنی کریں گے۔ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے) ٹھہرنا یا ٹھہرنے کی جگہ وَمَتَاعٌ زَنْدُغٍ سے نفع اٹھانا الیٰ حَبِيْنٍ (ایک وقت تک) وقت مقررہ کے اختتام تک۔ ثابت بنابی رحمہ اللہ سے مروی ہے جب آدم علیہ السلام کو اتارا گیا اور ان کی موت کا وقت آیا تو فرشتوں نے ان کو گھیر لیا۔ حوا ان کے گرد چکر لگانے لگیں تو آدم نے علیہ السلام سے فرمایا تو مجھے اور میرے رب کے فرشتوں کو چھوڑ دے۔ درمیان سے ہٹ جا۔ بیشک مجھے تیری وجہ سے پہنچا جو پہنچا۔ (اس سے دنیا کے مصائب مراد لیے جائیں تو مفسر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا) جب آدم علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو فرشتوں نے ان کو میری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا۔ اور ان کو خوشبو لگائی اور طاق عدد کپڑوں میں کفن دیا اور قبر کھود کر ان کے لیے لحد بنائی اور ہند کی سرزمین سراندیپ میں ان کو دفن کیا اور ان کے بیٹوں کو خطاب کر کے کہا کہ آئندہ تمہارا یہی طریقہ ہے۔

آیت ۲۵: قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنی ہے) زمین میں وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تَخْرُجُوْنَ۔ (اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے) ثواب و عقاب کے لیے۔ قراءت: حمزہ و علی نے تَخْرُجُوْنَ معروف پڑھا ہے۔

يَبْنِيَّ اَدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ

”اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرم کی جگہوں کو چھپاتا ہے اور وہ سب زینت ہے اور تقویٰ کا لباس

ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَةِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۳۶﴾ يَبْنِيَّ اَدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

یہ بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈال

الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اَبْوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِمَهُمَا

وے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے اُسی حالت میں نکالا کہ وہ ان کا لباس اتار رہا تھا کہ دکھائے ان دونوں کو ان کی شرمگاہیں۔

اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَاً

بے شک وہ اور اس کی قوم تمہیں ایسے طور دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے بنا دیا شیطانوں کو ان لوگوں کا

لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

دوست جو ایمان نہیں لاتے۔“

سبب لباس پانی آسمان سے اتارا:

آیت ۳۶: يَبْنِيَّ اَدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا) زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کو منزل من السماء فرمایا کیونکہ ہر چیز کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے اترتا ہے۔ يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ (جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے) وہ تمہارے ستروں کو چھپاتا ہے۔ وَرِيشًا (اور زینت کا سبب بھی ہے) لباس زینت۔ یہ ریش الطائر سے بطور استعارہ لیا گیا۔ کیونکہ پرندے کے پر اس کے لئے زینت اور لباس ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم پر دو لباس اتارے ایک وہ لباس جو تمہارے ستروں کو چھپاتے ہیں دوسرا وہ جو زینت دیتے ہیں۔ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ (اور تقویٰ کا لباس) نیکی کا وہ لباس جو عقاب الہی سے بچائے۔

نحو و قراءت:

یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر ذالک خیر پورا جملہ ہے گویا اس طرح فرمایا: لباس التقویٰ ہو خیر۔ کہ لباس تقویٰ ہی بہتر ہے کیونکہ اسمائے اشارہ ضائر سے ان چیزوں کو دور کر دیتے ہیں جن کا تذکرہ دوبارہ کرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا ذلک یہ مبتدا کی صفت ہے اور خبر یہ مبتدا کی خبر ہے پھر عبارت اس طرح ہے لباس التقویٰ المشار الیہ خیر کہ تقویٰ کا لباس جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ بہت بہتر ہے یا۔ نمبر ۳: لباس التقویٰ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی ہو لباس التقویٰ۔ مطلب یہ ہے ستر عورت یہ متقین کا

لباس ہے پھر فرمایا یہ بہت بہتر ہے تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل تقویٰ کا لباس اون اور کھردرے کپڑے ہیں۔
 قراءت: لباس التقویٰ سین کو فتح کے ساتھ لباساً اور ریشاً پر عطف کر کے پڑھا ہے۔ یہ شامی، مدنی، علی قراء کا قول ہے۔ ای
 وانزلنا علیکم لباس التقویٰ ہم نے تم پر لباس تقویٰ اتارا۔

تخلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے:

ذَٰلِكَ خَبَرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ (یہ اس سے بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے) جو کہ اس کے فضل اور اپنے
 بندوں پر رحمت پر دلالت کرنے والی ہے یعنی لباس کا اتارنا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ (تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں) تاکہ وہ اس میں اس کی
 عظیم نعمتیں پہچانیں۔ یہ آیت بطور استطراد لائی گئی کیونکہ پہلے ستر کے ظاہر ہو جانے کا تذکرہ اور جنت کے سچے جسم پر پلیٹ لینے کا
 بیان تھا اس پر اظہار احسان کے لیے تخلیق لباس کا ذکر فرمایا اور اس لیے بھی کہ نگاہوں کا ہونا رسوائی ہے اور یہ بتلادیا کہ ستر تقویٰ ہے۔

شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے:

آیت ۲۷: يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اٰبَوٰنَاكَ مِنَ الْجَنَّةِ (اے اولاد آدم، شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ
 ڈال دے۔ جیسا اس نے تمہارے دادا و دادی کو جنت سے باہر کرادیا) ہرگز تم کو دھوکا میں مبتلا نہ کرے اور تمہیں گمراہ نہ کر دے۔
 تاکہ تم پھر جنت میں نہ جاسکو۔ جیسا کہ تمہارے باپ کو فتنہ میں ڈال کر وہاں سے نکالا تھا۔ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (ایسی
 حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اترا دیا) یہ حال ہے یعنی ان دونوں کو نکال دیا اس حال میں کہ ان کا لباس چھیننے والا تھا۔ وہ اس
 طرح کہ لباس اتارنے کا یہ سبب بنا۔ اس میں بظاہر نبی شیطان کو ہے مگر حقیقت میں اولاد آدم کو ہے کہ تم شیطان کی اتباع نہ کرنا وہ
 تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ لِيُزَيِّنَ لَهُمَا سُوٰتِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے) ان کے ستر اُنہ (بیشک وہ) ہا
 ضمیر شان و حدیث ہے یَزَيِّنُ (تم کو دیکھتا ہے) یہ نبی کی علت ہے اور اس بات سے ڈرانا مقصود ہے کہ یہ تمہارا دشمنی
 چھپانے والا دشمن ہے اس کے فتنے سے بچو۔ وہ ایسا حیلہ کرے گا کہ تم سمجھ بھی نہ سکو گے۔ وَقَبِيلُهُ (اور اس کا لشکر) اور اس کی اولاد
 یا اس کا لشکر جو شیاطین پر مشتمل ہے۔

نَحْفُو: اس کا عطف یوحکم کی ضمیر پر ہے۔ ہو سے اس کی تاکید آ رہی ہے۔ اس پر عطف کرنا مقصود نہیں کیونکہ فعل کا معمول ضمیر
 مستتر ہے۔ نہ کہ یہ بارز۔ اور عطف اس پر ہے جو فعل کا معمول ہے۔ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (ایسے طور پر کہ تم ان کو نہیں دیکھتے)۔

مقولہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ:

ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہیں دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس ذات
 باری تعالیٰ سے مدد طلب کرو جو اس کو دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے وہ شیطان نہیں دیکھ سکتا۔ اور ایسی ذات اللہ کریم، ستار، رحیم
 ، وغفار ہی کی ہو سکتی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ہم شیاطین کو انہیں لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں
 جو ایمان نہیں لاتے) اس میں دلالت ہے کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا وَاللّٰهُ اَمْرًا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ

اور جب کوئی کام فحش کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، آپ فرمادیجئے اگر بے شک

اللّٰهُ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اتَّقُوْا لَنْ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اَمْرٌ

اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔ آپ فرمادیجئے کہ میرے رب نے مجھے

رَبِّیْ بِالْقِسْطِ فَاَقِمْوْا وُجُوْهُكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ تم ہر مسجد کے وقت اپنا رخ سیوا رکھو اور اس طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لیے خالص کرنے

لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَرِيقًا هٰدٰی وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

بالے ہو جیسا اس نے تمہیں شروع میں پیدا فرمایا اسی طرح تم دوبارہ لوٹو۔ ایک جماعت کو ہدایت دئی اور ایک جماعت الٹی ہے جس پر گمراہی

الصَّلٰةُ ؕ اِنَّهُمْ اتَّخَذُوْا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

مقرر ہو چکی ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنایا اور وہ سمجھ رہے ہیں

اِنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۴۰﴾

کہ بے شک وہ راہِ راست پر ہیں۔

بے حیائی کے کام اشارۂ شیطانی سے ہیں:

آیت ۲۸: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں) فاحشہ سے مراد انتہائی خست گناہ ہے اور وہ انکا

شرک کرنا اور بیت اللہ کا زنگا طواف کرنا ہے۔ قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا وَاللّٰهُ اَمْرًا بِهَا (تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ

دادا کو اسی راستہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے) یعنی جب وہ کرتے ہیں تو اس کا یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ

ان کے آباؤ اجداد ایسا کرتے چلے آئے۔ اور وہ ان کی اقتداء میں کر رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا ہے۔ ہمیں اس

پر برقرار رکھا ہوا ہے اگر وہ ان کو ناپسند کرتا تو ہم اس کو چھوڑ دیتے۔ اور یہ دونوں باتیں محض باطل ہیں۔ کیونکہ جہاں کی تقلید بھی

جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ذی الجلال والا کرام پر افتراء ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش

بات کی تعلیم نہیں دیتا) اس لیے کہ مامور بہ کاحسن ہونا ضروری ہے۔ (جبکہ آمر حکیم ہو) اگرچہ اس میں مراتب ہیں جیسا کہ اصول

فقہ میں ہے۔ اتَّقُوْا لَنْ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم دلیل نہیں رکھتے) یہ

استفہام انکار اور توہین ہے۔

مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا:

آیت ۲۹: قُلْ اَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے) قسط کا معنی انصاف ہے۔ انصاف کا اور ہر اس چیز کا جو صحیح عقل والے کے ہاں مستحسن ہے۔ پس وہ کیونکر فحشاء کا حکم دے سکتے ہیں۔ وَاَقِيْمُوا وُجُوْهُكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اور یہ کہ تم ہر مسجد کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو) کہہ دو اقیموں و جوہکم یعنی استقامت کے ساتھ اس کی عبادت کا قصد کرو۔ اور ہر وقت جہود میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہونے والے مت بنو۔ یا مسجد سے مکان جہود مراد ہے۔ وَاَذْعُوْهُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو) اور اسی ہی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (اسی طور پر کہ خالص کرنے والے ہو اس کے لئے عبادت کو) یعنی اطاعت کو اس حال میں کہ خالص اس کی رضا مندی چاہنے والے ہو۔ كَمَا بَدَاكُمْ تَعُوْذُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا۔ اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے) جیسا اس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا۔ وہ تمہیں لوٹائے گا ابتداء خلق سے ان کے انکار بعث پر حجت پیش کی گئی مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا اعادہ کر کے تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پس اس کی مخلصانہ عبادت کرو۔

ہدایت و اضلال اللہ کے پاس ہے:

آیت ۳۰: فَرِيقًا هٰذِي (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے) وہ مسلمان ہیں وَفَرِيقًا (اور بعض پر) یعنی ایک فریق کو گمراہ کیا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ (گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے) وہ کافر ہیں اِنَّهُمْ (ان لوگوں نے) وہ گروہ جس کے متعلق گمراہی ثابت ہو گئی۔ اتَّخَذُوا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَاۤءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (شیطانوں کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) یعنی مددگار وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) یہ آیت بھی ہدایت و اضلال کے سلسلہ میں معتزلہ کے رد میں ہماری دلیل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ وَزَيْنَتَكَمَّ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ

اے اولاد آدم! ہر مسجد کی حاضری کے وقت اپنی آرائش لے لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے آگے مت بڑھو،

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ؕ ۳۱ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زَيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ

بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ آپ فرما دیجئے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے

وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

اور جو کھانے پینے کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں انہیں کس نے حرام قرار دیا، آپ فرما دیجئے کہ یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں اہل ایمان کے لیے ہیں۔ قیامت کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۳۲

دن ان کے لیے خاص ہوں گی۔ ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے آیات بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔

زینت میں اسراف و تکبر سے بچو:

آیت ۳۱: یٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ وَزَيْنَتَكَمَّ (اے اولاد آدم تم اپنا لباس پہن لیا کرو) اپنی زینت کا لباس عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (مسجد کی ہر حاضری کے وقت) جب بھی تم نماز ادا کرو۔ دوسرا قول زینت سے مراد کھانسی، خوشبو ہے مسنون یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے بہت اچھی حالت بنائے۔ کیونکہ نماز رب سے مناجات کا نام ہے پس زینت مستحب ہے اور عطر لگانا بھی جیسا کہ ستر و طہارت فرض ہے۔ وَكُلُوْا (اور خوب کھاؤ) گوشت اور پکنا ہٹ و اَشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اور پیو۔ اور حد سے مت نکلو) حرام میں شروع ہو کر یا پیٹ بھرنے سے تجاوز نہ کرو۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو چاہو پیو، جو چاہو کھاؤ، اور جو چاہو پہنو مگر دو باتوں سے بچو، اسراف اور تکبر سے۔

نکتہ: ہارون الرشید خلیفہ عباسی کا ایک نصرانی طبیب تھا۔ اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد کو کہا تمہاری کتاب میں علم طب کی کوئی چیز نہیں حالانکہ علم وہی ہیں۔ علم الابدان اور علم الادیان۔ تو علی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری طب اپنی کتاب کی آدمی آیت میں جمع کر دی اور وہ یہ ارشاد و کَلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ہے نصرانی طبیب کہنے لگا تمہارے رسول ﷺ سے طب کی کوئی چیز مروی نہیں تو علی نے جواب دیا ہمارے رسول ﷺ نے چند الفاظ میں ساری طب جمع کر دی اور وہ آپ کا ارشاد ہے الْمَعْدَةُ بَيْتُ الدَّاءِ وَالْحَمِيَّةُ رَأْسُ كُلِّ دَوَاءٍ وَاعْطَى كُلَّ بَدَنٍ مَا عَوَّدَتْهُ۔ (ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت نہیں پائی) (القاصد ۳۸۹) تو نصرانی طبیب نے کہا پھر تو تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جانینوس کے لیے طب نہیں چھوڑی۔

تمام حلال زینت مسلمان کے لئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے:

آیت ۳۲: پھر استفہام انکاری کے طور پر حلال کو حرام قرار دینے پر فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ (کہہ دیجئے۔ کس شخص نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو) یعنی کپڑے اور وہ تمام چیزیں جن سے آدمی خوبصورتی حاصل کرتا ہے۔ اَلْبَيْضُ الْاَخْوَجُ لِبَعَادِهِ (جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہے) یعنی اس کی اصل جیسے روئی زمین سے اور ریشم کیڑوں سے وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (اور کھانے پینے کی حلال چیزیں) لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء ایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ احرام باندھتے تو بکری اور جو بھی اس کے گوشت سے چربی اور دودھ نکلتا اس کو حرام قرار دیتے تھے۔ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (آپ کہہ دیجئے۔ یہ چیزیں دنیوی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں) ان کے لیے خالص نہیں کیونکہ مشرکین ان چیزوں میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ خَالِصَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (خالص ہوگی قیامت کے دن) ان کے ساتھ اور کوئی شریک نہ ہوگا۔ یہاں اس لئے یہ نہیں فرمایا لِّلَّذِينَ اٰمَنُوا وَلْيَغْيِرْهُمْ تَاكِيَةً تاکہ بتلادیا جائے کہ یہ اصل میں ایمان والوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور کفار کو بطور تابع مل رہی ہیں۔

نحوی تراکیب:

نَحْوٌ: نمبر ۱: خَالِصَةٌ یہ مرفوع ہے نافع نے اسی طرح پڑھا اس صورت میں مبتداء ہے اور اس کی خبر للذین امنوا ہے اور فی الحیوة الدنیا خبر کا ظرف ہے۔ یا نمبر ۲: خَالِصَةٌ یہ خبر ثانی ہے۔ نمبر ۳: مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے حال کی وجہ سے اس کو منصوب پڑھا ہے یہ اس ظرف کی ضمیر سے حال ہے جو ظرف کی خبر ہے ای ہی ثابتہ للذین امنوا فی الحیوة الدنیا فی حال خلوصھا یوم القیامۃ یعنی وہ ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو ایمان لائے اور دنیا کی زندگی میں اس حال میں کہ وہ خالص ہوگی قیامت کے دن کَذٰلِكَ نَفْصِلُ الْاٰیٰتِ (اسی طرح ہم آیات کو صاف بیان کرتے ہیں) ہم حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں۔ لَقَوْمٌ یَّعْلَمُوْنَ (سمجھداروں کیلئے) کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ

”آپ فرمادیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوئے ہوں۔ اور گناہ کو اور ظلم کو جو ناحق ہوتا ہے حرام

الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا

قرار دیا ہے اور اس بات کو حرام قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ شریک کریں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی اور یہ بھی حرام قرار دیا کہ تم اللہ کے

تَعْلَمُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا

اُردہ باتیں لکھ جنہیں تم نہیں جانتے ہر امت کے لیے ایک مدت مقرر ہے سو جب انکی ہل آگئی تو اس سے دلاڑ بھی پیچھے نہ ٹہیں گے اور مقدم

يَسْتَقْدِمُونَ ۝ يَبْنِيْ اٰدَمَ اِمَامًا يَتِيْنُكُمْ رُّسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ اَيُّيْ

بھی نہ ہوئے، اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں

فَمِنْ اَتَقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا

جو س نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے

وَأَسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۝

تکبر کیا وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

تمام محرمات کی جڑ شرک و فواحش:

آیت ۳۳: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ (آپ فرمادیں کہ میرے رب نے صرف فحش باتوں کو حرام کیا ہے) حمزہ نے رَبِّيَ پڑھا ہے۔ الفواحش جس کی قباحیت بہت زیادہ ہو۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (جو ان میں علانیہ ہیں اور وہ بھی جو پوشیدہ ہیں) ان میں جو پوشیدہ و علانیہ ہیں۔ وَالْإِثْمَ یعنی شرب خمر یا ہر گناہ وَالْبَغْيَ ظلم و تکبر بِغَيْرِ الْحَقِّ یہ بغی سے متعلق ہے۔ اور وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا نصب کی دلیل ہے گویا اس طرح فرمایا حرم الفواحش و حرم الشریک کہ اس نے حرام کیا فواحش اور حرام کیا شرک کو۔ یُنْزَلُ کو تخفیف کے ساتھ کی، بصری نے پڑھا۔ اس میں جبکہ ہے اس لئے کہ یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کے ہونے کی کوئی دلیل اتاری جائے۔ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق باتیں بناؤ اور تحریم کے جھوٹے افتراءات باندھو وغیرہ۔

کفار مکہ کو وعید:

۳۳: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (ہر گروہ کیلئے ایک میعاد معین ہے) وقت معین ہے جس میں ان پر استیصال والا عذاب آئے گا۔ اگر وہ ایمان نہ لائے اس میں اہل مکہ کیلئے مقرر وقت میں عذاب کے اترنے کی وعید ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر اُترا۔ فَادَّآ جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُونَ (جب ان کی میعاد معین پہنچے گی۔ اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے) اس کو ساعت سے مقید کیا گیا۔ مہلت میں سب سے قلیل وقت یہی استعمال کیا جاتا ہے۔

متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں:

آیت ۳۵: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا يَنْتِظِكُمُ (اے اولاد آدم اگر تمہارے پاس آئیں) اَمَّا يٰۤاَصْلٰٓءُ فَاِنَّ مٰٓءَہٗمَ اِنْ شَرِيْطَہٗ کے ساتھ ملا یا گیا تاکہ شرط کے معنی میں تاکید پیدا ہو جائے۔ کیونکہ مابھی شرط کے لیے ہے اس لیے کہ اس کے فعل پر نون ثقیلہ یا نون خفیفہ لازم کیا جاتا ہے۔ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْصُوْنَ عَلَیْکُمُ الْیٰۤسٰی (پیغمبر جو کہ تم ہی میں سے ہونگے۔ جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے) میری کتابیں تم پر پڑیں گے۔ یہ ہمہ یقصون موضع رفع میں رسل کی صفت ہے اور فَمِنْ اَتَقٰی (پس جو شخص پرہیز رکھے) یہ جواب شرط ہے اتقی کا سنی شرط سے بچنا ہے۔ وَاَصْلَحَ (اور اصلاص و دوزق کرے) اُن کی تم میں سے فَادَّآ جَاءَ اَجَلُهُمْ رَاٰہُمْ یَحْزَنُوْنَ (پس ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے) بالکل۔ قراءت: یعقوب نے فَلَآ خَوْفٌ پڑھا ہے۔

مکذّب و متکبر کا انجام:

آیت ۳۶: وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا (اور جو لوگ جھوٹا بتلا دیں گے) تم میں سے بِالْیٰۤسٰٓءِ وَاَسْتَکْبَرُوْا عَنْہَا (ہمارے ان احکام کو اور ان سے تکبر کریں گے) ان پر ایمان لانے سے بڑے بے اولیٰک اَصْلَحَ النَّارِ هُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ (وہ لوگ دوزخ والے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ

”سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہانہ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یہ وہ لوگ جنہیں ان کا ٹھکانہ

نَصِيْبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ اِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۖ قَالُوْا

حصہ مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرستادہ ان کی جان قبض کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ کہیں گے

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰی

کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے۔ جواب میں کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے اور اس وقت یہ لوگ اپنے بارے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ اَدْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

میں اقرار کر لیں گے کہ ہم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ دوزخ میں ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ جو جنات میں سے

مِّنَ الْجِنَّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعْنَتْ اُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ اِذَا

اور انسانوں میں سے تم سے پہلے ہو گذریں۔ جب ایک جماعت داخل ہوئی تو اپنی جتنی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب

اِذَا رَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۚ قَالَتْ اٰخِرُهُمْ لَا وِلٰهُمُ رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ اَضَلُّوْا

سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے۔ تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا

فَاَتٰهُمْ عَذَابٌ اَضْعَفُ مِنَ النَّارِ ۖ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْمُوْنَ ﴿۳۸﴾

لہذا انہیں خوب زیادہ بڑھتا چڑھتا دوزخ کا عذاب دیتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو،

وَقَالَتْ اُولٰٓئِهِمْ لَا اٰخِرُهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْا الْعَذَابَ

اور جو پہلے لوگ تھے وہ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ سو کچھ لو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

اپنے اعمال کے بدلے میں۔“

مفتی و مکتب دوزخ کا ایندھن بنے گا:

آیت ۳۷: فَمَنْ أَظْلَمُ (پس ظلم میں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا) جس نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہانہ باندھے یا اس کی آیات کو جھوٹا بتائے) ان میں سے جو مسلوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے متعلق جو اس نے نہیں کیا یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کبھی ہوئی بات کو جھٹلادیا۔ اُولَٰئِكَ يَنَّا لَهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ (ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا) جو ان کے لیے رزق و عمر لکھے گئے تھے۔ اِذَا جَآءَ تَهُمْ رُسُلُنَا (یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آئیں گے) موت کا فرشتہ اور اس کے معاونین تھے۔ یہ ان کا اپنا حصہ پانے اور پورا پورا حصہ پانے کی غایت کے لیے لایا گیا یہی وہ جہنم ہے جس کے بعد والا کلام ابتدائیہ ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام جملہ شرطیہ ہے اور وہ: اِذَا جَآءَ تَهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْهُمْ (ان کی جان قبض کرنے) وہ ان کی رگوں کو قبض کرینگے یہ رسل سے حال ہے۔ ای متوفیہم اس حال میں کہ وہ ان کی رگوں کو قبض کرنے والے ہو گئے۔ قَالُوْۤا اٰتِنَا مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ (تو کہیں گے وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے) اس میں مآثر آتی رسم الخط میں این سے مل کر لکھا ہوا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے۔ کیونکہ یہ موصولہ ہے اور معنی یہ ہے کہہاں ہیں وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) وہ کہاں گئے تاکہ تمہارا دفاع کر سکیں۔ قَالُوْۤا ضَلُّوْۤا عَنَّا (وہ کہیں گے ہم سے سب غائب ہو گئے) وہ ہم سے غائب ہو گئے ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ وَشَهِدُوْۤا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْۤا كٰفِرِيْنَ (اور وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں) وہ اپنے کفر کے سبب لفظ شہادت سے اعتراف کریں گے اور یہ لفظ شہادت قطعی خبر کے لیے آتا ہے۔

آیت ۳۸: قَالَ اَدْخُلُوْۤا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم داخل ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کفار کو فرمائیں گے کہ تم داخل ہو جاؤ۔ فِیْ اُمَمٍ (ان جماعتوں کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ وہ بھی منجملہ ان امتوں میں سے ہوں والے ہو جائیں جو ان کے مصاحب ہیں۔ قَدْ خَلَتْ (جو ہوئیں) گزریں مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنَّۃِ وَالْاِنْسِ (تم سے پہلے جنات اور انسانوں کی) جن وانس میں سے جو کافر ہوئے فِی النَّارِ (دوزخ میں) یہ اَدْخُلُوْۤا سے متعلق ہے۔ کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ (جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی) آگ میں لَعَنَتْ اُخْتَهَا (اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی) دین میں ان کے ہم شکل یعنی جو ان کی اقتداء میں گمراہ ہوئے۔ تَحٰتٰی اِذَا رَکُّوْۤا فِیْهَا (یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے) یہ اصل میں تَذٰرِکُوْۤا ہے آگ میں مل جاؤ اور جمع ہو جاؤ تاکہ دوال سے بدلا اور ادغام کے لیے ساکن کر دیا پھر ہمزہ وصل اس پر داخل کر دیا۔ جَمِیْعًا یہ حال ہے قَالَتْ اُخْرَاهُمْ (پچھلے لوگ کہیں گے) مرتبہ کے لحاظ سے اور اس سے مراد پیر و کار اور نیچے درجہ کے لوگ لَا وَلَهُمْ مَّرْتَبَةٌ کے لحاظ سے اولیٰ، سردار، سربراہ ہیں۔ لَا وِلاَہُمْ کا معنی لا جہلم ان کی خاطر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہے ہو گئے نہ کہ ان لوگوں سے۔ رَبَّنَا (اے ہمارے رب) اے ہمارے پروردگار رُحُوْۤا لَآءِ اَصْلُوْۤنَا فَاِنَّهُمْ عَذَابًا ضَعِیْفًا (ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ پس ان کو عذاب دو گنا دو) کئی گنا مِّنَ النَّارِ (دوزخ کا) قَالَ لَیْکُمْ ضَعْفٌ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کو دو گنا ہے) قائدین کو گمراہ کرنے اور اغوا کر۔ کا اور پیر و کاروں کو کفر اور اقتدائے کفر کا لیکن لَا تَعْلَمُوْنَ (لیکن تم کو خبر نہیں) کہ ہر فریق کے لیے کیا عذاب ہوگا۔

قرأت: ابوبکر نے لا یعلمون پڑھا یعنی ہر فریق دوسرے فریق کے عذاب کی مقدار نہ جان سکے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَلِكَ نَجْزِي

اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ اور ہم ایسے ہی مجرموں کو

الْمُجْرِمِينَ ۚ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَلِكَ نَجْزِي

مرا دیتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر سے اوڑھنے کا سامان ہوگا اور ہم اسی طرح ظالموں کو

الظَّالِمِينَ ۚ

بدلتے دیتے ہیں۔“

داخلہ جہنم کا ایک منظر:

آیت ۳۹: وَقَالَتْ أُولَٰئِهِمْ لِأَخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ (اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی نوبت نہیں) نچلے درجہ کے لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِكُلِّ ضِعْفٍ (الاعراف۔ ۳۸) اس کے بعد یہ کلام لائے یعنی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب کے بڑھائے جانے میں برابر کے ہتھیار ہیں۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ (پس تم بھی اپنے کردار کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو) تمہاری کمائی اور کفر کی وجہ سے اور یہ قائدین کا قول ہے جو نیچے درجہ والے لوگوں کو کہیں گے اس لیے فضل پر وقف نہیں یا ان تمام کو یہ کہا اس صورت میں فضل پر وقف ہے۔

کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے:

آیت ۴۰: إِنَّ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ (جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلانا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے) ان کو آسمانوں کی طرف چڑھنے کی اجازت نہ دی جائے گی تاکہ جنت میں وہ داخل ہو سکیں۔ کیونکہ جنت تو آسمانوں سے اوپر ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کا کوئی عمل صالح اوپر نہ چڑھے گا اور نہ ان پر برکت اترے گی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ موت کے بعد ان کی ارواح آسمان کی طرف صعود نہ کریں گی۔

قراءت: تَفْتَحُ کو تخفیف کے ساتھ البوعمری نے پڑھا ہے اور یا اور تخفیف کے ساتھ حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے میں سے گزر جائے یعنی وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے کیونکہ اس بات کو

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم کسی جان کو تکلف نہیں بناتے مگر اس کی طاقت کے موافق، یہ لوگ جنت والے

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ تَجَرَّى

ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے سینوں میں کدورت ہوئی ہم اسے نکال دیں گے۔ ان کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدٰنَا لِهٰذَا ۖ وَمَا كُنَّا

نیچے نہریں جاری ہوگی اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔ اور ہم

لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا اَنْ

راہ پانے والے نہ تھے اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا بلاشبہ ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے اور ان کو آواز دی جائے گی کہ

تِلْكُمْ الْجَنَّةُ اُورْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾

یہ جنت ہے جو تمہیں دی گئی ان اعمال کا بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔“

ناممکن سے معلق فرمایا۔ خیاط، مخیط سوئی کو کہتے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ (ایسی ہی) اس رسواکن بدلے کی طرح جو ہم نے بیان کیا۔ نَجْزِي الْمُعْجِزِينَ (ہم مجرمین کو سزا دیتے ہیں) یعنی کفار۔ اس کی دلیل تکذیب آیات اللہ اور استکبار آیات اللہ۔ جہنم کا حال:

آیت ۳۱: لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ (ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا) یعنی بستر و مِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا) جمع غاشیۃ اوڑھنا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ (اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں) انہیں کو ان کے کفر کی۔

ایمان والوں کا صلہ:

آیت ۳۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زائد کوئی کام نہیں بتلاتے) اس کی طاقت کے مطابق۔ التکلیف ایسی چیز کو لازم کرنا جس میں مشقت ہو اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ خبر ہے۔ یہ سب ل کر الذین کی خبر ہے اور لا نکلف جملہ مقررہ ہے

آیت ۳۳: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ (اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے) وہ کینہ جو دنیا میں

انکے مابین تھا انکے مابین محبت والفت باقی رہ جائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ انہیں میں سے ہونگے۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ (ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی) یہ ہم ضمیر سے حال ہے جو صدور ہم میں ہے اور اس میں اضافت کا معنی عامل ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا (اور وہ لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا) اس لئے کہ اس میں عظیم کامیابی کا ذریعہ ہے اور وہ ایمان ہے وَمَا كُنَّا (مَا كُنَّا) شامی نے بغیر واؤ کے پڑھا ہے اس طور پر کہ یہ ماقبل کے لیے جملہ موصوفہ ہے۔ لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ (اور ہماری کبھی پہنچ نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے) لِنَهْتَدِيَ کا لام تاکید نفی کے لیے لایا گیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہمارا ہدایت یافتہ ہونا صحیح نہ ہوتا لولا کا جواب محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے۔ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے) پس ہم پر مہربانی ہوئی اور راہ کے بارے میں انہوں نے خبردار کیا تو ہم نے راہ پالی یہ بات جو کچھ انہوں نے پایا اس پر خوش ہو کر اور جوان کے دل میں تھا ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے وَنُودُوهُ أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ (اور ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت ہے)

نَحْمَدُكَ: یہ ان مخففہ من المثلثہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے نوذوا انه تِلْكَ الْجَنَّةُ ان کو آوازیں جائے گی شان یہ ہے کہ یہ وہی جنت ہے ضمیر شان ہے یا پھر ان کے معنی میں ہے گویا ان کو کہا جائے گا یہ جنت ہے اُورْتُمُوْهَا (تم کو دی گئی ہے) جو تمہیں عطا کی گئی یہ اور تم جنت سے حال ہے اور اس میں عامل تِلْكَ اسم اشارہ کا معنی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تمہارے اعمال کے بدلے) نکتہ: جنت کو میراث کہا اس لئے کہ جنت عمل سے نہیں ملتی بلکہ وہ محض فضل ہے جس کا وعدہ اس نے طاعات پر فرمایا جیسا کہ میت کی میراث کسی شے کا بدلہ نہیں۔ بلکہ وہ خالص صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان ہے معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی جو اس نے خبر دی اور اس کی بھی مخالفت کی جو نوح علیہ السلام اور اہل جنت نے اطلاع دی اور اہل نار نے جہنم میں پہنچ جانے کے بعد اطلاع دی اور جو ابلیس نے دربار الہی میں کہا۔ میرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (المدثر: ۳۱) نمبر ۲۔ فرمان نوح علیہ السلام: وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ (ہود: ۳۳) نمبر ۳۔ اہل جنت کا قول: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ (اعراف: ۳۳) نمبر ۴۔ اہل نار کا قول: لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهْدَيْنَاكُمْ (ابراہیم: ۲۱) نمبر ۵۔ فِيمَا أَغْوَيْنِي (الاعراف: ۱۶)

وَنَادَىٰ أَصْحَبُ الْجَنَّةِ أَصْحَبَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

”اور جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق پایا

فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ

سو کہ تم نے بھی حق پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں! پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اعلان کر پکارتا

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا

اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کبھی تلاش کرتے تھے

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝

اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے۔“

اہل جنت و اہل ناری گفتگو:

آیت ۴۳: وَنَادَىٰ أَصْحَبُ الْجَنَّةِ أَصْحَبَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا) اَنْ مَخْفَفٍ مِّنَ الْمُثْقَلِ ہے یا اَنْ مَفْسَرَةٍ ہے اسی طرح ان لعنة الله على الظالمين میں اَنْ ہے مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا یعنی ثواب کا حَقًّا یہ حال ہے فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ (پس کیا تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو پایا) یعنی عذاب حَقًّا (واقع کے مطابق) تقدیر عبارت وعدہ کم ربکم ہے کم کو سابقہ دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا جو کہ وعدہ نا رہنا میں پائی جاتی ہے یہ بات اہل جنت اہل ناری کو بطور شامت کہیں گے اور اللہ کی نعمتوں کے اعتراف کے طور پر ذکر کریں گے قَالُوا نَعَمْ (وہ کہیں گے ہاں)

قرأت: علی نے قرآن میں جہاں بھی آیا ہے نَعَمْ پڑھا ہے۔ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ (پھر ایک منادی دونوں کے درمیان پکارے گا) ایک منادی آواز دے گا اور جس آواز کو اہل جنت اور اہل ناری تمام سنیں گے اور وہ منادی فرشتہ ہوگا اَنْ لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر)

قرأت: مکی، مہاشی، حمزہ علی نے اَنْ لعنة پڑھا ہے۔

اسباب لعنت کا تذکرہ کر دیا:

آیت ۴۵: الَّذِينَ يَصُدُّونَ (جو اعراض کیا کرتے تھے) وہ منع کرتے ہیں عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا (اور اس میں کبھی تلاش کرتے رہتے تھے) یہ يَبْغُونَ کا مفعول دوم ہے یعنی وہ اس لئے کبھی تلاش کرتے ہیں اور اس میں تناقض ڈھونڈتے ہیں وَهُمْ بِالْآخِرَةِ (اور وہ آخرت کے بھی) آخرت کے گھر کے كَافِرُونَ (منکر تھے)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادُوا

”اور دونوں کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر بہت سے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے اور وہ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ۖ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۚ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا أَصْرَفَتْ

جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور امید کر رہے ہوں گے، اور جب ان

أَبْصَارُهُمْ تَلْقَاءُ أَصْحَابِ النَّارِ ۖ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

کی نظریں دوزخ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل

الظَّالِمِينَ ۚ ﴿٤٨﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ

نہ فرمائیے۔ اور اعراف والے بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے

قَالُوا مَا آغَيْنَاكَ عَنْهُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۚ ﴿٤٩﴾ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ

کہ تمہارے کام نہ آئی تمہاری جماعت اور نہ تمہارا تکبر کرتا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں

اَقْسَمْتُمْ لَا نَنَالُهُم بِاللَّهِ بِرَحْمَةٍ ۖ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ ان پر رحمت نہیں فرمائیگا انکو یوں صدم ہو گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم

تَحْزَنُونَ ﴿٥٠﴾

رنجیدہ ہو گے۔“

اہل اعراف کمزور مومن:

آیت ۳۶: وَبَيْنَهُمَا (اور ان دونوں کے درمیان) جنت و دوزخ کے درمیان یا فریقین کے درمیان حِجَاب (آیہ آڑ ہوئی) یہ
۱۰۰ یوار ہے جس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے فَضُربَ بَيْنَهُم بِسُورٍ (الحجید ۱۳) وَ عَلَى الْأَعْرَافِ (اور اعراف کے
اوپر) حِجَاب کی دیوار پر یہ جنت و دوزخ کے درمیان والی دیوار ہے وہ ان دونوں سے بلند ہے اعراف جمع عرف یہ دراصل عرف
القوس اور عرف الدیلک سے بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ رِجَالٌ (بہت سے آدمی ہو گئے) یہ بچے کچھے مسلمان ہو گئے یا جنت
میں آخر میں داخل ہونے والے مسلمان جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہو گئی۔ یادہ جن کے ماں باپ ان سے راضی نہ ہو گئے۔ یا
مشرکین کے نابالغ بچے يَعْرِفُونَ (وہ لوگ ہر ایک کو پہچانیں گے) یعنی جو سعداء اور اشرقیاء کے گروہ سے ہو گئے بِسِيمَاهُمْ

(ان کی علامات سے) ان کی علامت سے ایک قول یہ بھی ہے کہ مومنین کی علامت چہرے کی سفیدی اور تروتازگی اور کفار کی علامت چہرے کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گوئی و نَادُوا (وہ پکار کر کہیں گے) یعنی اعراف والے أَصْحَابُ الْجَنَّةِ اَنْ مَسَلُمْ عَلَیْكُمْ (اہل جنت کو سلام علیکم) تم پر سلام ہو یا اَنْ مَعْنٰی اِی سلام گویا یہ ان کی طرف سے اہل جنت کو مبارک باد دی جائے گی لَمْ یَدْخُلُوْهُمَا (ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہو گئے) یعنی صاحب اعراف یا یہ جملہ مستلفہ ہے اس کا مکمل اعراب نہیں گویا کسی نے اصحاب اعراف کے بارے میں سوال کیا تو اس کو جواب دیا گیا لَمْ یَدْخُلُوْهُمَا وہ اس میں داخل نہیں ہوئے وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ (وہ اس کے امیدوار ہو گئے) اس میں داخلے کے - نمبر ۲۔ اس جملہ کا مکمل اعراب ہے اس صورت میں یہ رجال کی صفت ہے اور مرفوع ہے۔

آیت ۴۷: وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ (اور جب ان کی نگاہیں جا پڑیں گی) اصحاب اعراف کی آنکھیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی پھیرنے والا ان کی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیر دے تاکہ وہ جہنم کو دیکھ کر استغاثہ کریں۔ یُتْلَفَا (کی طرف) طرف۔ یہ طرف ہے أَصْحَابُ النَّارِ (اہل دوزخ) وہ اس میں جو عذاب ہو گئے اس کا ملاحظہ کریں گے۔ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ (تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے) وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں گے اور اس کی رحمت کی طرف رجوع کریں گے کہ وہ ان کو اہل نار کے ساتھ نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ سے بچائے۔

اہل اعراف کا کفار سے کلام:

آیت ۴۸: وَ نَادٰی اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا (اور اصحاب اعراف بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے) رجال سے سرداران کفار مراد ہیں۔ یَعْرِفُوْنَهُمْ بِسْمِیْهِمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ (جن کو علامات سے پہچانیں گے۔ کہیں گے تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئی) مال۔ کثرت اجتماع مانا فیه ہے۔ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (اور نہ تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا) حق کے سلسلہ میں تمہارا تکبر اور لوگوں کے سلسلے میں تمہارا تکبر۔ پھر وہ انہیں کہیں گے۔

آیت ۴۹: اَهْلُوْا اِلَی الدِّیْنِ (کیا یہ وہی ہیں جن کے متعلق) یہ مبتداء ہے الدِّیْنِ، یہ مبتداء مضر کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اہل دین اہل الدین اقسامتم کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے۔ اَقْسَمْتُمْ (تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے) تم نے دنیا میں قسمیں اٹھائیں۔ اَهْلُوْا کاشا اِیہ فقراء مؤمنین ہیں۔ جیسے صہیب و سلمان ؓ لَا یَنَالُھُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ (کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا) یہ اقسامتم کا جواب ہے یہ الدِّیْنِ کے صلہ میں داخل ہے تقدیر عبارت یہ ہے تم ان کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہ نوازیں گے۔ یعنی ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے ان کے فقر کی وجہ سے ان کو حقیر قرار دیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو فرمائیں گے۔ اَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ (ان کو یوں حکم ہوگا کہ تم جنت جاؤ) یہ فریقین کو ملاحظہ کرنے اور ان کے نشانات سے ان کو پہچاننے کے بعد ہوگا۔ اور ان تمام مکالموں کے بعد جو ان کے مابین ہو گئے۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (تم کو نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے)

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا

”اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہمارے اوپر کچھ پانی بہا دو یا ان نعتوں میں سے جو اللہ نے تمہیں

رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۖ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۵۱ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

دی ہیں، وہ جواب میں کہیں گے کہ بلاشبہ اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو

دِينَهُمْ لَهُمَا وَلِعِبَادٍ غَرَّتَهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ فَالْيَوْمَ نَنَسُّهُمْ كَمَا نَسُوا

لہو و لعب بنایا اور انہیں دنیا والی زندگی نے دھوکہ دیا، سو آج ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کی

لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا ۖ وَمَا كَانُوا بِالِأَيْتَانِ يَجْحَدُونَ ۝۵۲ وَلَقَدْ جِئْنَهُمْ بِكِتَابٍ

ملاقات کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے انہیں ایسی کتاب دی ہے

فَصَلَّنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۵۳ هَلْ يَنْظُرُونَ

جسے علم کے مطابق کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ بس اس انتظار میں ہیں

إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۖ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسَوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ

کہ اس کا انجام ان کے سامنے آجائے۔ جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے جو اس کو پہلے بھول گئے تھے کہ

جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے۔ سو کیا ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس

فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۖ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا

لوٹا دیئے جائیں سو ہم اس عمل کے علاوہ عمل کریں جو کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈالا اور جو کچھ انہیں، پروا ہی

كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝۵۴

کیا کرتے تھے وہ سب بیکار چلی گئی۔“

اہل جنت و اہل نار کا مکالمہ:

آیت ۵۰: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ (اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔ کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو) اُن مفسرہ ہے اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جنت آگ سے بلند ہے۔ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

اللہ (یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے) ان کے علاوہ شروبات کیونکہ اضافت کے حکم میں یہ بھی داخل ہے یا ہم پر ڈالو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق طعام و پھلوں کی اقسام میں سے دیا ہے پھر یہ علفنھا تبناً و ماءً بارداً کی قسم میں سے ہے۔ یعنی ماء سے سقیہا کا فعل محذوف ہے۔

سوال: قبولیت سے ناامیدی کے باوجود یہ سوال کیوں کریں گے؟

جواب: حیران و پریشان وہ بات کرتا ہے جس میں اس کا فائدہ ہو اور ایسی بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے جو بے فائدہ ہو۔
قَالُوا إِنَّ اللَّهَ خَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ (جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں کیلئے منع کر رکھا ہے) اس تحریم کا معنی منع کرنا اور روکنا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وحرماً علیہ المراضع (اقصص۔ ۱۲)
تخفیف: یہاں وقف ہوگا اگر اس کے مابعد الذین کو مرفوع یا منصوب بطور مذمت کے مانا جائے۔ اگر الذین کو مجرور مانیں تو الکافرین پر وقف نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلا جملہ اس کی صفت بن جائے گا۔

بڑے اسباب ووزخ دین کا مذاق اڑانا اور طویل بقاء کا دھوکا:

آیت ۵۱: الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا (جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا) پس انہوں نے جو چاہا حرام و حلال کیا یا ان کا دین ان کی عید تھی۔ وَغَرَّهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) وہ طویل بقاء سے دھوکہ میں رہے۔ قَالُوا لَا نَنْسِيَهُمْ (پس ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے) ہم ان کو عذاب میں چھوڑیں گے۔ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ (جیسا انہوں نے اس دن کا نام نہ لیا اور جیسا ہی ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے) یعنی ان کے بھلانے اور شدید انکار کی طرح۔

موجودین کی طرف روئے سخن:

آیت ۵۲: وَلَقَدْ جَنَّاهُمْ بِكُنْبٍ قَصَصْنَاهُ (اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی جس کو ہم نے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے) ہم نے اس کے حلال و حرام اور مواعظ و قصص کو الگ الگ بیان کیا۔ عَلٰی عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً (اپنے علم کامل سے جو ذریعہ ہدایت و رحمت ہے) یہ قصصناہ کی ضمیر سے حال ہے جس طرح عَلٰی عِلْمٍ اس کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ لَقَوْمٌ يُؤْمِنُونَ (ایمان والوں کیلئے)

یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منظر ہیں:

آیت ۵۳: هَلْ يَنْظُرُونَ (ان کو کسی چیز کا انتظار نہیں) وہ صرف انتظار کرتے ہیں۔ إِلَّا تَأْوِيلُہُ (صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے) مگر اس کے معاملہ کا انجام و نتیجہ اور وہ باتیں جن سے ان کا صدق واضح ہو اور جو وعدہ و وعید کئے گئے ان کا صحیح طور پر ظہور ہو۔ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُہُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ (جس دن اس کا آخری نتیجہ سامنے آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے) اس کا چھوڑا اور اس سے اعراض اختیار کیا۔ قَدْ جَاءَتْكَ رُبَّنَا بِالْحَقِّ (یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی

اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

”بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر

اَسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ ثُمَّ يُغْشٰی الْاَیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُہٗ حَنِیْنًا ۚ وَالشَّمْسُ

عرش پر استواء فرمائی، ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو، رات اسے طلب کرتی ہے جلدی سے اور پیدا فرمایا چاند کو اور سورج کو

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ مُسْتَخَرٰتِ بِاَمْرِہٖ ۚ اِلٰلَہُ الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ ۚ تَبٰرَکَ اللّٰهُ

اور ستاروں کو اس حال میں کہ اس کے حکم سے وہ مسخر ہیں خبردار پیدا فرمانا اور حکم دینا اللہ ہی کے لیے خاص ہے بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۵۱

جوسارے جہانوں کا رب ہے۔“

ہمارے رب کے پیغمبر بھی سچی باتیں لاتے تھے (یعنی واضح ہوا اور سچ ثابت ہوا کہ وہ حق لے کر آئے تھے مگر انہوں نے اقرار ایسے وقت کیا جب کہ ان کو اقرار کا فائدہ نہیں۔

اہل ناریکی کا رہنما ہیں:

فَہَلْ لَّنَا مِنْ شُفْعَآءٍ فَيَشْفَعُوْا لَنَا (پس اب کیا ہمارا کوئی سفارش ہے جو ہماری سفارش کر دے)۔

مَحْجُوْمٌ: یہ استفہام کا جواب ہے۔ اُوْنُوْدُ (کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں) یہ جملہ ماقبل پر عطف ہے اور استفہام کے تحت داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا فہل لنا من شفعاء اوہل نرد؟ کیا ہمارا کوئی سفارش ہے کیا ہمیں واپس کیا جاسکتا ہے۔ نُوْدُ مرفوع ہے کیونکہ ایسے موقع پر واقع ہے جو اسم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہ وہل یضرب زید؟ یا اس کا عطف اس تقدیر پر ہے۔ ہل یشفع لنا شافع اوہل نرد؟ فَتَعْمَلُ (تاکہ ہم ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے) یہ بھی استفہام کا جواب ہے۔ غَیْرِ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب ہو گیا) یعنی جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے۔

تخلیق ارض و سماء:

آیت ۵۴: اِنَّ رَبَّکُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا) اس کی مراد آسمان و زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اس کی تفصیل سورہ حم سجدہ میں فرمائی۔ یعنی نمبر ۱: اتوار سے جمعہ تک۔ نمبر ۲: ملائکہ کے اعتبار سے آہستہ آہستہ۔ نمبر ۳: یہ بتلانے کے لیے کہ معاملات میں تدریج ہے۔ نمبر ۴: اور اس لئے بھی کہ ہر کام کے لیے ایک دن ہے۔ نمبر ۵: اور اس لئے بھی کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد بنانا یہ زیادہ

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۖ إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَلَا تَفْسِدُوا

تم اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرماتا ہے جو حد سے آگے بڑھنے والے ہیں اور فساد نہ کرو

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، اور پکارو اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت اچھے کام

مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

کرنیوالوں سے قریب ہے۔“

دلالت کرتا ہے کہ اس کا بنانے والا عالم۔ مدبر، اور متصرف و مختار کل ہے۔ اور وہ ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چلاتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر قائم ہوا) ممکن ہوا۔ استیلاء کی اضافت عرش کی طرف کی اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر مستولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے اور سب سے بلند ہے۔ فرقہ مشبہ کی تفسیر عرش کے متعلق چار پائی اور تخت سے اور الاستواء کی تفسیر استقرار سے محض باطل ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ عرش سے قبل بھی لامکان تھے اور اب بھی لامکان ہیں جیسے پہلے تھے۔ اس لیے کہ تغیر و تبدل تو اکوان کی صفات میں سے ہے۔

استواء کے متعلق فرمان اتم:

امام جعفر، حسن بصری، امام ابو حنیفہ، امام مالک، بیہقی سے منقول ہے: ان الاستواء معلوم۔ والکیف فیہ مجهول والایمان بہ واجب والجمود بہ کفر والسنوال عنہ بدعة ان ائمہ سے مروی ہے کہ استواء معلوم ہے کیفیت مجهول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب اور اس کا انکار کفر اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ یَغِيْشِي الْاَيْلَ النَّهَارَ (وہ چھپا دیتا ہے رات سے دن کو)۔

قراءت: حمزہ علی، ابو بکر نے یغشی پڑھا ہے۔ یعنی رات دن کو آملتی ہے اور دن رات کو جالماتا ہے۔ يَطْلُبُهُ حَيْثُهَا (اس طور پر کہ وہ رات دن کو جلدی سے آ لیتی ہے) یہ لیل سے حال ہے یعنی جلدی۔ طالب اصل میں لیل ہے۔ گویا وہ اپنی تیز روی کی وجہ سے دن کو ڈھونڈ رہی ہے۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ (اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا) یعنی اس نے سورج چاند ستاروں کو بنایا۔ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ (اس طرح کہ وہ اس کے حکم کے تابع ہیں) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ تابع ہیں قراءت شامی نے مسخرات کو ضمہ سے پڑھا ہے اور الشمس جمع معطوفات مبتداء اور یہ اس کی خبر ہے۔ بِأَمْرِهِ وہ ٹکونی حکم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اپنے حکم کے تابع کیا تو فرمایا: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خالق ہونا اور حکم ہونا ہے) یعنی وہی ذات ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور اختیار بھی اس کا ان پر چلتا ہے۔

تَبَرُّكَ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ بڑی خوبیوں والے ہیں) اس کی مہربانیوں کی کثرت ہے یا بھلائیاں دائمی ہیں۔ یہ برکت سے لفظ

بنا ہے۔ مٹو کہتے ہیں۔ یا البروک سے ہے جس کا معنی قائم و ثابت رہنا ہے البرکۃ اسی سے ہے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (جو تمام عالم کے پروردگار ہیں)

پکارنے کا حکم، مگر حد سے تجاوز کی ممانعت:

آیت ۵۵: اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْیَةً (تم اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے بھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی عاجزی والا اور پوشیدگی والا۔ التضرع یہ تَفَعُّل کا وزن ہے الضرع سے بنا ہے اور وہ عجز و ذلت کو کہتے ہیں یعنی گڑ گڑا کر اور مسکینی ظاہر کر کے حضور ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم سب قریب کو پکار رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ (بخاری ۳۳۸۳، مسلم ۷۰۴۲) حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ پوشیدہ اور علانیہ پکار نے میں سترگنا کافرق ہے۔ اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (بیشک وہ ان کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں) ہر وہ چیز جس کا حکم دیا گیا دعا وغیرہ اس میں تجاوز کرنے والے۔ ابن جریج کا قول ہے کہ دعا کے لئے آواز بلند کرنے والے اور ابن جریج کا قول ہے دعائیں چختا مکروہ اور بدعت ہے اور یہ بھی قول ہے اعتماد فی الدعا سے مراد دعا کو لمبا کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ہو گئے جو دعائیں حد سے تجاوز کریں گے حالانکہ آدمی کو اس طرح کہنا کافی ہے۔ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَ مَا قَرَّبَ الِیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَ عَمَلٍ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَ مَا قَرَّبَ الِیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَ عَمَلٍ پھر آپ نے یہ آیت۔ اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ تک تلاوت فرمائی۔ (ابوداؤد۔ ۱۳۸۰)

شرک و معصیت فساد ہے:

آیت ۵۶: وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا (اور دنیا میں درستی کے بعد فساد مت پھیلاؤ) نمبر ۱: اطاعت کے بعد معصیت کر کے۔ نمبر ۲: توحید مان کر شرک کر کے نمبر ۳۔ عدل کے بعد ظلم کر کے۔ وَ اَذْعُوْهُ خَوْفًا وَ طَمَعًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے) یہ دونوں حال ہیں۔ نمبر ۱۔ یعنی عمل کے زد ہو جانے کا خوف اور قبولیت کی طمع ہو۔ نمبر ۲۔ آگ کا خوف اور جنت کی طمع ہو۔ نمبر ۳۔ فراق کا ڈر اور ملاقات کی طمع ہو۔ نمبر ۴۔ عاقبت کے غائب ہونے کا خوف اور ہدایت کے ظاہر ہونے کی طمع ہو۔ نمبر ۵۔ اللہ تعالیٰ کے عدل سے خوف اور اس کے فضل کی طمع ہو۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کام کرنے والوں کے نزدیک ہے) نمبر ۱۔ قریب کا ذکر رحمت کی تاویل سے ہے خواہ رحم سے ہو یا ترحم سے۔ نمبر ۲۔ موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی شئی قریب۔ نمبر ۳۔ اس فعل سے تشبیہ دی جو مفعول کے معنی میں ہے۔ نمبر ۴۔ یہ اس لیے کہ رحمت کی تا ثانیہ غیر حقیقی کی ہے۔ نمبر ۵۔ مذکر کی طرف اضافت کا لحاظ کر کے لائے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ

”اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ

اٹھاتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کے لیے روانہ کرتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعہ نکالتے ہیں

كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۖ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝۵۷ وَالْبَلَدُ

ہر طرح کے پھلوں سے۔ اسی طرح ہم زندہ کریں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اچھی زمین

الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبَتْ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكْدًا ۖ

ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو زمین خراب ہے اس کا سبزہ نہیں نکلتا مگر ناقص،

كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ۝۵۸

ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں۔“

قدرت کے دلائل عقلیہ:

آیت ۵۷: وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ (اور وہ ایسا ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: ہر جہزہ علی نے الرِّيحَ پڑھا۔ بُشْرًا (کہ وہ خوش کر دیتی ہیں) جہزہ علی نے نشر کا مصدر نشوراً پڑھا اور اس کے

نصب کی وجہ نمبر ۱۔ یہ ہے کہ ارسل اور نشر قریب قریب ہیں۔ گویا اس طرح کہا۔ نشورھا نشوراً۔ نمبر ۲۔ حال کی وجہ سے منصوب

ہے۔ یعنی منشورات پھیلائی ہوئی۔ عاصم نے اس کو بُشْرًا پڑھا ہے۔ بُشْرًا تخفیف کے ساتھ ہو تو یہ بشر کی جمع ہے۔ کیونکہ ریا ج یہ

بارش کی خوشخبری دیتی ہیں۔ شامی نے نشر پڑھا اور نشر کی تخفیف نشر رسل اور رسل کی طرح ہے۔ اور بقیہ قراء کی قراءت تخفیف

والی ہے۔ نُشْر جمع نشور یعنی ناشورہ للمطر بارش کو پھیلانے والیاں بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (اپنی باران رحمت سے پہلے) اس کی

نعمت سے پہلے اور وہ بارش ہے جو کہ بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ (یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھاتی ہیں)

اٹھاتی اور بلند کرتی ہے اقلال یہ قلت سے مشتق ہے کیونکہ طاقتور اٹھانے والا جس چیز کو اٹھالیتا ہے اس کو قلیل خیال کرتا ہے۔

سَحَابًا ثِقَالًا (بھاری بادلوں کو) یعنی بھاری پانی کے ساتھ۔ یہ مسحابہ کی جمع ہے سُقْنَهُ (تو اس کو چلا کر لے جاتے ہیں) ضمیر

نہ کر کی لفظ سحاب کا لحاظ کر کے لائی گئی اور اگر اس کو معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ ثقال ہے تو ضمیر مؤنث چاہئے جیسا کہ وصف کو لفظ

پر محمول کیا جائے تو ثقیلاً کہنا چاہیے۔ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ (کسی خشک سرزمین کی طرف) ایسے شہر کے لئے جس میں بارش نہیں ہوئی اور

اس کو سیراب کرنے کے لئے۔

قراءت: مدنی، حمزہ علی، حفص نے مِثْبَٹ پڑھا ہے۔ فَأَنْزَلْنَاهُ إِلَيْهِ الْمَاءَ (پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں) نمبر ۱: بادلوں کے ذریعے۔ نمبر ۲: چلانے کے ذریعے اور اسی طرح فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ (پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں) كَذَلِكَ (یوں ہی) اس نکالنے کی طرح اور وہ پھلوں کا نکالنا ہے۔ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) پس یہ تذکیر تمہیں ایمان بالبعث تک لے جائے گی۔ کیونکہ دونوں اخراجوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک میں چیز کو بنانے کے بعد لوٹانا ہے۔

مؤمن و کافر کی تمثیل:

آیت ۵۸: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ (اور جو زمین ستھری ہوتی ہے) یہ زرخیز مٹی والی زمین یَنْخُورُجُ نَبَاتُهُ بِأَذْنٍ رَّيْبَةٍ (اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے) آسانی کے ساتھ بِأَذْنٍ رَّيْبَةٍ یہ موضع خال میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے یَخْرُجُ نَبَاتُهُ حَسَنًا وَافِيًا اس کی نباتات اچھی اور شاندار نکلتی ہے کیونکہ یہ نکدا کے مقابلے میں مذکور ہے۔ وَالَّذِي خَبَتْ (اور جو زمین خراب ہے) یہ بلد کی صفت ہے اِی الْبَلَدِ الْخَبِيثِ، شوریہ خطہ لَا یَنْخُورُجُ (اس کی پیداوار نہیں نکلتی) یعنی اس کی نباتات اس کو حذف کر دیا اول تذکرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے إِلَّا نِکِدًا (مگر بہت کم) وہ جس میں کوئی غلہ نہ ہو یہ دراصل مثال اس شخص کی جس کو وعظ فائدہ دے اور وہ مؤمن ہے اور اس کی مثال جس میں کوئی چیز بالکل اثر نہ کرے اور وہ کافر ہے اور یہ تمثیل بارش کے اثر کے سلسلے میں واقع ہونے والی ہے بارش کا بلدمیت پر اترنا اور اس سے پھلوں کا نکالنا بطور استطراد کے ہے۔ كَذَلِكَ (یوں ہی) ایسا تصرفُ الْأَلْبَتِ (ہم دلائل طرح طرح سے بیان کرتے ہیں) ہم بار بار اور کمر آیت کو لاتے ہیں۔ لَقَوْمٌ يَنْشُكُرُونَ (ان لوگوں کیلئے: نو قدر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اور وہ مؤمن ہیں۔ تاکہ وہ اس میں سوچ بچار کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهِ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَيْرُهُ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۹۰ قَالَ الْمَلَاۤءُ مِنْ قَوْمِهِ

نہیں ہے۔ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۹۱ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ

کہ بلاشبہ ہم تجھے کُلّی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گمراہی نہیں ہے لیکن میں سارے جہانوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۹۲ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحْ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ اَوْعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۤءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ

جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس

مِّنْکُمْ لَیْذِکْرٌ وَّلَیْتَقُوْا وَّلَعَلَّکُمْ تَرْحَمُوْنَ ۝۹۴ فَلَذَّبُوْهُ فَاَنْجَبٰہُ

انصیحت کی باتیں آگئیں تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سوان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا۔ سو ہم نے اسے اور ان

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْکِ وَاَعْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہُمْ کَانُوْا

لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ بلاشبہ وہ

قَوْمًا عَمِیْنَ ۝۹۵

لوگ اندھے تھے۔

دعوتِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۵۹: لَقَدْ اَرْسَلْنَا یٰہم مِّنْ مَّخْذُوْف کا جواب ای واللہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهِ (ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) ان کو رسول بنایا جبکہ ان کی عمر پچاس سال تھی اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ نوح بن مکہ بن متوشلح بن اخنوخ اور یہ اور یس علیہ السلام کا نام ہے۔ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهِ غَیْرُہٗ (پس انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں)۔

قرأت: علی نے غیرہ پڑھا ہے۔

نَحْنُ: رفع تو عمل کی وجہ سے ہے گویا عبارت اس طرح ہے مالکم اللہ غیرہ فلا تعبدوا معہ غیرہ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو اور جر لفظ کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے) نمبرا۔ قیامت کا دن۔ نمبرا۔ ان پر عذاب اترنے کا دن۔ اور وہ عذاب طوفان تھا۔

نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب:

آیت ۶۰: قَالَ الْمَلَأُ (عزت والے لوگوں نے کہا) اشراف و سادات مِنْ قَوْمِہٖ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ صَلَٰطٍ مُّبِیْنٍ (ان کی قوم میں سے۔ کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں) طریق صواب سے جانے کو واضح کر دیا اور روایت سے روایت قلب مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کی تقریر اوّل:

آیت ۶۱: قَالَ یَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ صَلَٰتٍ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں تو ذرا غلطی نہیں) یہاں ضلال نہیں کہا جیسا کہ انہوں نے کہا کیونکہ ضلالت ضلال میں سے خاص ہے۔ پس یہ لفظ اپنی ذات سے ضلال کی نفی کے لئے زیادہ بلوغ ہے گویا اس طرح کہا لیس بی شیء من الضلال مجھ میں ضلال نام کی کوئی چیز نہیں۔ پھر نفی ضلالت کی تاکید کے لئے استدراک کیا اور فرمایا وَلَٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں) کیونکہ ان کا اللہ کی طرف سے رسول ہونا یہ ان کی رسالت کا مقصود ہے اور اس معنی میں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے پس وہ ہدایت کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

تقریر دوم:

آیت ۶۲: اٰیْلَٰغُکُمْ رَسٰلَتِ رَبِّیْ (میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں) نمبرا جو میری طرف وحی کی گئی مختلف اوقات میں نمبرا۔ مختلف مقاصد جیسے اوامر و نواہی، مواظبہ، بشارت، نظائر اٰیْلَٰغُکُمْ ابو عمرو نے اس طرح پڑھا یہ کلام مستانفہ ہے رسول رب العالمین ہونے کا بیان ہے۔ وَاَنْصَحْ لَکُمْ (اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں) میں اخلاص کے ساتھ تمہاری بھلائی کا قصد کرنے والا ہوں۔ کہا جاتا ہے نصحتہ و نصحت بہ۔ لام لا کر مبالغہ میں اضافہ کر دیا۔ اور نصیحت کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ نصح کی حقیقت۔ نمبرا۔ غیر کے لئے اس بھلائی کا ارادہ کرنا جو تم اپنے لیے چاہتے ہو نمبرا۔ جی عنایت میں انتہاء کرنا۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یعنی اس کی صفات سے یعنی عظیم قدرت دشمنوں پر اس کی سخت پکڑ اور اس کی پکڑ دشمنوں سے واپس نہیں کی جاسکتی۔

تقریر سوم:

آیت ۶۳: اَوْعَجِبْتُمْ (کیا تم تعجب کرتے ہو) ہمزہ انکار کے لئے ہے واو عاطفہ ہے معطوف علیہ محذوف ہے۔ گویا کہا گیا

اکذبتم و عجبتم کیا تم جھٹلاتے ہو اور تعجب کرتے ہو اُنْ جَاءَ کُمْ - مِنْ اَنْ جَاءَ کُمْ - اس لیے کہ تمہارے پاس آیا۔
 ذِکْرُ نَصِيحَةٍ مِّنْ رَبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے یعنی تمہاری جنس سے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
 وہ نبوت نوح پر تعجب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰیٰتِنَا الْاُولٰٓئِیْنَ (المومنون: ۲۳) اس سے ارسال بشر مراد
 لیتے ہیں۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَ نَزَّلَ مَلٰٓئِکَۃً (المومنون: ۲۳) لَیْسَ ذٰلِکُمْ (تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے) تا کہ وہ تمہیں کفر کے انجام
 سے ڈرائیں وَلَیْسَ ذٰلِکُمْ (اور تا کہ تم ڈرجاؤ) تا کہ تقویٰ تم سے پایا جائے اور وہ خشیت ہے جو انداز کے سبب سے ہو۔ وَلَعَلَّکُمْ
 تُرْحَمُوْنَ (اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے) تا کہ تقویٰ کے سبب تم پر رحم ہو۔ اگر وہ تم میں پایا جائے۔

مکذیب اور نتیجہ:

آیت ۶۳: فَکَذَّبُوْهُ (پس وہ لوگ اس کی مکذیب ہی کرتے رہے) پس انہوں نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی۔ فَانْجِیْنٰہُ
 وَالَّذِیْنَ مَعَهُ (تو ہم نے نوح علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا) وہ چالیس آدمی تھے اور چالیس عورتیں دوسرا قول
 یہ ہے نو آدمی تین ان کے بیٹے سام، حام، یافث اور چھ ان میں سے جو آپ پر ایمان لائے۔ فِی الْفُلْکِ اس کا تعلق معہ کے ساتھ
 ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا والذین صحبوا فی الفلک اور وہ لوگ جنہوں نے انکا ساتھ دیا کشتی میں۔ وَاعْرِضْنَا لِذِیْنَ
 کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَوْمًا عٰمِیْنَ (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بیشک وہ لوگ
 اندھے ہو رہے تھے) حق سے۔ کہا جاتا۔ اُمّی کا لفظ بصر میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔ اور عم کا لفظ بصیرت میں اندھے پن کے
 لئے آتا ہے۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۖ قَالَ يَقَوْمِ احْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَهِ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝۱۵۰ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا

نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا جواب میں کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم

لَنُرِكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنُظُنُّكَ مِنَ الْكَذِبِينَ ۝۱۵۱ قَالَ يَقَوْمِ

تجھے بے وقوفی میں دیکھ رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ ہود نے کہا اے میری قوم:

لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۵۲ أَبِلَّغُكُمْ

مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے

رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝۱۵۳ أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ

رب کا اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں (المانت دار ہوں) کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی تم ہی میں سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۖ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ

ایک شخص کے واسطے سے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد

مِّنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَضْطَةً ۖ فَادْكُرُوا الْإِلَهَ اللَّهِ

نفسانہ بنا دیا۔ اور جسمانی طور پر تمہارے ذیل اڈول میں پھیلاؤ زیادہ کر دیا لہذا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝۱۵۴ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم خیرا اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جس کی

يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۖ فَاتَّبِعْنَا مَا تَفْعَلُ ۚ إِنَّ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝۱۵۵

عبادت کرتے تھے اسے چھوڑ دیں۔ سو ہمارے پاس وہ چیز لے آ جس کی تو ہمیں دھکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے۔

دعوت ہود علیہ السلام:

آیت ۶۵: وَإِلَىٰ عَادٍ (اور ہم نے قوم عاد کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا عاد کی طرف۔ اس کا عطف نوح پر ہے أَخَاهُمْ (ان کے بھائی) ان میں سے ایک۔ جیسا تم کہو انا العرب مراد اس سے ان عربوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک قرار دیا گیا

کیونکہ وہ ان میں فہم ترین انسان تھے۔ پس جنت ان پر خوب لازم ثابت ہوگئی۔ (گنجائش انکار نہ رہی) هُوَذَا (ہود علیہ السلام) کو یہ اخاہم کا عطف بیان ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح۔ قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم نہیں ڈرتے) یہاں فقال نہیں فرمایا جیسا کہ قصہ نوح میں فرمایا تھا کیونکہ وہ فناء ایک سائل کے سوال کے جواب میں لایا گیا۔ کہ ان کو نوح علیہ السلام نے کیا کہا تو جواب دیا گیا۔ فقال يقوم اعبدوا الله يها سوال مقدر کے بغیر ہے۔ اس لئے قال يقوم اعبدوا الله فرمایا اور اسی طرح۔

سرداروں کا جواب:

آیت ۶۶: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ (قوم کے سردار کافروں نے کہا) یہاں الملاء کی صفت الذین کفروا سے کی۔ مگر قوم نوح کے ملاء کے تذکرہ الملاء من قومہ کہہ کر کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہود علیہ السلام کی قوم کے اشراف میں سے کچھ ایمان لائے تھے جن میں مرثد بن سعد تھے۔ اس وصف کو لا کر ان مسلمان سرداروں کو الگ کرنا مقصود تھا۔ جبکہ قوم نوح کے اشراف میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اِنَّا لَنَرُكَ فِي سَفَاهَةٍ (ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں) کہ تجھ میں حلم کی کمی ہے۔ اور عقل کی کمزوری ہے اس لئے کہ تم نے قوم کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔ یہاں سفاہت کو مجازاً اظرف قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سفاہت اس میں جمی ہوئی ہے اس سے نکل نہیں سکتی۔ وَ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ (ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے کہتے ہیں) تمہارے دعویٰ رسالت میں۔

ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱:

آیت ۶۷، ۶۸: قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَلَيْعَلَّكُمْ رَسَلْتُ رَبِّي وَ اِنَّا لَكُمْ نَاصِحٌ اٰمِينَ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کم عقلی نہیں۔ لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں)

اس چیز میں جس میں میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں۔ امین اس پر جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ یہاں وانا لکم ناصح امین فرمایا۔ ان کے قول وانا لنظنك من الكاذبين کے مقابلہ میں تاکہ اسم کے مقابلہ میں اسم ہو۔ جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ حسن ادب: جن لوگوں نے انبیاء کو ضلالت و سفاہت کی طرف منسوب کیا ان کے جواب میں انبیاء نے حلم چشم پوشی اور ان کے اقوال کا عدم مقابلہ ظاہر فرمایا۔ باوجود یہ کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے مخالفین لوگوں میں گمراہ ترین اور احمق ترین لوگ ہیں۔ اس میں حسن ادب، اعلیٰ اخلاق کا شاندار نمونہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوسروں بندوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ بے وقوفوں سے کس طرح بات کریں اور ان سے کس طرح چشم پوشی اختیار کریں۔ اور ان سے ہونے والی غلطیوں پر کس طرح دامن رحمت ڈالیں۔ (سبحان اللہ)

تقریر نمبر: ۲

آیت ۶۹: اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءً مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ (اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا) یعنی تم زمین میں ان کے نائب ہو۔ یا اپنے مکانات میں اذ یہاں مفعول بہ ہے۔ ظرف نہیں۔ یعنی اذ کروا وقت استخلا فکم اپنے نائب بننے کا وقت یاد کرو۔ وَ زَادَ كُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً (اور ذیل ذول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا) لمبائی اور درازی (ان میں چھوٹا ساٹھ ہاتھ ہوتا اور لمبا سو ہاتھ ہوتا تھا) یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے بصلۃ تجازی، عاصم علی نے صاد پڑھانے کے سین فا ذکرُوا الْآءَ اللّٰہِ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو) اپنے نائب بننے میں اور اجسام کے بڑے ہونے میں اور اس کے علاوہ اس کے دیگر عطیات میں الْآءَ کا واحد الیٰ ہے جیسے انی واناء۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (تاکہ تم کو فلاح ہو)

قوم کا اعتراض:

آیت ۷۰: قَالُوا اَجِئْتَنَا (وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو گئے) اس میں آنے کا یہ معنی ہے کہ ہود علیہ السلام کا قوم سے الگ تھلگ مکان تھا جس میں عبادت کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے قبل حراء میں کرتے تھے۔ جب ان کی طرف وحی آئی تو قوم کی طرف دعوت دینے کے لئے آئے۔ لِنُعْبِدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا (کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے) انہوں نے اس بات کو عجیب خیال کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خاص ہونا بعید خیال کیا۔ دین آباء کو ترک کرنا جو کہ بت پرستی تھا اور اسی میں نشوونما ہوئی تھی انہوں نے بہت بید سحما۔ فَاَتَيْنَا بِمَا نَعْبُدُكَ یعنی عذاب اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب ہم پر اتارنے والا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ؕ أَتُجَادِلُونَنِي فِي

ہو نے کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ نازل ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ان ناموں کے بارے

أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

میں جو نام تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود سے تجویز کر لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَانجِئْهُ وَالَّذِينَ

سو تم انتظار کرو۔ بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے بود کو اور ان لوگوں کو جو ان کے

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا

ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دیدی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ لوگ

مُؤْمِنِينَ ﴿٧٢﴾

ایمان والے تھے۔

جواب ہوو علیہ السلام:

آیت ۷۱: قَالَ قَدْ وَقَعَ (انہوں نے فرمایا بس اب آیا چاہتا ہے) یعنی اترا چاہتا ہے عَلَيْكُمْ (تم پر) آپ نے متوقع عذاب جس کا اثر ان پر ضروری تھا۔ واقع ہونے والے عذاب کی طرح قرار دیا۔ جیسا کہ وہ آدمی جو تم سے بعض مطالبے کر لے تو تم اسے کہو۔ قد کان کہ تمہارا مطالبہ تو ابھی پورا ہوا۔ تِن رِجْسٌ (عذاب) وَ غَضَبٌ (تمہارے رب کا عذاب اور غضب) انا راسکی۔ اَتُجَادِلُونَنِي فِيْ اَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا (کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑے ہو) ان چیزوں کے متعلق جو کہ محض نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت نہیں کیونکہ تم نے اصنام کا نام الہہ رکھا۔ حالانکہ الوہیت کے معنی سے وہ خالی ہیں۔ اَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (تم نے اور تمہارے آباء نے۔ ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ پس تم منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں)

نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی:

آیت ۷۲: فَانجِئْهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ (غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا) یعنی جو ان پر ایمان لائے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (اپنی رحمت سے۔ اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا)۔ الدابر جڑ یا جو کسی چیز کے بعد ہو۔ اور قطع دابر سے مراد مکمل استیصال اور ملیامیٹ ہونا ہے۔ وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ (اور وہ

ایمان لانے والے نہ تھے) کَانَ کَا: ان سے ایمان کی نفی کی اس کے باوجود کہ تکذیب آیات کا ان کے لئے اثبات کیا۔ تو اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہلاکت کمذبین کے ساتھ خاص ہے۔

علاقہ قوم عاد اور مختصر حالات:

قوم عاد، عمان اور حضرموت کے درمیان تمام علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ بتوں کے معروف نام یہ تھے۔ نمبرا۔ صداء۔ نمبر ۲۔ صمود۔ نمبر ۳۔ ہباء۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سال کے لئے ان سے بارش کو روک دیا۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو اللہ تعالیٰ سے کشادگی طلب کرتے اور دعا کے لئے بیت الحرام مکہ مکرمہ جاتے چنانچہ اس قحط کے لئے قیل بن عزیٰ اور لقیم بن ہزال اور مرشد بن سعد، یہ ہود علیہ السلام پر خفیہ ایمان رکھتا تھا۔ اس وقت ان پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ جو کہ عملیق بن لاؤذ بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ یہ وفد اس کے ہاں مکہ کے بالائی علاقے پر اترے۔ ان کو مرشد نے کہا جب تک تم ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے بارش نہ ہوگی۔ انہوں نے مرشد کو پیچھے چھوڑا اور خود نکل کر بیت اللہ کے پاس گئے اور یہ دعا کی۔ اللّٰهُمَّ اسقِ عَادًا مَا كُنْتَ تَسْقِيهِمْ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تین بادل سامنے کر دیئے۔ سفید، سرخ، سیاہ پھر آسمان کے ایک منادی نے کہا یا قیل اختر لنفسك ولقومك اے قیل ان میں سے اپنی قوم اور اپنے لئے ایک بادل چن لو اس نے سیاہ بادل کا چناؤ کیا کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر قوم کی طرف واوی کے قریبی راستہ سے لوٹ گئے اور ان کو خوشخبری سنائی وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے ہذا عارض ممطرنا۔ مگر اس سے سخت ہوائی لگی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ہود علیہ السلام اور ایمان والوں نے نجات پائی وہ مکہ مکرمہ میں آئے اور مدت تک وہیں رہے۔

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اٰخَاهُمْ صٰلِحًا ۚ قَالَ یَقُوْمُوا عِبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ صالح نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ

اِلٰہَ غَیْرُہٗ ۚ قَدْ جَآءَکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۚ هٰذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ

کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو

لَکُمْ اٰیۃٌ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ

تمہارے لیے نشانی ہے سو تم اسے اللہ کی زمین میں چھوڑے رکھو کھاتی پھرا کرے۔ اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

فَیَاْخُذْکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۷۳ وَ اذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ

اور نہ تمہیں درد ناک عذاب پکڑ لے گا، اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں غار کے بعد زمین میں رہنے کا

بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّآکُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ

ٹھکانہ دے دیا۔ تم اس زمین کے نرم حصہ میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

الْجِبَالِ بُیُوْتًا ۚ فَادْکُرُوْا الْاٰیۃَ اللّٰهِ وَلَا تَعْتُوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝۷۴

کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد

قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۷۳: وَ اِلٰی ثَمُوْدَ - (ہم نے بھیجا ثمود کی طرف) ایک قراءت میں ثمود بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یا اصل کے لحاظ سے کیونکہ ان کے بڑے دادا کا نام ہے۔ غیر منصرف تو قبیلہ کا نام ماننے کی وجہ سے ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کو ثمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں پانی کم تھا۔ یہ بند سے ماخوذ ہے۔ وہ تھوڑے پانی کو کہتے ہیں۔ ان کے مکانات پتھروں کے تھے۔ حجاز و شام کے مابین واقع تھے۔ اٰخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یَقُوْمُوا عِبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہَ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ یہ ظاہر نشانی ہے جو میری نبوت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے گویا اس طرح کہا ما ہذا البینۃ؟ کہ یہ دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہذا نَاقَةُ اللّٰهِ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف اس کی اضافت تعظیم و تخصیص کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ محض قدرت الہی سے بلا صلب و رحم کے پہاڑ سے نکلی تھی۔ لَکُمْ اٰیۃٌ یہ ناقة سے حال ہے اس میں مذہ کا اشارہ والا معنی عامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اشیر الیہا اٰیۃٌ میں اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اس حال میں کہ یہ نشانی ہے۔ ولکم یہ بیان ہے اس بات کا کہ یہ کس کے لئے نشانی ہے۔ تم سے مراد قوم ثمود ہے۔ جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ یعنی زمین تو اللہ تعالیٰ کی زمین ہے

اور اونٹنی اللہ کی اونٹنی ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے رب کی زمین میں تاکہ اپنے رب کی نباتات کھائے پیئے تمہارے ذمہ اس کے چارہ کی مشقت نہیں۔ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسَوْءٍ اِسْ كَوْمَتِ مَارُو اور نہ کوئیں کانو۔ اللہ تعالیٰ کے احترام کا تقاضا یہ ہے فَيَاْ خُذْ كُنْمَ یہ نبی کا جواب ہے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (دردناک عذاب)۔

تقریر صالح علیہ السلام، انعامات کی یاد دہانی:

آیت ۴۷: وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلْنٰكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَ بَوَّأْنٰكُمْ (اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو ٹھکانا دیا) اور تمہیں بھربھرایا۔ المباءۃ منزل کو کہتے ہیں۔ فی الارض (زمین میں تراش) ارض حجر جو شام و حجاز کے درمیان ہے تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهْلٍ لَهَا قُصُوْرًا (کہ تم نرم زمین پر محل بناتے ہو) بالا خانے گرمیوں کے آرام کے لئے وَ تَنْصِبُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا (اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو) سردیوں کے لئے بیو تانہ حال مقدرہ ہے۔ جیسے خطہ هذا النوب قمیصا اس کپڑے کی قمیص بناؤ اس لئے کہ پہاڑ گھرنے کے دوران تو گھر نہیں بن سکتا اور نہ ہی کپڑا اسلامی کے دوران قمیص ہوتا ہے۔ فَاذْكُرُوْا اَللّٰهَ وَلَا تَعْتَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ) روایت میں ہے کہ قوم عاد ہلاک ہو گئی تو ان کے علاقہ کی زمین کو قوم ثمود نے آباد کیا اور اس سر زمین میں ان کے نائب ہو گئے۔ ان کی طویل عمریں تھیں اور انہوں نے پہاڑ کھود کھود کر گھر بنائے۔ تاکہ موت سے قبل منہدم نہ ہوں۔ ان کو وسعت مالی میسر تھی پس وہ اللہ تعالیٰ کی سرکشی پر اتر آئے اور زمین میں فساد مچایا اور بت پرستی پر لگ گئے اللہ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ عرب لوگ تھے صالح علیہ السلام ان کے متوسط طبقے میں سے تھے انہوں نے ثمود کو اللہ کی طرف بلایا مگر تھوڑے لوگوں کے علاوہ ان کی کسی نے اتباع نہ کی وہ بھی کمزور طبقہ کے لوگ تھے آپ نے مسلسل ان کو ڈرایا۔

بالآخر انہوں نے معینہ پہاڑ سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا آپ نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی۔ پہاڑ سے گابھن اونٹنی جیسی آواز نکلی اور ایک قوی بیکل اونٹنی نکلی اس پر جندع اور ان کی قوم کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوْا

ان کی قوم کے جو تکبر سردار تھے انہوں نے ضعیفوں سے کہا جو ان میں

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صَلِحًا مَّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهِ ؕ

سے ایمان لائے تھے کیا تم اس بات کا یقین کرتے ہو کہ صالح اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ ۝۵۰ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

انہوں نے جواب دیا ہے شک جو کچھ ان کو دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ تکبر سرداروں نے کہا

اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ۝۵۱ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ

کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ سو انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کا حکم ماننے سے

اٰمِرٍ رَّبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصَلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنْ

سرکشی کی، اور کہنے لگے کہ اے صالح! اگر تم پیغمبروں میں سے ہو تو جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۵۲ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جَثِيْمِيْنَ ۝۵۳

لے آؤ۔ سو ان کو پکڑ لیا زلزلہ نے۔ سو وہ اونٹن سے منہ ہو کر اپنے گھروں میں پڑے رہ گئے۔

فَقَتَلُوْا عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ

پھر صالح نے ان سے منہ موڑا اور فرمایا کہ اے میری قوم! بلاشبہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تَحِبُّوْنَ النَّصِيْحَ ۝۵۴

کی۔ لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

آیت ۵۰: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ (ان کی قوم میں جو تکبر سردار تھے انہوں نے کہا) قراءت: شامی نے وقال پڑھا ہے۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَضَعُّوْا (غریب لوگوں سے) کفار سرداروں نے جن کو کمزور بنا رکھا تھا۔ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔

تَحَقُّوْا: یہ الذین استضعفوا سے بدل ہے اور اس میں جاء کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ بدل جہاں بھی آئے گا۔ وہاں عامل کا اعادہ مقدر ضرور ہوگا۔ منہم کی ضمیر کا مرجع قوم ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے فقط ایمان والوں کو کمزور بنا رکھا تھا۔ یا ضمیر مستضعفین کی طرف لوثی ہے اور اس میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مستضعفین مؤمن و کافر دونوں طرح کے لوگ تھے۔

اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صَلَاحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهِ (کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں) یہ بات انہوں نے بطور تمسخر کہی۔ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ (انہوں نے کہا ہم تو بیشک اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دیکر بھیجا گیا ہے) یہ ان کا جواب ہوا۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے رسول بنائے جانے کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے آپ کی رسالت کو ایک مسلمہ بات قرار دیا۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا کہ مرسل ہونے کا علم اور جو کچھ وہ دیکر بھیجے گئے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں کلام اس پر ہے کہ آیا ان پر ایمان لانا واجب ہے پس ہم تمہیں خبر دے رہے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبرین کا جوابی رویہ:

آیت ۷۶: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (متکبر سرداروں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں) انہوں نے امنتہم یہ کوارسل یہ کی جگہ ذکر کر کے کفار اس بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کہ جس ایمان کو تم مسلمہ کہتے ہو ہم اسی کا انکار کرتے ہیں

۷۷: فَعَقِّرُوْۤا وَالنَّٰثِقَةَ (غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا) عقر کی نسبت پوری قوم کی طرف کی اگرچہ عاقر تو قد ار بن سالف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پوری قوم اس پر رضا مند تھی۔ یہ قد ار سرخ نیلگوں بونا تھا۔ جیسا کہ فرعون بھی اسی طرح تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی بیٹو پہلوں میں بڑا بد بخت صالح کی اونٹنی کو ذبح کرنے والا تھا۔ اور پچھلوں میں بڑا بد بخت تیرا قاتل ہوگا۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۹) وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖم (اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس سے منہ موڑا اور تکبر کیا۔ امر ربہم سے مراد وہ حکم ہے جو ان کو صالح علیہ السلام کی زبان پر دیا گیا: فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ (الاعراف: ۷۳) یا شان رب مراد ہے۔ اور وہ دین ہے۔ وَقَالُوْۤا بِصَلٰحِ اٰتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا (اور کہنے لگے اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو ملگواؤ) یعنی عذاب اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (اگر تم پیغمبروں میں سے ہو)

عذاب کی آمد:

آیت ۷۸: فَاَخَذَتْهُمُ الرَّحْفَةُ وَهٖ حَيٌّ جَسَدٌ (اور وہ اس سے بے قرار ہو گئے۔ فَاصْبَحُوْۤا فِیْ ذٰرِیْهِمُ اپنے شہروں میں یا مکانات میں جاثیمین (اوندھے) بیٹھنے کی حالت میں مردار ہوئے کہا جاتا ہے الناس جنہم یعنی بیٹھے ہیں کہ ان میں جس وحرت نہیں اور نہ وہ کلام کرتے ہیں۔

تحسّر صالح علیہ السلام:

آیت ۷۹: فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ (صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے) جب انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹیں وَقَالَ يٰلَقُوْۤم (اور فرمایا اے میری قوم) ان سے جدائی کے وقت لَقَدْ اَبْلَغْتُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَّكُمْ وَلٰكِنْ لَا تَحِبُّوْنَ النَّصِيْحَةَ (میں)

وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

”اور ہم نے لو ط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ ط

بھی نہیں کیا، بے شک تم عورتوں کو چھو کر شہوت رانی کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۹ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوْا

بلکہ تم لوگ حد سے گزر جانے والے ہو، اور ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ کہتے گئے

اٰخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ؕ اِنَّهُمْ اَنْۢسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۱۰ فَاَنْجَيْنٰهُ

کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ بنتے ہیں، سوہنے نے نجات دی لو ط کو

وَاَهْلَهُ اِلَّا اَمْرَاتَهُ ۚ كَانَتْ مِنَ الْغٰیِبِيْنَ ۝۱۱ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط

اور اس کے گھروالوں کو سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ رہ جانے والوں سے تھی اور ہم نے ان پر ایک بڑی بارش برسا دی۔

فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲

سو دیکھ! کیا انجام ہے مجرمین کا۔“

نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے (جو کہ ہدایت کا حکم دینے والے تھے۔ خواہشات کی تزیین کی بناء پر نصیحت کے بارے میں معذرت سے کہہ کر سوا کچھ دودھ دینے والی اونٹنی ہے۔ لیکن وہ بد مزہ ہے جس سے غصہ جنم لیتا ہے۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے بدھ کو اونٹنی کی کوئی نہیں کاٹیں۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن زندہ رہو گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے۔ جبکہ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے۔ اور تیسرے دن سیاہ پڑ جائیں گے۔ چوتھے دن عذاب تمہیں دبوچ لے گا۔

بالکل ایسا ہی ہوا آپ ایک سو دس مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری تھی۔ جب انکی ہلاکت ہو چکی تو پھر لوٹ کر اسی علاقے میں رہے (مگر واپس وہیں رہائش کی بات محل نظر ہے۔ دیگر مفسرین کہہ کر مہاجرین کا قول نقل کرتے ہیں)۔

تذکرہ قوم لو ط علیہ السلام:

آیت ۸: وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ (ہم نے لو ط کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا) یعنی اذکروا لو طاکہ تذکرہ کرو لو ط کا اذی اس معذرت فعل کا بدل ہے۔ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو) کیا تم انتہائی شدید برائی میں مبتلا ہو۔

انوکھا جرم:

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا (جس کو تم سے پہلے نہیں کیا) جس کو تم سے پہلوں نے نہیں کیا۔ بالاعد یہ کیلئے ہے اور رسول اللہ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ سَبَقَتْ بِهَا عَكَاشَةُ عَكَاشَتُمْ سے پہلے کر گیا۔ (احزاب: ۴۳) مِنْ أَخِيْد (کسی نے) مَنْ زَانِدٌ ہے جو تائید کیلئے لائے اور یہاں استغراق کا معنی دے رہا ہے۔ مِنْ الْعَلَمِيْنَ (دنیا جہاں والوں میں سے) اس میں مَنْ تَبَعِيضُ کیلئے ہے۔ یہ جملہ متانفہ ہے۔ اول ان پر یہ کہہ کر انکار کیا۔ اتاتون الفاحشة پھر ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ جہاں میں اس عمل کے بانی تم ہو۔

شہوات میں اندھا پن:

آیت ۸۱: اِنَّكُمْ لَتَآتَوْنَ الرِّجَالَ (تم مردوں کے ساتھ کرتے ہو) یہ اتاتون الفاحشة کا بیان ہے۔ اِنَّكُمْ كَوْمٌ دَنِ اور حُفْص نے خبر مانا ہے۔ اور اِذَا الرِّجَالُ كَامَعِيْ جَمَاعٍ کرنا ہے شَهْوَةٌ (شہوت رانی) یہ مفعول لہ ہے یعنی شہوت کی خاطر۔ تمہیں اس بات پر صرف شہوت آمادہ کرنے والی ہے اور یہ سب سے زیادہ قابل مذمت حرکت ہے۔ کیونکہ ہیبرہ والی صفت ہے۔ مَنْ دُونَ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو) انکار سے اعراض کر کے اس حالت کی خبر دی جو ارتکاب قبائح کو لازم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس قوم کی عادت اسراف اور ہر چیز میں تجاوز عن الحد تھی۔ اس لئے انہوں نے قضائے شہوت میں اسراف کرتے ہوئے معتاد راستے سے غیر معتاد کی طرف تجاوز کیا۔

قوم کا جواب خیر کو عیب کہا:

آیت ۸۲: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوا اَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ (ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو) یعنی لوط اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ لوط علیہ السلام نے ان سے انکار فاحشہ کے سلسلے میں جو جواب مانگا اس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس شرارت کی جز کے متعلق لوط نے ان کی نشاندہی کی۔ کہ وہ صرف لوگ ہیں۔ انہوں نے انکا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ایسی چیز پیش کی جو ان کے کلام سے بالکل متعلق نہ تھی۔ انہوں نے حکم دیا کہ لوط اور ان پر ایمان لانے والوں کو بستی سے نکال دو۔ اِنَّهُمْ اَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں) یہ طہارت و پاکیزگی کے دعویدار ہیں اور ایسی بات کے مدعی ہیں کہ ہم خبیث فعل کے مرتکب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی بات کو بطور عیب ذکر کیا۔ جو قابل مدح تھی۔

نتیجہ آمد عذاب:

آیت ۸۳: فَانْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهُ (پس ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو بچا لیا) جو بھی ان کے ساتھ خاص طور پر رشتہ دار متعلق تھے یا مومنین اِلَّا امْرَاَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِيْنَ (سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ انہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے) عذاب میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے تھی۔ مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے کر مذکر صیغہ لایا گیا۔ یہ اہل سدوم میں سے کافرہ تھی۔ روایت میں مذکور ہے کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پتھر اس کو آگیا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔

وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَبِیًّا ۝ قَالَ یُقَوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ

”اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

مَنْ اِلٰہِ غَیْرُہٗ ۝ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ

نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی ہے۔ سوناپ اور تول پورا

وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْجَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَہُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ

کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو، اور زمین میں اسکی اصلاح کے بعد فساد

بَعْدَ اِصْلَاحِہَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوا

مت کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو، اور مت بیٹھ جاؤ

بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُوْنَ وَتَصَدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَ

ہر راستہ میں کہ تم لوگوں کو تمہاریاں دیتے ہو۔ اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لائے۔ اور

تَبْخُونَهَا عِوَجًا ۝ وَاذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَرْتُکُمْ وَاَنْظُرُوْا

اس میں کئی تلاش کرتے ہو۔ اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑے سے تھے سو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھ لو

کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَاِنْ کَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْکُمْ

فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس

اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اَرْسَلْتُ بِہٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاَصْبِرُوْا حَتّٰی

حکم پر ایمان لائی جسے دیکھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہ لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ

یَحْکُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ۝

اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔“

خاص قسم کی بارش:

آیت ۸۳: ”وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا“ (اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کی بارش برساتی) ہم نے ان پر ایک عجیب قسم کی بارش کی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ اور فاسفورس کی بارش کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مقیم لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا اور چلنے پھرنے

والوں پر پتھروں کی بارش کی۔ ابو عبیدہ کا قول ہے لفظ اَمِطُوا عَذَابَ کَیْلَے اور مَطَرُ کا لفظ رحمت کے لیے آتا ہے۔ فَانْظُرْ کَیْفَ تَکَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ۔ (پس دیکھ تو کسی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔

قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۸۵: وَالْحِی مَدَیْنٍ (اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا مدین کی طرف۔ مدین یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو) ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے اس لئے کہ قوم کو انہوں نے خوب جواب دیئے اور عمدہ انداز سے سمجھایا وہ ماپ تول میں کمی کرنے والے تھے۔

خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر:

قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهُ قَدْ جَاءَ تَکْذِبُکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَبِّکُمْ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے معبود کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے) یعنی معجزہ اگرچہ وہ قرآن میں موجود نہیں۔ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ (تو تم ماپ تول پوری پوری کیا کرو) ان کو پورا کرو۔ مراد یہ ہے کہ پورا کرو ماپ کو اور میزان کا وزن پورا دو۔ یا میزان میعاد کی طرح بمعنی مصدر ہے۔ وزن کرنے میں۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَهُمْ (اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کرو) ان کے حقوق مال میں کمی کر کے اور وزن میں نقص کر کے نہ توڑو۔ وہ فروخت کرتے وقت ہر چیز کم دیتے۔ بخس کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ الناس و اشیاء ہم ہے جیسے کہتے ہیں۔ بخست زبدا حقہ یعنی میں نے اس کو کم کر کے دیا۔ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا (اور زمین کی درستی کر دیئے جانے کے بعد فساد مت پھیلاؤ) اس میں اصلاح کرنے کے بعد یعنی اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ اس کے بعد کہ نیک انبیاء اور اولیاء نے اس میں اصلاح کی ہے اور اصلاح کا اضافت اسی طرح ہے۔ جیسے بَنَى مَکْرَ الْبَیْلِ وَالنَّهَارَ (۳۳) یعنی بل مکر کم فی الیل و النهار تمہارا دن رات تدابیر شر کرنا۔ ذَلِکُمْ (یہ) اس سے اشارہ و فاء کیل و میزان، ترک بخس اور ترک فساد فی الارض کی طرف ہے۔ خَیْرٌ لَّکُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) انسانیت کے لحاظ سے اور اچھے کرو کردار کے اعتبار سے اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اگر میری بات میں تم میری تصدیق کرنے والے ہو۔

قوم کا مزاج ڈاکہ زنی:

آیت ۸۶: وَلَا تَقْعُدُوا بِکُنْحِ صِرَاطِ (اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو) ہر راستے پر تَوَاعُدُوْنَ (کہ دوھکیاں دو) ان کو جو شعیب علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں سزا کے ساتھ۔ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِہِ (اور ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے روکو) عبادت سے مومنوں کو اور یہ بھی قول ہے کہ وہ راستے پر ڈاکے ڈالتے دوسرا قول یہ ہے کہ چنگی وصول کرتے۔ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو) اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے تم ڈھونڈتے ہو۔ یعنی اس کے متعلق لوگوں کو کہتے ہو کہ یہ ٹیڑھا راستہ ہے درست و سیدھا نہیں ہے تاکہ لوگ اس پر چلنے سے رک جائیں۔

مَحْجُو: تو عدوئ اور اس کا معطوف یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی نہ تم راستوں پر بیٹھو اس حال میں کہ تم لوگوں کو ڈرانے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والے اور اس میں میزہا پین تلاش کرنے والے ہو۔ **وَادْكُرُوا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا** (اور اس حالت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے)

مَحْجُو: اذ مفعول بہ ہے ظرف نہیں ہے۔ یعنی تم شکریہ کے طور پر اس وقت کو یاد کرو۔ جب تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ **فَكَثَرَكُمْ** (سوال اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا) اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی۔ اور کثرتی میں بہت زیادہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مدین بن ابراہیم نے لوط علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی پس اس سے اولاد پیدا ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور بہت زیادہ ہو گئے۔ **وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ** (اور دیکھو کیا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا) آخر انجام ان لوگوں کا جنہوں نے تم سے پہلے فساد برپا کیا جیسے قوم نوح، قوم صالح، لوط، ہود علیہم السلام۔

دونوں فریقوں کو خطاب:

آیت ۸۷: **وَإِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا** (اور اگر تم میں سے بعض اس حکم پر جس کو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے۔ ایمان لائے ہیں اور بعض ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ) پس تم انتظار کرو۔ **حَتّٰى يَخْرُجَ إِلَيْكُمْ إِلَهُ بَيِّنَاتٍ** (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان میں فیصلہ کیے دیتے ہیں) یعنی دونوں فریقوں کے درمیان کہ حق پرستوں کو باطل پرستوں پر غلبہ دیا جائے۔ نمبر ۱۔ یہ دراصل وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے انتقام لیں گے۔ یا پھر ایمان والوں کو صبر پر آمادہ کیا گیا۔ کہ وہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں کو برداشت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور کفار کے درمیان فیصلہ فرمادیں اور انتقام لیں۔ نمبر ۲۔ دونوں فریقوں کو مخاطب کیا تا کہ مسلمان ایذائے کفار پر صبر کریں۔ اور کافروں کو ایمان والوں کا ایمان اگر برا معلوم ہوتا ہے تو وہ اس پر صبر کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ فرمادیں اور پلید اور پاک کو الگ کر دیں۔ **وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ** (اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے) کیونکہ اس کا حکم برحق اور عادلانہ ہے۔ اس میں ظلم و جور کا شائبہ بھی نہیں۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا

ان کی قوم کے سردار جو تکبر کرنے والے تھے کہنے لگے کہ اے شعیب ضرور ضرور ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنی ہستی سے نکال دیں

مَعَكَ مِنْ قُرَيْبَتَا اَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كُرْهِيْنَ ۝۸۸ قَدْ افْتَرَيْنَا

گنایہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ سنو انہوں نے جواب دیا کیا (تم تمہارے دین میں واپس آ جائیں گے) اگر چہ دل سے برا جانتے ہوں؟ اگر تم تمہارے دین میں واپس

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَنَا

ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے بن جائیں اس کے بعد کہ اللہ نے اس سے ہم کو نجات دی اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا

اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى

کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں بلکہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ پر

اللّٰهُ تَوَكَّلْنَا رَبُّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝۸۹

مجرور کیا اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

سرداروں کا جواب:

آیت ۸۸: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَكَ مِنْ قُرَيْبَتَا اَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ان کو اپنی ہستی سے نکال دیں گے۔ یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ) یعنی دونوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنا ہوگی یا نکلتا یا کفر کی طرف لوٹا۔ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كُرْهِيْنَ (شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں اگرچہ ہم اس کو ناپسند ہی سمجھتے ہوں)

تَخْشَوْ: اس میں جہزہ استفہام انکاری کے لیے ہے۔ اور واو حالیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اتعید و ننافی ملتکم فی حال کراہتنا مع کوننا کراہین قالوا نعم کیا تم ہمیں اپنے مذہب کی طرف لوٹاؤ گے باوجود یہ کہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں۔

شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر:

آیت ۸۹: پھر ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں) یہ قسم ہے تقدیر عبارت یہ ہے واللہ لقد افترینا علی اللہ کذبا ان عد نافی ملتکم۔ اللہ کی قسم ہم نے اس وقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ کر گئے۔ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو) ہمیں اللہ تعالیٰ نے چھکارا دیا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِبَنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذَا الْخُسْرُوْنَ ۙ

اور کہا ان کی قوم کے سرداروں نے جو کفر پر تھے کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلے گئے تو بلاشبہ بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثِمِيْنَ ۙ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

سو پڑا لیا ان کو زلزلہ نے سو وہ صبح کے وقت اس حال میں ہو گئے کہ اپنے گھروں میں اوندھے مندرگے ہوئے تھے۔ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا

كَانَ لَمْ يَخْنَوْا فِيهَا ۙ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۙ فَتَوَلٰى

گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے، جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی نقصان میں پڑنے والے ہیں۔ سو پست پھیری

عَنْهُمْ وَقَالَ لِقَوْمٍ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلَتِيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَاَكَيْفَ اَسٰى

ان کی طرف سے اور کہا کہ اے میری قوم بے شک میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی سو پھر میں کفر

عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۙ

اختیار کرنے والی قوم پر کیوں رنج کروں؟

سوال: اِن اِن عَدْنَا فِيْ مَلَنَكُم شُعَيْبٌ نَّسَ طَرَحَ كَبَرُ دِيَا۔ حالانکہ کفر انبیاء تو محال ہے۔

اجواب: اس سے قوم کے ان مویشین کا لوٹنا مراد ہے اگرچہ نظم کلام میں تمام شامل ہیں۔ اور بلاشبہ وہ اس سے بری ہیں۔ کلام کو تغلیب کے انداز میں چلایا ہے۔ وَمَا يَكُوْنُ لَنَا (اور ہم سے یہ ممکن نہیں) نہ یہ ہمارے لیے مناسب ہے اور نہ صحیح ہے۔ اَنْ نَّعُوْذَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّسْمَاءَ اللّٰهُ رَبَّنَا (کہ ہم تمہارے مذہب میں پھر آجائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے مقدر کیا ہو جو ہمارا مالک ہے) مگر یہ کہ ہماری تقدیر میں لوٹنا لکھا ہو۔ تو اس کو موڑا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ساری کائنات کے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔ وَبِشَيْءٍ عَلَمًا (ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے) علمہ، تمہیں ہے یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اپنے بندوں کے چلنے والے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے دل کس طرح پلٹتے ہیں اس سے بھی واقف ہے۔ عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں) اس پر کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اور یقین میں وہ اضافہ کی ہمت دے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دیجئے) یعنی تو فیصلہ کر۔ الفتاحہ فیصلہ کرنا۔ حق فیصلہ بند کام کو کھول دیتا ہے۔ اسی لیے اس کو فتح فرمایا۔ اہل عمان کی لغت میں قاضی کو فتاح کہتے ہیں۔ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ (اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں)

سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا:

آیت ۹۰: وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهِ لِبَنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذَا الْخُسْرُوْنَ (اور ان کی قوم کے کافر سرداروں

نے کہا اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک تم بڑا نقصان اٹھاؤ گے) اس کی اتباع سے نخس و تطفیف کے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وہ ان سے روکتا ہے۔ اور تمہیں ایفاء اور برابری پر آمادہ کرتا ہے۔

نَحْنُ: لکن اتبعتم یہ لام شرط سے شروع ہونے والا قسم کا جواب ہے۔ اور شرط کا جواب انکم اذا لخاسرون ہے۔ اور وہ دونوں جوابوں کے قائم مقام ہے۔

انکار کا نتیجہ دُنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی:

آیت ۹۱: فَاخَذَ تَهُمُ الرَّجْفَةُ (پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا) زلزلہ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جثِيمِينَ (وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے) مردہ۔

آیت ۹۲: الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) **نَحْنُ**: یہ مبتداء اور اس کی خبر کَانَ لَمْ يَفْعُوا فِيهَا (ان کی یہ حالت ہو گئی گویا وہ ان گھروں میں کبھی بے بھی نہ تھے) ہے۔ غنی بالکان کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے۔ گویا وہ مقیم ہی نہیں ہوئے۔ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر کَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ (وہ خسارہ میں پڑ گئے) ہے۔ اس مبتداء میں خصوصیت والا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا هُمُ الْمَخْصُوصُونَ بَانَ اَهْلِكَوَا كَانَ لَمْ يَقِيمُوا فِي دَارِهِمْ لَانِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا شُعَيْبًا قَدْ اَنْجَاهُمُ اللّٰهُ۔ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا هُمُ الْمَخْصُوصُونَ بِالْخَسْرَانِ الْعَظِيمِ دُونَ اتِّبَاعِهِ فَهَمُ الرَّابِحُونَ۔ اس مبتداء میں خصوصیت کا معنی ہے گویا اس طرح کہا گیا جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ہلاکت کے ساتھ خاص ہیں۔ کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ گویا وہ اپنے گھروں میں رہائش پذیر بھی نہ ہوئے۔ کیونکہ جنہوں نے شعیب کی اتباع کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات اور جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ عظیم نقصان کے ساتھ مخصوص تھے۔ شعیب اس تکرار میں مبالغہ ہے اور ان کی تکذیب اور جو ان کے نتیجے میں ان پر گزری اس کو بہت بڑا کر کے پیش کیا گیا (تا کہ عبرت و نصیحت خوب ہو)

تحریر کے کلمات:

آیت ۹۳: فَتَوَلَّى عَنْهُمْ (اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے) عذاب نازل ہونے کے بعد۔ وَقَالَ يَقَوْمُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اَسَى (اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں کیوں رنج کروں) غم کروں؟ عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (کافر لوگوں پر) ان کا غم قوم پر سخت ہوا۔ پھر انہی کی طرف توجہ فرما کر فرمانے لگے۔ میں ایسی قوم پر کیوں غم کروں جب کہ وہ غم کے حقدار ہی نہیں۔ کیونکہ وہ کفر کرنے والے تھے اور اس عذاب کے حقدار تھے جو ان پر نازل ہوا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ میں اس عذاب سے بچانے میں جو تم پر اترا اور تبلیغ میں بہت عذر داری پیش کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ اب میں کیسے تم پر افسوس کروں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالصَّرَاءِ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اس کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف کے ساتھ نہ پکڑا ہو تاکہ وہ

يَضَّرَّحُونَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ

عاجزی کریں۔ پھر ہم نے بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ وہ بڑھتے چلے گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادوں کو

أَبَاءَنَا الصَّرَاءُ وَالسَّرَاءُ فَأَخَذْنَاهُمُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ

تکلیف اور خوشی پہنچ چکی ہے۔ سو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ تھی۔ اگر ان بستیوں کے رہنے

الْقَرْيِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن

والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان کی اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن

كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۶﴾ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقَرْيِ أَن يَأْتِيَهُمْ

انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب ان کے پاس

بِأَسْنَابِيئَاتٍ وَهُمْ لَا يَتَمَوَّنُونَ ﴿۹۷﴾ أَوْ آمِنَ أَهْلُ الْقَرْيِ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضَعْفَىٰ

رات کے وقت اس حال میں آجائے کہ وہ سو رہے ہوں یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿۹۸﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۹۹﴾

بلکہ وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے غرور ہو گئے۔ سو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جن کا بدلہ ہم ہی لے چکا ہو۔

قوموں کا عمومی طرزِ عمل:

آیت ۹۴: وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا) ہر شہر کو قریہ کہتے ہیں۔ اس میں حذف ہے۔ یعنی انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ (کہ وہاں کے رہنے والوں کو کھٹاجی میں نہ پکڑا ہو) تنگدستی اور فقر و الصَّرَاءِ (اور بیماری میں) اتباع پیغمبر سے تکبر کرنے کی بناء پر جسمانی تکالیف اور مرض یا دونوں کا یعنی نفس کا نقصان اور مال کا نقصان لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّحُونَ (تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں) تاکہ وہ گورگڑائیں اور عاجزی اختیار کریں تکبر کی چادر اتار پھینکیں۔

استدراج الہی:

آیت ۹۵: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ (پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی) یعنی پھر ہم نے ان کو ان

چیزوں کے بدلے میں جن میں بلاء و محنت تھی نرمی، وسعت اور صحت دے دی۔ حتیٰ عَفْوًا (یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی) وہ زیادہ ہوئے اور مال و انفس کے لحاظ سے ترقی کر گئے یہ عفا النہات سے لیا گیا جبکہ وہ کثرت سے ہو۔ اسی سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اعفوا للعلی (نسائی ترمذی) وَقَالُوا قَدْ مَسَّ الْاَبَاءَ نَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ (اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آتیں تھیں) یعنی وہ کہنے لگے کہ یہ زمانہ کا چکر ہے کہ لوگوں میں دکھ سکھ آتا ہے۔ یہ گناہوں کی سزائیں اسی لیے جس بات پر قائم ہو اسی پر قائم رہو۔ فَاَخَذْنَاهُمْ بُعْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی) عذاب کے نازل ہونے کی۔

اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں اُن سے بیر نہ تھا:

آیت ۹۶: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرَىٰ (اور اگر ان بستیوں والے) القرٰی میں الف لام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ القرٰی سے وہی بستی مراد ہے جو اس آیت میں مراد ہے۔ وما ارسلنا فی قریة من نبیٰ گویا عبارت اس طرح ہے ولو ان اهل تلك القرى الذين كذبوا و اهلكوا اگر وہ بستی والے جنہوں نے تکذیب کی اور ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اٰمَنُوا (ایمان لے آئے) کفر کے بدلے ایمان لاتے۔ و اتَّقُوا (اور پرہیزگاری اختیار کرتے) شرک سے بچتے بجائے اس کے ارتکاب کے لَفَتْنٰهُمْ عَلٰیہُمْ (تو ہم ان پر کھول دیتے) قراءت: شامی نے لَفَتْنٰهُمْ پڑھا۔ بَرَكْتَ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی برکتیں) مراد اس سے نباتات اور بارش یا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو ہر اعتبار سے بھلائی عنایت فرماتے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا (لیکن انہوں نے تکذیب کی) انبیاء کو انہوں نے جھٹلایا۔ فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا) ان کے کفر کے سبب اور ان کی بد اعمالیوں کے باعث اور جائز ہے کہ لام جنس کا ہو۔

آیت ۹۷: اَفَاٰمَنَ اَهْلُ الْقُرَىٰ (کیا ان بستیوں والے اس بات سے بے فکر ہو گئے) مراد اس سے ان کے کفار ہیں۔ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا (کہ ان پر ہمارا عذاب آ پڑے) ہمارا عذاب بیتاتا (رات کے وقت) رات کو یعنی سونے کے وقت کہا جاتا ہے بات بیتاتا۔ وَهُمْ لَا يَحْمِلُوْنَ (اور وہ سہہ ہوں)

اہل قرٰی کی بے خوفی:

آیت ۹۸: اَوَاٰمَنَ اَهْلُ الْقُرَىٰ اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا ضَحٰی۔ (یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے آجائے)۔ دن کو الضحٰی اصل میں سورج کی روشنی جب خوب چمکنے لگے واؤ اور فاء اَوَاٰمَنَ اور اَفَاٰمَنَ میں یہ دونوں حرف عطف ہیں ان پر ہمزہ انکار کا داخل ہوا اور معطوف علیہ فَاَخَذْنَاهُمْ ہے۔ یعنی ہم نے انکو پکڑ لیا اور ولو ان اهل القرى سے یکسو تک جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ البتہ پہلے جملے کا عطف فاء سے ہے کیونکہ معنی یہ ہے کہ انہوں نے تکبر کیا اور یہ حرکت کی پس ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا۔ اہل قرٰی کی بے خوفی سے اسی بات کو بعید قرار دیا کہ ان پر ہماری پکڑات کو آسکتی اور اس سے بے خوف ہو گئے کہ ہماری پکڑان پر چاشت کے وقت آجائے۔ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ (جس وقت وہ کھیل میں لگے ہوں)

قراءت: یہ شامی اور حجازی نے او کے ساتھ عطف کی بناء پر پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دو صورتوں میں عذاب کے رات کو

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ

جو لوگ زمین کے وارث ہوتے ہیں کیا انہیں مذکورہ اقوام کے واقعات نے یہ نہیں بتایا کہ ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے

يَذْنُوبُهُمْ ۚ وَنُطْبِعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۴۰﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ

ان کو ہلاک کر دیں اور ان کے دلوں پر ہم مہر لگائے ہوئے ہیں سو وہ نہیں سنتے۔ یہ بستیاں ہیں

نَقَصُ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبِيَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانُوا

ان کی بعض خبریں ہم آپ کو سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر مجزات لے کر آئے تو جس چیز کو وہ پہلے جھٹلاتے تھے اس پر

لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿۴۱﴾

ایمان لانے والے نہ تھے اللہ ایسے ہی مہر لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر

وَمَا وَجَدْنَا لِإِكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۚ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۴۲﴾

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا پورا کرنا نہ پایا اور ہم نے ان میں سے اکثر کو فاسق ہی پایا۔

آنے یا چاشت کے وقت آجانے سے بے خوف ہو جانے کا انکار کیا گیا۔

سوال: حرف عطف پر ہمزہ استفہام کا کس طرح داخل ہوا۔ حالانکہ وہ استفہام کے منافی ہے۔

جواب: ان میں منافات اس وقت ہے کہ جب مفرد کا عطف مفرد پر ہو۔ جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ

اس صورت میں جملہ کا دوسرے جملہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وَهُمْ يَلْعَبُونَ۔ وہ ایسی چیزوں میں مشغول تھے جو بے فائدہ تھیں۔

اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے:

آیت ۹۹: أَقَامُوا (ہاں تو کیا وہ بے فکر ہو گئے) یہ افامن اہل القرای کی تکریر کے لئے لایا گیا مَکُرَ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی پکڑ

سے) بندے کو اس طرح پکڑنا کہ اس کو شعور بھی نہ ہو۔ حضرت شبلیؒ سے روایت ہے کہ کفار کے ساتھ اس کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ ان کو

اس حالت میں چھوڑ دیا جس میں وہ تھے۔ ربیع بن خثیم کی بیٹی نے اپنے والد کو کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ سوتے ہیں اور تم

نہیں سوتے۔ تو وہ کہنے لگے اے بیٹی تمہارا باپ اس بات سے خوف زدہ ہے کہ اس پر بیات نہ آجائے۔ گویا تو اس آیت کی طرف

اشارہ کیا ان یا تہیہم ہاسنا بیانا۔ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (پس اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بے فکر نہیں ہوتا

سوائے ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو) مکر کافر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا یہاں تک کہ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔

ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہو سکتی ہے:

آیت ۱۰۰: أَوَلَمْ يَهْدِ (کیا یہ بات نہیں بتلائی) وہ کھول کر بیان کرتا ہے لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ

أَصْنَبَهُمْ يَذْنُوبُهُمْ (ان لوگوں کو جو ان کے بعد زمین پر ان کی جگہ رہتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کر ڈالتے)

نَحْمَدُ: ان لو نشاء یہ اولم بھد کا قائل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان مخففہ من المصلہ ہے یعنی کیا نہیں بتائی ان لوگوں کو یہ بات جو ان کے پیچھے آئے۔ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے انہی علاقوں میں۔ اور وہ ان کی زمین کے اس شان سے وراثت ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کر دیں۔ جس طرح پہلوں کو مبتلا کیا پھر ہم ان وارثوں کو بھی ہلاک کر دیں جس طرح مورثین کو ہلاک کیا۔ ہدایت کا مفعول لام سے متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ یہ تبیین کے معنی میں ہے وَ نَطْعُ (اور ہم بند لگا دیتے ہیں) یہ جملہ مستأنفہ ہے یعنی ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلٰی قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (ان کے دلوں پر پس وہ سنتے نہیں) نصیحت کو۔

اہل قرئی نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلا دیا، پھر کبھی تصدیق نہیں کی:

آیت ۱۰۱: تِلْكَ الْقُرَى نَقَصُ عَلَيْكَ مِنْ آبَائِهَا (ان بستیوں کے کچھ واقعات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں) نَحْمَدُ: یہ اس آیت کی طرح ہے: وَ هَذَا بَعْثُ شَيْخَاطٍ (ہود: ۷۲) کہ وہ مبتداء اور خبر اور حال ہے۔ نمبر ۲۔ القری مفت تلمک موصوف اور نقص اس کی خبر ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ بستیاں جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی قوم نوح سے شعیب تک اس کی بعض خبریں تم پر بیان کرتے ہیں۔ اور ان کی کچھ خبریں جو ہم نے تم پر بیان نہیں کیں۔ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ (اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے لے کر آئے تھے) معجزات کے ساتھ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (پس وہ ماننے والے نہ تھے) جب رسول دلائل لے کر آئے۔ يَمَّا كَذَبُوا مِنْ قَبْلُ (جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا) نمبر ۱۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں رسولوں کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے وہ آخری عمر تک اس پر ایمان نہ لائے جس کو پہلی مرتبہ رسولوں کی آمد پر جھٹلایا۔ یعنی آیات مسلسل آتی رہیں مگر انہوں نے تکذیب پر اصرار کیا اور اسی پر ان کی موت واقع ہوئی۔ لایہ تاکید نفی کے لئے ہے كَذَلِكَ (اسی طرح) اس شدید مہر کی طرح يَطْعُ اللَّهُ عَلٰی قُلُوبِ الْكَافِرِينَ (ہم کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں) جبکہ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کفر پر ثابت قدمی کو ترجیح دیں گے۔

اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے:

آیت ۱۰۲: وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ (اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا) اس میں ہم کی ضمیر مطلقاً لوگوں کی طرف راجع ہے۔ یعنی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو ایمان کے سلسلے میں توڑ دیا۔

نَحْمَدُ: یہ آیت جملہ معترضہ ہے یا اس سے مراد ام مذکورہ ہیں کہ جب یہ لوگ کسی تکلیف و خوف میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح عہد کر لیتے لکن النجبتا لنؤمنن پھر وہ ان کو نجات دے دیتا تو وہ اپنے وعدے سے بھر جاتے وَإِنْ اور حالت اور بات یہ ہے وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ (اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا) اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

نَحْمَدُ: وجدنا یہاں علما کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں ان مخففہ اور لام جواب موجود ہے۔ اور یہ دونوں مبتداء اور خبر پر آسکتے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۚ

پھر ہم نے ان کے بعد اپنی آیات کے ساتھ موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداران کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان آیات کے ساتھ ظلم والا معاملہ کیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝۱۰۳ وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرِعُونَ إِنِّي رَسُولٌ

سو تو دیکھ لے فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور کہا موسیٰ نے کہ اے فرعون بیشک میں رب العالمین کی طرف سے

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۰۴ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ قَدْ جِئْتُكُمْ

رسول ہوں میرے لئے یہی شایان شان ہے کہ حق کے علاوہ اللہ کی طرف سے کسی بات کو منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارا

بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۱۰۵ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ

رب کی طرف سے دلیل لایا ہوں سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ فرعون کہنے لگا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے

فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۰۶ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝۱۰۷

تو اسے پیش کر دے اگر تو سچا ہے۔ موسیٰ نے اپنی لٹھی ڈالی تو اچانک وہ بائبل واضح طور پر نیک اڑوٹ بن گئی

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنُّظْرِ ۝۱۰۸

اور اپنا ہاتھ نکالا تو یکایک وہ دیکھنے والوں کو سفید نظر آ رہا ہے۔

میں۔ اور ان افعال پر جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو سکتے ہیں۔

واقعة موسیٰ علیہ السلام و فرعون:

آیت ۱۰۳: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم (پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا) ہم کی ضمیر لقمہ جاء تھم رسولہم میں رسل کی طرف راجع ہے یا اسم کی طرف راجع ہے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل و دیگر واضح معجزات کے ساتھ۔ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ فَظَلَمُوا بِهَا (فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔ پس ان لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا) انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ یہاں ظلم کو کفر کی جگہ لاکر بتا دیا کہ یہ دونوں ایک وادی کے درخت ہیں۔ اِنَّ الشُّرُكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ۱۳) نمبر ۱: یا انہوں نے اس کے سبب لوگوں پر ظلم ڈھائے۔ خصوصاً ایمان والوں کو نشانہ بنایا۔ نمبر ۲۔ جب ان آیات پر ایمان لازم تھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ان کا انکار سراسر ظلم تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کو ایمان کی جگہ پر رکھا جو مناسب نہ تھا۔ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (پس دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا) جب کہ اس میں مستغرق ہو گئے۔

تقریر موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۰۴: وَقَالَ مُوسَىٰ يَلْقَٰهُنَّ عُورُ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون) اس زمانہ میں ملک مصر کو فرعون کہا جاتا تھا جس طرح فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ۔ گویا اس کا معنی یہ ہوا۔ اے ملک مصر اس کا نام قابوس یا ولید بن مصعب بن الزیان تھا۔ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں) تیری طرف۔ فرعون نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

آیت ۱۰۵: حَقِیْقٌ عَلٰی اَنْ لَا اَقُوْلَ عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ (میرے لئے یہی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچ کے سواء اور کوئی بات منسوب نہ کروں) میں سچی بات کے زیادہ لائق ہوں یعنی سچی بات کہنا مجھ پر لازم ہے اور اس پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔

قرأت: نافع نے حقیق علی پڑھا ہے یعنی مجھ پر لازم ہے کہ حق بات کے سواء اللہ تعالیٰ پر ہر بات چھوڑ دوں۔ یعنی سچائی اس قرأت کی صورت میں رب العالمین پر وقت ہے۔ اور پہلی قرأت کی صورت میں وصل جائز ہے کیونکہ حقیق۔ رسولوں کی صفت ہے اور علی باء کے معنی میں ہے جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت میں ہے یعنی بیشک میں رسول اس بات کے لائق ہوں کہ میں نہ کہوں۔ نمبر ۲۔ علی کو رسول میں پائے جانے والے معنی فعل سے معلق کیا جائے۔ یعنی بیشک میں رسول برحق ہوں رسالت کے لائق ہوں میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حق بات کہوں۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ جو میری رسالت کو واضح کر دے۔

بنی اسرائیل کی مصر آمد:

فَارْسِلْ مَعِيَ بَنِيَّ اِسْرَآءِیْلَ (سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے) ان کو آزاد کر دے تاکہ وہ ارض مقدس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ جو ان کا اصلی وطن ہے اور یہ اس طرح کہ جب یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے تو فرعون نسل اسباط پر غالب آ گیا۔ اور ان کو غلام بنالیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو غلامی سے نجات دی۔ مصر میں داخلے اور نجات کے دن میں چار سو سال کا فاصلہ تھا۔

قرأت: معی حفص کی قرأت میں ہے۔

فرعون کا جواب:

آیت ۱۰۶: قَالَ اِنْ كُنْتُ جُنْتُ بِاٰیَةٍ (فرعون نے کہا اگر تو کوئی معجزہ لے کر آیا ہے) اس کی طرف سے جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا۔ فَاِنِّیْ اَكُنْتُ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (تو اس کو پیش کر د اگر تم سچے ہو) تو میرے پاس لے آ تاکہ تیرا دعویٰ درست ثابت ہو سکے اور اس میں تیری سچائی ظاہر ہو۔

عصائے موسوی کا اعجاز:

آیت ۱۰۷: فَالْقَہٰی (پس آپ نے ڈال دیا) موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاهُ (اپنا عصا) اپنے ہاتھ سے فَاِذَا هِیَ (تو اچانک) اذا

مفاجات کے لیے ہے یہ ظرف مکان ہے یہ ٹمہ اور ہناک کی طرح ہے۔ نُعْبَانٌ بہت بڑا سانپ مُبِینٌ (ایک اتر دہا بن گیا) جس کا معاملہ ظاہر ہونے والا تھا۔ روایت میں ہے کہ وہ نر سانپ تھا جو منہ کھولنے والا تھا۔ اس کے جڑوں کا فاصلہ ۸ ہاتھ تھا۔ اس نے اپنا نچلا جبر از مین پر اور اوپر والا گل کی بالائی دیوار پر رکھا۔ پھر فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون بھاگ نکلا اور پاخانہ کر دیا۔ اور اس سے قبل اس نے پاخانہ نہ کیا تھا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالا فرعون چیخ اٹھا اے موسیٰ اس کو پکڑو میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

ید بیضاء کا معجزہ:

آیت ۱۰۸: وَنَزَعَ يَدَهُ (اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا) اپنے گریبان سے قَاذًا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظِيرِينَ (پس وہ اچانک سب دیکھنے والوں کیلئے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا) یعنی وہ سفید تھا دیکھنے کے لیے اور دیکھنے کے لیے سفیدی وہی ہوتی ہے۔ جو سفیدی عجیب اور عام عادت کے خلاف ہو۔ لوگ اس کو دیکھنے کیلئے جمع ہوتے تھے۔ روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تیرا ہاتھ ہے۔ پھر اس کو اپنے گریبان میں ڈال کر کھینچا اچانک وہ سفید تھا۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں پر غالب آ گئیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ شدید گندمی تھا۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ

سرداروں نے کہا جو فرعون کی قوم میں سے تھے کہ شاید یہ ایک جادوگر ہے جو بڑا ماہر ہے یہ چاہتا ہے کہ تمہاری سرزمین سے تمہیں

مِّنْ أَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ

بکمال دے سو تمہارا کیا مشورہ دیتے ہو؟ کہتے تھے کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ذلیل دیدے اور شہروں میں تبلیغ کرنے والوں

حٰشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۝ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا

کو بھیجنے والے جو تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر والے آئیں اور جادوگر فرعون کے پاس آئے کہتے تھے کہ اگر ہم ماہر

لَا جَرَّ إِنَّ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَإِنِّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَىٰ

ہوئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ہے؟ فرعون نے کہا ہاں بیشک تم لوگ مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔ ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ

إِنَّمَا أَنْ تُلْقِيَ وَلِمَا أَنْ تَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ قَالَ الْقَوَاهِ فَلَمَّا أَفْقَسَ حَرُورًا

یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالتے والے ہو جائیں۔ موسیٰ نے کہا کہ تمہیں ڈالنا۔ سو جب انہوں نے ذرا تو لوگوں کی شکست

أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءَ وَبِسِحْرِ عَظِيمٍ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ

جادو کر دیا اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور بڑا جادو لے کر آئے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ

الْقَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا

تم اپنی لاشی ڈال دو سو وہ اچانک ان کی پٹائی ہوئی جھوٹی چیزوں کو ٹھکے گئی۔ پس حق غالب ہو گیا اور وہ بطل ہو گیا

يَعْمَلُونَ ۝ فَعَلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ۝ وَأَلْقَى السَّحَرَةُ سَجْدِينَ ۝

جوانہوں نے ہٹا دیا تھا سو وہ اس جگہ مغلوب ہو گئے اور جادوگر سجدہ میں ڈال دیئے گئے

قَالُوا أَمَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝

کہتے تھے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ کا اور ہارون کا رب ہے۔

آیت ۱۰۹: قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے) سحر جاننے والا اور اس کا ماہر اس نے لوگوں کے تخیل میں لاشی کو سانپ اور گندمی رنگ سپید بنادیا ہے۔ اس کلام کی نسبت سورۃ شعراء میں فرعون کی طرف کی گئی۔ کہ اس نے اپنے سرداروں کو یہ بات کہی۔ یہاں سرداروں کی طرف کی گئی پس احتمال ہے کہ

فرعون نے بھی کہی اور سرداروں نے بھی کہی۔ فرعون کا وہاں نقل فرمایا جبکہ سرداروں کی بات یہاں نقل کی۔ نمبر ۲۔ فرعون نے پہلے کہی اور سرداروں نے اس کے منہ سے سن کر کہنی شروع کی۔ اور انہوں نے اپنے ماتحتوں کے لیے یہی بات کہی۔

فرعون کا کلام:

آیت ۱۱: یُرِیدُ اَنْ یُّخْرِجَکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ (وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے) یعنی ارض مصر فَمَآذَا تَآمُرُوْنَ (پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو) تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہ امر قہ فامرنی بکذا سے لیا گیا۔ جب تم مشورہ کرو اور وہ تمہیں اپنی رائے دے۔ یہ فرعون کا کلام ہے۔ جو اس نے اپنے سرداروں کو اس وقت کہا جب سرداروں نے فرعون سے کہا ان ہذا السّاحر علیم یرید ان یشخر جکم یہ پڑھا لکھا جادوگر تمہیں تمہاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

سرداروں کا مشورہ:

آیت ۱۱: قَالُوْۤا اَرْجِهْ (انہوں نے کہا آپ اس کو مہلت دیں) قراءت: عاصم حمزہ نے اس کو سکون ہا سے پڑھا ہے معنی یہ ہے اس کو موخر کر اور اس کو روک۔ یعنی اس کے معاملے کو ملتوی کر۔ اور جلد بازی مت کر۔ یا اس نے نقل کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کے قتل کو موخر کرو۔ اور اس کو قید کرو۔ اور اس کو قتل نہ کرو تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا سحر ظاہر ہو۔ وَاَخَاہُ (اور اس کے بھائی کو) ہارون کو وَاَرْسَلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِیَیْنَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے کارندوں کو بھیج دو) جمع کرنے والے۔ آیت ۱۲: یَاتُوْکَ بِکُلِّ سِحْرٍ عَلَیْہِمْ۔ (کہ وہ سب ماہر جادو گروں کو آپ کے پاس حاضر کر دیں) قراءت: حمزہ وعلی نے ساحر کو سحر پڑھا ہے۔ یعنی وہ تیرے پاس اس جیسے پڑھے لکھے جادوگر لائیں یا اس سے کبھی بہتر۔

ساحروں کی آمد اور معرکہ:

آیت ۱۳: وَجَآءَ السَّحْرَةِ فِرْعَوْنَ (اور جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے) مراد یہ ہے کہ فرعون نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ قَالُوْۤا اِنْ لَّنَا لَا جُرْاَ (کہنے لگے کہ اگر ہم غالب ہوئے) خبر پر اور عظیم اجر کے اثبات کے ساتھ یہ حجازی اور حفص کے ہاں ہے یہاں فتالوا کی بجائے قالوا فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ ایک سائل کا گویا جواب ہے کہ وہ جب آ گئے۔ تو انہوں نے کیا کہا۔ تو اس کا جواب دیا گیا: اِنْ لَّنَا لَا جُرْاَ یعنی غلبہ پر انعام ملے گا۔ اجر کو نکرہ تعظیم کے لئے لائے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو بہت بڑا بدلہ چاہیے۔ اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ (اگر ہم غالب آ گئے)۔

آیت ۱۴: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں) بے شک تمہیں ضرور بدلہ ملے گا۔ وَرَآکُمْ مَّقْرَبَیْنَ (اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے) میرے ہاں تم سب سے اول داخل ہونے والے اور سب سے آخر نکلنے والے ہو گے ان کی تعداد ۸ ہزار یا ۷۰ ہزار یا ۳۳،۳۵ ہزار تھی۔

ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام:

آیت ۱۵: قَالُوْۤا یٰمُوسٰی اِنَّمَا اَنْ تَلْقٰی (ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں اپنی لٹھی) وَرَآمَا اَنْ تَكُوْنَ

نَحْنُ الْمُلْقِينَ (یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں اُس کو جو ہمارے پاس ہے) اس میں دلالت ہے کہ ان کی رغبت اس بات کی طرف تھی۔ کہ وہ پہلے ڈالیں۔ اس لیے متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے لائے اور خبر کو بھی معرفہ لائے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۱۶: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اَلْقُوا (تم ہی ڈالو) ان کو اختیار دینا تقاضا ادب حسن ہے جس کی رعایت ان کے ساتھ برتی گئی۔ جیسا کہ مناظرہ وجدال میں شروع ہونے سے پہلے کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے وہ بات خاص کر دی جس کی ان کو رغبت تھی۔ ان کی شان کو گھٹانے اور ان کی طرف بے توجہی اختیار کرتے ہوئے اور اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کہ معجزہ پر کبھی جادو غالب نہیں آسکتا۔

اثراتِ سحر:

فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوا اَعْيُنَ النَّاسِ (پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی) جیلوں سے لوگوں کو دکھلائیں اور شعبہ بازی کے انداز سے لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈالی حقیقت میں اس کے خلاف تھی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موٹی موٹی رسیاں ڈالیں اور لمبے لمبے بانس پس انہوں نے سانپوں کی طرح زمین کو بھر دیا اور وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو گئے۔ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ (اور ان پر ہیبت غالب کر دی) اور لوگوں کو سخت ڈرایا۔ گویا انہوں نے اپنے ڈر کو حیلہ سے طلب کیا۔ وَجَاءَ وَبِسِحْرِ عَظِيمٍ (اور ایک قسم کا بڑا جادو دکھلایا) سلسلہ سحر میں یاد کیجئے والوں کی نگاہ میں۔ وحی سے اظہارِ معجزہ کا حکم:

آیت ۱۱۷: وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ (اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں۔ پس عصا کا ڈالنا تھا اس نے لگنا شروع کیا) تَلْقَفُ لنگنے کو کہتے ہیں۔

قراءت: جنفس نے تَلْقَفُ پڑھا۔ مَا يَأْتِيَكُمُ (ان کے بنے بنائے کھیل کو) موصولہ یا مصدر یہ یعنی جو وہ باندھتے تھے یعنی حق سے باطل کو پلٹتے تھے۔ اور جھوٹ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ نمبر ۲۔ اَلْكَ سے مانوک بنایا گیا گھڑا ہوا مراد ہے۔ روایت میں ہے کہ جب اس نے رسیوں اور لٹھیوں سے بھری وادی نگل لی۔ موسیٰ نے اس کو اٹھایا۔ تو پہلے کی طرح لٹھی بن گئی۔ اور ان بڑے اجسام کو اپنی قدرت سے معدوم کر دیا۔ نمبر ۳۔ ان کے اجزائے لطیفہ میں منتشر کر دیا۔ جادوگر کہنے لگے اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیاں اور لٹھیاں باقی رہتیں۔

غلبہ حق:

آیت ۱۱۸: فَوَقَعَ الْحَقُّ (پس حق ظاہر ہو گیا) قَاتَمٌ وَثَابَتٌ هَوَاوَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (وہ سب بیکار ہو کر رہ گیا جو کچھ انہوں نے بنایا تھا) جادو سے۔

آیت ۱۱۹: فَغَلَبُوا هٰذَاكَ (پس وہ اس موقع پر ہار گئے) یعنی فرعون اور اس کا لشکر اور جادوگر وَانْقَلَبُوا صٰغِرِيْنَ (اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے) ذلیل اور مہبوت ہو گئے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اَمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اَذِنَ لَكُمْ اِنَّ هَذَا الْمَكْرُ مَكْرُتُمْوهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

فرعون نے کہا کیا تم اس سے پہلے اس پر ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں بلاشبہ یہ ایک بڑا مکر ہے جو تم سب نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ شہر والوں کو نکال دو

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعَامُوْنَ ۝۱۳ لَا قُطْعَنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ تَمُرُّ اَصْلَابُكُمْ

سو غریب تم جان لو گے۔ ضرور، بالظور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر

اَجْمَعِيْنَ ۝۱۴ قَالُوْا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۵ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ

ان کا مل گد۔ انہیں نے جب میں کہا کہ بلاشبہ تم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور تو جو ہم سے نقام لے رہا ہے اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم

رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝۱۶

اپنے رب کی نشانیں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں۔

مغلوبیت کے بعد جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے:

آیت ۱۲۰: وَالْقَلٰی السَّحٰرَةُ سٰجِدٰتٍ (اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے) نمبر ۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ گویا ان کو کسی ڈالنے والے نے زبردستی ڈال دیا۔ نمبر ۲۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو دیکھ کر وہ اپنے اختیار میں نہ رہے گویا وہ ڈال دیے گئے وہ دن کی ابتداء میں جادوگر کافر تھے اور دن کے آخر میں نیک شہداء بن گئے۔

اعلانِ حق:

آیت ۱۲۱، ۱۲۲: قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر) رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے) یہ باقبل سے بدل ہے۔

فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی:

آیت ۱۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ اَمَنْتُمْ بِهِ (فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو) خبر کی صورت میں۔
قراءت: حفص نے پڑھا ہے اس صورت میں یہ فرعون کی طرف سے ان کو تو بخ ہے۔ دوسرا ہمزہ کیسا تھ۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔ پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور اس کا معنی استبعاد اور انکار ہے۔ قُلْ اَنْ اَذِنَ لَكُمْ (میری اجازت کے بغیر) میرے تمہیں اجازت دینے سے پہلے اِنَّ هٰذَا الْمَكْرُ مَكْرُتُمْوهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا (حقیقت میں یہ تم سب کی سازش تھی جو تم نے شہر میں اس لئے کی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو) یہ تمہاری حرکت ایک جیل ہے جو تم نے اور موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں برپا کیا ہے۔ اس سے قبل کہ تم صحراء کی طرف نکل کر مقابلہ کے لئے جاؤ۔ اس میں تمہارا مقصد مخفی ہے کہ مصر

سے قٹیوں کو نکال باہر کرو۔ اور بنی سرائیل کو وہاں بساؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (پس اب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) یہ وعید ہے پہلے اس کو اس نے اجمالاً ذکر کیا پھر تفصیل اس قول سے کر دی۔

آیت ۱۲۳: لَا قِطْعَنَ اَيَّدِيْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا) ہر جانب سے ایک ٹکڑا تم لے لیں گے اَجْمَعِيْنَ (پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا) یہ پہلا شخص ہے جس نے دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹا اور سولی پر لٹکا دیا۔

ساحروں کا جواب:

آیت ۱۲۵: قَالُوْۤا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم مگر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے) پس ہمیں موت کا ڈر نہیں اس لئے کہ ہم اپنے اس رب کی رحمت و ملاقات کی طرف پلٹ جائیں گے۔ یا اِنَّا سے وہ اپنے آپ اور فرعون ہر دو مراد لے کر گویا کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جائیں گے وہ خود ہمارے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے:

آیت ۱۲۶: وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِالْبَيِّنَاتِ رَبَّنَا لَمَّا جَاۤءَنَا (اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے) تو ہمارا یہی عیب نکالتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو تیری نگاہ میں سب سے بڑا عیب ہے وہ اصل میں سب سے بڑی فخر اور منقبت کی بات ہے اور وہ ایمان ہے شاعر نے یہی بات کہی۔ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم ، بہن فلول من قراع الکتاب (اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما) یعنی زور سے ہم پر ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں وسیع صبر عنایت فرمایاں تاکہ وہ ہم پر پہنچے لگے اور ہمیں ڈھانپ لے جیسا کہ پانی ڈھانپ لیتا ہے۔ وَتَوَفَّيْنَا مُسْلِمِيْنَ (اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں) اسلام پر ثابت قدم رہنے والے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رہے گا تاکہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور میرے معبودوں کو

وَالْهَيْتَكَ قَالَ سَنْقَتِلُ أَبْنَاءَهُمْ وَلَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۷۱﴾

چھوڑے رہیں۔ اس نے کہا کہ انھی ہم ایسا کریں گے ان کے بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر پوری طرح غلبہ حاصل ہے۔

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بلاشبہ یہ اللہ کی زمین ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۷۲﴾ قَالُوا أَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ أَنْ

وارث بنائے اور ماقبت متقین کے لئے ہی ہوتی ہے وہ کہنے لگے کہ ہم کو آپ کے آنے سے پہلے تکلیفیں دئی جاتی

تَاتَيْنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عَدُوُّكُمْ

رہی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی انہوں نے جواب میں کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۷۳﴾

اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے پھر وہ دیکھے گا کیسے عمل کرتے ہو؟

فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ:

آیت ۱۷۲: وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں) مصر کی سرزمین میں غلبہ پا کر۔ اور وہاں کے لوگوں کا دین بدل کر۔ کیونکہ جادو گروں کے ایمان لانے پر چھ لاکھ لوگوں نے موافقت کی تھی۔ وَيَذَرَكَ وَالْهَيْتَكَ (اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں)

تَخَوُّفٌ: لیسفدوا۔ پر اس کا عطف ہے کہا جاتا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے اپنے بت بنوائے اور قوم کو حکم دیا کہ وہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کی پوجا کریں۔ جیسا کہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ بتوں کے پجاری پوجا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں گے اس لیے وہ اپنے آپ کو رب کہلاتا تھا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ (النزلت) فرعون نے سرداروں کو جواب دیتے ہوئے کہا:

جواب فرعون:

قَالَ سَنَقُولُ ابْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ۔ (فرعون نے کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں۔ اور ہم کوان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے)

قراءت: سَنَقُولُ تجازی نے پڑھا یعنی ہم ان پر قتل ابناء کا قانون دوبارہ نافذ کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم ان پر غالب و قاهر ہیں۔ یہ ہمارے مقبور مجبور اور غلام ہیں یہ وہ اسرائیلی بچہ ہے جس کے متعلق ہمارے نبوی پیشینگوئی کرتے تھے۔ کہ سلطنت قبط کو تباہ کرے گا۔ اس سے علامۃ الناس ہماری اطاعت پر قائم رہیں گے اور ان کو بھی اس کی پیروی پر آمادہ کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ:

آیت ۱۲۸: قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو اور صبر کرو) یہ اس وقت کہا جب فرعون کی بات سے انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ سنقل ابناء ہم یہ بطور تسل فرمایا اور آخرت کا وعدہ ان کو یاد دلایا۔ ان الارض نمبرا۔ ارض میں الف لام عہد کا ہے اور ارض مصر مراد ہے نمبر ۲۔ الف لام جنس کا ہے اور ارض مصر پر اس کا اول اطلاق ہوتا ہے اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے مالک بنا دیں) اس میں ان کو ارض مصر کی تسمیہ دلائی و الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (اور بالآخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) اس میں بشارت ہے کہ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ خواہ ان میں سے ہو یا قبط میں سے قال موسیٰ سے پہلے واؤ نہیں لائے۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے بخلاف وقال الملاء کے وہ ماقبل و قال الملاء فی قوم فرعون پر معطوف ہے۔

وعدہ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت:

آیت ۱۲۹: قَالُوا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (انہوں نے کہا ہم تو ہمیشہ مصیبت میں ہی رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی) وہ اس سے قتل ابناء مراد لیتے تھے۔ جو ولادت موسیٰ سے قبل پیش آیا اور اس وقت تک رہا جب تک انہوں نے چاہا اور اب دوبارہ اسی کو نافذ کر رہے تھے۔ ان الفاظ میں فرعون کے متعلق شکوہ اور وعدہ نصرت کے متعلق دیر ہونے کی شکایات ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا دلاسا:

قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیگا اور بجائے ان کے تمہیں اس سر زمین کا مالک بنا دیگا) جو بشارت پہلے اشارہ سے بیان کی تھی۔ اس میں وضاحت فرمادی اور ان کے سامنے بات کھول دی کہ وہ اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک کرے گا۔ اس کے بعد سر زمین مصر میں تمہیں نائب بنائے گا۔ فَيَنْظُرْ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (پھر تمہارا طرز عمل دیکھے گا) پس وہ تمہاری طرف سے اچھے برے عمل کو دیکھے گا۔ نعمت کی

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۳۰﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی کے ذریعہ اور پھون میں کمی کے ذریعہ جزا لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا النَّاهِيهٖ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّتَظَيَّرُوا بِمُوسَىٰ

پھر جب آجاتی ان کے پاس خوشحالی تو کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے لئے ہوئی ہی چاہیے اور اگر انہیں کوئی بد حال پہنچ جاتی تو موتی اور ان کے ساتھیوں کی

وَمِنْ مَّعَهُ ۖ إِلَّا إِنَّمَا طَئِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوا

نحوست بتاتے تھے ' خبردار ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے ' اور وہ کہتے تھے

مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۖ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۲﴾

کہ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی ہمارے سامنے لائے گا تاکہ تو اس کے ذریعہ ہم پر جادو کرے سو ہم تیری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ناقد ری اور ناشکری کا اندازہ کرے گا۔ تاکہ جو عمل تمہارے سے پایا جائے اس کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے۔

نکتہ: عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ میں خلافت سے قبل منصور کے پاس گیا اس کے دسترخوان پر ایک دو روٹیاں تھیں۔ منصور نے عمرو کی خاطر اور منگوائیں۔ مگر میسر نہ ہوئیں تو منصور نے یہ آیت پڑھی۔ پھر خلافت کے بعد اس کے ہاں گیا اور یہ واقعہ یاد دلایا۔ تو منصور کہنے لگا ابھی ایک بات باقی ہے۔ فینظر کیف تعملون ہمارے اعمال سامنے نہیں آئے۔

فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء:

آیت ۱۳۰: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ (ہم نے فرعونوں کو قحط سالیوں کے عذاب میں مبتلا کر دیا) سنین کا معنی قحط ہے۔ یہ سات سال تھے اور سہ یہ دابہ اور نجوم کی طرح اسمائے غالبہ میں سے ہے۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا کر دیا) قحط دیہاتیوں کے لیے اور نقص اثمار شہریوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ (تاکہ وہ سمجھ جائیں) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں یہ حال ان کے اصرار کفر کی وجہ سے تھا۔ اور شدت و قحط میں لوگوں کے دلوں میں رقت و نرمی زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون چار سو سال زندہ رہا۔ اس نے تین سو بیس سال تک کوئی تکلیف نہ دیکھی تھی۔ اگر اس کو اس زمانہ میں سر درد بھوک و قحط، بخار، پانچواں تو وہ الوہیت کا مدعی نہ بننا۔

فرعونوں کا طرزِ عمل:

آیت ۱۳۱: فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ (پس جب ان پر خوشحالی آتی) صحت، سرسبزی قَالُوا لَنَا هٰذِهِ (وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہوتا ہی چاہئے) ہم اس کے سختی ہیں۔ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی بد حال پیش آتی) خشک سالی اور بیماری يَتَظَيَّرُوا (تو نحوست بتاتے) اصل میں يَتَظَيَّرُوا تھا تاکہ کو طام میں ادغام کر دیا کیونکہ یہ طرف لسان اور اصول ثنایا کے لفظ ہیں۔ بِمُؤْمِنِينَ (نحوست بتاتے)

وَمَنْ مَعَهُ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی) ان کو مخصوص قرار دیتے ان سے شگون لیتے اور کہتے کہ یہ ان کی نحوست ہے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مصیبت نہ پہنچتی۔

نکتہ: یہاں اذاً داخل کیا ”حسنہ“ میں اِنْ، لائے سَبَّحَہُ پر اور سَبَّحَہُ کو نکرہ لایا گیا کیونکہ جنس حَسَنَہ تو کثرت کی وجہ سے واقع ہونے کی طرح ہے۔ اور سَبَّحَہُ کبھی کبھی اور نادراحوال میں پیش آتی ہے اور اس میں سے بھی معمولی سی آتی ہے اس لیے اس کو نکرہ لائے۔ اَلَا اِنَّمَا طَیَّرُوْهُمْ (یاد رکھو کہ ان کی نحوست) ان کے خیر و شر کا سبب عِنْدَ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے) اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہاتھ میں خیر و شر کا پہنچانا ہے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے) اس بات کو

میں نہ مانوں کی رٹ:

آیت ۱۳۲: وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ (اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جا دو چلاؤ۔ جب بھی تم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے)

مخبر: اصل مہما کی ماما ہے۔ پہلا ”ما“ جزاء کے لیے ہے دوسرا اس کے ساتھ تاکید جزاء کے لیے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ متی ما تخرج اخرج۔ ارشاد الہی: اٰیْنَمَا تَكُوْنُوْا (البقرہ: ۱۲۸) فَاِمَا نَذْهَبْنٰ بِكَ (الزخرف: ۴۱) البتہ درمیان والا الف ماکثر ارتجاسین کی وجہ سے ہا سے بدل دیا۔ علمائے بصرہ کا درست مذہب یہی ہے۔ اعراب میں یہ تأتینا کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ یعنی ایما شئی تو حاضر کرتا ہے اور لاتا ہے من اٰیۃ یہ مہما کا بیان ہے بہکی ضمیر اور بھا کی ضمیر مہما کی طرف لوٹتی ہے البتہ پہلا لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور دوسری معنی کا کر کے لائی گئی کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے اس کو آیت موسیٰ کے نام کا اعتبار کر کے کہا یا ان کا مقصد اس سے استہزاء تھا۔ کہ جس کو تو نشانی کہتا پھرتا ہے یہ بھی کوئی نشانی ہے۔

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَارِيتِ مُفَصَّلَتٍ ۖ

ہو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور مڑیاں اور کھن کا کیرا اور میٹک اور خون ' یہ نشانیاں تھیں کملی ہوئی۔

فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا لِمُوسَىٰ

سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور ان پر جو عذاب واقع ہوتا تو کہتے تھے کہ اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر تو نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم ضرور تیری تعظیم کریں گے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ

اور تیرے ساتھ ضرور بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے ' پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے

هُم بِالْغَوَىٰ إِذَا هُمْ يَنْتَكِبُونَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ

جس مدت تک ان کو پہنچتا تھا تو وہی وقت مہم شکنی کر دیتے تھے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو ان کو اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو

بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ

جھٹلایا سمندر میں غرق کر دیا ' اور وہ ان سے غافل تھے اور ہم نے ان کو ان کے مشاقر اور مغارب کا

كَانُوا يَسْتَضَعُّونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

وارث بنا دیا جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اور آپ کے رب کی نیک بات

رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی۔ اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا ان کا رد و انہوں کو

فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝

فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے تھے اور جو جگہ وہ اونچی عمارتیں بنایا کرتے تھے۔

فرعونی عذابوں کے چکر میں:

آیت ۱۳۳: فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ (پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا) نمبر ۱۔ جس نے ان کو گھیر لیا اور بارش وغیرہ جس نے ان پر غلبہ کر لیا۔ نمبر ۲۔ سیلاب نمبر ۳۔ پانی نے ان کے کھیتوں کو ڈوب دیا آٹھ دن مسلسل بارش ہوتی رہی سخت اندھیرا چھایا رہا۔ دن رات

سورج چاند کو نہ دیکھا اور کوئی گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ نمبر ۴: یہ پانی قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پانی ان کے گلے تک پہنچ گیا جو بیٹھتا وہ غرق ہو جاتا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ بھی داخل نہ ہوا۔

نمبر ۵: جدری کی بیماری تھی نمبر ۶: طاعون ان پر مسلط ہوا۔ وَالْجَوَادُ (اور مڈیاں) ان کی کھیتیاں کھالیں اور ان کے پھل سڑ گئے اور ان کے گھروں کی چھتوں اور کپڑوں کو دیمک نے چاٹ لیا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں ان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ وَالْفُصْلُ (جوں یا گھن کا کیرا) جو کہیں یہ مکاری کی اولاد ہے۔ اس کے پر نکلنے سے پہلے یا پسو یا بڑے چچڑے وَالصَّفَادُغ (مینڈک) ان کے کھانے اور مشروبات میں گرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کوئی بات کرتا تو چھلانگ لگا کر اس کے منہ میں پہنچ جاتا۔ وَالذَّم (خون) نکسیر دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے پانی خون بن گئے۔ یہاں تک کہ قبیلے اور بنی اسرائیل ایک برتن پر جمع ہو جاتے تو بنی اسرائیلی کے سامنے والا پانی اسی طرح رہتا اور قبیلے کے سامنے والا خون بن جاتا تیسرا قول یہ ہے کہ نیل سے خون بہنے لگا۔ ایلٹ (مجزرات) یہ اشیائے مذکورہ سے حال ہے۔ مُفْصَلَت (کھلے) ظاہر واضح اس میں کسی عقل مند کو ذرہ بھر شبہ نہ تھا۔ کہ یہ آیات اللہ میں سے ہیں۔ نمبر ۲: ان نشانات کا آپس میں ایک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ فَاسْتَكْبَرُوا (پس وہ تکبر کرتے رہے) موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ (اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ)۔

عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ:

آیت ۱۳۴: وَلَمَّا رَفَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ (جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا) آخری عذاب اور وہ خون یا یکے بعد دیگرے آنے والا عذاب قَالُوا يُمُوسَى اذْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے) مامصدر یہ ہے یعنی جو وعدہ اس نے تیرے ساتھ کیا اور وہ نبوت ہے، اذْعُ سے متعلق ہے یعنی ادع اللہ لنا متوسلاً الیہ بعہدہ عندک تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے اس وعدہ کے توسل سے دعا کر جو اس نے تیرے ساتھ کر رکھا ہے۔ لَہُنْ کَشَفْتُ عَنْآ الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ نَبِیَّۃً اِسْرَآءِیْلَ (اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور بالضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے)۔

مہلت سے غلط فائدہ:

آیت ۱۳۵: فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ اِلٰی اٰجَلٍ (پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے) ایک زمانہ تک هُمْ بِالْعُوءِ (جس مدت تک ان کو پہنچتا تھا) بہر صورت پس ان کو سزا ملے گی ان کو پہلی مہلت کام نہ دے گی۔ اور نہ ہی عذاب کا وقتی طور دور ہونا کام آئے گا۔ اِذَا هُمْ یُنْکَلُونَ (تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے) یہ لٹکا کا جواب ہے یعنی جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا تو اسی وقت وعدہ توڑنے لگے اور ذرہ بھی تاخیر نہ کی۔

کفر و تکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا:

آیت ۱۳۶: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا) انتقام انعام کی ضد ہے جیسا کہ عقاب ثواب کی ضد ہے فَاعْرِضْهُمْ فِي السِّيمِ (یعنی ان کو سمندر میں غرق کر دیا) سیم، وہ سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔ نمبر ۲۔ سمندر کی موجوں اور کثیر پانی کو کہتے ہیں۔ یہ سیم سے بنا ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (کیونکہ وہ ہماری آیات کو بھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے) ان کا غرق ہونا آیات کی تکذیب اور ان سے غفلت اور عدم توجہ کی بناء پر تھا۔

غلامی سے آزادی اور ایقائے عہد:

آیت ۱۳۷: وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ (اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور و بیمار تھے مالک بنا دیا) یہ بنی اسرائیل ہیں فرعون ان کو قتل اور غلامی سے کمزور کرتا تھا۔ مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا (اسی سرزمین کے مشرق و مغرب کا) سرزمین مصر و شام اَلْيَمَّى بَرَكْنَا فِيهَا (جس میں ہم نے برکت رکھی ہے) سرسبزی اور وسعت رزق اور کثرت انہار و اشجار کی بناء پر وَكَلَّمْتُ رَبِّيَ الْحُسْنَى عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ (اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا) وہ کلمہ اس آیت میں مذکور ہے: عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَ فِي الْأَرْضِ (الاعراف: ۱۲۹) یا پھر اس آیت میں: وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنَمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص: ۲۵) الحسنی یہ احسن کی تائید ہے اور کلمہ کی صفت ہے علی یہ تمت کا صلہ ہے یعنی مضمت علیہم واستمرت علیہم ان پر مسلسل رہا۔ جیسا کہ محاورہ ہے تم علی الامر جبکہ وہ اس پر چل رہا ہو۔ بِمَا صَبَرُوا (ان کے صبر کی وجہ سے) یہ آیت صبر پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ دلالت کر رہی ہے۔ کہ جو تکالیف کا مقابلہ جوع فرعون سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف کے سپرد کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی کا ضامن بن جاتا ہے وَذَمَرْنَا (اور ہم نے درہم برہم کر دیا) ہم نے ہلاک کر دیا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرُشُونَ (فرعون اور اس کی قوم کے تیار کردہ کارخانوں کو اور وہ بلند عمارات جو وہ تعمیر کرتے تھے) نمبر ۱۔ عمارات اور محلات کی تعمیر وغیرہ نمبر ۲۔ باغات میں۔ نمبر ۳۔ جو وہ مضبوط محلات بناتے تھے جیسا ہامانی محل وغیرہ۔

قرأت: شامی اور ابو بکر نے یَعْرُشُونَ پڑھا ہے۔ راء کے ضمہ سے یہ فرعون اور قبطیوں کا واقعہ اور ان کے تکذیب آیات کے حالات کا اختتام ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر کیا اور جو حالات انہوں نے فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد پیدا کیے اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات کا معائنہ کرنے اور سمندر پار کرنے کے بعد بھی گائے کی عبادت جیسے قبیح فعل کے ارتکاب کا تذکرہ ہے۔

وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامِهِمْ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا سو وہ ایک ایسی قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر رجمہ دیتے ہوئے

لَهُمْ ؕ قَالُوْا اَيُّمُوسٰى اَجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْهٰٓةُ ؕ قَالِ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

تھے۔ کہتے گئے اے موسیٰ ہمارے لئے معبود تجویز کر دیجئے جیسا کہ ان کے معبود ہیں۔ انہوں نے کہا بیشک تم ایسے لوگ ہو کہ

تَجْهَلُوْنَ ۝۱۳۸ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَرِّئُوْنَ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۹

جہالت کی باتیں کرتے ہو بلاشبہ یہ لوگ جس فطرت میں ہیں وہ تباہ ہونے والا ہے اور یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔

قَالَ اٰخِرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلِی الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۴۰ وَاذْاَنْجَيْنٰكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ کیا اللہ کے سوا تمہارے لئے کسی کو معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی اور جب ہم نے

مِّنْ اِلٰی فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ یَقْتُلُوْنَ اِبْنَاءَكُمْ وَیَسْتَحِیُّوْنَ

تمہیں نجات دی آل فرعون سے جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو بھرت قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زہم

نِسَآءَكُمْ طَوْفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَاۤءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝۱۴۱ وَوَعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ

جہیز دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش ہے۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا

لَیْلَةً وَّاَتَمَمْنٰهَا بِعَشْرِیْمٍ مِّمَّاتٍ رَّبِّہٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ؕ وَقَالَ مُوْسٰى

وعدہ کیا اور دس راتوں کے ذریعہ ان کی تکمیل کر دی پس ان کے کا قتل مقرر ٹہنی چالیس آئین حمل ہوئیں اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا

لَاخِیْہِ هُرُوْٓنَ اٰخُلَفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلَحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۱۴۲

کہ تم میرے بعد میری قوم میں میرے خلیفہ بن کر رہنا اور اصلاح کرتے رہنا اور فسادہ بینہ کی راہ کا اتباع نہ کرنا۔

بنی اسرائیل کے حالات پر نظر:

اصل مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی کہ بنی اسرائیل کا آپ سے مدینہ میں سلوک کچھ عجیب نہیں بلکہ اس سے بھی عجیب تر حالات ان کی طرف سے پہلے بھی پیش آچکے۔

بنی اسرائیل میدان صحرائے سیناء میں:

آیت ۱۳۸: وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرادیا) روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جس

دن سمندر عبور کیا وہ عاشورہ کا دن تھا۔ فرعون اور قوم فرعون اسی دن غرق ہوئے پس بنی اسرائیل نے عاشورہ کے دن کا بطور شکر یہ روزہ رکھا۔ قَاتُوا عَلٰی قَوْمِ (پس ان کا گزر ہوا ایک قوم پر) ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا۔

بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت:

يَعْكُفُونَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَهُمْ (جو اپنے بتوں کی عبادت پر جے ہوئے تھے) جو ان کی عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔ یہ گائے کی مورتیاں تھیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یعیقون کاف کے کسرہ سے پڑھا۔ قَالُوا يَمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا (کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دو) ایک بت بنا دو۔ جس پر ہم بھی جک بیٹھیں۔ تَحْمًا لَهُمْ اِلٰهَةً (جیسے ان کے معبود ہیں) بت ہیں جن کے پاس آس جمائے بیٹھے ہیں۔

یَعْكُفُونَ: کما کما کا فہ ہے اس لیے اس کے بعد جملہ آیا۔

نکتہ: ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے تو اپنے نبی کی قبر پر چمڑکا جانے والا پانی خشک ہونے سے پہلے ہی اختلاف ڈال دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سمندر کے پانی سے قدم خشک ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا (جبکہ موسیٰ و ہارون ابھی وہیں موجود تھے) یلموسٰى اجعل لنا اِلٰهًا کما لهم اِلٰهة۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یقیناً تم لوگ جاہل ہو) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم ترین نشانی دیکھنے کے بعد ان کے اس قول پر تعجب کیا۔ آپ نے اس کو جہل مطلق قرار دیا۔ اور اس کو ان سے مؤکد بھی کیا۔

بت پرستی بے بنیاد چیز ہے:

آیت ۱۳۹: اِنَّ هٰؤُلَاءِ (بیشک یہ کام) ان تماثل کی عبادت کرنے والے مُتَّبِعُو (بیکار ہیں) ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ بت پرست سے بنا ہے۔ مَا هُمْ فِيْهِ (جس میں وہ مصروف ہیں) اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں گے اور ان کے لیلین دین کو مہندم کر دیں گے جس پر وہ چل رہے ہیں میرے ذریعہ یہاں هٰؤُلَاءِ کو ان کا اسم بنانے اور خبر کو مقدم کر کے اس بات کو نشان زدہ کر دیا کہ بت پرست دراصل خود ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں۔ اور وہ اس سے بالکل نہیں بچ سکتے۔ وَيَطْلُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (اور محض بے بنیاد ہے جو وہ کر رہے ہیں) یعنی جو کچھ وہ بت پرستی کرتے ہیں وہ بے کار اور بے حقیقت ہونے والی ہے۔

آیت ۱۴۰: قَالَ اَغْيِرَ اللّٰهُ اٰبَیْعَکُمْ اِلٰهًا (اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں) یعنی کیا میں تمہیں ایسا معبود تلاش کر کے دوں جو مرے سے ہی عبادت کا حقدار نہیں۔ وَ هُوَ فَضَّلَکُمْ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ (حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے) یَحْجُجُونَ: یہ حال ہے مراد اس زمانہ کے لوگ۔

انعامات سے تذکیر:

آیت ۱۴۱: وَ اِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اِلٰہِ فِرْعَوْنَ۔ (اور جب ہم نے تمہیں نجات دی آل فرعون سے)۔ قراءت: اَنْجَاکُمْ شامی

نے پڑھا یَسُوْمُوْنُکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ: (جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے) وہ تمہارے لیے سخت سزا کے خواہاں تھے۔ یہ سام السلب سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو طلب کیا جائے۔

یہ جملہ مستافہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ نمبر ۲۔ مخاطبین سے حال ہے۔ نمبر ۳۔ آل فرعون سے حال ہے۔ یَقْتُلُوْنَ اَبْنَاءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَکُمْ (وہ تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے) قراءت: نافع نے یَقْتُلُوْنَ پڑھا۔ وَفِیْ ذٰلِکُمْ (اور اس میں) یعنی نجات دینے یا سزا دینے میں ہلائے (آزمائش تھی) نعمت یا مشقت مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ (تمہارے رب کی طرف سے بڑی)

کتاب ملنے کا وعدہ:

آیت ۱۳۲: وَوَعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً (ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا) تورات دینے کے لیے وَ اَتَمَمْنٰهَا بِعَشْرِ (اور مزید دس راتوں سے ان تیس راتوں کو مکمل کر دیا) روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا جبکہ آپ مصر میں تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا تو تمہیں اپنی طرف سے ایک کتاب دیں گے جب فرعون ہلاک ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں کتاب کا سوال کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا یہی القعدہ کا مہینہ تھا۔ جب تیس دن پورے ہو گئے آپ نے منہ میں مہک محسوس کی اور مسواک کر لی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روز دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کو مہک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس دن ذی الحجہ کے بڑھانے کا حکم دیا۔ اسی لیے فرمایا قَتَلْتُمْ مِیْقَاتٍ رَّبَّیَّةَ (پس ان کے رب کا وقت مقررہ پورا ہو گیا) جو وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ اور بیان فرمایا تھا۔ اَزْبَعِیْنَ لَیْلَةً (چالیس راتیں)

یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی پورا ہوا اس حال میں کہ وہ اس گفتی تک پہنچنے والا تھا۔ اجمالاً، اربعین کا تذکرہ سورہ بقرہ میں فرمایا مگر یہاں اس کی تفصیل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت:

وَکَانَ مُوْسٰی لَا یَخِیْہُ هٰرُوْنُ (موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا) هٰرُوْنُ، اَخِیْہِ کا عطف بیان ہے۔ اَخْلَفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا) ان میں میرا خلیفہ بن کر۔ وَ اَصْلَحْ (اور اصلاح کرتے رہنا) اور بنی اسرائیل کے جن معاملات کی درگئی لازم ہے ان کی اصلاح کرتے رہو۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا) جو ان میں سے فساد کا داعی ہو تو اس کی اتباع نہ کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۚ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۖ

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دیجئے

قَالَ لَنْ تَرَانِيْ وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِيْ ۚ

کہ میں آپ کو دیکھ لوں، فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو، سو اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے

فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ کو چور کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہنے لگے

سُبْحٰنَكَ تَبَّتْ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ قَالَ يٰمُوسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتَكَ

آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں پہلا شخص ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ بلاشبہ میں نے اپنی

عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِيْ وَبِكَلامِىْ ۖ فَخُذْ مَا اَتَيْتَكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۚ

پیغمبری اور اپنی مہکلامی کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں جن لیا، سو میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ

موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہونا:

آیت ۱۲۳: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا (جب آئے موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر) ہمارے اس ٹائم پر جو ہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا اور جس وقت کی حد بندی کر دی تھی۔ میقات کی لام، لام تخصیص ہے ہمارے میقات کے لیے ان کی آمد خاص کر دی گئی۔ وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ (اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں) بلا واسطہ اور بلا کیف روایت میں ہے کہ وہ کلام ہر جہت سے سن رہے تھے۔ اور شیخ ابومنصور رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاویلات میں ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرنے والی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کے ساتھ خاص کرنا اس لحاظ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی آواز سنائی جس کی تخلیق کا وہ خود والی و مدد دار تھا۔ بغیر اس بات کے کہ وہ آواز مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے مکتب ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ بندوں کے لیے مکتب آواز سنتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام سنا تو غلبہ شوق میں دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اور روایت کے لیے اس طرح سوال کیا۔

غلبہ شوق میں خواہش دیدار:

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (تو عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرادیتجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں) اَرِنِيْ کا دوسرا مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَرِنِيْ ذَالِكَ اَنْظُرْ اِلَيْكَ یعنی مجھے اپنے دیدار کی اس طرح طاقت عنایت فرما کہ

آپ تجلی فرمائیں اور میں آپ کو دیکھ لوں۔

قرأت: مکی نے اُڑنی پڑھا ہے اور ابو عمرو نے، راء کے اختلاس کے ساتھ۔ راء کے نیچے کسرہ۔ اور دیگر قراء نے راء کے کسرہ اشباع کے ساتھ پڑھا۔

امکان رویت پر دلائل:

یہ آیت اہلسنت کی دلیل ہے کہ رویت باری تعالیٰ جائز و ممکن ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جاسکتا ہے یہاں تک کہ ان سے سوال بھی کر دیا۔ اور ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز نہ ہو یہ کفر ہے۔ قَالَ لَنْ تَوَلِّيَ (ارشاد فرمایا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) سوال کر کے نہیں اور نہ اس فانی آنکھ کے ساتھ بلکہ عطاء و نوال کے ساتھ اور باقی رہنے والی آنکھ کے ساتھ۔ یہ بھی اہلسنت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ان اُڑی (کہ مجھے ہرگز دیکھانہ جائے گا) کہ اس سے جواز رویت کی نفی ہو۔ اور اگر اس کی ذات دیکھی نہ جاسکتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ خبر دیتے کہ انہ لیس بمصر تھی جبکہ حالت اور حالت بھی ایسی کہ بیان کی ضرورت ہے۔ وَلٰكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ (لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا) وہ اپنی حالت پر باقی رہا۔ فَسَوْفَ تَرٰنِيْ (یہ بھی اہلسنت کی تیسری دلیل ہے کیونکہ رویت کو استقر ارجل سے معلق کرنا اور وہ ممکن ہے اور کسی چیز کا ممکن سے معلق کرنا اس کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تعلق بالممتنع اس کے امتناع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ممکن کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ جَعَلَهُ دُغْمًا يٰۤهٰذَا الَّذِيْ هُوَ اَنْتَ اَعْبُدُ (جس کو اللہ تعالیٰ ایجاد کریں اس چیز کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ نہ پائی جائے۔ اگر وہ اس کو ایجاد نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل میں مختار ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس نہیں کیا۔ اور نہ اس پر عتاب کیا اور اگر رویت محال ہوتی تو ان کو عتاب کیا جاتا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کو عتاب ہوا۔ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ اَنَّكَ اَنْتَ تَكُوْنُ مِنَ الْاٰلِهِيْنَ (ہو: ۳۶) جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے متعلق غرق سے بچانے کا سوال کیا۔ فَلَمَّا تَبَجَّلْنٰی رُبُّهُۥ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دُغْمًا (پس ان کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی (تو) تجلی سے اس کے پرچے اڑا دیے) یعنی ظہور فرمایا۔ اور بلا کیف ظہور فرمایا شیخ ابو منصور نے فرمایا۔ تجلی للجبیل کا معنی وہی ہے جو اشعری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں زندگی، علم، رویت پیدا فرمادیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا یہ نص قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے۔ ان مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر معتزین رویت کی جہالت واضح ہو جاتی ہے۔

اعتراض اور جواب:

اعتراض: موسیٰ علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جاسکتا لیکن ان کی قوم نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ وہ اپنا رب انہیں دکھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا: تَوَمَّنْ لَّكَ حَتّٰی تَرٰی اللّٰهَ جَهْرًا (البقرہ: ۵۵) پس آپ نے اس لیے رویت کا مطالبہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ظاہر فرمادیں کہ وہ ذات مرئی نہیں۔

جواب: یہ محض باطل ہے اگر بات اس طرح ہوتی جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس طرح کہتے اَرٰہُمْ یَنْظُرُوْا اِلَیْکَ پھر اللہ تعالیٰ فرمادیتے: لَنْ یَّرَوْنِیْ۔ مگر ایسا نہیں فرمایا اگر رویت جائز نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام ان کی تردید کو مؤخر نہ فرماتے۔ بلکہ جو نبی ان کا

کلام آپ کے کان تک پہنچا تھا، اسی وقت تردید فرمادیے کیونکہ اسی وقت تردید نہ کرنے سے کفر پر پختہ کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کی بعثت تو کفر کی تغیر کے لیے ہے کیا تم نہیں دیکھتے جب بنی اسرائیل نے کہا: یٰموسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہة آپ نے ان کو مہلت نہیں دی بلکہ اسی وقت تردید فرمائی انکم قوم تجهلون؟ جَعَلَهُ دُکَّحًا (تو پہاڑ کو چورا کر دیا) اس کو ککڑے ککڑے کر دیا یہ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے ضرب الامیر بمعنی مضروب الامیر الدق اور الدک ہم معنی ہیں یعنی زمین کے برابر کہ اس میں کوئی ٹیلہ نہ تھا کہا جاتا ہے نافۃ دُکَّحاء جس کی کوہان نہ ہو۔

قرأت: حمزہ اور علی نے دکاء پڑھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر یہ ہوشی:

وَخَوَّ مُوسٰی صَیْعًا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) یہ حال ہے یعنی موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی جس سے زمین پر گر گئے فَلَمَّا آفَاقَ (پھر جب ہوش آیا) اپنی بے ہوشی سے قَالَ مَسَّحْنٰکَ تَبَّتْ إِلَیْکَ (تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں) دنیا میں سوال کرنے سے وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور میں سب سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہوں) یعنی تیری عظمت اور جلال پر اور اس پر کہ تو دنیا میں دیدار نہیں کرتا۔ باوجود جائز ہونے کے (کسی کے قول کا رد) کسی اہم کا قول کہ ارنبی انظر الیک کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی نشانی دکھا جس سے میں آپ کو بطریق ضرورت جان لوں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ لن ترانی تو میری پہچان اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ ولكن انظر الی الجبل میں اس کے لیے نشانی ظاہر کرتا ہوں۔ اگر اس کی تجلی کے لیے پہاڑ قائم رہا اور اپنی جگہ مستقر رہا عنقریب تو بھی اس کے لیے ثابت و قائم رہے گا۔ اور اس کی طاقت رکھ سکے گا۔ مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ارنبی انظر الیک فرمایا الیہا نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا لن ترانی آیتیں نہیں فرمایا۔ پھر اس کا معنی لن ترانی ایتیں کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبکہ عظیم ترین نشانی دکھائی کہ پہاڑ کو ککڑے ککڑے کر دیا۔

مشرّف ہمسکامی اور تورات کی الواح:

۱۴۳: قَالَ یٰمُوسٰی اِنِّیْ اصْطَفٰیْکَ عَلَی النَّاسِ (ارشاد فرمایا میں نے اے موسیٰ تجھے لوگوں پر امتیاز دیا) میں نے تجھے اہل زمانہ میں سے منتخب کیا۔ یٰرسلٰی (اپنی پیغمبری سے) وہ تورات کے اسفار ہیں۔ قراءت: حجازی نے برساتی پڑھا ہے۔ وَبِکَلَامِیْ (اور اپنی ہمسکامی سے) خاص تجھ سے کلام کر کے فَخُذْ مَا اَتٰیْکَ (پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو لو) جو میں نے تجھے شرف نبوت اور حکمت عنایت فرمائی وَتُکُنْ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ (اور شکر کرو) اس نعمت پر پس یہ عظیم نعمتوں میں سے ہے کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عرفہ کے دن بے ہوش ہو کر گرے اور دس ذی الحجہ کو تورات ملی۔ اس لیے کہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو اصطفاء کو ان کے ساتھ خاص کر دیا۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی

فَخَذُهَا بِقُوَّةٍ وَأَمَرَ قَوْمَكِ يَا خُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُوْرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۳۵﴾

سو آپ قوت کے ساتھ اسے پکڑیں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کے اچھے اچھے اعمال کو پکڑے رہیں میں مغرب جہنم میں نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔

سَاصْرِفْ عَنْ آيَتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كَلًّا

میں مغرب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو برکشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ

آيَةً لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا

لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ

سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا

دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ بنا لیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے

غَافِلِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

غافل تھے اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال اکارت ہو گئے

هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۷﴾

ان کو انہیں اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔

تورات بنی اسرائیل کا قانون:

آیت ۱۳۵: وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ (اور ہم نے ان کو چند تختیوں پر لکھ دی) الواح جمع لوح تورات یہ دس تختیاں تھیں بعض نے کہا سات یہ زمرہ کی بنی ہوئی تھیں دوسرا قول یہ ہے کہ لکڑی کی بنی ہوئی تھیں آسمان سے اتریں اور ان میں تورات درج تھی۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کی) یہ کہنا کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ (نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل) یہ من کل شی کا بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے ان کے لیے ہر وہ چیز لکھ دی جس کی بنی اسرائیل کو مواظظ و تفصیل احکام کے سلسلہ میں ضرورت تھی ایک قول یہ بھی ہے کہ تورات ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھی۔ اس کو مکمل چار آدمیوں نے پڑھا موسیٰ۔ یوشع۔ عزیر۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ فَخَذَهَا (پس تم اس کو مکمل میں لاؤ) پس ہم نے انہیں کہا اس کو پکڑو۔ خذھا کا عطف کہنا پر ہے۔ اور ہا

۱۳۷

کی ضمیر الواح کی طرف ہے۔ نمبر ۲۔ لکل شیء کی طرف کیونکہ وہ اشیاء کے معنی میں ہے۔ بِقُوَّةٍ (کوشش کے ساتھ) محنت و عزیمت کے ساتھ جس طرح اولوا العزم رسول کرتے ہیں۔ وَأَمْرُ قَوْمِكَ بِأَخْلَدُوا بِأَحْسَنِهَا (اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے اچھے احکام پر عمل کرو) یعنی اس میں جو احکام ہیں وہ احسن و حسن پر مشتمل ہیں۔ مثلاً قصاص لینا۔ معاف کرنا۔ بدلہ لینا۔ صبر کرنا۔ ان کو حکم دیں کہ وہ ایسا حکم اپنائیں جو حسن میں زیادہ بہتر اور ثواب میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں: وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (انور: ۵۵) سَأُوْرِيكُمْ دَارَ الْفَلْسِيقَيْنِ (میں بہت جلد تم کو ان نافرمانوں کا مقام دکھلاؤں گا) فرعون اور اس کی قوم کا علاقہ یعنی مصر اور عادیثہ کے مقامات اور ہلاک شدہ اقوام۔ کہ کس طرح یہ علاقے ان سے خالی ہوئے۔ تاکہ عبرت حاصل کریں۔ ان کی طرح فسق اختیار نہ کریں۔ کہیں انہی جیسی دنیوی سزائے بھگتی پڑے یا جہنم ٹھکانہ نہ بن جائے۔

متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے:

آیت ۱۳۶: مَسَٰ صُوفٍ عَنْ الْيَمِينِ (اور ایسے لوگوں کو میں اپنی آیات سے برگشتہ ہی رکھوں گا) ان کے سمجھنے سے ذوالنون مصریٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کہ باطل پسند بے کار لوگوں کو قرآن مجید کی خفیہ حکمتوں سے نوازے۔ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ (جو لوگ تکبر کرتے ہیں) جو مخلوق پر ظلم کرتے اور قبول حق سے نفرت کرتے ہیں تکبر کی اصل حقیقت اس بڑائی کی تکلف کوشش کرنا جو باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (زمین میں ناحق) یہ تکبر و ن سے حال ہے ای ی تکبر و ن غیر معحقین کیونکہ تکبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا آتِيَةً لَا يُؤْمِنُوهَا (اور اگر وہ تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں) جو ان پر آیات اتاری گئیں۔ وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ (اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں) معاملے میں ہدایت، بھلائی کا راستہ رُشد ہے۔

قراءت: حمزہ علی نے الرُّشْدَ پڑھا ہے اور یہ دونوں لفظ السُّقْمِ اور السَّقَمِ کی طرح ہیں۔ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بناتے) وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ (اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں) الْغَيِّ گمراہی۔ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (تو اس کو اپنا راستہ بنالیں) ذَلِكَ (یہ) یہ حق سے پھرتا۔ یہ عمل رفع میں ہے بَانْتِهَم كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (اس وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) ان کی تکذیب کے باعث ہے۔ وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (اور وہ ان سے غافل رہے) عناد و اعراض والی غفلت نہ کہ سہو و جہل والی۔

آخرت کے منکروں کا ضبط اعمال:

آیت ۱۳۷: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ (اور جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) يَجْزُوا (یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ اسی لقاء ہم الاخرة ان کا آخرت کی ملاقات اور اس کے احوال کا مشاہدہ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ (ان کے سب کام تباہ ہو گئے) یہ خبر ہے والذین کی۔ هَلْ يَجْزُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے) وہ رسولوں کی تکذیب کے سبب احوال کی تکذیب سے ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا آلِهَ ۖ خُورًا ۖ الْمُرِيرُوا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچرے کو معبود بنالیا جو ایک ایسا جسم تھا کہ اس میں سے گائے کی آواز آرہی تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

أَنَّهُ لَا يَكْلَمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۚ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا

کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انہوں نے اس کو معبود بنالیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے اور جب

سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا ۚ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ يَرَحْمَنَا رَبُّنَا

وہ بچھڑائے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے

وَيَغْفِرَ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا جَعَلَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ

اور ہمیں بخش نہ دے تو ہم جاہ کاردوں میں سے ہو جائیں گے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف اس حال میں واپس ہوئے کہ وہ غصہ میں اور

أَسِفًا ۚ قَالَ بِئْسَمَا خَلَقْتُمُونِي ۚ مِنْ بَعْدِي أَتَعْلَمُونَ أَمْرًا بِكُمْ ۖ وَالْقَىٰ الْأَلْوَابَ

رنج میں تھے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری بری نیابت کی۔ کیا اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے تم نے جلدی کر لی؟ اور موسیٰ نے تختیوں کو ڈال دیا

وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّفُونِي

اور بھائی کے سر کو پکڑ لیا جسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے انہوں نے کہا کہ اے میرے ماں جائے بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا

وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي ۖ فَلَا تَشْمِتْ بِي الْأَعْدَاءُ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾

اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں لہذا مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسوا اور مجھے ظالموں میں شمار نہ کرو۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِخِي ۖ وَادْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

بنی اسرائیل کی دوسری حماقت:

آیت ۱۴۸: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا آلِهَ ۖ خُورًا ۖ الْمُرِيرُوا (اور موسیٰ کی قوم نے بنالیا ان کے بعد) ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد مِنْ حُلِيِّهِمْ (اپنے زیورات میں سے) ان کی طرف زیور کی نسبت کر دی گئی۔ حالانکہ وہ ان کے پاس عاریت کے طور پر تھے کیونکہ اضافت اونی تعلق کی بناء پر بھی ہو سکتی ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ جو آدمی قسم اٹھائے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اگر مستعار گھر میں داخل ہو گیا تو تب بھی

حادث ہو جائے گا۔ وہ ان زیورات کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔ جس طرح ان کی دیگر املاک کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔

مَنْ يَنْتَظِرْ: اس سے ثابت ہوا کہ کفار کے مال میں استیلاء حاصل ہونے سے وہ مال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں ان سے وہ زیور لینے والا سامری تھا۔ مگر وہ اس کے فعل پر راضی تھے۔ اس لئے فعل کا اسناد ان کی طرف کر دیا گیا الحلی جمع حلی اس سونے اور چاندی کی چیز کو کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔

قرأت: حمزہ علی نے اتباع کی وجہ سے حلیہم پڑھا ہے۔ عَجَلًا جَسَدًا لَّهُ خُورًا (ایک پھڑے کا مجسمہ جس میں ایک آواز تھی) عَجَلًا: عَجَلًا یہ اتخذا کا مفعول یہ ہے۔ جَسَدًا اس کا بدل ہے یعنی ایک بدن جو گوشت و خون والا تھا۔ جیسے تمام جسم ہوتے ہیں۔ لہ خور گائے کی آواز کو خور کہا جاتا ہے اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای الہا پھر ان کے احقنا عقول پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يَكْلَمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ مَسِيلًا (کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا۔ اور ان کو کوئی راہ نہیں بتلاتا) ان سے کلام کی قدرت بھی نہیں رکھتا اور نہ ہی راستہ کی طرف راہنمائی کر سکتا ہے جبکہ انہوں نے اس کو اس ذات کے مقابلہ میں چنا ہے جس کے کلمات تعریف کو سارے سمندروں کی سیاہی سے بھی رقم نہیں کیا جاسکتا قلم ختم اور سارے سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر اس کی حمد و ثناء ختم نہیں ہوگی۔ جس نے مخلوق کو حق کی راہ بھائی عقولوں میں ایسے دلائل کتابیں اتار کر سمجھا دیئے۔ اِتَّخَذُوْهُ (انہوں نے اس کو معبود قرار دیا) یہ جملہ ابتدائیہ کے طور پر لائے۔ کہ انہوں نے اس کو معبود بنادیا۔ اور اس انتہائی قبیح کام کا اقدام کیا۔ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (اور انہوں نے بڑا بے ڈھنگا کام کیا)۔

عبادت عمل پر شرمندگی:

آیت ۳۹: وَلَمَّا سَقَطَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ (اور جب وہ شرمندہ ہوئے) جب پھڑے کی پوجا پر ان کی شرمندگی زیادہ ہوگئی۔ اور اس کی اصل اس طرح ہے کہ جو شرمندہ زیادہ ہو جائے وہ غم سے ہاتھ کانٹے لگ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس میں گر جاتے ہیں کیونکہ اس کا منہ بھی ہاتھوں میں آپڑتا ہے۔ سقط کی اسناد فی ایدیہم کی طرف کنایات کی قسم میں سے ہے۔ ز جان گئے فرمایا اس کا معنی یہ ہے سقط الندم فی ایدیہم یعنی ان کے دلوں اور جانوں میں غم آپڑا۔ جیسا کہا جاتا ہے: حصل فی یدہ مکروہ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ امر مکروہ اس کے ہاتھ میں آجائے۔ صرف دل و جان میں حاصل ہونے والی چیز کو آنکھوں اور ہاتھ میں حاصل ہونے والی چیز سے تشبیہ مقصود ہوتی ہے۔ وَرَاَوْا اَنْهٗمْ قَدْ ضَلُّوْا (اور انہوں نے جان لیا کہ وہ واقعی گھرائی میں پڑ گئے ہیں) ان کی گمراہی اپنے سامنے اس طرح کھل گئی گویا گمراہی کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قَالُوْا اَلَيْنَ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا (تو کہنے لگا اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے)

قرأت: حمزہ اور علی نے لنن لم تو رحمتنا ربنا و تغفر لنا پڑھا ہے۔ ربنا کا منصوب ہونا نداء کی وجہ سے ہے لَنُكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (تو ہم بالکل گئے گزرے ہو گئے) جو دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی:

آیت ۱۵۰: وَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰی (اور جب موسیٰ واپس آئے) طور سے اِلٰی قَوْمِهِ (اپنی قوم کی طرف) بنی اسرائیل غَضَبَانَ (غصے اور) یہ موسیٰ سے حال ہے اِسْفًا (رج کی حالت میں) یہ بھی حال ہے اس کا معنی غمگین ہونا۔ قَالَ بِنِسْمَا خَلَقْتُمُونِي (تو انہوں نے کہا تم نے بہت بڑی نامعقول حرکت کی) تم میری جگہ کھڑے ہوئے اور میرے نائب ہو گئے۔ مِنْ بَعْدِي (میرے بعد) یہ خطاب چھڑے کی پوجا کرنے والوں اور سامری وغیرہ کو ہے۔ نمبر ۲: ہارون اور ان کے ساتھ مؤمنین کو ہے اور اس پر دوسرا ارشاد وکیل ہے۔ اَخْلَفْنِيْ فِیْ قَوْمِيْ (الاعراف: ۱۳۲) مطلب یہ ہے کہ تم نے میری بہت بری مخالفت کی کہ چھڑے کی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ شروع کر دی۔ نمبر ۲: تم نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو نہیں روکا۔ پس کا فاعل ضمیر ہے جس کی تفسیر ما خلفتُمونی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بنس خلافة خلفتُمونیہا من بعد خلافتکم مطلب یہ فیہا من بعدی یہ خلفتُمونی کے قول کے بعد ہے۔ من بعد ما رايتم منی من توحید اللہ و نفی الشر کما اس کے بعد کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نفی شر کا دیکھ چکے یا اس کے بعد کہ میں بنی اسرائیل کو توحید پر آمادہ کرتا تھا۔ اور گائے کی عبادت سے روکتا تھا۔ جبکہ انہوں نے کہا: اجعل لنا الٰہًا کما لہم الٰہة۔ خلیفہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے اصل کار راستہ بتائے۔ اور اختیار کرے۔ اَعَجَلْتُمْ (کیا تم نے جلد بازی کر لی) چھڑے کی عبادت کی طرف تم نے سبقت کی اَمْرًا بِکُمْ۔ (اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے) وہ امر میرے تمہارے پاس چالیس راتوں کے بعد تورات لے کر آتا ہے العجلہ کی اصل کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عجلتُم بمعنی تو کتم ہے کہ تم نے چھوڑ دیا۔

غضب اللہ میں جلال موسیٰ علیہ السلام:

وَالْقُلُوبُ الْاُنْوَاع (اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھ دیں) جب چھڑے کی عبادت والی بات سنی تو بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں۔ آپ غضب شدید رکھتے تھے۔ ہارون میں آپ کی نسبت نرمی تھی اس لیے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی بجائے ہارون کو زیادہ چاہتے تھے الواح ٹوٹ گئیں اور اس کے چھ حصے اٹھالیے گئے باقی ساتواں حصہ رہ گیا اور جو اٹھالیا گیا اور اس میں تمام ضروریات دین کی تفصیل تھی اور جو باقی رہا اس میں ہدایت و رحمت کے اصول و مہمانی تھے۔ وَاَخَذَ ہُوْا مِنْ اَخِيْہ (اور اپنے بھائی کا سر پکڑا) بھائی سے ناراض ہو کر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا کہ اس نے ان کو چھڑے کی عبادت سے نہیں روکا۔ يَجْرُؤُا۟ اِلَيْہ (ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے) عتاب کے طور پر نہ کہ تذلیل کے لئے۔

ہارون علیہ السلام کا جواب:

يَحْكُمُوْا: یہ جملہ موسیٰ سے حال ہے۔ قَالَ اِنَّہُمْ (ہارون سے کہا اے میرے ماں جائے) ابن ام یہ ختمہ عشر کی طرح مبنی علی الفتح ہے مگر حمزہ علی، شامی نے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اُمی ہے یا کو حذف کیا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ ہارون موسیٰ کے حقیق بھائی تھے مگر ماں کا تذکرہ مہربانی یا شفقت یا دلولانے کے لیے اور اس لئے بھی کہ وہ مخلصہ و مومنہ تھیں۔ اِنِّیْ

الْقَوْمَ اسْتَغْفِرُنِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي (ان لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں) یعنی میں نے وعظ و نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن انہوں نے مجھے کمزور گردانا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ فَلَا تَشْمِئْتْ بِهَا اَلَا عَذَابٌ (پس تم مجھ پر مت خوش کرو دشمنوں کو) وہ لوگ جو پھڑے کی پوجا کرتے رہے۔ یعنی میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کر جو انکی دلی تمنا کے مطابق ہو کیونکہ وہ میرے متعلق برائی اور توہین کے خواہاں ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (اور مجھ کو ظالم قوم کے ساتھ مت شمار کرو) مجھ پر غصہ کے ذریعے مجھے انکا ساتھی مت بنا۔ جب بھائی کا عذر واضح ہو گیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

وَعَايَ مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

آیت ۱۵۱: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا يَحِيْ (موسیٰ نے کہا اے میرے رب میری خطا معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی) بھائی کو راضی کرنے کے لئے اور شامت کی نفی کرتے ہوئے ان کو دعا میں اپنے ساتھ شریک فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے جو مجھ سے میرے بھائی کے سلسلہ میں زیادتی ہوئی اور ان کو بخش دے اگر خلافت و دنیایت کے سلسلہ میں ان سے کوئی زیادتی ہوئی۔ وَادْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ (اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما) دنیا میں اپنی عصمت کے پردہ میں داخل فرما اور آخرت میں جنت جنان میں داخلہ عنایت فرما۔ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں)۔

ارشادِ موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۲: اِنَّا الْاٰدِيْنَ اَتَّخَذُوْا الْعِجْلَ (بیشک جن لوگوں نے پھڑے کی پوجا کی) مجبور بنا کر۔ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّهِمْ (بہت جلد ان پر ان کے رب کا غضب آئے گا) یہ وہی حکم ہے جو توبہ کے سلسلہ میں ان کو اپنے نفسوں کے قتل کرنے کا کہا گیا۔ وَذَلِكَ فِي الْخَيُولَةِ الدُّنْيَا (اور ذلت پڑے گی دنیا کی زندگی میں ہی) ان کو گھروں سے نکالنا۔ کیونکہ مسافری گردن جھکا دیتی ہے۔ یا جز یہ مقرر ہونا۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتِرِيْنَ (اور ہم افترا کرنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے۔ اور سامری کے اس قول سے بڑھ کر اور افتراء کیا ہو سکتا ہے۔ هٰذَا إِلَهُكُمْ وَاللَّهُ مُوسَىٰ (ط: ۸۸)

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذَلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

بلاشبہ جن لوگوں نے بھڑے کو معبود بنا لیا انہیں ان کے رب کی طرف سے ضرور غصہ پہنچے گا اور ذلت پہنچے گی دنیا والی زندگی میں

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۝۵۱ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا

اور اسی طرح ہم افتراء کرنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۵۲ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ

تو بلاشبہ آپ کا رب اس توبہ کے بعد ضرور بخش دینے والا ہے۔ مہربان ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے ان تختیوں کو

الْأَلْوَحَ ۖ وَفِي نُحُوتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝۵۳

اٹھایا اور ان تختیوں میں جو لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

آیت ۵۳: وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ (اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کے کام کئے) کفر و معاصی ثُمَّ تَابُوا (پھر توبہ کر لی) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ سے لوٹ آئے۔ مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا (اس کے بعد اور ایمان لے آئے) اور انہوں نے اپنے ایمان کو خالص کر لیا۔ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا (بے شک تمہارا رب اس توبہ کے بعد) یعنی سیئات یا توبہ لَغَفُورٌ (گناہ کو معاف کرنے والا) ان کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ رَّحِيمٌ (رحم کرنے والا ہے) جنت کے ذریعے ان پر انعام فرمائے گا۔

نُحُوتٌ: ان اپنے خبر و اسم سمیت الذین کی خبر ہے۔ یہ حکم عام ہے جس میں بھڑے کی پوجا کرنے والے اور دیگر تمام شامل ہیں اول ان کے گناہ کو بڑا کر کے اصل شکل میں پیش کیا۔ پھر اس کے بعد اپنی عظیم رحمت کا ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ مگر اس کی معافی تو اس سے بھی بڑی ہے۔

آیت ۵۴: جبکہ غصہ اس شدت کی بناء پر تھا گویا اللہ تعالیٰ ہی موسیٰ کو اس غصے کا حکم دینے والے تھے تو کہا گیا:

زوال غصہ کے بعد حالات:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ (اور جب موسیٰ کا غصہ دور ہوا) زجاج کہتے ہیں کہ سکت کا معنی سکُن ہے اور یہ بھی پڑھا گیا ہے أَخَذَ الْأَلْوَحَ (تو ان تختیوں کو اٹھالیا) جن کو جلدی سے ڈال دیا تھا۔ وَفِي نُحُوتِهَا (اور ان کے مضامین میں) نُحُوتُہِیہ فعلہ کا وزن ہے خطبہ کی طرح بمعنی مفعول ہے۔ اس کی کتابت میں هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ (ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی)

نُحُوتٌ: لام مفعول پر داخل کر دیا کیونکہ وہ مقدم ہے اور فعل کا عمل اس میں کمزور پڑ گیا تو ازالہ کے لیے لام لائے۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهُ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَاۙ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وقت معین کے لئے چن لئے۔ پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب

لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَاىَۤ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّاۙ اِنْ هِيَ اِلَّا

اگر آپ چاہتے تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک فرما دیجئے۔ کیا آپ ہمارے چند بیوقوفوں کی حرکت کے سبب ہمیں ہلاک فرماتے ہیں۔ یہ ٹھٹھ آپ کی

وَفِتْنَتِكَ تَضِلُّ بِهَا مَنۢ شَاءَ وَتَهْدِيۤى مَنۢ شَاءَۤ اَنْتَ وَلِيْنَاۙ فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

طرف سے آزمائش ہے آپ اس کے ذریعہ جس کو چاہیں گمراہی میں ڈالیں اور جس کو چاہیں ہدایت پر رکھیں۔ تو ہی ہمارا ولی ہے۔ لہذا ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما

وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۝۵۹ وَكُتِبَ لَنَا فِيۢ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا

اور بخش دینے والوں میں تو سب سے بہتر ہے اور لکھ دیجئے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی 'چنگ ہم نے

هٰذَاۤ اِلَيْكَۙ قَالَ عَذَابِيۤ اُصِيبُۢ بِهٖ مِّنۡ اَشَاءٍ وَرَحْمَتِيۤ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْۡءٍ ۚ

تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب ہے میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہوں اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

فَسَاكِبُهَا الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُوْنُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶۰

سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو بخوشی اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال:

آیت ۱۵۵: وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهُ (اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے منتخب کئے) اپنی قوم میں سے۔

تَحْوِيلٌ: اس میں حرف جار کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو ساتھ ملا دیا۔ سَبْعِيْنَ رَجُلًا (ستر آدمی) کہا گیا ہے کہ بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے چھ آدمی کل تعداد بہتر ہو گئی۔ پھر فرمایا تم میں سے دو پیچھے رہیں۔ کالب و یوشع بیٹھ گئے۔ لِمِيقَاتِنَا (ہمارے وقت مقررہ کیلئے) تاکہ وہ عبادتِ غل کے سلسلہ میں معذرت پیش کریں۔ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس جب ان کو زلزلہ نے آکھڑا) زلزلہ شدیدہ نے۔

عرض موسوی:

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ (تو موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو ہلاک کر دیتا) جو ان کی طرف سے پھڑے کی عبادت والا معاملہ پیش آیا۔ وَاِيَاىَ (اور مجھ کو بھی) میرے قبطی کو قتل کرنے کی وجہ سے

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا (کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دے گا) کیا آپ ہمیں اس بات کی سزا میں ہلاک کرتے ہیں۔ جو ہم میں سے جاہلوں نے کہا ہے اور وہ چمڑے کی پوجا کرنے والے ہیں۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (یہ واقعہ تو صرف تیری طرف سے محض ایک امتحان ہے) یہ آپ کی آزمائش ہے یہ اس قول کی طرف لوٹتا ہے۔ فَاِنَّا قَدْ فِتْنَا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ (۸۵:۵) پس موسیٰ نے کہا کہ نمبرا۔ یہ آزمائش وہی ہے جس کی آپ نے مجھے خبر دی۔ نمبر ۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ جس سے وہ اپنے بندوں کو جس طرح چاہتا ہے آزماتا ہے۔ جیسے و نبلوہم بالشر و الخیر فتنۃ (الانبیاء: ۳۵) تُعْضِلُ بَہَا (جس کے ذریعے تو گمراہی میں ڈال دیتا ہے) ابتلاء کے ساتھ مِّنْ تَشَاءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ انہوں نے گمراہی کا چناؤ کر لیا۔ وَ تَهْدِي (اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے) اس ابتلاء کے ساتھ مِّنْ تَشَاءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔ اَنْتَ وَ لَيْسَا (تو ہمارا کارساز ہے) جو ہمارے کاموں کا متولی ہے۔ فَاَغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ (پس تو ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور آپ سب معاف کرنے والوں سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں)

دوسری دعا:

آیت ۱۵۶: وَ اُكْتِبْ لَنَا (اور ہمارے نام لکھ دے) تو قائم فرما اور قسمت میں کر دے۔ فِیْ ہٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَةً (اس دنیا میں نیک حالت) عافیت، حیات طیبہ، اطاعت کی توفیق وَ فِی الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں بھی) جنت اِنَّا هٰذَا اِلَيْكَ (بے شک ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں) تیری طرف توبہ و رجوع کیا۔ ہاد یہود الیہ کا معنی لوٹنا توبہ کرنا الیہود جمع ہاد تا تب کو کہتے ہیں۔

جواب باری تعالیٰ:

قَالَ عَذَابِيْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنا عذاب تو) اس کا معاملہ یہ ہے کہ میں اُصِيبُ بِہِ مِّنْ اَشَاءُ (اسی کو دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں) یعنی میں جس کو معاف نہیں کرتا وَ رَحْمَتِيْ وَ بَعَثْتُ كُلَّ شَيْءٍ (اور میری رحمت تمام اشیاء کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے) یعنی میری رحمت کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی وسعت میں لے لیتی ہے۔ دنیا میں کوئی مسلمان اور کافر ایسا نہیں جس پر میری رحمت کا چینٹا نہ پڑا ہو۔ فَسَا تُكْفِيْہَا (سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا) یعنی اس رحمت کو اللہ دینِ یَقُوْنُ (جو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) شرک سے بچنے والی امت محمد ﷺ سے وَ یُوْتُوْنَ الزَّكٰوٰۃَ (اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں) فرض زکوٰۃ وَ اَلْدِّیْنَ ہُمْ بِاٰیٰتِنَا (اور وہ جو کہ ہماری آیات پر) ہماری تمام کتابوں پر یُوْمِنُوْنَ (ایمان لاتے ہیں) ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ

جو لوگ رسول نبی اسی کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں

فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا علم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے

لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ

پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں اور ان پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں اور طوق ہٹاتے

الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ

جس جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تحریم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو ان

الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵۷﴾

جس کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

رُوئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالت مآب ﷺ کی تعریف:

آیت ۱۵۷: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ (جو لوگ کہ ایسے رسول کی اتباع کرتے ہیں) وہ جو ہم اسی طرف وحی کرینگے اس کتاب کی صورت میں جو اس کے ساتھ خاص ہوگی اور وہ قرآن ہے۔ النَّبِيُّ (جو نبی) معجزات والے الْاٰمِيْنَ الَّذِي يَجِدُوْنَهُ (جن کو یہ لوگ پاتے ہیں) اسکی تعریف وہ لوگ پائیں گے جو بنی اسرائیل میں سے انکی اتباع کریں گے۔ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ (لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں) شُرَكَاء سے علیحدگی اور بندوں سے انصاف کا وَنَهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) عبادت اصنام اور قطع ارحام و يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ (اور وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتاتے ہیں) جو پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کی گئیں۔ مثلاً چربی وغیرہ۔ یا جو شریعت کے اعتبار سے اچھی ہیں۔ جن پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جس میں حرام کی کمائی شامل نہیں۔ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں) جو ان میں سے خبیث ہیں۔ جیسے خون، مردار، لحم خنزیر غیر اللہ کی نیازات یا جو حکم کے لحاظ سے خبیث ہیں مثلاً سود، رشوت وغیرہ برے کمائی کے ذرائع وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ (اور ان پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں) اِصْرُ اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اٹھانے والوں کو بوجھ کی وجہ سے حرکت سے روک دے۔ مراد اس سے شدید تکالیف جو ان پر ڈالی گئیں مثلاً توبہ کے لیے قتل نفس، خطا کرنے والے اعضاء کو کاٹ ڈالنا۔ قرأت: اَصْرُهُمْ شامی نے پڑھا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ (اور وہ طوق جو ان پر تھے) وہ مشکل احکام مثلاً قصاص میں قتل خواہ قتل عمد ہو یا خطا و دیت جائز نہ تھی۔ کپڑے اور چمڑے میں سے نجاست والی جگہ کو کاٹنا۔ غنائم کا جلادینا۔ گھروں کے دروازوں پر گناہوں کا ظاہر ہو جانا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی

وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یَحْیِیْ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ

اور زمین کی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی

الْاٰمِیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

امی ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر اور اس کا اتباع کر دے گا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

ان احکام کو نقل (طوق) سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اسی طرح لازم تھے۔ جیسے طوق۔ فالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (پس جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس نبی پر) حضرت محمد ﷺ پر وَعَزَّوْهُ (اور ان کی حمایت کرتے ہیں) اور ان کی تعظیم کی خبر دشمن سے انکاف قیام کیا۔

یہاں تک کہ دشمن کو ان پر قوت نہ ہو سکے۔ العذر کی اصل روکنا ہے اور تعویذ اسی سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی برائی اسی طرح روکتی ہے جس طرح حد روکتی ہے۔ وَتَصَرُّوْهُ وَاتَّبِعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهُ (اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ مع کا تعلق اتبعوا سے ہے یعنی واتبعوا القرآن المنزل مع اتباع النبی والعمل بسنتہ انہوں نے قرآن منزل کی اتباع نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ کی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ایسے لوگ ہی پوری فلاح پانے والے ہیں) ہر خیر کو پانے والے اور ہر شر سے نجات پانے والے ہیں۔

آیت ۱۵۸: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا (کہہ دیں اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں) تمام رسول اپنی اقوام خاص کی طرف مبعوث ہوئے اور حضرت محمد ﷺ تمام جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

تَحْکُوْمٌ: یہ الیکم سے جال ہے۔ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے) اعنی مفسر کی وجہ سے یہ عمل نصب میں ہے اور یہ نصب مدح کہلاتا ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

تَحْکُوْمٌ: یہ الذی کا صلہ له ملک السموات سے بدل ہے اور اسی طرح یحییٰ و یمیت بدل ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ باقی جملہ کا بیان ہے کیونکہ جو ذات تمام عالم کی بادشاہ ہے۔ وہی حقیقی الہ ہے۔ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (وہ زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے) میں الوہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص ہونے کی وضاحت کی۔ کہ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ جب احیاء و اماتت پر اور کسی کو قدرت نہیں تو الوہیت بھی اور کسی کے لائق نہیں۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمَتِهِ (پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہوں) کلمات سے مراد کتب منزلہ ہیں۔ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (اور ان کا اتباع کر دے گا کہ تم راہ پر آ جاؤ)

ترجمہ: یہاں انی رسول اللہ الیکم کے بعد اس طرح نہیں فرمایا: فامنوا باللہ و بی کہ اللہ تعالیٰ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔
تفسیر: تاکہ جو صفات آپ کی بیان کی گئیں وہ آپ پر جاری کی جائیں۔ اور انکشاف میں بلاغت کلام ملحوظ ہے۔ تاکہ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ یہ شخص ہے جو نبی الامی الذی یومن باللہ و کلماتہ سے متصف ہوا جو بھی ہو میں یا میرے علاوہ۔ دیگر اس میں منصف مزاج کے لیے انصاف کی دعوت دی گئی اور عصیبت سے الگ کر کے اپنی ذات کو پوش کیا گیا۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى اُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَيَهْدُوْنَ ۙ وَقَطَعْنَاهُمْ

اور موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور ہم نے ان کو

اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اِذَا اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗ

بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعتیں بنا دیں اور ہم نے موسیٰ کی طرف وہی بھیجی جب ان کی قوم نے پانی مانگا

اِنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ

کہ اپنی لاشی کو پتھر میں مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے

كُلُّ اَنَاسٍ مَّشْرَبُهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ ۚ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّٰ

اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ

وَالسَّلٰوٰی طُكُّوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسُهُمْ

اتارا کھاؤ تاکیزہ چیزیں اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ۙ وَاِذْ قِيلَ لَهُمْ اَسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

کرتے ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ سکونت کرو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں سے

سِتُّمْ وَقُولُوْا حِطَّةٌ ۚ وَاَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْئَتَكُمْ سَنَزِيْدُ

چاہو اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں اور دروازہ میں جھکے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم بخش دیں گے تمہاری گناہوں کو ہم غمگین اور غمگین کام

الْمُحْسِنِيْنَ ۙ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ سو ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا اس قول کو بدل دیا اس قول کے علاوہ جو ان سے کہا

لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۙ

میا۔ سو ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا اس سبب سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ:

آیت ۱۵۹: وَمِنْ قَوْمِ مُوسٰى اُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں) وہ لوگوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ حق پرست ہیں۔ نمبر ۲۔ اس حق کے سبب جس پر وہ

قائم ہیں۔ دوسروں کو حق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ وَبِهِ يُعْذَرُونَ (اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں) حق کے ساتھ اپنے مابین حکم میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اور ظلم نہیں کرتے بعض نے کہا یہ ایک قوم ہے جو چین سے آگے رہتی ہے۔ جولیلۃ المعراج میں مسلمان ہوئے۔ (مگر یہ روایت خود پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی) نمبر ۲۔ یہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی ہیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور ان پر انعامات:

آیت ۱۶۰: وَقَطَعْنَاهُمْ (ہم نے ان کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا) یعنی گروہوں میں اور ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا۔ اَلثَّنِي عَشْرَةَ اَمْبَاطًا (بارہ خاندانوں میں) جیسا کہتے ہیں الثنی عشرة قبيلة۔ الاسباط بیٹے کی اولاد جمع سبط۔ یہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں بارہ قبائل تھے۔

خروج: عشرہ تک کے علاوہ کی تمیز مفرد آتی ہے اور یہاں اسباط جمع ہے مگر یہاں مراد اثنی عشرہ قبیلہ ہے اور ہر قبیلہ سبط ہے نہ کہ اسباط پس یہاں قبیلہ کی جگہ اسباط کہہ دیا۔ معنی کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اُمَمًا (جماعتوں کی صورت میں) یہ اثنی عشرہ سے بدل ہے یعنی قطعنا ہم اُمَمًا ہم نے ان کو جماعتوں میں بانٹ دیا کیونکہ ہر اسباط ایک عظیم امت تھی اور ہر ایک کا قصد کیا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے کہ دوسری اس کی اقتداء اور قصد کرے۔ وَ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اِذَا مَسَّسْفُهُ قَوْمُهُ اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ (اور موسیٰ کو ہم نے حکم دیا جب ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو) پس انہوں نے مارا۔ فَانْبَجَسَتْ (پس پھوٹ نکلے) پس اس سے پھوٹ نکلے۔ مِنْهُ الثَّنَا عَشْرَةَ عَيْنًا (اس سے بارہ چشمے) قَدْ عَلِمَ كُلُّ اِنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا مقام جان لیا) اناس جمع مکر نہیں بلکہ اسم جمع ہے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ (اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا) تہ میں ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔ وَ اَنۡزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّٰ وَ السَّلۡوٰی (اور ان کو ترنجبین اور شیریں پہنچائیں) اور ہم نے ان کو کہا کُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوۡنَا (تم کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا) ان کے ظلم کا ضرر نقصان جو ان کے کفران نعمت کے باعث پہنچنے والا تھا۔ وہ ہم پر اثر انداز نہ تھا۔ وَلٰکِن تَکَاۡنُوۡا اَنۡفُسَہُمْ یَظَلِمُوۡنَ (اور لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے) لیکن وہ اپنے نفوس کو خود نقصان پہنچانے والے تھے۔ اور ان کے ظلم کا وبال انہی کو ملنے والا تھا۔

بیت المقدس میں داخلے کا حکم:

آیت ۱۶۱: وَ اِذۡ قِیلَ لَہُمۡ اَسۡکُنُوۡا ہٰذِہِ الْقَرۡیَۃَ (اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم اس آبادی میں جا کر رہو) اِذۡ کُرُوۡا اِذۡ قِیلَ لَہُمۡ اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا گیا اَسۡکُنُوۡا ہٰذِہِ الْقَرۡیَۃَ بیت المقدس میں وَ کُلُوۡا مِنْہَا حَیۡثُ شِئْتُمْ وَ قُولُوۡا حِطَّۃً وَ اِذۡ خُلُوۡا الْبَابَ مُسۡجِدًا نَّغْفِرْ لَکُمۡ خَطِیۡئَکُمۡ (اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا تو بہ ہے تو بہ اور

جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے)

قرأت: مدنی اور شامی نے تغفر لکم پڑھا خطینا تم کم مدنی اور خطایا کم ابو عمرو نے خطیتکم شامی نے پڑھا ہے۔
سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (اور نیک کام کرنے والوں کو مزید عنایت کریں گے)

ظالموں نے اُلٹ بات بنائی:

آیت ۱۶۲: فَكَذٰلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (پس بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر ہم نے ایک آفت آسمان سے ان پر بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے) اس میں اور دوسری آیات میں کوئی تناقض نہیں۔ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا جِوَاىِٕ سُوْرَت میں ہے۔ اور اس قول میں جو سورة البقرہ میں ہے۔ اَدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَاْكُلُوْا مِنْهَا (البقرہ: ۵۸) کیونکہ داخلہ اور سکونت پائی گئی۔ حِطَّةٌ کو دروازہ میں داخلہ سے پہلے کہا ہو۔ یا بعد میں کہا ہو مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے والے تھے۔ اور پچھلی دونوں آیات میں رد کا ذکر چھوڑ دینا اس کے دوسری آیات میں ذکر کر دینے کے مخالف نہیں۔ اور اس ارشاد الہی میں: نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ میں دو چیزوں کا وعدہ ہے۔ نمبرا۔ غفران۔ اضافہ اور واؤ کا چھوڑ دینا اس میں محفل نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ متنافہ ہے جو کسی سائل کے اس قول پر مرتب ہوتا ہے۔ کہ ماذا بعد الغفران؟ مغفرت کے بعد کیا ہوگا۔ تو جواب دیا۔ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ کہ ہم تخلصین کو اور زیادہ دیں گے۔ اس طرح منهم کا اضافہ اور ارسلا اور انزلنا اور يظلمون اور يفسقون کے الفاظ کا تبادلہ تناقض کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ الفاظ قریب المعنی ہیں۔

وَسَّأَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي

اور آپ اس بستی کے بارے میں ان سے پوچھ لیں جو دریا کے قریب آباد تھی ' جبکہ وہ لوگ سنجے کے دن میں

السَّبْتِ اِذْ تَأْتِيَهُمْ حِيَتًا نُّهْمٌ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ

زیادی کرتے تھے۔ جبکہ ان کے پاس ان کی مچھلیاں سنجے کے دن اوپر کو ظاہر ہو کر آتی تھیں اور جس دن سنجے کا دن نہ ہوتا

لَا تَأْتِيَهُمْ كَذٰلِكَ نَبَلُّوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۱۲۰ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اس دن ان کے پاس نہ آتی تھیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے اس سب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا

مِنْهُمْ لِمَ تَعْطُوْنَ قَوْمًا اَللّٰهُ مَهْلِكُهُمْ اَوْ مَعْدٍ بِهِمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۝۱۲۱ اَقَالُوْا

کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک فرمائے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب ' انہوں نے کہا

مَعْدِرَةٌ اِلٰی رَبِّكُمْ وَلَعَلَّكُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۱۲۲ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوْا بِهِ اُنْجِنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

کہ تمہارے رب کے حضور معذرت پیش کرنے کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ گناہ سے بچ جائیں۔ سو جب وہ لوگ بھول گئے اس بات کو جس کے ذریعہ ان کو نصیحت

عَنِ السُّوْءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَّيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۱۲۳

کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بھی لایا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو بچڑ لایا جنہوں نے ظلم کیا اس سب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوْا قِرْدَةً خٰسِيْنَ ۝۱۲۴ وَاِذْ تَادَنَ

پھر جب اس کام کے بارے میں وہ حد سے نکل گئے جس سے منع کئے گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ہو جاؤ بندرۂ کیل ' اور آپ کے رب نے یہ بات

رَبُّكَ لِيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يُّسُوْمُهُمْ سَوْءَ الْعَذَابِ اِنَّ

بتا دی کہ وہ قیامت کے دن تک ضرور ان پر ایسے اشخاص کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب چکھائیں گے ' بے شک

رَبُّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۝۱۲۵ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۶

اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے

بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات:

آیت ۱۲۳: وَسَّأَلَهُمْ (اور آپ ان سے حال پوچھیں) ان یہود سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ (اس بستی والوں کا) نمبر ۱۔ ایملہ، نمبر ۲۔ مدین۔ ان کے کفر و ناشکری کو مقدم کر کے یہ سوال درحقیقت ان کے کان کھولنے کے لئے ہے۔ اَلَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً

الْبَحْرِ (جو سمندر کے قریب آباد تھے) سمندر کے قریب اِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ (جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے) جبکہ وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ اور وہ ہفتہ کے دن پھلیوں کا شکار تھا۔

تَحْكَمُ: اذیعدون یہ قریہ سے بدل ہونے کی وجہ سے محل جرم میں ہے۔ یہاں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا واستلھم عن اهل القرية وقت عدوانهم في السبت یہ بدل اشتغال ہے۔ اِذْ تَأْتِيهِمْ (جبکہ ان کے سامنے آتیں تھیں) نمبر ۱۔ یہ یعدون کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا بدل ہے۔ حِثَّانُهُمْ (ان کی پھلیاں) جمع حوت واو کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یا سے بدل ہے۔ يَوْمَ مَسْتَبِيْهِمْ شُرْعًا (ان کے ہفتہ کے دن ظاہر ہو کر) اس حال میں کہ وہ پانی کی سطح پر ظاہر ہونے والی تھیں۔ شُرْعًا جمع شارع یہ حیتانہم سے بدل دیا۔ السبت یہ مصدر ہے۔ السبت اليهود کہا جاتا ہے جبکہ پھلی کا شکار ہفتہ والا دن چھوڑ کر اس کی تعظیم کریں۔ اور عبادت میں مشغول رہیں اور مطلب یہ ہے جبکہ وہ اس دن کی تعظیم کے معاملہ میں حد سے گزر رہے تھے اور اسی طرح یوم سبتہم کا معنی ہفتہ کے معاملہ میں ان کی تعظیم کا دن اور اس پر دلالت یہ آیت کر رہی ہے۔ وَيَوْمَ لَا يَسْتَوُونَ لَا تَأْتِيهِمْ (اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں) ہے یہاں یوم 'لا تاتہم کا ظرف ہے كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (اسی طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے) ان کے فسق کے سبب ہم نے ان کو اس سخت آزمائش میں ڈالا۔

ثابت قدم لوگوں کی فہمائش:

آیت ۱۶۳: وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ (اور جبکہ ان کی ایک جماعت نے اس طرح کہا) اس کا اذیعدون پر عطف ہے اور جوارعاب اس کا ہے وہی اس کا ہے۔ صلحائے قریہ کی وہ جماعت جو ان کو نصیحت کر کے مایوسی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور ان کی طرف سے بہت تکالیف اور مشکلات بھی اٹھا چکی تھی دوسری جماعت کو کہنے لگی جو کسی صورت نصیحت سے علیحدگی اختیار کرنے کو تیار نہ تھی۔ لِمَ تَعْطُونَ قَوْمًا اللّٰهُ مَهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا (کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں) انہوں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو وعظ فائدہ نہ دے گا۔ قَالُوا مَعذِرَةٌ اِلٰی رَبِّنَا (انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کیلئے) یعنی ہماری نصیحت تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کے لئے ہے تاکہ نبی عن امکنہ میں ہماری نسبت تفریط کی طرف نہ کی جائے۔ معذرة کو حفص نے نصب کے ساتھ مفعول لہ ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی وعظناہم لمعذرة وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں) اس طبع میں کہ شاید وہ بچ جائیں۔

ترک نصیحت پر عذاب:

آیت ۱۶۵: فَلَمَّا نَسُوا (سو جب وہ بھول گئے) یعنی جب اہل قریہ نے چھوڑ دیا مَاذُكِّرُوا بِہ (اس بات کو جس کے ذریعے ان کو نصیحت کی گئی تھی) جو صالحین نے ان کو نصیحت کی تھی۔ جیسا کہ بھولنے والا بھلائی ہوئی چیز کو چھوڑتا ہے۔ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ (نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے) سخت عذاب سے وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوا (تو ہم

نے پکڑ لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا) مگر کار تکاب کرنے والے اور وہ لوگ جو لم تعظون کہنے والے تھے وہ بھی نجات پانے والے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو جماعتیں عذاب سے بچ سکیں اور ایک گروہ ہلاک ہوا جنہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تھا۔ بعد ازاں بیس سخت۔ کہا جاتا ہے کہ ہوس بیوس باسا جبکہ وہ زیادہ سخت ہو جائے تو بیس کہلاتا ہے۔
 قراءت: شامی نے بیس پڑھا مدنی نے بیس پڑھا۔ بیس فیعل کے وزن پر۔ ابو بکر نے حماد کے علاوہ پڑھا: بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔ (کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے)

حد توڑنے پر سزائے مسخ:

آیت ۱۶۶: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ (جب وہ اس کام میں حد سے نکل گئے جس سے ان کو روکا گیا تھا) اسکو چھوڑنے سے جو ممنوع تھی۔ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ) یعنی ہم نے ان کو ذلیل بندر بنا دیا۔ اس حال میں کہ وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والے تھے۔ فلما عتوا یہ فلما نسوا کی تکریر ہے۔ اور عذاب بیس مسخ کا عذاب تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نو: ان بدر بن گن اور بو: بن کاذب۔ اگیا تھا۔ وہ اپنے اقارب کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر کلام نہ کر سکتے تھے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وہ تین دن بعد مر گئے بعض نے کہا کہ وہ باقی رہے اور ان کی نسل چلی۔

سزایافتہ یہود:

آیت ۱۶۷: وَادْعَاؤُنَّ رَبَّنَا (اور وہ وقت یاد کرنا چاہنے جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی) جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔ اس کو فعل قسم کی جگہ لایا گیا اس لیے جواب میں قسم والا معاملہ کیا گیا۔ کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ لائے۔ لَبِيعْنًا عَلَيْهِمْ (وہ ضرور ان پر مسلط کرتا رہے گا) یعنی اس نے اپنے ذمہ لے لیا کہ وہ یہود پر ضرور دوسروں کو مسلط کریں گے۔ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يَسْأَلُهُمْ (جو ان کو قیامت کے دن تک تکلیف دیتا رہے گا) جو ان پر ذمہ دار ہو۔ سُوءَ الْعَذَابِ (سخت سزا کی) وہ مجوس کو جزیہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے بھی ان پر جزیہ مقرر فرمایا۔ اور آخری زمانے تک لگایا جائے گا۔ اِنَّ رَبَّنَا لَسَرِيعُ الْعِقَابِ (بیشک آپ کا رب جلدی ہی سزا دے دیتا ہے) کفار کو وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے) ایمان والوں کیلئے۔

وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَهُمْ

اور ہم نے زمین میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں۔ ان میں نیک لوگ تھے اور ان میں دوسری طرح کے بھی تھے اور ہم نے ان کو خوشحالیوں اور بدحالیوں

بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ

کے ذریعہ آزمائے تاکہ باز آ جائیں ' پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جو کتاب کے وارث بنے

يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُ

جو اس گھیا چیز کے سامان کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غفریب ہماری مغفرت کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اسی جیسا اور سامان آ جائے

يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ

تو اسے لے لیتے ہیں کیا ان سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف حق کے سوا کسی بات کی نسبت نہ کر دو

وَدَرَسُوا مَا فِيهِ وَالذَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِينَ

اور انہوں نے اس کو پڑھ لیا جو کتاب میں ہے اور آخرت کا گھران لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟ اور جو لوگ

يَمْسِكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۲۰﴾ وَادْنَقْنَا

مضبوطی سے کتاب کو پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بیشک اصلاح کرنے والوں کا ثواب اللہ ضائع نہیں فرماتا ' اور جب ہم نے

الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَانَتْ ظُلَّةً وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

ان پر آٹھار ڈیا پہاڑ گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے ' جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۲۱﴾

اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو تاکہ تم تھوڑی اختیار کرو۔

زمین میں منتشر کر دیا:

آیت ۱۶۸: وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا (اور ہم نے متفرق کر دیں زمین میں ان کی جماعتیں) ہم نے ان کو زمین میں متفرق

کر دیا۔ کوئی ملک اس فرقہ سے خالی نہیں۔ مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ (بعضے ان میں سے نیک تھے) نمبر ۱۔ وہ جو ان میں سے مدینہ میں

ایمان لائے۔ نمبر ۲۔ جو چین کے پیچھے ہیں وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ (بعضے ان میں اور طرح کے تھے) ان میں کچھ لوگ جو اس وصف

سے خالی ہیں وہ فاس ہیں۔

نَجْوٰی: دون ذلك محل رفع میں ہے یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ان میں سے ایک گروہ بھلائی سے گرا ہوا ہے۔ تقدیر عبارت منهم ناس دون ذلك منحطون عن الصلاح وَبَلَّوْا نَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ (اور ہم ان کو آزماتے رہے خوشحالیوں اور بدحالیوں سے) وہ متنبہ ہوئے پس ان کو ثواب دیا جائے گا۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید وہ باز آجائیں) نَالَا لِقَوْلِ كِي آمد:

آیت ۱۶۹: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ان کے بعد جانشین ہوئے) ان مذکورین کے بعد خَلَفَ (نالائق لوگ) یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ خلف نالائق اور خلف لام کے فتح کے ساتھ لائق جانشین کو کہتے ہیں۔ وَرَوُّوا الْكِتَابَ (جنہوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا) تورات اور اس کے اوامر و نواہی کی اطلاع پائی اور حلال و حرام کو جاننا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْاَدْنٰی (یہ لوگ دنیا کے حقیر مال کو لے لیتے ہیں) یہ ورثہ کی ضمیر سے حال ہے۔ العرض۔ سامان بدلہ اس چیز کا حقیر ہے مراد اس سے دنیا اور اس کی اشیاء ہیں۔ یہ الدنوی سے ہے جس کا معنی قرب ہے کیونکہ وہ جلد آنے والی قریب ہے۔ اور اس سے مراد احکام کے سلسلہ میں لے جانے والی رقوم اور اسی طرح کلمات کی تحریف پر جانے والا کل مال مراد ہے۔ هذا الادنیٰ کہہ کر اس چیز کی خست اور تحقیر ظاہر فرمائی۔ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اور کہتے ہیں ہماری مغفرت ہو جائے گی) جو ہم لیں اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ فرمائے گا۔ نمبر ۱۔ فعل کی اسناد الاخذ کی طرف ہے۔ نمبر ۲۔ جار مجرور کی طرف یعنی لنا وَإِنْ يَأْخُذْهُمْ عَرَضٌ مِّثْلُ هَذَا فَخُذُوْهُ (حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی سامان دنیا آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں) واؤ حالیہ ہے۔ کہ ایک طرف مغفرت کے مدعی اور دوسری طرف قبیح افعال پر اصرار کرنے والے اور ان کو بار بار نونانے والے۔ اور اس سے توبہ نہ کر نیوالے۔ اَلَمْ يُوْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّثَاقُ الْكِتَابِ (کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا پکا وعدہ نہیں لیا گیا) یعنی وہ میثاق جو کتاب میں مذکور ہے۔ اَنْ لَا يَقُولُوْا عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ (کہ اللہ کی طرف سچی بات کے سوا اور کسی بات کی نسبت نہ کریں) یعنی ان سے یہ میثاق لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچی بات کہنا۔ یہ میثاق کتاب کا عطف بیان ہے۔ وَذَرَسُوْا مَا فِيْهِ (اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا) انہوں نے کتاب میں جو کچھ ہے وہ پڑھا اس کا عطف الم یوخذ علیہم پر ہے کیونکہ یہ تقدیر ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے اخذ علیہم میثاق الكتاب و درسوا ما فیہ ان سے کتاب میں میثاق لیا گیا اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا وہ پڑھا۔ وَالذَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ (اور آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) اس حقیر سامان سے لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو پرہیز کرتے ہیں) رشوت اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (پھر کیا تم نہیں سمجھتے) کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بات اسی طرح ہے۔

قرأت: مدنی وحفص نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

حالیین کتاب قابل بدلہ ہیں:

آیت ۱۷۰: وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ (اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں) قرأت: ابو بکر نے يُمَسِّكُوْنَ پڑھا ہے اور الامساك اور التمسك کسی چیز کو مضبوطی سے تھامنا۔ اور اس سے چمٹنا۔ وَاقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کی پابندی کرتے ہیں) یہاں

نماز کو خاص کر ذکر کیا۔ باوجود اس کے کہ تمسک بالکتاب تو ہر عبادت کو شامل ہے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔
نَجْوٰی: نمبر ۱۔ الذین مبتداء ہے اور انالا نصیع اس کی خبر ہے۔ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ (ہم ان اصلاح والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے) یعنی ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ نمبر ۲۔ جائز ہے کہ یہ مجرور ہو اس صورت میں اس کا عطف الذین یتقون پر ہوگا۔ اور انالا نصیع جملہ معترضہ ہوگا۔

بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا:

آیت ۱۷: وَ اِذْ تَنْقَضَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ (اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر معلق کر دیا) اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے اس کو اکھاڑا اور ان پر بلند کیا جیسا کہ ارشاد ہے وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ (انشاء ۵۳) کَاَنَّهٗ ظِلَّةٌ (چھت کی طرح) ظلمہ ہر وہ چیز جو تم پر سایہ کرے۔ جیسے چھپر یا بادل۔ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُ وَاَقَعَ بِهٖمْ (اور ان کو یقین ہوا کہ اب وہ ان پر گرا چاہتا ہے) انہوں نے گرنے کا یقین کر لیا اور یہ اس وجہ سے پیش آیا کہ انہوں نے تورات کے احکام سخت ہونے کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو بوجھل سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو ان پر لشکر کی مقدار کے مطابق بلند کر دیا۔ اور وہ ایک فرسخ ۳×۳ میل تھا۔ اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اگر تم تورات کے احکام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ طور تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انہوں نے پہاڑ کو دیکھا تو ہر آدمی بائیں ابرو پر گر پڑا اور دائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں ان پر آگرے اس لیے تو یہودی بائیں ابرو پر بجدہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہی بجدہ ہے جس کی وجہ سے ہم سے سزا کو ہٹایا گیا۔ اور ہم نے انہیں کہا کہ خُذُوْا مَا اَتَيْنٰكُمْ (قبول کرو جو احکام اس میں ہیں) یعنی کتاب بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) اس کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا عزم کرتے ہوئے۔ وَ اِذْ كُرُوْا مَا فِیْهِ (اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو) اور امر و نواہی اور ان کو مت بھلاؤ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (تا کہ تم متقی بن جاؤ) جس پر تم ہو۔

وَ اِذْ اَخَذَرَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى

اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰٓى شَهِدْنَا اَنْ تَقُولُوْا يَوْمَ الْقِيَمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ

گواہ بنایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں ہم نے اقرار کر لیا کہ تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ بیشک ہم

هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝۱۳۱ اَوْ تَقُولُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

اس سے غافل تھے یا یوں کہو کہ پہلے سے ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا اور ہم ان کے بعد میں آنے والی اولاد تھے

اَفْتَهٰۤیكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۱۳۲ وَكَذٰلِكَ نَفْصَلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۳۳

کیا آپ ہم کو باطل عمل والوں کے نسل کی وجہ سے ہلاک کرتے ہیں اور ہم ایسے ہی واضح طور پر آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ ٹوٹ رجوع ہو جائیں۔

بیثاق بنی آدم اور عہد الست:

آیت ۱۳۱: وَ اِذْ اَخَذَرَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ (اور جبکہ آپ کے رب نے اولادِ آدم کو نکالا) اسی وا ذکر اذ اخذ یہاں ا ذکر محذوف ہے مِنْ ظُهُورِهِمْ (ان کی پشتوں سے) یہ بنی آدم سے بدل ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے واخذ ربك من ظهور بني آدم جب اللہ تعالیٰ نے ظہور بنی آدم سے بیثاق لیا۔ ذُرِّيَّتَهُمْ اور اخذ ذریت کا معنی باپوں کی اصحاب سے انکا نکالنا ہے۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰٓى شَهِدْنَا (اور ان سے ان کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ ہم سب گواہ بنتے ہیں) یہ باب تمثیل سے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ربوبیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے اور اس پر ان کی عقول کو گواہ بنایا۔ اور جو عقول ان میں رکھی گئی تھیں۔ اور جن عقول کو ہدایت و ضلالت میں تمیز کر نیوالا بنایا تھا گویا کہ خود ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا۔ اور اس کو پختہ کیا اور انہیں فرمایا۔ الست بر بکم گویا کہ انہوں نے کہا بلی انت ربنا شہدنا علی انفسنا و اقربنا بوحدانیتک کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے ہم نے اپنے نفسوں پر گواہی دی اور تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ اَنْ تَقُولُوْا (تاکہ تم لوگ نہ کہنے لگو) یہ مقول لڑ ہے یعنی ہم نے ایسے دلائل قائم کئے کہ جن کی صحت پر عقول شاہد ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ قیامت کو کہنے لگیں۔ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (قیامت کے روز کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے) ہم ان پر متنبہ نہ ہو سکے۔

انقطاع اعذار:

آیت ۱۳۳: اَوْ تَقُولُوْا ۱ (یا یوں نہ کہنے لگو) او کر اھۃ یا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ (کہ ہمارے بڑوں نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے) ہم نے ان کی افتدائی کیونکہ توحید

پر دلائل کا قائم کرنا اور جس سے وہ متنبہ ہوں وہ ان کے ساتھ قائم کیے پس ان کے پاس ان سے اعراض کرنے کے لیے کوئی عذر نہیں۔ اور رہی آباء کی اقتداء جس طرح آباء کا کوئی عذر شرک کے سلسلے میں قابلِ سماعت نہیں اس کے دلائل توحید ان کے لئے بھی قائم تھے۔ اَفْهَلُكُمْ بَعَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں) وہ ہمارے لیے شرک کا باعث تھے کیونکہ انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی اور ہمارے لیے طریقہ چھوڑا۔

آیت ۱۷۴: وَكَذَلِكَ (اور اسی طرح) اس مبلغ تفصیل کے بعد نُفَصِّلُ الْاٰلٰیۃ (ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ان کے لیے وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (اور تاکہ وہ باز آجائیں) اپنے شرک سے ہم ان کی تفصیل کرتے ہیں۔ اہل تفسیر میں سے محقق علمائے تفسیر نے یہی تفسیر کی ہے جن میں شیخ ابو منصور الزجاج، زحشری ہیں۔ جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چوٹیوں جیسی چھوٹی شکلیں دے کر نکالا اور ان سے عیثاق ربوبیت اس قول سے لیا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ پس انہوں نے ہتلی سے جواب دیا۔ علماء نے فرمایا یہی وہ فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور آدم کو انہیں چوٹیوں جیسی چھوٹی شکل میں دکھایا۔ اور ان کو عقل عنایت فرمائی اور فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ میں ان سے عہد لوں گا کہ وہ میری عبادت کریں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دخول جنت سے قبل مکہ و طائف کے مابین پیش آیا ایک اور قول یہ ہے کہ جنت سے اتارے جانے کے بعد۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت میں پیش آیا۔ پہلے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من بنی ادم من ظہورہم جمع فرمایا من ظہور آدم نہیں فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمیں یہ یاد نہیں تو پھر ہماری دلیل کیسے بنے گی۔

قرأت: ذریتہم مدنی، بصری، شامی نے پڑھا ہے۔ اور ابو عمرو نے اَوْتَقُولُوا کو اَوْ يَقُولُوا پڑھا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَاسْلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ

اور آپ ان کو اس قصہ کا حال پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ

مِنَ الْغَوِينَ ﴿۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

مگراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کو بلند کر دیتے لیکن وہ بالکل ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَٰلِكَ

سواں کی ایسی حالت ہے جیسے کتے کی حالت ہوتی ہے۔ اگر تو اس پر بوجھ لاوے تب بھی باپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی باپے۔

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۷۶﴾

مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ قصوں کو بیان کیجئے تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسُهُمْ كَانُوا بِظُلْمٍ ﴿۷۷﴾

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ:

آیت ۱۷۵: وَآتْلُ عَلَيْهِمْ (اور ان کو پڑھ کر سنائیں) یہود پر نبیاً الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا (اس کا حال جس کو ہم نے اپنی آیات دیں) یہ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ یلعزم بن باعوراء تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب کا علم ملا۔ فَاسْلَخَ مِنْهَا (پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا) وہ ان آیات سے اس طرح نکل گیا کہ اس نے انکا انکار کر دیا۔ اور ان آیات کو پیچھے پیچھے پھینک دیا۔ فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ (پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا) شیطان اس کو پیچھے سے ملا اور اس کو آلیا اور اس کا ساتھی بن گیا۔ فَكَانَ مِنَ الْغَوِينَ (پس وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا) وہ گمراہ کفار میں سے ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بدو عا کرے۔ مگر اس نے انکار کر دیا لیکن وہ اس کو چپے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے بدو عا کر دی اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔

آیت ۱۷۶: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ (اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کر دیتے) علمائے ابرار کے مقامات کی طرف بہا (ان آیات کی وجہ سے) ان آیات کے ساتھ وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا) وہ دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس میں خوب رغبت ظاہر کی۔ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ (اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا) دنیا اور اس کی لذات کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں ترجیح دینے میں۔

خواہش پرستی میں کتے کی مثال:

لَمَعَلَّكَ كَمَلًا الْكَلْبُ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ (اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی اگر تو اس پر حملہ کرے) ڈانٹنے اور دھکے مارے بُلْهَتْ اَوْ تَتْرُكُهُ (تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے) بغیر دھکے مارے بُلْهَتْ (تب بھی ہانپے) مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی خست اور کمینگی میں کتے کی طرح ہے جو اپنی انتہائی قبیح حالت و صورت میں ہو۔ اور وہ حالت اس کا ہمیشہ چاہتا ہے اس پر حملہ آور ہوں اور بھڑکا کر اس کو دھکے کریں یا بلا تعرض اس کو چھوڑ دیں اور یہ اس طرح ہے تمام حیوانات اس وقت ہانپتے ہیں جب وہ حرکت کریں مگر کتا سب سے مختلف ہے کہ دونوں حالتوں میں ہانپتا ہے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا: لکنہ اخلد الی الارض فحططناه ووضعنہ منزله لیکن وہ زمین کی طرف مائل رہا پس ہم نے ان کو گرا دیا اور اس کے مرتبے کو گرا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے یہ تمثیل رکھ دی۔ جو کہ اس مقصد کو زیادہ بلیغ انداز میں پیش کر کے اور دیگر کئی فوائد پر مشتمل ہے۔

بَحْمَلُ: جملہ شرطیہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح کہا گیا کمل الکلب ذلیلاً دائم الذلۃ لاهنا فی الحالین کتے کی طرح ہمیشہ ذلیل اور دونوں حالتوں میں ہانپنے والا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب بلم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعا کی تو اس کی زبان نکل آئی اور اس کے سینے پر لٹکنے لگی اور وہ اسی طرح ہانپنے لگا جس طرح کتا ہانپتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے اس کو فصاحت کرو یا چھوڑ دو فائدہ ندار۔ عطاء کہتے ہیں کہ جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل نہ کیا وہ کتے کی طرح ہے اس کو دھکے مار دیا چھوڑ دو بھونکتا ہے۔ ذَلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِآیٰتِنَا (یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہود میں سے اس کے باوجود کہ انہوں نے تورات میں رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں پڑھ لیں۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ اور جو کچھ اس میں ہے اور انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت کے قرب کی لوگوں کو بشارتیں دیں۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ (پس آپ اس حالت کو بیان کر دیں) یعنی بلم کا واقعہ جو ان کے واقعات کی طرح ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (شاید کہ وہ لوگ کچھ سوچیں) پس اس انجام سے محتاط ہو جائیں جبکہ وہ اس جیسی سیرت اختیار کریں۔

جھٹلانے والوں کا برا انجام:

آیت ۷۷: مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِآیٰتِنَا (ان لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں) یعنی قوم کی مثال۔ مصاف کو حذف کر دیا۔ ساء کا قائل ضمیر ہے یعنی ساء الشمل مثلاً اور مثلاً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَانْفُسَهُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ (اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں) اس کا عطف کذا پر ہے۔ نمبر ۱: پس یہ صلہ کی جگہ میں داخل ہو جائے گی۔ یعنی الذین جمعوا بین التکذیب بآیات اللہ و ظلم انفسهم وہ لوگ جنہوں نے تکذیب آیات اور ظلم انفس کو جمع کیا نمبر ۲۔ صلہ سے منقطع ہو تو ما ظلموا الا انفسهم بالتکذیب انہوں نے تکذیب سے اپنے ہی نفسوں پر ظلم کیا۔ مفعول کو مقدم، اختصاص کے لیے کیا۔ یعنی خصوا انفسهم بالظلم ولم يتعد الی غیر ہا انہوں نے اپنے نفسوں کو ظلم کے ساتھ خاص کر لیا اور ظلم ان سے آگے دوسروں کی طرف نہ بڑھا۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَمَنْ يُضِلِّ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ ﴿۱۷۸﴾

جسے اللہ ہدایت دے ' سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور وہ جسے گمراہ کرے تو یہ لوگ ہیں نقصان میں پڑنے والے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِهَآذِ

اور تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کے لئے بہت سے جنات کو اور بہت سے انسانوں کو ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں؟

وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِهَآذِ وَلَهُمْ أَذْنَٰنٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِهَآذِ ۚ أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ

اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ آضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۷۹﴾

بلکہ یہ ان سے بڑھ کر بہراہ ہیں ایسے لوگ غفلت والے ہی ہیں۔

طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے:

آیت ۱۷۸: مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے پس ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے) لفظ پر محمول کیا وَمَنْ يُضِلِّ (اور جس کو وہ گمراہ کر دے) جس کو وہ گمراہ کرے فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ (پس ایسے ہی لوگ خسارہ میں رہتے ہیں) اس کو معنی پر محمول کیا جائے اگر بقول معتزلہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف بیان کا نام ہوتا تو کافر و مؤمن برابر ہوتے۔ کیونکہ بیان دونوں کے حق میں ثابت ہونے والا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور معونت اور عصمت ہوتی ہے اگر یہ کافر کو حاصل ہو جائے تو وہ راہ ہدایت پائے جیسا مؤمن پاتا ہے۔

دوزخی لوگوں کا مزاج، دل، آنکھ، کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے:

آیت ۱۷۹: وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (اور ہم نے بہت سے جن و انس کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) وہ دونوں فریق کفار ہیں جو اللہ کی آیات میں تدبر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا اختیار کفر معلوم ہے۔ پس ان سے کفر کو چاہا اور ان میں اس کو پیدا کیا اور اسی وجہ سے انکا ٹھکانہ جہنم بنا دیا اس آیت اور دوسری آیت میں کوئی منافات نہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي (الذاریات: ۵۶) کیونکہ ان میں سے عبادت کے لیے ان کو پیدا کیا جن کے متعلق جانا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے اور جن کے بارے میں جانا کہ وہ کفر کریں گے پس ان کو اس کے لیے پیدا کر دیا جس کے متعلق جانا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جن کے متعلق ازل میں علم الہی ظہر اچکا کہ اس سے عبادت ہوگی اس کو عبادت کے لئے پیدا کر دیا اور جس کے بارے میں ازل میں جانا کہ اس سے کفر ہوگا اس کو اس کے لئے پیدا کر دیا بہت سے ایسے عام ہیں جن سے خاص مراد لیا جاتا ہے۔ باقی رہا معتزلہ کا یہ قول کہ کلام یہاں عاقبت کا ہے۔ یعنی جن کا انجام جہنم تھا اسی طرح کر دیا گیا ان کی خلقت جہنم کے لیے کی گئی یہ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا ۚ وَذَرُوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِهِ ۚ

اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سو تم اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾

عقرباب ان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

قول صرف ارادہ معاصی سے فرار اختیار کرنے اور آیت کو ظاہر سے موڑنے کا راستہ ہے۔ لَہُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِہَا (ان کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے) حق کو اور نہ ہی اس میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ وَلَہُمْ اَعۡیُنٌ لَا یُبۡصِرُوْنَ بِہَا (اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے) رشد کو وَلَہُمُ الْاٰذَانُ لَا یَسْمَعُوْنَ بِہَا (اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے) وعظ و نصیحت کو اَوَّلَیۡکَ کَمَا لَا نَعَامَ (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں) عدم تفقہ اور عبرت حاصل نہ کرنے میں اور تفکر کی خاطر کان نہ لگانے میں بَلْ ہُمۡ اٰصَلٌ (بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں) چوپایوں سے۔ کیونکہ انہوں نے عقول صحیح کی مخالفت کی اور رسول سے معاندت کی اور فضولیات کے پیچھے پڑے رہے۔ پس چوپایوں کے منافع طلب کیے جاتے ہیں اور ان کے نقصانات سے بچا جاتا ہے اور یہ اپنے نقصان ہی سے واقف نہیں۔ اس لئے انہوں نے آگ کو پسند کر لیا اور زرا سوچو مکلف ذمہ دار اور معذور قرار دے کر چھوڑا ہوا کیونکہ برابر ہو سکتے ہیں۔

انسان کی چار اقسام:

انسان کی چار اقسام ہیں۔ نمبر ۱۔ انسان روحانی۔ نمبر ۲۔ شہوانی۔ نمبر ۳۔ سمادی۔ نمبر ۴۔ ارضی۔

نمبر ۱۔ انسان روحانی اگر روح خواہش پر غالب آجائے تو ملائکہ سے بھی بڑھ جائے۔ نمبر ۲۔ شہوانی خواہش روح پر غالب آجائے تو بہائم سے بھی نیچے اتر جائے۔ نمبر ۳۔ سمادی اگر روح غلبہ پا کر آسمان کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو جائے۔ نمبر ۴۔ ارضی۔ شہوات غلبہ پا کر زمین ہی کا رہ گیا۔ اَوَّلَیۡکَ ہُمُ الْغٰفِلُوْنَ (یہ لوگ غافل ہیں) وہ غفلت میں کامل ہیں۔

آیت ۱۸۰: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (اور اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے نام سب سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے بعض نام وہ ہیں۔ نمبر ۱۔ جن کا وہ حقداران کے حقائق کی وجہ سے ہے مثلاً القدیم ہر چیز سے پہلے الباقی ہر چیز کے بعد القادر ہر چیز پر قابو پانے والا۔ العالم ہر چیز کو جاننے والا۔ الواحد وہ اکیلا جس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ نمبر ۲۔ دوسری قسم وہ نام جنکے نفوس آثار کی وجہ سے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً الغفور الرحیم، الشکور، الحلیم، نمبر ۳۔ ایسے اسماء جن کو اپنانا واجب ہے مثلاً الفضل العفو۔ نمبر ۴۔ ایسے نام جو احوال کی نگہبانی کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً السبع، البصیر، المقدر۔ نمبر ۵۔ وہ نام جو اجلال کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً العظیم، البہار، الکبیر۔ فَادْعُوْهُ بِہَا (پس انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا کرو) پس اس کے یہی نام لَوْ ذَرُّوْا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِهِ (اور ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے

وَمَنْ خَلَقْنَا اُمَّةً يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۸۱ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۲ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝۱۸۳ اَوَلَمْ

ہم ان کو اس طرح ڈھیل دیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے

يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ حِجَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۸۴ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب کو کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَّاَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

اور زمین کی بادشاہت میں اور دوسری چیزوں میں غور نہیں کیا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں اور اس بات میں کہ ان کی اجل قریب

اَجَلُهُمْ فَبِآيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۵ مِّنْ يُّضِلُّ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَّهٗ ۚ وَ

آجپنی ہو۔ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور

يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۸۶

وہ انہیں گمراہی میں پھینکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

ہیں) اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے ناموں کو چھوڑ دو۔ جو ان ناموں کے سلسلہ میں حق و صواب سے مائل ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کے علاوہ نام رکھتے ہیں۔ ایسا نام رکھنا جائز نہیں مثلاً اس طرح کہیں یا سخی۔ یا رفیق، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام یہ نہیں بتلائے اور الحاد یہی ہے کہ اس کے ایسے نام رکھنا جس میں جسمیت، جوہر، عقل، علت پائی جائے۔

قرآنت: ہمزہ نے تَلْحَدُوْنَ پڑھا ہے لحد اور الحد کا معنی ایک ہے یعنی مائل ہونا۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی)

واعیانِ حق:

آیت ۱۸۱: وَمَنْ خَلَقْنَا اُمَّةً يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (اور ہماری مخلوق میں) جنت کے لئے کیونکہ یہ ولقد ذرأنا لجنہم کے مقابلہ کے لئے ہے۔ اُمَّةً يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُوْنَ (ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے موافق عدل کرتا ہے) اپنے احکام میں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے علماء اور داعیانِ دین مراد ہیں۔

حجیت اجماع:

مَنْبِتْنَلْہ: اس میں دلالت ہے کہ ہر زمانہ کے اہل حق کا اجماع حجت ہے۔

مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے:

آیت ۱۸۲: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو آہستہ آہستہ لئے جا رہے ہیں) ان کو عنقریب آہستہ آہستہ اتاریں گے۔ ایسی چیز کی طرف جو ان کو ہلاک کر دے گی۔ مَن حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں) کیا مقصود اس سے ہے اور وہ اس طرح کہ گمراہی میں انہماک کے باوجود ان پر متواتر انعامات کرے۔ جب نئی نعمت آئے تو ان کا تکبر بڑھ جائے۔ اور ان کی معصیتیں جدید ہو جائیں۔ پھر وہ معاصی میں درجہ بدرجہ اترتے جائیں۔ پے درپے انعام کی وجہ سے یہ گمان کر کے کہ متواتر انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترجیح اور قرب کی بناء پر ہیں حالانکہ وہ رسوائی اور رحمتوں سے دور ہٹانا ہے۔ یہ درجہ سے باب استعجال درجہ بعد درجہ بدرجہ چڑھانا یا اتارنا کہ خبر بھی نہ ہو۔

امہال مجرمین:

آیت ۱۸۳: وَأُمْلِي لَهُمْ (اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں) اس کا منستدر جہم پر عطف ہے مگر یہ سین کے حکم میں داخل نہیں۔ اس لیے اس کا معنی امہالہم میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ اِنْ تَحْبِرْهُ فِتْنًا (بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) میری پکڑ سخت ہے۔ اس کو کید سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کید کے مشابہ ہے کہ ظاہر میں یہ احسان اور حقیقت میں خسران اور ندمان ہے۔ آیت ۱۸۴: جب کفار نے نبی اکرم ﷺ کی نسبت جنون کی طرف کی تو یہ آیت اتری۔

کفار کے اعتراض جنون کا جواب:

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ (کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو نہیں ہے) محمد ﷺ۔ مانافہ ہے وقف کے بعد یعنی کیا وہ اپنی بات کو نہیں سوچتے۔ پھر جنون کی آپ ﷺ سے نفی فرمائی۔ مَن جَنَّةٍ (ذرا بھر جنون) جَنَّة کا معنی جنون ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (وہ تو صرف ایک صاف ڈرانے والے ہیں) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منذر اور اس کے انداز کو واضح کرنے والے ہیں۔

غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے:

آیت ۱۸۵: اَوَلَمْ يَنْظُرُوا (کیا انہوں نے غور نہیں کیا) دلیل حاصل کرنے کی نظر سے فی مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی حکومت میں) ملکوت عظیم بادشاہی وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں) اور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اور جس پر شکی کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ اپنی ان گنت اجناس و اعداد کے ساتھ وَأَنّٰ عَسٰی (کہ ممکن ہے) یہ اَنْ محققہ من المثلہ ہے اور اصل اس طرح ہے اِنَّہٗ عَسٰی، ہمیر شان ہے اور ملکوت پر عطف کی وجہ سے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا لَوْحٌ قَاهٍ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہے؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر

الْأُمُورَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ الْآبَغْتَةُ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ

وہی ظاہر فرمائے گا وہ آسمانوں میں اور زمین میں بھاری پڑ جائے گی تمہارے پاس چاک ہی آجائے گی وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کے بارے میں کھل

عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸۷﴾

مطلوبات حاصل کر چکے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

موضع جرم میں واقع ہے مطلب یہ ہے کیا وہ غور نہیں کرتے اس بات میں کہ حالت و بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اَنّی یُکُونُ قَدْ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ (کہ ان کا وقت مقررہ قریب آپہنچا ہو) شاید کہ وہ جلدی مرجائیں پس ان کو غور میں جلدی کرنی چاہیے اور حق کی تلاش اور اس چیز کو جو ان کو اچانک موت اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے بچا سکتی ہو۔ جلد ڈھونڈنا چاہے۔ قَبَائِلُ حَدِيثٍ بَعْدَهُ یُؤْمِنُونَ (پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) ہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یؤمنون جب کہ وہ ایمان نہ لائیں یہ عسلیٰ ان یکون قد اقترب اجلهم کے متعلق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ لعل اجلهم قد اقترب فما لهم لا یبا درون الايمان بالقران قبل الموت و ماذا ينظرون بعد وضوح الحق - وبائی حدیث احق منه یویدون ان یؤمنوا - شاید کہ ان کا وقت مقررہ قریب ہو پس انہیں کیا ہو گیا کہ پھر قرآن پر موت سے پہلے ایمان لانے میں جلدی نہیں کرتے؟ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اب یہ کس چیز کے منتظر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔

گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا:

آیت ۱۸۶: مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ (جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا) یعنی اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے۔ وَيَذَرُهُمْ (اور وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے) قراءت: عراقی نے یہاں سے پڑھا ہے اور حمزہ و علی نے محل فلا هادی له پر عطف کر کے یذرهم جزم سے پڑھا ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے مَنْ يَضِلُّ اللَّهُ لَا يَهْدِيهِ احَدٌ وَيَذَرُهُمْ رَفَعِ فِي صُورَتِ فِي جُمْلَةٍ مُسْتَقْفَہِ اَوْرُوہِ يَذَرُهُمْ ہے باقی قراء نے نذرهم پڑھا ہے۔ فِی طُعْيَانِهِمْ (ان کی گمراہی میں) اپنے کفر میں یَعْمَهُونَ (وہ بھٹکتے پھریں) حیران ہیں۔

وقوع قیامت کا سوال:

آیت ۱۸۷: جب یہودی قریش نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو یہ آیت اتری۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ (یہ لوگ آپ

سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں) یہ قیامت کے اسمائے غالبہ میں سے ہے جیسے ثریا کو نجم کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ قیامت کو ساعت کہنے کی وجہ اس کا اچانک آنا ہے۔ نمبر ۲۔ اس میں بہت جلد حساب ہوگا۔ نمبر ۳۔ قیامت اپنی طوالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی ایک ساعت کی طرح ہے۔ اِنَّا نَ (کہ کب ہوگا) کب یہی اس سے اشتقاق کیا گیا ہے اس کا وزن فعلان ہے کیونکہ اس کا معنی اس وقت؟ ہے مُرْسَلًا (اس کا وقوع) اس کا لنگر انداز ہونا۔ آنا یہ المدخل کی طرح مصدر میمی ہے۔ ادخال کے معنی میں ہے۔ مراد وقت ارسانہا ای الباتھا اس کے ثابت و قائم ہونے کا وقت مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم فرمائیں گے۔

وقوع قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے:

قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي (آپ فرمادیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے) یعنی اس کی آمد کا وقت اس نے اپنے ہاں رکھا ہے۔ کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو بھی خبر نہیں دی تاکہ یہ بات اطاعت کی طرف زیادہ رجحان کا سبب بنے۔ اور معصیت سے زیادہ رکاوٹ لائے جیسا کہ خاص وقت مقررہ موت بالکل مخفی ہے۔ اسی لیے لَا يُجَلِّيهَا لِوَفِيِّهَا إِلَّا هُوَ (اس کے وقت پر اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا) اللہ تعالیٰ جو وحدہ لا شریک ہے وہی اس کے معاملے کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے مخفی علم کو منکشف کرے گا۔ ثَقُلْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (وہ آسمان و زمین کا سب سے بھاری حادثہ ہوگا) آسمان و زمین کے رہنے والے خواہ ملائکہ ہوں یا فطکین ان کے لیے قیامت کا معاملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے اس بات کا متمنی ہے کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔ اس کا مخفی رہنا ان پر بڑا گراں اور بھاری ہو رہا ہے۔ نمبر ۲۔ آسمان و زمین میں قیامت بھاری ہے کیونکہ آسمان و زمین کے رہائشی اس کے احوال و شدائد سے ترساں و لرزاں ہیں۔ لَا بَأْسَ بِكُمْ إِلَّا بَعْثُهُ (وہ تم پر اچانک ہی آپڑے گی) اچانک تمہاری غفلت کی حالت میں یَسْتَلُونَكَ حَتَّىٰ عَنَّا (وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں) گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے گویا آپ اس کے متعلق مبالغہ سے دریافت کرنے والے ہیں۔ جو کسی مسئلہ کے متعلق سوال میں مبالغہ کرتا ہے اور اس کے متعلق کھود کرید کرتا ہے اس چیز کے متعلق اس کا علم مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس ترکیب کا مقصد مبالغہ ہے اسی سے احفاء المشارب ہے نمبر ۲۔ عنہا یہ یسألونک کے متعلق ہے یسألونک عنہا کأنک حفی عالم بها وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے) یسألونک کو دوبارہ لائے اور انما علمہا کأنک حفی عنہا مکے لئے تاکید و اضافہ کے لیے ہے۔ اسی لیے علماء کے اپنی کتابوں میں مکررات فائدہ سے خالی نہیں۔ جیسا محمد بن الحسن کی مکررات وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اسی ہی کو خاص طور پر اس کا علم ہے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ

آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی نفع اور ضرر کا ما کہہ نہیں ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا

لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ

تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی ناگوار چیز نہ پہنچتی میں تو ان لوگوں کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان

يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۸﴾

رکھتے ہیں۔

علم و اختیار کی نفی کا اعلان:

آیت ۱۸۸: قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ (آپ کہہ دیں کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا مگر اتنا جتنا اللہ نے چاہا) اس میں اظہار عبودیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جو علم خاص ہے اس سے براءت کا اظہار ہے۔ یعنی میں تو ایک کمزور بندہ ہوں اپنے نفس کے لیے جلب منفعت اور دفع مضرت کا ذرہ بھر اختیار غلاموں کی طرح نہیں رکھتا۔ مگر جو میرے لئے نفع دینا اور نقصان دور کرنا چاہے۔ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ (اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی دکھ بھی مجھ کو نہ پہنچتا) خیر کی کثرت چاہئے اور تکلیف و نقصان سے بچنے میں میری حالت موجودہ حالت سے بہتر ہوتی۔ یہاں تک کہ ان تکالیف میں سے کوئی چیز مجھے نہ پہنچتی اور نہ ہی لڑائیوں میں ایک مرتبہ غالب اور دوسری مرتبہ مغلوب ہوتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الغیب سے مراد مقرر وقت اور الخیر سے مراد اعلیٰ اور السوء سے پریشانی و خوف مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ لاستکثرت کے معنی میں قحط کے لئے خوشحالی تیار کر لیتا۔ السوء سے فقر مراد ہے اور تریذ فرمائی۔ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ (میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں) میں تو ایک بندہ ہوں جس کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میری شان نہیں کہ میں غیب کو جانوں۔ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ (ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں) اس میں لام نذیر و بشیر کے متعلق ہے کیونکہ انذار اور بشارت ایمان والوں کو ہی فائدہ پہنچانے والی ہے۔ یا صرف بشیر کے متعلق ہے اور نذیر کا متعلق محذوف ہے یعنی الا نذیر للکافرین۔ کافروں کے لیے ڈرانے والے و بشیر لقوم یؤمنون اور مؤمنوں کو بشارت سنانے والے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اس کے پاس ٹھکانہ پکڑے۔ پھر جب

تَغَشَّيْهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

اس نے جوڑے کو ڈھانکا تو محنت کو ہلکا سا مل رہا تھا۔ پھر وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے جو ان کا رب ہے کہ اگر

اَتَيْنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۖ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ

آپ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو جو چیز ان کو عطا فرمائی اس میں اللہ کے

فِيمَا آتَاهُمَا ۖ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹﴾

لے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ بڑا ہے ان کے شریک بنانے سے۔

آدم علیہ السلام وحواء علیہما السلام کی پیدائش:

آیت ۱۸۹: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (وہی ہے جس نے تم کو ایک جسم سے پیدا کیا) وہ آدم کی ذات ہے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا) حواء۔ ان کو آدم کے جسم کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا فرمایا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے) تاکہ وہ مطمئن اور مائل ہوں کیونکہ جس جس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس کا ایک حصہ ہو جیسا کہ انسان اپنے بیٹے سے مانوس ہوتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسا اپنی جان سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا ٹکڑا ہے۔

نَحْوَهُ: لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا کو مذکر لائے۔ جبکہ دوسری آیت میں مؤنث لائے وَاحِدَةٍ وخلق منها زَوْجَهَا مثنیٰ کا لحاظ کر کے تاکہ واضح ہو جائے کہ مراد اس سے آدم کی ذات ہے۔ فَلَمَّا تَغَشَّيْهَا (پھر جب خاوند نے اپنی بیوی سے قربت کی) اس سے قربت کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا (تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا) وہ اس پر آسان ہے اور اس کو وہ کرب واذی کی صورت پیش نہیں آئی۔ جو بعض حوامل کو پیش آتی ہیں۔ اور اس کو بوجھل کیا۔ جیسا دوسری عورتیں بوجھل ہوتی ہیں۔ فَمَرَّتْ بِهِ (پس وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی) ولادت کے وقت تک اس کو لے کر چلتی رہی بغیر کسی کمی اور ناتمام کرنے کے نمبر ۲۔ حملت حَمْلًا خَفِيفًا سے حالت نفطہ مراد ہے موت بہ سے اٹھنا بیٹھنا مراد ہے۔ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ (پھر جب وہ بوجھل ہو گئی) جب اس کے حمل کے بوجھ کا وقت قریب آیا۔ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا (دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ سے جو ان کا رب تھا دعا کرنے لگے) آدم وحواء نے اپنے رب کو پکارا۔ وہ مالک جس کو ان پر پورا اختیار ہے۔ اور وہ پکارے جانے کے لائق ہے۔ اور اسی سے پناہ مانگی جاتی ہے تو دونوں نے کہا: لَئِنْ اَتَيْنَا صَالِحًا (اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم بچہ دیا) اگر اللہ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عنایت فرمایا۔ نمبر ۲۔ بیٹا دیا کیونکہ نہ بیٹا ولاد

بھی صلاح میں داخل ہے لَنْكُونَنَّ مِنَ الشَّكِرِيْنَ (تو ہم بڑے شکر گزار ہوں گے) تیرے شکر گزار اِتَيْنَا اور لَنْكُونَنَّ کی ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے اور ہر اولاد والے کی طرف راجع ہے۔

فرد سے جنس کی طرف التفات:

آیت ۱۹۰: فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا (پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دے دی) ان کو دے دیا جو انہوں نے تندرست و سالم بچہ مانگا۔ جَعَلْنَا شُرَكَاءَ (تو دونوں اللہ کا شریک قرار دینے لگے) یعنی ان کی اولاد نے اس کے لیے شریک بنائے۔

تَحْوِیْلٌ: گویا مضاف محذوف ہے۔ اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔ فِيمَا آتَاهُمَا (اللہ کی دی ہوئی چیز میں) یعنی ان کی اولاد کو جو یا اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ۔ فَتَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (پس اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے) ہے اس لئے کہ ضمیر جمع کی لائی گئی اور اس لیے بھی کہ آدم و حوا علیہما السلام شرک سے بری ہیں۔ اور اشرک ہم فیہا اتاہم اللہ سے مراد اولاد کے نام عبدالعزیز، عبدمناف، عبدشمس وغیرہ رکھ لیے حالانکہ اس کی بجائے عبد اللہ عبدالرحمن، عبدالرحیم ہونے چاہئے تھے۔ نمبر ۲۔ یہ خطاب قریش کو ہے جو عبد رسول اللہ ﷺ میں تھے وہ اور آل قصی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ذات جس نے ایک نفس (قصی) سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے عربی قریشی بیوی اس کو دی تاکہ اس کو سکون حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلوبہ صحیح سالم بیٹا عنایت کر دیا تو اس اولاد میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے لگے۔ اپنی ساری اولاد کے نام شرکاء رکھ دیئے۔ عبدالعزیز، عبدمناف، عبدقصی، عبدالدار۔ اِیُّشْرِكُونَ میں ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے کیونکہ ان دونوں کے پیچھے ان کی اولاد نے شرک میں ان کی اتباع کی۔

قرأت: شُرَكَاءَ یعنی ذوی شریک اور وہ شرکاء ہیں۔

اَيُّشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا

کیا وہ لوگ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ ان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سِوَا

وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے برابر ہے

عَلَيْكُمْ اَدْعُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صٰمِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو میرے شریک تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَاَدْعُوْهُمْ فَلَيْسَتْ جَبِيْۤوَالَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلْهُمَّ

وہ تمہارے جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر وہ تمہاری پکار کو قبول کر لیں اگر تم سچے ہو؟ کیا ان کے

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا اَمْ

پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکارتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں

اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلْ اَدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كَيْدُوْنَ فَلَا

یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرمادیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ پھر میرے ہارے میں ضرور پہچانے کی جو تدبیر کر سکتے ہو کرو اور پھر

تَنْظُرُوْنَ ﴿١٩٥﴾ اِنَّ وَلِيَّ اللّٰهِ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩٦﴾

مجھے مہلت نہ دو شریک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسُهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٧﴾

اور جن لوگوں کو اس کے سوا تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَاَنْفُسُهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٩٨﴾

اور اسے مخاطب اگر تو ان کو ہدایت کی طرف پکارے تو وہ نہ سنیں گے اور تو سمجھے گا کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کر لیا:

آیت ۱۹۱: اَيُّشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا (کیا وہ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنانا نہیں) یعنی بت و ہم یَخْلُقُونَ (اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں) یہاں اصنام کو اہل علم کے قائم مقام رکھا گیا کیونکہ انکا اعتقاد بتوں کے متعلق اسی طرح تھا۔

مطلب یہ ہے کیا وہ ان کو شریک کر رہے ہیں۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حالانکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ ان کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نمبر ۲۔ ہم یخلقون کی ضمیر عابدین کی طرف لوثی ہے۔ یعنی کیا ان کو شریک کرتے ہیں جو زور بھر پیدا نہیں کر سکتے۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ پس ان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کریں۔ نمبر ۳۔ عابدین معبودین دونوں کی طرف راجع ہے اور عابدین کو غلبہ دے کر تمام کو اولوالعلم قرار دیا۔

اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے:

آیت ۱۹۲: وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا (اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے) اپنے عابدین کے لیے وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے) کہ جس سے اپنے اوپر آئیوالے حوادث توڑ پھوڑ کا بچاؤ کر لیں بلکہ ان کے بچاری ان سے یہ حوادث دور کرتے ہیں۔

اگر بتوں کو پکارو وہ اُس پکار تک نہ پہنچ سکیں:

آیت ۱۹۳: وَإِنْ تَدْعُوهُمْ (اور اگر تم ان کو پکارو) اگر تم ان بتوں کو بلاؤ اِلٰی الْهٰدِی (بات بتلانے کیلئے) جو کہ ہدایت و رشد ہے نمبر ۲۔ اس بات کے لیے کہ تمہاری راہنمائی کر دیں یعنی تم ان سے خیر و ہدایت اسی طرح طلب کرو۔ جیسا اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہو۔ لَا يَسْتَعِزُّوْكُمْ (وہ تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے) یعنی تمہاری مراد اور طلب کی طرف وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تمہیں جواب دیتے ہیں۔

قرأت: لَا يَتَّبِعُكُمْ نَافِعٌ لِّمَا هُمْ بِدَاعٍ۔ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْهُمْ تُعَاهِدُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ (تمہارے لحاظ سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو) ان کی پکار سے نہ ان کے ساتھ کامیابی ہے اور نہ وہ تمہیں جواب دیں گے۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول آیات کے سروں کی رعایت کے لئے ہے۔

جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں:

آیت ۱۹۴: إِنَّ الدِّينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (بے شک تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو) یعنی جن کی تم عبادت کرتے اور جن کو تم اللہ مانتے ہو۔ عِبَادًا لِّكُمْ (وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں) یعنی وہ تمہاری طرح مخلوق و مملوک ہیں۔ فَادْعُوهُمْ (پس تم ان کو پکارو) حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا مانیں) پس چاہیے کہ وہ جواب دیں اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) اس بات میں کہ وہ الٰہہ ہیں۔ پھر اسی بات کا ابطال کیا کہ وہ تم جیسے بھی ہوں۔

بے بسوں کی عبادت کیوں؟

آیت ۱۹۵: اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُونَ بِهَا (کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں) تمہاری طرح چلنا۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّتَبَطَّشُونَ بِهَا (یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو پکڑتے ہیں) جن سے وہ چیزیں لیں۔ پکڑیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُونَ بِهَا (یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں) اَمْ لَهُمْ اُذُنٌ يُّسْمَعُونَ بِهَا (یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں) پس پھر تم ان کی

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِنَّمَا يَنْزَعُكَ مِنْ

معاف کرنے کو اختیار کیجئے اور نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے

الشَّيْطَانُ نَزَعَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۰۰﴾

کوئی دوسرا آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔ بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

کیوں عبادت کرتے ہو جو تم سے کم تر ہیں۔

میرے خلاف زور لگالو:

قُلْ اِذْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو) میری دشمنی میں ان سے مدد حاصل کرو۔ ثُمَّ كَيْدُوْنَ (پھر تدبیر کرو میرے متعلق) تم اور تمہارے شرکاء مل کر۔

قراءت: کیدونی۔ یعقوب نے پڑھا ابو عمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی۔ فَلَا تَنْظُرُوْنَ (پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو) مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں شرکین آپ کو اپنے شرکاء سے ڈراتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح خطاب فرمائیں۔ قراءت: فلا تنظرون یعقوب نے پڑھا۔

میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے:

آیت ۱۹۶: اِنَّ وَلِيَّ (یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے) تمہارے خلاف میرا مددگار اللہ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ (جس نے یہ کتاب اتاری) جس نے میری طرف وحی بھیجی اور رسالت کے اعزاز سے نوازا۔ وَهُوَ يَتَوَكَّلُ الصّٰلِحِيْنَ (اور وہ نیکوں کی مدد کیا کرتا ہے) اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے صالحین کی مدد کرتا ہے اور ان کو رسوا نہیں کرتا۔

جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا:

آیت ۱۹۷: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے سوا۔ لَا يَسْتَفِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں)

۱۹۸: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ (اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کیلئے پکارو تو نہیں سنتے اور آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں) وہ تمہاری طرف دیکھنے والوں کے مشابہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے بتوں کی تصاویر ایسی بنا رکھی تھیں جیسے کوئی کسی چیز کو ٹنگی باندھ کر دیکھ رہا ہو۔ وَهُمْ لَا يَصْبِرُوْنَ (حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے) دیکھی ہوئی چیز۔

عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مٹ نہ لگائیں:

آیت ۱۹۹: خُذِ الْعَفْوَ (سرسری برتاؤ کو آپ قبول کریں) یہ جہد کی ضد ہے۔ یعنی لوگوں کے اخلاق و افعال میں سے جو آپ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿٣١﴾

بلشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ سو جانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

وَأَخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يَقْصِرُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا الْمَأْتِيَتُهُمْ بَالِيَةً قَالُوا

اور جو لوگ شیطان کے بھائی ہیں شیاطین ان کو گمراہی میں پھینچنے چلے جاتے ہیں سو وہ کی نہیں کرتے۔ اور جب آپ ان کے پاس کوئی ناشائی نہ لائیں تو کہتے ہیں

لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَذَا بَصَإِيرُمْ

کہ آپ نے یہ معجزہ کیوں نہ اختیار کیا آپ فرمادیجئے میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے یہ تمہارے رب کی طرف

رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّلْقَوْمِ الْيُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾

سے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت ہیں اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

معاف فرمائیں اور ان سے ایسی مشقت نہ لیں جو ان پر گراں گزرے جس سے وہ متنفر ہو جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے خود ارشاد فرمایا تَسْرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (بخاری و مسلم) آسانی کرو۔ عقلی نہ کرو۔ وَأَمُرٌ بِالْعُرْفِ (اور نیک بات کی تعلیم کر دیا کریں) عمدہ افعال یا ہر وہ خصلت جو عقل کی نگاہ میں درست ہو اور شرع بھی اس کو قبول کرے۔ وَأَعْوَضُ عَنِ الْجَاهِلِينَ (اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کریں) بیوقوفوں سے انکے افعال کا بدلہ اسی طرح کے افعال سے نہ چکاؤ اور نہ ان سے جھگڑنے میں پڑو بلکہ انکے ساتھ حوصلہ سے پیش آؤ۔ حضرت جبریلؑ نے اسکی تفسیر اسی ارشاد سے کی۔ صل من قطعك واعط من حرمك واعف عمن ظلمك تو قاطع رحم سے صلہ جی کر اور محروم کو دے۔ اور جس نے زیادتی کی اس کو معاف کر دے۔ (طبری) جعفر صادقؑ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مکارم اخلاق کا حکم دیا اور یہ آیت قرآن مجید میں مکارم اخلاق کو سب سے زیادہ جمع کرنے والی ہے۔ و سوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری:

آیت ۲۰۰: وَمَا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ (اور اگر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے) اگر شیطان کی طرف سے پہنچے اس طرح کہ وہ وسوسہ اندازی سے اس کے خلاف آمادہ کرنے کو کوشش کرے۔ جس کا آپ کو حکم ملا ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ (تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں) اس کی بات مت مانیں۔ نمبر ۱۔ النزغ اور الخس کا معنی چوکا لگانا۔ گویا وہ لوگوں کو انگلیوں سے چوکا لگاتا ہے جب کہ ان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہاں النزغ کو التارغ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے جَدَّ جَدَّہ اس نے پورا زور لگایا۔ نمبر ۲۔ نزغ شیطان سے مراد غصہ بھڑکانا۔ جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ کا قول ان لی شیطان یعترینی میرا شیطان مجھے غصہ دلاتا ہے۔ إِنَّهُ سَمِيعٌ (بے شک وہ خوب سننے والا) اس کے کچھ کے کو عَلِيمٌ (خوب جاننے والا ہے) اس کے دفاع کو جانتا ہے۔

متقین کا وسوسہ میں طریق:

آیت ۲۰۱: إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ (یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی شیطانی وسوسہ

آجاتا ہے) قراءت: طیف کی بصری، علی نے پڑھا۔ طائف کا معنی لقمہ، وسوسہ، اثر۔ یہ طاف بہ الخیال بطیف طیفاً سے اس میں ایک تصویر خیالی آگئی۔ بقول ابو عمرو یہ دونوں ایک ہیں اور یہ وسوسہ ہے یہ دراصل اس کی تاکید ہے۔ جو اس سے قبل شیطان سے استعاذہ کو لازم قرار دیا گیا۔ جبکہ وہ کچوکا لگائے۔ متقین کی عادت ہے کہ جب ان کو معمولی شیطانی وسوسہ آتا ہے۔ یا آنے لگتا ہے۔ قَدْ خَرُّوا (وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) اس کو یاد کر لیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ اور جس سے روکا۔ فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ (پس یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) اسی وقت وہ سیدھا راستہ دیکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے وسوسے کو دور کر لیتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں تو ان کی بصیرت اللہ تعالیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھادی جاتی ہے۔

اخوانِ شیطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں:

آیت ۲۰۲: وَأَخْوَانُهُمْ (اور جو شیاطین کے تابع ہیں) باقی شیطان انس میں سے جو شیاطین کے بھائی ہیں۔ تو شیاطین یَمْشُوا لَهُمْ فِي الْغَيِّ (وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں) ان کو گمراہی میں مدد دیتے ہیں اور ان کے دست دباؤ بنتے ہیں۔ قراءت: یَمْشُوا لَهُمْ امداد سے مدنی نے پڑھا ہے۔ ثُمَّ لَا يَقْصِرُونَ (پھر وہ باز نہیں آتے) پھر وہ اپنے اغوا سے باز نہیں رہتے بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اس سے رجوع نہیں کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ اخوان سے مراد شیاطین لیے جائیں اور متعلق یہ کی ضمیر جالوں کی طرف راجع ہو مگر پہلی تفسیر زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اخوانہم کا لفظ یہ الذین اتقوا کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اور اخوانہم میں ضمیر کو جمع جنس کی وجہ سے لایا گیا۔ اگرچہ شیطان کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔

منہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب:

آیت ۲۰۳: وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ (اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے) جو وہ منہ سے مانگتے تھے۔ فَاُولَٰئِكَ أَجْتَبْنَاهَا (تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے) تم کیوں نہ گھڑ لائے جیسا کہ پہلے گھڑ کر لائے۔ (نعوذ باللہ) قُلْ إِنَّمَا اتَّبِعُ مَا يَدْعُوْنِي إِلَىٰ مَن رَّبِّي (تو آپ کہہ دیں کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچتا ہے) میں ان کو اپنی طرف سے ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔ هَٰذَا بَصَاطُ مَن رَّبِّكُمْ (یہ تمہارے رب کی طرف سے حکمتوں کا مجموعہ ہے) یہ قرآن تمہارے لیے بصیرت کے دلائل ہیں۔ جس سے وجوہ حق سامنے آتی ہیں۔ وَ هَٰذِهِ وَرَحْمَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ يُؤْمِنُونَ (اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں) اس پر۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۴۰﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَإِذْ كُنْتُمْ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیجئے جو زور کی بات سے کچھ کم ہو صبح کے وقت

وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۴۱﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

اور شام کے اوقات میں اور غفلت والوں میں سے مت ہو جانا بے شک جو لوگ آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

عِبَادَتِهِ وَيَسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿۴۲﴾

تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

قراءت قرآن کے وقت استماع والنصات:

آیت ۴۰: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو اس امید پر کہ تم پر رحمت ہوگی) آیت کا ظاہر استماع اور انصات کو نماز میں قراءت قرآن کے وقت واجب کر رہا ہے۔ اور نماز سے باہر بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کے رسول نزول کے وقت قرآن کی تلاوت کریں تو غور سے سنو۔ جمہور صحابہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے استماع کے لئے ہے دوسرا قول خطبہ کے استماع کے لئے۔

تیسرا قول خطبہ اور نماز دونوں سے متعلق ہے یہ زیادہ درست ہے۔

پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم:

آیت ۴۰: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں) یہ آیت اذکار کے متعلق عام ہے۔ خواہ قراءت قرآنی، دعاء، تسبیح، تہلیل وغیرہ ذالک جو بھی ہو۔ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً (عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ) اس حال میں کہ تم گڑ گڑانے والے ہو۔ اور ڈرنے والے ہو۔ وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ) جہر سے کم کلام کرنے والے ہو کیونکہ اخفاء میں زیادہ اخلاص ہے اور تفکر و تدبر کے لیے زیادہ خوب ہے۔ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ (صبح اور شام) اس لیے کہ یہ دونوں وقت فضیلت والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ استقامت فکر کیساتھ ہمیشہ ذکر کرنا۔ الغدو کا معنی اوقات الغدو ہے اور وہ صبح کے تمام اوقات ہیں۔ الاصال جمع اصل اور اصل جمع اصل اور وہ سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت ہے۔ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (اور اہل غفلت میں شامل نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتتے ہیں۔

مقربین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں:

آیت ۲۰۹: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں) معزز و مکرم ہیں۔ مکان و جگہ کا قرب مراد نہیں مراد اس سے فرشتے ہیں۔ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ (وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) اس سے تکبر نہیں کرتے۔ بڑے نہیں بنتے وَيُسَبِّحُوْهُ (اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ ان باتوں سے پاک قرار دیتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ وَلَهُ يَسْجُدُوْنَ (اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) اور اسی کو عبادت کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِحَرَمَةِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

الحمد لله الذي تم بنعمته السابعة ترجمة سورة الاعراف الثنين من جمادى الاخرى ١٢٣٣هـ

سُورَةُ الْأَنْفَالِ مَدِيْنَةُ مَكَّةَ وَهِيَ خَمْسُونَ آيَةً وَعَشْرُونَ حُكْمًا

سورۃ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گنجر آیات اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَأَتَقُوا اللَّهَ وَاصْلَحُوا

یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ①

تعلقات کو درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے:

آیت ۱: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ (آپ سے یہ لوگ مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں۔ یہ غنیمتیں تو اللہ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں) انفال غنیمت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ الْأَنْفَالُ غنائم بدر کے غنائم کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ اس کا مستحق کون اور تقسیم کس طرح ہے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ ہم کس طرح تقسیم کریں۔ اور تقسیم میں مہاجرین و انصار یا دونوں ہی کا حق ہے۔ تو جواب آیا کہ ان سے فرمادیں کہ وہ حق رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ اور وہی اس سلسلہ میں حاکم ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ ان کے علاوہ کسی کو فیصلہ کا اختیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تذکرے کو اسلئے اکٹھا کیا کیونکہ غنائم کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تقسیم کا حکمت کے مطابق حکم دیں گے۔ اور اس کا رسول ﷺ اس حکم کو نافذ کرے گا۔ ان کی تقسیم میں قطعاً کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے۔ فَأَتَقُوا اللَّهَ (اختلاف اور باہمی جھگڑوں میں اللہ سے ڈرو) اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی بھائی بن جاؤ۔ وَاصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو) اپنے مابین احوال۔ یعنی تمہارے مابین جو حالات ہیں۔ یہاں تک کہ وہ الفت و محبت اور اتفاق کے حالات ہوں۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ذات بینکم کا معنی حقیقی ملاپ البین ملنا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے۔ اس پر اسٹھ ہو جاؤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق اتنی جگہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق اختلاف کیا اور اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑیں

أَيُّهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو بچے ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۖ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

درجات ہیں اور مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) جس کا تمہیں غنائم وغیرہ کے سلسلہ میں حکم دیا گیا۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (اگر تم ایمان والے ہو) کامل الایمان۔

مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اس کے ایمان میں اضافہ:

آیت ۲: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ (بے شک ایمان والے) بیشک کامل الایمان الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اس کے ذکر سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عزت و دبدبہ اور جلال سے ان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُ اللَّهِ (جب اللہ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) یعنی قرآن زَادَتْهُمْ إِيمَانًا (تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں) انکا اطمینان اور یقین بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ظہور دلائل مدلول علیہ کو زیادہ قوت بخشنے والا اور اس کے قدموں کو اور مضبوط کرنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے ان آیات کے ذریعہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزول سے قُل تو اس کے احکامات پر انکا عمل نہیں تھا۔ (کیونکہ وہ نازل ہی نہ ہوئی تھیں) وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے رب کے سوا اپنے امور کی اور کوتاہیوں میں نہیں کرتے اور رجاء و خوف بھی صرف اسی سے ہے۔

علاماتِ مؤمنین:

آیت ۳: اَلَّذِيْنَ يُصِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ رَمَعًا رَّزَقْنٰهُمْ يَنْفِقُوْنَ (جو نماز کو قائم کرتے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اور وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اعمالِ قلوبِ نرمی، اخلاص اور توکل اور اعمالِ جوارحِ نماز و صدقہ کو جمع کر دیا۔

پختہ مؤمن:

آیت ۴: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی وہی سچا ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اولئك هم المؤمنون جملے کی یہ تاکید ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ ہو عبد اللہ حقاً یعنی یہ بالکل پختہ بات ہے۔

نکتہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا۔ امو من انت؟ میں نے جواب دیا اگر تم مجھ سے ایمان باللہ، اور ملائکہ اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ اور بعث و حساب پر ایمان کے متعلق پوچھتے ہو۔ تو میں مؤمن ہوں اور اگر تیرا سوال انما المؤمنون الایۃ کے متعلق ہے۔ تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ آیا میں ان میں سے ہوں یا نہیں؟

اقوالِ ائمہ رضی اللہ عنہم:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں جس کا یہ گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتا ہے پھر اس نے یہ شہادت نہ دی کہ وہ جنتی ہے تو گویا اس کا ایمان آدھی آیت پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر ثواب پانے والے مؤمنین میں سے ہے۔ اسی طرح قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قطعی طور پر مؤمن ہے۔ اسی قول کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ جنہوں نے انا مو من ان شاء اللہ کا قول کہا ہے۔

مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو کہا تم اپنے ایمان میں استثناء کیوں کرتے ہو؟ قتادہ رحمہ اللہ نے جواب دیا ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد کی اتباع کرتے ہوئے۔ وَالَّذِيْ اٰطَمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ عَظِيْمَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (الشعراء: ۸۲) تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم ان کے اس قول کی اقتداء کیوں نہیں کرتے اولم تؤمن قال بلی (البقرہ: ۲۶۰) ابراہیم بھی کہتے ہیں یہ کہو: انا مو من حقاً اگر تمہارا قول سچا ہے تو اس کا ثواب پاؤ گے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو کہ دل سے کافر ہو اور ایمان ظاہر کر رہے ہو۔ تو تمہارا کفر اس قول سے زیادہ شدید اور عذاب کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو منافق نہیں وہ قطعی مؤمن ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے احمد کو فرمایا۔ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا احمد! تو آپ نے فرمایا کیا تم کہو گے۔ انا احمد حقاً او انا احمد ان شاء اللہ تو احمد نے کہا میں انا احمد حقاً کہوں گا تو عبد اللہ فرمانے لگے تیرے والد نے جو تیرا نام رکھا ہے اس سے تو تو استثناء نہیں کرتا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن میں مؤمن کہا تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہتا ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُونَ ۖ

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو نکالا ۔ اور بلاشبہ مومنین کی ایک جماعت کو گراں گزر رہا تھا

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ۚ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ

وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اس کے بعد اس کا رکتھور ہو چکا تھا گو یا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں

وَلَا يَذَّعِلُهُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لئے ہے اور تم خواہمیں کر رہے تھے کہ جو جماعت شوکت والی

الشُّوْكَةَ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۖ

نہیں ہے وہ تمہارے لئے ہو جائے اور اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کا حق ہونا ثابت فرمادے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۖ

تا کہ حق کو چاک کر دے اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

(خلاصۃ الکلام) پہلے اور دوسرے اقوال میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔ انا مومن حقا کا مطلب یہ ہے کہ میرا ایمان شک و شبہ سے پاک ہے۔ اور انا مومن انشاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ ایمان پر خاتمہ کی امید ہے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا

لَهُمْ ذَرْجَتٌ (ان کے لئے بڑے درجات ہیں) اعمال کے مطابق بعض کے مراتب بعض سے بڑھ کر۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ (ان کے رب کے ہاں اور مغفرت ہے) اور ان کی سیئات سے تجاوز و زُفًى کُورِیْمَ (اور عزت کی روزی ہے) کمانے کی مشقت اور حساب کے خطرے سے محفوظ۔

آیت ۵: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ (جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر سے روانہ کیا) بَيْتُكُمْ : کَمَا کا کاف محل نصب میں واقع ہے کیونکہ یہ فعل مقدر کے مصدر کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قُلْ الْإِنْفَالِ اسْتَقْرَتْ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ وَبَيَّنَّتْ مَعَ كُرْهُهُمْ ثَبَاتًا مَثَلِ أَخْرَاجِ رَبِّكَ إِيَّاكَ مِنْ بَيْتِكَ وَهُمْ كَارْهُونَ کہہ غنائم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کیلئے پختہ ہو چکے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود ثابت ہو چکے پورے طور پر ثابت ہونا جبکہ آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے نکالا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کر رہے تھے۔ مِنْ بَيْتِكَ نمبر ۱۔ مدینہ میں حجرات نبوت یا، نمبر ۲۔ مدینہ منورہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ آپ کا بیت ہجرت و مسکن ہے اور بیتنک سے اختصاص اسی طرح ہے جیسا کہ کسی گھر والے کو اس کے گھر سے خاص کیا جائے۔ بِالْحَقِّ (مصلحت کے ساتھ) ایسا نکلتا جو حکمت و صواب پر مبنی تھا۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

لَکْرُ هَوْنٍ (اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی) **نمبر ۱**۔ یہ موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔
 أَخْرَجَكَ لَهَا حَالٌ كَوَافَتِهِمْ آپ کو نکالا ان کی کراہت کی حالت میں اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ (نمبر ۲)۔ جملہ مستأنفہ ہونا
 ظاہر ہے کیونکہ مدینہ میں سے نکلنا تو کسی کو ناگوار نہ تھا)

اسباب بدر: قریش کا ایک قافلہ بہت بڑے تجارتی مال کیساتھ شام سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس کی حفاظت کیلئے چالیس سواروں
 کا دستہ تھا۔ قافلہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو بتلایا آپ نے صحابہ
 رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔ قافلہ میں زر کثیر کی بناء پر قافلے کا سامنا مناسب معلوم ہوا (تاکہ جہادی ضرورتوں میں اس مال کو صرف کیا
 جاسکے) نیز قافلے کی حفاظت پر معمولی دستہ متعین تھا۔

مسلمانوں کا مدینہ سے خروج:

مسلمان جب مدینہ منورہ سے نکلے تو قریش کو اسی وقت اطلاع مل گئی۔ ابو جہل تمام اہل مکہ کو لے کر چڑھ دوڑا۔ یہ کوچ تھا۔
 مثال مشہور ہے۔ لافی العیر ولا فی النفر۔ اس کو بتلایا گیا کہ قافلہ تو طریق ساحل پر چلے نکلا تم لوٹ چلو! اس نے انکار کر دیا۔
 وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کی طرف چل دیا۔ بدر ایک پانی کا نام ہے۔ جہاں سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا۔ جبریل علیہ السلام
 آئے اور آکر بتلایا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو میں سے ایک گروہ پر کامیابی کا وعدہ فرمایا۔ خواہ قافلہ ہو یا لشکر قریش نبی
 اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا۔ قافلہ پسند ہے یا لشکر؟ انہوں نے جواب دیا قافلہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت لشکر کا
 سامنا کرنے کے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ نے بات لوٹائی کہ قافلہ تو ساحل بحر پر جا چکا اور یہ ابو جہل آرہا
 ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ قافلے کا پیچھا کریں۔ دشمن کو چھوڑیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات:

آپ ﷺ کے قصہ کو دیکھ کر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور بہت خوب بیان کیا پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے
 معاملے کو دیکھ کر گزریں اللہ کی قسم۔ اگر آپ عدن امین تک جائیں تب بھی انصار کا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ پھر مقداد بن
 عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر چلے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ آپ ہمیں جہاں لے جائیں جانے کو تیار ہیں۔ ہم اس طرح نہ
 کہیں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا: فَكَذَّبْتَ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُمْنَا قَاعِدُونَ (المائدہ: ۲۴) بلکہ ہم کہتے ہیں:
 اذهب انت و ربك فقاتلا انا معكما مقاتلون! آپ اپنے رب کی مدد سے چلے ہم آپ کے ساتھ ملکر لڑیں گے۔ جب تک
 ایک پلک جھپکنے والی آنکھ باقی ہے۔ اس پر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے ارادہ کو گزریں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا
 ہے۔ اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور اس میں آپ داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ایک
 آدمی بھی ہم میں سے پیچھے نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

رسول اللہ ﷺ سعد کے قول سے خوش ہو کر نشاط میں آ گئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ

تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم گویا اب میں کفار کی قتل گاہوں کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بعض صحابہ کرام کی طرف سے ناپسندیدگی کی وجہ **وَإِنْ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَنَكْرَهُونَ** سے جھگڑا کر رہے تھے تو وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ **بَعْدَهَا تَمِينٌ** رسول اللہ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال: سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کے لئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے کہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔

گھبراہٹ کی کیفیت:

آیت ۶: **يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ** (وہ اس مصلحت میں جھگڑ رہے تھے) وہ حق جس کے متعلق وہ رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کر رہے تھے وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ **بَعْدَ مَا تَمِينٌ** (اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کیلئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے تاکہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔ **كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ** (کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں) ان کی زیادہ گھبراہٹ کو، باوجودیکہ ان کو کامیابی اور غنیمت کی خوشخبری دی جا چکی تھی۔ اس آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جس کو قتل کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہو۔ اور ذلت کے ساتھ موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔ اور وہ موت کے اسباب کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ اور موت کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہو کہ اس میں کوئی شک نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا خوف قلت تعداد کی وجہ سے تھا۔ وہ تمام پیدل تھے صرف دو سوار تھے۔

وعدہ الہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش:

آیت ۷: **وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ أَحَدَى الطَّائِفَتَيْنِ** (اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے) **يَخْجَوْنَ** : اذکر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ احدی مفعول ثانی ہے۔ **أَنَّهُمَا لَكُمْ** (کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی) احدی الطائفتین سے بدل ہے۔ الطائفتین سے مراد۔ قافلہ اور لشکر تقدیر عبارت یہ ہے **وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ** ان احدی الطائفتین لکم جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارا ہوگا۔ (اس پر کامیابی دی جائے گی) **وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَه تَكُونُ لَكُمْ** (اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ لگے) یعنی قافلہ۔ ذات الشوکہ۔ اسلحہ، گروپ۔ شوکت لشکر میں تعداد و تیاری دونوں لحاظ سے تھی۔ یعنی تمہاری تمنا یہ تھی کہ قافلہ تمہارے لئے ہو۔ کیونکہ وہ بے اسلحہ گروہ تھا۔ تم دوسرے گروہ کو نہ چاہتے تھے۔

اللہ کی رضاء:

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَيِّقَ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ حق کا حق ہونا ثابت کرے) اس کو ثابت اور بلند کریں۔ **يَكْلِمُنِيهِ** (اپنے احکام سے) اپنی ان آیات کے ساتھ جو مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کے سلسلہ میں اتاریں اور ان آیات کے ساتھ جن میں فرشتوں کو ان کی مدد کیلئے اترنے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ جو اس نے ان کو قتل کرنے اور قلب بدر میں بھیجنے کا حکم دیا۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ إِلَىٰ مُمِدِّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو مسلسل آتے رہیں گے

وَمَا جَعَلَ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ

اور اللہ نے اس امداد کو نہیں بنایا مگر بشارت اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اور مدد صرف اللہ کی

عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

وَيَقْطَعُ ذَابِرَ الْكَافِرِينَ (اور کافروں کی جزا کاٹ دے) ان کے آخر کو، الدابر آخر کو کہتے ہیں۔ یہ دبر سے فاعل کا صیغہ ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیرے قطع ذابیر یہ استیصال کی تعبیر ہے۔ یعنی تم جلد ملنے والا فائدہ چاہتے تھے اور سطحی معاملات۔ اور اللہ تعالیٰ بلند معاملات اور حق کی مدد، کلمہ حق کی برتری چاہتے تھے اور دونوں مقاصد میں بہت فرق ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسلح لشکر کو پسند کیا۔ اور تمہارے ضعف کے ذریعہ ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور تمہیں عزت بخشی جبکہ ان کو ذلیل کر دیا۔

اثبات اسلام اور ابطال باطل:

آیت ۸: لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ (تاکہ حق کا حق ہوتا) نمبر ۱۔ یہ یقطع سے متعلق ہے نمبر ۲۔ فعل محذوف کے متعلق ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے: لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ (اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے) فعل ذلك تاکہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو بے کار کر دے اس نے ایسا کر دیا۔ مقدر کو آخر میں اس لئے ذکر کیا تاکہ اختصاص کا فائدہ حاصل ہو یعنی اس کو انہی دو اغراض کی خاطر کیا اور وہ اظہار و اثبات اسلام اور احقاق و ابطال کفر ہے اس میں ٹکرا نہیں کیونکہ پہلی مرتبہ دونوں ارادوں میں فرق و امتیاز کیلئے لائے۔ اور یہ دوسری مرتبہ مسلح لشکر کو دوسرے گروہ کے مقابلہ میں ترجیح دینے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ دینے کا کیا مقصد تھا اس کی وضاحت و بیان کیلئے لائے۔ وَتُؤْتِكُمُ الْمُعْجِرَ مُؤْنًا (اگرچہ مجرم لوگ یہ ناپسند ہی کریں) اس کو مشرک اگرچہ ناپسند کریں۔

اللہ سے استغاثہ:

آیت ۹: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ (اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے) نَحْنُ: یہ اذیعبدکم سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ کے متعلق ہے۔ جب صحابہ کرام کو یقین ہو گیا کہ لشکر کا سامنا بہر صورت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور کہنے لگے اے ہمارے رب انصر نا علی عدوک تو اپنے دشمن پر ہمیں فتح دے۔ یا غیاث المستغیثین اغنانا اے ہمارے فریاد رس ہماری فریاد رس فرما۔ استغاثہ طلب غوث کو کہتے ہیں۔ اور طلب غوث کا معنی ہے ناپسند

حالت سے چھٹکارا پاتا۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی) پس اسے قبول فرمایا۔ اِنِّیْ مُعِذُّكُمْ (کہ میں تم کو مدد دوں گا) اِصْلَ بَآئِنِیْ مُعِذُّكُمْ ہے جار کو حذف کر دیا اور استجاب کو اس پر مسلط کر دیا پس اس نے محل کو نصب دی۔ بِالْفِیْ مِّنَ الْمَلَٰئِکَةِ مُرَدِّفِیْنَ (ایک ہزار فرشتوں سے جو سلسلہ وار چلے آئیں گے)

قراءت: مدنی نے مرَدِّفِیْنَ پڑھا ہے جبکہ دوسروں نے مرَدِّفِیْنَ پڑھا ہے۔ کسرہ کی بناء پر معنی انہوں نے دوسروں کا پیچھا کیا۔ اور فتح کی صورت میں ہر فرشتہ دوسرے کے پیچھے آیا۔ کہا جاتا ہے ردفہ جبکہ وہ اس کا پیچھا کرے اور اردفہ ایسا، میں نے اس کا پیچھا کیا۔

نصرت ملائکہ تو اطمینان قلبی کے لئے ہے:

آیت ۱۰: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد نہیں عطاء کی) یعنی وہ امداد جس پر محمد کم دلالت کرتا ہے۔ اِلَّا بُشْرٰی (مگر صرف بشارت کیلئے) مگر وہ تمہارے لئے نصرت کی بشارت وَلِتَنْطَبِّهِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ (اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے) یعنی تم نے فریاد طلب کی اور اپنی قلت کی بناء پر گڑگڑائے پس ملائکہ کے ذریعہ امداد وہ تمہارے لئے نصرت کی خوشخبری اور تسکین کا باعث تھی۔ اور تمہارے دلوں کیلئے ڈھارس تھی۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) یعنی تم وہ مدد ملائکہ کی طرف سے مت سمجھو اصل مددگار تمہارے لئے اور فرشتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نمبر ۲۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد ملائکہ وغیرہ اسباب سے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے منصور وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

کیا فرشتے براہ راست لڑے؟

بدر کے دن فرشتوں کے براہ راست لڑنے کے متعلق اختلاف ہے۔ نمبر ۱۔ جبریل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے سینہ پر اترے جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو کے ساتھ میسرہ پر اترے۔ جس میں علی رضی اللہ عنہ تھے۔ فرشتے انسانی صورت میں سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کرنے والے تھے۔ اور پگڑیوں کے شیلے کندھوں کے درمیان ڈالنے والے تھے۔ اور انہوں نے باقاعدہ لڑائی کی یہاں تک کہ ابو جہل نے عبداللہ بن مسعود کو کہا ہمیں تلوار کی ضرب کہاں سے آتی تھی جبکہ ہم کسی ذات کو نہ دیکھتے تھے۔ تو عبداللہ نے جواب دیا وہ ضرب ملائکہ کی طرف سے تھی۔ اس نے کہا وہ ہم پر غالب آئے نہ کہ تم۔ نمبر ۲۔ فرشتے اترے تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے انہوں نے قتال نہیں کیا۔ ورنہ ایک فرشتہ پوری دنیا کو ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ زبردست) اپنے دوستوں کی مدد کیلئے حَکِیْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دشمنوں کو مغلوب کرتے ہیں۔

اِذْ يُغَشِّكُمُ النُّعَاسُ اَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمُ

جب چھین دینے کے لئے اللہ اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری فرما رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی نازل فرما رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کر دے

بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱

اور تم سے شیطان کے دوسے کو دور فرما دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعہ قدموں کو جما دے۔

غلبہ اونگھ:

آیت ۱۱: اِذْ يُغَشِّكُمُ (یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر طاری کر رہا تھا) نَحْوُ: یہ اذیعہ کم سے دوسرا بدل ہے۔ نمبر ۲۔
النصر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ اذکر مضمر مان کر منصوب ہے۔

قراءت: مدنی نے یغشیکم پڑھا ہے۔ النُّعَاسُ (اونگھ) نیند۔ دونوں قراءتوں کے مطابق فاعل اللہ ہی ہے۔ مکی اور ابو عمرو نے یغشاکم النُّعَاسُ پڑھا ہے۔ اَمْنَةً (چھین دینے کیلئے) نمبر ۱۔ یہ مفعول لہ ہے۔ جب تم امن کیلئے اونگھ رہے تھے۔ ای لا منکم، نمبر ۲۔ مصدر ہے پس تم امن میں ہو گئے امن میں ہوتا۔ نیند سے رعب چلا جاتا ہے اور نفس کو آرام ملتا ہے۔ مِّنْهُ (اپنی طرف سے) یہ امن کی صفت ہے یعنی امن حاصلہ لکم وہ امن جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والا تھا۔

نزول کی مطر:

وَيُنْزِلُ (اور برسا رہا تھا) تمام قراء نے تشدید سے پڑھا جبکہ مکی و بصری نے یُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً (تم پر آسمان سے پانی) بَارِشٌ لِّيُطَهِّرَكُمُ بِهِ (تاکہ اس پانی سے تم کو پاک کر دے) پانی کے ذریعہ حدیث اور جنابت سے وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطَانِ (اور تم سے شیطان کے دوسے کو دور کر دے) نمبر ۱۔ ان کی طرف جو دوسرے ذاتا اور پیاس سے ڈراتا ہے۔ نمبر ۲۔ احتلام کے ذریعے جنابت سے کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ دوسرے پیدا کیا کہ جنابت کی حالت میں مدد نہیں ہے۔ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ (اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے) صبر کے ذریعہ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (اور تمہارے پاؤں جما دے) پانی کے ساتھ مسلمانوں کے قدم ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ نمبر ۲۔ ربط کے ذریعہ کیونکہ جب دل نہیں صبر پہنچتا ہو جائے تو لڑائی میں قدم خود مضبوط ہو جاتا ہے۔

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنِي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا سَالِّقِيْ فِيْ قُلُوْبِ

جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم ایمان والوں کو جماؤ میں غریب کافروں کے

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرَّعْبَ فَاَضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاَضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ط

اور ان کے ہر پورے پر مارو۔

سو تم گردلوں پر مارو

دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔

فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا:

آیت ۱۲: اِذْ يُوحِيْ (اس وقت کو یاد کرو جب حکم دیتا تھا) نَحْيَكُمْ: اذیعداکم سے بدل سوم ہے۔ نمبر ۲۔ مثبت سے منصوب ہے۔ رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اِنِّيْ مَعَكُمْ (آپ کا رب فرشتوں کو کہہ میں تمہارے ساتھ ہوں) مدد کے ساتھ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا (تم سب ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ) بشارت کے ساتھ۔ فرشتہ انسانی صورت میں صف کے آگے چلا اور کہتا ابشروا فان اللہ ناصرکم۔ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر ہے۔ سَالِّقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرَّعْبَ (میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں) خوف سے ان کے دل کو بھرتا۔

قراءت: شامی علی نے الرعب پڑھا ہے۔۔

کفار کی گردنیں اڑادو:

فَاَضْرِبُوْا (پس تم مارو) مسلمانوں کو حکم دیا نمبر ۲۔ ملائکہ کو اس میں دلیل ہے کہ ملائکہ نے قتال کیا۔ فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (گردنوں پر) نمبر ۱۔ یعنی گردنوں کے اوپر والے حصے جو کہ ذبح کے مقامات ہیں تاکہ سرازائے جائیں۔ نمبر ۲۔ سر مراد ہیں کیونکہ گردنوں پر سر ہی ہوتا ہے۔ مطلب کھوپڑی پر مارنا ہے۔ وَاَضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (اور ان کے پور پور پر مارو) وہ انگلیاں ہیں۔ مراد اطراف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان کے قتل کے مقامات اور اطراف جسم دونوں پر مارو۔ ضرب مقتل پر پڑے یا غیر مقتل پر ان دونوں اقسام میں ضرب مشتمل ہونی چاہیے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ اللّٰهَ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے سو اللہ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۱۳ ذٰلِكُمْ فَذُوقُوْهُ وَاَنْ لِّلْكَافِرِيْنَ عَذَابُ النَّارِ ۝۱۴

تخت سزا دینے والا ہے۔ سو یہ سزا تم پکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِيَضَتْ لَكُمُ الدِّيْنَ كَفَرُوْا زَحَفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمْ الْاَدْبَارَ ۝۱۵

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرو

وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرًاۙ اِلَّا مَّتَّحِرًاۙ فِى الْبَغْيِۙ فَذٰلِكَ مَا كُنَّا لَنَفْعِلَآهُ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمْ اَعْيُنُنَاۙ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ فَاِنَّا نَكْشِطُهُمْ مِّنْ اَعْيُنِنَاۙ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمَكِيَدُوْنَ ۝۱۶

اور اس دن جو اس شخص کے جو لڑائی کیلئے رخ بدلنے والا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے والا ہو جو شخص پشت پھیرے گا سو وہ

يَغْضَبُ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَيَكْفُرُ عَنْهُمْ وَيُوَلِّى الْاٰخَرِيْنَ ۝۱۷

اللہ کے غضب کو لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑی جگہ ہے۔

یہ سزا اللہ اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی:

آیت ۱۳، ۱۴: ذٰلِكَ (یہ) یہ ضرب، قتل، جلد پہنچنے والی سزا تمام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتداء ہے۔ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ (اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی) اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب ان پر مخالفت خدا و رسول کی وجہ سے پڑا۔ شاقوا کا لفظ الشق سے ہے۔ ہر دشمنی کرنے والا ایک جانب اور دوسری جانب اس کا مقابل کذا المعادة و المخاصمة کیونکہ ایک ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں) ذٰلِكَ کا کہ کاف میں خطاب رسول سے ہے یا ہر فرد اور ذٰلکم میں بطور اتقات کے کفار کو خطاب ہے۔ ذٰلِكُمْ محل رفع میں ہے۔ نمبر ۱۔ ذٰلِكُمْ الْعِقَابِ نمبر ۲۔ الْعِقَابِ ذٰلِكُمْ۔ فَذُوقُوْهُ وَاَنْ لِّلْكَافِرِيْنَ عَذَابُ النَّارِ (سو یہ سزا تم پکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) واو، مع کے معنی میں ہے۔ یعنی ذوقوا لهذا العذاب العاجل مع الآجل الذی لکم فی الآخرة اس جلد ملنے والے عذاب کو پکھو اس کے ساتھ مؤجل عذاب آخرت کا تیار ہے۔ گویا ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا۔

دو بدو جنگ کے احکامات:

آیت ۱۵: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِيَضَتْ لَكُمُ الدِّيْنَ كَفَرُوْا زَحَفًا (اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ)

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا اور جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا

وَلِيْلِي الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلََاءٌ حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۷ ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

اور تاکہ اللہ مؤمنین کو اپنی طرف سے اچھا انجام دے بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ بات ہے اور بلاشبہ اللہ

مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ۝۱۸

کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

یہ الذین کفروا سے حال ہے۔ الزحف وہ لشکر جو کثرت کی وجہ سے اس طرح نظر آئے گویا وہ رینگ رہا ہے۔ یہ زحف الصبی سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سرینوں پر آہستہ آہستہ سرکنے لگے۔ مصدر سے بطور تام کے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَا تُؤْتُواهُمُ الْأَذْيَارَ (تو ان سے پشت مت پھیرنا) ان سے شکست کھا کر مت بھرو۔ یعنی جب ان سے لڑائی میں سامنا کرو، ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری کم ہو تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ چہ جائیکہ تم تعداد میں ان سے قریب یا برابر ہو۔ نمبر ۲۔ مؤمنین سے حال ہے۔ نمبر ۳۔ فریقین سے حال ہے جب تم اور وہ گڈمڈ ہو کر لڑو۔

بھاگنے والے کے جرم کی شدت:

آیت ۱۶: وَمَنْ يُؤْمَرْ بِالْعَمَلِ فَلْيُجِدْ فِيهِ صُلُوحًا (اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا۔ مگر ہاں جو پیٹرا بدلتا ہو) مائل ہونے والا۔ لِقَتَالِ (لڑائی کیلئے) وہ مرکز حملہ کرنے کیلئے پسپا ہونا ہے دشمن کو خیال ہو کہ بھاگ گیا پھر اس پر مرکز حملہ آور ہو۔ یہ ایک جنگی طرز ہے۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا (یا ملنے والا ہو) اِلَىٰ فِتْنَةٍ (اپنی جماعت کی طرف) پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے ملنے والا ہو مسلمانوں کی جماعت جو اس کی پشت میں ہو۔

بَحْجُوۡنَ: یہ دونوں یولہم کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں۔ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمَ وِبَنَسِ الْمَصِيۡرِ (وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے) متحیز کا وزن متفعّل ہے متفعّل نہیں کیونکہ وہ حازر ببحوز سے ہے اس سے متحوز، متفعّل بنتا ہے نہ کہ متحیز۔

ایک مشت خاک کا اعجاز:

آیت ۱۷: جب اہل مکہ کی قوت ٹوٹ گئی اور قتل و قید ہو گئے۔ تو قاتل تفاخر کے طور پر قتل اور اسرٹ کہنے لگے تو ان کو کہا گیا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ (پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا تھا) محذوف شرط کے جواب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ان المتخترتم بقتلهم فانتم لم تقتلوهم اگر تم ان کے قتل پر فخر کرتے ہو تو تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ جب جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے کہا ایک مٹی لے کر ان کی طرف پھینکو۔ آپ نے پھینکا اور بدعا فرمائی شاہت الوجہ

إِنْ تَسْتَفْتِ حُوفًا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۚ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آ چکا ہے۔ اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

نَعُدُّ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِتْنَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

تو ہم بھی وہی کام کریں گے۔ اور تمہاری جماعت ہرگز تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اگرچہ کثیر تعداد میں ہو۔ اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

کوئی مشرک ایسا نہ رہا مگر وہ اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہو گیا پس کفار شکست کھا گئے۔ کہا گیا: وَمَا رَمَيْتَ اے محمد (ﷺ) اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللَّهَ رَمٰی (اور آپ نے خاک کی مٹی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکیں، حقیقت میں آپ نے نہیں پھینکیں۔ کیونکہ اگر آپ پھینکتے تو اس کا اثر اتنا ہی ہوتا جتنا انسان کے پھینکنے کا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پھینکنے کا اثر بہت بڑا ہوا (ہر کافر کی آنکھ میں کنکری پہنچ گئی اور اس کو بے بس کر دیا)

مَنْ يَنْتَهِ ۖ اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بندے کے فعل کی نسبت اس کی طرف کسب کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی حیثیت سے اس طرح نہیں جیسا کہ جبریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اِذْ رَمَيْتَ کہہ کر بندے کے فعل کو ثابت کیا پھر بندے سے اس کی نفی لیکن اللہ رمی کہہ کر کر دی۔

قراءت: اور لکن اللہ قتلہم اور لکن اللہ رمی میں لیکن کو شامی، حمزہ اور علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔ وَلِيَبْلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ (تا کہ وہ مومنین کو اجر دے) تا کہ وہ مومنوں کو دے مِنْهُ بَلَاءٌ حَسَنًا (خوب اجر) عطاءً جمیل۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں پر احسان کیلئے اس نے کیا جو کچھ کیا اور یہ سب کچھ اسی خاطر کیا۔ اِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کی دعاؤں کا عَلِيمٌ (جاننے والا ہے) ان کے حالات کو۔

کافروں کی تدبیر کمزور کر دی:

آیت ۱۸: ذٰلِكُمْ (ایک بات تو یہ ہوگی) یہ بلائے حسن کی طرف اشارہ ہے۔

يُخَيِّدُ الْكَافِرِينَ (یہ محل رفع میں ہے اور ذٰلِكُمْ پر اس کا عطف ہے مراد ابلائے مومنین اور توہین مکائد کافرین ہے۔ وَاَنَّ اللَّهَ مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ الْكَافِرِينَ (اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا)

قراءت: مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ شامی و کوئی نے پڑھا ہے۔ جبکہ حفص نے مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ پڑھا اور دیگر قراء نے مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ پڑھا۔

آیت ۱۹: اِنْ تَسْتَفْتِ حُوفًا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ (اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہو) اگر تم مد طلب کرتے تھے تو مد آ گئی مگر تمہارے خلاف۔ یہ اہل مکہ کو خطاب فرمایا کیونکہ روانہ ہوتے وقت انہوں نے استار کعبہ سے چٹ کر کہا

اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْهُ وَاِنْ كُنَّا عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْنَا۔

دوسرا قول ان تستفتحوا یہ مومنوں کو خطاب ہے۔ کہ اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو وہ آ گیا۔ وَاِنْ تَنْتَهُوا (اگر تم باز آ جاؤ)

یہ کفار کو خطاب ہے۔ ان تنتہوا کا مطلب عداوت رسول سے باز آنا ہے۔ فَهُوَ (تو یہ) یہ باز آنا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (نہایت خوب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَانْتُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم

تَسْمَعُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ إِنَّ

سننے ہو اور ان میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سننے پتک

شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ

زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو کوئے ہیں بہرے ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے اور اگر

عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝

اللہ جانتا کہ ان میں کوئی بھلائی ہے تو ان کو ضرور سنا دیتا اور اگر ان کو سنا دے تو وہ ضرور روگردانی کریں گے بے دلی کرتے ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اے ایمان والو! تم حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

اور جان لو کہ اللہ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان اور بیشک تم اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اور تم ایسے فتنہ سے بچو جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے مٹا ہوں کے مرتکب ہوئے اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

سخت عذاب والا ہے۔

(ہے) بہت بہتر اور سلامتی والا ہے۔ وَإِنْ تَعُوْذُوا (اور اگر تم بھروسہ کی کام کر دو گے) ان کے ساتھ لڑائی کے لیے۔ نَعُوْذُ (تو ہم بھی پھر بھی کام کریں گے) تمہارے خلاف ان کی مدد کیلئے۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ (اور تمہاری جمیعت تمہارے کام نہ آوے گی) تمہاری پارٹی شینا وَلَوْ كَثُرَتْ (ذرا بھی۔ اگرچہ کتنی زیادہ ہو) تعداد میں وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے)

قرأت: مدنی، شامی و حفص نے اللہ کو فتح کیا تھا پڑھا۔ اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ مدد کے ذریعہ مومنین کے ساتھ ہے۔ ایسا ہوا۔ دیگر قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی تائید عبد اللہ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ واللہ مع المؤمنین۔

اطاعت رسول (ﷺ) کا دامن تھا مے رکھو:

آیت ۲۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو) رسول اللہ ﷺ سے کیونکہ اطیعوا الرسول کا معنی اس ارشاد کی طرح ہے: وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ (التوبہ: ۶۲) اور اس لئے بھی کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ایک چیز ہے جیسا اس ارشاد میں ہے: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰) ایک کی طرف ضمیر کا لوٹنا دونوں کی طرف ضمیر لوٹنے کی طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاحسان والاحمال لا ینفع لی فلان۔ نمبر ۲۔ ضمیر کا مرجع اطاعت کا حکم ہے۔ یعنی اس امر اور اس کے ہم مثل اوامر سے منہ نہ موڑو۔ تَوَلَّوْا اصل میں تَوَلَّوْا ہے ایک تاکو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ (حالانکہ تم سنتے ہو) یعنی تم اس کو سنتے ہو۔ نمبر ۳۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ نہ موڑو اور نہ ہی ان کی مخالفت کرو حالانکہ تم ان کی تصدیق کرتے ہو اس لئے کہ تم مؤمن ہو۔ تم بہرے جھٹلانے والے کفار کی طرح نہیں ہو۔

منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ:

آیت ۲۱: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا) یعنی سننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین اور اہل کتاب ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (حالانکہ وہ سنتے کچھ نہیں) کیونکہ وہ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں گویا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم قرآن و نبوت کی تصدیق کرتے ہو۔ جب بعض امور میں اطاعت رسول سے منہ موڑو گے جیسے تقسیم غنائم وغیرہ تو تمہارا سنا ان کے مشابہ ہو جائے گا۔ جو ایمان نہیں رکھتے پھر فرمایا۔

کافر بدترین جانور:

آیت ۲۲: إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضَّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (بیشک مخلوق میں بدترین وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گوئے کہ ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے) مطلب یہ ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں بہائم سب سے بدترین ہیں اور بہائم میں سے بدترین وہ ہیں جو کہ حق سے بہرے بے عقل ہیں۔ اس کو نہیں سمجھتے کفار کو جس بہائم سے قرار دیا پھر ان کو ان سے بھی زیادہ برا قرار دیا کیونکہ انہوں نے مانوس ہونے کے بعد عناد اختیار کیا اور عقل کے ہوتے ہوئے کفر پر ضد اختیار کی۔

وہ خوبی سے خالی ہیں:

آیت ۲۳: وَلَا تَعْلَمِ اللَّهُ فِيهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ ان میں دیکھتے) ان کو گئے بہرے لوگوں میں خیراً (کوئی خوبی) سچائی اور رغبت لَمْ يَسْمَعْهُمْ (تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتے) تو ان کو سننے والے بنا دیتا یہاں تک کہ وہ بھی تصدیق کرنے والوں کی طرح سنتے۔ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا (اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے) اس سے منہ موڑتے یعنی اگر ان کو سنا دیتا اور وہ تصدیق کر دیتے تو اس کے بعد بھی اتردا اختیار کر لیتے اور استقامت پر نہ رہتے۔ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ (بے رخی کرتے ہوئے) ایمان سے۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی فوراً تعمیل کرو:

آیت ۲۳: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالا کر وجہ کہ وہ تم کو بلا رہے ہیں) اس میں بھی خبر واحد لائی گئی کیونکہ استجاب رسول استجاب باری تعالیٰ کی طرح ہے اور استجاب کا معنی اطاعت، امتثال ہے۔ امتثال بالدعوة۔ مقرر کرنا اور آمادہ کرنا ہے۔ لِمَا يُحْيِيكُمْ (جو تمہیں زندہ کرتی ہے) دیانات اور شرائع کے علوم مراد ہیں۔ کیونکہ علم زندگی ہے۔ جیسا کہ جہالت موت ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا لا تعجبن الجہول حلفہ۔ فذاک میت و ثوبہ کفن (جاہل کو اپنے جہالت کے لباس پر فخر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ مردہ ہے۔ اور اس کا لباس کفن ہے۔

نمبر ۲۔ کفار سے جہاد کیلئے کیونکہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو مغلوب ہو جائیں اور قتل کر دیے جائیں۔ نمبر ۳۔ شہادت کے لئے اس لئے کہ ارشاد الہی ہے: بَلِّ آخِیَاءَ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُؤْزِقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

اللہ کے حاکم ہونے کا مطلب:

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَوْتِ وَقَلْبِهِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان) یعنی اس کو مار دیتا ہے اور اس سے وہ فرصت فوت ہو جاتی ہے جس کو وہ پانے والا تھا۔ اور وہ فرصت یہ ہے کہ اخلاص قلب سے دین پر جمنا و میسر ہو۔ پس تم اس فرصت کو غنیمت سمجھو۔ اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے خالص کرو۔

نمبر ۲۔ اس کے اور اس کی تمناؤں کے درمیان جو وہ لمبی زندگی کے سلسلہ میں کرتا ہے پس اس کے عزائم کو منسوخ کر دیتا ہے وَأَنَّهُ إِلَیْهِ تُحْشَرُونَ (اور تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہوتا ہے) تم یقین کر لو اس کی بارگاہ میں تمہیں اکٹھا ہونا ہوگا۔ پس وہ دلوں کی سلامتی اور مخلصانہ اطاعت کی مقدار کے برابر ثواب عنایت کرے گا۔

فتنے کا وبال عام ہے:

آیت ۲۵: وَاتَّقُوا فِتْنَةً (اور تم ایسے وبال سے بچو) عذاب، لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً (جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں) یہ جواب امر ہے یعنی اگر وہ عذاب تمہیں پہنچے گا تو فقط ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا بلکہ سب کو عام ہوگا۔ جواب امر میں تاکید کا نون داخل کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس میں نبی کا معنی ہے۔ جیسا تم کہو انزل عن الدابة لا تطرحك اور لا تطرحك بھی درست ہے منکم میں من تعجیز کیلئے ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) جب وہ سزا دیتا ہے۔

وَلَا تُرْوَا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں

النَّاسُ فَاُولَئِكَمُ وَيْلٌ لَّكُمْ بِنَصْرِهِ وَاَنْتُمْ كُمِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۶

اچک لیں، سو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر گزار ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۱۷

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی، اور نہ خیانت کرو اپنی آپس کی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۱۸

اور تم جان لو کہ بیگ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہیں فیصلہ والی چیز دے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۱۹

اور تمہاری بخشش فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سابقہ حالت کو یاد رکھو تاکہ شکر یہ کی توفیق ہو:

آیت ۳۶: وَادْكُرُوا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ (اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے) اذانتُم قلیل مفعول یہ ہے ظرف نہیں۔ یعنی اذکروا وقت کو نکم اقلۃ اذلۃ اپنی قلت و کمزوری کے وقت کو یاد کرو۔ مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ (زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے) ہجرت سے قبل سرزمین مکہ میں قریش نے تمہیں کمزور بنا رکھا تھا۔ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ النَّاسُ (اور تم اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں) کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کے مخالف اور دشمن تھے۔ فَاُولَئِكَمُ (پھر اس نے رہنے کی جگہ دی) مدینہ میں وَ اَيْنَ لَّكُمْ بِنَصْرِهِ (اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی) انصار کی پشت پناہی کے ذریعہ اور بدر کے دن ملائکہ کو بھیج کر وَرَزَّ لَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عنایت فرمائیں) اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئے تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکر کرو) ان نعمتوں کا۔

اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو:

آیت ۲۷: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُونُوْا اللّٰهَ - (اے ایمان والو! تم اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو) اس کے فرائض کو معطل کر کے۔ وَالرُّسُوْلَ (رسول کے) اور رسول کے طریقہ کو نہ اپنا کر۔ وَتَخُونُوْا اٰمِنَتِكُمْ (اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں مت خلل ڈالو)

تخون: اس پر جزم لا تخونوا پر عطف کی وجہ سے ہے اسی لا تخونوا۔ اپنے مابین اس طرح کہ ان کی حفاظت نہ کرو۔ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (اور تم تو جانتے ہو) نمبر ۱۔ اس کا انجام اور وبال نمبر ۲۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم خیانت کر رہے ہو۔ مطلب یہ ہے خیانت تم سے جان بوجھ کر پائی جائے بھول کر نہیں۔ نمبر ۳۔ تم علماء ہو اچھی چیز کے حسن اور فصیح کی قباحت سے واقف ہو۔ الخون کی کرنا۔ جیسا الوفاء کا معنی پورا کرنا۔ اور اسی سے تخونہ اذا انتقصہ بولتے ہیں۔ پھر یہ امانت و وفاء کے ٹکس کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی خیانت کرنے سے کسی کی چیز میں نقصان داخل کر دیا جاتا ہے۔

مال واولاد باعش آزماتش:

آیت ۲۸: وَاعْلَمُوْا اَنْمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (اور تم جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) یعنی فتنہ میں پڑنے کے اسباب میں سے ہیں۔ فتنہ گناہ اور عذاب دونوں کو کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم کس طرح اس کی حدود کی تمہانی کرتے ہو۔ وَ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے) پس تمہارا فرض بنتا ہے کہ اس کی طلب میں حرص کرو اور دنیا میں زہدا اختیار کرو۔ اور حب اولاد اور جمع اموال کی حرص میں نہ پڑو۔

تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی:

آیت ۲۹: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَسْقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقٰنًا (اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا) مدو۔ نمبر ۱۔ کیونکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ باطل پرستوں کو ذلیل کر کے اور اہل اسلام کو عزت دیکر۔ نمبر ۲۔ وضاحت اور ظہور ہے جس سے تمہارا معاملہ مشہور ہو جائے گا۔ اور تمہاری شہرت اور آثار زمین کے اطراف میں پھیل جائیں گے۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ سطع الفرقان جبکہ فجر طلوع ہو نمبر ۳۔ شبہات سے نکلنے کی راہ اور شرح صدر نمبر ۴۔ تمہارے اور غیر مسلموں کے درمیان جدائی اور دنیا و آخرت میں مراتب۔ وَ يَكْفُرْ عَنْكُمْ سَيِّاَتِكُمْ (اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا) و يَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ یعنی کبار و اللہ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اپنے بندوں پر۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۖ وَيَمْكُرُونَ

اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ ۝۳۰

اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

کفار قریش کی تدابیر:

آیت ۳۰: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور اس واقعہ کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے) جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کروایا تو قریش کی حیلہ بازیوں کا ذکر کیا جو مکہ میں انہوں نے کیس تا کہ انکی فریب کاریوں سے نجات پانے پر آپ شکر یہ ادا کریں اور ان پر جو غلبہ عنایت فرمایا اس پر شکر بجالائیں۔ مطلب یہ ہے اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے خلاف وہ خفیہ تدابیر کر رہے تھے۔ معاملہ کچھ اس طرح ہے کہ جب انصار نے اسلام قبول کر لیا۔ تو قریش کو خطرہ ہوا کہ آپ کا معاملہ مضبوط ہو جائیگا۔

دارالندوہ کا اجلاس:

چنانچہ انہوں نے دارالندوہ میں آپ کے متعلق مشورہ کیلئے میٹنگ بلائی۔ ابلیس ان کے پاس ایک شیخ کی صورت میں آیا اور کہنے لگا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو مجھے تمہارے اجتماع کا علم ہوا۔ میں نے اس میں حاضری کا فیصلہ کر لیا، میں رائے اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا۔

میٹنگ شروع ہوئی ابوالہجرتی نے کہا اس کو ایک گھر میں بند کر کے بیڑیوں میں جکڑ دو اور روشندان کے علاوہ اس کمرے کے تمام دروازے بند کرو۔ وہاں کھانا پینا دو اور اس کے متعلق حوادث کا انتظار کرو۔ ابلیس نے کہا یہ بدترین رائے ہے اس کی قوم کے لڑاکے جمع ہو کر تمہارے ہاتھوں سے چھڑ والیں گے۔ ہشام بن عمرو نے کہا اس کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مکہ سے نکال دو۔ باہر جو کرے تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور تم آئے روز کی پریشانی سے چھٹکارا پا لو گے۔ ابلیس: یہ بھی بدترین رائے ہے۔ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو بگاڑ کر تمہارے خلاف لڑے گا۔ ابو جہل عمرو بن ہشام نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نو جوان لوہہ تلوار لے کر اس کا گھیراؤ کریں اور یکبارگی دار کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ تمام قبائل میں اس کا خون تقسیم ہو جائیگا۔ بنو ہاشم تمام قریش سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے مجبوراً دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہم اس سے چھوٹ بھی جائیں گے۔ ابلیس لعین نے کہا اس نے سچ کہا ہے اس کی رائے سب سے عمدہ ہے۔ ابو جہل کی رائے پر اتفاق ہو گیا۔ آپ کے قتل کی بات طے پا گئی۔ جبریل علیہ السلام نے آ کر رسول ﷺ کو اطلاع دی اور کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی۔ آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر سونے کا حکم دیا وہ آپ کے بستر پر سو گئے اور آپ کے حکم سے آپ کی چادر اوپر اوڑھ لی۔ آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمہیں کوئی ناگوار

وَإِذَا تَنَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۳۱﴾

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کام کہہ سکتے ہیں۔ یہ

کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ باتیں ہیں جو اگلے وقتوں کے لوگوں سے نقل ہوئی چلی آ رہی ہیں اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ آپ کی طرف سے واقعی

عِنْدَكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ وَإِنَّا لَنَاجِدُكَ بِآيِكَ ۖ وَمَا كَانَ

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی درد ناک عذاب داخل کر دیجئے اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں

اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۳۲﴾

دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔

معاملہ پیش نہ آئے گا۔ مشرکین نے رات آپ کی گھات میں گزاری۔ صبح آپ کے بستر کو دیکھا تو علی رضی اللہ عنہ کو بیدار ہوتے پایا۔ وہ ششدر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش ناکام کر دی۔ پھر انہوں نے آپ کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تدبیر کو بھی ناکام بنا دیا۔ لِيُتَبَيَّنَ لَكُم (کہ آپ کو قید کر لیں) آپ کو قید کر کے باندھ دیں۔ اَوْ يُقْتَلُوا (یا آپ کو قتل کر ڈالیں) اپنی تلواروں کے ذریعہ اَوْ يُخْرِجُوا (یا آپ کو نکال باہر کریں) مکہ مکرمہ سے وَمُكْرُوهُمْ (اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے) خفیہ تدبیر آپ کے متعلق بنا رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لئے رخصتی تیار کیا ہے۔ وہ اچانک ان کو آ لے گا۔ وَاللَّهُ خَبِيرُ الْمُنَاجِمِينَ (اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے) اس کی تدبیر دوسروں کی تدبیر سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتی ہے۔

آیت ۳۱: لَنُنَازِلُكُمْ قُرْآنًا فَرِحْتُمْ اور اپنی قراءت میں گزشتہ زمانے کے واقعات ذکر کرتے۔ ایک دن نظیر بن حارث کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسے واقعات بیان کر سکتا ہوں۔ یہ فارس کے سفر میں رستم، اسفندیار اور عجمیوں کے قصے لے کر آتا اور لوگوں کو سناتا اس پر یہ آیت اتری۔

قرآن کے متعلق کفار کا تاثر:

وَإِذَا تَنَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا (اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (تو وہ کہتے ہیں سن لیا۔ اگر ہم ارادہ کریں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں) یہ ان کی ڈھٹائی اور بے حیائی تھی کیونکہ انہوں نے ایک سورت قرآن کی مثل لانے کا دعویٰ کیا مگر لانا نہ سکے۔

جو مانگا وہ مل گیا:

آیت ۳۲: وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا (اور جب ان لوگوں نے کہا اے اللہ اگر یہ) یٰعْنٰی قرآن هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ (آپ کی جانب سے حق ہی ہے)

ترجمہ: ہذا۔ کان کا اسم ہے ہو، ضمیر فصل ہے اور الحق خبر کان ہے۔ روایت میں ہے نے نے نے جب کہا: ان هذا الا اساطیر الاولین۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو فرمایا افسوس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ نے نے نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگا: إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ (تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے) یعنی اگر قرآن برحق ہے تو مزا کے طور پر ہم کو پتھروں سے مزادے جیسا کہ اصحاب قبل کے ساتھ کیا۔ اَوِائْتَنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے) عذاب الیم کی اور کسی جنس سے عذاب دے۔ چنانچہ وہ بدر کے روز فی النار والسقر ہوا۔

نکتہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سباء کے رہنے والے ایک شخص کو کہا۔ تمہاری قوم کتنی جاہل ہے کہ انہوں نے عورت کو حکمران بنایا۔ اس نے کہا میری قوم سے تمہاری قوم بڑی جاہل ہے کہ جب رسول ﷺ نے ان کو حق کی طرف بلایا تو جواباً کہنے لگے ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء۔ تمہاری قوم نے یہ نہیں کہا ان کان هذا هو الحق فاهد ناله ہجرت تک عذاب رکا رہا:

آیت ۳۳: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (اور اللہ ایسا نہیں کریگا کہ ان کے اندر آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے) اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ جب تک آپ ان میں اقامت پذیر ہیں ان کو عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ سابقہ ام میں یہ چلا آ رہا ہے کہ کسی قوم کو استیصال کا عذاب اس وقت نہیں دیا جاتا جب تک انکا پیغمبران میں موجود ہو۔ اس سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کے ہجرت کرنے تک عذاب ان سے رکا ہوا ہے۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں ایسی حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں) یہ موضع حال میں ہے اس کا معنی ان سے استغفار کی نفی ہے۔ یعنی نمبر ۱: کہ اگر یہ ان لوگوں میں سے ہوتے جو ایمان لاتے اور کفر سے استغفار کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دیتے۔ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب دینے والا نہیں جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔ اور وہ مسلمان ہیں جو مکہ میں موجود تھے اور کمزوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے۔

وَمَا لَهُمْ إِلَّا يَعِدُّ بِهِمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے

أَوْلِيَاءَ ۖ إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا كَانَ

اولیاء نہیں ہیں اس کے اولیاء صرف متقی لوگ ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے اور بیت اللہ کے

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَاءً وَتَصَدِيَةٌ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

نزدیک ان کی نماز بس یہی تھی کہ بیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے تھے۔ سو عذاب کچھ لو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

قریش مستحق عذاب ہو چکے:

آیت ۳۴: وَمَا لَهُمْ إِلَّا يَعِدُّ بِهِمُ اللَّهُ (اور ان کا کیا استحقاق کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے۔ بلکہ جب آپ جدا ہو جائیں گے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہ دے۔ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں) ان کو کیسے عذاب نہ دیا جائے جبکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔

جیسا انہوں نے حدیبیہ والے سال آپ کو روک لیا اور آپ ﷺ اور مومنوں کو مسجد حرام سے نکال دیا۔ بلکہ وہ تو بڑے فخر سے کہتے ہم بیت اللہ کے متولی ہیں جس کو ہم چاہیں روکیں اور جس کو چاہیں داخل کریں۔ ان کو کہا گیا وَمَا تَكُونُوا أَوْلِيَاءَ (حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں) تم بیت اللہ کے متولی کس طرح ہو ایک تو تم مشرک ہو اور دوسری طرف حرم کے متولیوں سے عداوت پر تلے ہوئے ہو۔ إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ (اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی لوگ نہیں) (نمبر ۱: مسلمانوں میں سے) دو دنوں ضامن اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اللہ تعالیٰ کے اولیاء تو متقین ہیں۔ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اس کو نہیں جانتے گویا یہ مستثنیٰ کیا اس میں سے جو جانتے اور عناد کرتے ہیں۔ (نمبر ۲: اکثر سے تمام مراد ہیں۔ جیسا کہ کبھی قلت سے عدم مراد لیتے ہیں۔

مشرکین کی نماز:

آیت ۳۵: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَاءً (ان کی نماز تو خانہ کعبہ کے پاس صرف بیٹیاں تھیں) مکاء پر بندے جیسی آواز یہ خوبصورت آواز والا پرندہ ہے اس کا وزن فعال ہے مکاء، یمکو سیٹی بجانا۔ وَتَصَدِيَةٌ (اور تالیاں بجانا) تالی بجانا۔ یہ تعلقہ کا وزن الصدی سے ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نکا کرتے وہ دوران طواف اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر آواز نکالتے اور تالیاں بجاتے اور رسول ﷺ جب نماز ادا فرما رہے ہوتے تو اس وقت بھی یہ حرکات کرتے تاکہ نماز میں

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

بیشک جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں

فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

سو یہ لوگ ابھی اپنے مالوں کو خرچ کریں گے پھر یہ مال ان کے حق میں حسرت کا سبب بن جائیں گے پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا

إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ

وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے تاکہ ناپاک کو اللہ پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو

بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝

بعض کو بعض کے ساتھ ملا دے۔ پھر اس کو اکٹھا ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں داخل فرما دے۔ یہ لوگ تباہ کار ہیں۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ

جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان سے فرما دیجئے اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ ان کے لئے معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ پھر بھی وہی کریں جو کرتے رہے ہیں تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ۝

پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

خلل ڈالیں۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ (پس اس عذاب کا مزہ چکھو) قتل اور بدر کے دن قید کا عذاب بے شمار تکتے تھے (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اپنے کفر کے باعث۔

صنادید قریش کی شہ خریچی اور اس پر ندامت:

آیت ۳۶ یہ آیت ان کے بارے میں اتری جو بارہ آدمی بدر کے ایام میں یومیہ دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے یہ تمام خاندان قریش سے تھے۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (بے شک یہ کافر اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں) اس اتفاق سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اتباع محمد ﷺ جو کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس سے روکیں۔ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً (پس یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے) ان کے اتفاق کا انجام حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ گویا خود وہ خرچہ بعینہ شرمندگی بن جائیگا۔ ثُمَّ يُغْلَبُونَ (پھر مغلوب ہو جائیں گے) انجام کار۔ یہ نبوت کی پیشینگوئی ہے۔ کیوں کہ وقوع سے پہلے اطلاع دی اور ایسا ہو کر رہا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافر لوگ) جو ان میں کافر ہیں۔ إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ (جہنم کی طرف بٹکا

کر لیجائے جائیں گے) کیونکہ ان میں بعض ایمان لائے اور اسلام پر پختہ رہے۔

مؤمن و کافر میں امتیاز ہوگا:

آیت ۳: لَيَمَيِّزُ اللَّهُ الْخَبِيثَ (تاکہ اللہ ناپاک کو الگ کر دے) خبیث کفار کا گروپ مِنَ الطَّيِّبِ (پاک سے) ایمان والوں کی جماعت۔

تَحْجُوفٌ: لَيَمَيِّزُ کا لام يُحْشَرُونَ سے متعلق ہے۔

قراءت: حذرہ علی نے لَيَمَيِّزُ پڑھا ہے۔ وَيَجْعَلُ الْخَبِيثَ (اور ملا دے ناپاکوں کو) خبیث گردہ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ قَبِيرُكُمْ جَمِيعًا (ایک دوسرے سے ان سب کو جمع کر دے) پس ان کو جمع کرے گا۔ فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ (پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے) فریق خبیث کو اُولَئِكَ (ایسے لوگ) یہ اشارہ فریق خبیث کی طرف ہے۔ هُمُ الْخَبِيرُونَ (وہی پورے خسارے میں ہیں) اپنے نفوس و احوال کو خسارہ میں ڈالنے والے ہیں۔

کفار کو عداوت رسول ترک کرنے کی دعوت:

آیت ۳۸: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا (آپ کافروں سے کہہ دیں) یعنی ابوسفیان اور ان کے ساتھی اِنْ يَنْتَهُوْا (اگر یہ لوگ باز آ جائیں) رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور آپ کے ساتھ قتال سے باز آ کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ يُغْفَرُ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے) ان کی تمام عداوت و اِنْ يَعُوْذُوا (اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے) آپ کے ساتھ لڑائی کی طرف۔ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (تو گزشتہ کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے) نمبر ۱: دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب دیکر نمبر ۲۔ جب کفار کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں تو ان کے کفر و معاصی کو بخش دیا جائے گا۔

مَنْ يَنْتَلِہِ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا کہ جب مرتد دوبارہ اسلام لے آئے تو مترکہ عبادات کی قضاء اس پر لازم نہیں آتی۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے سو اگر وہ باز آجائیں

فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ

تو بیشک اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین جانو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے

نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

وہ اچھا مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔

فسادِ اعتقاد تک لڑو:

آیت ۳۹: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے) جس وقت تک ان میں شرک نہ پایا جائے۔ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) ہر دین باطل منسحل ہو جائے اور فقط دین اسلام باقی رہ جائے۔ فَإِنْ انْتَهَوْا (پھر اگر یہ باز آجائیں) کفر سے باز آجائیں اور اسلام لے آئیں۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں) ان کو اسلام پر ثواب دے گا۔

اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کار سازی پر اعتماد کرو:

آیت ۴۰: وَإِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر وہ روگردانی کریں) ایمان سے اعراض کریں اور کفر سے باز نہ آئیں فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ (تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے) تمہارا مددگار وہ معین ہے جس کی ولایت و نصرت پر پختہ یقین کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ (وہ بہت ہی اچھا حامی ہے) جو اس سے دوستی کرتا ہے اس کو وہ ضائع نہیں کرتا وَنِعْمَ النَّصِيرُ (اور بہت اچھا مددگار ہے) جس کی وہ مدد کرے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ نِعْمَ الْكَافِرُ (وہ کفر کا مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ)۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مالِ غنیمت سے ملے سوا بلاشبہ اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قربت والوں کے لئے

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلٰی

اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے اگر تم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم نے

عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقِيٍّ الْجَمْعِ ط وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ④

نازل کی اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز بھڑکائی تمہیں دونوں جماعتیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تقسیم غنائم:

آیت ۴: وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ (اور اس بات کو جان لو کہ جو بطور غنیمت تم کو حاصل ہو) بَخْشُوا: مَا الَّذِي کے معنی میں ہے اس کو الگ لکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ما، کا فہم بن جائے گا۔ غنمتم اس کا صلہ ہے اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذی غنمتموہ۔ مِّنْ شَيْءٍ (یعنی کوئی چیز) یہ اس کا بیان ہے۔ کہا گیا کہ دھاگرہ اور سوئی تھی۔ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ (اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے) بَخْشُوا: فَا س لئے لائے کہ الذی میں مجازات کا معنی ہے۔ یہ فقرہ محل رفع میں ہے خواہ مبتدائے محذوف کی خبر مانیں تقدیر عبارت یہ ہے فال حکم ان للہ خمسہ پس حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (اور رسول کا ہے۔ اور آپ کے قربت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور مسکینوں کا ہے اور مسافروں کا ہے) خمس، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ نمبر ۱: رسول اللہ ﷺ کا حصہ۔ نمبر ۲: قربت والوں کا حصہ جو بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب میں سے تھے بنی عبدشمس اور بنی نوفل کو نہیں ملتا تھا۔ وہ نصرت دینی کی وجہ سے اس کے مستحق ہوئے۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور جابر بن مطعم کا واقعہ آتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی السنن والدلائل) نمبر ۳: تین حصے یتامی، مساکین، ابن سبیل کیلئے۔

لِللّٰهِ وَلِلرَّسُولِ کا مطلب:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا۔ اسی طرح قربت والوں کا حصہ۔ البتہ ان کو فخر کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ان کے مالداروں کو نہ دیا جائے گا۔ یتیموں، مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اس کے چھ حصے ہو گئے۔ نمبر ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

جبکہ تم قریب والے کنارے پر تھے اور وہ لوگ دور والے کنارے پر اور قافلے والے تم سے نیچے کی طرف تھے

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَكِنْ لَيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ

اور اگر تم آپس میں وعدہ کر لیتے تو تم میعاد کے بارے میں اختلاف کر لیتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے

مَفْعُوْلًا لَّيْهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ

جو جو جانے والا تھا تاکہ جو شخص ہلاک ہو جیت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو شخص زندہ رہے وہ جیت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور

اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۶ اِذْ يَرْيَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَايِكٍ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرَاكُمْ

بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے جبکہ اللہ ان کو آپ کے خواب میں تم دکھا رہا تھا اور اگر وہ تمہیں ان کی تعداد

كَثِيْرًا لَّفَسَلَتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِيْ الْاَمْرِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس امر میں باہمی تم میں نزاع ہو جاتا لیکن اللہ نے بچا لیا۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو

بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۷ اِذْ يَرْيَكُمُوْهُمْ اِذَا التَّقِيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَيَقَلُّ لَكُمُ

خوب جاننے والا ہے اور جبکہ تم باہم مقابل ہوئے وہ ان کو تہداری آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا

فِيْ اَعْيُنِهِمْ لَيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۱۸

اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کا وجود میں آنا مقرر ہو چکا تھا اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

لہو للرسول کا معنی رسول اللہ ﷺ کیلئے جیسا اس ارشاد میں: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يَّرْضُوْهُ (التوبہ: ۶۳) اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو) تو اس تقسیم کو جان لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ ایمان حکم کے ساتھ رضا مندی کو لازم کرتا اور عمل علم کے ساتھ رضا مندی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل فرمایا تھا) حُجُوْرٌ: یہ باللہ پر معطوف ہے یعنی ان کنتم آمنتم باللہ و بالمنزل۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور نازل شدہ وحی پر ایمان رکھتے ہو جو ہم کے اپنے بندے پر بدر کے دن اتاری۔ يَوْمَ التَّقٰى الْجَمْعٰنِ (جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں) مسلمانوں اور کافروں کے لشکر۔ مراد اس سے جو اس دن نشانیاں اتاریں اور فرشتے اور فتح۔

حُجُوْرٌ: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وہ قدرت رکھتا ہے کہ قلیل کو کثیر پر غلبہ دے جیسا بدر کے دن کیا۔

غزوہ بدر کا ذکر:

آیت ۴۲: اِذْ اَنْتُمْ (اور وہ وقت تھا کہ جب تم) **بِخُجُوعٍ**: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ یا نمبر ۲۔ اذکروا کا مفعول ہے ای اذکروا اذانتکم۔ بِالْعُدُوَّةِ (میدان کے کنارے پر تھے) وادی کا کنارہ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے الْعُدُوَّةَ پڑھا ہے۔ الدُّنْيَا (قریب والے) مدینہ والی جانب۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ وَهُمْ بِالْعُدُوَّةِ الْقُصْوٰی (اور وہ لوگ اس میدان کے دور والے کنارہ پر تھے) مدینہ سے دور والا کنارہ قصویٰ اقصیٰ کی مؤنث ہے۔ یہ دونوں فعلی کے وزن پر ہیں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ واؤ کو یا سے بدل دیا جائے جیسا کہ علیا جو اعلیٰ کی مؤنث ہے۔ البتہ یہ القود کی طرح اصل پر ہے۔ وَالْمُكْبِ (اور قافلہ) یہ جمع راكب ہے۔ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (تم سے نشیب کی طرف تھا) یہ معنی کے لحاظ سے ظرف ہے۔ اسی مکانا اسفل من مکانکم۔ یعنی تین میل اسفل وادی میں۔ یہ محلاً مرفوع ہے کیونکہ مبتداء کی خبر ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ (اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہرا لیتے) تم اور اہل مکہ آپس میں لڑائی کا وقت طے کر لیتے لَا تَخْتَلِفُكُمْ فِي الْمَبْعَدِ (تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا) ایک دوسرے سے وعدہ میں پس و پیش کرتے تمہاری قلت اور ان کی کثرت، وعدہ پر رہنے سے روک دیتی اور ان کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب لڑائی سے رکاوٹ ڈال دیتا۔ لڑائی کا اتفاق نہ ہوتا۔ جو اللہ کے اسباب جنگ پیدا کرنے سے ہو گیا۔ وَلٰكِنْ (اور لیکن) اس نے بلامعاذ تمہیں اور انہیں جمع کر دیا۔

اعزازِ دین کا فیصلہ:

لَيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (تا کہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے) نمبر ۱۔ اپنے دین کا اعزاز اور اپنے کلمہ کی بلندی نمبر ۲۔ لام کا تعلق محذوف سے ہے یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پورا کرے جس کے لئے ہونا مناسب تھا۔ اور وہ اپنے دوستوں کی مدد اور اس کے بعد دشمنوں کی مغلوبیت شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا۔ نمبر ۱: قضاء کے لفظ میں حکم کا احتمال ہے۔ تا کہ وہ فیصلہ کر دے جس کا ہونا اس کے علم میں تھا۔ نمبر ۲۔ تا کہ وہ اس کام کو پورا کرے جس کا ارادہ فرمایا اور جس کا ارادہ اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر رہے گا وہ اسلام و مسلمانوں کی عزت اور کفر اور کفار کی ذلت لَيَهْلِكَنَّ مِنْ هَلَكٍ عَنْ بَيْنَةٍ وَيَنْجِي مَنْ حَيَّ عَنْ بَيْنَةٍ (تا کہ جس کو برباد ہونا ہے واضح دلیل آنے کے بعد برباد ہو۔ اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ واضح نشان کے بعد زندہ ہو) یہ یقینی سے متعلق ہے۔

قراءت: نافع اور ابو عمرو نے حَتَّى پڑھا ہے۔ ادغام، التقاء مثلیں کی وجہ سے ہے۔ اور اظہار اس لئے ہے کہ حرکت ثانی غیر لازم ہے۔ مضارع اس کا یہ ہے۔ یحییٰ۔ زیادہ استعمال ادغام کے ساتھ ہے۔ ہلاک اور حیات کے الفاظ کفر و اسلام کے متعلق بطور استعارہ استعمال کئے گئے۔ مطلب یہ ہے تا کہ کافر کا کفر حق کے واضح ہونے کے بعد کسی اشتباہ کی بناء پر نہ ہو۔ کل اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی الزام باقی نہ رہ جائے۔ اور تا کہ اسلام کو سچا دین سمجھ کر یقین سے قبول کریں۔ جو اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا چاہتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بدر کا واقعہ ان واضح نشانات میں سے ہے کہ اس کے بعد کفر کرنے والا مکابرہ اور محض مغالطہ میں پڑنے والا ہے۔

اس لئے اس میں فریقین کے مراکز ذکر کر دیے۔ کہ قافلہ تم سے پچھلی جانب ساحل سمندر پر جا رہا تھا۔ باوجودیکہ ان کے عمل و مشاہدہ میں یہ بات آچکی تھی۔ دوسروں کو اس سے یہ سمجھایا کہ نصرت و غلبہ کثرت و اسباب سے نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔ وہ اس طرح کہ دور والا کنارہ جہاں مشرکین نے پڑاؤ ڈالا وہاں پانی میسر، مناسب زمین اور نزدیکی کنارہ کے پاس والی زمین نرم جس میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اور بڑی مشقت سے اس میں چلا جاتا۔ ادھر قافلہ کثیر تعداد مسلح دشمن کے عقب میں تھا۔ ادھر مسلمان کمزور، قلیل التعداد۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کے اقوال کو غلبہ (جاننے والا ہے) کافروں کے کفر اور ان کی سزا اور مومنوں کے ایمان اور بدلے کو۔

خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی گئی:

آیت ۳۳: اِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ (اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے آپ کو دکھائے وہ لوگ) خُجُوجٌ: یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ سچ عظیم کے متعلق ہے یعنی وہ مصالح کو جانتے ہیں۔ جبکہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر دیا۔ فِی مَنَامِكَ قَلِيلًا (آپ کے خواب میں کم تعداد میں) تمہارے خواب میں واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تعداد خواب میں بہت کم دکھائی۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو خبر دی۔ اس سے ان کے دلوں میں دشمن کے خلاف حوصلہ پیدا ہوا۔ وَلَوْ اَرٰهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ (اور اگر آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تم ہمت ہار جاتے) تم بزدل ہو جاتے اور تمہارے قدم اکھڑ جاتے وَلَقِنَا زَعَمُومٌ فِی الْاَمْرِ (اور اس معاملے میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا) لڑائی کے معاملہ میں اور ثابت قدمی اور فرار میں متردد ہو جاتے۔ وَلٰكِنَّا اللَّهُ سَلَّمٌ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا) اور بزدلی سے سلامتی کا احسان فرمایا اور تنازع اور اختلاف سے بچالیا۔ اِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے) وہ جانتا ہے جس میں عنقریب بزدلی، جرأت اور صبر و گھبرائش ظاہر ہوگی۔

کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے:

آیت ۳۴: وَاِذْ يُرِيكُمُوهُمْ (اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کو دکھلا رہا تھا) دونوں ضمیریں مفعول کی ہیں یعنی تمہیں وہ دکھلا رہا تھا۔ اِذِ التَّقِيْمُ (جب کہ تم مقابل ہوئے) دشمن سے ملاقات کے وقت فِیْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (تمہاری نظر میں تھوڑے) یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کفار کو مسلمانوں کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تاکہ رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تصدیق ہو جائے۔ اور صحابہ آنکھوں سے خبر کو دیکھ کر خوب کوشش کریں۔ اور ثابت قدم رہیں اور ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہماری آنکھوں میں اتنے قلیل نظر آئے کہ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے آدمی کو کہا کیا تیرے خیال میں ان کی تعداد ستر ہے۔ اس نے کہا ایک سو ہو گئے حالانکہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

وَيَقْلِلُكُمْ فِیْ اَعْيُنِهِمْ (اور تم کو ان کی نگاہ میں کم کر کے دکھلا رہا تھا) یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا وہ تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی آنکھوں میں لڑائی سے پہلے قلیل تعداد میں دکھلایا۔ پھر بعد میں زیادہ تعداد میں دکھلایا۔ تاکہ وہ ان پر بے پرواہ ہو کر حملہ آور ہوں۔ پھر اچانک انکو کثرت دکھادی جائے تاکہ حیران و ششدر رہ جائیں اور خوفزدہ ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝۵۸ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا

تاکر تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور آپس میں جھڑنا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے

وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۵۹ وَلَا تَتَوَلَّوْا كَالَّذِينَ

اور تمہاری ہوا اُکڑ جائے گی اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے تھے

وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۶۰

اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَنْعَتُهُ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کثیر کو قلیل دیکھیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی پردے سے ڈھانپ دے۔ یا ان کی آنکھوں میں ایسی چیز پیدا کر دی جائے جس سے کثیر کو قلیل سمجھیں۔ جیسے بھیجئے کی آنکھ میں پیش آتا ہے۔ کہ وہ ایک کی دود دیکھتا ہے۔

نکتہ: ایک آدمی نے بھیجئے کو کہا کہ بھیجئے کو ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور اس کے سامنے ایک مرغا تھا۔ تو بھیجئے کا صاحب کہنے لگا وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ پھر تو مجھے تو یہ دو مرغ چار نظر آنے چاہئیں۔ کیونکہ

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے) پس وہ اس میں فیصلہ کرے گا جو وہ چاہتا ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی نے تَرْجِعْ پڑھا ہے۔

مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم:

آیت ۳۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً (اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے) جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو۔ فِئَةً کی صفت کو چھوڑ دیا کیونکہ مسلمانوں کی لڑائی ہی کفار سے ہوتی ہے۔ اللقاء یہ تغلبا لڑائی کا نام ہے۔ فَاثْبُتُوا (تو ثابت قدم رہو) ان سے لڑائی کیلئے اور مت بھاگو۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا (اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو) لڑائی کے مقامات میں اس کے ذکر سے پشت پناہی اور مدد طلب کرنے والے ہو۔ اور دشمن کے خلاف اس کو پکارنے والے ہو۔ اللَّهُمَّ اخْذِلْهُمْ اللَّهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَهُمْ اے اللہ ان کو رسوا کر ان کی جڑ کاٹ دے۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

(امید ہے کہ تم کامیاب ہو) تاکہ تم اپنی مراد پا لو۔ یعنی کامیابی اور ثواب۔
 مَنِّيْنَةً: اس میں تھلا دیا کہ بندے کیلئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی دست نہ پڑے خواہ اس کا دل کتنا مشغول ہو۔ خواہ اس پر کتنا غم سوار ہو۔ اس کی یاد میں اس کا دل جما ہوا ہونا چاہیے۔ خواہ دوسرے سے پرانگندہ ہو۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو:

آیت ۴۶: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو) جہاد کے حکم اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی وغیرہ میں۔ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا (اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے) پس تم بزدل ہو جاؤ گے۔ یہ اَنِّ مَضْمَرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کے لئے دلیل وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ہے۔ یعنی تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ رعب جاتا رہے گا جیسا کہتے ہیں ہبت رباح فلان ای دالت له الدولة ونفذ امره۔ اس کا حکم چلتا ہے۔ بزدلی کے اثر و نفوذ کو ہوا اور اس کے چلنے سے تشبیہ دی۔ ایک قول یہ ہے کہ مدد بالکل نہ تھی مگر ایک ہوا کے ذریعے جس کو اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے۔ حدیث شریف میں فرمایا۔ نصرت بالنصاء وأهلك عاد بالمدبور۔ میری مدد صبح کی ہوا سے کی گئی اور قوم عاد کو مدبور سے ہلاک کیا گیا۔ وَأَصْبِرُوا (اور صبر کرو) دشمن کے ساتھ قتال میں ثابت قدم رہو۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اللہ تعالیٰ انکا مددگار اور معین ہے اور ان کی محافظت کرنے والا ہے۔

شکر ابو جہل کا حال:

آیت ۴۷: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ (اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے) وہ اہل مکہ ہیں جو قافلے کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابو سفیان کا قصداں کو آ ملا اور کہنے لگا۔ تم واپس لوٹ چلو۔ تمہارا قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ ابو جہل نے انکار کیا اور کہا ہم تو بدر تک جائیں گے۔ وہاں شراب کے جام اٹھائیں گے اور اونٹ ذبح کر کے انکا گوشت اڑائیں گے۔ اور ناچ رنگ کی محفلیں منعقد کریں گے اور عرب سرداروں کی دعوت کریں گے اسی کو بطرف فرمایا اور رِئَاءَ لوگوں کو کھانا کھلانا تھا۔ مگر اس کی بجائے ان کو موت کا جام پینا پڑا اور راگ رنگ کی محافل کی بجائے ماتم کی محفلیں قائم ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی طرح بطر، طرب اور اپنے اعمال میں ریاکاری سے منع کیا۔ ان کو تقویٰ کا دامن ہاتھ میں لینا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدہ اور دکھ زدہ رہ کر اپنے تمام اعمال میں اخلاص برتنا چاہیے۔ البطر کثرت نعمت و مال، شکر سے غافل کر دے۔ وَيَصْدُقُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے) دین اللہ۔ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے) جاننے والا ہے۔ اور یہ وعید ہے۔

وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جب شیطان نے ان کو اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور اس نے یوں کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی بھی غلبہ پائے والا نہیں ہے

وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءِتِ الْفِتْنَيْنِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

اور میں تمہاری حمایت کرنے والا ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آئے سانسے ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور اس نے کہا کہ بلاشبہ میں تم سے بری

مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

ہوں بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

ترتیب شیطانی:

آیت ۴۸: وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ (اور اس وقت کا ان سے ذکر کرو جب کہ شیطان نے ان کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں) (اذکروا۔ اس وقت کو یاد کرو جب شیطان نے ان کے لئے اعمال کو مزین کر دیا۔ وہ اعمال جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں کئے تھے۔ اور ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بالکل مغلوب نہ ہونگے۔ غالب یعنی بالفتح ہے جیسے لارجل لکم موضع رفع میں لا کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا غالب کانن لکم کوئی غالب تم پر ہونے والا نہیں۔ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (اور میں تمہارا حامی ہوں) میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ اس نے ان کے وہم میں بات ڈالی کہ شیطان کی اطاعت ایسی چیز ہے جو ان کو پناہ دے گی۔ فَلَمَّا تَرَآءِتِ الْفِتْنَيْنِ (جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں) جب دونوں جماعتیں آئے سانسے ہوئیں۔ نَكَصَ (وہ بھاگ گیا) شیطان بھاگ گیا علی عَقِبَيْهِ (الٹے پاؤں) ایڑیوں کے بل۔ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ (اور کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں) میں نے تمہیں جو امان کی ضمانت دی تھی اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے شیاطین کے ساتھ جھنڈالے کر آیا۔ جب ملائکہ کو اترتے دیکھا تو الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اس کو کہا کیا تو ہم سے اس حالت میں علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا: إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ (میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں) یعنی ملائکہ کو۔ کفار کو شکست ہوئی۔ جب مکہ پہنچے تو کہنے لگے لوگوں کو سراقہ نے شکست دلوائی ہے۔ جب سراقہ کو یہ بات پہنچی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تمہارے جانے کا بھی علم نہیں۔ البتہ تمہاری شکست کا علم ہوا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو علم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ (میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں) اس کی سزا ہے۔ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے)

اِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُمْ اَلَا دِينُهُمْ ط

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے گھمٹ میں ڈال دیا

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۵۹ وَلَوْ تَرَىٰ

اور جو کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو بلاشبہ اللہ حکمت والا ہے غلبہ والا ہے۔ اور اگر آپ دیکھیں

اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوْهُهُمْ ط

جبکہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے منہوں پر اور ان کی پشتوں پر

وَاذْبَارَهُمْ ۚ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝۶۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَكُمْ وَاَنْ

مارتے جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب پکھ لو۔ یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بلاشبہ

اللّٰهُ لَيْسَ بِظَلٰمٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝۶۱ كَذٰبِ الْفِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی حالت تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے

كَفَرُوا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِیُّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۶۲

انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا سو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا۔ بے شک اللہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

منافقین کا ڈھنڈورا:

آیت ۴۹: اِذْ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ (اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین کہتے تھے) مَا يَنْفَعُنَا اَلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی) نمبر ۱: یہ منافقین کی صفت ہے۔ نمبر ۲: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک کنارے پر تھے۔ اسلام میں ثابت قدم نہ تھے۔ غَرَّهُمْ اَلَا دِينُهُمْ (ان کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے) اس سے مراد وہ مسلمان تھے جن کو ان کے دین نے دھوکہ میں مبتلا کیا کہ ایک ہزار کے مقابلہ میں تین سو سے کچھ اوپر مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ پھر ان کو جولا کہا وَاَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ (تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں قلیل و کمزور کو طاقتور و کثیر پر مسلط کر سکتا ہے۔ حَكِيمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دوست و دشمن میں برابری نہیں کرتا۔

منافقین کی حالت مرگ:

آیت ۵۰: وَكُلُّ قَرْتَمٍ (اور اگر دیکھیں) اگر تم مشاہدہ کرتے اور آنکھوں سے دیکھتے۔ تو مضارع کو ماضی کی طرف بدل ڈالتا ہے۔ جیسا ان ماضی کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اذ یہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اذ یتوقی الذین کفروا (جبکہ ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں) ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں الملائکہ یضربون وجوههم (فرشتے ان کے منہ پر مارتے ہیں) نجر: ملائکہ فاعل ہے اور یضربون حال ہے۔ وجوہہم ان کے چہروں پر مارتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ واذ بارہم (اور ان کی پشتوں پر) ان کی پشتوں اور سرینوں پر جب وہ واپس مڑتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کے چہروں پر جب وہ آگے بڑھتے ہیں اور پشتوں پر جب وہ ٹکست کھا کر بھاگتے ہیں۔

نجر: یہ بھی کہا گیا کہ یسویٰ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور الملائکہ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور یضربون اس کی خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ کفار اس بات کے مستحق نہیں کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ ان کو موت دے۔ اس کی دلیل ابن عامر کی قراءت ہے تنوقی۔ تاکہ ساتھ۔ جب صیغہ مؤنث کا ہو تو فاعل ملائکہ بنے گا۔ وذوقوا (اور تم چکھو) ان کو کہتے ہیں۔ نجر: اس کا عطف یضربون پر ہے۔ لو کا جواب محذوف ہے لورایت امرًا فطبعًا، عذاب الحربی (آگ کی سزا) نمبر ۱۔ آگ کے عذاب کا مقدمہ (کفر پر موت) نمبر ۲۔ ذوقوا سے آخرت کے عذاب کی بشارت ہے۔ نمبر ۳۔ قیامت کو انہیں سزا دیتے وقت یہ کہا جائے گا۔ ذوقوا۔

آیت ۵۱: ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيَاتِنَا (یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں) یعنی کمایا اس آیت میں جبر یہ فرقہ کی تردید ہے۔ نمبر ۱۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ ملائکہ کا قول ہے۔

نجر: ذَلِكَ مبتداء، بما قدمت اس کی خبر ہے وَأَنَّ اللَّهَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ) اس کا معطوف ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ یعنی یہ عذاب دو وجہ سے ہے۔ نمبر ۱۔ کفر و معاصی کی وجہ سے نمبر ۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والے نہیں۔ لیس بظلام للعبید (اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) کیونکہ کفار کو سزا دینا عین عدل ہے۔ ظلام: نمبر ۱۔ انواع ظلم کی نفی کے لئے لائے۔ نمبر ۲۔ تکثیر کا صیغہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے استعمال فرمایا۔

ان کا حال آل فرعون جیسا ہے:

آیت ۵۲: كَذَّابٌ آلِ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی داب ہولا ء کذاب آل فرعون۔ دابہم انکا وہ عمل اور عادت جس پر مداومت کرنے والے تھے۔ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور جیسے ان سے پہلے لوگوں کی حالت تھی) نمبر ۱۔ قریش سے پہلے نمبر ۲۔ آل فرعون سے پہلے۔ کفروا (انہوں نے انکار کیا) یہ داب آل فرعون کی تفسیر ہے۔ بَابِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اللہ کی آیات کا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے سخت سزا دینے والے ہیں) مطلب یہ ہے یہ لوگ تکذیب میں ان کی عادت پر چلے ہم نے ان کے بعد انکا نمبر لگا دیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرَ وَاِمْلًا نَفْسِهِمْ ۚ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ کسی نعمت کا بدلنے والا نہیں جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے ذاتی اعمال کو نہ بدل دیں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۵۳ كَذٰبُ اِلٰی فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا

اور بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے

بَاٰلِیٖ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكَهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَاَغْرَقْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلُّ كَاٰثِرٍ مِّنْهُمْ ۝۵۴

رب کی آیات کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا اور یہ سب ظالم تھے

اِنَّ شَرَّ الدّٰوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵

بیشک زمین پر پلٹے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

نعمت، نعمت سے اعمال کے بدلنے پر بدلتی ہے:

آیت ۵۳: ذٰلِكَ (یہ بات) یہ عذاب یا انتقام یا اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرَ وَاِمْلًا نَفْسِهِمْ

(اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو، نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والا معاملہ اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہیں بدل لیتے۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ مشرکین مکہ اور آل فرعون کا پہلے بھی طرز عمل ایسا نہ تھا کہ پھر اس کو انہوں نے ناراضگی میں بدلا بلکہ بات یہ ہے کہ ناراضگی والی حالت بھی زیادہ اور شدید ترین ناراضگی کی طرف بدلی جاسکتی ہے اور جاتی ہے۔ چنانچہ غور کرو کفار مکہ بعثت سے قبل بت پرست تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر آیات دیکر بھیج دیا۔ تو انہوں نے اس کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اس کا خون بہانے کی کوشش کی اس طرح انہوں نے اپنی بری حالت کو بدترین حالت میں بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مہلت کے قانون کو بھلت سے بدل دیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے ہیں) ان باتوں کو جو رسولوں کی تکذیب کرنے والے کہتے ہیں۔ عَلِیْمٌ (بڑے جاننے والے ہیں) ان کے افعال کو جاننے والے ہیں۔

ہلاکت میں آل فرعون کی طرح ہیں:

آیت ۵۴: كَذٰبُ اِلٰی فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) نمبرا۔ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر ۲۔ پہلی مرتبہ بلا

وضاحت گناہ کی بناء پر پکڑنا ذکر کیا اور یہاں اس کی وضاحت اہلاک و استیصال سے کر دی۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِآٰلِیٖ رَبِّهِمْ (اور ان سے پہلے والوں جیسی حالت ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا) اور بایات ربہم لا کروا واضح کر دیا کہ خاص طور پر اس نعمت کو ٹھکرایا۔ اور حق کا انکار کیا۔ فَاَهْلَكَهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَاَغْرَقْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ (اور اس پر ہم نے ان کو ان کے

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور وہ نہیں دیتے

فَإِذَا تَنَقَّفْتَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّبْهُمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ لَعَلَّهِمْ يَذْكُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِنَّمَا تَخَافْنَ

سو اگر آپ ان کو جنگ میں پالیں تو ان کے ذریعہ ان لوگوں کو منشر کر دیجئے جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور اگر آپ کو کسی قوم سے

مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٌ فَانْذِرْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۝

خیانت کا اندیشہ بھٹوان سے جو عہد آپ نے کیا ہے وہ ان کی طرف چھینک دیجئے تاکہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈوبو دیا) سمندر میں وُكُلُّ (وہ سب) ڈوبنے والے قبلی اور مقتول قریش كَانُوا ظَالِمِينَ (ظالم تھے) اپنے نفسوں پر کفر و معاصی سے ظلم کر رہے تھے۔

یہ کفر پر مصر ہیں:

آیت ۵۵: اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (بلاشبہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے) انہوں نے کفر پر اصرار کیا ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔

معادہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو:

آیت ۵۶: الَّذِينَ عَاهَدَتْ مِنْهُمْ (جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں) یہ الذین کفروا سے بدل ہے یعنی الذین عاہد تھم من الذین کفروا وہ کافر لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ کفار کو بدترین جاندار قرار دیا۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے بدتر کافر ہیں۔ اور کافروں میں شدید ترین وہ ہیں جو اپنے وعدوں کو توڑنے والے اور کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَوْءٍ (پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں) ہر معاہدہ میں وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ (اور وہ ڈرتے نہیں) دھوکے کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اس میں جو عار اور آئندہ نتیجہ میں جو نارسا ہے اس سے نہیں ڈرتے۔

آیت ۵: فَمَا تَتَغَفَّلُونَ فِي الْحَرْبِ (پس اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پالیں) جب آپ کا ان سے سامنا ہو جائے اور ان پر کامیابی پالو۔ فَسَرَّوْهُمْ مِنْ خَلْفِهِمْ (تو ان کے ذریعہ پچھلے لوگوں کو منتشر کر دو) اپنی لڑائی اور قتل سے ان کو اس طرح منتشر کر دو کہ ان کے پچھلے کافروں کو بھی عبرت ہو تاکہ وہ آئندہ جرأت نہ کریں اور ان سے عبرت حاصل کر لیں۔ زجاج کہتے ہیں۔ ان سے ایسا سلوک کرو جس سے ان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے اور ان کے علاوہ بھی ان سے منتشر کر دو۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ (تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں) شاید کہ منتشر ہونے والے نصیحت حاصل کر لیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۖ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿۵۹﴾ وَأَعِدُّوا لَهُمْ

اور کافر لوگ برکت یہ خیال نہ کریں کہ وہ آجے بڑھ کر بیچ لکے۔ وہ لوگ عاجز نہیں کر سکیں گے اور ان کے مقابلے کے لئے تیاری کرو

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْحَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ ۖ عَدُوُّ اللَّهِ وَعَدُوُّكُمْ

جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور چلے ہوئے گھوڑوں سے بھی اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو

وَأَخْرَيْنَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ

اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُؤَفِّقُ إِلَيْكُمُ الْيَكْمَ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلُمُونَ ﴿۶۰﴾

کرو گے وہ جنہیں پورا پورا سامہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

خطرہ خیانت سے معاہدہ واپس کر دو:

آیت ۵۸: وَإِنَّمَا تَخَافْنَ مِنْ قَوْمٍ (اور اگر آپ کو کسی قوم سے) معاہدہ والے۔ خِيَانَةً (خیانت کا) نشانات سے معاہدہ توڑنا معلوم ہو رہا ہو۔ فَأَلَيْدُ الْيَهُودِ (تو ان کا عہد ان کو اسی طرح واپس کر دیں) ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو واپس کر دو۔ عَلٰی سَوَاءٍ (کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں) تاکہ تمہیں اور انہیں برابر نقض عہد کا علم ہو جائے۔ یہ ناپذیر اور منبوذ سے حال ہے۔ ای حاصلین علی استواء فی العلم دونوں کو برابر علم ہو جائے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) وعدہ توڑنے والے کو۔

کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے:

آیت ۵۹: وَلَا يَحْسَبَنَّ (اور اپنے متعلق یہ خیال نہ کریں) قراءت: شامی، حمزہ، یزید، حفص نے يَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ ابو بکر نے تَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تَحْسَبَنَّ سین کے سرہ سے پڑھا ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا (کافر کہہ دو بیچ گئے) نکل گئے اور قابو میں نہیں آئے۔ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ (یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے) وہ بیچ کر نہیں نکل سکتے اور ڈھونڈنے والے کو عاجز بھی نہیں کر سکتے۔

قراءت: شامی نے إِنَّهُمْ پڑھا ہے۔ ای لَانَهُمْ حمزہ مکسورہ ہو یا مفتوحہ دونوں ہی تعلیل کیلئے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مکسورہ مستأنفہ ہو کر تعلیلیہ ہے اور مفتوحہ صراحۃً تعلیلیہ ہے۔ اور جنہوں نے تا سے پڑھا تو انہوں نے الَّذِينَ كَفَرُوا کو مفعول اول اور سَبَقُوا کو مفعول ثانی بنایا ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے الَّذِينَ كَفَرُوا کو فاعل قرار دیا اور سَبَقُوا کو مفعول۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَنْ سَبَقُوا۔ اَنْ کو حذف کر دیا اور یہ ان مخففہ من المقلہ ہے ای انہم سبقوا تو یہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔

نمبر ۳۔ فاعل مضمَر ہے ای ولا یحسبن محمد الکافرین سابقین ہرگز محمد ﷺ کا فروع کو ہم سے سبقت کرنے والے گمان نہ کریں۔

بعض لوگوں نے حذرہ کو اس قراءت میں متفرق قرار دیا مگر انکا قول محل نظر ہے۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے۔ زہری سے روایت ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شکست کھانے کے بعد بچ گئے۔

کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو:

آیت ۶۰: وَأَعِدُّوا (اور تم سامان درست رکھو) اے ایمان والو! لَهُمْ (ان کا فروع کیلئے) وعدہ خلافوں کیلئے یا تمام کفار کیلئے مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے) ہر وہ چیز جس سے لڑائی میں مدد مل سکتی ہے۔ حدیث میں ہے الا ان القوة الرومی آپ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد قلعے ہیں۔ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ (اور پہلے ہوئے گھوڑوں سے) یہ ان گھوڑوں کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھے جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ رباط جمع ہے ربط کی جیسے تفصیل و فصال۔ گھوڑوں کو قوت کیلئے اسی طرح خاص کیا۔ جیسے جبرائیل اور میکائیل کو ملائکہ میں سے وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ (البقرہ: ۹۸) تَوْهِيْبُوْنَ بِہ (اس کے ذریعہ تم رعب جمائے رکھو) جس حد تک تم طاقت رکھتے ہو۔ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر) یعنی اہل مکہ وَالْآخِرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں پر بھی) ان کے علاوہ اور وہ یہود یا منافقین یا اہل فارس یا کفار جن کا ذکر حدیث میں ہے ان الشیطان لا یقرب صاحب فرس۔ شیطان صاحب فرس کے قریب نہیں آتا۔ ولا داراً فیہا فرس عتیق نہ وہ گھر جس میں آزاد گھوڑا ہو۔ (قال ابن حجر لم اجدہ) روایت میں ہے کہ گھوڑے کا نہہنا نا جنات کو ڈراتا ہے۔ (اس کی بھی اصل نہیں ملی) لَا تَعْلَمُوْهُمْ نَّهُمْ (جن کو تم نہیں جانتے) تم ان کو معین طور پر نہیں پہچانتے ہو۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ (اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے) وَمَا تَنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یُوَفِّ إِلَیْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا) اس کی وافر جزاء تمہیں ملے گی۔ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا) جزاء میں کمی نہ کی جائے گی بلکہ پوری دے دی جائے گی۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْتَحِ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ①

اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَ

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بیگ اللہ آپ کو کافی ہے۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنی مدد کے ساتھ اور اہل ایمان کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِينَ ② وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ

آپ کو قوت دی۔ اور ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ اگر آپ سب کچھ خرچ کر دیتے جو زمین میں ہے تب بھی آپ ان کے دلوں میں

بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ③ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ

الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا فرمائی ہے۔ بے شک وہ غلبہ والا ہے۔ اے نبی! آپ کو اللہ

اللَّهُ وَمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ④

کافی ہے اور وہ مومن بندے جنہوں نے آپ کا اتباع کیا۔

آیت ۱: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں) مائل ہوں۔ حج کا صلہ لام ہو یا الی اس کا معنی مائل ہونا آتا ہے۔ لِلْسَّلَامِ صلح کیلئے قراءت: ابوبکر نے سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ سلم یہ مؤنث ہے اس کی ضد بھی تانیث ہے اور وہ الحرب کا لفظ ہے۔ فَاجْتَحِ لَهَا (تو آپ بھی جھک جائیں) تو ان کی طرف مائل ہو۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور اللہ پر بھروسہ کریں) اور ان کے باطن میں مکر ہو کہ مائل ہو کر دھوکہ کریں گے تو پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور ان کے مکر سے بچانے والا ہے۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) وہ آپ کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے احوال کو جاننے والا ہے۔

آیت ۲: وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ (اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں) وہ مکر کریں گے اور دھوکہ دیں گے۔ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ، (اللہ آپ کو کافی ہے) اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ (وہ وہی ہے جس نے آپ کو قوت دی) بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے) تمام ایمان والوں سے یا انصار کے ذریعہ

اوس و خزرج میں الفت کا امتنان:

آیت ۳: وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا) ایک سو بیس سال سے جنگی دشمنی تھی ان اوس و خزرج کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَبْرُونَ

اے نبی آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے بیس افراد ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ

تو وہ سو پر غالب ہو جائیں گے اور اگر تم میں سے سو افراد ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ

قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّمَهُ وَعَلَّمَ أَنَّ فِيكُمْ زَعْفًا وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اب اللہ نے تمہارا بوجھ بڑھا کر دیا اور اس نے جان لیا کہ بے شک تمہارے اندر کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سے

مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفِينَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَ

ثابت قدم رہنے والے سو افراد ہوں گے تو وہ دوسو غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار افراد ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے) ان کی عداوت اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ اگر کوئی خرچ کرنے والا ان کی عداوت کو مٹانے کیلئے زمین کے تمام مال بھی خرچ کر ڈالتا پھر بھی عداوت کو الفت سے نہ بدل سکتا تھا۔ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْتِهِمْ (لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم الفت ڈال دی) اپنے فضل و رحمت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی قوت جمع کر دی۔ ان میں محبت و الفت پیدا کر دی اور باہمی بغض و عداوت دور کر دی۔ إِنَّهُ عَزِيزٌ (بیشک وہ زبردست ہیں) آپ کو دھوکہ دینے والوں کو مغلوب کر دے گا۔ حَكِيمٌ (حکمت والے ہیں) آپ کے پیروں کی مدد کرے گا۔

اللہ کی مدد اور مومنوں کا تعاون کافی ہے:

آیت ۶۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (اے نبی ﷺ) آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں) واؤ بمعنی مع ہے۔ نمبر ۱۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے پیروں کا مومنین کی مدد کیلئے کافی ہے۔ نمبر ۲۔ اور محل رفع میں بھی جائز ہے۔ اسی کفائك اللہ و کفائك المؤمنون تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے مددگار ہونے کے لحاظ سے اور مومن کافی معاون ہونے کے اعتبار سے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر تینتیس مرد اور چھ عورتیں ایمان لائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ آیت اتری۔

ترغیب قتال کا حکم:

آیت ۶۵: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (اے پیغمبر! آپ مومنین کو قتال کی ترغیب دیں) التحریض

لڑائی کے معاملے پر آمادگی میں مبالغہ کرنا۔ الحَرْصُ جس کو مرض اتنا کمزور بنا دے کہ وہ موت کو جھانکنے لگے۔ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ۔ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہو گئے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہو گئے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے۔ کہ اگر مومنوں کی جماعت لڑائی میں جی رہے گی تو اپنے سے دس گنا کفار پر غالب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے) اس وجہ سے کہ کفار جاہل ہیں بغیر ثواب اور طلب ثواب کے وہ حیوانات کی طرح لڑتے ہیں۔ اس سے ان کی ثابت قدمی کم ہے جہالت کی وجہ سے وہ نصرت الہی سے محروم ہیں۔ برخلاف اس کے جو بصیرت کے ساتھ لڑنے والا ہو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا امیدوار ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان پر لازم تھا کہ وہ نہ بھاگیں گے اور ایک دس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے گا۔ جب یہ گراں گزرا تو اس حکم کو منسوخ کر کے تخفیف کردی کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

تخفیف حکم:

آیت ۶۶: اَلَّذِيْنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (اب اللہ تعالیٰ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ تمہارے اندر طاقت کم ہے) ضعفا حمزہ وعاصم نے پڑھا۔ فَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ (پس اب اگر تم میں سے جم کر لڑنے والے سو ہو گئے) کوئی نے یَكُنْ، یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ بصری نے پہلے میں اس کی موافقت کی۔ مراد اس سے ضعف فی البدن ہے۔ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَغْلِبُوا اَلْفَيْنِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ (تو وہ دوسو دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار صابر ہو گئے تو وہ دو ہزار دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صابریں کے ساتھ ہیں) اپنے سے دو گنا جماعت کے ساتھ مقابلہ کو تخفیف سے قبل اور بعد دوبارہ ذکر کیا تاکہ یہ بتلادیا جائے کہ قلت و کثرت کے باوجود حالت میں فرق نہیں ہوتا کیونکہ حالت کبھی بیس اور دوسو اور سواور ہزار کے مقابلے میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح سواور دوسو اور ایک ہزار اور دو ہزار کے مابین مقابلہ میں بھی مختلف ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يَبْخَنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ

نہی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی موجود رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے تم دنیا کا سامان

الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٦﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ

چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت وال ہے اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے مقدر نہ

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ

ہو چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم کو بڑا عذاب پہنچ جاتا سو کھاؤ اس میں سے جو تمہیں بطور غنیمت کے مل گیا حلال پاکیزہ ہونے کی حالت میں

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٨﴾

اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسیران بدر کا مسئلہ اور اختلاف رائے:

آیت ۶۷: مَا كَانَ لِنَبِيِّ (نبی ﷺ) کی شان کے لائق نہیں) نہ صحیح ہے اور نہ مناسب ہے۔ اَنْ يَكُونَ لَهُ اَسْرٰی (کہ ان کے قیدی باقی رہیں)

قرأت: بصری نے ان تکون پڑھا ہے۔ حَتَّىٰ يَبْخَنَ فِي الْأَرْضِ (جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے) اشخان، کثرت قتل اور مبالغہ فی القتل یہ لفظا فقہ سے ہے جس کا معنی غفلت اور کثافت ہے یہاں تک کہ کافروں میں قتل کی اشاعت سے کفر جھک جائے اور اسلام کا غلبہ اور زور ثابت ہو جائے پھر جو طے اس کو قید کر لیا جائے۔

روایت میں ہے آپ ﷺ کے پاس ستر قیدی لائے گئے۔ جن میں عم رسول عباس اور برادر علی عقیل بھی تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی قوم و خاندان کے لوگ ہیں۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑیں شاید اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے دے اور فدیہ سے ہم قوت حاصل کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو مکہ سے باہر نکالا، جھٹلایا۔ ان کی گردنیں اڑا دیں یہ کفر کے مقتداء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو فدیہ سے بے نیاز کر دیں گے۔ عقیل علی کے سپرد کریں۔ حذرہ کے حوالہ عباس کریں۔ مجھے فلاں عنایت کریں پھر حکم دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں مار دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی ہے جب انہوں نے کہا: وَمَنْ عَصَانِي فَأَنْتَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (ابراہیم: ۳۲) اور اے عمر تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے جبکہ انہوں نے کہا: رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا۔ (نوح: ۲۶) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو انہیں قتل کر دو۔ اور اگر چاہو ان کا فدیہ لے لو۔ لیکن اتنی تعداد تم میں سے شہید ہوگی۔ انہوں نے کہا ہم ان سے فدیہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ جب فدیہ لے لیا تو یہ آیت اترنی: تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا (تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو) عرض کا معنی دنیا کا سامان یعنی فدیہ۔ عرض اس لئے کہا کیونکہ

جلد زائل ہونے والا اور کم باقی رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ الْآخِرَةَ (اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے) جو کہ جنت کا سبب ہے۔ جس سے اسلام کی عظمت و عزت بڑھتی ہے اور وہ اساطین کفر کا قتل کرتا ہے۔ (تاکہ اسلام کے راستہ میں رکاوٹ نہ رہے) وَاللّٰهُ عَزِيزٌ (اللہ زبردست قوت والا ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ حَكِيمٌ (بڑی حکمت والا ہے) اپنے دوستوں پر عتاب میں۔

نوشۂ تقدیر میں فدیہ کی حلت:

آیت ۶۸: لَوْلَا رَحْمَةُ رَبِّكَ لَأَكُنْتَ مِنَ الْخاسِرِينَ (اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشۂ مقدر نہ ہو چلتا) اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا۔ سَبَقَ کسی اجتہاد کرنے والے کو سزا نہ دی جائے۔ اور یہ بات ان سے بطور اجتہاد ہوئی کیونکہ۔ نمبر ۱: انہوں نے اس بات کی طرف نگاہ کی کہ انکا چھوڑ دینا ان کے اسلام کا سبب بن جائے گا۔ اور فدیہ سے جہاد پر قوت حاصل کی جائے گی۔ مگر دوسرا پہلو ان سے مخفی رہا کہ ان کے قتل میں اسلام کی عزت و شان ہے اور پچھلوں پر اس سے رعب طاری ہوگا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ اہل بدر کو عذاب نہ دیا جائے گا۔ نمبر ۳۔ بیان و معذرت سے پہلے مواخذہ نہیں۔

آپ کا مشورہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے یہ منکرین قیاس کے خلاف دلیل ہے۔ کتاب مبتداء، من اللہ صفت اول سبق صفت دوم، خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے لَوْلَا کتاب ثابت من اللہ ای لَوْلَا کتاب بھذہ الصفة فی الوجود۔ سبق یہ خبر نہیں ہے کیونکہ لَوْلَا خبر بھی ظاہر نہیں ہوتی۔ لَمَسَّكُمْ (تو تم پر واقع ہوتی) تمہیں ملتا اور پہنچتا فِيمَا أَخَذْتُمْ (جو امر تم نے اختیار کیا) یعنی قیدیوں کا فدیہ عَذَابٌ عَظِيمٌ (بڑی سزا) روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کو روتا ہوا پایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیں اگر میں بھی روسکوں تو روؤں۔ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے ان ساتھیوں پر رونا آرہا ہے۔ جنہوں نے فدیہ لیا۔ میرے سامنے انکا عذاب اس درخت سے زیادہ قریب تر دکھایا گیا۔ وہ درخت آپ کے نزدیک ہی تھا۔ (مسلم ۱۷۳) اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ عذاب آسمان سے اترتا تو اس سے عمر اور سعد بن معاذ کے سوا کوئی نہ بچ سکتا اس لئے کہ انہوں نے اشخان کو پسند کیا تھا۔ (ابن جریر)

اموال غنائم کے استعمال کی اجازت:

آیت ۶۹: فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ (پس تم کھاؤ اس کو جو کچھ تم نے لیا ہے) روایت میں ہے کہ صحابہ کرام غنائم سے رک گئے اور انہوں نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ پس یہ آیات اتریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں فدیہ کو مباح کیا گیا کیونکہ یہ بھی غنائم میں سے ہے۔ فاسیہ ہے اور سبب محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے فدا احللت لکم الغنائم کہ میں نے غنائم تمہارے لیے حلال کر دیے۔ پس تم کھاؤ۔ حلالاً (حلال) عتاب و عقاب سے آزاد ہو کر۔ حلال یہ صل العقال سے ہے۔

اونٹ کا عقال کھول دیا۔ نمبر ۱۔ یہ مغنوم (غنیمت کے طور پر حاصل شدہ مال) سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مصدر کی صفت ہے یعنی اکلاً حلالاً کھاؤ حال کھانا۔ طیباً (پاک سمجھ کر) لذیذ و خوشگوار نمبر ۳۔ شرعاً حلال، طبعاً پاکیزہ و مرغوب وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) ایسی چیز کی طرف اقدام نہ کرو۔ جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ اِنَّ اللّٰهَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ ۖ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی جو قیدی آپ کے قبضہ میں ہیں ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں ایمان معلوم ہو گا

يُؤْتِيَكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۷۱ وَإِنْ يُرِيدُوا

تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا فرما دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ لوگ آپ کی

خِيَانَتِكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۷۲

خیانت کا ارادہ کریں۔ سو وہ اس سے پہلے اللہ کی خیانت کر چکے ہیں پھر اللہ نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ جاننے والا ہے۔ حکمت والا ہے۔

غَفُورٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے) جو کچھ پہلے تم کر چکے دُحِیم (رحمت والے ہیں) غنیمت کو حلال قرار دے کر۔

اگر دِل میں ایمان ہوگا تو دو گنا ملے گا:

آیت ۷۰: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ (اے پیغمبر کہہ دیجئے اُس سے جو آپ کے قبضہ میں) تمہاری ملکیت میں گویا

تمہارے ہاتھ ان کو پکڑنے والے ہیں۔ مِّنَ الْأَسْرَىٰ (قیدی ہیں) جمع اسیر

قراءت: ابو عمرو نے اساری پڑھا جو اسری کی جمع ہے۔ اِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا (اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں

ایمان معلوم ہوگا) خلوص ایمان اور صحت نیت یُؤْتِيْكُمْ خَيْرًا مِّمَّا اُخَذَ مِنْكُمْ (تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے بہتر تم کو

دے دے گا) یعنی فدیہ۔ نمبر ۱۔ خواہ دنیا میں دو گنا دے۔ نمبر ۲۔ آخرت میں ثواب دے وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں)۔

بحرین کا مال

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔ جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ آپ نے نماز ظہر کیلئے وضو کیا۔ اور تقسیم

کر کے نماز ادا فرمائی۔ عباس کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے لے لیں انہوں نے اپنے اٹھانے کی مقدار اس میں سے لیا۔ اور وہ کہا

کرتے تھے یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا اور مجھے مغفرت کی امید ہے ان کے بیس غلام تھے ان میں سے سب سے کم مال کی

تجارت کرنے والا بیس ہزار میں تجارت کرتا تھا۔ عباس کہا کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ پورا کر دیا اور مجھے دوسرے کا یقین ہے۔

(ابن جریر)

اگر فدیہ میں چاہلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے:

آیت ۷۱: وَإِنْ يُرِيدُوا (اور اگر یہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں) قیدی خِيَانَتِكَ (آپ کے ساتھ خیانت کا) نمبر ۱۔ ارتداد اختیار کر

کے آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ توڑ دیا۔ نمبر ۲۔ جس فدیہ کی ضمان دی تھی وہ روک لیا۔ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ (تو اس سے پہلے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کی تھی) اس کا انکار کر کے اور ہر عاقل سے جو وعدہ لیا گیا اس کی خلاف ورزی کر کے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجِهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

اَوْوَاوْا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٌ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَهَاجِرُوْا مَا

جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی

لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُّهَاجِرُوْا ۚ وَاِنْ اَسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں

فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ ۗ اَلَا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۷۱

تو تمہارے دُعا کی مدد لازم ہے سوائے اس قوم کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں کوئی معاہدہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٌ ۚ اَلَا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا

کَبِيْرٌ ۝۷۲ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجِهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

فساد ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

اَوْوَاوْا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۳ وَالَّذِيْنَ

جنہوں نے تمکانہ دیا اور مدد کی یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے اور جو لوگ

اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَهَاجَرُوْا وَجِهَدُوْا مَعَكُمْ ۖ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۖ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا سو یہ لوگ تم میں سے ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۴

وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب ترین ہیں بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۷۴

فَاَمْكَنْ مِنْهُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کر دیا) اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں اختیار دیا۔ یعنی ان پر غلبہ دیا۔ جیسا کہ بدر کے دن اور اگر وہ غداری کی طرف گئے تو ان پر تمہیں دوبارہ قابو دیں گے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) مَالٌ كَوْحَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) اس بات میں جس کا فی الحال ان کو حکم دیا۔

مہاجرین و انصار کا تذکرہ:

آیت ۷۲: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں مکہ سے ہجرت کی وَجْهًا لِلّٰہِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰہِ (اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا) وہ مہاجرین ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اَوَّٰوْا وَتَنَصَّرُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی) یعنی انہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا اور ان کی اعانت کی۔ یہ جماعت انصار ہے۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَّاءُ بَعْضٍ (یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں) میراث میں وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ابتداء ہجرت و نصرت کی وجہ سے انصار و مہاجرین وارث بنتے تھے۔ قربات کی وجہ سے نہیں یہاں تک کہ یہ حکم اس ارشاد سے منسوخ ہو گیا۔ وَاُولٰٓئِكَ اِلٰہِیُّ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بَعْضٍ (الاحزاب: ۶) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نصرت و معاونت مراد ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَمْ يٰہَاجِرُوْا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی) مکہ سے مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَا یَتٰہُمْ (تمہارا نہیں ان سے میراث میں) میراث میں تولیت۔ قراءت: حزرہ نے وَلَا یَتٰہُمْ واؤ کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ بعض نے کہا یہ دونوں ایک لفظ ہیں۔

ہجرت فرض تھی:

مِّنْ شَیْءٍ وَّحَتّٰی یُہَاجِرُوْا (کوئی تعلق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں) وہ مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہو وہ وارث نہ بناتا تھا۔ ان مسلمانوں کا جو ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے والے تھے۔

مَنْ یُّکَلِّمَ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ایمان کا لفظ باقی رکھا۔ حالانکہ ہجرت فرض تھی۔ اس کے ترک سے وہ مرتکب کبیرہ بن گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا مسلک ہے۔

کفار کے خلاف ان کی مدد کرو:

وَ اِنْ اَسْتَنْصَرُوْكُمْ (اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں) جو اسلام لایا اور ہجرت نہ کی۔ فِی الْیَدِیْنِ فَعَلٰیْكُمْ النَّصْرُ (دین کے کام میں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے) اگر ان کے اور کفار کے درمیان لڑائی ہو جائے اور وہ تم سے امداد طلب کریں تو کفار کے خلاف ان کی مدد ضروری ہے۔ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ (مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں عہد ہو) ان کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے خلاف لڑائی میں ابتداء نہیں کی۔ معاہدہ اس بات سے مانع ہے کہ تم ابتداء کرو۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں) حد شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت فرمائی۔

کفار میں باہمی موالات:

آیت ۳: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں) اس آیت کا ظاہر ان میں موالات کو ثابت کر رہا ہے۔ مطلب و مقصد یہ ہے کہ مسلمان موالات کفار سے بازر ہیں۔ اور ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ اور قطع تعلقی لازم ہے۔ اگرچہ وہ اقارب ہی ہوں۔ اور ایک دوسرے کا وارث بننا ترک کر دیں۔ پھر فرمایا اَلَا تَقْعَلُوهُ (اور اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے) اگر تم نے وہ نہ کیا جو میں نے حکم دیا ہے کہ مسلمان سے مواصلت کرو اور وہی تمہارے وارث و متولی ہیں۔ اسلام کی نسبت قرابت نسبی سے بڑھ کر ہے۔ تم قرابت کفار کو دو قرابتیں مت بناؤ۔

تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا) زمین میں فتنہ پھیل جائیگا۔ اور بہت بگاڑ پیدا ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کفر کے خلاف ایک دست و بازو نہ بن سکیں گے۔ شرک غالب آئے گا اور فساد تو اس سے زائد ہے۔

مہاجرین و انصار سے عہد ہائے مغفرت:

آیت ۴: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَتَصَرَّوْا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں) کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کو سچا کر دیا۔ اور اس کے مقتضیات کو حاصل کر کے ثابت کر دیا۔ جیسے وطن چھوڑنا اہل و عیال چھوڑنا۔ گھر کو خیر باد کہنا۔ مال و دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا۔ جس میں سوائے دین اور آخرت کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ لَٰهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے) جس میں احسان جتلا نا نہیں اور نہ گدلا پن اور اس آیت میں نکرار نہیں کیونکہ یہ دوسری آیت میں وعدہ کریم کے ساتھ ان کی مدح کر رہی ہے۔ اور پہلی آیت میں باہم امداد کرنے اور تعلقات مضبوط کرنے کا حکم تھا۔ گویا مقصد الگ ہونے کی وجہ سے نکرار نہیں۔

سابقین کے بعد والوں کا حکم:

آیت ۵: وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنۢ بَعْدِ (اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے) سابقین بالہجرة کے ساتھ لاحق ہونے والے مراد ہیں۔ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ (اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا پس یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں) ان کو انہیں سے بطور فضل اور برائے ترغیب قرار دیا۔ وَأُولَٰئِكَ الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (اور جو لوگ رشتہ دار ہیں ایک دوسرے کے) قرابت والے وراثت میں زیادہ حقدار ہیں۔ یہ آیت تو ارث بالہجرت و النصرۃ کی ناخ

ہے۔ فِیْ رِکْبٍ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ زیادہ حقدار ہیں) نمبر ۱۔ اس کے حکم اور تقسیم میں نمبر ۲۔ لوح محفوظ میں نمبر ۳۔ قرآن مجید میں وہ آیت میراث ہے۔ ہم احناف کیلئے وہ توریث ذوی الارحام کی دلیل ہے۔
 اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) پس وہ اپنے بندوں میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ لوگوں کی چار قسمیں ہیں نمبر ۱۔ مومن مہاجر نمبر ۲۔ مومن انصار نمبر ۳۔ مومن مگر ہجرت نہ کی۔ نمبر ۴۔ کافر ہے ایمان نہ لائے۔

تمت سورة الانفال وتليها سورة التوبة



سورۃ برأت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو انیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ فَسِيحُوا فِي

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف برأت ہے جن سے تم نے عہد کیا۔ بہ تم چلو پھرو

الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَلَمُوا أَنكُمُ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝

زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بات کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

سورت کے نام:

اس سورت کے کئی نام ہیں۔ نمبر ۱۔ البراءۃ۔ نمبر ۲۔ التوبہ نمبر ۳۔ المشقشقة۔ نمبر ۴۔ المبعثرة۔ نمبر ۵۔ المشردة۔

نمبر ۶۔ المخزیه۔ نمبر ۷۔ الفاضحة۔ نمبر ۸۔ المثیرۃ۔ نمبر ۹۔ الحافرة۔ نمبر ۱۰۔ المنکلة۔ نمبر ۱۱۔ المدممة۔

وجہ تسمیہ: البراءۃ کہنے کی وجہ اس میں کفار سے بیزار اور دست برداری کا اعلان ہے۔

نمبر ۲۔ التوبہ اسلئے کہتے ہیں اس میں مسلمانوں کی توبہ کا تذکرہ ہے۔

نمبر ۳۔ المشقشقة اس لئے کہتے ہیں کہ نفاق سے بیزار اور اظہار کرتی ہے۔ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

نمبر ۴۔ المبعثرة منافقین کے اندرونی رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ (ابن منذر)

نمبر ۵۔ المشردة: منافقین کو منتشر کرنے والی

نمبر ۶۔ المخزیه: منافقین کو رسوائی میں مبتلا کرنے والی۔

نمبر ۷۔ الفاضحة: منافقین کو رسوا کرنے والی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما)

نمبر ۸۔ المثیرۃ: نفاق کی حالت کو اکھاڑ کر سامنے لانے والی۔

نمبر ۹۔ الحافرة: منافقین کو کرید کر ظاہر کرنے والی۔

نمبر ۱۰۔ المنکلة: منافقین پر عذاب لانے والی۔

نمبر ۱۱۔ المدممة: منافقین پر تباہی لانے والی عذاب اتارنے والی (حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ابتداء میں ترک تسمیہ کی وجہ:

نمبر ۱۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور برأت تو امان کو اٹھانے اور ختم کرنے کیلئے

اتری۔ نمبر ۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب کوئی سورت یا آیت اترتی۔ تو ارشاد فرماتے اس کو فحلاں

مقام پر رکھ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کے بارے میں نہیں بتلایا کہ کہاں رکھیں۔ اس کا واقعہ سورۃ انفال کے مشابہ تھا۔ کیونکہ اس میں وعدوں کا تذکرہ ہے اور انہیں معاہدوں سے بیزارگی کا اعلان ہے۔ اسی لئے دونوں کو ملا دیا گیا ان دونوں سورتوں کو صحابہ کرام رحمہم اللہ القرنین کہتے ہیں اور سب طویل میں سے ساتویں سورت شمار کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اس میں اختلاف کیا۔

بعض نے کہا انفال و براءت ایک سورت ہے اور قتال کے متعلق نازل ہوئیں۔ بعض نے کہا یہ دو سورتیں ہیں۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ان کے قول کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ جو ان کو دو سورتیں کہتے تھے۔ اور جو ایک سورت کہتے تھے۔ ان کے قول کے پیش نظر بسم اللہ چھوڑ دی گئی۔

مشرکین سے اعلانِ بیزارگی:

آیت ۱: بَرَاءَةٌ (دست برداری) نَحْنُ: یہ مبتداء محذوف ہذہ کی خبر ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے جن سے تم نے عہد کر رکھا ہے) نَحْنُ: نمبر ۱۔ من یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور محذوف سے متعلق ہے۔ یہ مفت نہیں جیسا کہ اس قول میں بروت من الدین۔ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ہذہ براءۃ و اصلۃ من اللّٰہ و رسولہ الی الدین عاہدتم۔ یہ براءت ملنے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ یہ اس طرح ہے جیسا تم کہو۔ کتاب من فلان الی فلان۔

نمبر ۲۔ براءۃ مبتداء ہے کیونکہ مفت سے اس کی تخصیص کی گئی اور الی الدین عاہدتم یہ خبر ہے۔ جیسا تم کہو۔ رجل من بنی تمیم فی الدار۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول دونوں برئ الذمہ ہیں اس عہد سے جو تم نے مشرکین سے کیا اور وہ عہدان کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔

چار ماہ کی مہلت:

آیت ۲: فَسَبِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (پس تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھرو) پس تم زمین عرب میں چل پھر لو جس طرح چاہو۔ المسیح مہلت کے ساتھ چلنا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ اور دیگر عرب سے معاہدے کئے۔ پس وہ رکے رہے مگر ان میں سے کچھ قبائل وہ بنو ضمرہ، بنو کنانہ پس عہد توڑنے والوں کی طرف انکا عہد پھینک دیا گیا۔ اور ان کو چار ماہ جو کہ اشہر حرم ہیں۔ سرزمین عرب میں امن سے چلنے کی اجازت دی۔ فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین (التوبہ: ۵) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشہر حرام میں قتل و قتال ممنوع چلا آ رہا ہے۔

نزولِ آیت:

یہ آیت ۹ میں نازل ہوئی۔ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ مکہ کے امیر عتاب بن اسید بیٹھنا مقرر ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابو بکر

صدق ﷺ کو رسول اللہ ﷺ نے ۹ھ میں امیر الحج مقرر فرمایا۔ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی اعضاء پر سوار کر کے ان کے پیچھے بھیجا تا کہ حاجیوں کے مجمع میں سورۃ توبہ کی تلاوت کر دیں۔ آپ سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیتے تو آپ نے فرمایا لا یؤدی عنی الا رجل منی۔ معاہدات کی براءت میرے خاندان کا آدمی کر سکتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اتنا قریب پہنچے کہ وہ اونٹنی کی آواز سن پارہے تھے وہ فوراً بول اٹھے یہ تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو آملے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا۔ امیر ام ما مود؟ تو انہوں نے جواب دیا ما مود۔ جب سات ذی الحجہ کا دن آیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور حج کے احکام ان کو بتلائے۔ دس ذی الحجہ یوم النحر علیؑ ہجرۃ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ اعلان کیا۔ یا ایہا الناس رسول رسول اللہ الیکم! میں رسول اللہ کا قاصد تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجمع نے سوال کیا۔ کیا حکم لائے۔ آپ نے تمیں یا چالیس آیات سورہ توبہ کی پڑھ کر سنائیں اور پھر کہا مجھے چار باتوں کا حکم ہوا ہے۔

مندرجات اعلان:

نمبر ۱۔ الا یقرب البیت بعد هذا العام مشرک۔

نمبر ۲۔ لا یطوف بالبیت عریان

نمبر ۳۔ لا یدخل الجنة الا کل نفس مومنة۔

نمبر ۴۔ ان یتیم الی کل ذی عہد عہدہ۔ مشرک آئندہ بیت اللہ کے پاس نہ پہنچے۔ نہ چار طواف نہ ہوگا۔ جنت میں صرف مومن جائے گا۔ معاہدہ کا عہد پورا کیا جائیگا۔

مجمع: اے علی! تیرے چچا زاد بھائی نے بات پہنچا دی۔ ہم نے معاہدے پس پشت ڈال دیئے۔ ہمارے اور اس کے درمیان صرف تیرا اندازی اور تلوار چلانے کا معاہدہ ہے۔ چار مہینے یہ ہیں نمبر ۱۔ شوال، ذوالعقدہ، ذوالحجہ، المحرم یا ذی الحجہ کے بیس ایام، المحرم، صفر، ربیع الاول، دس دن ربیع الآخر کے۔ یہ حُرْم۔ نمبر ۲۔ اس لئے تھے کہ ان کو ان چار ماہ میں امن دیا گیا تھا۔ اور قتل و قتال ان سے حرام کیا گیا تھا۔ نمبر ۳۔ تغلیباً حرم کہا کیونکہ ذی الحجہ اور المحرم انہی اشہر حرم میں سے تھے۔

مسکب جمہور:

اشہر حرم میں قتال اب مباح ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا۔ وَاعْلَمُوا انْکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ (اور یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) اس سے بڑھ کر بھگ نہیں سکتے اگر چہ قوی طور پر تمہیں مہلت دی گئی ہے۔ وَأَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکَافِرِیْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کریں گے) قتل سے دنیا میں ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں عذاب دیکر۔

وَإِذْ أَنْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول

الْمُشْرِكِينَ ۚ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا

شرکین سے بری ہے۔ سو اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو یہ جان لو

أَنْتُمْ غَيْرُ مَعْجُزِي اللَّهِ ۚ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابِ الْيَمِّ ۚ إِلَّا الَّذِينَ

کہ بلاشبہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ سوائے ان لوگوں کے

عَهْدُكُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصْكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يَظَاهِرْوْا عَلَيْكُمْ أَحَدًا

جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی۔

فَاتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۚ فَإِذَا أَسْلَخَ

سو تم ان کے معاہدہ کو ان کی مدت مقررہ تک پورا کر دو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پھر جب اشرار

الْأَشْهُرِ الْحَرَمِ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ

گزر جائیں سو تم شرکین کو قتل کرو جہاں بھی پالو اور ان کو پکڑو اور گھیرد اور اُن کی تاک میں تمہات کے

وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا

بر موقعہ پر بیٹھو۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ

سَبِيلُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ

بھیڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر شرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجئے

حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَا آمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

اعلان کا تعلق تمام سے:

آیت ۳: وَإِذْ أَنْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا)

(ہے) بَحْجُور: براءت جس طرح مرفوع ہے۔ اسی طرح یہ بھی مرفوع ہے۔ پھر جملہ کا عطف بھی اسی طرح ہے۔ الاذان بمعنی اعلان ہے۔ جیسا کہ امان اور عطاء بمعنی ایمان اور اعطاء آئے ہیں۔ دونوں جملوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلا جملہ ثبوت براءت کی خبر ہے۔ اور دوسرا جملہ اس اعلان کے لازم ہونے کی اطلاع ہے جو ثابت ہو چکا۔

براءت کو معاہدہ والے مشرکین سے معلق کیا اور اعلان کو لوگوں سے معلق کیا کیونکہ براءت کا تعلق معاہدین اور توڑنے والوں کے ساتھ خاص ہے اور اعلان کا تعلق معاہد اور غیر معاہد تمام قسم کے لوگوں کیلئے ہے۔ خواہ معاہدین نے عہد توڑا ہو یا نہ توڑا ہو۔ یَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ (بڑے حج کی تاریخوں میں) نمبر ۱: یوم عرفہ کیونکہ عرفہ افعال حج میں سب سے بڑا رکن ہے۔ نمبر ۲: یوم نحر مراد ہے کیونکہ حج کی تکمیل طواف زیارت نحر، رمی، سے اسی دن میں ہوتی ہے۔ حج اکبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ کوچ صغر کہا جاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بَرِءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوئے ہیں) یعنی بان اللہ۔ الاذان کے صلہ کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ وَرَسُولُهُ نمبر ۱: بری ہے جو کہ نیت میں تھا۔ اس پر اس کا عطف ہے۔ نمبر ۲: ابتداء پر اور خبر محذوف ہے۔ ای و رسولہ ہوئی۔

قرأت: ان کے اسم پر عطف کر کے منصوب پڑھا گیا۔ اس میں جر جوار کی وجہ سے ہے۔ یا قسم کی وجہ سے جیسا کہتے ہیں لَعَمْرُكَ۔ اہمیت تعلیم:

بیان کیا گیا کہ ایک اعرابی نے سنا کہ کوئی شخص اس آیت کو اس طرح پڑھا رہا ہے کہ معنی الٹ جاتا ہے۔ اس نے سنا کہ کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے تو میں اس سے بری۔ اس کی زبان سے یہ کلمہ سن کر اس کا گریبان تھاڑے عدالت فاروقی میں لے گیا۔ اعرابی نے اس آدمی کی قرأت نقل کی اس وقت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا عربی تعلیم دی جائے تاکہ اعراب کی غلطیاں لوگ نہ کریں۔ فَاِنْ تَبُوءْ (اور اگر تم نے توبہ کی) کفر اور دھوکے سے۔ فَهَؤُ (تو وہ) یہ توبہ سخیو لَکُمْ (تمہارے لئے بہت بہتر ہے) کفر پر اصرار سے وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ (اور اگر تم نے اعراض کیا) نمبر ۱: توبہ سے نمبر ۲: اسلام کے خلاف اعراض اور توبی سے توبہ کر دو۔ فَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ (تو یہ سمجھ لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) تم اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس کی سزا اور پکڑ سے نکل جانے والے ہو۔ وَتَبٰیثُو الدّٰیْنِ کَفَرُوْا بِعَذَابِ الْیَمِّ (اور ان کا فرد کو درد ناک سزا کی خبر سنا دیں) ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے ساتھ بشارت کی بجائے۔

استثناء معاندین:

آیت ۴: اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں۔ جن سے تم نے عہد لیا ہے) یہ فسبحوا فی الارض سے استثناء ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان بیزار ی ہے۔ ان مشرکین کے متعلق جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ پس تم ان سے کہہ دو تم چل پھرو۔ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا (پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی) معاہدے کی شرائط سے یا عہد کو پورا کر دیا کو نہ توڑو۔

قرأت: لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ بھی پڑھا گیا۔ یعنی انہوں نے عہد نہیں توڑا اور یہ مناسب تر ہے۔ لیکن مشہور قرأت زیادہ بلیغ ہے۔

کیونکہ تمام کے مقابلہ میں ہے۔ وَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا (اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی) انہوں نے کسی دشمن کی تمہارے خلاف معاونت نہیں کی۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (پس ان کے معاہدہ کو پورا کرو) ان کو مکمل و تام ادا کرو۔ اِلَىٰ مَذَبِهِمْ (ان کی مدت تک) ان کی مدت کے مکمل ہونے تک۔

تَحْوِیْلُ: استثناء یہاں استدراک کے معنی میں ہے۔ گویا انکو عہد توڑنے والوں کے بارے میں حکم دیکر کہا لیکن وہ لوگ جنہوں نے عہد نہیں توڑا انکا عہد مدت تک پورا کرو اور انکے قائم مقام نہ ٹھہراؤ اور پورا کرنے والے کو دھوکا دینے والے کی طرح مت قرار دو۔ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فریقین کے مابین برابری نہ کی جائے۔ پس تم اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم:

آیت ۵: فَاِذَا انْسَلَخَ (جب گزر جائیں) گزرتا یا نکلتا اَلْأَشْهُرُ الْحُرُمُ (حرمت والے مہینے) جن میں عہد توڑنے والوں کو بھی چلے پھرنے کی اجازت دی گئی۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ (تو ان مشرکین کو قتل کرو) وہ جنہوں نے عہد کو توڑ دیا۔ اور تمہارے خلاف دشمنوں کی معاونت کی۔ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَجَدْتُمُوهُمْ (جہاں تم چاہو) حرم میں یا حلال میں وَخُذُوهُمْ (اور ان کو پکڑو) اور ان کو قید کرلو۔ اِلَّا خِذَ قِيْدًا بَنَدٍ مِّنْ ذُلٍّ اَوْ اَحْصُرُوهُمْ (اور ان کو باندھو) اور ان کو قید کرلو۔ اور علاقہ میں تصرف سے روک دو۔ وَافْعَلُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ (اور دواؤں گھاٹ کے مواقع میں ان کی تاک میں بیٹھو) ہر راستے اور گزرگاہ پر۔

تَحْوِیْلُ: یہ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاِنْ قَاتَلُوا (پھر اگر وہ توبہ کر لیں) کفر سے وَاقِمُوا الصَّلَاةَ بِوَالِئِهَا الزَّكَاةُ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دے دیں لگیں تو انکا راستہ چھوڑ دو) نمبر ۱: ان کو قید و بند سے آزاد کرو۔ یا نمبر ۲: ان سے ہاتھ روک لو۔ اور تعرض نہ کرو۔ اِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ (بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے) کفر چھپانے اور اسلام سے دھوکا دہی کو رجیم (رحمت کرنے والے ہیں) قتل کا حکم نہ دیا التزام کی ادائیگی سے پہلے۔

پناہ کی اجازت:

آیت ۶: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَاجِرْهُ (اگر کوئی مشرکین میں سے تمہاری پناہ کا طالب ہو۔ تو آپ اس کو پناہ دیں) تَحْوِیْلُ: اِحْدًا کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان استجارك احد استجارك۔ مطلب یہ ہے۔ اگر ان مہینوں کے گزرنے کے بعد کوئی مشرک تمہارے پاس آجائے جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ نہیں اور وہ تم سے امن کا خواہاں ہے تاکہ توحید مقرر آن سے استفادہ کرے تو اس کو امن دے دو۔

حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ (یہاں تک کہ وہ کلام الہی سن لے) اور اس میں تدبیر کرے اور اسلام کی حقیقت اس کے سامنے آجائے۔ ثُمَّ اَبْلَغُهُ (پھر اس کو پہنچا دو) اس کے بعد مَّا مَنَّا (اس کے امن کی جگہ میں) اس کے اس گھر میں جہاں وہ امن پانے والا ہے۔ اگر وہ اسلام نہیں لایا۔ پھر اگر چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو۔

مَنْبِتُهَا: اس میں دلیل ہے جس کو امن دیا جائے اس کو ایذا پہنچانا جائز نہیں۔ مگر ہمارے دارالاسلام میں وہ اقامت اختیار نہیں

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُمْ

اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوا لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

زادیک عہد لیا سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

الْمُتَّقِيْنَ ۖ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَقْبُوْا فِيْكُمْ اِلَّا اُولَآ ذِمَّةٌ ۭ ط

ان کا عہد کیسے رہے گا اور حال ان کا یہ ہے کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہوں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قربت کی پاسداری کریں اور نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا خیال کریں۔

يَرْضَوْكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَابِي قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فَسِقُوْنَ ۙ اِشْتَرَوْا بِاَيْتِ

یہ لوگ تمہیں اپنے منہوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فِصْدُوْا عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۙ لَا يَقْبُوْنَ

بدلہ تمہاری قیمت کو خرید لیا سو انہوں نے اللہ کے راستے سے روک دیا۔ بلاشبہ وہ جو کام کرتے ہیں برے کام ہیں وہ کسی مومن کے بارے میں

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلَّا اُولَآ ذِمَّةٌ ۭ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۙ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

کسی قربت داری کا اور کسی ذمہ داری کا پاس نہیں رکھتے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاَتَوْا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۚ وَنُفِصِلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۙ

قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے اور ہم تفصیل کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

کر سکتا۔ اس کو لوٹنے کا اختیار دیا جائے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم) اجازت والا حکم جو اس ارشاد فاجرہ میں ہے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو پوری خبر نہیں رکھتے) اس وجہ سے کہ وہ جاہل لوگ ہیں اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کو تمہاری دعوت کی حقیقت کا علم ہے۔ پس ان کو اس دینا ضروری ہے تاکہ کلام اللہ کو سن کر یا سمجھ کر حق کو قبول و عدم قبول کا فیصلہ کریں۔

مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا:

آیت ۷: كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ (ان مشرکین کا عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا) بَيِّنَاتٍ: کیف یہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے یعنی ان کا عہد پر قائم رہنا اوپری و عجیب بات

ہے پس تم ان سے یہ توقع مت رکھو اور نہ دلوں میں یہ بات لاؤ اور نہ ان کے قتل کے متعلق سوچو۔ پھر اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُمْ (مگروہ جن سے تم نے عہد لیا ہے) سے استدراک کیا۔ کہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) اور ان سے نقض عہد آج تک پیش نہیں آیا۔ جیسے بنو کنانہ، بنو ضمرہ، تو ان کے معاملہ میں ڈھیل پیدا کرو اور ان سے نہ لڑو۔ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ (پس جب تک یہ لوگ تمہارے ساتھ سیدھی طرح رہیں) اور ان سے نقض عہد ظاہر نہ ہو۔ یعنی جب تک وفائے عہد پر قائم رہیں۔ فَاسْتَقِمْوْا لَهُمْ (تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ پر قائم رہو) وفا کرتے ہوئے۔

تَعْلُوْنَ: مَعَا شَرَطِهِ بِمَعْنٰی فَاِنْ ہے۔ کہ اگر وہ استقامت اختیار کریں تو تم بھی معاہدہ کی پابندی کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو احتیاط رکھنے والے پسند ہیں) یعنی انتظار ان کے سلسلہ میں متقین کے خصائل میں سے ہے۔

کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں:

آیت ۸: کَيْفَ وَ اَنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ (کیسے؟ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں) دوبارہ اس لئے لائے تاکہ مسلمانوں کو بتلادیا جائے کہ شرکین سے عہد کی پابندی بعید تر ہے۔

تَعْلُوْنَ: فعل کو معلوم ہونے کی بناء پر حذف کر دیا۔ اسی کیف یکون لہم عہد و حالہم انہم ان یظہروا علیکم وہ معاہدہ کی پاسداری کیونکر کریں گے کہ انکا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کامیابی پالیں اس کے بعد بھی کہ معاہدے کی پختہ قسمیں اٹھا چکے لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلَّا (تمہارے متعلق وہ پاس و لحاظ نہ کریں گے قربت کا) وہ کسی قسم کی رعایت نہ کریں گے اور نہ قرابت کا لحاظ و لَا ذِمَّةٌ (اور نہ قول و قرار کا) عہد کا پاس بُوْضُوْا لَكُمْ یَا فُلُوْا اَھِمْ (وہ لوگ اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں) قسموں سے وعدہ کر کے اور وفاداری کا عہد کر کے۔ ان کے ظاہر و باطن میں اختلاف کو بیان کرنے کیلئے یہ ابتدائی کلام ہے اور دوبارہ اس لئے لائے کہ معاہدہ کی پابندی ان سے بہت بعید اور دور ہے۔ وَ تَأْتِیْ قُلُوْبُهُمْ (اور ان کے دل نہیں مانتے) ان قسموں سے اور وعدے کی وفاداری سے وَ اَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَ (ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں) عہد کو توڑنے والے ہیں۔ یا کفر میں سرکشی اختیار کرنے والے ہیں۔ انسانیت کی کوئی حد ان کو جھوٹ بولنے سے نہیں روک سکتی۔ اور نہ کوئی اخلاقی قدر توڑنے سے باز رکھ سکتی ہے جیسا کہ بعض کفار میں ان دونوں باتوں کی قربانی پائی جاتی ہے۔

آیت ۹: اِشْتَرَوْا (انہوں نے اختیار کر رکھا ہے) بدلہ میں لیا۔ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے) قرآن کے فَمَنْ قٰلِیْلًا (حقیر بدلہ) معمولی سامان اور وہ شہوات و ہوا کی اتباع ہے۔ فَصَدُّوا عَنْ سَبِیْلِہِ (پس یہ لوگ اللہ کے رستے سے ہٹے ہوئے ہیں) اس سے اعراض کیا اور دوسروں کو روکا۔ اِنَّھُمْ سَآءٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کا یہ عمل بہت ہی برا ہے) ان کی یہ حرکت بدترین حرکت ہے۔

کسی مؤمن سے تورشتہ کا بھی پاس نہیں:

آیت ۱۰: لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَ لَا ذِمَّةٌ (یہ لوگ کسی مؤمن کے متعلق نہ قرابت کا لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا) یہ سابق

کی تکرار نہیں بلکہ ما کانوا یعملون کی تشریح ہے اول آیت سے مراد خاص ہے اس لئے کہ فیکم کا لفظ ہے۔ اور دوسری آیت عام ہے کیونکہ اس میں فی مؤمن ہے۔ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں) جو ظلم و شرارت میں انتہاء سے تجاوز کرنے والے۔

توبہ اور اس کی علامات:

آیت ۱۱: فَإِنْ تَابُوا (اگر یہ لوگ توبہ کر لیں) کفر سے وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَأَخُونَاكُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دیں گے) توبہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے) پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔

توبہ: مبتداء محذوف ہے۔ فی الدین (دینی) نسب میں نہیں وَنَفَصِلُ الْأَلِیَّتِ (اور ہم تفصیل سے احکام بیان کرتے ہیں) ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (سمجھ دار لوگوں کیلئے) سمجھتے اور اس میں سوچ و بچار کرتے ہیں۔ یہ جملہ مترضہ ہے گویا اس طرح کہا: ان من تامل تفصیلها فهو العالم تحریضاً علی تامل ما فصل من احکام المشرکین المعاهدین و علی المحافظة علیها۔

جو اس کی تفصیل میں غور کرے تو وہ جان لے گا۔ معاہدہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے احکام کی تفصیل پر غور کی ترغیب دینے کیلئے اور اس کی پاسداری کیلئے۔ یہ جملہ مستقل ذکر کیا گیا ہے۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا

اور اگر وہ لوگ اپنے معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرغٹوں سے

أَيُّمَةُ الْكُفْرِ لَا إِلَهُمْ إِلَّا أَيْمَانُ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝۱۷۱ أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا

جنگ کرو بلاشبہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے یہاں قسمیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے

نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهُمْ مُوَاعِدُونَ وَالرَّسُولُ أَخْرَجَهُمْ بَاعِثٌ ۝۱۷۲ اتَّخَذْتُمْ

جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کو نکلانے کا پختہ ارادہ کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے پہلے خود بخیر معاہدہ کیا تھا کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔

فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۱۷۳ قَالُوا هُمْ يَعِزُّهُمْ

سو اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو

يَايِدُكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصَرِّكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ۝۱۷۴ وَيَذْهَبُ

مرا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو شفاء دے گا اور ان کے دلوں کی

غَيْظٌ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۷۵ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا

بلن کو دور فرما دے گا اور اللہ جس کو چاہے تو پے نصیب فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ کیا تم کو یہ گمان ہے کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ

اور حالانکہ اللہ نے ابھی تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے جہاد کیا اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ

وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۱۷۶

کسی کو دوست نہیں بنایا اور اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زدنی ہیں:

آیت ۱۷۱: وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ (اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں) یعنی انہوں نے قسموں کے ذریعہ کئے جانے والے معاہدے توڑ دیے۔ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا (اور تمہارے دین میں طعنہ کریں۔ تو تم ان کفر کے راہنماؤں سے لڑو) قراءت: دونوں ہمزہ کے ساتھ کوئی شامی نے پڑھا ہے۔ بقیہ قراء نے ایک ہمزہ سے پڑھا جو کہ غیر محدودہ اور اس کے بعد یائے مکسورہ ہے۔ اس کی اصل الامعة یہ جمع امام ہے جیسے عدا جمع اعداء۔ پہلی میم کی

حرکت نقل کر کے ہمزہ ساکنہ کو دی اور میم کو دوسری میم میں ادغام کر دیا۔ جنہوں نے دونوں ہمزہ کو باقی رکھا انہوں نے دوسرے ہمزہ کو کسرۃ ماقبل کی وجہ سے یا سے بدلا ہے۔ فَإِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ (ان کی قسمیں نہیں رہیں) پہلا حصہ آیت وان نکثوا ایمانہم میں ان کے لئے ایمان کو ثابت کیا مگر یہاں نفی کر دی۔

وجہ فرق یہ ہے کہ جو ایمان وہ ظاہر کرتے ہیں وہ شروع آیت میں مراد ہے اور اس حصہ میں حقیقت کا اعتبار کر کے فرمایا لَا اِيْمَانُ لَهُمْ۔

مَنْ يَنْتَهِ كَذِبًا: کافر کی قسم قسم شمار نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے وہ قسم پوری نہ کریں گے کیونکہ ان کے ہاں کافر کی قسم قسم شمار ہوگی کیونکہ اس کی تعریف میں نکث (ٹوٹنا) کا لفظ آیا ہے۔

قراءت: شامی نے لَا اَيْمَانَ بمعنی لا اسلام پڑھا ہے۔ لَعَلَّكُمْ يَنْتَهُوْنَ (اس ارادے سے کہ یہ باز آجائیں) یہ فقالتوا انعمة الکفر سے متعلق ہے ان کے مابین جملہ معترضہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیکن غرض کم فی مقاتلتهم انتہاء ہم عما ہم علیہ بعد ما وجد منهم من العظام۔ ان کے ساتھ تہاری لڑائی کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز پر ہیں اس سے باز آجائیں۔ اس کے باوجود کہ ان سے یہ بڑے بڑے معاملات پائے گئے۔ گناہ گار کیلئے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غایت کرم ہی تو ہے بس!

لڑائی پر آمادگی:

آیت ۱۳: پھر لڑائی پر آمادہ کیا۔ اَلَا تَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ (تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا) جو انہوں نے معاہدہ میں حلف اٹھایا۔ وَهَمُّوْا بِاُخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کرنے کی تجویز کی) مکہ سے وَهُمْ بَدَءُوْا وَكُفُّوا اَوَّلَ مَرَّةٍ (اور انہوں نے تم سے خود پہلے تہاری دشمنی کی ابتداء کی) لڑائی میں۔ اور ابتداء کرنے والا بڑا عالم ہوتا ہے پس ان کے ساتھ لڑائی سے تمہیں کوئی رکاوٹ ہے؟ اس میں مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ ترک قتال پر توبخ کی اور ساتھ ساتھ لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر لڑائی پر ابھارنے کے اسباب ذکر کئے۔ جیسے نقص عبد، اخراج رسول، بلا سبب ابتداء قتال۔ اَتَتَّخِشُوْنَهُمْ (کیا تم ان سے ڈرتے ہو) کفار سے ڈرنے پر توبخ ہے۔ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ (اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو) کہ اس سے ڈرا جائے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان رکھتے ہو) پس اس ہی سے ڈرو یعنی کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے اور دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

کفار سے لڑو واللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے:

آیت ۱۴: جب ان کو ترک قتال پر توبخ کر دی تو کھل کر ان کو حکم دیا۔ فَاتِلُوْهُمْ (ان سے لڑو) ایمان والوں سے نصرت کا وعدہ کیا تاکہ ان کے دل مضبوط رہیں اور ان کی نیتوں میں بھی خرابی نہ آئے۔ يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ بِاَيِّدِيْكُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا) قتل کرو اور وُيَخِزُّهُمْ (اور ان کو ذلیل کرے گا) قیدی بنا کر وُيَنْصُرُكُمْ عَلَيْهِمْ (اور تم کو ان پر غالب کرے گا) تمہیں ان پر غلبہ دیکرو يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دے گا) ان میں سے ایک جماعت کو۔ اس

سے مراد بنو خزاعہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ (جن پر حملہ کر کے بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ کو حرم میں قتل کیا تھا۔ جس سے فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا) تو بنو خزاعہ کے مسلمان مراد ہیں۔

مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ:

آیت ۱۵: وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ (اور ان کے دلوں کی بے چینی دور کرے گا) جو کفار کی طرف سے ان کو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وعدے پورے کر دیئے یہ آپ کی نبوت کی دلیل و ثبوت ہے۔ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ (اور جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیگا) یہ ابتدائے کلام ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ بعض اہل مکہ اپنے کفر سے توبہ کریں گے اور یہ واقعہ ہوا ان میں بہت سے لوگ اسلام لائے جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، سمیل بن عمرو۔

و معتزلہ: اس میں معتزلہ کے اس قول کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کافروں کی توبہ قبول کرے لیکن وہ اپنے اختیار سے توبہ نہ کریں گے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) وہ آئندہ کے حالات کو جاننے والے ہیں جیسا کہ ماضی سے واقف ہیں حَکِيمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) توبہ قبول کرنے میں۔

مجاہدین کی پہچان کی جائیگی:

آیت ۱۶: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو تمہارے اندر سے چھانٹا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا) نَجْمٌ: اُم مقطوعہ ہے ہمزہ توجہ کیلئے ہے کیونکہ حبان کا معنی پایا جاتا ہے تقدیر یہ ہے لا تترکون علی ما انتم علیہ حتی یتبین المخلص منکم وہم الذین جاهدوا فی سبیل اللہ لوجه اللہ۔ تم جس حالت میں ہو اس پر چھوڑا نہ جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے مخلصوں کو ظاہر نہ کر دیا جائے۔ اور وہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا صرف اسی کی رضا مندی چاہئے کیلئے۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً (اور اللہ اور رسول اور اس کے مؤمنین کے سوا کسی کو خاص دوست نہ بنایا) یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مخالفین کو راز دار نہیں بنایا۔ لہذا یہ توقع کیلئے ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ہونا بالکل متوقع ہے کہ مخلصین و غیر مخلصین کو چھانٹ لیا جائے۔

نَجْمٌ: لَمْ يَتَّخِذُوا کا عطف جاهدوا پر ہے اور یہ صلہ کے تحت داخل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ولما يعلم المجاہدین منکم والمخلصین غیر المتخذین وليجة من دون اللہ مقصود نفی علم کی ہے۔ معلوم کی نہیں جیسا کہتے ہیں ما علم اللہ منی ما قیل فی اس سے تمہاری مراد یہ ہے ما وجد ذالک منی کہ یہ بات میری طرف سے پائی ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا خیال ہے کہ بلا مجاہدہ تمہیں چھوڑ دیا جائیگا۔ اور مشرکین سے تمہیں الگ نہ کیا جائیگا۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے) خیر یا شر سے۔ پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ

شرکین اس کے اہل نہیں ہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے بارے میں کافر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِهِمْ خَالِدُونَ ﴿٧﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَأْ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ سو تو یہ ہے

أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٨﴾ أَجَعَلْتُمُ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔ کیا تم نے حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد

الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوْنَ

کرنے کو اس شخص کے برابر بنا دیا جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر، اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ

عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا

برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ

اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَدَتْ

اور یہ لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب اپنی طرف سے انہیں رحمت کی اور رضا مندی اور ایسے ہانوں کی بشارت دیتا ہے

لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿١١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٢﴾

جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

مشرك اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟

آیت ۷: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ (شرکین اس لائق نہیں) ان کے لئے درست اور مناسب نہیں أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں) قراءت: مکی، بصری نے مَسْجِدَ اللَّهِ پڑھا اور اس سے مسجد حرام مراد لی۔

نمبر: اقراءت میں جمع اس لئے لائے کہ قبلہ مساجد وہی ہے اور تمام مساجد کا امام بیت اللہ ہے پس اس کی آبادی کرنے والا گویا تمام مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا ہر حصہ مسجد ہے۔

نمبر ۲: جنس مساجد مراد ہے۔ جب ان میں اس کی جنس کو درست کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس کے تحت مسجد حرام بھی داخل ہوگی کہ وہ اس کی آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسجد حرام تو اس جنس کا مرکزی نکتہ ہے اور سینہ ہے اور یہ کتنا یہ کا مؤکد ترین طریقہ ہے جیسا تم کہو فلاں لا یقرأ کتاب اللہ یہ بات قراءت قرآن کے بارے میں تصریح سے زیادہ مؤثر ہے۔

شَهِيدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ (ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں) اس لئے کہ وہ عبادت اصنام کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ یعمر و اکی واؤ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ما استقام ان یجمعوا بین امرین متضادین عمارۃ متعبدات اللہ مع الکفر باللہ وعبادۃ ان کو مناسب نہیں دو متضاد باتیں اپنے میں جمع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انہیں تعمیر کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔ اُولَٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِی النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (ان لوگوں کے تمام اعمال بے کار ہیں وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ رہنے والے۔

مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے:

آیت ۱۸: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنا تو صرف ان لوگوں کا کام ہے) اس کی تفسیر، بوسیدہ کی مرمت، صفائی، روشنی کا انتظام، جن چیزوں کیلئے مساجد نہیں بنائی گئیں ان سے حفاظت مثلاً دنیا کی باتیں کیونکہ مسجد کی تعمیر کا مقصد عبادت اور ذکر الہی کیلئے ہے اور علم پڑھانا بھی اس ذکر میں شامل ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں) یہاں ایمان بالرسول کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے کو رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت، اذان، اقامت وغیرہ میں دونوں شہادتیں ساتھ ساتھ ہیں۔ نمبر ۲: اس ارشاد سے ایمان بالرسول پر دلالت کر دی وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتٰی الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ ڈریں) اخلاص پر متنبہ کیا۔ مراد خشیت سے دین میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر کسی دوسری رضامندی کو کسی توقع کے خوف سے ترجیح نہ دے۔ اس لئے کہ بعض اوقات مؤمن محذورات سے ڈرتا ہے اور ڈرنے کے علاوہ اس کو کسی چیز کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ دوسرا قول یہ ہے پہلے وہ اصنام سے ڈرا کرتے تھے۔ اور ان سے امیدیں لگاتے تھے پس اس خوف کی لٹی ان سے کی گئی ہے۔

فَعَلٰی اُولَٰئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُتَّحِدِيْنَ (پس ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے) ہدایت کے مواقع سے مشرکین تو بہت دور ہیں اور ان کے شرک کی وجہ سے اعمال سے انقاع بھی ہو سکتا۔ عسی کا کلمہ استعمال فرمایا جو طمع کیلئے اور امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کی تعمیر ان لوگوں کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی کے حق میں یہ چیزیں مقبول ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔

کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد سقاہے حجاج بے وزن اعمال ہیں:

آیت ۱۹: اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَجَّهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیتا) السقاہۃ۔ العمارۃ۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ فعل سقی، عمر جیسا الصیانة والوقایۃ۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اجعلتم اهل سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کممن امن باللہ۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے کو ایمان والوں کے برابر قرار دیا۔ دوسرا قول: مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ ابن زبیر کی قراءت اس کی معاون ہے۔ سقاۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے مومنین سے مشابہ ہونے کا انکار ہے۔ مشرکین کے اعمال حبط شدہ اور مسلمانوں کے اعمال ثابت و قائم شدہ ہیں۔ اور اس بات سے انکار کیا گیا کہ ان کے مابین برابری مانی جائے۔ اور ان کے برابر قرار دینے کو کفر کے بعد ایک اور ظلم قرار دیا۔ کیونکہ انہوں نے مدح و فخر کو ایسے مقام کیلئے تجویز کیا جو مدح و فخر کا مقام ہرگز نہیں۔

نشانِ بُزُرُون: یہ عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں اتری جب بدر میں وہ قید ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی کے سلسلے میں ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ اور قطع رحمی پر بھی ان کو کھری کھری سنا سنیں تو عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم ہمارے محسن کو چھوڑ کر ہماری غلطیاں گناتے ہو۔ تو ان سے پوچھا گیا تمہارے محسن کیا ہیں۔ تو کہنے لگے ہم بیت اللہ کو تعمیر کرتے، حاجیوں کو پانی پلاتے، قاتل کی گردن چھڑاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے سقاہے پر فخر کیا اور شبہ نے عمارت پر اور علی رضی اللہ عنہ نے اسلام اور جہاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

ایمان، ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں:

آیت ۲۰: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والے ہیں) اہل سقاہے اور اہل تعمیر کے مقابلہ میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) نہ کہ تم کامیابی سے مخصوص ہو ان کی بجائے۔ آیت ۲۱: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرَ الْمُشْرِكِيْنَ (ان کا رہنما ان کو بشارت دیتا ہے) قراءت: حمزہ نے یُسَبِّرُوْهُمْ پڑھا ہر حَمَۃً مِّنْهُ وَرِضْوَانٌ وَّ جَنَّتْ (اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغات) رحمت، رضوان، جنات کی بشارت دی اور ان کو نگرہ ذکر کیا تاکہ بتلایا جائے کہ یہ انعامات غیر معمولی ہیں اور کسی وصف کے ساتھ بیان سے باہر ہیں اور معترف کو معترفہ ذکر کیا گیا۔ اَلّٰھُمَّ فِیْہَا (جن میں ان کیلئے) اِنْجَاتٌ مِّنْ نَّعِيْمٍ مُّقِيْمٌ (دائمی نعمتیں ہوں گی) دائمی۔

آیت ۲۲: خٰلِدِيْنَ فِیْہَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے) جو غیر منقطع ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں پسند

عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳﴾ قُلْ إِن كَانَ

کرتے ہوں اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو یہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے

أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا

باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ

اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں

وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ فاسق قوم کو

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۴﴾

ہدایت نہیں دیتا۔

۱۳

آیت ۲۳: تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک آدمی اپنے بیٹے کو کہنے لگا اور اپنے بھائی اور دیگر قریب و اقربوں کو کہ ہمیں تو ہجرت کا حکم مل گیا۔ ان میں سے بعض نے جلدی سے ہجرت کو اختیار کر لیا۔ اور بعض سے ان کے بیٹے اور ازواج چٹ گئیں ہمیں تو یہاں خالی ہاتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہم ضائع ہو جائیں گے۔ وہ یہ سن کر ان کے ساتھ رہ پڑا اور ہجرت کو چھوڑ بیٹھا پس یہ آیت اتری۔

کا فرغیرے خواہ باپ ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ (اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں عزیز رکھیں) یعنی کفر کو ترجیح دیں اور پسند کریں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَلَّيْكُمْ (اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا) جو کافروں سے دوستی اختیار کرے گا۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پس ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

یہ واقعی بات ہے کہ اللہ نے بہت سے مواقع میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی۔ جب تمہیں اپنی کثرت پر محنت ہو گیا۔

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ

پھر اس کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیچھے ہٹ کر بھاگ

مُذَبِّرِينَ ۚ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ

کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اطمینان لٹی نازل فرمایا اور ایسے

جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۚ

لشکر اتار دیئے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور اللہ نے کافروں کو عذاب دیا اور یہ سزا ہے کافروں کی

ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ رشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہیں:

آیت ۲۴: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ (آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ) تمہارے اقارب۔ قراءت: ابو بکر نے وعشیرتکم پڑھا ہے۔ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا (اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں) جو مال تم نے کمایا۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (اور وہ تجارت جس میں نکاسی ہونے کا تم کو خطرہ ہو) گرم بازاری کے وقت فوت ہونے کا و تمسکین تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَصُّوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے) جلد آنے والا عذاب یا بدیر ملنے والا عذاب یا فتح مکہ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتے) یہ آیت ان لوگوں کی شامت احوال کا بیان ہے جو عقیدہ کی کمزوری اور یقین کے ضعف میں مبتلا ہیں۔ بڑے پرہیزگار بھی باپ، اولاد، مال متاع سے زیادہ دین سے محبت نہیں کرتے۔

مواقع نصرت:

آیت ۲۵: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ (اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت مواقع میں غلبہ دیا) نمبر ۱۔ جیسا واقعہ بدر، قرظہ،

بنی نصیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، نمبر ۲۔ وہ مواقع جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد کی اور ایمان والوں کی امداد فرمائی وہ اسی ۸۰ ہیں۔ موطن الحرب: مقامات و مواقع حرب و یَوْمَ حُنَیْنٍ (اور حنین کے دن بھی) یہاں یوم سے پہلے اذکر و احمذوف ہے۔ یعنی تم یوم حنین کو یاد کرو۔

غزوہ حنین:

حنین ایک وادی ہے جو مکہ اور طائف کے مابین ہے۔ اس میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ہوازن و ثقیف جنگی تعداد چار ہزار بتلائی جاتی ہے۔ (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چوبیس ہزار لکھی ہے) جب مسلمانوں کا ان سے سامنا ہوا تو کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا۔ لَنْ نَغْلِبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات گراں گزری۔ اِذْ (جب) یہ یوم سے بدل ہے۔ اَعَجَبْتُكُمْ كَفَرْتُكُمْ (جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دیا) کثرت کی خود پسندی والی بات سامنے آگئی اور یہ بات ان کی نگاہ سے (بعض مراد ہیں) اوجھل ہوگئی کہ کثرت جنود سے فتح نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے۔ پس اول وہلہ میں شکست کھا گئے اور شکست خوردہ مکہ پہنچ گئے۔ (مگر یہ بات خود قائل تحقیق ہے کسی معتبر روایت میں شکست خوردہ کا مکہ پہنچنا منقول نہیں)

آپ کی ثابت قدمی:

رسول اللہ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ کے فخر کی لگام عباس بن عبدالمطلب اور رکاب سفیان بن حارث تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! لوگوں کو آواز دو۔ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی یا اصحاب الشجرہ۔ آواز پہنچے ہی منتشر صحابہ یہ کہتے ہوئے آواز کی طرف بڑھے۔ لیک، لیک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلیس گھوڑوں پر سوار سفید کپڑوں میں لمبوس فرشتے اترے۔ اسی وقت رسول ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر خدا کے حکم سے دشمنوں کی طرف پھینکی پھر فرمایا خدا کرے تم شکست کھا جاؤ۔ رب کعبہ کی قسم تم شکست کھا جاؤ۔ پس کفار کو شکست ہوگئی (مسلم) اس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی، اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالْيَكُّ بِالْمَشْكِيِّ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ یہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جو آپ نے سمندر پار کرتے وقت مانگی تھی۔

کثرت نے فائدہ نہ دیا:

لَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگی کرنے لگی) حَقِيقٌ: مارحبت کا ماصدر یہ ہے۔ اور با بمعنی مع ہے۔ اسی مع رحبھا۔ وسعت کے باوجود اور اصل میں متلبسۃ برحبھا ہے۔ اس طرح کہ چارو و مجرور حال ہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ دخلت علیہ بٹیاب السفر یعنی متلبسۃ بٹیاب السفر۔ میں ان کے ہاں آیا سفر کے کپڑے پہننے کی حالت میں اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ دشمن سے بھاگنے کی تمہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ گویا کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی۔ فَمُؤَيِّمٌ مُّذَبِّحٌ (پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے) پھر تم شکست کھا گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اے ایمان والو! مشرکین پلید ہی ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

پاس نہ آئیں اور اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو مغرب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا

إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾

اگر چاہے بے شک اللہ جانتے والا اور حکمت والا ہے۔

نزول سکینہ:

آیت ۲۶: ثُمَّ أُنْزِلَ اللَّهُ سَكِينَةً (پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی اتاری) اس کی وہ رحمت جس سے ان کو سکون ملا اور وہ ایمان لائے۔ عَلَى رَسُولِهِ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأُنْزِلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا (اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) یعنی ملائکہ فرشتوں کی تعداد اٹھ ہزار تھی یا پانچ ہزار تھی یا سولہ ہزار تھی۔ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں کو سزا دی) قتل اور قید کا اور عورتوں اور بچوں کے قیدی بننے کا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (اور یہ کافروں کی سزا ہے)

آیت ۲۷: ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَن يَشَاءُ (پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اسلام کے ذریعہ وہ کافر کے کفر کو چھپا دیتا ہے۔ رَحِيمٌ (بڑی رحمت کرنے والے ہیں) شکست کے بعد بھی دوست کی مدد کرتا ہے۔

مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے:

آیت ۲۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (اے ایمان والو۔ مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں) پلیدی والے ہیں نجس مصدر ہے کہا جاتا ہے: نجس نجسًا و قذرًا قذراً کیونکہ ان میں وہ شرک تھا۔ جو بمنزلہ نجاست ہے۔ اور اسلئے بھی کہ نہ وہ طہارت کرتے ہیں۔ نہ غسل کرتے ہیں نہ نجاست سے بچتے ہیں تو گویا گندگی ان کو لباس کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔ یا ان کو بیعت نجاست قرار دیا۔ تاکہ وصف نجاست میں ان کے متعلق مبالغہ ظاہر ہو۔ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (وہ لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) نہ وہ حج کو آئیں اور نہ عمرہ کریں جیسا کہ وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (اس سال کے بعد) یہ وہی بات ہے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر المہاجر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قریب آنے کی نفی سے مراد حج و عمرہ کی ممانعت ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ دخول حرم اور مسجد حرام اور دیگر مساجد سے ان کو روکا نہیں جاسکتا۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیا جائے گا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں مسجد حرام اور دیگر تمام مساجد سے بھی ان کو روکا جائے گا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے انہیں اسے حرام

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ

نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ دو لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی ان سے یہاں تک جنگ

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۸﴾

کرو کہ وہ ماتحت ہو کر ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

دوسرا قول مشرکین کو مسجد کے قریب آنے کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان کو حرم میں اقتدار و اختیار حاصل نہ کرنے دیں۔

خطرہ افلاس کی ممانعت:

وَإِنْ يَخَفُوا فَعِنْدَهُ عِقْلٌ (اگر تم کو مفلسی کا خطرہ ہو) حج سے مشرکین کو روکنے کی وجہ سے اگر تمہیں فقر کا خطرہ ہو۔ کیونکہ ان کے آنے کی وجہ سے کئی سہولتیں اور اشیاء میسر آتی تھیں۔ فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے محتاج نہ رکھے گا) نمبر ۱۔ غنائم کے ذریعہ یا نمبر ۲۔ بارش اور نباتات کی کثرت سے نمبر ۳۔ مسلمان حاجی تبار کے ذریعہ اِنْ شَاءَ (اگر اللہ چاہے گا) اس میں تعلیم دی کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معلق کیا کرو۔ تاکہ تمام امیدیں اسی تک پہنچ کر منقطع ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بی شک اللہ خوب جاننے والا) تمہارے احوال کو حکیم (حکمت والا ہے) تمہاری امیدوں کو پورا کرنے میں۔ نمبر ۲۔ وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور جو وہ حکم دیتا ہے اور ارادہ کرتا ہے اس میں حکمت والا ہے۔

اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال:

آیت ۲۹: یہ اہل کتاب کے متعلق اتری۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (تم ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں) کیونکہ یہ یہود و خدا اور نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور نہ آخرت پر) کیونکہ اس کے متعلق وہ اس کے برخلاف ہیں جو ان پر لازم ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جنت میں اکل و شرب نہیں ہے۔ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے) کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں حرام کیا اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔ یا تورات و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ہی نہیں جانتے۔ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ (اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں) وہ دین اسلام پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ جو کہ برحق دین ہے۔ کہا جاتا ہے: فلان یدین بكذا۔ جب کہ وہ اس کو دین کے طور پر اختیار کر لے اور اس کا معتقد ہو جائے۔ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں) یہ الذین جو پہلے مذکور ہو اس کا بیان ہے۔

مجس کا حکم: جزیہ کے سلسلہ میں مجس اہل کتاب کی طرح ہے اسی طرح ترک، ہنود وغیرہ بھی صرف مشرکین عرب کا حکم مختلف ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزْرُ بْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ

ان کی باتیں ہیں جو ان کے منہوں سے نکلتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ اللہ انہیں

اللَّهُ أَنِّي يُؤْفِكُونَ ۚ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ

خارجت کرے۔ کدھر اٹکے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور درویشوں کو

دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمُّرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا

رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس چیز سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

امام زہری سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے عرب کے علاوہ دیگر تمام بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کر لی۔ (عبدالرزاق فی تفسیرہ) حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ (یہاں تک کہ جزیہ دینا قبول کر لیں) یہاں تک کہ وہ اسکو قبول کر لیں۔ جزیہ کو اسلئے جزیہ کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ کہ جن پر یہ لازم کیا جاتا ہے۔ ان پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ نمبر ۲: ذلت کے ساتھ کفر میں جو مہلت ملی یہ اس کی سزا ہے۔ عَنْ يَدٍ (ماتحت ہو کر) یعنی ایسے ہاتھ سے جو موافقت کرنے والا ہو۔ ممانعت کرنے والا اور باز رہنے والا نہ ہو۔ کیونکہ جس نے انکار کیا اور دینے کیلئے تیار نہ ہوا۔ اس کا ہاتھ امان میں نہ دیا گیا۔ البتہ مطیع و فرمانبردار اپنی مدد کا ہاتھ دینے والا ہے۔ اسی لئے محاورہ ہے۔ اعطی بیدہ اس وقت بولتے ہیں جب مطیع ہو جائے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے نوع یدہ عن الطاعة۔ فلاں سرکش ہوا۔ نمبر ۲۔ یہاں تک کہ جزیہ دست بدست دیں اُدھار نہیں۔ اور خود آکر دیں کسی کے ہاتھ نہ بھیجیں۔ بلکہ دینے والا لینے والے کو خود دے۔ وَهُمْ صِغَرُونَ (اور عیال بن کر رہیں) یہ ان سے بطور ذلت لیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ دینے کے لئے پیدل آئے سوار نہ ہو اور کھڑا ہونے کی حالت میں دے جبکہ وصولی والا نمائندہ اپنی نشست گاہ پر بیٹھنے والا ہو۔ اور اس کو خنجر ڈرا جائے اور گریبان سے پکڑا جائے اور اس طرح کہا جائے اے ذمی جزیہ او کرو۔ اور اگر وہ ادا کر رہا ہو تو اس کو پیچھے دھکیلا جائے اسلام لانے کی صورت میں جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں:

آیت ۳۰: وَقَالَتِ الْيَهُودُ (اور یہود نے کہا) تمام یا بعض نے عَزَمُوا ابْنُ اللَّهِ (کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے) یہ مبتداء اور خبر ہے۔

جیسا کہ اسخ ابن اللہ کی ترکیب ہے۔ عزیر، یہ عجی نام ہے غیر مصروف ہے علم و عجمیت کی وجہ سے ہے جنہوں نے اس کو مصروف مانا انہوں نے تنوین سے پڑھا وہ عاصم، علی ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ (اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے۔ ان کے منہ سے کہنے کا) یہ ایسا قول ہے جس کی معاون کوئی دلیل صحیح موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی کا بیان اس کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے بس یہ منہ سے نکالا جانے والا لفظ محض ہے۔ جو اپنے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ مہمل الفاظ ہوتے ہیں۔

بُصَاهُنُونَ قَوْلُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ (یہ بھی ان لوگوں جیسی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے) اس میں حذف مضاف ضروری ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یضاهی قولہم قولہم انکا قول ان کے قول کے مشابہ ہے۔ پھر مضاف کو حذف کر کے ضمیر کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ اسلئے یہ مرفوع میں بدل گیا۔ یعنی ان الذين كانوا في عهد رسول الله ﷺ من اليهود والنصارى یضاهى قولہم قول قد مانہم مطلب یہ ہے کہ انکا پرانا کفر ہے جو ان میں چلا آ رہا ہے جدید نہیں نمبر ۲۔ ضمیر نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی یضاهى قولہم۔ نصاریٰ کا قول یہود کے قول کے مشابہ ہے نصاریٰ نے اس آیت میں اللہ کہا ہے۔ جبکہ یہود نے جو ان سے پہلے ہوئے انہوں نے عزیر ابن اللہ کہا۔

قراءت: یضاهنون عاصم نے پڑھا۔ اور اصل المضاہاة بمعنی مشابہت اکثر قراء نے ہمزہ کو چھوڑا اور ان کا قول امرأہ ضہیاء سے مشتق ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے کہ اس کو حیض نہ آنے لڑ جاج کا قول یہی ہے۔

فَتَلَهُمُ اللَّهُ (اللہ ان کو غارت کرے) یعنی وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے اَنّی یُؤَفِّکُون (یہ کدھرائے جائے رہے ہیں) دلیل کے واضح ہو جانے کے باوجود وہ حق سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ہے:

آیت ۳۱: اتَّخَذُوا۟ (انہوں نے بنا رکھا ہے) اہل کتاب نے اَخْبَارَہُمْ (اپنے علماء کو) اپنے علماء وُرُہِبَاہُمْ (اپنے عابدوں کو) اَزْبَابًا (مجبور) مِمَّنْ دُونِ اللّٰہِ (اللہ کو چھوڑ کر) اسی طرح کہ ان کی اطاعت اس چیز کو حلال کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اور اس چیز کو حرام کرنے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ اسی طرح کرتے جیسے ارباب کی اطاعت اور امر و نہی میں کی جاتی ہے۔ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ (اور مسیح ابن مریم کو بھی) یہ احبار پر عطف ہے انہوں نے مسیح کو رب یعنی ابن اللہ بنایا۔ وَمَا أُمِرُوا۟ اِلَّا لِيَعْبُدُو۟ا اللّٰہَ وَاحِدًا (اور ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک مجبور کی عبادت کریں) اس پر وقف بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کا بامبداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور واحد کی صفت بن سکتا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوۡنَ (جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ پاک ہے ان کے شرک سے) شرک سے اس کا پاک قرار دینا۔

BestUrduBooks.wordpress.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُوا أَمْوَالَ

اے ایمان والو! بلاشبہ بہت سے علماء اور راسب ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقہ پر

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے

وَالْفِضَّةَ وَلَا يَفْقَهُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَنُفَشِّرَنَّ لَهُمُ عَذَابَ الْيَوْمِ ۖ

ہیں اور اے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس روز

يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا

ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان کی پیشانیوں، گزروں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ

مَا كُنْتُمْ لَأَنفُسِكُمْ فِدُو قَوْمًا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿۹﴾

وہ ہے جس کو تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ سو اب اسے تم پھیلو جسے تم جمع کرتے تھے۔

حرام خوراک حبارور رہبان:

آیت ۳۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُوا أَمْوَالَ النَّاسِ (اے ایمان والو! اکثر احبار اور درویش لوگوں کے مال کھاتے ہیں) لینے کو کھانے کے لفظ سے بطور استعارہ کے لائے بِالْبَاطِلِ (ناجائز طریقے سے) احکام میں رشوت کے ذریعہ وَيَصُدُّونَ (اور وہ روکتے ہیں) اپنے ماتحتوں کو عَن سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے۔

جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں) جائز ہے کہ اکثریت نمبر ۱۔ احبار اور رہبان کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ ان میں یہ دونوں مذموم حاصلتیں جمع تھیں مثلاً رشوت خوری، جمع اموال اور انفاق سے بخل وغیرہ۔

نمبر ۲۔ اس سے وہ مسلمان جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کو ابواب خیر میں صرف نہیں کرتے گویا اہل کتاب کے رشوت خور اور مسلمان غیر متفق بالدار ایک شمار و قطار میں رکھے گئے تاکہ مذمت میں مبالغہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں۔ اگرچہ وہ خفیہ رکھا ہو۔ اور جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچے مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے۔ اگرچہ وہ ظاہر ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وجمع الزوائد)

بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے عبدالرحمان بن عوف، طلحہ، عثمان بن عفان، جابرؓ مال جمع کرتے اور اس میں تصرف کرتے مگر

ان کو کسی نے معیوب نہیں سمجھا۔ خاص کر ان حضرات نے کہ جو جمع کرنے سے اعراض کرنے والے تھے۔ کیونکہ جمع مال سے اعراض یہ افضل ہے جمع کرنا مباح ہے اس کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)

ضمیر معنی کی طرف لوثی ہے اسی لئے مؤنث ہے کیونکہ سونا و چاندی ہر ایک دراہم و دنانیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا (الحجرات: ۹) ضمیر جمع کی مرجم تثنیہ افراد کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

نمبر ۲۔ مراد کنوز و اموال ہیں۔ پس ضمیر مؤنث ہے۔

نمبر ۳۔ اور وہ چاندی کو خرچ نہیں کرتے اور سونے کو جیسا کہ شاعر کا یہ قول فانی و قیّار بھا لغریب گویا ہر ایک کی طرف ضمیر الگ الگ لوث رہی ہے۔

یعنی انی لغریب بھا و قیّار غریب بھا

تمام اموال میں خاص کر ذہب و فضہ کو ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں مال داری کا قانون اور اشیاء کی ائمان کا ذریعہ ہیں اور ان دونوں کے اکتناز کا ذکر دوسرے اموال کے تذکرے کی دلیل ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (پس ان کو آپ ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیں)

قیامت کے دن یہی مال آلہ سزا ہوگا:

آیت ۳۵: اور اس ارشاد کا معنی یَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ (جو کہ اس روز واقع ہوگی جبکہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا) آگ ان پر بھڑکائی جائے گی۔

بَحْرُ: فعل کا ذکر کر دیا کیونکہ اس کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے۔ اس کی اصل یہ ہے: یوم تحمی النار علیہا۔ جس دن آگ اس پر بھڑکائی جائے گی۔ جب النار کا لفظ حذف کیا اور کہا: یحمی کیونکہ اسناد سے منقل ہو کر علیہا کی طرف منتقل ہو گیا۔ جیسا کہا جاتا ہے رفعت القصة الی الامیر اگر قصہ کا ذکر نہ کریں اور کہہ دیں دفع الی الامیر۔ تو تب بھی درست ہے۔

فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ (پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا) ان اعضاء کو خاص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ فقیر کو دیکھتے تو پہلے چہرے پر بل ڈال لیتے۔ جب فقیر اور وہ ایک مجلس میں جمع ہو جاتے تو اس سے پہلو تہی اختیار کرتے اور پشت پھیر کر چلتے بنتے۔ نمبر ۲۔ ان کے چاروں اطراف سے داغ دیے جائیں گے آگے پیچھے دائیں بائیں۔ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تُفْسِكُمْ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا) ان کو کہا جائے گا۔ یہ وہ ہے جو تم نے جمع کیا تا کہ اس سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ تم اس کو جمع کر رہے ہو تا کہ اس سے تمہیں نقصان پہنچے یہ درحقیقت تو بخ ہے۔ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو) یعنی نمبر ۱۔ اس مال کا وبال جو تم جمع کرتے رہے۔ نمبر ۲۔ اس بات کا وبال کہ تم جمع کرنے والے تھے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ

بماشیرہ اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے مہینوں کی گنتی بارہ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُہ

مہینے ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ دین مستقیم ہے

فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْہِنَّ اَنْفُسَکُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَافَّةً کَمَا

سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ

یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَافَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵﴾ اِنَّمَا النَّسِیْءُ زِیَادَةٌ

وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا

فِی الْکُفْرِ یُضِلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّیَحْرِمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِّئُوْا

کفر میں ترقی کرتا ہے جس سے کافروں کو گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی

عِدَّةٌ مَّا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْہِمْ اَوْ یَحِلُّوْا مَّا حَرَّمَ اللّٰہُ زَیْنٌ لِّہُمْ سُوْءٌ اَعْمَالُہُمْ وَاللّٰہُ

گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں ان کے برے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے گئے اور اللہ

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ ﴿۶﴾

کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تخلیق ارض و سماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں:

آیت ۳۶: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے) بغیر اضافہ

کے۔ اس سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ احکام شرع کا دار و مدار قمری مہینوں پر ہے۔ جو چاند سے گنے جاتے ہیں۔ شمس سے نہیں۔

فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ (کتاب الہی میں) نمبر ۱: جو اپنی حکمت سے واجب کر دیا اور اس میں قائم و ثابت کر دیا۔ نمبر ۲: یا اس سے مراد

لوح محفوظ ہے۔ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (جس روز اللہ نے آسمان و زمین پیدا کئے تھے ان میں چار

مہینے خاص ادب کے ہیں) تین مسلسل ذوالقعدہ لڑائی سے باز رہنے کا، ذوالحجہ کیلئے اور محرم حرمت قتال کیلئے اور ایک اکیلا ہے

اور وہ رجب ہے کیونکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے ترجیب تعظیم کو کہتے ہیں۔ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُہ (یہی دین مستقیم ہے) یہ مضبوط

وسید ہادیں ہے وہ نہیں جو اہل جاہلیت میں رواج ہے۔ مطلب یہ کہ چار مہینوں کی حرمت یہ صراطِ مستقیم ہے۔ اور ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا دین ہے۔ عربوں نے اس بات کو مضبوطی سے قائم رکھا۔ وہ ان میں قتال کو حرام قرار دیتے اور ان کی تعظیم کرتے رہے یہاں تک کہ ایک نئی رسم ایجاد ہوئی جس سے اس میں تبدیلی آگئی۔ فَلَا تَقْلِبُوا فِيْهِنَّ (پس تم ان مہینوں کے بارے میں نقصان مت کرنا) حرم میں یا بارہ مہینوں میں۔ اَنْفُسَكُمْ (اپنا) گناہوں کا ارتکاب کر کے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَيْفَ تَكْفُوْا (اور ان تمام مشرکین سے جنگ کرو)

خُجُوْا: کافۃً یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً (جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں) اَكْثَرُ وَعَلِمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے) یعنی انکا مددگار ہے۔ اس میں متقین کو تقویٰ کی ضمانت دیکر تقویٰ پر آمادہ کیا۔

رسمِ نسی کی تردید:

آیت ۳: اِنَّمَا النَّسِيْءُ (بے شک مؤخر کر دینا) یہ ہمزہ کے ساتھ نسأہ کا مصدر ہے۔ مؤخر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں نسیء کا معنی ہے ان کے ہاں مہینہ کی حرمت کو دوسرے مہینے میں مؤخر کر دینا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوٹ بار اور لڑائی بھڑائی والے لوگ تھے۔ جب حرمت والے مہینے آجاتے اور وہ لڑائی میں مصروف ہوتے تو لڑائی کا اسی حالت میں چھوڑنا ان پر گراں گزرتا پس اس مہینے کو لڑائی کیلئے حلال کر لیتے اور دوسرا مہینہ اس کی جگہ حرام کر لیتے۔ یہاں تک کہ اشھر حرم کی حرمت کے ساتھ تخصیص کا بھی انکار کر دیتے۔ پھر وہ سال میں مطلق چار مہینوں کو حرام قرار دیکر کنتی مکمل کرتے۔

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ (کفر میں ترقی ہے) انکا یہ فعل کفر میں ایک اور اضافہ تھا۔ يُضَلُّ (گمراہ کئے جاتے ہیں) ابو بکر کے علاوہ دوسرے کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ يَهْدِي الْيَدَيْنِ كَفَرُوْا (جس سے کافر) نسیء کے ذریعہ اور يَحْلُوْنَ عَامًا وَيُخْرِجُوْنَ عَامًا (وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں) میں ضمیر نسیء کی طرف راجع ہے یعنی جب وہ ایک مہینے کو اشھر حرام میں سے حلال کر لیتے تو اگلے سال رجوع کر کے دوبارہ اس کو حرام کر دیتے۔ لِيُوْاطِنُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں ان کی کنتی پوری کر لیں) تاکہ وہ اس کنتی کی موافقت ثابت کریں اور وہ چار مہینے ہیں وہ اس کی مخالفت نہ کرتے تھے البتہ اس تخصیص کے مخالف تھے جو کہ واجبات میں سے ایک ہے اور لام یحلونه و یخرجونه سے متعلق ہے یا یخرجونه کافی ہے اور یہ ظاہر ہے۔

فِيْحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں) یعنی فیحلوا بمواطاة العدة و حدھا من غیر تخصیص ماحرم الله من القتال وہ کنتی کی موافقت کیلئے بغیر تخصیص کے اس چیز کو حلال کر لیں۔ جو قتال اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ نمبر ۲۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کیں یعنی مہینہ کو معین طور پر حرام کرنا اس کو انہوں نے حلال کر لیا اور اس کی تخصیص ختم کر دی۔ زَيْنَ لَهُمْ سُوْرَةُ اَعْمَالِهِمْ (ان کی بد اعمالیاں ان کی نظر میں مرغوب معلوم ہوتی ہیں) شیطان نے ان کے لئے یہ مزین کیا کہ برے اعمال کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ اس سے کافروں کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک وہ باطل پر پختگی اختیار کرنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّا قَاتَلْتُمْ إِلَى

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو تو زمین پر بوجھل

الْأَرْضِ طَرَضْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

بن جاتے ہو' کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا والی زندگی پر راضی ہو گئے۔ سو دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت

الْأَقِيلُ ۚ إِلَّا تَتَفَرُّوْا يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تھوڑی سی ہے' اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارے بدلہ پیدا فرما دے گا

وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ

اور تم اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہو' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اگر تم اس کے رسول کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی

إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَلَاثِي أَشْنِينَ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

مدد کی ہے جبکہ ان کو کافروں نے نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دو آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے فرہار رہے تھے

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

اگر تم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے' پھر اللہ نے آپ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

اللہ نے ان لوگوں کی ما' چچی کر دی جو کفر اختیار کئے ہوئے تھے! اللہ کی ما' اچھی ہی ہے! اللہ عزوجل الہ ہے حکمت والا ہے

ترغیب جہاد:

آیت ۳۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا (اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو) فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّا قَاتَلْتُمْ (اللہ کی راہ میں تو تم لگے جاتے ہو) تم بوجھل بننے ہو! اس کی اصل تباہی ہے۔ تاکوٹا کر کے اس میں ادغام کر دیا پھر ہمزہ وصل ابتداء بالسکون کی وجہ سے بڑھادیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم سستی کرتے ہو۔ اِلٰی الْاَرْضِ (زمین کو) اِلٰی کے ساتھ متعدی کر کے میل و اخلاص کا معنی شامل کیا۔ نمبر: یعنی تم دنیا اور اس کی شہوات کی طرف مائل ہو۔ اور سفر کی صعوبتیں اور تھکاؤ میں ناپسند کرتے ہو۔

نمبر ۲۔ تم اپنے گھروں اور زمینوں میں رہنے کی طرف مائل ہو۔ یہ غزوہ تبوک کا موقع تھا جب تکدستی کے زمانہ میں سفر جہاد

کا حکم دیا گیا سفر دور دراز علاقے کا، سخت گرمی، حالت قحط، مسلح کثیر تعداد میں دشمن پس ایسے حالات میں بعض مسلمانوں پر گراں گزرا۔ آپ جس غزوہ میں نکلے کسی دوسری طرف کا بتلایا۔ صرف غزوہ تبوک میں صاف بتلادیا تاکہ پوری تیاری کر سکیں۔ اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ (کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا) آخرت کے بدلے قَصَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ (پس دنیاوی زندگی کا نفع آخرت کے مقابلے میں) آخرت کے مقابلہ میں اِلَّا قَلِيْلٌ (مگر بہت قلیل ہے)۔

بوجھل پن پر اظہارِ ناراضی:

آیت ۳۹: اِلَّا تَتُوبُوْا (اگر تم نہ نکلو گے) لڑائی کی طرف بِعَذَابِكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا (تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے) اس میں بوجھل پن پر ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے ان کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی اور اس کو مطلق ذکر کر کے دونوں جہانوں کے سلسلہ میں عام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے اور لے آئے گا۔ جو ان سے بہتر اور زیادہ مطیع ہونگے اور اس کو اپنے دین کی امداد کیلئے انکی محتاجی نہیں اور انکا یہ بوجھل پن دین کو قطعاً متاثر نہ کر سکے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے لَا تَضُرُّوْہ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا آپ کی نصرت کا وعدہ بہر صورت پورا ہو کر رہے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ رکھتا ہے ہر چیز پر) سزا دینے اور ان کی جگہ دوسرا لانے میں قَدِيْرٌ (قابو)

نصرت دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں:

آیت ۴۰: اِلَّا تَتُوبُوْہ (اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے) پس عنقریب اس کی وہ مدد کرے گا۔ جس نے اس کی اس وقت مدد کی جبکہ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ پس اپنے اس ارشاد فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (تو اللہ آپ کی مدد کر چکا ہے) اس سے ظاہر کر دیا کہ وہ مستقبل میں امداد کرے گا۔ جیسا اس وقت میں امداد کی۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اس وقت جبکہ کافروں نے آپ کو جلا وطن کر دیا تھا) اس میں اخراج کی نسبت کفار کی طرف کی گئی کیونکہ کفار نے جب نکالنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکلنے کا حکم دیا گویا کہ انہوں نے نکالا۔

واقعہ ہجرت:

لَا بُنٰی اَنْتَیْنِ (جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے) دو میں سے ایک جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ثَلَاثَ لَیْلَةٍ (الماکہ ۷۳) اور وہ دونوں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

نَحْوَ: حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْ هُمَا (جس وقت کہ دونوں) یہ اذ اخراجہ سے بدل ہے۔ فِی الْغَارِ (غار میں تھے) ثَوْر کے بلند حصہ میں غار ہے مکہ سے ایک گھنٹہ کے سفر پر مکہ سے دائیں جانب ثور پہاڑ ہے۔ اسی میں تین دن قیام رہا۔ اِذْ

يَقُولُ (جبکہ آپ فرما رہے تھے) یہ دوسرا بدل ہے۔ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (اپنے ساتھی سے تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے) نصرت و حفاظت کے ساتھ۔

یہ بھی کہا گیا کہ مشرکین نے غار کے اوپر پہنچ کر جھانکا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا۔ تو عرض کی اگر آج پکڑے گئے تو اللہ تعالیٰ کا دین ختم ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مَا ظَنُّكَ يَا نَبِيْنَ اللّٰهُ تَاللّٰهُمَا (بخاری و مسلم کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں)۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ غار میں داخل ہو چکے تو دو کبوتر اللہ تعالیٰ نے بھیجے۔ انہوں نے اس کے چغلی جانب اٹھ دے دیئے اور مڑی کو بھیج دیا۔ اس نے جالابن دیا۔ (بزار) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ اَعِمَّ ابْصَارَهُمْ (اس کی سند نہیں) وہ غار کے ارد گرد پھرنے لگے مگر ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

علماء کا قول:

جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بقیہ صحابہ کیلئے یہ نہیں (مَرُّوا بِالَّذِينَ مَعَهُ يَحْيٰى ظَاهِرٌ هِيَ فَاَنفَمُ)

نزول سکینہ:

فَإَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ (پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی) جو آپ کے قلب اطہر میں امن ڈال گیا جس سے اس موقع پر سکون حاصل ہوا اور آپ نے جانا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ عَلَيْهِ (آپ پر) نبی اکرم ﷺ یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیونکہ وہی آپ کے متعلق ڈر رہے تھے۔ اور آپ تو پرسکون تھے۔ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا) نمبر ۱۔ وہ فرشتے تھے جنہوں نے کفار کے چہروں اور آنکھوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ نمبر ۲۔ بدر اور احزاب میں فرشتوں سے امداد فرمائی اور اسی طرح حنین کے دن۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں کی بات کو کر دیا) یعنی کفر کی طرف ان کی دعوت کو السُّفْلٰى (نیچا) وَكَلِمَةَ اللَّهِ (اور اللہ ہی کا بول) اسلام کی طرف دعویت هِيَ الْعُلْيَا (رہا اونچا) هِيَ ضمیر فاصل ہے۔ یعقوب نے کلمۃ اللہ نصب سے پڑھا عطف کی بناء پر اور رفع کی صورت میں جملہ مستأنفہ ہے اور یہ بہتر وجہ ہے کیونکہ وہ اس وقت سے لے کر اب تک بلند ہے۔

وَاللَّهُ عَزِيزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست) وہ اپنی مدد سے اہل حق کو عزت دیتا ہے۔ حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) اہل شرک کو اپنی حکمت سے ذلیل کرتا ہے۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ

نکل کمرے ہو چکے ہونے کی حالت میں اور ہماری ہونے کی حالت میں اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو

خَيْرَ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۱۷﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اگر قریب ہی میں سامان ملے والا ہوتا اور سفر معمولی ہوتا تو

لَاتَّبِعُوكُمْ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

وہ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت دور دراز نظر آئی اور وہ عتریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۱۸﴾

تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

سامان (اسلحہ اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو:

آیت ۱۱۷: انْفِرُوا خِفَافًا (اور تم نکل پڑو تھوڑے سامان سے) اس کی طرف نشاط سے جاؤ و ثقلاً (زیادہ سامان سے) اس کے متعلق مشقت محسوس کرتے ہوئے۔ نمبر ۲۔ خفاف جب تمہارے اہل و عیال تھوڑے ہوں اور ثقال اہل و عیال زیادہ ہوں۔ نمبر ۳۔ کم مقدار میں اسلحہ ہو یا خوب اسلحہ ہو۔ نمبر ۴۔ سوار اور پیدل نمبر ۵۔ جوانی و بڑھاپے میں نمبر ۶۔ کمزور اونٹوں پر اور موٹے تازے اونٹوں پر نمبر ۷۔ صحت مندی اور مرض کی حالت میں۔

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے) ان دونوں کے ساتھ جہاد ممکن ہو۔ تو دونوں کے ذریعہ۔ اور اگر ایک سے ممکن ہو تو ایک کے ساتھ جس طرح حالت و ضرورت ہو۔ فی سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ (اللہ کی راہ میں) جہاد خیر لَكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) اس کے چھوڑنے سے ان کُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (اگر تم یقین رکھتے ہو) اس کا بہتر ہونا تو پھر اس کی طرف سبقت کرو۔ آیت ۱۱۸: لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا: جو منافقین غزوہ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیئے گئے ان کے متعلق اتری۔

تذکرہ تبوک اور بہانہ باز منافقین:

لَوْ كَانَ عَرَضًا (اگر وہ ہوتا سامان) دنیا کے جو منافع سامنے آئیں کہا جاتا ہے دنیا عرض حاضر یا کل منہ البر والفاجو۔ یعنی اگر ان کو غنیمت کی طرف دعوت دی جاتی۔ قَرِيبًا (جلد ہاتھ کٹنے والا) آسانی سے میسر ہونے والی۔ وَسَفَرًا قَاصِدًا (اور سفر بھی معمولی سا ہوتا) درمیانہ قریبی سفر، القاصد اور القصد معتدل کو کہتے ہیں۔ لَاتَّبِعُوكُمْ (تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے) وہ نکلنے میں آپ کی موافقت کرتے۔ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (لیکن ان کو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی) دور کی پر مشقت مسافت وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ (یہ ابھی اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے) یہ نبوت کے نشانات میں سے ہے کہ آئندہ پیش آنے والی بات کی خبر دی

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا

اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا آپ نے ان کو کیوں اجازت دی جب تک کہ آپ کے سامنے بچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے

وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿۱۵﴾ لَا يَسْتَازِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور جب تک آپ جنہوں کو معلوم نہ کر لیتے۔ آپ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿۱۶﴾ إِنَّمَا

کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ آپ سے

يَسْتَازِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ

وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿۱۷﴾ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ

سو وہ اپنے شک میں حیران ہیں اور اگر وہ لوگ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے ضرور تیاری

عُدَّةٌ وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقُعْدِيْنَ ﴿۱۸﴾

کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا سو ان کو روک دیا اور کہا گیا کہ بیٹھے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

جو منافقین کی طرف سے لوٹنے کے وقت پیش آنے والی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ اسی طرح پیش آیا۔ باللہ، سَيَحْلِفُونَ کے متعلق ہے یا یہ بھی ان کے من جملہ کلام میں سے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں قول مراد ہے یعنی سَيَحْلِفُونَ المتخلفین عند رجوعك من غزوة تبوك معتذرین بقولون باللہ لو استطعنا لخرجنا معكم۔ مختلف لوگ آپ کو غزوہ تبوک سے رجوع کے وقت معذرت کرتے ہوئے قسمیں اٹھائیں گے۔ کہ اللہ کی قسم اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کر جاتے۔

نمبر ۲۔ سَيَحْلِفُونَ باللہ يقولون لو استطعنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسمیں لو استطعنا کہتے ہوئے اٹھائیں گے اور لخرجنا کو جواب قسم کے قائم مقام لائے اور لو کے جواب میں بھی۔ اور استطاعت کا مطلب۔ تیاری کی استطاعت یا بدنی استطاعت گویا انہوں نے اپنے آپ کو جکھل بیمار ظاہر کیا۔ يَلْبِغُونَ أَنْفُسَهُمْ (وہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں) یہ سَيَحْلِفُونَ سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔ یعنی مہلکین انفسہم مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جھوٹی قسموں سے ہلاک کرنے والے ہیں یا لخرجنا سے حال ہے یعنی ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے خواہ ہماری جانیں گرمی میں جانے کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا پڑتا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اس بات میں جو وہ کہتے ہیں۔

لطیف عتاب:

آیت ۴۳: عَفَا اللَّهُ عَنْكَ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا) یہ لغزش سے کنایہ ہے کیونکہ عفو اس کے بعد لائے۔ اور یہ لطیف عتاب ہے۔ خطاب میں عفو کو صر کلام میں لائے۔ اس میں آپ ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اور کسی پیغمبر کے لئے اس طرح مذکور نہیں۔

آپ ان کو اجازت نہ دیتے تاکہ ان کا سچ جھوٹ سامنے آتا:

لَمْ أَذْنُبْ لَهُمْ (آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی) یہ اس کا بیان ہے جس کو عفو کے ساتھ کنایہ ذکر کیا گیا تھا۔ مطلب یہ ہے آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے پیٹھ رہنے کی اجازت دیدی جبکہ وہ آپ سے اجازت طلب کرنے آئے اور آپ کے سامنے اپنے بہانے پیش کئے۔ آپ نے اذن میں تاخیر کیوں نہ فرمائی؟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْذَيْنَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ (جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے) آپ کے سامنے سچا معذور اور جھوٹا عذر خواہ واضح ہو جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو باتیں تھیں جنکا آپ کو حکم ابھی نہ ملا تھا مگر آپ نے ان کو کیا نمبر ۱۔ منافقین کو اجازت نمبر ۲۔ فدیہ اساری بدر۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا۔

مَنْبِئُكَ: انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اجتہاد سے کیا۔ اور عتاب کی وجہ ترک افضل تھی۔ انبیاء علیہم السلام کو ترک افضل پر بھی عتاب کیا جاتا کیونکہ ان کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں۔

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے:

آیت ۴۴: لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُولُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا (جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔ جہاد کرنے میں) مسلمانوں کی یہ عادت نہیں کہ وہ جہاد سے اعراض کرتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کریں۔ بِأَمْرِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (اپنے مال اور جان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے) ان کے لئے بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

طالبین اجازت منکر آخرت ہیں:

آیت ۴۵: إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (آپ سے وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے) یعنی منافقین ان کی تعداد انیس ۳۹ تھی۔ وَأَرْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ۔ (اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں) ان کو اپنے دین میں اشتباہ ہے۔ اور اپنے عقیدہ میں وہ مضطرب ہیں۔ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (پس وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں) وہ حیران ہیں کیونکہ تردد کا معنی شک و شبہ میں پڑنا۔ البتات کا معنی رکیل سے کسی چیز کا ماننا۔

اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے:

آیت ۴۶: وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ (اگر وہ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا سامان درست کرتے) خروج یا جہاد کیلئے

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أُضْعَوُا خِلَافَكُمْ يَبْغُونَكُمْ

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل جاتے تو زیادہ فساد کرنے کے سوا کچھ کام نہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں تیزی کے ساتھ

الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۱۷ لَقَدْ

دوڑے پھرتے اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ وہ پہلے سے

ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ

فتنہ پردازی کی فکر میں لگے رہے ہیں اور آپ کے لئے کارروائیوں کا الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا

أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ۱۸ وَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۱۹

ہم غالب ہوا حالانکہ ان کو ناگوار ہو رہا تھا اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے

أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۲۰

خبردار وہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

عَدَّةٌ (کسی قدر) تیاری، کیونکہ وہ خوشحال تھے۔ لو ارادوا الخروج کیونکہ خروج اور غزوہ کیلئے تیاری کرنے کی نفی کا معنی دے رہا تھا۔ تو فرمایا: وَلَٰكِنْ حَكْمَ اللَّهِ اَبْعَثْنَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا) انکا خروج کیلئے انھما اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا۔ گویا اس طرح فرمایا مخرجوا ولكن تعبطوا عن الخروج لکراهة انبعاثهم۔ وہ نہیں نکلے لیکن خروج سے باز رہے۔ کیونکہ وہ انھما پسند نہیں کرتے۔ فَتَبَطَّحَهُمْ (اس لئے ان کو توفیق نہیں دی) پس ان کو ست کر دیا اور جانے کیلئے رغبت کمزور کر دی۔ التبیط کسی معاملے سے بے رغبتی کرتے ہوئے رکنا۔ وَقِيلَ اَفْعُدُّوا (اور یوں کہہ دیا گیا کہ تم یہاں بیٹھے رہو) انہوں نے ایک دوسرے کو کہا یا نمبر ۲۔ رسول اللہ ﷺ نے ان پر ناراض ہو کر کہا۔ نمبر ۳۔ شیطان نے بطور وسوسہ کہا۔ مَعَ الْفَاعِدِينَ (اپناج لوگوں کے ساتھ) اس میں ان کی مذمت ہے۔ اور ان کو غورتوں اور بچوں اور مزن امراض والوں کے ساتھ شامل کیا گیا۔ جنکا کام ہی گھروں میں رہنا ہے۔

منافقین کے نکلنے میں فتنہ پردازی کا نقصان ہے:

آیت ۴: لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ (اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو نہ اضافہ کرتے) تمہارے ساتھ نکل کر اَلَا خَبَالًا (مگر شرفساد)

خَجُوفٌ: نمبر ۱۱۱۱ استثناء متصل ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ وہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کرتے سوائے فساد کے۔ نمبر ۲۔ استثناء منقطع یہ

ہے کہ مستفی اور مستفی منہ کی جنس الگ ہو جیسا کہتے ہیں ما زادو کم خیراً الا خیالاً وہ تمہاری بھلائی میں اضافہ نہ کریں مگر فساد کا۔ اس کلام میں مستفی منہ مذکور نہیں ہے۔ جب مذکور نہ ہو۔ تو اس وقت استثناء کسی بھی چیز سے ہوتا ہے۔ پس استثناء متصل ہے۔ کیونکہ خیال اس کا بعض حصہ ہے۔ وَلَا أَوْضَعُوا خِلَافَكُمْ (تو وہ تمہارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے) وہ تمہارے درمیان لڑائی جھگڑے اور چغل خوری کی کوشش کرتے اور باہمی معاملات کو بگاڑتے۔ کہا جاتا ہے وضع البعیر وضعاً جبکہ اونٹ تیز چلے اور او وضعته انا مطلب یہ ہے کہ تمہارے درمیان اپنی سواریاں دوڑاتے اور اس سے مراد چغل خوری میں تیزی کرنا ہے۔ کیونکہ سوار پیدل سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

رسم الخط: وَلَا أَوْضَعُوا الف زائدہ کے ساتھ۔ عربی خط سے قبل فتح کو الف کی صورت میں لکھا جاتا تھا اور عربی رسم الخط نزول قرآن کے قریبی زمانہ میں ایجاد ہوا۔ اور طابع میں اس الف کا اثر باقی تھا۔ پس انہوں نے ہمزہ کو الف کی صورت میں لکھ دیا۔ اور دوسرے الف سے اس کو فتح دیا اور اس کی دوسری نظیر أَوْلَا اَذْهَبَتْهُ (اٹل: پ/۲۱) ہے۔

يَعْمُونَكُمْ (تمہارے درمیان) یہ او وضعو کی ضمیر سے حال ہے۔ الْفِتْنَةُ (فتنہ پردازی کی فکر میں) وہ خواہش مند ہیں کہ تمہیں فتنے میں مبتلا کریں اس طرح کہ تمہارے درمیان اختلاف ڈالیں اور غزوہ کے متعلق تمہاری نیات میں بگاڑ و فساد پیدا کر دیں۔ وَفِيكُمْ سَمْعُونَ لَكُمْ (اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جاسوس ہیں جو تمہاری باتیں سکران کو منتقل کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب سمجھے گا) مراد منافقین کو۔

منافقین کی ایک بڑی سازش:

آیت ۳۸: لَقَدْ ابْتِغَوْا الْفِتْنَةَ (انہوں نے فتنہ پردازی کی فکر کی تھی) نمبر ۱۔ لوگوں کو منع کر کے۔ نمبر ۲۔ تبوک سے واپسی پر گھائی کی رات آپ پر اچانک حملہ کرنا چاہا۔ نمبر ۳۔ احد کے دن واپس لوٹ کر۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) غزوہ تبوک سے پہلے وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ (اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے) آپ کے متعلق مختلف حیلے بہانے کئے اور آپ کا معاملہ خراب کرنے کیلئے اپنی آراء سے دامن زدور پھیلایا۔ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ (یہاں تک کہ سچا وعدہ آگیا) وہ آپ کی تائید و مدد ہے۔ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ (اور اللہ کا حکم غالب رہا) اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوا اور شریعت کا جھنڈا الہرے لگا۔ وَهُمْ سَكَرُوهُونَ (اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا) ان کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

بعض منافقین کا عذر برتر از گناہ:

آیت ۳۹: وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ اَلَّذِنْ لِيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ (ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھ کو اجازت دے دو اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالو) تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ یعنی گناہ میں۔ اس طرح کہ تم مجھے اجازت دے دو تا کہ تیری اجازت کے بغیر پیچھے رہ جانے سے میں گناہ میں مبتلا نہ جاؤں۔ نمبر ۲۔ تم مجھے ہلاکت میں مت ڈالو کیونکہ میرے چلے جانے سے میرے مال و اہل ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ جد بن قیس منافق نے یہ بات کہی۔ کہنے لگا انصار کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شوق مند ہوں۔ تم

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ یَقُولُوْا قَدْ اَخَذْنَا

اگر آپ کو اچھی حالت پیش آجائے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے جو پہلے ہی

اَمْرًا مِنْ قَبْلُ وَ یَتَوَلَّوْا وَ هُمْ فَرِحُوْنَ ۝ ۵۰ قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ

اپنا کام سنبھال لیا تھا اور پشت پھیر کر خوش ہوتے ہوئے چل دیتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اس کے علاوہ ہمیں تکلیف نہ پہنچے گی جو اللہ نے

اَللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَ عَلٰی اللّٰهِ فَلِیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ۵۱ قُلْ هَلْ

ہمارے لئے کھ دہی ہے وہ ہمارا کار ساز ہے اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ آپ فرمادیجئے کہ

تَرِبُّوْنَ بِنَا ۚ اِلَّا اَحَدٰی الْحُسَیْنِیْنَ وَ نَحْنُ تَرِبُّصْ بِكُمْ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ

تم ہمارے بارے میں بھی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تم پر

اَللّٰهُ یَحْذَرُ مِنْ عِنْدِہٖ اَوْ یَاۡیْدِیْنَا ۚ فَتَرِبُّوْا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرِبُّوْنَ ۝ ۵۲

اپنے پاس سے کوئی عذاب بھیج دے ماننا ہے یا تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا۔ سو تم انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں

رومیوں کی عورتوں میں لے جا کر مجھے قتل میں نہ ڈالو۔ کہیں ان کے عشق میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ البتہ مال سے معاونت کر سکتا ہوں۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے) فتنہ تو اصل وہی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں اور وہ جہاد سے متخلف ہے۔ وَاِنْ جَہَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْکُفْرِیْنَ (اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی) ابھی کیونکہ احاطہ کے اسباب ان میں موجود ہیں۔ نمبر ۲۔ قیامت کے دن ان کو گھیرے گی۔

منافقین بیدار مغزی کے چیمپین:

آیت ۵۰: اِنْ تُصِبْكَ (اگر آپ کو پیش آتی ہے) بعض غزوات میں حَسَنَةٌ (کوئی اچھی حالت) کامیابی اور غنیمت تَسُؤْهُمْ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ (تو وہ ان کے لئے باعث غم ہوتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے) تکلیف اور بعض غزوات میں سختی جیسا احد کے دن ہوا۔ یَقُولُوْا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرًا (تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر چکے تھے) وہ احتیاط، بیدار مغزی اور محتاط عمل جس کی ہم نشاندہی کرتے تھے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) اس واقعہ سے پہلے۔ وَ یَتَوَلَّوْا (اور وہ چلے جاتے ہیں) وہ واقعہ کے مقام سے اپنے اہل کی طرف لوٹتے ہیں۔ وَ هُمْ فَرِحُوْنَ (خوش ہوتے ہوئے) وہ خوش و خرم ہیں۔

آیت ۵۱: قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا (آپ فرمادیں ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے) جو خیر و شر تقدیر میں تھا۔ هُوَ مَوْلَانَا (وہ ہمارا مالک ہے) جو ہمارا تمہیدان ہے اور ہم اس کی راہ میں چلنے والے ہیں۔ وَ عَلٰی اللّٰهِ فَلِیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنے چاہئیں) مومنوں کا حق یہی ہے

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ إِنْ كُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

آپ فرما دیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا۔ بلاشبہ تم نافرمان لوگ ہو اور ان کے

منعہم اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ اِلَّا اَنْهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَلَا

مددات قبول کئے جانے سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ لوگ

يَا تُؤْنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا وَهُمْ كَسَالٰی وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَرْهُوْنَ ﴿۵۳﴾

نماز نہیں پڑھتے مگر سستی کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتے مگر نامواری کے ساتھ

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي

سو آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں دنیا والی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعہ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَرْهَقْ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَخٰلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ

نذاب و۔ اور یہ کہ ان کی جائیں اس حال میں نکل جائیں کہ کفر کی حالت میں ہوں۔ وہ لوگ قسم کھاتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں

وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرُقُوْنَ ﴿۵۵﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَخْرَبًا اَوْ مَدْخَلًا

حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو الگ ہوتے ہیں اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی عامل مل جائے یا کس بھیجنے کے لئے کوئی جگہ حاصل ہو جائے

لَوْ لَوْ اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۶﴾

تو جیسے پھیر کر جلدی ہے اسی کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پرچہ رس نہ کریں۔

دو دو باتوں کے منتظر مومن مدد الہی و شہادت کے اور کافر عذاب اور کفر پر قتل کے:

آیت ۵۲: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا (آپ فرمادیں تم تو ہمارے بارے میں منتظر رہتے ہو) ہمارے متعلق منتظر ہو۔ اِلَّا اِحْدٰی

الْحُسْنٰی (مگر وہ بہترینوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو) وہ مدد الہی اور شہادت ہے۔ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

(اور ہم تمہارے بارے میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں) دو میں سے ایک برائی کے حاصل ہونے کے یا تو اَنْ يُصِیْبَكُمْ اللّٰهُ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ (کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے) وہ آسمان سے اترنے والا عذاب جیسا عدا و شہود

پر اترا۔ اَوْ يَّأْتِيْكُمْ بِنَا (یا ہمارے ہاتھ سے) عذاب کفر میں قتل کیا جانا۔ فَتَرَبَّصُوا (پس تم انتظار کرو) تم ہمارے بارے میں منتظر

رہو۔ جب ہم نے ذکر کر دیا۔ اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ (ہم تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں) کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔

نَحْمَدُہ: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

قراءت: حمزہ علی نے کُھڑا۔ کاف کی پیش سے پڑھا ہے۔ یہ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے۔

تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں:

مطلب یہ ہے۔ اِنْ يَتَقَبَّلْ مِنْكُمْ (تم سے کسی طرح قبول نہ ہوگا) ای انفقتم طوعاً او کھرہا تم پسند و ناپسند جس صورت میں بھی خرچ کرو ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں اسی طرح فرمایا۔ استغفر لھم اولاً تستغفر لھم (التوبہ: ۸۰) ان کے حق میں استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

اور ایک شاعر کا یہ قول

آبِیْنِی بِنَا وَاوْحَسَنِ لَا مَلُومَةً ☆ لَدِیْنَا وَلَا مَقْلَبَةً اِنْ تَقَلَّتْ

ہم تمہیں ملامت نہ کریں گے تو ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے یا احسان سے پیش آئے اور اس کا عکس بھی جائز ہے جیسا اس قول میں۔ رَحِمَ اللّٰہُ زَيْدًا اور اس کا معنی ان کی بات قبول نہ کرنا ہے۔ کہ آپ ﷺ ان کی بات قبول نہ کریں۔ بلکہ رد کر دیں۔ یا اللہ اس کو ثواب و بہتری نہ دے (گویا بددعا ہے) طوعاً کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر۔ کھرہا کا مطلب لازم کرنے والے ہیں۔ الزام کو اکراہ اسلئے کہا کیونکہ وہ منافق تھے۔ انکا الزام اتفاق تھا جو اکراہ کی طرح ان پر بھاری تھا۔ اِنْكُمْ (بلاشبہ تم) اتفاق کو رد کرنے کی علت ذکر کی۔ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (بلاشبہ تم عدولی حکم کرنے والے لوگ ہو) سرکشی کرنے والے اور حدود کو توڑنے والے۔

صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے:

آیت ۵۴: وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ يَقْبَلُوْا مِنْهُمْ نَفَقَتَهُمْ (اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے میں اور کوئی چیز مانع نہیں) حمزہ علی نے يَقْبَلُوْا سے پڑھا ہے۔ اِلَّا اَنْهُمْ كَفَرُوْا (مگر یہ کہ انہوں نے کفر کیا) منع کا فاعل ہم ہے۔ اور ان تقبل مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے ان کے نفقات کو قبول نہ کرنے کی وجہ انکا کفر ہے۔ بِاللّٰهِ وَبِرَّسُوْلِهِ وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كَسَالٰی (اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ نماز نہیں پڑھتے مگر ناگواری سے) کسالی جمع کسلان اور وہ ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب نہیں ہیں۔ پہلی آیت میں طوعاً سے ان کی تعریف کی گئی اور یہاں اس کی نفی کر دی۔ کیونکہ طوع سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر اس کو خرچ کرتے ہیں۔ یا اپنے رؤسا کی مرضی کے بغیر اور یہ اطاعت بھی اضطراری ہے رغبت و اختیار سے قطعاً نہیں۔ وَلَا يَنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَرِهُوْنَ (اور خرچ نہیں کرتے مگر ناپسندیدگی کے ساتھ)

منافقین کے لئے ان کے اموال باعث عذاب ہیں:

آیت ۵۵: فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِیدُ اللّٰہُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (پس ان کے مال اور

اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب میں گرفتار رکھے) الا عجاب بالشیء۔ کسی چیز پر رضامندی والی خوشی ہو اور اس کے حسن پر تعجب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ۔ نمبر ۱۔ ان کو جو دنیا کی زینت ملی ہے اس کو مستحسن مت قرار دو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس سے ان کو مصائب کے ساتھ سزا دینا مقصود ہے۔ نمبر ۲۔ یا خیر کے راستوں پر خرچ کرو اگر جبکہ اندرونی طور پر یہ نہیں چاہتے۔ نمبر ۳۔ ان کے اموال لوٹ کر اور ان کی اولاد کو قید کر کے۔ نمبر ۴۔ مال کو جمع کر کے۔ اس سے محبت کر کے اور اس کے متعلق بخل اختیار کر کے اور اس پر خوف ڈال کر ان کو عذاب دیا۔ وَتَزْهَقْ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (اور ان کی جانیں کفری کی حالت میں نکل جائیں) ان کی روحیں نکلتے وقت، الزهوق مشقت سے نکلنا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کیلئے الصلح اللہ تعالیٰ پر لازم والا معتزلہ کا عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اطلاع دی ہے کہ منافقین کو مال و اولاد تعذیب اور امات علی الکفر کیلئے دیا ہے۔ معاصی بھی اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں کیونکہ ارادہ عذاب خود اس چیز کا ارادہ ہے جس پر اسے سزا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح کفر پر مارنے کا ارادہ۔

منافقین کا دعویٰ مسلمانی ڈر کی وجہ سے:

آیت ۵۶: وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ (یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں) وہ من جملہ مسلمانوں میں سے ہیں و ماہم منکم وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرُقُونَ (حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ڈر پوک لوگ ہیں) وہ قتل سے ڈرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جانے والا ہے۔ پس تقیہ کے طور پر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں:

آیت ۵۷: لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً (اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی) بچنے کیلئے پناہ کی جگہ خواہ پہاڑ کی چوٹی ہو یا قلعہ یا جزیرہ۔ اَوْ مَغْرَبٍ (باغار) غاریں اَوْ مَمْدًا خَلَاً (یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ) سرنگ جس میں گھس سکیں۔ یہ دخل باب سے مقتعل کا وزن ہے۔ لَوْ لَوْ اِلَيْهِ (تو یہ ضرور اس کی طرف تیزی سے چل دیتے) وہ ضرور اس کی طرف متوجہ ہونگے۔ وَهُمْ يَخْمَعُونَ (اس حال میں کہ منہ اٹھائے ہوئے) وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف جائیں گے کہ کوئی چیز ان کو واپس نہ کر سکے گی یہ الفروس الجموح منہ زور گھوڑے سے لیا گیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں سو اگر ان میں سے ان کو ملے دیا جائے تو راضی ہو جائے ہیں اور اگر ان میں سے نہ دیا جائے

إِذَا هُمْ يَسْتَحْطُونَ ۝۵۸ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا

تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں جو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں دیا اور وہ یوں کہیں

حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۚ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝۵۹

کہ اللہ ہمیں کافی ہے۔ غریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول ﷺ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي

صدقات صرف فقراء کے لئے اور مسکین کے لئے اور ان کارکنوں کے لئے ہیں جو صدقات پر متعین ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو اور

الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۶۰

گردنوں کے چھڑنے میں اور قرض داروں کے قرض میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کے لئے ہیں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ عليم ہے اور حکيم ہے۔

صدقات میں طعن زنی:

آیت ۵۸: وَمِنْهُمْ (اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں) منافقین میں سے مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ (جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں) صدقات کی تقسیم میں آپ پر طعن زنی کرتے ہیں۔ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْتَحْطُونَ (پس اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) اِذَا، مفاجات کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو نہ ملے تو اچانک ناراض ہو جاتے ہیں۔ منافقین کی یہ حالت بیان کی کہ ان کی ناراضگی یا رضامندی ذاتی ہے۔ دینی نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کیلئے ہے۔

آپ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر اہل مکہ کی دلجوئی کیلئے ان کو غنائم میں سے کثرت سے مال عنایت فرمایا۔ اس پر منافقین کو شک اور اکتاہٹ محسوس ہوئی۔

ان کو تقسیم رسولِ دل سے پسند کرنی چاہئے:

آیت ۵۹: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (اور اگر وہ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور اللہ ہمیں اپنے فضل سے ہم کو اور دینا اور اس کے رسول دینگے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں) لَوْ، کا جواب محذوف

ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ مطلب یہ ہے اگر وہ اس مال غنیمت پر راضی ہو جاتے جو اللہ کے رسول نے ان کو دیا اور دل سے پسند کرتے خواہ انکا حصہ قلیل ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ اس طرح کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ اور اس کی مرضی ہمارے لئے کافی ہے اور جو ہمیں تقسیم کر کے دے دیا۔ وہ مناسب ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور مال غنیمت ہمیں عنایت فرمادیں گے اور اس کا رسول ﷺ اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے گا جتنا آج ہمیں ملا۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اس بات میں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں غنیمت عنایت فرمائے گا۔ اگلی آیت میں مال صدقات کو خرچ کرنے کے مواقع ذکر فرمادیے۔

مواقع صدقات کی تفصیل:

آیت ۶۰: إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا) اللہ تعالیٰ نے جنس صدقات کو ان محدود اقسام پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ افراد اس کے ساتھ خاص ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ جائیں گے گویا اس طرح فرمایا۔ انما ہی لہم لا لغيرہم۔ یہ انہی کے لئے ہیں نہ کہ اوروں کیلئے۔ جیسا کہا جاتا ہے انما الخلافۃ لفریش اس سے مراد ان سے تجاوز نہ کرے گی اور نہ غیر کو ملے گی۔

البتہ یہ احتمال ہے کہ تمام اصناف میں خرچ کیا جائے یا بعض اصناف میں خرچ کر دینا کافی ہے۔ جیسا کہ احناف کا قول ہے۔ حضرت حذیفہ۔ ابن عباس وغیرہا صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی ہے۔ جس قسم میں بھی تم نے خرچ کر دیا تمہارے لئے کافی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام اصناف میں صرف کرنا ضروری ہے۔ اور یہ نکرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے کیونکہ اس کے پاس اپنی موجودہ حالت کیلئے کافی ہے۔

مسکین وہ ہے جو سوال کرے کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں یہ پہلے سے حالت میں کمزور تر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے برعکس تعریف ہے۔

وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا (اور وہ کارکن جو ان صدقات پر متعین ہیں) وہ لوگ جو صدقات کے جمع کرنے پر مامور ہوں۔ وَالْمَوْلُفَةِ قُلُوبُهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل جوئی منظور ہو) اشراف عرب جن کے دلوں کی تالیف کیلئے تاکہ اسلام لے آئیں یا جو اسلام لے آئے ہیں وہ اس پر پختہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا۔ وَفِي الرِّقَابِ (اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے کے لئے) وہ مکاتب جن کو بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے رقم درکار ہے تاکہ وہ آزاد ہو جائیں۔ وَالْغُلَامِينَ (اور قرض داروں کے قرضہ کیلئے) جو قرض میں دبے ہوئے ہیں۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ کی راہ میں) فقراء غازی یا وہ حاجی جو راستہ میں لٹ پٹ جائیں۔ وَابْنِ السَّبِيلِ (اور مسافروں کیلئے) وہ مسافر جو اپنے مال سے دور پڑا ہے۔

نکات: آخری چار میں لام کی بجائے فی لایا گیا ہے۔ تاکہ یہ بتلایا جائے کہ یہ لوگ پہلے لوگوں کی نسبت صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ فی ظرفیت کے لئے ہے۔ اس پر دینے والوں کو متنبہ کیا کہ یہ ایسے برتن ہیں جو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان میں صدقہ ڈالا جائے اور صدقہ کا مقام ان کو قرار دیا جائے۔ اور فی کوئی سبیل اللہ اور ابن سبیل میں دو بارہ لاکر اشارہ کر دیا کہ ان کو رقاب اور

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٌ لَكُمْ يُؤْمِنُ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس وہ تو کان ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ تمہارے لئے خیر کا کان ہیں وہ ایمان

بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

لا تہ ہیں اور اللہ پر یقین کرتے ہیں مومنین کی بات کا اور وہ ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم سے مومن ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو

رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۱۱ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ

تکلیف دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ

وَرَسُولَهُ أَتَىٰ أَنْ يَرْضَاهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝۱۱۲ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن

اور اس کا رسول ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں اگر یہ لوگ مومن ہیں کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ جو

يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝۱۱۳

مخاص اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

غار میں کے مقابلہ میں ترجیح و فضل حاصل ہے ان کو صدقہ دو۔ منافقین کے تذکرہ کے دوران۔ اس آیت کو لاکر یہ دلالت کرنا مقصود ہے کہ مصارف صدقات یہی ہیں۔ اور نہیں، اور جب منافقین ان میں سے کسی قسم میں داخل نہیں۔ تو ان کو صدقات سے طمع ہٹا لینا چاہیے جب وہ صدقات کا مصروف نہیں تو ان کو اس مال سے کیا اور مال کو ان سے کیا تعلق۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس مال پر مسلط کرے ان کو اس پر اعتراض کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔ مولفۃ القلوب کا حصہ خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ساقط مانا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عنایت فرمائی اور اس بات سے مستغنی و بے نیاز کر دیا۔

قاعدہ: جب حکم کسی خاص مقصد کی وجہ سے لگا ہو تو اس مقصد کے حاصل ہونے اور ختم ہونے سے خود اٹھ جائے گا۔
فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ (یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے) یہ فریضہ کا لفظ مصدر مؤكد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ انما الصدقات کا معنی فرض اللہ الصدقات لہم۔ اب فریضہ اسی کا مصدر لایا گیا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ بڑے علم والے) مصلحت کو حکیم (بڑی حکمت والے ہیں) تقسیم میں حکمت والے ہیں۔

پیغمبر ﷺ کو یہ کہہ کر ایذا دینے والے کہ یہ ”کان“ ہے:

آیت ۱۱۰: وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ایذا میں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ تو ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں) الاذن سے مراد ایسا آدمی جو ہر سنی بات کی تصدیق کر دے۔ اور ہر ایک کی بات کو قبول کر لے اور اس ظاہری عضو کو بولتے ہیں جو سننے کا آلہ ہے۔ گویا کہ یہ آدمی صرف کان ہی کان ہے۔ دراصل اس سے

آپ کو تکلیف دینا مقصود تھا۔ اس سے وہ آپ کی مذمت کرنا چاہتے تھے کہ آپ عقل و قلب کے اعتبار سے فرزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا وہ مطلب بیان فرمایا جس میں آپ کی مدح اور ثناء تھی۔ (اور منافقین کے مقصد کی کنایہ مذمت کر دی) قُلْ اَذُنُ خَيْرٌ لَّكُمْ (آپ فرمادیں وہ نبی کان لگا کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ ہے رجل صدق مراد اس سے اس کی کثرت جو دو صلاح ہے گویا کہ خود مجسمہ صدق بن گیا۔ اس طرح ان کو فرمایا ہاں وہ کان ہیں لیکن وہ بہت خوب کان ہیں اور یہ مطلب بھی درست ہے وہ خیر و حق میں کان ہیں۔ اور اس میں جس کا سننا اور قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی بات میں کان نہیں ان کو بری بات سننا گوارا ہی نہیں۔ پھر خیر کے کان ہونے کی خود تفسیر فرمائی۔

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ (کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں جس پر اس کی طرف سے دلائل قائم ہیں۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور مؤمنین پر اعتماد کرتے ہیں) اور مخلص مومن مہاجرین و انصار کی بات کو قبول کرنے والے ہیں۔ فرق: ایمان باللہ کو باکے صلہ سے ذکر کیا اور کیونکہ اس سے وہ تصدیق مراد تھی جو کفر کی ضد ہے اور مؤمنین کیلئے لام کو استعمال کیا کیونکہ اس سے مقصود ان کی باتوں کا سننا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کو تسلیم کرنا۔ اور جو وہ کہیں اس میں ان کو سچا جاننا کیونکہ وہ سچے ہیں۔ یہ مراد ہے دوسرے ارشاد میں ہے وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا (یوسف: ۱۷) باسے یہ خبر کس طرح دی جاسکتی ہے۔ وَرَحْمَةً (اور مہربانی کرتے ہیں) اس کو اذن پر عطف کیا۔

قرأت: حمزہ نے ورحمۃ کسرہ سے پڑھا اور خیر پر عطف کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا کان ہیں۔ اور رحمت کا کان ہیں ان دو کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں سنتے اور نہ قبول کرتے ہیں۔

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (ان لوگوں کے حق میں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں) یعنی وہ رحمت ہیں ان لوگوں کیلئے جو تم میں ایمان لانے والے ہیں یعنی ایمان کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اے منافقو! تو تمہارا ظاہری ایمان قبول کرنے والے ہیں۔ تمہارے اسرار کو نہیں کھولتے اور نہ تم سے وہ سلوک کرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں اس طرح کہ ان کو کفر سے نکال کر ایمان کی طرف لائے۔ اور آخرت میں ان کی شفاعت اسی دنیا میں قبول کئے ہوئے ایمان کی وجہ سے ہوگی۔ وَالَّذِيْنَ يُّؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا انہیں پہنچاتے ہیں ان کے لئے درد ناک سزا ہوگی) دونوں جہانوں میں۔

مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا، حالانکہ اللہ اور رسول کو راضی کرنا چاہئے:

آیت ۶۲: يَخْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ (وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں) اس میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ منافقین طعن زنی کرتے یا جہاد سے تخلف اختیار کرتے پھر معذرت کیلئے آجاتے اور پکی قسمیں اٹھا کر معذرتیں پیش کرتے اور مسلمانوں کو راضی کرتے اس میں انہیں فرمایا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضَوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں) یعنی اگر تم اپنے دُعم و خیال کے مطابق مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کو اطاعت و وفاداری سے

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان باتوں کو بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں آپ فرمادیتے

اسْتَهْزِءُوا إِنَّ اللَّهَ خَارِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا

کہ تم مذاق بنا لو۔ بلاشبہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو بس

نَحْوُصٌ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا

یونہی باتوں میں مشغول تھے اور دل گمی کر رہے تھے۔ آپ فرمادیتے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ لٹی کرتے تھے۔ عذر

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَائِفَةٌ

بیان نہ کرو۔ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔ اگر تم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ہم عذاب دیں گے

بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝

اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

۱۱۳

کرنا تمہارا فرض ہے۔ ہ کی ضمیر واحد لا کر بتا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی ایک چیز ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے احسان زید واجمالہ نعشی۔ اب احسان واجمال ایک شئی ہی ہے۔

نمبر ۲۔ واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اس بات کے حق دار ہیں کہ اس کو راضی کیا جائے اور اس کا رسول بھی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے۔

اللہ ورسول کا مخالف جہنمی ہے:

آیت ۶۳: اَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّهُ (کیا ان کو معلوم نہیں کہ شان یہ ہے) معاملہ اور شان یہ ہے مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا) مخالفت میں جوحد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ یہ حادثہ، معاملہ کے وزن پر ہے۔ یہ الحد سے بنا ہے۔ جیسا اثن سے المشاقہ فَاَنَّ لَهُ (تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کیلئے) اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی لفظ اَنَّ لَهُ پس واقعہ یہ ہے کہ اسی کے لئے نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (دورخ کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے)

منافقین کو اپنے متعلق سورت اُترنے کا خطرہ:

آیت ۶۳: يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ (منافق اس سے اندیشہ کرتے ہیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے ای لیحذر المنافقون۔

منافقین کو ڈرنا چاہیے۔ اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةُ (کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت اتار دی جائے) مکی و بھری قراء نے تَنْزَلَ تخفیف سے پڑھا ہے۔ تَنْبِيْهِمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (جوان کو منافقین کے دل کی بات پر مطلع کر دے) کفر اور منافقت۔ نمبر ۱۔ اس میں ضمیر منافقین کی طرف لوثی ہیں جب سورت ان کے متعلق نازل ہوتی ہے تو گویا ان پر اترتی ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے قل استهزؤا۔ یہ استہزاء کرنے والے منافقین ہی تھے۔ نمبر ۲۔ پہلی دونوں ایمان والوں کی طرف اور تیسری منافقین کی طرف اور یہ درست ہے کیونکہ معنی اس کی طرف لے جاتا ہے۔

امر تہدیدي:

قُلِ اسْتَهْزِؤْا (آپ فرمادیں کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو) یہ امر تہدید کیلئے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کا تم اندیشہ کرتے تھے) اس کو ظاہر کرنے والے ہیں جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یعنی تمہیں اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر ہے۔ چنانچہ منافقین ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں استہزاء کرنے پر محسوس کرتے کہ کہیں وحی نازل ہو کر ان کی رسوائی نہ کر دے۔ یہاں تک کہ بعض کہنے لگے کہ مجھے تو یہ پسند ہے۔ کہ سامنے لا کر سو کوڑے مار لئے جائیں مگر کوئی رسوا کن چیز ہمارے بارے میں نہ اترنے پائے۔

استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا:

آیت ۶۵: وَلَیْنُ سَأَلْتَهُمْ لَیْقُوْلُنَّ اِنَّمَا سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَنَحْنُ فَیْهِ رَاٰی اَعْمٰی (اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور کہہ دیں گے ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے) رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ منافقین کی ایک جماعت آپ سے آگے آگے چل رہی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے اس شخص کو دیکھو شام کے قلعے اور محلات فتح کرنا چاہتا ہے یہ بعید، بہت بعید ہے کہ یہ امید پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا آپ نے فرمایا احبسوا علی الرکب ان سواروں کو روک کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا تم نے یہ بات کی ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ یا نبی اللہ! ہم آپ کے متعلق یا آپ کے اصحاب کے متعلق کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ ہم ایسی بات میں مصروف تھے۔ جس سے سفر کی مشقت و صعوبت کم ہو۔ یعنی اگر آپ ان سے پوچھیں تم نے یہ کیوں کر کہا۔ تو ضرور یہ جواب دیں گے ہم تو ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ آپ ان کو فرمادیں۔

کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ و رسول ہی ملا ہے:

قُلْ اَبَا لِلّٰهِ وَالْاٰیٰتِ وَرَسُوْلُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ (آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے) نمبر ۱۔ ان کی معذرت کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ پس ان کو اپنے استہزاء کا گویا معترف قرار دیا گیا۔ (کہ استہزاء کا تو تمہیں اعتراف ہے اور اب موقعہ جھوٹ بول کر دوسرا بتاتے ہو؟) نمبر ۲۔ ہمزہ تقریری کو باللہ و آیاتہ الایہ پر داخل کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کو اپنے استہزاء کا اعتراف تھا۔ کیونکہ یہ ہمزہ ثابت

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ بری باتوں کا حکم کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ

روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے، سو اللہ انہیں بھول گیا، بے شک منافقین

الْفٰسِقُونَ ﴿٩﴾ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

نافران ی ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں سے اور منافق عورتوں سے اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ

فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿١٠﴾

رہنے والے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ کافی ہے اور اللہ نے ان کو کھلون قرار دیا اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

شدہ چیز پر داخل ہوتا ہے۔ گویا وہ مذاق کے معترف تھے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی کہ یہ موضوع سخن تمہارا غلط ہے۔

جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو توبہ کرو:

آیت ۶۶: لَا تَعْتَذِرُوا (تم اب بہانے مت کرو) اپنے جھوٹے اعذار میں مشغول مت رہو یہ تمہارا منافقت والا راز ظاہر ہونے

کے بعد قطعاً قائمہ مند نہ ہو سکے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ (تم تو کفر کرنے لگے) تم نے تو اپنے استہزاء سے چھپا ہوا کفر ظاہر کر دیا۔ بَعْدَ

إِيمَانِكُمْ (اپنے ایمان کے بعد) ایمان کے ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نُّعَفِّ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ (اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی

دیں) ان کی توبہ اور نفاق کے بعد مخلصانہ ایمان لانے سے نَعْدِبُ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُعْجِزِينَ (تو ہم دوسرے گروہ کو تو سزا

دیں گے اس سبب سے کہ وہ مجرم تھے) نفاق پر اصرار کرنے والے اور اس سے توبہ کرنے والے نہ تھے۔

قراءت: تُعَذَّبُ طَائِفَةٌ عَاصِمٌ کے علاوہ دوسروں نے پڑھا ہے۔

منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں:

آیت ۶۷: الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ (منافق مرد اور منافق عورتیں تعلیم دیتے ہیں) منافق مردوں کی تعداد تین سو (۳۰۰) اور

عورتوں کی تعداد ایک سو (۱۰۰) تھی۔ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سب ایک طرح کے ہیں) گویا وہ ایک جان کی طرح ہیں۔ اس

میں ان کے مؤمن ہونے کی نفی ہے اور ان کی تکذیب ان کے اس قول میں موجود ہے ویحلفون بالله انهم لمنكم اور یہ وما هم منكم کو اور پختہ کر رہی ہے۔ ان کی تعریف ایسے الفاظ سے بیان فرمائی جو مسلمانوں کی حالت کے بالکل متضاد و مخالف ہے۔

يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ (وہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں) کفر و معصیت کا و يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ (اور اچھی بات سے منع کرتے

ہیں) اطاعت اور ایمان سے وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ (اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں) نیک مقام پر خرچ سے بخل برتتے ہوئے

اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہوئے

نَسُوا اللّٰهَ (وہ اللہ کو بھول گئے) اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا یا اس کے ذکر سے غفلت اختیار کی فَتَسِيَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال نہ کیا) ان کو اپنی رحمت و فضل سے محروم کر دیا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (بلاشبہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں) وہ کامل فاسق ہیں جس کو کفر میں سرکشی اور ہر بھلائی سے علیحدگی کا نام دینا چاہئے مومن کے لئے یہ ڈانٹ کافی ہے کہ اس کے عمل پر اس پر بے نام کا اطلاق ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی انتہائی قابل مذمت صفت کہہ کر ذکر کیا۔ (سورہ حجرات کی آیت میں بھی فرمایا) بَشِ الْاَسْمِ الْفٰسِقِ بَعْدَ الْاِيْمَانِ

کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں:

آیت ۶۸: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں ان کے لئے خلود طے ہو چکا۔ ھٰی (وہ) آگ حَسْبُهُمْ (ان کے لئے کافی ہے) اس میں ان کے عذاب کے بہت بڑے ہونے کی دلالت ہے کہ جس پر اضافے کی ضرورت نہیں۔ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا) ان کی تعذیب کے ساتھ توہین کی جائیگی اور ان کو مذمت میں ملعون شیاطین کے زمرہ میں شامل کر دیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (اور ان کے لئے لازوال عذاب ہوگا) جو اس جلدی ملنے والی زندگی میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی الگ نہ کیا جائے گا اور وہ۔ نمبر ۱۔ منافقت کی مشقت۔ نمبر ۲۔ مسلمانوں کے خوف سے باطن کا ظاہر سے مخالف ہونا۔ نمبر ۳۔ رسوائی کا ہر گھڑی دغدغہ۔ نمبر ۴۔ اسرار پر اطلاع کی صورت میں نزول عذاب کی نکلنے والی تلوار۔

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَ أَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا

جو تم سے پہلے تھے وہ لوگ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور مال و اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ سو انہوں نے اپنے حصے سے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

فائدہ حاصل کیا جو تم سے پہلے تھے سو تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَ خُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حِطَّتْ آَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ

اور تم بھی ایسے ہی گھست چلے گئے جیسا کہ وہ لوگ گھستے تھے۔ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں اِکارت ہو گئے

وَ أُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَ عَادٍ

اور وہ لوگ تباہان میں پڑنے والے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے یعنی قوم نوحؑ اور عاد

وَ ثَمُودَ هَؤُلَاءِ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والے لوگ اور اپنی ہوئی بستیوں ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

لکھتے تھے سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دنیا کے مزے لوٹ کر عذاب کا شکار بنے، تم بھی بنو گے:

آیت ۶۹: كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَ أَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔ (تمہاری حالت ان لوگوں جیسی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں وہ طاقت کے اضافہ اور مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پس انہوں نے اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا پس تم نے بھی

اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا) کاف کالذین میں مثل رفع میں واقع ہے یعنی ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوئے۔ نمبر ۲۔ یہ منصوب ہے فعل تم کی وجہ سے ای فعل تم مثل فعل الذین

من قبلکم تم نے وہی فعل کیا جو ان لوگوں نے کیا جو تم سے پہلے ہوئے۔ اور وہ فعل یہ ہے کہ تم نے اپنے دنیوی حصے سے خوب فائدہ اٹھایا جیسا ان لوگوں نے اٹھایا مطلب یہ ہے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھایا۔ الخلاق حصہ یہ خلق سے بنا ہے۔ وہ اندازے

کو کہتے ہیں۔ ما خلق للانسان کا معنی ماقدر من خیر جو خیر مقدر ہو۔ وَ خُضْتُمْ (اور تم بری باتوں میں گھس گئے) باطل میں

كَالَّذِي خَاضُوا (جیسا وہ گھسے تھے) اس فوج کی طرح جو گھسنے والی ہو۔ نمبر ۱۔ اس گھسنے کی طرح جیسے وہ گھسے۔ الخوض کا معنی بہو باطل میں داخل ہونا۔

نکۃ: فاستمتعوا بخلافهم کو پہلے ذکر کیا گیا حالانکہ استمتع الذین من قبلکم بخلافهم اس کی جگہ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ اس لئے شروع میں لائے تاکہ پہلے لوگوں کا حظوظ دنیا سے لذت اندوز ہونا اور شہوات فانیہ میں مشغول ہونا ظاہر ہو۔ وہ دنیا میں پڑ کر عاقبت کو بالکل بھول گئے اور آخرت کی قطعاً طلب نہ رہی پھر کما استمتع لاکر موجودہ لوگوں کی حالت کو ان کی حالت سے تشبیہ دی۔ اُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اور ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے) یہ اس قول کے بالقابل لائے: وَآتَيْنَاهُ اَجْرًا فِي الدُّنْيَا وَآتَيْنَاهُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ (الحکوت: ۲۷) وَاولئك هم الخاسرون (اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں) پھر پہلے لوگوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے:

آیت ۷: اَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ (کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام) یہ الذین سے بدل ہے۔ وَاعَادُوْا وَاَصْحَابُ مَدْيَنَ (اور عاد اور ثمود اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور اہل مدین) اہل مدین یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ وَالْمُؤْتَفِكَةِ (اور اہل ہوتی بستیوں) قوم لوط کے شہر انتفاکھن ان کی حالت خیر کو شر سے پلٹ دیا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (کہ ان کے رسول ان کے پاس صاف نشانیاں لے کر آئے پس اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا) یہ صحیح نہیں کہ اسی نے ان کو ظلم سے ہلاک کیا ہو کیونکہ وہ حکیم ہے بلا جرم سزا نہیں دیتا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کفر اور تکذیب رسل کے ساتھ۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ

اور بدائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی

اللَّهِ وَرَسُولَهُ ؕ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللَّهُ

فرمایا وہی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر مغرب اللہ رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔ اللہ نے

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ

مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ایسے عمدہ مکانوں کا

طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ طُورِضْوَانٍ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۷۲

وعدہ فرمایا جو بہشتی والے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

مومن مردوں، عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی:

آیت ۷۱: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں) تا ضرورتِ احم میں يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (وہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں) اطاعت و ایمان کے ذریعہ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) شرک اور مصیات وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ؕ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا) سِنِّ لَآئِي گئی جو بہر صورت وجودِ رحمت کا فائدہ دے رہی ہے۔ اس سے وعدے کی تاکید کردی جیسا کہ وعید میں یہ سِنِّ وعید کی تاکید کیلئے آئی ہے مثلاً سَأَنْتَقِمُ مِنْكَ يَوْمَآ۔ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ (بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے) ہر چیز پر غالب ہے اور قادر ہے ثواب و عقاب دے سکتا ہے حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنے والا ہے۔

ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ:

آیت ۷۲: وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ (اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور شاندار مکانوں کا) جن میں زندگی خوب گزرے گی۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں موتیوں کے محلات، یا قوتِ احمر

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا أُوهُمْ جَهَنَّمُ

اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سخت کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَيُنْسُ الْمَصِيرَ ۝۷۰ يَخْلَفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا

اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد

بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ مُوَاعِدُونَ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ

کافر ہو گئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور صرف انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يَكُ عَذَابُ اللَّهِ

اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیا سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا أَلِيمًا ۚ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۷۱

دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے روئے زمین میں نہ کوئی یار ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

اور زبرد کے بنگلے۔ فِی جَنَّتِ عَدْنٍ (جو کہ ان بیٹگی کے بانوں میں ہوں گے) عدن یہ نام ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: جَنَّتِ عَدْنٍ بِالنَّبِيِّ وَعَدَّةُ الرَّحْمَنِ (مریم: ۶۱)

نکتہ: الذی اور اتنی کو جملہ کے شروع میں لاتے ہیں جبکہ جملہ کو معرف کی صفت بنائیں۔ پس عدن یہاں اسی طرح لایا گیا ہے۔ یہ جنت کا شہر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی) اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سے کچھ انکیز (سب سے بڑی چیز ہے) ان تمام سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی رضا ہر سعادت و کامیابی کا اصل سبب ہے۔ ذَلِکَ (یہ) نمبر ۱۔ اس وعدے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نمبر ۲۔ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ هُوَ الْقَوْرُ الْعَظِيمُ (بڑی کامیابی ہے) صرف یہی کامیابی ہے وہ کامیابی نہیں جس کو لوگ کامیابی قرار دیتے ہیں۔

کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں:

آیت ۷۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی جہاد کریں کفار سے) تلواریں وَالْمُنَافِقِينَ (اور منافقین سے) دلیل سے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سخت کریں) ان دونوں جہادوں میں اور ان سے مت ڈرو۔

مَنْبِتُ الْمَلِكِ: ہر وہ شخص جس کے عقیدہ میں خرابی ہو اس کا یہی حکم ہے کہ دلیل سے اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اور اس کے معاملے میں حتی الامکان سختی برتی جائے گی۔ وَمَا أُوهُمْ جَهَنَّمُ وَيُنْسُ الْمَصِيرَ (اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے) جہنم۔

آیت ۷۴: إِنَّ لِلَّهِ لَئِنْ هُوَ لَآتَىٰ نَفْسًا مِّنْهُ لَعَذَابًا أَلِيمًا ۚ (اور اللہ تعالیٰ نے دو ماہ تک نبوک میں قیام فرمایا۔ آپ پر قرآن مجید اترتا رہا۔ منافقین متخلفین

کے سربستہ عقائد کو طشت از بام کرتا رہا۔ ان میں سے جو ساتھ تھے وہ ان آیات کو سنتے رہے ان میں سے ایک جلاس بن سید تھا۔ اس نے آیات کو سن کر کہا اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بات ہم پیچھے رہ جانے والے سرداروں کے متعلق درست ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ برے ہیں۔ اس پر عامر بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے جلاس کو کہا جی ہاں محمد ﷺ صادق المصدق ہیں۔ اور تو گدھے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلایا۔ تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی۔ اس پر عامر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اللھم انزل علی عبدک و نبیک تصدیق الصادق و تکذیب الکاذب اسیرہ آیت اتری۔

منافقین کا کلمہ کفر:

يَخْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ (وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلائی بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی) نمبر ۱۔ یہ کلمہ ان کان ما یقول محمد حقاً فنحن شر من الحمیر۔

جلاس کی توبہ:

نمبر ۲۔ استہزائے کلمات۔ اس پر جلاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں نے یہ کلمات کہے ہیں عامر نے سچ کہا ہے جلاس تابع ہو گیا اور آئندہ اس کی توبہ پکی رہی۔ وَكُفِّرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے) اسلام کے اظہار کے بعد کفریہ کلمات کا اظہار کیا۔

مَنْبِیْنَنَا: اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَكُفِّرُوا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ۔ اسلام کے انکار کو کفر قرار دیا جیسا کہ ایمان کا انکار کفر ہے۔ وَهُمْ اُیْمَانًا لَمْ یَنَالُوْا (اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی) نمبر ۱۔ حضرت محمد ﷺ کو قتل کا منصوبہ نمبر ۲۔ عامر کو قتل کا منصوبہ کیونکہ انہوں نے جلاس کا اسی لمحہ جواب دیا۔ نمبر ۳۔ عبداللہ بن ابی کی تاج پوشی کا منصوبہ تیار کیا اگرچہ رسول اللہ ﷺ پسند نہ کریں۔

کیا یہ احسان کا بدلہ ہے:

وَمَا نَقْمُوا (اور انہوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے) انہوں نے عیب نہیں لگایا اور اوپری حرکت کا ارتکاب نہیں کیا۔ اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ (کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق ہی سے مالدار کر دیا) یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت تنگی والی زندگی گزار رہے تھے۔ نہ گھوڑوں پر سوار ہی نہ حصول غنیمت۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد مالدار ہو گئے۔ جلاس کا غلام قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم دلوائی جس سے وہ مالدار ہو گیا۔

دعوتِ توبہ:

فَاِنْ یَّتُوبُوْا (پس اگر وہ توبہ کریں) منافقت سے یکُ ثواب ہوگا جو خیراً لَہُمْ (ان کے لئے بہتر ہوگا) یہ آیت کا وہ حصہ ہے جس پر جلاس کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ مخلصانہ تابع ہو گیا۔ وَاِنْ یَّتُوبُوْا (اور اگر روگردانی کریں) نفاق پر اصرار کریں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور صدقات کریں گے اور ضرور درجہ نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے

فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں کجی کرنے لگے اور وہ اعراض کرتے ہوئے روگردانی کر گئے۔ سو اللہ نے اس دن تک جو اللہ کی ملاقات کا

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی يَوْمٍ يَلْقَوْنَهٗۤ اِذَا اَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

دن ہو گا ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ ﴿۷۸﴾

کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں کو خوب جانتے والا ہے۔

يَعَذَّبُهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِی الدُّنْيَا وَاٰلِ اٰخِرَةِ (تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا) دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ و مآلہم فی الارض من ولیّی و لا نصیر (اور ان کا دنیا میں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار) جو ان کو عذاب سے نجات دلائے۔

آیت ۷۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهُ (اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں) روایت میں ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عنایت فرمادے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! قلیل مال جس کا شکریہ ادا کیا جائے وہ اس کثیر سے بہت بہتر ہے جس کے شکریہ کی طاقت نہ ہو۔ اس نے درخواست کا اعادہ کیا اور کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ مال دے دیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق دوں گا۔ آپ نے دعا فرمادی۔ اس نے بکریاں خریدیں وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ میں اس کی اپنی جگہ تنگ ہو گئی۔ پس اس نے وادی میں جا کر ڈیرہ لگا دیا اور جمعہ و جماعت سے منقطع ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا مال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وادی میں وہ سائیں سکتا۔ تو آپ نے فرمایا یا ویح ثعلبہ۔ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے والوں کو بھیجا۔ لوگوں نے اپنے صدقات ان کو دیے۔ ثعلبہ کو بھی انہوں نے صدقہ کیلئے کہا تو کہنے لگا یہ جزیہ ہے پھر ان کو کہا واپس جاؤ تاکہ میں اپنی رائے قائم کر لوں۔ جب وہ واپس لوئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں قاصد کوئی بات کرتے۔ یا ویح ثعلبہ! یا ویح ثعلبہ پس یہ آیت اتری۔ پھر ثعلبہ صدقہ لے کر آیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صدقہ لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں صدقہ لایا

انہوں نے منظور نہ کیا۔ خلافت عثمانی میں وہ مر گیا۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوة۔ مگر اس کی اسناد میں اس قدر ضعف ہے کہ قابلِ حجت نہیں۔ ایسا واقعہ تو کثرت سے نقل ہونا چاہیے تھا جبکہ احادیث کی کتابوں میں دور تک انکا نشان بھی نہیں ملتا۔ فافہم و تدبر)

لَہٗنَا مِنْ فَضْلِہٖ (کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرمادے) یعنی مالِ لَتَصَدَّقَنَّ (تو ہم خوب خیرات کریں) ہم صدقہ ضرور نکالیں گے۔ نصَدَّقَنَّ اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ ہے تاکہ صادمیں ادغام کر دیا کیونکہ دونوں میں قرب مخرج پایا جاتا ہے۔ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الصَّٰلِحِیْنَ (اور ہم خوب نیک کام کیا کریں) صدقہ نکال کر۔

مال ملا تو بخل کرنے لگے:

آیت ۷۶: فَلَمَّا اٰتٰہُمْ مِنْ فَضْلِہٖ (پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا) اللہ تعالیٰ نے ان کو دے دیا اور انہوں نے اپنی تمنا پائی۔ بَخِلُوْا بِہِ (تو وہ اس میں بخل کرنے لگے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق روک لیا اور وعدہ وفا کی نہ کی۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی کرنے لگے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ (اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں) اعراض پر انکا اصرار قائم رہا۔

پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا:

آیت ۷۷: فَاَعْقَبَہُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِہِمُ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا) بخل نے ان کے دلوں میں نفاق کو پختہ کر دیا کیونکہ نفاق کا وقتی سبب یہی بنا۔ اِلَیْ یَوْمٍ یَّلْقَوْنَہٗ (جو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے دن تک رہے گا) اپنے فعل کی سزا پائیں گے وہ دن قیامت کا ہے۔ بِمَآ اَخْلَفُوْا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہٗ وَبِمَآ کَانُوْا یُکَذِّبُوْنَ (اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو صدقہ، صلاح کا وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو صدقہ، صلاح کا وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی تو جھوٹ ثابت ہو گئے۔ اسی لئے وعدہ خلافی کو نفاق کا تیسرا حصہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے:

آیت ۷۸: اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا (کیا ان کو یہ خبر نہیں) وہ منافقین اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّہُمْ (کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز معلوم ہے) وعدہ کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں جو نفاق کا پختہ ارادہ چھپایا ہوا ہے۔ وَتَجَوَّہُمْ (اور ان کی سرکشی بھی) دین کے متعلق جو مطاعن اپنی خفیہ مجالس میں سکتے ہیں۔ اور صدقات کو جزیہ کہتے ہیں۔ اور اس کو روکنے کی تدابیر اور بہانے کرتے ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں) اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

یہ ایسے لوگ ہیں جو ان مؤمنین پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقات دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو اپنی محنت کے علاوہ

الْأَجْهَدُ هُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۷۹

کچھ بھرنے والے ہیں۔ سو یہ ان سے مسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے مسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝۸۰

آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں نہ بخشے گا۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝۸۱

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نفلی صدقات والوں پر طعن زنی:

آیت ۷۹: الَّذِينَ (یہ ایسے لوگ ہیں) نبراً۔ یہ محل نصب میں ہے۔ نبراً ۲۔ ذم کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ نمبر ۳۔ سوہم و نجواہم کی ضمیر سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ (جو ان نفلی صدقہ دینے والوں پر طعن کرتے ہیں) جو نفلی صدقات و تبرعات کرنے والوں پر طعن زنی کرتے ہیں۔ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ (جو ایمان والوں میں سے ہیں صدقات کے سلسلہ میں) یہ یلمزون کے متعلق ہے روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر آمادہ کیا۔ عبدالرحمان بن عوف چار ہزار درہم لائے۔ اور عرض کی میرے پاس آٹھ ہزار تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے رب کو قرض دے دیے۔ اور چار ہزار اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ لیئے۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بَارَكَ اللَّهُ فِيمَا اعْطَيْتَ وَفِيمَا امْسَكَتَ (رواہ البراء) اللہ تعالیٰ نے ان کو برکت عنایت فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی تمنا کرے ان کی صلح آٹھویں حصہ کے ربع پر ہوئی جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ حضرت عاصم نے صدقہ میں کھجور کا ایک وسق خرچ کیا۔ وَالَّذِينَ (اور ان لوگوں پر) اس کا عطف المطفوعین پر ہے۔ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (جن کو میسر نہیں مگر صرف محنت و مزدوری) اپنی طاقت (کی مقدار) نافع نے جہدہم پڑھا۔ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں بعض نے کہا الجہد طاقت اور الجہد شقت۔ ابو عقیل جہد ایک صاع کھجور لائے اور عرض کی میں نے تمام رات دو صاع کھجور کے بدلے اونٹ کی رسی کھنی۔ ایک صاع اہل و عیال کیلئے چھوڑا اور ایک صاع حاضر خدمت کر دیا۔ منافقین نے ان پر طعن زنی کرتے ہوئے کہا عبدالرحمان اور عاصم نے تو ریاکاری کیلئے خرچ کیا ہے۔ اور ابو عقیل نے جو صاع دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ (پس ان کا مذاق اڑاتے ہیں) سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ ان کی مسخری پر ان کو بدلہ دے گا) اور یہ اگرچہ صورت میں بددعا معلوم ہوتی ہے مگر یہ خبر ہے بددعا نہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور ان کے لئے

دردناک سزا ہوگی) درد انگیز۔

آیت ۸۰: جب عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی میرا والد بیمار ہے اس کے لئے استغفار فرمادیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

عبد اللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت:

اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں) یہ امر خبر کے معنی میں ہے گویا اس طرح فرمایا گیا ان یغفر اللہ لهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا آپ نے ان کے لئے استغفار کر دیا۔ یا نہیں کیا۔ اِنْ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (اگر آپ ان کے لئے استغفار کریں گے ستر مرتبہ بھی تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا) سبعون کا عدد اہل عرب کے ہاں کثرت بیان کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تحدید و غایت کیلئے یہاں نہیں لایا گیا۔ اس لئے کہ اگر آپ ساری زندگی ان کے لئے استغفار کرتے تب بھی ان کے لئے معافی نہ تھی کیونکہ وہ کافر تھے اللہ تعالیٰ کا فرکی بخشش نہیں فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے استغفار کے اندر مبالغہ کیا تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ فرمائیں گے۔

نکتہ: سبعین کا تذکرہ بہت سی روایات میں آیا ہے، وہ تمام روایات کثرت پر دلالت کرتی ہیں تحدید و غایت کو بیان نہیں کرتیں۔ تمام اعداد میں ستر کا عدد منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدد دو قسم کے ہیں نمبر ۱۔ قلیل۔ نمبر ۲۔ کثیر۔ قلیل تین سے کم ہوتا ہے اور کثیر تین سے اوپر تمام گویا کثیر کا سب سے چھوٹا عدد تین ہے اور بڑے کی کوئی حد نہیں۔ پھر عدد کی ایک تقسیم ہے۔ نمبر ۱۔ عدد طاق۔ نمبر ۲۔ عدد جفت۔ سب سے پہلا جفت ۲ دو ہے۔ اور سب سے پہلا طاق ۳ تین ہے۔ اور ایک عدد نہیں۔ ان دونوں قسموں کی پہلی جمع کثرت سات ہے کیونکہ اس میں ۱۳ ایک طاق اور تین جفت ہیں اور دس کا کل حساب ہے۔

کیونکہ دس سے بڑھ کر تو احاد کی اضافت عشرہ کی طرف ہی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ اثناعشر، ثلاثہ عشر، تینک۔ اور عشرون میں عشرہ کو دو مرتبہ لایا گیا۔ ثلاثون میں تین مرتبہ دس کو دہرایا گیا۔ اسی طرح سو تک۔ پس ستر کا عدد کثرت اور نوع کو جامع ہے۔ اور کثرت اسی سے ہے۔ اور کمال حساب اور کثرت اسی سے ہے۔

گویا کمال حساب اور کثرت دونوں کو اس نے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اس لئے اہل عرب سے سبعون کو کثیر عدد میں سب سے کم درجہ کا عدد ہر بات کا لحاظ کر کے شمار کر لیا۔ کثرت کی تو کوئی انتہاء نہیں۔ پس سبعین کی تخصیص ممکن ہے اسی حکمت کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم ذلک (یہ) یہ مغفرت سے یا س کی طرف اشارہ ہے۔ بِأَنَّهُمْ (اس وجہ سے ہے) اس سبب سے کہ وہ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ (کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا) کفار کیلئے مغفرت نہیں وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا) وہ ایمان سے نکلنے والے ہیں جب تک کہ کفر و سرکشی کو اپنے لئے منتخب کرنے والے ہیں۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیچھے ڈالے گئے۔ وہ اپنے پیٹھے رہ جانے پر خوش ہوئے اور انہیں یہ ناگوار ہوا کہ اپنے مالوں اور

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ

جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کہتے تھے کہ گرمی میں مت نکلے۔ آپ فرما دیجئے کہ دوزخ کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ

كَانُوا يَفْقَهُونَ ۖ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٧﴾

یہ لوگ سمجھتے۔ سو یہ لوگ تمہارا سا ہنس لیں اور زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے۔

فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذِنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا

سو اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز بھی

مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا

میرے ساتھ نہ نکلے اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ پیٹھے پر راضی ہو گئے۔ سو تم پیچھے رہ جانے والوں کے

مَعَ الْخَلِيفَيْنِ ﴿٨٨﴾

ساتھ بیٹھے رہو۔

تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی:

آیت ۸۱: فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ (یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے) نمبر ۱۔ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت

طلب کی اور ان کو اجازت دے دی گئی اور غزوہ تبوک میں ان کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ نمبر ۲۔ جو لوگ سستی سے پیچھے رہ گئے اور

ان کو نفاق اور شیطان نے اس بات پر آمادہ کیا۔ بِمَقْعَدِهِمْ (اپنے پیٹھے رہنے پر) غزوہ میں نہ جانے کی بناء پر خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں یہ مفعول لیا یا حال ہے ای قعدوا لمخالفتہ یا مخالفتہ لمخالفتہ

وہ مخالفت کی وجہ سے پیٹھے رہے یا اس حال میں پیٹھے رہے کہ وہ آپ کی مخالفت کرنے والے تھے۔ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور ان کو ناگوار ہوا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کریں) انہوں نے وہ نہ کیا جو

مسلمان کرتے ہیں۔ اپنی جان اور مال کا نذرانہ بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کو ناپسند کیوں نہ کرتے۔ جبکہ ان میں

ایمان اور یقین کے دواعی میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اور ان میں سے جو کوئی شخص مر جائے آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

وَمَا تَوْأَاهُم فِئْتُونَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَعْبُجْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۖ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ نافرمان تھے اور آپ کو ان کے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ

يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۸۶﴾

ان کو ان چیزوں کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔

استہزائی جملے:

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۚ (اور کہنے لگے تم گرمی میں جہاد کیلئے نہ نکلو) نمبرا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا نمبر ۲۔ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کیلئے کہا۔ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ تَكَانُوا يَفْقَهُونَ (آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے) (اسیں ان کی جہالت کو واضح کیا کہ ایک گھڑی کی مشقت سے جو اپنے کو بچائے اور اس کی وجہ سے ہمیشہ کی مشقت میں مبتلا ہوئے وہ تو عقل مند کیا! جہل الجالبین میں سے ہے۔

آیت ۸۲: فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَ لْيَسْكَبُوا كَثِيرًا (پس یہ نہیں گے تھوڑا اور روئیں گے بہت) وہ دنیا میں اپنے پیچھے رہنے پر ذرا سی خوشی منالیں آخرت میں ان کو اس کی سزا میں بہت رونا پڑے گا۔

نکتہ: یہاں خبر کو امر کے انداز سے ذکر کر کے اس کا حتمی اور لازمی ہونا بتلایا کہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ پیش آئے گی۔ روایت میں ہے کہ منافقین آگ میں دنیا کی عمر کی مقدار روتے رہیں گے ان کے آنسوؤں کے نہ پائیں گے اور نہ ہی پلک جھپک کیلئے نیند کریں گے۔ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے) (نفاق سے جو کاتے تھے۔

آیت ۸۳: فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ (پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لائے) اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ سے واپس لے جائیگے۔ اِلٰی طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ (انکے کسی گروہ کی طرف) یہاں طائفہ فرمایا اسلئے کہ بعض نے توبہ کر لی اور بعض طبعی موت مر گئے۔ فَاسْتَأْذَنُواكَ لِتُخْرِجُوهُمْ (پھر یہ لوگ نکلنے کی اجازت مانگیں) غزوہ تبوک کے بعد والے غزوہ میں فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ ابَدًا (تو آپ فرما دیں کہ تم بھی میرے ساتھ نہ نکلو گے) قرأت: حمزہ، علی، ابو بکر نے یا کے سکون سے بخروج پڑھا ہے۔ وَلَنْ تَقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا (اور نہ میرے ساتھ لڑ کر کسی دشمن سے لڑو گے) حفص نے معی پڑھا۔ اِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (تم نے پہلی بار بیچہ رہنے کو پسند کیا) پہلی مرتبہ جب تمہیں تبوک کی طرف بلایا گیا۔ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخُلَفَاءِ (پس تم بیچہ رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو) انکے ساتھ جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہے ہیں۔

آیت ۸۴: عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ بن ابی کے متعلق درخواست کی کہ آپ میرے باپ کے کفن کیلئے اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائیں اور اس پر نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ نے فرمایا۔ اے عمر! یہ بات

وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے لوگ آپ سے اجازت

الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا لِنُكُنَّ مَعَ الْقُعْدِيِّنَ ۖ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں، یہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ مکرول میں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں

وُطِّعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۶

اور ان کے دلوں پر ہم رکاوٹی مکی سو وہ نہیں سمجھتے۔

اسکو نفع نہ دیگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی ایمان لے آئیں گے۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) پس یہ آیت اتری۔
وَلَا تُضِلِّي عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ (اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں) منہم سے مراد منافقین ہیں اور صلوة سے مراد نماز جنازہ ہے روایت میں ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی غلصانہ اسلام لے آئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ثوب نبوی کے ساتھ تبرک کا خواہش مند تھا۔ مات (جو کوئی مر جائے) یا احد کی صفت ہے اور ابدال (کبھی) یہ تضلی کا ظرف ہے۔
عادت طیبہ: آپ ﷺ جب میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ (اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے ہیں) اس لا تقم کی نہی فرمانے کی علت ذکر فرمائی گئی ہے کہ یہ دعا کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

ان کا مال و اولاد ان کے حق میں سو ہاں روح ہیں:

آیت ۸۵: وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۖ إِنَّهَا يَرِيذُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کا آخری سانس حالت کفر ہی میں نکلے) مبالغہ اور تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ تاکہ مخاطب بھولنے نہ پائے۔ اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اہم ترین بات ہے اور ہر آیت میں ایک گروہ کا تذکرہ ہے جو دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔ جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں:

آیت ۸۶: وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً (جب بھی کوئی سورت اتاری جاتی ہے) اس سورت سے مکمل سورت بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ اور سورت کا بعض حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن اور کتاب کا لفظ تمام اور بعض ہر دو پر بولا جاتا ہے۔ اَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ (اور اس میں یہ نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ) یا محذوف ہے ای یَا اَنْ آمِنُوا یا اِنْ مفسرہ ہے۔ یہ کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ (اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں) مال و وسعت والے وَقَالُوا ذَرْنَا لِنُكُنَّ مَعَ الْقُعْدِيِّنَ (اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیں کہ ہم

لَٰكِنَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ

لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور یہ وہ لوگ ہیں

لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ذَٰلِكَ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي

جن کے لئے خوبیاں ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۸۹﴾

جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ

اور وہ یہاں توں میں سے کچھ لوگ بہانہ کرنے والے آئے تاکہ ان کو اجازت دے دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

وَرَسُولُهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ وَلَا

جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھے رہ گئے جو لوگ ان میں سے کفر ہی پر رہیں گے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ضعیفوں اور مریضوں

عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرْجٌ إِذْ أَنْصَحُوا اللَّهَ

اور ان لوگوں پر کوئی نہ نہیں جو خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے خلوص دل سے

وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۹۱﴾

حاضر ہوں محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے اور ان

بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں ان لوگوں کے ساتھ جن کو نہ جانے کیلئے مرض، اپناج پن کا عذر ہے۔

وہ خانشعشعی کے خواہاں ہیں: آیت ۸۷: رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ (وہ لوگ خاندان نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے) الخوالف سے عورتیں مراد ہیں اس کی واحد خالفة ہے۔ وَطِيعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ (اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی) کفر و منافقت کو اختیار کرنے کی وجہ سے مہر کر دی گئی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ (پس وہ نہیں سمجھتے) جہاد میں کیا سعادت مندی اور کامرانی مخفی ہے اور پیچھے رہنے میں کیا شقاوت و ہلاکت ہے۔

رسول اور مومن جہاد کرنے والے ہیں:

آیت ۸۸: لَٰكِنَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان والے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) اگر یہ لوگ نہیں گئے تو ان سے بہت بہتر لوگ تو غزوہ کیلئے

گئے۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ (انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں) خیرات کا لفظ دونوں جہان کی کامیابیوں کو شامل ہے کیونکہ لفظ مطلق ہے اور اسمیں گنجائش ہے۔ نمبر ۲۔ حوریں مراد ہیں کیونکہ اس ارشاد میں ہے فیهن خیراتٌ حسان۔ (البرہان: ۷۰) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) ہر مطلوب ان کو ملے گا۔

جنت کے حقدار:

آیت ۸۹: أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے کے یہی بڑی کامیابی ہے) أَعَدَّ کا لفظ تیار ہا ہے کہ جنت مخلوق ہے۔ بہانہ باز دیہاتی:

آیت ۹۰: وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (اور دیہاتیوں میں سے کچھ بہانہ باز لوگ آئے تاکہ ان کو اجازت مل جائے) نمبر ۱۔ اس حکم میں عذر کی بناء پر اجازت دی جائے۔ جبکہ اس سے اسمیں کوتاہی اور سستی ہوگئی ہو۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو وہم ہے کہ وہ پیچھے رہنے میں معذور ہے حالانکہ اس کو کوئی عذر نہیں۔

نمبر ۲۔ المعتذرون اصل میں المعتذرون ہے قاکو وال میں ادغام کر دیا۔ اور حرکت عین کو دی۔ اس سے مراد باطل معذرتیں بنانے والے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنواسد، بنو غطفان ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے اہل و عیال ہیں اور ہم میں تنگدستی ہے پس ہمیں پیچھے رہنے کی اجازت دے دیں۔ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا) یہ منافق دیہاتی ہیں جو نہ آئے اور نہ ہی معذرت پیش کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان کے دعویٰ میں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا ہے۔ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (جو ان میں سے کافر ہیں گے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا) دیہاتیوں میں سے جو کافر ہیں دنیا میں قتل کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں۔

ضعفاء و معذورین کا استثناء:

آیت ۹۱: لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ حِمٌّ طاعت لوگوں پر نہیں (بوزرھے اور اپاہج وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ (اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں) یہ مزینہ، جہینہ اور بنی عذرہ کے فقراء مراد ہیں۔ حَرْج (کوئی گناہ) گناہ اور تاخیر کرنے میں تنگی إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ (جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھیں) اس طرح کہ ظاہر و پوشیدہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں جیسا کہ مخلص اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (نیکیوں کا رد نہیں ہے) مخلص معذورین مِنْ سَبِيلٍ (کسی قسم کا الزام) یعنی ان پر نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی عتاب کے مستحق ہیں۔ وَاللَّهُ عَفُورٌ (اور اللہ بڑی مغفرت والے) ان کی پیچھے رہنے والی خطا معاف فرمادیں گے۔ رَحِيمٌ (رحم والے ہیں) ان پر مہربان ہیں۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتَ لِيُحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أُجِدُّمَ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِمْ

لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواری دے دیں۔ آپ نے کہا ہوا کہ میں انکی کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں

تَوَلَّوْا وَعَيْنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾

وہ اس حال میں واپس ہو گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔ الزام تو

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَستَازِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ

انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ

الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔

رہ جائیں

زاو سفر سے معذور لوگ:

آیت ۹۲: وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتَ لِيُحْمِلَهُمْ (اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس آئے اسلئے تاکہ آپ ان کو سواری دیں) سواری عنایت کریں قُلْتَ (آپ نے کہا دیا) یہ اتوک کی کاف سے حال بنا اور اس سے پہلے قد مضر ہے ای اذا اتوک قالند۔ جب وہ یہ کہتے ہوئے آئے کہ ہمیں سواری دیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ لَا أُجِدُّمَ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِمْ تَوَلَّوْا (میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں آپ کو سوار کروں تو وہ واپس چلے جاتے ہیں) یہ اذا کا جواب ہے وَأَعْيَنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ (اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہا رہا ہے) بتے ہیں تَفِيضٌ دمعاً نسبت تَفِيضٌ دمعہا سے زیادہ لیخ۔ یہ چونکہ انہیں آنکھوں کی طرح قرار دیا گیا وہ تھکتے آنسو بہتے ہیں یہ ہے جب کہتے ہیں اقلیدک من رجل جارو مجر و ملکر تیز کی وجہ سے محل نہ ب میں واقع ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قُلْتَ لَا أُجِدُّمَ مَلًا متلاف ہو گیا اس طرح کہا گیا اذا ما اتوک لیتحملہم تَوَلَّوْا۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تاکہ ان کو سواری دودہ واپس لوٹتے ہیں۔

تو سوال پیدا ہوا وہ روتے ہوئے کیوں واپس لوٹ رہے ہیں؟ تو جواب دیا۔ قُلْتَ لَا أُجِدُّمَ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ۔ تم نے کہا میرے پاس تمہیں دینے کیلئے سواری نہیں۔ البتہ اس جملے کو شرط و جزاء کے درمیان معترضہ جملہ کی طرح لایا گیا ہے۔ حَزَنًا (اس غم میں) یہ مفعول لہ ہے اَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ (کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں) اسلئے کہ وہ خرچ کیلئے کچھ نہیں پاتے۔ یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا نائب حَزَنًا ہے ہر سواری طلب کرنے والے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ نمبر ۲۔ رونے والے چھ انصاری ہیں۔

مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں:

آیت ۹۳: إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَستَازِنُونَكَ (صرف الزام ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت چاہتے ہیں) پیچھے رہنے میں وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا (باوجود اسکے کہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے) رضوا یہ حمد متلفہ ہے گویا اس طرح کہا گیا کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مالدار ہونے کے باوجود اجازت طلب کی۔ تو جواب ملا وہ اس بات پر راضی الا خوش ہیں بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ (کہ وہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہیں) کہ وہ بھی من جملہ خوف کی لڑی میں پروئے جائیں وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی جسے وہ جانتے ہی نہیں)

(خت جلد ۱۱۳۸)